لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

اُسْوَۃُ الرَّسُوْلؐ

جلد دوم

سوانح حیات مقدسہ حضرت سید المرسلین خاتم النبیین رسول اکرم محمدؐ بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

از

آغاز حالات ولادت باسعادت آنحضرت تا واقعات پنجم سال ہجرت

مولفہ

خان بہادر سید اولاد حیدر

بلگرامی

(مولف سوانح حضرات چہاردہ معصومین سلام اللہ علیہم اجمعین)

شمسی مشین پریس آگرہ میں محمد بشیر اللہ خاں نے اہتمام سے چھپی

اللہ اکبر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین و الصلوٰۃ و السلام علی سید المرسلین و اٰلہ الطیبین الطاہرین

خدائے سبحانہ تعالیٰ کی مہربانی اور ملک و قوم کی قدردانی کے شکریوں کے ساتھ ہم اسوۃ الرسول کی جلد دوم۔ بالغ نظرانِ قوم و ملت کی خدمت میں پیش کرتے ہیں ؎ توقیع قبول روزیش باد

جلد اول میں قبل از اسلام عرب کے تاریخی۔ جغرافی۔ سیاسی۔ تمدنی۔ قومی۔ اور مذہبی حالات و واقعات مفصل اور مسلسل طور پر بیان ہو چکے ہیں۔ اور انھیں کے ساتھ ساتھ انبیاے سابقین سلام اللہ علیٰ نبینا و آلہ و علیہم اجمعین کی شریعتیں۔ طبقات امم سابقہ میں ان حضرات کی تعلیمیں ان کی تبلیغی خدمتیں قوم و قبائل کو خداپرستی اور نیک سرشتی کی ہدایتیں جو اصلاً شریعت اسلامیہ کا مقدمہ تھیں۔ تاریخ و سیرت کے خاص اصول پر سلسلہ وار پوری تفصیل سے قلمبند کر دی گئیں ہیں سابق انبیاے عرب کے ذکر حالات میں خاص طور پر سلسلہ مقدسہ ابراہیمی اور خانوادۂ مطہرۂ اسمٰعیلی کے حالات و واقعات زیادہ تفصیل و تشریح سے بیان کئے گئے ہیں اسلئے کہ یہی حضرات معدن انوار ختم النبیینؐ و مخزن آثار و اسرار سید المرسلینؐ صلی اللہ علیہ و آلہ الطاہرین تھے۔

اس شجرۂ طیبہ میں قیدار بن اسمٰعیل سے لے کر حضرت عبد المطلب تک جتنے قابل الذکر بزرگوار گذرے ہیں ان کے حالات و واقعات تحقیق کر کے تفصیل سے لکھدئے گئے ہیں۔ اس لئے کہ کلیات اولین کے انھیں مقدمات سے خاتم الرسالت کا آغاز ہوتا ہے یا یوں سمجھا جاوے کہ اسی مبتدا سے مخبر صادق علیہ السلام کی تمام خبروں کے سلسلہ واقعات مسلسل ہوتے ہیں۔

افسوس ہے کہ قدیم ماخذوں کے طریقہ تالیف کے خلاف۔ جدید تاریخ نویسوں اور سیرت نگاروں نے ان بزرگوں کے حالات کو واقعات قبل اسلام سمجھکر یا سیرت النبی کے موضوع خاص سے زاید جان کر قلم انداز کر دیا ہے لیکن ہم نے انکے نقل و اندراج کو اس لئے ضروری اور مفید سمجھا ہے کہ انکے ذکر و بیان سے خاندان رسالت اور دودمان نبوت کی قدامت وقار۔ وجاہت و اقتدار اور ملک و قوم پر انکا اعتبار و اختیار ثابت ہوتا ہے۔ اور انھیں امور کے ساتھ ان کی سلامت روی نیک نفسی۔ خوش اخلاقی اور قوم و وطن کے ساتھ ہمدردی کے پورے ثبوت ملتے ہیں۔

جلد دوم میں - جناب ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے لے کر ہجرت کے پانچ سال تک کے تمام حالات وواقعات کامل تشریح وتفصیل سے قلمبند ہیں - آغاز رسالت سے پہلے نزول رسالت کے اسباب اور خاص کر جزیرہ نمائے عرب میں حضرت ختم المرسلینؐ کی بعثت اور آخر رسالت کے قیام وتعین کی مخصوص توجیہات تاریخی ثبوت کے ساتھ مندرج کی گئی ہیں - اسی ضمن میں عرب کے تمام الہامی اور غیر الہامی مذاہب وعقاید اور دستور ومراسم بھی بیان کیئے گئے ہیں - خاص کر عرب کے دو بڑے مذہب - یہود وعیسائی شریعتوں کے زجر ومد کی پوری کیفیت لکھی گئی ہے - اس لیئے کہ اسلام کو ہر ہر مقام پر ان سے مقابلہ کا متواتر اتفاق ہوا ہے ..

یہود سے زیادہ عیسائیوں کی شریعت - ان کے اعتقادات - اعتقادات میں خود غرضانہ اختراعات - آپس میں فرقہ بندیاں - ان تمام فرقوں کے جدا جدا حالات بقید سنین سلسلہ وار درج کیئے گئے ہیں اس لئے کہ ابتدائے اسلام میں انکی مخالفت اتنی ضرر رساں ثابت نہیں ہوئی ہے جتنی موجودہ وقت وزمانہ میں - عرب کی تاریخ اور اسلام کا کارنامہ یہودیت وعیسائیت کے بڑے بڑے نیرنگ - اسلام کے ابتدائی زمانہ میں دکھلاتا ہے یہود تو اسلام کے ساتھ خوب جی بھر کر لڑے مارا اور مرے - لیکن ان کے برعکس عیسائیوں کے ابتدائی ہی سے اسلام کے مقابل قطعی خموشی اور سکوت اختیار کیا - کبھی کبھی انکی مہر سکوت ٹوٹی بھی تو اسلام کے متعلق ان کے مونہہ سے الفاظ تائیدی اور تصدیقی ہی نکلے (ملاحظہ ہو - راہب بحیرا کی اول تصدیق رسالت آنحضرتؐ - نجاشی کی تائید وتصدیق اسلام واقعہ ہجرت اولی - عداس کا اقرار رسالت سفر طائف قبل ہجرت) اوس زمانہ میں عیسائیوں کی یہ خموشی اون کی حیلۃ الوقتی اور حکمت عملی پر مبنی کی جائے یا اون کی کمی اعداد اور قلت افراد کی وجہ سے قرار دی جائے - لیکن یہ ضرور تسلیم کرنا پڑے گا کہ بمقابلہ یہود - ابتدا میں اسلام کو عیسائیوں سے اتنا ضرر نہیں پہونچا - جتنا یہودیوں سے -

یہود اسلام کے مٹانے کی کوششوں کے ساتھ عرب سے آپ ہی مٹ گئے - اور اپنی بداخلاقیوں کی وجہ سے آج تک نہ پھر قومی اعتبار ہی حاصل کر سکے اور نہ دینی اقتدار - ان کے برعکس عیسائیوں نے حفاظت وحمایت اسلام کے سایہ میں آکر مغربی وشمالی عرب میں اتنی قوت وعظمت حاصل کر لی - کہ وہیں سے بلاد یورپ اور تمام اقطاع عالم میں پھیل گئے - لیکن قوت وعظمت پا جانے کے زمانہ سے لے کر آج تک اوسی اسلام کو - جو ہر زمانہ میں انکا محسن اور معاون ثابت ہو چکا تھا عیسائیوں نے ہدف ملامت بنا رکھا ہے ؎

کس نیا موخت علم تیر از من
کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد

قیام مکہ کی سیزدہ سالہ مدت میں مخفی طور پر تبلیغ رسالت اور دعوت اسلام کے تمام واقعات وحالات مفصل طور پر لکھے گئے ہیں اور اون سعادت مندان روزگار کے تفصیلی حالات قلمبند کیئے گئے ہیں جنھوں نے اپنی تحقیق وتلاش خاص سے اسلام کی تصدیق کی اور مشرف بایمان ہو کر سبقت اسلام کا شرف خاص حاصل کیا - اسلامی سیرت نگار - ان واقعات کو

زائد سمجھکر تفصیل سے نہیں لکھتے۔ لیکن ہم نے ان کے واقعات کو اسلام کے روحانی مآخذ کا معیارِ صداقت قرار دے کر پوری تفصیل سے لکھا ہے۔ اور حتی الامکان ان تمام بزرگواروں کے قبول اسلام اور حصول ایمان کے مفصل حالات درج کئے ہیں۔ جنھوں نے اپنی تحقیق وتلاش۔ غور وخوض اور ذاتی مشاہدہ وتجربہ سے اسلام کی صداقت کے اعتراف کا اظہار اور اوس کی متابعت کا اقرار کیا ہے۔

قیام مکہ کے زمانہ میں داعی اسلام علیہ وآلہ السلام پر ظالمین قریش اور مشرکین مکہ کی طرف سے جو مظالم اور شدائد کئے گئے اور دعوت اسلام کی ممانعت میں جو انواع واقسام کی تدبیریں عمل میں لائی گئیں اور بیرونی اقوام وقبائل سے سازشیں کی گئیں۔ وہ موجودہ تمام اسلامی سیرت کی کتابوں سے زیادہ مفصل طور پر لکھی گئیں ہیں۔

عقبۂ اولیٰ اور عقبۂ ثانی۔ دو نو بیعتوں کے احوال کو پوری تشریح وتوضیح سے لکھکر اسلام کی **مخفی دعوت** کی حقیقت اور اوس کے فوائد وضرورت کو پورے طور سے ثابت کر دیا ہے اور بتلا دیا ہے کہ اکثر خوش اعتقادانِ اسلام کی مبادرت واستعجال نے ابتدا میں اعلان اسلام پر اصرار قبل از وقت کر کے فائدے کی جگہ نقصان اوٹھایا ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے جس کو علی الاکثر سیرت نگاروں نے نظر انداز کر دیا ہے۔

تیرہویں سال نبوت سے ہجرت کے پہلے سال کی ابتدا ہوتی ہے اور پیغمبر اسلام علیہ السلام مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ میں تشریف لے جاتے ہیں واقعات ہجرت میں تقلید اسلاف اور تاکید وتائید عقاید کے زیر اثر ہوکر جیسی اور جتنی نقاب افگنی کی گئی ہے اوس کا پورا انکشاف کر دیا گیا ہے اور ان تمام خارجی اور بیرونی گرد وغبار سے حقیقت واصلیت کا جمال آئینہ نما صاف کر دیا گیا ہے۔

قیام مدینہ کے وقت سے **پانچ برس** تک کے مفصل اور مسلسل واقعات ہماری موجودہ **جلد دوم** کے مخصوص جزئیات میں۔ بیعت عقبہ اور تعین نقبائے دوازدہ گانہ کے بعد مبلغین اسلامی کی خدمات ہجرت صحابہ مہاجرین معتقدین انصار کے بے نظیر اکرام وایثار۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ورود قبا اور مدینہ میں آپ کا خیر مقدم۔ عقیدتمندوں کا پرجوش استقبال۔ حضرت ابو ایوب انصاری کا شرف میزبانی۔ تعمیر مسجد نبوی وغیرہ وغیرہ۔ بظاہر تو یہی حالات ہیں جو تمامی کتب تاریخ وسیرت میں عموماً مندرج ہیں۔ لیکن ان میں سے اکثر واقعات میں ان تمام جزئیات کی بھی تفصیل کر دی گئی ہے جو عموماً سیرت نویسوں کے قلم سے چھوٹ گئے ہیں۔

ناواقفکاران حقیقت۔ اسباب ظاہر پر نظر کرکے اکثر یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ مکہ سے مدینہ میں پہونچتے ہی اسلام اور بانئ اسلام علیہ السلام کو ہر امر میں آسانی۔ فراغت۔ آرام اور اطمینان مل گیا ایسا سمجھنا حقیقت سے ناواقفیت اور واقعیت سے بےخبری ہے۔ ایسا نہیں۔ مکہ کی خموش اور مخفی تبلیغ سے علانیہ اور علی رؤس الاشہاد ہدایت وارشاد زیادہ پرخطر تھے۔ اس میں شک نہیں کہ معتدبہا اعوان وانصار کی وجہ سے دعوت اسلام کو اب اخفا کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی تو کیا

اس تنہا ضرورت کے رفع ہو جانے سے اعلان اسلام کی تمام دشواریاں کھچی چلی گئی تھیں مخفی تبلیغ میں تو دشمنوں کے مظالم اور ایذا رسانی کے کم اندیشے تھے۔ اس لئے کہ اُن کو خبر ہی نہ ہوتی تھی۔ظاہری اور علی الاعلان دعوت ایمان کے وقت تو گویا اون کے مظالم کے لئے کوئی جواب ہی نہیں تھا۔ اس لئے حقیقت شناس حضرات جب ان دونو مختلف مقامی حالات پر موازنہ کی نظر ڈالتے ہیں تو انھیں معلوم ہو جاتا ہے کہ مکہ سے زاید مدینہ میں ایک ایک قدم اسلام کی تعلیم و تبلیغ کی تمام راہیں۔انواع واقسام کی دشواریوں سے بھری پڑی تھیں۔

انھیں دشواریوں کو ابتداً ہر پیش نظر رکھکر پیغمبر اسلام علیہ السلام نے **اتحاد عام** اور **مساوات بین الاقوامی** کی تعلیم سے دعوت اسلام کا آغاز و افتتاح فرمایا۔ اس لئے کہ مکہ کی طرح مدینہ ایک ہی قوم و مذہب کے لوگوں کا مرکز نہیں تھا۔ بلکہ خاص مدینہ اور اوس کے گرد و نواح میں مختلف مذاہب عقاید اور قبائل کے لوگ آباد تھے اس بنا پر یہ ناممکن تھا کہ تنظیم اتحاد و یکجہتی کے بغیر اسلام کے انتظام اور اوس کے مجوزہ عنوان امن عام وہاں قائم ہو سکیں۔ مدینہ کے قدیم باشندے **یہود و انصار** تھے۔ یہود تو یہود۔ **انصار** جو اسلام کے خاص الخاص میزبان تھے اور معین و مددگار اوس و خزرج کے دو مخالف فرقوں میں منقسم تھے۔ یہ تعلیم اسلام ہی کے فیوض تھے جنھوں نے ان کی قدیم مخالفت کو باہمی موالفت سے تبدیل کر کے دونو فرقوں کو ایک رشتہ اتحاد میں وابستہ کر دیا۔ انصار کے بعد یہود سے بھی شرائط صلح و امن عام پر اقرار دستخطی کرا کر انصار و یہود گویا دونو قوموں کو ایک کر دیا جیسا کہ آیندہ تفصیل سے معلوم ہوگا۔

مدینہ منورہ کی **اندرونی تنظیم اتحاد** کو درست کر کے پیغمبر اسلام علیہ السلام نے گرد و پیش کی غیر مسلم قوم قبایل کو بھی اسلام کے ساتھ شرائط امن عام میں شریک کر لیا۔ صلح و آشتی کے اس پیام عام اور اتحاد و یکجہتی کی اس دعوت خاص میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس انہماک خاص سے کام لیا کہ مدینہ میں تشریف آوری کے زمانہ سے لے کر زاید ایک سال تک کی مدت اسی انتظام میں تمام ہو گئی۔ بیرونی قوم و قبائل کے پاس کبھی چھوٹی چھوٹی صحابہ کی وفدین بنا بنا کر اس **پیام صلح** کے ساتھ بھیجی جاتی تھیں اور علی الاکثر۔ دور و دراز مقاموں میں مہاجرین و انصار کی جماعت کی ساتھ خود تشریف لیجا کر غیر مسلم قوموں کو اسلام کے اس معاہدہ امن و امان عام میں شریک فرمایا جاتا تھا۔

اسلامی تاریخ و سیرت کے مطالعہ کرنے والوں پر ظاہر ہے کہ آنحضرت صلعم۔ امن عام کے موجودہ انتظام کی کوششوں میں اکثر مدینہ سے نکل کر مکہ کی نصف راہ تک چلے جاتے تھے۔ اور ان دور و دراز مقامات میں مہینوں اور کئی ہفتوں تک ٹھہر جاتے تھے۔ اور جب تک کہ معاملات یکسو نہ ہو لیتے تھے۔ مدینہ میں واپس نہ آتے تھے۔ وہ وقت اور اوسکی ضرورتیں صاف صاف بتلا رہی ہیں کہ اسلام اور تمام اقوام کے امن عام کے لئے یہ انتظام کیسے ضروری اور مفید تھے۔

اکثر سیرت نگاروں نے ان معاہدین الاقوامی کے حالات و واقعات کو طوالت کے خیال سے مفصل نہیں لکھا ہے۔ اور ان کے نقل و استنباط میں اختصار اختیار کیا ہے لیکن ہم نے ان حالات کو اوسی تفصیل سے قلمبند کیا ہے جس تفصیل ...

تشریح سے یہ اصلی ماخذوں میں مندرج کئے گئے ہیں اسلئے کہ اُنکے نقل و اندراج سے مخالفین اسلام کے اون اعتراضات کی کامل تردید ہوجاتی ہے جو عالم فریبی کی غرض خاص سے اسلام کے آغاز اشاعت کو تیغ زنی اور عام خونریزی کا دیباچہ قرار دیتے ہیں

عیسائی معترضین اگر کچھ بھی دیدۂ بینا رکھتے ہیں تو اسلام کے ان معاہدبین الاقوام کو پڑھیں۔ اوس کے شرائط کو ملاحظہ فرمائیں کہ امن و امان اور آرام و اطمینان قایم رکھنے کے فواید و منافع مسلم قوم و قبائل تک محدود نہیں رکھے گئے تھے بلکہ یہ تمام شرائط اپنے تمام منافع و فوائد کے ساتھ اون قوم و قبائل کے ساتھ بھی اپنی عملی صورتوں میں ویسے ہی تھے جو اس وقت تک اسلام سے بالکل علیحدہ اور بیگانہ تھے۔ مگر اس وقت امن عام کے اصول پر رضامند ہوکر اسلام کے ساتھ اس معاہدہ میں شریک ہوگئے تھے۔

اس معاہدہ کی قبولیت و منظوری میں قبول اسلام کی شرط ضروری نہیں تھی۔ مُدعا صرف امن پسندی اور صلح پذیری سی تھا۔ ہر قوم و قبیلہ اسی لئے۔ عام اس سے کہ اسلام لایا ہو یا نہ لایا ہو۔ اگر وہ امن عام قائم رکھنے پر راضی ہوگیا ہو تو وہ بلا عذر اسلام کے معاہد کا حلیف و شریک بنالیا گیا ہے۔ وہ اپنے تمام مذہبی اور قومی فرائض و مراسم کی اداکاریوں میں بلا امتیاز مسلم قوموں کی طرح آزاد اور خود مختار ہے۔ اور اپنے حقوق و مطالبات میں مسلم قوموں کے ساتھ برابر اور مساوی ہے۔ غزوۂ ودان۔ بواط۔ ذوالعشیرہ۔ وغیرہ وغیرہ میں زحمت سفر اسی نظر رحمت سے خاص طور پر اختیار فرمائی گئی تھی

عیسائی معترضین پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام کے اس عملی انتظام اور جناب عیسیٰ مریم علیہ السلام کے اس احکام کو کہ۔ مت سمجھو کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا ہوں۔ صلح کرانے نہیں آیا۔ بلکہ تلوار چلوانے آیا ہوں۔ انجیل متی۔ باب ۱۰ آیت ۳۴ میں پڑھ کر خود تصفیہ کرلیں کہ ان دو نو بزرگواروں میں صلح کرانے کے پیام کون دیتا ہے اور تلوار چلوانے کے احکام کون؟

اس کے متعلق یہ تبلادینا نہایت ضروری ہے کہ غزوہ کے نام سے عام طور پر عیسائیوں کو وحشت اور اون کے دیکھا دیکھی ہمارے شمس العلما مولوی شبلی صاحب کو اون سے زیادہ دہشت ہوتی ہے۔ چونکہ تمام عربی تاریخ و حدیث کی کتابوں میں اصطلاح خاص کے مطابق۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر خاص کو غزوہ کے لفظ خاص سے موصوف کیا گیا ہے اور محاورہ عام میں غزوہ۔ جنگ کے معنوں میں آگیا ہے۔ اس لئے کہ اصلاً غزی سے مشتق ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام غزوات رسول صلعم عموماً جنگی معارک سمجھ لئے گئے ہیں۔ یورپین معترضین نے اس محاورہ کی غلطی سے خاص فائدہ اوٹھایا ہے اور غزوات کی کثیر التعدادی سے اشاعت اسلام کو عام طور پر سیف رانی اور خونفشانی کا نتیجہ تبلایا ہے حالانکہ یہ ہنوز یا نہ غلط فہمی ہے اور خود غرضانہ عالمفریبی۔

شبلی صاحب کو معترضین کی اسی اشارت نے گھبرا دیا اور آپ نے بھی تاریخ نگاران و سیرت نویسان

اسلامی پر تعدد غزوات کا الزام لگا ہی دیا۔ حالانکہ معترضین اگر حقیقت شناس نہیں تھے تو آپکو اس اصطلاح خاص کا علم کامل حاصل تھا۔ آپ تو جانتے تھے کہ اتنے کثیر التعداد غزواۃ ہیں سوائے چند کے۔ اور سب میں اسلام نے صرف تقریر سے کامیابی حاصل کی ہے۔ نہ شمشیر سے لیکن چونکہ ان تمام موقعوں پر پیغمبر اسلام علیہ السّلام بالنفس النفیس شریک تھے اسلئے اصطلاح خاص کے موافق اسلامی مورخین و اہل سیرت ان مقامات کے تمام حالات کو بھی غزوہ کے نام سے تعبیر فرمایا ہے۔ حالانکہ اس تعبیر سے اون کا اصل مُدعا سفرِ رسول تھا جب حقیقت حال شبلی صاحب پر روشن ہو چکی تھی جیساکہ سیرۃ النبی میں بذکر غزوۂ حمراء الاسد لکھکر بتلا بھی دیا گیا ہے تو پھر سلسلہ غزوات کی تمہید میں ایسی مضطربانہ تحریکیں قلمبند فرمائی گئی ہے جس سے سیرت و تاریخ کے اندراج کی بنا پر آپ کا تعدد و کثرت غزوات کے متعلق نوعے تسلیم و ایجاب ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ اس بحث کے خاص مقام پر آپ کے اضطراب کا کامل اطمینان کر دیا ہے۔

معاہدہ صلح عام کے شرائط کچھ عرب کی بُت پرست قوم ہی کے ساتھ محدود و مخصوص نہیں تھا بلکہ مدینہ کے خاص یہود اور اونکے تمام قریب کے قبائل و عشائر نے نہایت مسرت اور رضاعت و رغبت سے اسلام کے ان مجوزہ اور پیش کردہ شرائط صلح کو قبول کیا اور اپنی ہموطن اور ہمسایہ مسلم قوموں کے ساتھ قوم متحدہ کے اصول پر ہمیشہ کاربند اور عمل پیرا رہنے کے لئے اقراری دستخط کر دئے لیکن سال ہی بھر کے بعد پھر کُفّار قریش کی مکّارانہ سازشوں نے یہودیوں کو دام فریب میں لاکر اسلام کی تنظیم اتحاد کے شیرازہ کو پارہ پارہ کر دیا۔ اور قوم یہود کی فطرتی غدّاری اور خلقی پیمان شکنی کی بداخلاقیوں نے اسلام کی صلح عام کے موجودہ انتظام کو درہم و برہم کر دیا۔

یہیں تک بس کر دیتے تو اتنی تکلیف دہ ثابت نہ ہوتے۔ یہود اپنی پیمان شکنی اور خلاف عہدی کے ساتھ ظالمین قریش اور مشرکین مکہ سے ملکر اسلام کے استیصال اور بیخ کنی پر طیار ہو گئے اور پھر اس شدت و عصبیت کے ساتھ کہ اسلام کو اِن پہلو کے دشمنوں سے جان بچانا دشوار ہو گیا۔ جیساکہ اِن کے حالات سے مختلف مقامات کتاب میں مفصل طور پر بیان کیا گیا ہے۔

کُفّار قریش تو ابتدا ہی سے استیصال اسلام پر تُلے ہوئے تھے۔ موجودہ تنظیم اتحاد کو جو مختلف اقوام و قبائل میں اسلام کے خاص اہتمام سے قایم ہو رہی تھی۔ دیکھکر اور بھی جل اوٹھے۔ اور اپنی قدیم مکّارانہ اور دغابازانہ تدبیروں سے اسلام کے درپئے آزار ہوئے۔ ایک بار دس مبلّغین اور دوسرے بار چالیس مبلّغین اسلام کو تعلیم دین کے حیلہ سے خدمت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے اجازت لے کر ہمراہ لے گئے اور گھر لاکر خونخوار نیزبازوں نے بے گناہ مہمانوں کو قتل کر ڈالا خبیب بن عدی اور زید بن ابی الدثنہ بھی انھیں شہدا میں داخل تھے۔ جن کی مصیبت ناک سرگذشت پر عرب کی تاریخیں آج تک خون رو رہی ہیں۔

کُفّار قریش کی مدینہ پر متواتر تاخت و تاراجی کا سلسلہ جنباتی اور شرائط معاہدہ سے اشرار یہود کی روگردانی۔ گویا

اسلامی غزوات کا دیباچہ قرار پاتی ہے۔ اور آغاز معرکہ بدر میں منتقم حقیقی کی بارگاہ سے۔ اسلام کو ایک ہزار فوج مخالف کے مقابل میں کل تین سو تیرہ (۳۱۳) مسلمانوں کے ساتھ جنگ مدافعانہ کا حکم جہاد دلواتی ہے۔ انھیں ناگزیر ضرورتوں کے وقت جب کفار و مشرکین کی تلواریں بے قصور مسلمانوں کے گلوں سے آلگیں تو مسلمانوں کو اپنی جان و مال و آبرو کی حفاظت میں دشمنوں سے مدافعانہ مقابلہ کرنا پڑا یہی واقعات غزوات اسلامی کے اصلی وجوہات قائم ہوئے۔

اس جلد میں غزوات بدر۔ احد اور خندق۔ کل تین غزوات کے حالات قلمبند ہیں اور جانبین کے ان حالات و واقعات کے تمام جزئیات معتبر ماخذوں کی اسناد سے مفصل اور مسلسل طریقہ سے قلمبند کئے گئے ہیں۔ ان معرکہ ہائے جنگ میں کفارانہ قریش کے ظالمانہ اور جارحانہ حملات کے موقعوں پر اسلام نے جس صبر و تحمل اور ضبط و استقلال سے محض مدافعانہ طریقہ مقابلہ اختیار کیا ہے وہ امم سابقہ کے تذکروں اور دنیا کے کارناموں میں۔ مروت و اخلاق۔ کرم و اشفاق۔ دشمنوں سے رعایت و مہربانی اور عام ہمدردی انسانی کے بے نظیر مشاہدات ثابت ہوتے ہیں۔

اسلام کے موجودہ پنجسالہ حالات۔ میں یہودیوں سے کسی مقابلہ و مقاتلہ کی نوبت نہیں آئی۔ اگرچہ اس عہد شکن قوم کی غداریوں اور کافر کرداریوں نے اسلام کے استیصال و بیخ کنی کی کوئی امکانی تدبیر اوٹھا نہ رکھی یہانتک کہ ایکبار نہیں کئی بار بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خفیہ طور پر جان لینے کی مکارانہ سازشیں بھی عمل میں لائے۔ لیکن اوس خلق مجسم اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے ان کے ان ناقابل عفو جرائم سے ہر بار چشم پوشی اختیار فرمائی۔

ہاں۔ جب یہودیوں کی خفیہ سازشیں کفار قریش کی تلواروں کے ساتھ کھل پڑیں۔ اور یہود قریش کے ہمدوش بنکر رودررو اسلام کے مقابلہ پر نکل پڑے اور کفار قریش کی طرح اسلام کے ہاتھوں سے شکست کامل اوٹھا چکے تو پیغمبر اسلام علیہ التحیۃ والسلام نے ان کی تنبیہ و تادیب کی طرف توجہ فرمائی اور ان کے غیر متحمل اور ناقابل معافی قصوروں کے مقابلہ میں۔ بنی قینقاع اور بنی نضیر کے یہودیوں کو۔ شرائط معاہدہ سے خلاف ورزی کے جرم میں۔ صرف جلاوطنی کی سزا دی اور بنی قریظہ کو جنگ خندق میں خلاف معاہدہ شریک ہونے کے قصور میں۔ انھیں کے مقرر کردہ حکم (سعد بن معاذ انصاری) کے تجویز کردہ فیصلہ کے مطابق قتل و اسیری کا حکم فرمایا اور ان میں بھی تمام عورتیں اور لڑکے حکم قتل سے بخلاف حکم توریت کتاب الاعداد باب ۳۱ درس ۶-۲۵ مستثنی کردئے گئے۔ اور چند یہودی مع بال بچوں کے غایت مرحمت سے خاص طور پر چھوڑ دئے گئے۔

یہودی فطرتاً مونھ کے کڑے تھے۔ دل کے بودے۔ اہل مکر و تزویر تھے نہ صاحب تدبیر تھے نہ مرد شمشیر قریش سے مل جل کر جنگ خندق میں مسلمانوں سے مقابل بھی ہوئے تو شکست اوٹھائی۔ اور قبل اس کے کہ ان کا شریک لشکر قریش میدان سے واپس ہوئے یہ اپنے ڈیرے ڈنڈے اوٹھا کر اپنے قلعہ میں چلے گئے اور کیواڑ بند کرکے

چھپ رہے۔ سوائے جنگ خیبر کے یہود بھی تنہا ہو کر میدان میں مسلمانوں سے نہ لڑے اور خیبر کی شکست کے بعد۔ ان کے حوصلے ہمیشہ کے لئے ایسے ٹوٹ گئے کہ پھر یہ لوگ مخالفت اسلام کا نام بھی مونھ پر نہ لے سکے اور علاقہ حجاز سے دیار شام و مغرب کی طرف چلے گئے۔

جنگ خندق اور غزوہ بنی قریظہ کو تمام کر کے جو ۵ ہجری کے واقعات ہیں۔ انھیں کے سلسلہ میں ریحانہ قرظیہ کے غلط واقعہ کی حقیقت اور حضرت زینب سے نکاح کرنے کی اصلیت اور ضرورت پوری تفصیل و توضیح سے قلم بند کی گئی ہے۔ اس لئے کہ یہ دونوں واقعات اور ان کے متعلق چند غیر مفید اور خلاف واقع مرویات۔ عیسائی معترضین کی سرمایۂ ناز ہیں جن کی کامل تردید و تنقید معتبر دلائل و مستند مشاہد سے کر دی گئی ہے۔ انھیں دو اعتراضوں کے جوابوں تک منحصر نہیں کیا گیا ہے۔ بلکہ مخالفین اسلام کے اون تمام اعتراضات کے مدلل اور مفصل جوابات اپنے اپنے مقام پر دئے گئے ہیں۔ جو اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ و آلہ والسّلام پر وارد کئے جاتے ہیں

حضرت ختمی مرتبت علیہ التسلیم والتحیۃ کی حیات مقدس کے مبارک حالات میں (ولادت سے لے کر پنجم سال ہجرت تک) بہت سے ایسے واقعات تھے جو محض اتفاقیہ طور پر اسلامی تاریخ و سیرت نگاروں کی نگاہوں سے چھوٹ گئے تھے۔ اور اون کے ذکر و بیان سے آنحضرت صلعم کے مکارم اخلاق اور محاسن عادات کے اظہار ہوتے تھے۔ معتبر ماخذوں سے مستنبط کر کے نقل کر دئے گئے ہیں۔

بہت سے ایسے واقعات کی حقیقت کا بھی کامل انکشاف کر دیا گیا ہے جو حسن عقیدت کے اصول کے موافق تھے مگر شان رسالت کے بالکل مخالف۔

بہت سے ایسے واقعات و حالات کی بھی نہایت تحقیق سے کامل تنقید و تردید کر دی گئی ہے جن کی حقیقت اور اصلیت پر خواہ مخواہ۔ تائید عقاید۔ تقلید اسلاف اور وہم و قیاس کے رنگا رنگ طریقوں سے نقاب افگنی کی گئی ہے۔ اس طریقۂ خاص کا شمس العلما مولوی شبلی صاحب نعمانی نے مجلدات سیرۃ النبی میں ایک خاص عنوان اختیار فرمایا ہے۔ جس کی تمہید دیباچہ کتاب ہی سے شروع کی گئی ہے۔ اور پھر اصل کتاب میں اون خاص مقامات و واقعات پر پہونچکر۔ جو مفید مطلب حالات تھے اون میں اتنے اضافات و توسیعات سے کام لیا گیا ہے۔ جو کسی قدیم و جدید تاریخ و سیرت میں مندرج نہیں اور خلاف مطلب واقعات و حالات میں بنظر استخفاف و اخذات اس قدر کوتہ قلمی اور مختصر رقمی اختیار فرمائی گئی ہے کہ حقیقت حال اور اصلیت واقعہ معلوم ہونا دشوار ہے۔

اس شان خاص کے بیان کا جو عنوان دیباچہ کتاب میں قائم کیا گیا ہے اوس کی کامل تنقید تو ہمارے تبصرہ میں کر دی گئی ہے۔ جو جلد اوّل کے ساتھ شایع ہو چکا ہے۔ اور اوسی کے ساتھ ساتھ حالات و واقعات جلد اوّل کے متعلق جتنے اضافات یا استخفاف و اسقاط و اقعات فرمائے گئے تھے اون سب کا انکشاف حقیقت جلد اوّل (اُسوۃ الرسولؐ) ہی

بیں کر دیا گیا ہے۔ اس سے زاید موجودہ جلد دوم میں ان اضافات و اختلافات واقعات کی حقیقت کا اپنے اپنے مقامات خاص پر انکشاف کر دیا گیا ہے۔

تفصیل واقعات و حالات میں پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک طرز عمل سے حق پسندی۔ عام دردمندی رعایت و مروت اور اخلاق و اشفاق کی بے نظیر مثالیں دکھلائی گئیں ہیں جو مسلمانوں کی ہدایت دارین کے لئے کافی ہیں۔ اور اسی رعایت مخصوص اور وَلَقَدْ كَانَ فِيهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ کی اشارت نصوص پر اس کتاب کا نام اُسوۃ الرسولؐ تجویز کیا گیا ہے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ توقیع قبول روزیش باد۔

تالیف کتاب اور تحریر واقعات میں مفصلہ ذیل ترتیب و احتیاط برابر قایم رکھی گئی ہے

(۱) واقعات کے سلسلۂ بیان میں قید سنین کا خاص التزام رکھا گیا ہے اور بلالحاظ ذکر قوم و قبائل خاص جو واقعہ جس سال کا پایا گیا ہے اوسی سال کے ذکر میں قلم بند کر دیا گیا ہے بخلاف ترتیب سیرۃ النبی کے جس میں بخیال ذکر خاص قوم یہود ۳ھ ہجری کے تمام واقعات بیان کرنے کے بعد ضرورتاً پھر ۲ھ و ۴ھ ہجری کے حالات نقل کئے گئے ہیں۔

(۲) نقل اسناد میں زیادہ تر اونھیں کتابوں کے حوالے مندرج کئے گئے ہیں جو میری نگاہ سے گذر چکی ہیں۔

(۳) بعض مقامات میں علماء محققین کی تالیفات کے حوالے بھی نقل کر دئے گئے ہیں جن کے لائق اعتبار اور قابل الاسناد ہونے پر انکا اتفاق ہو چکا ہے

(۴) ہر ماخذ اصلی کا حوالہ عبارت ماخذ کے خاتمہ ہی پر لکھدیا گیا ہے۔ اور ناظرین کتاب کو حاشیہ زیرین میں نمبروار تلاش کرنے کی زحمت نہیں دی گئی ہے۔

(۵) اصلی ماخذ کی عبارت پہلے۔ پھر اوس کے مقابل اوس کا ترجمہ درج کر دیا گیا ہے۔

۶ ہر واقعہ کو تاریخ و سیرت کے معیار مقررہ کے موافق لکھا گیا ہے۔ ہاں اون واقعات کی تفصیل و تشریح میں مرویات تفاسیر و احادیث کی نقل و استنباط سے بھی مدد لی گئی ہے۔ جو سیرت و تاریخ کے موضوع خاص سے علحدہ ہونے کے باعث تاریخ و سیرت کی کتابوں میں نہیں پائی گئیں۔

(۷) واقعات سیرت و تاریخ کے ذکر و بیان کو قیاسی دلائل اور خارجی مباحث کی آمیزش سے حتی الامکان پاک و صاف رکھا گیا ہے۔

۸ مطبوعہ حوالوں کے مطبع اور مقام کا نام بتلا دیا گیا ہے اور قلمی حوالوں کے آگے (قلمی) لکھدیا گیا ہے۔

(۹) جن کتابوں سے نقل و استنباط کیا گیا ہے اون کے نام۔ اون کے مصنفین کی تصدیق و توثیق بھی ایک جدول

میں طیار و مرتب کر کے منسلک کر دی گئی ہے۔

سُبْحَانَكَ مَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ
وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ
وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا وَاٰلِهِ
الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ

اٰمین

تمّت بالخیر

کوانتھ ضلع آرہ
شریف العمارۃ
۶ر شوال ۱۳۴۴ھ مطابق ۱۹ر اپریل ۱۹۲۶ء

المؤلف احقر
سیّد اولاد حیدر بلگرامی

اون کتابون اور اونکے مصنفون کی توثیق جن کی اسناد سے اُسوۃ الرسولؐ جلد دوم لکھی گئی ہے

نمبر	نام کتاب	نام مصنف	توثیق
۱	تاریخ الرسل والملوک طبری	کتب تاریخ ابن جریر طبری	**تذکرۃ الحفاظ ذہبی میں ہے** محمد بن جریر الامام الحافظ ابو جعفر الطبری احد الاعلام لہ کتاب الکبیر المشہور فی تاریخ الامم۔ **شمس العلما شبلی صاحب سیرۃ النبی میں لکھتے ہیں** تاریخ سلسلہ میں سب سے جامع اور مفصل کتاب امام طبری کی تاریخ کبیر ہے طبری اس درجہ کے شخص ہیں کہ تمام محدثین ان کے فضل و کمال تفقہ اور وسعت علم کے معترف ہیں۔ ان کی تفسیر احسن التفاسیر خیال کی جاتی ہے۔ محدث ابن خزیمہ کا قول ہے کہ دنیا میں کسی کو میں ان سے بڑھ کر عالم نہیں جانتا۔ سنہ ۳۱۰ھ میں وفات پائی۔ بعض محدثین (سلیمانی) نے ان کی نسبت لکھا ہے کہ یہ شیعوں کے لئے حدیثیں وضع کیا کرتے تھے لیکن علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے ھذا رجم بالظن الکاذب بل ابن جریر من کبار ائمۃ الاسلام المعتمدین۔
۲	تاریخ الکامل ابن اثیر	ابن الاثیر جزری	**وفیات الاعیان میں ہے** عزالدین ابوالحسن علی بن محمد بن اثیر الجزری صاحب تاریخ المسمی بالکامل کان اماماً فی حفظ الحدیث و معرفتہ و حافظا للتواریخ المتقدمۃ والمتاخرۃ وصنف فی التاریخ کتابا باسماہ الکامل وھو من خیار التاریخ۔
۳	کتاب المختصر فی اخبار البشر	ابوالفدا	**تذکرۃ الحفاظ ذہبی میں مرقوم ہے۔** کتاب المختصر فی اخبار البشر للملک المؤید اسمعیل ابوالفدا المتوفی سنہ ۷۳۲ ہجری سے **حج الکرامۃ مولوی صدیق حسن خان میں ہے** تاریخ ملک المؤید ابوالفدا اسمعیل در مختصرات فن جیلے جیدہ و معتبر است

۴	تاریخ الخمیس	قاضی حسین دیار بکری	**کشف الظنون میں ہے** خمیس فی السیر القاضی حسین بن محمد دیار بکری المالکی اذیل المکۃ المکرمۃ المتوفی فی حدود سنہ ۹۶۶ھ ھجری وھو کتاب مشہور
۵	روضۃ المناظر	ابن شحنۃ الحلبی	**تعلیقات السنیہ مولوی عبدالحی لکھنوی میں ہے۔** ھو محب الدین ابو الولید محمد بن محمد الشہیر بابن شحنۃ الحلبی الحنفی کان محبا للسُّنۃ واھا مات سنہ ۸۱۵ھ ھجری ولہ تصنیف فی سیرۃ النبویۃ وتاریخ لطیف۔ **حدائق الحنفیہ میں ہے** محمد بن محمد شحنہ محب الدین سنہ ۷۴۹ھ میں پیدا ہوئے۔ علم حدیث کے بڑے محب تھے امام ہمام نے آپ سے پڑھا ہے۔ کتاب روضۃ المناظر تصنیف کی۔
۶	وفیات الاعیان	ابن خلکان	**حسن المحاضرہ فی اخبار المصر والقاہرہ سیوطی میں ہے** ابن خلکان۔ قاضی القضاۃ شمس الدین ابو العباس احمد بن محمد بن ابراھیم بن ابی بکر الشافعی صاحب وفیات الاعیان۔ کان ذکیاً عارفاً بایام الناس مات رجب سنہ ۶۸۱ھ
۷	روضۃ الاحباب	حافظ جمال الدین محدث	**کشف الظنون میں ہے** روضۃ الاحباب فی سیرۃ النبیؐ والآل والاصحاب فارسی بجمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ المتوفی سنہ ۱۰۰۰ھ ھجری۔ **حدائق الحنفیہ مولوی فقیر علی لاہوری میں ہے** جمال الدین عطاء اللہ صاحب روضۃ الاحباب۔ آپ اعاظم اولاد اعباد خیر الانام سے ہیں جملہ اقسام علوم دینیہ اور اصناف فنون یقینیہ خصوصاً علم حدیث وسیر میں بے عدیل اور عدیم المثیل تھے۔ کشاف اسرار تنزیل و حلال معضلات موافق تاویل تھے۔ آپ کی تصنیفات سے روضۃ الاحباب فی سیرۃ النبیؐ والآل والاصحاب ایسی عمدہ اور معتبر اور مشہور آفاق ہے کہ اپنا ثانی نہیں رکھتی۔

۹	روضۃ الصفا	محمد بن خاوند شاہ	کشف الظنون میں ہے روضۃ الصفا فی سیرۃ الانبیاء والملوک والخلفا۔ للمؤرخ محمد بن خاوند شاہ المتوفی سنہ ۹۰۳ ہجری۔
۱۰	حبیب السیر	غیاث الدین ہروی	کشف الظنون میں ہے حبیب السیر فارسی لغیاث الدین ہروی بن ہمام الدین وھو فی مجلدات کبار من کتب المتمتعۃ المعتبرۃ۔
۱۱	سیرۃ النبی	شمس العلما شبلی نعمانی	صاحب۔ سیرۃ الفاروق۔ سیرۃ المامون۔ سیرۃ النعمان وغیرہ وغیرہ سابق پروفیسر علی گڈھ کالج۔ مدیر دار الندوہ لکھنو۔ و دار المصنفین اعظم گڈھ۔ فاضل معاصر المتوفی ۲۸ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۲ ہجری
۱۲	تاریخ احمدی	نواب احمد حسین خان بہادر	صاحب تصنیف کثیرہ مثل مظہر الاسلام۔ علم الکتاب۔ معرفۃ العسلماء۔ رفع الحجب عن اسامی الکتب۔ تصحیح الاغلاط مفاتیح و شرح مفاتیح عمدۃ المناقب۔ انوار المطالب۔ آیات بینات۔ فیصل المبین۔ بلال المبین۔ روض الریاحین۔ نجم الزاہر۔ صبح صادق۔ تحفۃ الاعاظم۔ الرضا۔ جواہر النقی۔ زاد التقی۔ جوہر عبقری۔ کشف الغمہ۔ اثبات الوصایا۔ اکمال الدرایہ۔ وقائق المذاہب ید بیضا۔ مناظر المخالفت۔ کتاب المصالحہ والموافقہ۔ گلستان مذاق وغیر ذلک فاضل معاصر حی القائم۔
		کتب سیرت	
۱۳	سیرت ابن ہشام	عبد الملک ابن ہشام	شمس العلما مولوی شبلی سیرۃ النبی لکھتے ہیں ابن ہشام کا نام عبد الملک ہے۔ وہ نہایت ثقہ اور نامور محدث و مؤرخ تھے۔ حمیر کے قبیلہ سے تھے۔ اور غالباً اسی تعلق سے سلاطین حمیر کی تاریخ لکھی جو آج بھی موجود ہے انھوں نے سیرۃ میں اضافہ کیا کہ سیرت میں جو مشکل الفاظ آئے ہیں۔ اونکی تفسیر بھی لکھی۔ سنہ ۲۱۳ میں وفات پائی۔ کشف الظنون میں ہے اول من صنف فی السیر الامام المعروف بہ محمد بن اسحاق رئیس اہل المغازی للمتوفی سنہ ۱۵۱ ہجری و دونھا ابو محمد

			عبد الملک بن ہشام المتوفی سنہ ۲۱۸ھ ہجری فاحسن فاجاد
۱۴	طبقات ابن سعد	محمد بن سعد کاتب الواقدی	**وفیات الاعیان میں ہے** ابو عبد اللہ محمد بن سعد کاتب الواقدی احد الفضلاء النبلاء الاجلاء وصنف کتابا کبیرا فی طبقات الصحابۃ وکان کثیر العلم والروایات **مولوی شبلی صاحب نعمانی الفاروق میں لکھتے ہیں** محمد بن سعد کاتب الواقدی نہایت ثقہ اور معتمد مورخ ہیں اس نے ایک کتاب آنحضرت صلعم اور صحابہ تابعین و تبع تابعین کے حالات میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ دس بارہ جلدوں میں لکھی ہے اور تمام واقعات کو محدثانہ طور پر لکھا ہے
۱۵	مواہب لدنیہ	شہاب الدین احمد قسطلانی	**کشف الظنون میں ہے** المواھب لدنیہ فی السیرۃ للشیخ الامام شہاب الدین احمد القسطلانی وھو کتاب جلیل القدر کثیر النافع
۱۶	شرح مواہب لدنیہ	علامہ عبد الباقی الزُّرقانی	**شبلی صاحب دیباچہ سیرۃ النبی میں لکھتے ہیں** یہ مواہب لدنیہ کی شرح ہے اور حقیقت یہ ہے کہ سہیلی کے بعد کوئی کتاب اس جامعیت اور تحقیق سے نہیں لکھی گئی۔ آٹھ ضخیم جلدوں میں ہے مصر میں چھپ گئی ہے
۱۷	ریاض النظرہ	محب الدین طبری	**کشف الظنون میں ہے** ریاض النظرۃ فی فضائل العشرۃ لمحب الدین طبری الشافعی
۱۸	روض الانف	علامہ عبد الرحمن سہیلی	**سیرۃ النبی میں شبلی صاحب لکھتے ہیں** سیرت ابن اسحاق کی شرح ہے مصنف کا نام عبد الرحمن سہیلی ہے۔ جنھوں نے سنہ ۵۸۱ھ میں وفات پائی۔ یہ اکابر محدثین میں سے ہیں اور تمام مصنفین مابعد سیرۃ نبوی کی تحقیقات اور معلومات کے متعلق ان کے خوشہ چین ہیں مصنف نے لکھا ہے کہ میں نے یہ کتاب ایک سو بیس ۱۲۰ کتابوں کی مدد سے لکھی ہے۔

۱۹	حیواۃ الحیوان	محمد بن عیسیٰ دمیری	**کشف الظنون میں ہے** حیواۃ الحیوان دمیری للشیخ کمال الدین محمد عیسیٰ الدمیری الشافعی المتوفی ۸۰۸ھ ھجری وھو کتاب مشھور **تعلیقات السُّنیہ میں تحریر ہے** ھو مجموع لطیف وجامع شریف فیہ فوائد مستحسنہ لطائف المستخرجہ مولفہ کمال الدین محمد بن عیسیٰ الدمیری
۲۰	سیرۃ الحلبیہ	علی ابن ابراہیم حلبی	**خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر علامہ محبیؔ میں ہے** علی بن ابراھیم الملقب نورالدین بن برھان الدین الحلبی الشافعی الامام الکبیر اجل اعلام المشائخ وعلامۃ الزمان الف المولفۃ البدیعۃ منھا السیرۃ النبویہ التی سماھا انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون
۲۱	اسنی المطالب	شمس الدین جزری	**بستان المحدثین میں شاہ عبدالعزیز صاحب لکھتے ہیں** صاحب حصن الحصین قاضی القضاۃ ابوالخیر شمس الدین محمد مشہور ابن جزری است از حافظ ابن کثیر فقہ وحدیث اموخت وازاعز الدین بن جماعۃ و محمد بن اسمٰعیل بخاری نیز اجازت دارد ودر ملک روم اورا امام اعظم لقب دادہ بودند مولفات او ہمہ نافع ومفید افتادہ المنتشر فی القرات العشر خیلے شہرت دارد واسنی المطالب والجواہر العلیہ ودیگر تصانیف نیز دارد۔
۲۲	مدارج النبوۃ	شاہ عبدالحق محدث دہلوی	**عجالہ نافعہ شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی میں ہے** مدارج النبوۃ شیخ عبدالحق محدث در سیرت شامیہ مواہب لدنیہ مبسوط ترین سیرتہا اند **اتحاف النبلا مولوی صدیق حسن خاں میں ہے** ابوالمجد شیخ عبدالحق بن سیف الدین بن سعد اللہ ترک الدہلوی مصنفات الیشان لمعات شرح مشکوات درعربی واشعۃ اللمعات درفارسی وشرح سفر السعادت واخبار الاخیار ومدارج النبوۃ ماثبت بالسنۃ وغیرہ مشہور است

۲۳	شواہد النبوۃ	مُلّا عبدالرحمن جامی	**كشف الظنون میں ہے** شواہد النبوۃ فارسی لمولانا نور الدین عبد الرحمن بن احمد الجامی۔ اولہ الحمد للہ الذی ارسل رسلا مبشرین ومنذرین۔ الخ **تاریخ الخمیس دیار بکری کے دیباچہ میں ہے** انتخبتها من الكتب المعتبرة وهي تفسير الكبير والكشاف والى ان قال، والشواهد النبوة ومواهب اللدنيه
۲۴	خطبات احمدیہ	ڈاکٹر سر سید احمد خان	بانی مدرسۃ العلوم علی گڈھ۔ صاحب صنادید۔ وتہذیب الاخلاق وغیرہ۔ گزشتہ صدی کے مشہور ومعروف محقق جنکی معرفت وتوثیق محتاج بیان نہیں۔ المتوفی ۱۳۱۵ھ ہجری۔
۲۵	رحمۃ للعلمین	قاضی سید محمد سلیمان سلمان منصورپوری	اسپشل مجسٹریٹ۔ ریاست پٹیالہ صاحب سیرۃ النبویہ مطول۔ متوسط۔ اور مختصر۔ فاضل معاصر حق القائم۔
		سیرۃ صحابہ کرام	
۲۶	استیعاب فی معرفۃ الاصحاب	امام عبدالبر	**تذکرۃ الحفاظ ذہبی میں ہے** ابن عبد البر الامام شیخ الاسلام حافظ المغرب ابو عمر یوسف بن عبد البر له تواليف لا مثل لها في جميع معنيها منها الكافي عشر مجلدا ومنها كتاب الاستيعاب ليس لاحد مثله **مولوی شبلی صاحب سیرۃ النعمان میں لکھتے ہیں** قاضی ابن عبدالبر بہت بڑے محدث وامام ہیں۔ انکی کتاب الاستیعاب صحابہ کے حالات میں ایک مشہور ومستند کتاب ہے۔
۲۷	اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ	ابن اثیر جزری	**كشف الظنون میں ہے** اسد الغابة في معرفة الصحابة للشيخ عز الدين علي بن محمد بن اثير الجزري المتوفى ۶۳۰ھ ہجری ذكر الذهبي في تجريد اسماء الصحابة كتاب ابن اثير نفيس مستقصى الاسماء الصحابة

۲۸	اصابہ فی معرفۃ الصحابہ	ابن حجر عسقلانی	**کشف الظنون میں ہے** اصابہ فی تمئیز الصحابہ للحافظ شہاب الدین احمد ابن الحجر العسقلانی المتوفی سنہ ۸۵۲ھجری وھو فی مجلدات کبار جمع فیہ ما فی الاستیعاب وذیلہ
۲۹	اخبار الخلفا	علی ابن انجب بغدادی	**کشف الظنون میں ہے** اخبار الخلفاء للشیخ تاج الدین علی ابن انجب البغدادی المتوفی ۶۷۴
۳۰	تذکرۃ خواص لامۃ	علامہ سبط ابن جوزی	**تاریخ ابن وردی میں ہے** وفی سنہ ۶۵۴ھجری توفی الشیخ شمس الدین یوسف سبط ابن جوزی واعظ فاضل لہ مراۃ الزمان تاریخ جامع ولہ تذکرۃ خواص الامۃ فی مناقب الائمۃ
۳۱	خلاصۃ الوفاء علامۃ سمہودی	سید نورالدین سمہودی	**جذب القلوب محدث دہلوی میں ہے** اوحد العلماء الاعلام عالم مدینہ خیر الانام نورالدین علی السمہودی المدنی (الی ان قال) از کتاب وفاء الوفاء در سنہ ۸۹۳ ہجری مختصرے دیگر انتخاب کردہ وآنرا خلاصۃ الوفاء نام کردہ در غایت تنقیح ونہایت تہذیب وایں خلاصہ دریں ایام بین الانام مشہور ومتداول است
۳۲	ترجمہ اسنی المطالب فی نجات ابیطالب	امام الحرمین برزنجی	ترجمہ مفتی مکہ معظمہ امام مدینہ مفتی احمد بن دحلان زینی المتوفی فی سنہ ۱۱۵۶ ہجری۔
۳۳	صواعق محرقہ	ابن حجر مکی	**تعلیقات السنیہ میں ہے** ھو احمد بن محمد بن علی بن حجر کان بحرا فی الفقہ اماما اقتدی بہ الائمۃ۔ مصنفاتہ فی العصر یعجز علی الاتیان بمثلہا المعاصرون ومن مولفاتہ شرح منہاج النووی (الی ان قال) الصواعق محرقہ
۳۴	ذخائر العقبی	طبری الشافعی	**کشف الظنون میں ہے** ذخائر العقبی لمحب الدین طبری المتوفی سنہ ۶۹۴ ھجری

۳۵	مطالب السئول	علامہ کمال الدین محمد ابن طلحہ الشافعی	
۳۶	فصول المہمہ فی معرفۃ الائمہ	علامہ ابن صباغ مالکی	
۳۷	کفایۃ الطالب	علامہ محمد بن یوسف الگنجی الشافعی	
۳۸	مودۃ القربیٰ	سید علی الہمدانی	**نفحات الانس جامی میں ہے** امیر سید علی ہمدانی ابن شہاب الدین بن محمد الہمدانی قدس سرہ جامع بودہ است میان علوم ظاہری و باطنی۔
۳۹	فتوح البلدان	علامہ بلاذری	**الفاروق میں مرقوم ہے** احمد بن یحییٰ البلاذری المتوفی ۲۷۹ھ ابن سعد کا شاگرد اور متوکل عباسی کا درباری تھا اسکی وسعت نظر اور صحت روایت محدثین کے گروہ میں بھی مسلم ہے۔ تاریخ و رجال میں اسکی دو کتابیں مشہور ہیں فتوح البلدان اور انساب الاشراف۔
۴۰	ارجح المطالب	خواجہ عبید اللہ امرتسری	سابق ناظر کتب خانہ سرکار رامپور جنتی القائم
		کتب تفاسیر	
۴۱	جامع البیان تفسیر ابن جریر طبری	ابن جریر طبری	**تذکرۃ الحفاظ میں ہے** محمد بن جریر الطبری احد الاعلام لہ کتاب التفسیر الذی لم یصنف مثلہ
۴۲	غرائب القرآن تفسیر نیشاپوری	نظام نیشاپوری	**کشف الظنون میں ہے** غرائب القرآن و رغائب الفرقان فی تفسیر للعلامہ نظام الدین حسن بن محمد الشافعی النیشاپوری۔
۴۳	تفسیر کبیر۔	امام فخر الدین رازی	**کشف الظنون میں ہے** مفاتیح الغیب وھو المعروف بالتفسیر الکبیر للامام فخر الدین محمد بن عمر الرازی المتوفی سنہ ۶۸۲ ہجری

۴۴	تفسیر دُرِّ منثور سیوطی	جلال الدین سیوطی	**کشف الظنون میں ہے** الدُّر المنثور فی التفسیر الماثور للشیخ جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السُّیوطی المتوفی سنہ ۹۱۱ ہجری۔ **عُجالہ نافعہ میں شاہ عبدالعزیز صاحب لکھتے ہیں** تفسیر ابن مردویہ و تفسیر دیلمی و تفسیر ابن جریر وغیرہ از مشاہیر تفاسیر حدیث اند و کتاب درِّ منثور شیخ جلال الدین سیوطی جامع ہمہ است۔
۴۵	معالم التنزیل	امام بغوی	**وفیات الاعیان میں ہے** ابو محمد الحسین بن مسعود بن محمد المعروف بالفراء البغوی الفقیہ الشافعی المحدث المفسّر کان بحراً فی العلوم صنف کتباً کثیرۃ منہا کتاب التہذیب و شرح السنۃ و معالم التنزیل فی تفسیر قرآن الکریم۔
۴۶	تفسیر کشاف	علامہ محمود بن عمر الزمخشری	**جامع الاصول میں ہے** ابوالقاسم محمود بن عمر الزمخشری الخوارزمی صاحب التصانیف العجیبۃ و التالیفات الغریبۃ مثل الفائق فی غریب الحدیث وکشّاف فی تفسیر القرآن
۴۷	تفسیر ثعلبی	محمد بن ابراہیم الثعلبی	**وفیات الاعیان میں ہے** ابو اسحٰق احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی النیشاپوری المفسّر المشہور کان اوحد زمانہ فی علم التفسیر
		کتب احادیث	
۴۸	صحیح البخاری	محمد بن اسمٰعیل بخاری	**کشف الظنون میں ہے** جامع الصحیح المشہور بصحیح البخاری للامام الحافظ ابی عبداللہ محمد بن اسمٰعیل البخاری المتوفی سنہ ۲۵۶ ہجری وھو اول الکتب الستۃ فی الحدیث و افضلہا علی مذہب المختار۔

۴۹	صحیح مسلم	مسلم بن الحجاج نیشاپوری	**کشف الظنون میں ہے** قال الامام النووی فی شرح صحیح مسلم اتفق العلماء ان اصح الکتب بعد القرآن الکریم الصحیحان صحیح البخاری و مسلم
۵۰	صحیح ترمذی	محمد بن عیسیٰ ترمذی	**کشف الظنون میں ہے** جامع الصحیح للامام الحافظ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی المتوفی سنہ ۲۷۹ ہجری
۵۱	صحیح نسائی		**کشف الظنون میں ہے** جامع الصحیح للامام الحافظ ابی عبدالرحمن بن شعیب النسائی
۵۲	خصائص نسائی	〃	**ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں** واوعب من جمع مناقبہ (ای مناقب علیؑ) من الاحادیث الجیاد النسائی فی الخصائص
۵۳	مشکوٰۃ المصابیح	خطیب تبریزی	**مرقات شرح مشکوٰۃ ملا علی قاری میں ہے** کتاب مشکوٰۃ المصابیح الذی الفہ مولانا الحبر العلامۃ والبحر مظہر الحقائق وموضح الدقائق الشیخ التقی النقی ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی۔
۵۴	دلائل النبوۃ	علامہ بیہقی	**کشف الظنون میں ہے** دلائل النبوۃ لابی بکر احمد بن الحسین الامام الحافظ البیہقی المتوفی سنہ ۴۵۸ ہجری۔
۵۵	کنز العمال	شیخ علی متقی	**اخبار الاخیار شاہ عبدالحق دہلوی میں ہے** شیخ علی بن حسام الدین بن عبدالملک بن قاضی خان المتقی القادری الشاذلی المدینی الجشتی رحمۃ اللہ علیہ در مکہ معظمہ رخت اقامت نہادہ عالم را با نوار طاعت و مجاہدات و بآثار افادت علوم دینی و افاضت معارف دینی مستنیر و مستفید ساخت و بجمع و تصانیف کتب و رسائل در علم حدیث و تصوف اشتغال فرمودہ بعد از مشاہدہ آثار خیر ایشان از توالیف وغیران عقل حیران می شود و بجزم حکم میکند کہ ایں ہائے توفیق کامل و برکت شامل کنایتی از کمال مرتبہ استقامت

			درسوخ درجۂ ولایت باشد وجود نگیرد جامع صغیر وجمع الجوامع شیخ جلال الدین سیوطی راکہ احادیث بترتیب حروف تہجی جمع کردہ وادعائے احاطہ جمیع احادیث نبوی از اقوال وافعال کردن بتبویب فرمودہ شیخ ابوالحسن بکری فی فرمودند - للسیوطی منة للعلمین وللمتقی منة علیه (احسان سیوطی برہمہ عالم است واحسان متقی برسیوطی است)
٥٦	مسند امام حنبل	امام المحدثین احمد حنبل	کشف الظنون میں ہے مسند الامام احمد بن حنبل المتوفی سنه ٢٤١ ہجری هو کتاب جلیل وان احمد بن حنبل شرط فیه ان لا یخرج الا حدیثا صحیحا عنده - بستان المحدثین شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی میں ہے امام احمد چوں از مسودہ این مسند فارغ شد ہمہ اولاد خود را جمع کردہ برایشاں خواند وگفت این کتابیست کہ من آنرا جمع کردہ ام وچیدہ ام از ہفت لک وپنجاہ ہزار حدیث یعنی طرق پس اگر مسلمانان را اختلافی شود در حدیثے از احادیث حضرت پیغمبر علیہ السلام باید کہ باین کتاب رجوع کنند
٥٧	مستدرک	امام حاکم نیشاپوری	وفیات الاعیان میں ہے ابو عبدالله محمد المعروف بالحاکم النیشاپوری الحافظ امام اهل الحدیث فی عصره والمؤلف فیه الکتب التی لم یسبق الی مثلها کان عالما عارفا واسع العلم المتوفی سنه ٤٠٥ ہجری
٥٨	موطا امام مالک	امام المحدثین مالک	کشف الظنون میں ہے موطا فی الحدیث للامام مالک ابن انس بن مالک الاصبحی المدنی امام دار الهجرة المتوفی سنه ١٧٩ ہجری
٥٩	معجم کبیر طبرانی	امام طبرانی	کشف الظنون میں ہے معجم الکبیر فی الحدیث للامام ابی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی الحافظ المتوفی سنه ٣٦٠ ہجری

۶۰	معارف ابن قتیبہ	ابن قتیبہ دینوری	کشف الظنون میں ہے معارف فی التاریخ لابن قتیبہ ابی محمد عبد اللہ بن مسلم الدینوری المتوفی ۲۷۶ھ ہجری۔
			الفاروق شبلی نعمانی میں مرقوم ہے عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ بہت نامور اور مستند مصنف ہے۔ محدثین بھی اسکے اعتبار اور اعتماد کے قایل ہیں۔ تاریخ میں اس کی مشہور کتاب معارف ہے جو مصر وغیرہ میں چھپ گئی ہے۔
۶۱	کتاب الامامت والسیاست	ابن قتیبہ کاتب دینوری	مقدمہ الامامت والسیاست محمود رافعی مطبوعہ مصر میں مرقوم ہے کتاب الامامة والسیاسة لابن قتیبه الدینوری وجدته فرید افی بابه۔ حسنا فی اسلوبه لم یکن فی موضوعه مثله فقد جمع فیه مولفه رحمة الله من طرائف الاخبار ونوادر التاریخ فیما یتعلق بمسائل الامامة وما وقع ایام صحابه رضوان الله علیهم۔
۶۲	ریاض مستطابہ	علامہ یحیی عامری	کشف الظنون میں ہے الریاض المستطابه فی جملة من روی فی الصحیحین علی الصحابة للامام عماد الدین یحیی ابن ابی بکر العامری الیمانی المتوفی ۸۹۳ھ ہجری۔
۶۳	فتح الباری شرح صحیح بخاری	علامہ ابن حجر	موصوف کے اوصاف اوپر مرقوم ہو چکے
۶۴	ارشاد الساری شرح صحیح بخاری	قسطلانی	بستان المحدثین شاہ عبد العزیز دہلوی میں ہے ارشاد الساری مشہور بہ قسطلانی شرح صحیح بخاری است تصنیف شہاب الدین احمد بن ابو بکر قسطلانی۔ و تصانیف کہ از او یادگار ماندہ از اجل آنہا این شرح است۔
۶۵	عمدۃ القاری	علامہ محمود عینی	فوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ مولوی عبد الحی لکھنوی میں ہے قاضی القضاۃ بدر الدین عینی ولد بمصر ۷۶۲ھ ہجری لہ شرح

			صحیح البخاری شرح ومعانی الآثار وشرح الهدایة وغیر ذلک کان اماما عالما علامة وقد طالعت عمدة القاری والبنایة شرح الهدایة وکلها مفیدة
۶۶	ینابیع المودة	امام قندوزی	**ارجح المطالب میں ہے** للامام سلیمان البلخی القندوزی۔
۶۷	شفائی تعریف حقوق المصطفیٰ	قاضی عیاض	**کشف الظنون میں ہے** شفائی تعریف حقوق المصطفیٰ للامام الحافظ ابی الفضل عیاض القاضی المتوفی سنہ ۵۴۴ ہجری (الی ان قال) وهو کتاب عظیم النفع کثیر الفوائد لم یولف مثله فی الاسلام
۶۸	عقد الفرید	ابن عبد ربه	**وفیات الاعیان ابن خلکان میں ہے** ابو عمر احمد بن محمد بن عبد ربه کان من العلماء المکثرین من المحفوظات والاطلاع علی اخبار الناس وصنف کتابه العقد وهو من الکتب الممتعة حوی من کل شی
		کتب رجال	
۶۹	تذکرة الحفاظ	ذہبی	**بستان المحدثین شاہ عبدالعزیز دہلوی میں ہے** ذہبی از مشاہیر مشائخ حدیث است و شیخے بزرگ است
۷۰	تدریب الراوی	سیوطی	**کشف الظنون میں ہے** تدریب الراوی شرح تقریب النووی (قال فی ذکر تقریب النووی) له شروح منها الشرح الشیخ جلال الدین السیوطی وسماه تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی۔
۷۱	تہذیب الکمال	مزی	**کشف الظنون میں ہے** تهذیب الکمال فی اسماء الرجال للحافظ جمال الدین یوسف المزی المتوفی سنہ ۷۴۲ھ وهو کتاب کبیر لم یولف مثله
۷۲	خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال	صفی الدین خزرجی	**سیرة النعمان مولوی شبلی صاحب نعمانی میں ہے** رجال و تاریخ کی مستند کتابیں جن میں امام ابوحنیفہ کا ذکر ہے اکثر میری نظر سے گذریں

			جنمیں تاریخ صغیر بخاری۔ معارف ابن قتیبہ۔ مختصر تاریخ خطیب بغدادی انساب سمعانی تہذیب الاسماء والصفات نودی۔ تذکرۃ الحفاظ ذہبی دول الاسلام ذہبی عبر ذہبی تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی خلاصہ تذہیب التہذیب الکمال للعلامہ صفی الدین خزرجی خاصۃً قابل ذکر ہیں کیونکہ یہ وہ کتابیں ہیں جن پر آج فن رجال کا دار ومدار ہے
۷۳	کتاب الانساب	سمعانی	کشف الظنون میں ہے انساب السمعانی للامام ابی سعید عبدالکریم سمعانی الشافعی المتوفی سنہ ۵۶۲ھ وھو کتاب عظیم فی ھذا الفن
۷۴	وفیات الاعیان	ابن خلکان	حسن المحاضرہ فی اخبار المصر والقاہرہ سیوطی میں ہے ابن خلکان قاضی القضاۃ شمس الدین ابو العباس احمد بن ابراھیم بن ابی بکر الشافعی صاحب وفیات اعیان کان ذکیاً عادفاً بایام الناس مات رجب سنہ ۶۸۱ ہجری۔

تمّت بالخیر والعافیة

۱۵ شوال چہارشنبہ سنہ ۱۳۴۴ ہجری
مطابق
۲۸ اپریل سنہ ۱۹۲۶ عیسوی

سیّد اولاد حیدر عفی عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین اسوۃ الرسول
جلد دوم

وفات حضرت عبداللہ علیہ السلام

صفحہ

نزول رحمت۔ ولادت شہنشاہ رسالت

ایام رضاعت

ایام طفولیت

کفالت ابیطالب

غزوۂ بنی قُریظہ (۵ سنہ ہجری)

تمّت بالخیر والعافیہ

المؤلف الاحقر

سیّد اولاد حیدر عفی عنہ

کبریت

اُسوۃُ الرّسُولؐ جلد دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلحمدُ للہِ ربِّ العٰلمین والصّلوٰۃُ والسّلامُ علیٰ سیّدِ المُرسلین وخاتمِ النّبیّین وَ اٰلہِ الطّیّبین الطّاھرین

شادی وغم توام

؎ این ماتم سخت است کہ گویند جوان مُرد

حضرت عبداللہ علیہ السلام کی وفات شادی وغم توام ہوتے ہیں اور حکم تقدیر محکم۔ افسوس ہے کہ اس اتحّاد وازدواج کا زمانہ کچھ بھی دیر پا نہ رہا۔ اور کل آٹھ ہی مہینوں کی مختصر اور شماری مُدّت تمام ہو کر یہ اتحاد واتصّال الوداع والفراق سے مبدل ہو گیا۔ اگرچہ اس اتنے ہی قلیل عرصہ میں مدّبر قدرت نے اپنی ودلیعت و امانت کے استبداء واستقرار کے تمام انتظام تیار و مرتب کر لیئے تھے۔ مگر ساتھ ہی اسکے مشیت کو یہ ودلیعت صدف قدرت میں دُرّیتیم بنا کر رکھنا تھا۔ اِس لئے جناب آمنہؑ کو آٹھ مہینے کی مُدّت حمل تمام ہونے پائی تھی کہ حضرت عبداللہؑ نے انتقال فرمایا۔ اِنّا للہِ وَ اِنّا اِلیہِ راجعُون ۝

تاریخوں میں جب زمانۂ وفات کی تلاش کی جاتی ہے تو صحیح قرائن یہ بتلاتے ہیں کہ واقعۂ فیل کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد آپنے رحلت فرمائی۔ مقام وفات **مدینہ** ہے۔ شام سے قافلۂ تجارت کے ساتھ واپس ہوئے تو مدینہ میں پہنچکر علیل ہو گئے۔ اِس لئے وہیں ٹھہر گئے۔ اور قافلہ مکّہ چلا آیا۔ ایک مہینہ کی علالت کے بعد داعیؑ اجل کو لبّیک کہی اور وہیں انتقال فرمایا۔ اسکی تفصیل ابن سعد کی مفصلۂ ذیل عبارت میں ملاحظہ ہو۔

خرج عبد الله بن عبد المطلب الى الشام الى الغزاة في عير من
عيرات قريش يحملون تجارات ففرغوا من تجاراتهم ثم
انصرفوا فمروا بالمدينة وعبد الله بن عبد المطلب
يومئذ مريض فقال انا اتخلف عند اخوالي بني عدي
بني النجار فاقام عندهم مريضا شهرا ومضى اصحابه
فقدموا مكة فسألهم عبد المطلب عن عبد الله فقالوا
خلفناه عند اخواله بني عدي بن النجار وهو
مريض فبعث اليه عبد المطلب اكبر ولده الحارث
فوجده قد توفي ودفن في دار النابغة وهو
رجل من بني عدي بن النجار في دار التي اذا
دخلتها فالدويرة عن يسارك واخبره اخواله
بمرضه وبقيامهم عليه وما ولوا من امره و
انهم قبروه فرجع الى ابيه فاخبره فوجد عليه
عبد المطلب واخوته واخواته وجدا شديدا و
رسول الله صلعم يومئذ حمل ولعبد الله يوم توفي خمس
عشرون طبقات ص ۶۱

حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب قریش کے قافلوں میں سے ایک قافلہ قریش کے ساتھ بغرض تجارت شام کے مشہور شہر غزہ میں گئے تھے! اہل قافلہ تجارتی مال کو بیچکر کے فراغت کر چکے تو وہاں سے واپس ہوئے اور مدینہ کے قریب پہنچے تو اسد رمیانمیں حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب علیل ہو گئے آپ نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ میں تو اپنی ماموں زاد بھائیوں کے ساتھ قبیلہ عدی بن النجار میں ٹھہر جاؤں گا چنانچہ مدینہ پہنچکر آپ وہیں ٹھہر گئے اور ایک مہینہ تک مریض رہے۔ آپکے رفقا مکہ چلے آئے۔ اور جناب عبدالمطلب نے انلوگوں سے حضرت عبداللہ کا حال دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ وہ تو علیل ہو کر مدینہ میں اپنی ماموں زاد بھائیوں کے ساتھ ٹھہر گئے ہیں۔ یہ سنکر حضرت عبدالمطلب نے اپنے بڑے بیٹے حارث کو حضرت عبداللہ کی خبر لانے کیلئے بھیجا۔ یہ وہاں پہنچے تو حضرت عبداللہ انتقال فرما چلے تھے اور دار النابغہ میں مدفون بھی ہو چکے تھے نابغہ بنی نجار میں ایک شخص کا نام تھا اور یہ اسی کا مکان تھا اور یہ مکان وہی تھا جسکا دروازہ بائیں جانب تھا۔ پھر ان سے (حارث سے) انکی عزیز و اقارب نے انکی حالت مرض اور انکی قیام کرنے وصیت فرمانے اور پھر رحلت کر جانے اور مدفون ہونیکی تمام و کمال کیفیت بیان کردی۔ حارث یہ خبر سنکر باپ کے پاس چلے آئے۔ اِس حادثہ کی خبر سنکر جناب عبدالمطلب اور اونکی تمام بھائی بہنیں۔ بیٹے بیٹیاں بڑی شدت سے روئیں پیٹیں

رسول اسوقت تک حمل میں تھے حضرت عبداللہؓ کا سن وفات کے وقت پچیس ۲۵ برس کا تھا طبقات ابن سعد جلد اول ص ۶۱ مطبوعہ جرمن

بنی ہاشم کے تمام گھروں میں کہرام مچگیا۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوسوقت تک حمل میں تھے جناب عبدالمطلب کو پیرانہ سالی میں اس اپنے جوان سال نونہال کا ایسا شدید داغ ملا جسنے آپ کی آنکھوں میں تمام دنیا کو تاریک کر دیا۔ پیری کا ضعف اور اضمحلال کیا کم تھا اوس پر اس غیر متوقع اور غیر متحمل صدمہ و ملال نے آپ کو بالکل مضمحل اور ضعیف کر دیا۔ مگر مدبران مشیت کو اپنی ودیعت کی حفاظت ونگہبانی اور اس خاتم رسالت کی پرورش ونگرانی اسی بزرگ خاندان سے پوری کرانی تھی اور جس شرف مخصوصہ کے لئے وہ جریدۂ صالحین میں پہلے ہی سے منتخب ہو چکے تھے اوس کی تعمیل وتکمیل کا زمانہ بالکل قریب آ رہا تھا حضرت عبدالمطلب نے بالآخر اس واقعہ جانگزا اور حادثہ روح فرسا کو محض ارادۂ تقدیر اور امر ناگزیر سمجھکر خود بھی صبر کر لیا اور تمام عزیز و اقارب کو بھی صبر و سکون کی تعلیم وہدایت فرمائی۔

حضرت عبداللہ ؑ کی وفات اور آپ کے سن شریف کے متعلق اور اقوال بھی آئے ہیں۔ ابن سعد نے طبقات میں انکو بھی جمع کردیا ہے۔ مگر آخر مین اپنا یہ فیصلہ تحقیق قایم کیا ہو والاول اثبت انه توفی ورسول اللہ صلعم حمل پہلی روایت ثابت ہو کہ حضرت عبداللہ کے انتقال فرمانیکے وقت رسول اللہ صلعم حمل مین تھے پھر روایت متذکرہ بالا کی نسبت آخر مین یون لکھتے ہین کہ هو اثبت الاقاویل والروایة فی وفاة عبد اللہ بن عبد المطلب وسنه عندنا۔ حضرت عبداللہ کی وفات اور عمر کے متعلق ہمارے نزدیک تمام اقوال و روایات سے۔ مذکورۂ بالا روایات زیادہ تر صحیح ثابت ہوتی ہین ص ۶۱

اسی طرح وقت وفات حضرت عبداللہ ہشام کلبی نے آنحضرت صلعم کا سن اٹھارہ مہینون کا بتلایا ہے اور ایک قول کے مطابق سات مہینون کا۔ اسکی نسبت ابن سعد لکھتے ہین والاول اثبت انه توفی ورسول اللہ صلعم حمل۔ قول اول زیادہ ثابت ہی اور وہ یہ ہی کہ حضرت عبداللہ ؑ کی وفات کے وقت آنحضرت صلعم حمل مین تھے۔ ابن سعد ص ۶۲

وفات عبداللہ پر حضرت آمنہ کا مرثیہ

وفات حضرت عبداللہ کے متعلق جناب آمنہ کا مرثیہ عربی کی تمام تاریخون مین قلمبند ہے۔ ہم بھی اوسکے دو تین اشعار طبقات سے ذیل مین نقل کرتے ہین۔

عفا جانب البطحاء من ابن هاشم — فرزند ہاشم کی خبر مرگ نواح بطحا مین لیجاؤ

وجاور لحدا خارجا فی الغماغم — اور بیرون شہر ارض غماغم (مدینہ) مین اوسکی زیارت کرو

دعته المنایا دعوة فاجابها — اجل مقدر نے اوسکو بلایا اور اوسنے قبول کرلیا

وما ترکت فی الناس مثل ابن هاشم — اور حقیقتاً بنی نوع انسان مین ابن ہاشم کا مثل نہین ہے

عشیة راحوا یحملون سریرة — اوس کے اصحاب کمال اندوہ وملال کے ساتھ

تعاورها اصحابه فی التزاحم — اوس کو سریر (تابوت) پر اوٹھاکر ہاتھون ہاتھ (مقبرہ تک) لے گئے۔

[illegible]

حضرت عبداللہ کا ترکہ

جناب عبداللہ ؑ کی عمر ہی کیا ہوئی اور آپ کو درستی معاشرت کا دنیا مین وقت ہی کتنا ملا کہ آپ کے کسی سرمایہ یا جائداد کی تفصیل کی جائے آپ نے اپنے بعد جو کچھ ترکہ چھوڑا وہ ابن سعد کی تحقیق مین یہ تھا۔

ام ایمن وخمسة اجمال وقطعة غنم فورث ذالك رسول اللہ صلعم وکانت ام ایمن تحضنه واسمها برکة

ایک ام ایمن (خادمہ) پانچ اونٹ اور چند بکریان اور یہی قلیل اشیاء معیشت رسول اللہ صلعم کو وراثت مین ملین انھین ام ایمن نے آپ کو بچپن مین کھلایا تھا ان کا نام برکت تھا۔

سوائے آنحضرت کے حضرت عبداللہ و آمنہ کی کوئی اولاد نہین تھی

تمام مورخین و محدثین کا اسپر اتفاق ہی کہ یتیم عبداللہ (روحی فداہ) ہر طریقہ اور ہر قرینہ سے ایسا دُر یتیم تھا کہ نہ اُسکا کوئی شریک تھا نہ سہیم نہ اس کا کوئی عینی بھائی تھا ورنہ حقیقی بہن۔ اصل توحید کا یہ معلم ربانی بالکل تنہا تھا اور لاثانی تمام محققین نے اس کے متعلق

جو اپنا مختار قایم کیا ہے اوس کو ابن سعد نے ذیل کی عبارت مین لکھا ہے۔

وهذا امما لا نعرف عندنا ولا عند اهل العلم لم تلد آمنة بنت وهب ولا عبد الله بن عبد المطلب غير رسول الله صلعم

یہ امر ہمارے اور تمام اہل علم کے نزدیک ثابت ہی کہ جناب آمنہ بنت وہب اور حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب کی کوئی اولاد سوائے جناب رسالت مآب صلعم کے نہین تھی۔

ایام حمل مین کرامات کی صدور

عقل و نقل کے مشاہدات سے عقل سلیم کے نزدیک یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ گروہ انبیا کی خلقت مقدسہ اور فطرت مطہرہ مین قدرت الٰہیہ نے ترکیب انسانی کے ساتھ تنویر روحانی بھی ودیعت فرمائی تھی اور اس شرف خاص کے باعث سے اون کی ذات با برکات کو قاعدۂ تعمیم سے مستثنیٰ فرما کر تخصیص کے خاص مراتب پر پہونچایا تھا اسی اصول تخصیص کی بنا پر انبیا علیہم السلام کے اکثر اوصاف معمول کے خلاف اور عام فطرت انسانی سے مرجح اور مرتفع سمجھے جاتے ہین اور چونکہ قدرت کو بھی ان آثار مخصوصہ کے اظہار مین ایک خاص اہتمام منظور ہوتا ہے اس لئے ان کے آثار مخصوصہ کا ظہور وصدور عام طور سے ظاہر بین نگاہون مین تعجب انگیز اور حیرت خیز معلوم ہوتا ہے۔ مگر حقیقت کے دیکھنے والے اسے قدرت کی جلوہ نمائی تسلیم کرتے ہین۔ جب رسالت مآب صلعم کے نبی کیا ختم الانبیا ہونیکے ہمارے پاس بیشمار ثبوت موجود ہین تو آپکے متعلق کسی زمانہ یا کسی وقت مین ہم قدرت کی ان جلوہ آرائیون کو کیسے استبعاد اور بے بنیاد کہہ سکتے ہین اسی لئے ہمارے تمام قدیم مورخین و محدثین نے آپ کی ولادت باسعادت اور نیز اوس کے قبل کے اون تمام واقعات کو جن سے ظہور کرامت کے ثبوت عینی ملتے ہین کچھ اصول اعتقاد کی بنیاد ہی پر نہین بلکہ واقعات و مشاہدات کے طریقۂ اعتبار سے اپنی تصنیفات و تالیفات مین قلمبند فرمایا ہے۔ ابن سعد طبقات مین ان آثار قدرت کے متعلق لکھتے ہین۔

ان رسول الله صلعم لما حملته امنة بنت وهب كانت تقول ما شعرت اني حملت به ولا وجدت له ثقلا كما تجد النساء اتاني ات وانا بين النائم واليقظان فقال هل شعرت انك حملت فكاني اقول ما ادري فقال انك قد حملت بسيد هذه الامة ونبيها وذلك يوم الاثنين قالت فكان ذلك مما يقن عندي الحمل ثم امهلني حتى اذا دنا ولادتي اتاني ذلك الاتي فقال قولي اعيذه بالواحد الصمد من شر كل حاسد قلت فكنت اقول ذلك فذكرت ذلك لنسائي فقلن لي تعلقي حديدا في عضديك وفي عنقك قالت ففعلت فلم يكن ترك علي الا اياما فقد قطع

جناب آمنہ بنت وہب ناقل ہین کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ حمل مین ایک عرصہ تک مجھکو اپنی حاملہ ہونیکا یقین نہین ہوا کیونکہ مجھکو اپنے جسم مین کوئی گرانباری ایسی جیسی عام عورتون کو ایام حمل مین محسوس ہوتی ہو ذرا بھی محسوس نہین ہوتی تھی۔ یہانتک کہ ایکبار نیم خوابی کی عالم مین مینے ایک آنیوالے کو اپنے پاس آتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے دیکھا کہ کیا تجھکو اپنے حاملہ ہونیکا ابتک یقین نہین ہے مینے اوس پہونچنے والے سے جواب مین کہا کہ مین تو حمل کی کوئی علامت اپنے مین نہین دیکھتی اوس نے کہا کہ تجھکو اس اُمت کے سردار اور نبی کا حمل ہی جناب آمنہ فرماتی ہین کہ مجھکو خیال ہی کہ وہ دوشنبہ کا دن تھا پس اس شخص کے کہنے کے وقت سے مجھکو اپنی حاملہ ہونیکا پورا یقین ہو گیا یہانتک کہ جب

فکنت لا اتعلقہ طبقات ۶۳ عرصہ ہو گیا اور جب ولادت کے دن قریب آئے تو پھر وہی نیولا شخص میرے پاس آیا اور مجھ سے کہا کہ یہ کلمات منھ سے کہو اعیذہ بالواحد الصمد من شر کل حاسد مین خدائے بزرگ سے تمام حاسدون کے مفسدون کے لئے پناہ مانگتی ہون؛ مینے اوسکی ہدایت کے مطابق اِن کلمات کو کہا اس واقعہ کو پھر مینے اپنی ہمجلیس عورتون سے کہا تو ان سب نے کہا کہ لوہے کی کوئی چیز اپنے بازو پر باندھ لو اور گلے مین لٹکا لو جناب آمنہ فرماتی ہین کہ مین نے ان عورتون کے کہنے کے مطابق کیا پھر مین اوسکو وقت ولادت تک پہنے رہی جب ولادت ہو گئی تو اُتار دیا اور پھر کبھی نہ پہنا۔

اسی سلسلۂ بیان مین ابن سعد نے یہ واقعہ بھی لکھا ہے۔

امرت آمنہ وھی حامل برسول اللہ صلعم ان تسمیہ احمد اِس رویا مین آمنہ کو حکم دیا گیا تھا کہ اس مولود کا نام احمد رکھنا

ظہور کرامات کی مذکورۂ بالا واقعات سے سر ولیم میور صاحب کا انکار

عیسائیون کے قدیم تعصب و نفسانیت کی لکیر پیٹنے والون مین سر ولیم میور نے بڑا نام پایا ہے اور اسلام کی مخالفت کا خاص بیڑا اُٹھایا ہے۔ اسلام کی تفسیر حدیث اور تاریخ کے بیانات سے لیکر مشاہدات و بدیہات تک سے انکار فرماتے ہین اور تائید عیسائیت کے اس غلط طریقہ کو وہ اپنی مجاہدانہ کوشش یقین کرتے ہین حالانکہ ع این راہ کہ میروی بترکستان ست لیکن حقیقت بین اور انصاف پسند حضرات انکی مساعیٔ واہیہ کو ایک مجنونانہ حرکات سے زیادہ وقیع نہین سمجھتے۔ وہ محض معمولی سے معمولی اسلامی اخبار و آثار کی تنقید و تردید کرکے اپنی دانست مین دین اسلام کی لغویت ثابت کرتے ہین۔ اِنَّ ہٰذا ضَلالٌ بَعِیدٌ۔ حالانکہ انھین معلوم نہین کہ کوئی مذہب ہو اُسکی اصل اور اُسکی بنا حقیقت کے کن اخبار اور معیار پر قائم ہوتی ہے۔

اپنی نفسانیت اور تعصب کے اسی سلسلۂ بیان مین سر ولیم میور صاحب نے ظہور کرامات کے اُن واقعات پر بھی جنکو ہم ابھی اوپر لکھ آئے ہین تنقیدی نظر ڈالی ہے اور اونکو سرے سے بے اصل اور راویون کے محض مخترعات بتلایا ہے۔ انکے علاوہ اون مشاہدات کو بھی۔ جنکو روایات ہونے کے علاوہ تاریخی واقعات ہونیکی بھی پوری حیثیت حاصل ہے اور وہ دوران حمل اور وقت ولادت متعدد اور متواتر طریقون سے تمام حدیث اور تاریخ کی کتابون مین درج ہین قابل مضحکہ ٹھیرایا ہے اور خوب قہقہہ لگایا۔ وَمِن ضَحِکٍ ضُحِکَ۔

جہان تک میور صاحب کے اِن تنقیدی مضامین پر غور کیا جاتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ حسد و نفسانیت کی عصبیت نے میور صاحب کو حقیقت شناسی اور انصاف پسندی کے راستہ سے بہت دور پھینکدیا ہے۔ اُنھون نے اِن مرویات سے اسلام کی لغویت ثابت کرنے کا خیال خام پیدا کیا ہے اگر وہ کسی مذہب کی اصلیت اور حقیقی معرفت سے واقف ہوتے۔ اور ان اصول ضروریہ کو جانتے ہوتے جن پر مذہب کی بنا مبنی ہوتی ہے تو ان روایات کی تنقید و تردید سے تکذیب اسلام ثابت کرنے کی جرات نکرتے اگر بفرض محال یہ مرویات اسلامی معیار تحقیق و تصدیق کے مطابق بھی نہ اُترین تو ان سے حقیقت اسلام مین کیا نقصان آتا ہے سر ولیم میور اِن مرویات کے ایسے توریت و انجیل کی ان متعدد اور متواتر واقعات مندرجات کی نسبت کیا رائے قائم کرینگے

جو محالات کے بھی درجہ سے گزر کر مہملات کے حدود تک پہونچے ہوئے پائے جاتے ہین اور جو عموماً حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ اور دیگر انبیا علیہم السلام کے تذکرون مین اس وقت سے لیکر اسوقت تک انکی مذہبی کتابون مین بڑے اہتمام اور رنگینیون سے لکھے جاتے ہین جنکو ان ذوات مقدسہ اور نفوس مطہرہ کے متعلق ذکر کرنا کیسا انکی طرف صرف منسوب کرنا بھی اہل اسلام خلاف ادب واحترام سمجھتے ہین - مثلاً جناب مریم علیہا السلام پر نزول روح القدس اور استقرار حمل مسیح علیہ السلام کی ترکیبات یا ولادت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد یوسف نجار کے گھر جا کر جناب عیسیٰؑ کے دیگر علاتی بھائیون کی ولادت جنکو مسیحی اصطلاحات مین دی برادرس (The brothers) کہتے ہین وغیرہ وغیرہ ایسے لغویات ہین کہ دیکھنے والون کی آنکھین اور سننے والون کے کان جلے جاتے ہین ''

مگر جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہین کوئی عیسائی فلاسفر (Philosofer) کوئی سائنٹیسٹ (Seicntist) ان واقعات کو غلط ٹھہراتا ہے اور نہ محالات و ناممکنات بتلاتا ہے'' افسوس ہے کہ ان اعتراضات سے پہلے سر ولیم میور نے لوقا کی انجیل کھولکر حضرت عیسیٰ کی زبانی ان احکام ربانی کو نہ پڑھ لیا - تو اس ذرے کو جو تیرے بھائی کی آنکھ مین ہے دیکھتا ہے اور اپنی آنکھ مین جو شہتیر ہے اسکو نہین دیکھتا - اے مکار پہلے تو اپنی آنکھ سے شہتیر نکال لے تب تجھکو اپنے بھائی کی آنکھ کا ذرہ نکالنے کیلیے صاف نظر آنے لگیگا - لوقا باب ۶ - آیت ۴۱ و ۴۲ - مطبوعہ لاہور -

میور صاحب کی طرح ڈاکٹر اسپرنگر صاحب نے بھی حضرت آمنہ کا فرشتون کو دیکھکر ڈر جانے اور عرب کے دستور کے مطابق لوہے کے تعویذ کو گلے مین لٹکانے اور بازوون پر باندھ لینے سے یہ معنی لگائے ہین کہ حضرت آمنہ کو دماغی ضعف کی شکایت تھی اور صرع کا جرح تھا - ہم اس ناانصاف یوروپین محقق سے پوچھتے ہین کہ حضرت آمنہ کو تو واقعات کے بیان کے لیے تو ضعف دماغ اور صرع کی بیماریون مین مبتلا ہونا تجویز ہوتا ہے - مگر حضرت سارہ اور حضرت مریم نے جو فرشتون کو دیکھکر حجاب و استعجاب کی صورت مین خوف کھایا تھا اسکے لیئے ڈاکٹر صاحب کونسی بیماری اور کونسا جرح تشخیص فرمائین گے -

بہرحال اگر سر ولیم میور اور انکے ہمخیال خصائص انبیاء کے قائل نہین ہین اور ان خاصان خدا کو عوام کالانعام کے برابر جانتے ہین تو وہ اپنے اس غلط استدلال کو اہل اسلام کے مقابلہ مین جو ابتدائے اسلام سے لیکر اسوقت تک تخصیص و تفضیل انبیاءؑ کے برابر معتقد و مؤید ہین اور ان شاء اللہ تعالیٰ ابد الاباد تک قائل رہین گے - اسوقت تک پیش کرنیکا حق نہین رکھ سکتے جبتک کہ وہ ان اقسام کی مرویات کو اپنی تمام مذہبی کتابون سے قلمزد نہین کر لینگے یا کم سے کم انپر محالات و ناممکنات ہونیکا پورا یقین نہ کر لینگے - ہم نے انکے جملہ اعتراضات کی تردید مین اس کلیہ کو لکھدیا اس سے زیادہ لکھنے کی کوئی ضرورت نہین تھی - مگر چونکہ سر ولیم میور نے فرشتہ کے ذریعہ سے حضرت آمنہ کو اس مولود کا احمد نام رکھے جانے کی ہدایت کرنے پر بڑی حیرت و استعجاب کا اظہار فرمایا ہے - اسلیے ہم مختصراً انکے استعجاب کا ذیل مین جواب عرض کیئے دیتے ہین -

سر ولیم میور کو اس حصہ روایت کی تردید کی ضرورت جس بنا پر واقع ہوئی ہے اسکو ہم خوب جانتے ہین - محمد صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کے نام ولقب سے اُنکے بدن پر لرزہ چڑھ جاتا ہے کیون اسلیے کہ یہ وہی مقدس اور مبارک نام ہے جسکے ساتھ حضرت عیسی علیہ السلام نے صعود آسمان کے وقت حضرت خاتم الانبیا علیہ الف التحیۃ والثنا کے ظہور اور رسالت کی نوید و بشارت اِس عبارت کے ساتھ تمام مسیحی اُمت کو پہنچائی تھی کہ "سچ تو یہ ہے کہ میرا چلا جانا تمھارے لیے ضروری ہے کیونکہ اگر مین جاؤن تو فارقلیط (احمد مصطفیٰ) تمھارے پاس نہین آویگا اور اگر مین چلا جاؤنگا تو اُسکو تمھارے پاس بھیجدونگا۔

انجیل یوحنا باب ۱۶- آیت ۷ و باب ۱۴- آیت ۲۵ و ۲۶-

فارقلیط کا اصل ترجمہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے جسکی تصدیق و توثیق قرآن مجید کے لفاظ بشارت وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ سے بخوبی ہوجاتی ہے۔ ہم فارقلیط اور احمد کے متحد المعنی اور صحیح ترجمہ ہونیکی بحث کو اور ان تمام مشکلات کو جو عیسائیون نے اِس لفظ کے ترجمہ و معانی مین پیدا کردی ہین اپنی کتاب کے باب البشارت مین کتب قدیمہ کی اصلی عبارت کیساتھ بالتفصیل بیان کرینگے۔ بہر حال آمدم برسر مطلب۔ سرولیم میور صاحب کو جناب آمنہ کے پاس فرشتہ کا آنا اور اُس بچہ کا نام جو اسوقت تک حمل مین تھا احمد رکھے جانے کی تاکید کرنا حیرت خیز اور تعجب انگیز بھی معلوم ہوا ہے۔ محال بھی ناممکن الوقوع والامثال بھی۔ اچھا تھوڑی دیر کیلیے یونہی سہی۔ مگر مشکل تو یہ ہے کہ افسوس سرولیم میور صاحب بدقسمتی سے ان واقعات ومشاہدات کی اُن متعدد اور متواتر مثالونکو کیا کرینگے جو بجنسہ و بلفظہ انکی آسمانی کتابون مین بھی اُسوقت سے لیکر اسوقت تک مرقوم ومسطور چلی آتی ہین اور محفوظ و مذکور۔ توریت مقدس کے باب پیدائش مین لکھا ہے۔

"ہاجرہ سے اللہ تعالیٰ کے ایک فرشتہ نے آکر کہا کہ دیکھ تو حمل سے ہے اور تیرے ایک لڑکا پیدا ہوگا اسکا نام اسمٰعیل رکھنا"۔ (کتاب پیدائش باب ۱۶- آیۃ ۱۱) اور پھر اُسی کتاب مین ہے کہ:۔

"اللہ تعالیٰ نے ابراہیم سے کہا کہ تیری بی بی سارہ کے بیشک ایک لڑکا ہوگا تو اسکا نام اسحٰق رکھنا۔ باب ۱۵۔ آیت ۱۹ توریت کی عبارت ہو چکی۔ اب انجیل کی بشارت ملاحظہ ہو۔ انجیل متی باب ۱ آیت ۳۰ مین ہے۔

"اُسکے (مریم) ایک بیٹا پیدا ہوگا اور تجھکو (یوسف کو) چاہیے کہ اُسکا عیسیٰ نام رکھ کیونکہ وہ اپنی اُمت کو گناہون سے نجات دیگا"۔ ان اعتراضات کے جواب مین عیسائیون سے عموماً اور میور صاحب سے خصوصاً التماس ہے کہ اِن متعدد اور متواتر مثالونکی موجودگی مین جنکے صحیح اور فی الواقع ہونے مین کوئی کلام نہین ہوسکتا وہ کس منھ اور کس زبان سے مسلمانون کی ان مرویات پر محالات اور ناممکنات کا حکم لگائین گے۔ اسلیے جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہین تا وقتیکہ وہ اپنی کتب مقدسہ سے ان واقعات کو نہ نکالدینگے اُنکو جناب آمنہ سلام اللہ علیہا پر نزول فرشتہ اور روایات تسمیہ کے متعلق تعریض وتنقید کا کوئی حق حاصل نہوگا۔

نزول رحمت ظہور رسالت

ولادت باسعادت جناب آمنہ کے ایام حمل تمام ہوئے یا یون کہیے کہ امین الٰہی کی امانت کی مدت ختم ہوئی اور وہ دن آگیا کہ ودیعت الٰہی کا وہ نایاب گوہر قدرت لامتناہی کا لاجواب جوہر علم والیقان کا مخزن۔ عرفان والتقان کا معدن

بشارت موسیٰ کا مدعا - نوید عیسیٰ کا مقتضا - اصل وحدت کا معلم - امر رسالت کا متمم -

آئینۂ معرفت کبریا
خاتمۂ سلسلۂ انبیاء

گوہر گنجینۂ علم و کمال
جوہر آئینۂ حسن و جمال

شمسۂ ایوان قضا و قدر
خمسۂ ارکان عقول بشر

جلوہ دہ شاہد وحدانیت
سجدہ گہ عاشق روحانیت

علت غائیۂ ہر جزو و کل
اول ہر خلقت ختم الرسل

ہفت فلک از کرمش استوار
ہشت بہشت از قدمش نوبہار

منتظم نظم قضا و قدر
مقتدر و معتمد و معتبر

نام و لیش اول ابجد شدہ
احمد و محمود و محمد شدہ

(مؤلف عفی عنہ)

افضل المرسلین - خاتم النبیین شہنشاہ کونین - رسول الثقلین فخر ہاشمی قصی مفخر عبد اللہ - ناز پرورد آمنہ اول خمسہ آل عبا - حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم - رحمت الٰہیہ اور برکت قدسیہ کا اسوۂ حسنہ بنکر رونق افروز گلستان عالم ہوئے -

تاریخ روز اور سن ولادت تفسیر حدیث اور تاریخ کے محققین اہل سنت والجماعت کے اقوال مختار سے تاریخ ولادت بارھوین ربیع الاول روز دوشنبہ سنہ عام الفیل مطابق ۲۹ اگست ۵۷۰ء ثابت ہوتی ہے علماء اہلبیت کے اتفاق وارشاد سے سترھوین ربیع الاول روز دوشنبہ پائی جاتی ہے -

حاشیہ زیر صفحہ - تاریخ وصال و ولادت کے متعلق ہم نے فریقین کے علیحدہ علیحدہ مختار متفقہ لکھدیے ہین سواد اعظم اہلسنت کی حدیث و تاریخ کی تمام کتابون مین اقوال مختلفہ پر کمال احتیاط نظر کرنے اور انکو باہم مقابلہ کر لینے کے بعد جو مختار متفقہ قدیم پایا گیا ہے وہ یہ ہے -

وقیل لہ لاثنتی عشر من ربیع الاول وعلیہ عمل اھل مکۃ وحدیثا فی زیارتھم موضع مولدہ فی ھذا الوقت ای ثانی عشر ربیع الاول زرقانی

بارھوین ربیع الاول ہی آپ کی تاریخ ولادت بتلائی گئی ہے اور اسی پر اہل مکہ کا اتفاق ہے اور آج تک اسی پر عمل ہے اور وہ لوگ آپ کے مقام ولادت کی زیارت وہان اسی دن یعنی بارھوین ربیع الاول کو کیا کرتے ہین -

پھر ان تمام اقوال مختلفہ کے تصفیہ مین تحریر ہے -

فتحصل فی تعیین الیوم سبعۃ اقوال المشھور انہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ولد یوم الاثنین ثانی عشر ربیع الاول وھو قول الثالثۃ فی کلام المصنف وھو قول محمد

تاریخ ولادت کے تعین مین سات قول لئے ہین مگر ان سب مین مشہور یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم بارھوین ربیع الاول دوشنبہ کے دن پیدا ہوئے اور مصنف (قسطلانی صاحب کتاب مواہب لدنیہ)

احوال ولادت کے متعلق حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا کی زبانی جسکی تصدیق آگے چلکر خود قول رسول صلعم سے ہو جاتی ہے تمام تاریخون مین یہ حالات و واقعات درج ہین - ہم ابن سعد کی طبقات سے ذیل مین لکھتے ہین -

انّ امنة بنت وهب قالت لقد علقت به یعنی رسول صلعم فما وجدت له مشقة حتی وضعته فلما فصل منّی خرج معه نورًا اضاء له بین المشرق الی المغرب ثم وقع الی الارض معتمدا علی یدیه ثم اخذ قبضة من تراب فقبضها ورفع راسه الی السماء وعن عبد الله ابن عباس

جناب آمنہ ناقل ہین کہ جب سے مجھے جناب رسول خدا کا حمل ہوا مجھے کوئی گرانی محسوس نہین ہوئی - یہانتک کہ وضع حمل ہوا جس وقت آپ متولد ہوئے پورب پچھم تک ایک نور پھیل گیا - وقت ولادت آپنے دونون ہاتھ زمین پر ٹیک دیئے اور ایک مشت خاک اٹھالی اور آسمان کی طرف اپنا فرق مبارک بلند فرمایا - او حضرت عبد اللہ ابن عباس

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ گذشتہ ابن اسحٰق بن یسار امام المغازی وقول غیرہ وقال ابن کثیر وهو المشهور عند الجمهور وبالغ ابن الجوزی وابن الجزار فنقلا فیه الاجماع وهو الذی علیه العمل . زرقانی ص ۱۵۹ ج ۱ -

مندرجہ اقوال سے یہ تیسرا قول ہے اور یہی امام المغازی محمد ابن اسحاق ابن یسار کا قول ہے - اور سوائے انکے اور دوسرے لوگون کا بھی یہی قول ہے ابن کثیر نے اسی کو قول مشہور لکھا ہے اور ابن جوزی و ابن جزار نے تمام اقوال کو نقل و جمع کرکے اسی قول پر اجماع و عمل دونون ثابت کیا ہے

مرقومہ بالا عبارت سے دوازدہم ربیع الاول پر اتفاق اجماع اور عمل (اہلسنت ہین) سب کچھ ثابت ہے لیکن شبلی صاحب بحکم الجدید لذیذ کے اصول پر اپنی جدت طبع کا نمونہ دکھلا کر اپنے مفسرین محدثین اور مورخین کی اجماعی تحقیق کو غلط ٹھیراتے ہین اور ایک ایسی تاریخ قطعی طور پر روز ولادت بتلاتے ہین جسکو اسوقت سے لیکر اسوقت تک کسی مفسر محدث اور مورخ نے صحیح سے ضعیف سند کے ساتھ بھی نہین لکھا ہے - حالانکہ وہ سات اقوال مختلف جنکا حوالہ زرقانی نے دیا ہے وہ دوسری ۲ آٹھوین ۸ دسوین ۱۰ بارہوین ۱۲ سترہوین ۱۷ اور اٹھارہوین ۱۸ ربیع الاول ہے - مندرجہ بالا تاریخون مین شبلی صاحب کی نوین ۹ تاریخ کو کسی نے بھی نہین لکھا ہے آپ کے قطعی لکھدینے تو کسی تاویل کی بھی گنجایش نہین چھوڑی کیونکہ اگر آٹھوین تاریخ کو اینچ تان کر کسی طرح نوین تاریخ قرار دیلی بھی جاوے جو وقت ولادت بالاتفاق صبح کے وقت طلوع آفتاب کے بعد قرار پایا ہے کسی طرح نوین کے انعقاد کو صحیح ہونے نہین دیتا ہان اگر آٹھوین کا دن تمام ہو کر رات کا وقت ولادت کہین لکھا ہوتا تو آپ کے قول کی قدرے تاویل ممکن تھی "

شبلی صاحب کے اس قول مختار اور اس فیصلۂ نا استوار کی یہ کیفیت ہے جو پیش کیگئی جس سے انکی قرار دادہ تاریخ کے قطعی اور واقعی ہونے کا کہانتک ثبوت ملے گا اسکے کم سے کم مشتبہ اور محتمل ہونیکا بھی کوئی عنوان کسی کتب تاریخ و حدیث سے قایم نہین ہوتا - مولوی شبلی نے اسوقت اپنے ان تمام قواعد و ضوابط اور حدود و شرائط سے دست بردار ہو کر جنکو وہ سیرۃ النبی کے دیباچہ مین قایم کرچکے ہین اور نیز اپنے اس اصول موضوعہ سے کہ کوئی تاریخی واقعہ تاوقتیکہ حدیث کی کتابون سے منطبق کرلیا جاوے اندراج کے قابل نہین ہیئت و نجوم کے موئید ہوگئے ہین اور محمود پاشا فلکی کے مقلد - چونکہ انھون نے قاعدہ نجوم سے یہ ثابت کیا ہے کہ تاریخ ولادت ۹ ربیع الاول سنہ عام الفیل مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء ہے اس لئے آپ نے بھی بلا تردد و تامل اسی کو بالکل صحیح اور صریح تاریخ و ماہ ولادت قرار دیدیا اور اپنے حسابون اپنی اس تحقیق و تلاش کو بالکل جدید اور نادر تصور فرمایا -

عن ابيه عباس بن عبد المطلب ولد النبي صلى الله عليه واله وسلم مختونا مسرورا - طبقات ابن سعد

نے اپنے پدر بزرگوار حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب سے روایت کی ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ختنہ شدہ ناف بریدہ پیدا ہوئے

حضرت عبد المطلب کو خبر ولادت

ابن سعد واقعہ ولادت کی تفصیل مین آگے لکھتے ہین۔

ولما ولدت آمنة بنت وهب رسول الله صلعم ارسلت الى عبد المطلب فجاءه البشير وهو جالس في الحجر معه ولده و رجال من قومه فاخبره ان آمنة ولدت

جب جناب رسالتمآب صلعم پیدا ہوئے تو حضرت آمنہ بنت وہب نے آدمی بھیجکر حضرت عبد المطلب کو اطلاع کی۔ وہ اوسوقت اپنے بیٹوں اور قوم کے چند لوگوں کے ساتھ کعبہ کے مقام حجر مین تشریف فرما تھے

بقیہ عبارت صفحہ گذشتہ حالانکہ اگر آپ صرف زرقانی کی پوری عبارت پڑھ گئے ہوتے تو آپ کو معلوم ہو جاتا کہ محمود پاشا فلکی سے صدہا برس پہلے اسلامی ماہرین و محققین علم نجوم نے باقاعدہ نجوم آپ کی ولادت کے روز و تاریخ کی تحقیق کر لی ہے فلکی صاحب کچھ آسمان سے اس مضمون کو نہین لائے ہین بلکہ اون سے پیشتر زمین والے بڑی جانکاہی سے اسکو سطح زمین پر تحقیق کر چکے ہین (ملاحظہ ہو عیون المعارف مؤلفہ ابو عبد اللہ محمد بن سلامہ بن جعفر القضاعی الشافعی۔ قاضی مصر المتوفی ۴۵۴ھ زرقانی جلد اول مطبوعہ مصر حیدرآباد ص ۱۵۹) اب فلکی صاحب یا اونکی تقلید سے شبلی صاحب اسکے متعلق جس تحقیق کی جدت یا نوعیت کا دعوی کرینگے وہ حقیقت مین اونہین حضرات کے غور و افکار کا نتیجہ یقین کیا جاویگا۔ عیون المعارف مین جیسا کہ زرقانی کے قول سے ثابت ہوتا ہے۔ امام قضاعی نے تعین تاریخ ولادت کے متعلق علماء نجوم کے تمام اقوال جمع کئے ہین اور اونکی تحقیق کی رو سے روز ولادت آٹھوین تاریخ بتلائی ہے ایسے ہی قول کو اکثر محدثین و مورخین نے بھی تسلیم کر لیا ہے چنانچہ امام قسطلانی صاحب (مواہب لدنیہ) اور حمیدی (صاحب جمع بین الصحیحین) وغیرہم کا بھی یہی مختار تھا۔ ملاحظہ ہو زرقانی ص ۱۵۰ اسی بنا پر اگر اعتبار کیا جاوے گا تو آٹھوین ربیع الاول پر جو علماء نجوم و حدیث کے متفقہ اقوال سے ظاہر ہوتا ہے۔ نہ فلکی صاحب اور نہ شبلی صاحب کے قول پر جسکو نہ منجمین لکھتے ہین نہ محدثین نہ مورخین۔

شبلی صاحب کی بلند پروازی کچھ اسی مضمون تک محدود نہین ہے بلکہ آپ کی تمام تصنیف و تالیف مین کر آسمان بیزر دو جہتی کا تمام لطف پایا جاتا ہے جسکا ایک نمونہ پیش نظر ہے۔ آپنے محمود پاشا فلکی کے قول کی قطعی صحت کا حکم تو لگا دیا۔ مگر یہ خیال نہ رہا کہ اسکے صحیح مان لینے سے تاریخ مین اختلاف تو تھا ہی۔ سال کے تعین مین بھی فساد عظیم مچگیا۔ عرب اسوقت تک تو صرف سنہ عام الفیل لکھتے اور بتلاتے آئے۔ مگر یورپ مین محققین نے جنمین محمود پاشا فلکی کے ایسے کثیر التعداد افراد ہیئت نجوم فلسفہ اور ریاضی کے ماہرین و کاملین شامل ہین۔ جب واقعات اسلامی کے نقل و ترجمہ کیطرف توجہ فرمائی تو سنہ عام الفیل کو سنہ عیسوی سے مطابق کرکے بالاتفاق بارہوین ربیع الاول سنہ عام الفیل کو ۲۹ اگست ۵۷۰ء کے مطابق قرار دیا اور پھر اوسوقت سے لیکر اسوقت تک تمام ممالک یورپ مین اسلامی واقعات و سوانح مختلف زبانون مین لکھے گئے اور کثیر التعداد عربی تالیفات و تصنیفات عربی سے یورپین زبانون مین ترجمہ ہوئین اور سب اسی مختار متفقہ پر اعتبار کرکے اپنی تمام تالیفون اور ترجمون مین نقل کرتے آئے۔ مگر فلکی صاحب نے ۲۹ اگست کو ۲۰ اپریل اور ۵۷۰ء کو ۵۷۱ء کر دیا اب مین تفاوت رہ از کجا است تا بہ کجا۔ سرسری طور پر تاریخ و سنہ کے دیکھنے سے تو ولادت کی تاریخ و روز مین صرف دو تین دن کا فرق

ثم لما بشر ذلك عبد المطلب وقام هو ومن كان معه فدخل عليها فاخبرته بكل ما راءت وما قيل لها وامرت به قال فاخذه عبد المطلب فدخله الكعبة وقام عندها يدعو الله ويشكر ما اعطاه	اوس آدمی نے حاضر ہو کر بشارت دی کہ آمنہؓ کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے یہ سنکر آپ مسرور ہوئے اور آپکے ساتھ آپ کے تمام ہمراہی بھی کھڑے ہو گئے اور جب گھر میں آمنہؓ کے پاس پہونچے تو اونہوں نے وہ تمام حالات جو انہوں نے دیکھے تھے یا جو کچھ (منجانب خدا) آپ سے کہا گیا تھا یا جس کے لئے آپ کو

حکم دیا گیا تھا حضرت عبد المطلب سے بیان کر دیا حضرت عبد المطلب نے اُس مولود مسعود کو گود میں لیا اور خانہ کعبہ کے اندر آ کر کھڑے ہو گئے اس مولود مسعود کی سلامتی کی دعا مانگی اور اس نعمت کے عطا فرمائے جانے کا شکریہ ادا کیا۔

تقریب ولادت کی یادگار میں حضرت عبد المطلب کے اشعار

ابن سعد طبقات میں مندرجہ بالا حالات لکھکر محمد ابن عمر اسلمی کے اسناد سے اسقدر اضافہ اور کرتے ہیں کہ حضرت عبد المطلب نے اِس واقعہ مسرت افزا کی یادگار میں ذیل کے اشعار منظوم فرمائے جن سے آپ کے قلبی جذبات کا پورا پورا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

الحمد لله الذي اعطاني	میں خدا کی تعریف کرتا ہوں کہ اُس نے مجھے ایسا
هذا الغلام الطيب الاردان	فرزند عطا فرمایا جو اپنی قوم میں پاک و پاکیزہ ہے

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ گذشتہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ عربی تاریخیں ۱۲ ربیع الاول بتلاتی ہیں اور آپ ۹ رکھتے ہیں تو اتنے قلیل اختلاف سے مہینہ اور سال میں اتنا بڑا عظیم اختلاف ہے کہ اپریل سے اگست اور ۵۷۱ء سے ۵۷۰ء ہو گیا ہے۔ یہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے اور پھر یہ بھی ممکن نہیں ہو کہ ایسی بین غلطی اس واقعہ کے متعلق اتنے زمانہ سے چلی آتی ہو اور اوسپر علمائے مستشرقین کی آجتک نظر نہ پڑی ہو اور اگر نظر پڑی بھی ہو تو وہ اسکو صحیح نکر سکے ہوں اور آجتک برابر اوسی غلطی کو نقل کرتے چلے آئے ہوں۔

ڈاکٹر سر سید احمد خان نے خطبات احمدیہ میں ۵۷۰ء میں آپ کی ولادت واقع ہونے کی تحقیق اور اوسکی تصدیق و توثیق پوری تفصیل کیساتھ کی ہے ان کا قول ہے کہ جمہور مورخین کی یہ رائے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارہویں ربیع الاول کو عام الفیل کے پہلے سال یعنی ابرہہ کی چڑھائی سے پچپن ۵۵ روز بعد پیدا ہوئے۔ مگر اس امر میں کہ عام الفیل سنہ عیسوی کے کون سے سال میں واقع ہوا تھا مورخوں کی رائے میں اختلاف ہے۔ منقح امر جو قرار پایا ہے وہ یہ ہے کہ عام الفیل ۵۷۰ء کے مطابق تھا کیونکہ سب مورخین اس پر متفق ہیں کہ آنحضرت صلعم نے ۶۲۲ء میں مکہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت کی تھی۔ یعنی نزول وحی سے تیرہویں برس اور وحی چالیس برس کی عمر میں نازل ہوئی تھی۔ ان برسوں کو اگر جمع کیا جاوے تو ترپن ۵۳ قمری سال ہوتے ہیں اور جب ان میں سے ایک برس قمری کو شمسی سال سے مطابقت کرنیکے لئے منہا کر لیا جاوے تو باون ۵۲ برس باقی رہتے ہیں اور جب باون ۵۲ کو چھ سو بائیس ۶۲۲ میں سے نکال دیا جائے تو پانسو ستر باقی رہتے ہیں اس حساب سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کی ولادت ۵۷۰ء میں واقع ہوئی۔ مطبوعہ لاہور ص ۱۶۔

یہ قرائن و شواہد بتلا رہے ہیں کہ نہ فلاں صاحب کا مختار قابل اعتبار رہے نہ شبلی صاحب کی تائید لائق شمار پھر اتفاق میں اختلاف پیدا کرنا کیا معنی۔ یہ نتیجہ ہے زود قیاسی اور مدعا ناشناسی کا۔ المؤلف

قد ساد فی المهد علی الغلمانِ	وہ اپنے گہوارے مین غلامون کی حفاظت مین آرام کرتا ہے
اعیذہ باللہِ الّذی ذی ارکانِ	خدا تعالیٰ جو رکن و مقام کا مالک ہے اوسکو اپنی پناہ مین رکہے
حتّیٰ اراہ بالغ البنیان	یہانتک کہ مین اپنی آنکھون سے اوسے جوان دیکہ لون
اعیذہ من شرّ کل ذی شنان	اور خدا اُسے اوسکو بُرا چاہنے والے حاسدون سے محفوظ رکہے
من حاسد مضطرب العنان	اور اونکی شر سے بہی جو اُسکا اچہا نہین چاہتے ہین لہ

روز اور وقت ولادت سال و ماہ ولادت کی تفصیل و تحقیق اوپر لکہی جا چکی۔ رائٹ آنریبل مسٹر سید امیر علی بالقابہ اسپرٹ آف اسلام صفحہ کے زیر حاشیہ لکہتے ہین کہ جس سال آنحضرت صلعم پیدا ہوئے وہ کسرائے نوشیروان کا چالیسوان سال جلوس تہا اور سن سلاقسی (یونانی) کا ۸۸۲ سال تہا۔

بالاتفاق و بالیقین ثابت ہے کہ ولادت باسعادت دن کے وقت بعد طلوع آفتاب دوشنبہ کے روز واقع ہوئی مسلم ابن قتادہ انصاری سے ایک طولانی حدیث اسکے متعلق موجود ہے جسکی سند پر امام قسطلانی نے مواہب لدنیہ نے یہ قطعی فیصلہ کر دیا ہے هذا الحدیث یدلّ انّہ صلعم ولد نهارًا یہ حدیث اسپر دلیل ہے کہ آپ کی ولادت دن کے وقت واقع ہوئی۔ اسی حدیث مین دوشنبہ کے دن کی بہی تعین مندرج ہے۔ ملاحظہ ہو زرقانی ص ۱۶۱

لہ افسوس ہے کہ سر ولیم میور صاحب تعصّب اور نفسانیت کی پیچیدگیون مین پڑکر جذبات اور تعلقات قلبی کو جو محسوسات بدیہی اور فطری طور پر تقاضائے ضرورت قدرت کی طرف سے ودیعت کیئے گئے ہین بہی قطعی فراموش کر گئے۔ اور حضرت عبد المطلب کی مندرجہ بالا دعا کو بہی جو اپنے اس دریتیم کے حق مین خدا سے مانگی تہی ٹہنڈے دل سے نہ دیکہہ سکے اور اسکی نسبت جب اعتراض کا موقع نہ ملا تو تحریر فرماتے ہین کہ عبد المطلب کی دعا کا جو مضمون بیان کیا گیا ہے وہ صریح اسلامی طریق کا ہے اور اس سے خیال کیا جاتا ہے کہ کعبہ مین عبد المطلب کا دعا مانگنا صرف مسلمانون کی جانی تخیل ہے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آبای طاہرین کے خداپرست ہونیکی بحث تو عنقریب اپنی مقام پر لکہینگے۔ مگر یہان سر ولیم میور کو صرف اتنا بتلائے دیتے ہین کہ اس مقدس خانوادے کی خداپرستی پر اسلام کے کل فرقون کا قریبًا اتفاق ہے اور اس کا سب سے بڑا دشمن اور قوی ثبوت یہ ہے کہ حضرت عبد المطلب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد بزرگوار کا نام عبد اللہ رکہا۔ جو خاص خداپرستون کے طریقہ کا نام ہے۔ پہر اس خداپرست نے اپنی دعا مین خداپرستون کے الفاظ و مصطلحات استعمال فرمائے تو کون سا تعجب ہے۔

ولیم میور صاحب کے اعتراضات کرامات ولادت کے جوابات اگرچہ ہم نے ولادت کے متعلق صرف انہین واقعات کو لکہا ہے جو بارہی مشاہدہ کا درجہ رکہتے ہین اور محالات وغیرہ کے شبہات و احتمالات سے بالکل مبرا ہین مگر سر ولیم میور صاحب اپنی ذہن سے ایسے ہین کہ ان حالات کو بہی حیرت خیز اور تعجب انگیز کہے جاتے ہین۔ اس متعصب عیسائی مولف کی اصل غرض تو یہ ہے کہ ان بضرورت مباحث کو پیش کر کے دین اسلام کی لغویت ثابت کرین اس بہلے آدمی سے کوئی پوچہے کہ کسی پیغمبر کے حالات ولادت کا عام اس سے کہ وہ صحیح ہون یا غیر صحیح اسکے اصول مذہب و تعلیم دین پر کیا اثر پڑتا ہے چونکہ میور صاحب کا مدعا اسلام پر در پردہ شرمناک حملہ ہے اسلیئے اسکی حقیقت کا انکشاف

مقام ولادت فریقین کے متفقہ مختار سے شعب بنی ہاشم (جو بعد میں شعب ابیطالب کے نام سے مشہور ہوا) مقام ولادت ثابت ہوتا ہے۔ زرقانی میں مقام ولادت کی تفصیل اور تخصیص کے متعلق یہ لکھا ہے کہ شعب بنی ہاشم میں وہ مکان اصلی مقام ولادت تھا جسکو زقاق مدکاک کہتے تھے۔ اور یہ وہی مکان تھا جو بقول مورخ ابن اثیر آنحضرت صلعم نے عقیل ابن ابیطالب کو ہبہ فرما دیا تھا اور بعد مرور ایام اونکی اولاد نے محمد ابن یوسف ثقفی برادر حجاج ابن یوسف الثقفی کے ہاتھ بیع کر دیا اور اسکے بعد جب ہارون الرشید حج کرنے آیا تو اوس نے محمد ابن یوسف کے ورثا سے خرید کر یہاں مسجد بنوا دی جو آجتک مولد النبی صلعم کے نام سے زیارتگاہ عالم ہے۔ (از زرقانی ص ۱۶۵)

رسم تسمیہ و ولیمہ عقیقہ رسم تسمیہ اور ولیمہ عقیقہ کی نسبت زرقانی نے تاریخ خمیس کے اسناد سے تفصیلی حالات لکھے ہیں۔

وفی الخمیس روی انہ لما ولد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امر عبد المطلب بجزور فنحرت ودعا رجالا عن قریش فحضروا وطعموا وفی بعض الکتب کان ذلک یوم سابعہ فلما فرغوا من الاکل قالوا ما سمیتہ فقال سمیتہ محمد

تاریخ خمیس میں ہے کہ جب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے تو حضرت عبد المطلب نے اونٹوں کی قربانی کا حکم دیا۔ چنانچہ اونٹ ذبح کیے گئے۔ قریش کے لوگوں کو دعوت دیگئی وہ حاضر ہوئے اور کھانے کھائے بعض کتابوں میں یہ دعوت ولادت سے ساتویں دن بیان کیگئی ہے جب کھانے سے فراغت ہو چکی تو لوگوں نے حضرت عبد المطلب سے پوچھا اس

حاشیہ صفحہ دیگر ضروری ہے میور صاحب وہ روایات جنمیں حضرت آمنہ سے نور کا ظاہر ہونا منقول ہے اور جو بیہقی کی کتاب الشرح السنۃ میں بیان کیگئی ہے اوسطرح پر نہیں ہے جسطرح کہ میور صاحب نے بیان کی ہے اسلئے ہم اوس روایت کو بلفظہ نقل کرتے ہیں عن العرباض ابن ساریہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال۔۔۔۔ ساخبرکم باول امری انا دعوۃ ابراہیم وبشارۃ عیسی ورؤیا امی التی رات حین وضعتنی وقد خرج لہا نوراً اضاء لہا قصور الشام عرباض ابن ساریہ سے منقول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں تمکو اپنے ابتدائی احوال سے مطلع کروں میں دعا ہوں ابراہیم کی اور بشارت ہوں عیسیٰ کی اور خواب ہوں اپنی ماں کا۔ جیسے اوس نے میرے پیدا ہونیکے وقت دیکھا تھا کہ اوس سے ایک نور پیدا ہوا ہے جس سے شام کے محل روشن ہو گئے جن روایتوں میں نور کا پیدا ہونا منقول ہے اونکو اگر ہم صحیح تسلیم بھی کر لیں تو اون سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ جناب آمنہ نے ان امور کو خواب میں مشاہدہ فرمایا ہے جیسا کہ ہم ابن سعد کے حوالہ سے اوپر لکھ آئے ہیں تو اس قسم کے خواب دیکھنے نہ حیرت انگیز ہو سکتے ہیں نہ تعجب خیز۔ نہ خلاف قیاس ہے۔ نہ محال عادت ہمکو میور صاحب کے اس واہی اعتراض پر اتنا تعجب نہیں ہوتا جتنا اونکی قابلیت جامعیت اور یکطرفہ فیصلہ کرنے پر افسوس آتا ہے۔ انھوں نے اہل اسلام ان مرویات پر محالات و ناممکنات غرض دنیا بھر کی دشواریاں جمع کر دیں اور اونکو ناممکنات و محالات بتلا دیا۔ مگر اپنی کتابوں کی کوئی خبر نہیں لی جن میں ایسے ایسے مہملات، لغویات اور محالات کے خزانے بھرے پڑے ہیں کہ نادان سے نادان اور بیوقوف سے بیوقوف شخص بھی اونکی صحت کا قائل نہیں ہو سکتا دیکھو کتاب توریت حضرت یعقوب کا خدا کے ساتھ کشتی لڑنا۔ اور حضرت اسحاق کا سیڑھی لگا کر آسمان پر چڑھ جانا اور اس ترکیب مصنوعی سے رتبہ معراج پانا (تکوین ۲۲-۲۹) اسی طرح حضرت موسیٰ کے معجزات عصا کا سانپ ہو جانا۔ ید بیضا کا نمودار ہونا آب دریا کا خون ہو جانا۔ مینڈکوں کی وبا کا آنا۔ اور دیگر خلاف عقل و عادت معجزات جو (نعوذ باللہ) اس پیغمبر برحق کی دعا سے ملک مصر پر نازل

فقالوا ارغبت عن اسماء آبائه فقال اردت ان یکون محمودا فی السماء لله وفی الارض لخلقه وقیل بل سمیته بذلک امه لما رأته وقیل لها فی شأنه ویمکن الجمع بان امه لما حققت ما رأته لجده سماه فوقعت التسمیة منه اذا کان لسببها لصحیح القول بانها سمته۔ بالزرقانی ۱۵۴

سولہ کا ایسا نام رکھا ہی عبدالمطلب نے کہا محمد صلعم، لوگون نے پوچھا آپ کو اپنی بزرگون کے نام سے رغبت نہین ہے عبدالمطلب نے فرمایا مین نے اس لئے اسکا نام محمد رکھا ہی کہ خدا کے نزدیک آسمان پر بھی محمود اور اوسکی خلقت کیلئے زمین پر بھی محمود ہو اور یہ قول بھی آیا ہے کہ آپ کا یہ نام آپ کی مان نے رکھا تھا جیسا کہ آپ کو خواب مین (اس بچہ کے) اسکے نام اور اکرام شان کے متعلق بتلایا گیا تھا

اور ان دونوں مختلف اقوال مین اجماع ممکن ہے اسطرح کہ آپ کی مادر گرامی قدر نے جو کچھ خواب مین مشاہدہ فرمایا ہو وہ آپ کی جد امجد سے دہرادیا ہو اور کہدیا ہو کہ بچہ کا یہی نام رکھا جائے اور اسی کے مطابق تسمیہ واقع ہوا ہو لیکن صحیح ترین یہی ہے کہ آپکی والدہ ماجدہ نے آپ کا نام رکھا تھا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وآبائہ وسلم۔

کنیت | باتفاق فریقین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم ثابت ہے۔

القاب | اسلامی کتب تفاسیر احادیث اور تاریخ مین آپ کے کثیر التعداد القاب مرقوم ہین۔ اخبار الوفا مین امام سمہودیؒ نے ننانوے القاب مع توجیہات کے پوری تفصیل کے ساتھ قلمبند فرمائے ہین۔ ان سب مین مشہور ترین القاب۔ خاتم النبیین اور نبی الرحمۃ ہین۔ جو نصوص قرآنی سے منصوص ومخصوص ہین۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

مرضعات آنحضرت صلعم | ان کو کسی نے اصولاً مرضعات مین شامل نہین کیا ہے۔ مجازاً کا شمار نہین۔ اس بنا پر حضرت آمنہؑ

حاشیہ صفحہ گذشتہ

فرعون مین ظاہر ہوئے مثلاً بنی اسرائیل کے لئے نیل کے بہتے پانی مین راستہ کا کھل جانا من وسلوی کا اوترنا۔ پتھر کی تعویش لوحون کا نازل ہونا جن پر خدا نے (نعوذ باللہ) اپنی انگشت مبارک سے احکام توریت لکھے تھے۔ خدا کا بنی اسرائیل کو تمام دنیا کی قومون پر ترجیح دینا اور تمام دنیا کی برکتین اونکو عطا فرمانا اسرائیل کو اپنا پہلوٹا (فرزند) کہنا (نعوذ باللہ) کیا ان سب باتون کو دل لگی کے تقاضا اس طرز استدلال سے نہین کہہ سکتے۔ پھر حضرت عیسیٰؑ اور ان کے حواریون کے متبعین ومعتقدین کا اوسوقت کیا حال ہوگا جب ہر شخص اونکی مرویات کو محض بناوٹ اور ایجاد سمجھکر مضحکہ مین ڈالدیگا مثلاً حضرت عیسیٰؑ کی کراماتی پیدایش۔ اونکا مصلوب ہونیکے بعد از سر نو زندہ ہونا قبر سے نکلکر آسمان پر چلا جانا۔ اپنا مجروح ہاتھ اپنے حواریون کو دکھلانا۔ آسمانی سلطنت مین پہونچکر خدا کے دست راست کیطرف بیٹھنا ان امور کو کیون محالات نہ کہا جاوے گا۔ سر ولیم میور کی ذہانت کی کہانتک داد دی جاوے کہ وہ اتنی محالات کو اپنی کتابون مین شب وروز دیکھتے ہین اور بلا عذر وتامل تسلیم کرلیتے ہین اور جب ایسے ہی یا اس سے خفیف امور کو مسلمانون کی کتابون مین پاتے ہین تو غلط ٹھیراتے ہین اونپر ہنستے ہین اور جھوٹا بتلاتے ہین۔ لیکن اونھین کے اس رویہ اور طریقہ سے ہر شخص سمجھ لیتا ہے کہ وہ کہانتک تعصب۔ نفسانیت اور خود غرضی سے پاک وصاف ہین۔

بہرحال۔ اس بحث کے خاتمہ پر ہم رائٹ آنریبل مسٹر سید امیر علی بالقابہ کی وہ رائے جو اونہون نے واقعات پیدایش اور ظہور کرامات کے متعلق۔ اسپرٹ آف اسلام مین لکھی ہے۔ ترجمہ کرکے ذیل مین نقل کرتے ہین۔

کے بعد سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابو لہب کی آزاد کردہ جاریہ ثوبیہ نے دودھ پلایا۔ اس سعادت کی تقدیم کا شرف اس لونڈی کی خوش قسمتی کا حصہ تھا۔ وَاللّٰہُ یُؤتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ۔ ابن سعد لکھتے ہین

اول من ارضع رسول اللہ صلعم ثوبیۃ بلبن ابنھا مسروح ایاما قبل ان تقدم حلیمۃ وکانت قد ارضعت قبلہ حمزۃ بن عبد المطلب و ارضعت بعدہ ابا سلمہ بن عبد الاسد المخزومی وان ثوبیۃ کان ابو لھب اعتقھا۔

سب سے پہلے رسول اللہ صلعم کو ثوبیہ نے اپنے بیٹے مسروح کا دودھ پلایا حلیمہ رضی سعدیہ اسوقت تک نہین آئی تہین اور آنحضرت صلعم سے پہلے ثوبیہ نے حضرت حمزہ بن عبد المطلب کو دودھ پلایا تھا اور پھر انکے بعد ابو سلمہ بن عبد الاسد مخزومی کو جو شوہر اول ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی دودھ پلایا۔ ثوبیہ کو ابو لہب نے آزاد کردیا تھا۔

زرقانی حالات رضاعت کو زیادہ وضاحت سے ذیل کی عبارت مین لکھتے ہین۔

انہ ارضعتہ تسعۃ ایام (صاحب الدرر والغرر) وغیرھما وقیل ثلاثۃ ایام وقیل سبعۃ ایام (حکاھما الخمیس عن اھل السیر) زرقانی ج اص ۱۳۷

جناب آمنہ ع۔ آپ کی مان نے آپکو کل نو دن دودھ پلایا۔ اس روایت کو صاحب درر وغرر وغیرہ نے لکھا ہے بعض کہتے ہین کل تین دن دودھ پلایا اور بعض سات دن بتلاتے ہین ان اقوال کو صاحب سیر صاحب تاریخ خمیس نے لکھا ہے۔ خوش قسمت ثوبیہ کے حالات کسیقدر وضاحت کے ساتھ ابن سعد کی طبقات سے اسطرح ظاہر ہوتے ہین

عبارت حاشیہ صفحہ گذشتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت جیسا کہ اسلامی مورخین کا مختار ہے بہت سی آیات وعلامات کی مظہر ومنظر تھی۔ جن سے یہ مقصود ہے کہ تمام اقوام زمانہ سمجھ جائین کہ زمانہ کا نجات دہندہ آگیا اور اوسکا ظہور ہوگیا۔ ان اقوال پر فلسفی مورخین تبسم زیر لب کرتے ہین۔ اور مخالف مذاہب کے معترضین جو بلا تکلف دتامل متعلقات نجوم تک کے اندازی اور قیاسی مسائل کو تسلیم کرلیتے ہین مگر ان عجائبات پر منہ بنا لیتے ہین لیکن ایک تحقیق کے طالب کے نزدیک جسکا قلب قدیم زمانہ کو جذبات اور طرز خیالات کی ہمدردی سے خالی نہین ہے اور جو بلا تحقیق حقیقت صرف قیاسات وظنیات پر اعتبار کرلینے کیلئے آمادہ نہین ہے یہ آیات وعلامات جسکو مورخین اسلامی اپنے پیغمبر کی ولادت کیوقت وقوع ہونیکا دعوی کرتے ہین۔ ایسے واقعات ثابت ہوتے ہین۔ جو البتہ مشاہد تاریخی سے مقابلہ وموازنہ کیئے جانیکے قابل ہین۔ جو لوگ موجودہ زمانہ کے اشخاص بھی مختلف اقوام اور خاص اشخاص کے معمولی اور روزمرہ کے حالات وواقعات میں ایک غیر مغلوب قدرت کے نفاذ واجرا کو تسلیم کرلیتے ہین۔ تو پھر تیرہ سو برس قبل جیسا کہ مسلمانون کا خیال ہے کہ ایک قوم خاص کے زوال وادبار کی ہین حالتون مین اس انگشت قدرت کے اشارے سے۔ اوس قوم کو اونکے لاعلاج معاملات ومقدرات کو بتلادینا جو اونکی شرارت ومفسدے کی جزا وسزا مین پیش آنیوالی ہین کیون تعجب خیز اور حیرت انگیز کہا جائیگا! اسپرٹ آف اسلام

مختون پیدا ہونے پر اعتراض سر ولیم میور نے اپنے سلسلۂ اعتراض مین جہان ان واقعات کرامات کو محالات بتلایا ہے وہان جوش تعصب کی پرجوشیون مین ممکن سے ممکن واقعات کو بھی جو اوسوقت سے لیکر اسوقت روزانہ مشاہدہ مین آتے رہتے ہین خلاف عقل ٹھیرایا ہے۔ سر سید نے انکی نسبت جو اپنی معقول رائے قایم کی ہے اور جن الفاظ مین سر ولیم کی تردید کی ہے وہ یہ ہین۔

"ہمکو کس قدر تعجب آتا ہے کہ سر ولیم میور نے آنحضرت صلعم کے مختون پیدا ہونیکو بھی مخترع روایات مین شمار کیا ہے

وکان رسول اللہ صلعم یصلها وهو بمکة وکانت خدیجه تکرمها وهی یومئذٍ مملوکة وطلبت الی ابی لهب ان تبتاعها فابی ابی لهب فلما هاجر رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم الی المدینة اعتقها ابی لهب وکان رسول اللہ صلعم یبعث الیها بصلة وکسوة حتی جاءه خبرانها ماتت قد توفیت سنة سبع مرجعه من خیبر فقال ما فعل ابنها مسروح فقیل مات قبلها ولم یبق من قرابتها احد۔ طبقات جرمن - ص ۱۸

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم توبیہ کو برابر صلہ جات (عطایا) عنایت فرمایا کرتے تھے اور جناب خدیجہ بھی اوسکی بہت تکریم فرمایا کرتی تھیں۔ توبیہ اوسوقت تک حالت مملوکیت میں تھی۔ جناب خدیجہ نے ابولہب سے کہلا بھیجا کہ توبیہ کو ہمارے ہاتھ بیچ ڈالو مگر ابولہب نے انکار کردیا۔ مگر جب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ سے مدینہ کو ہجرت فرمائی تو ابولہب نے توبیہ کو آزاد کردیا قیام مدینہ کی زمانہ میں بھی آپ وہیں سے روپے پیسے اور کپڑے وغیرہ سے توبیہ کی امداد فرمایا کرتے تھے یہانتک کہ ہجرت کے ساتویں سال جب غزوۂ خیبر سے آپ مدینہ میں لوٹے تو سنا کہ توبیہ مرگئی۔ آپ نے پوچھا کہ اسکے بیٹے سروح کا کیا حال ہوا۔ کہا گیا کہ وہ تو اس سے قبل مرچکا تھا اور اب توبیہ کے اقربا سے کوئی باقی نہیں ہے۔

عبارت حاشیہ صفحہ گذشتہ اور عجیب وغریب بعید از قیاس اور خلاف قانون قطرت قرار دیا ہے۔ مگر یہ بات معجزے سے علاقہ رکھتی ہے نہ عجائبات سے بلکہ محض تلونات قطرت سے متعلق ہے ایسے تلونات قطرت کی بہت سی نظیریں بتلائی جاسکتی ہیں مثلاً ایسے اشخاص کا پیدا ہونا جنمیں علامات تذکیر وتانیث دونوں موجود ہوں ایسے واقعات اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ قوانین قطرت کے مطابق قدرت کا اتفاقیہ انحراف کوئی عجیب بات نہیں۔ اِس زمانہ میں بھی بعض اوقات مختون لڑکے پیدا ہوتے ہیں جب بلاتوسل معجزہ یا عجائبات کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی مختون پیدا ہونا یقیناً قرین قیاس ثابت ہوتا ہے اور اس امر کا ثبوت ایسے امر سے بھی ہوتا ہے کہ باوجودیکہ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں ختنہ کی رسم نہایت استحکام سے قرار پاگئی تھی اور عرب جاہلیت میں بھی اسکا ترک کرنا گناہ عظیم سمجھتے تھے۔ مگر آنحضرت صلعم کے ختنہ کی رسم کا ہونا کسی ضعیف سے ضعیف روایت میں بھی بیان نہیں کیا گیا۔ خطبات احمدیہ مطبوعہ لاہور ص ۲۳۹۔

تسمیہ احمد پر اعتراض سر ولیم میور صاحب کو اسلام کیطرف سے کچھ ایسی خلش ہے کہ بانی اسلام علیہ السلام کے نام کو بھی سننا نہیں چاہتے اور رسم تسمیہ کو بھی بلا تعریض وتردید خالی نہیں چھوڑتے۔ چنانچہ اسکے متعلق جب تعریض کا کوئی اور پہلو نہیں ملا تو لکھتے ہیں کہ ابن مصنف واقدی نے بیان کیا ہے کہ حضرت آمنہ نے عبد المطلب سے فرشتہ غیبی کا یہ حکم بیان کیا کہ اس لڑکے کا نام احمد رکھنا تو محمد کے مادے سے جو نام مشتق ہوتے ہیں عرب میں مروّج تھے۔ مگر احمد عرب میں بہت کم نام ہوتا تھا۔ آنحضرت صلعم کے سوا پانچ مختلف اشخاص عرب میں اور بھی گذرے ہیں جنکا نام محمد تھا۔ سر سید مرحوم نے جو اسکی محققانہ تحقیق فرمائی ہے وہ انکشاف حقیقت کے لئے کافی ہے ذیل میں بلفظہ نقل کیجاتی ہے۔

سر ولیم نے جو یہ بیان کیا ہے کہ عرب میں محمد نام کے اور لوگ بھی گذرے ہیں اس سے کچھ فائدہ نہیں معلوم ہوتا کیونکہ علمائے اسلام نے کبھی یہ نہیں کہا کہ آنحضرت صلعم سے پہلے عرب میں اس نام کا کوئی اور نہیں ہوا۔ بلکہ بخلاف اسکے اس قسم کی

ثوبیہ کے ایام رضاعت ثوبیہ کے ایام رضاعت بہت قلیل تھے جسکی مدت خاص کسی تاریخ و سیر مین نہین پائی جاتی ہان قلت کا ذکر سب کرتے ہین۔ زرقانی بھی اتنا ہی لکھتے ہین ارضعتہ ثوبیہ ایاما قلائل قبل قدوم حلیمہ ثوبیہ نے حلیمہ کے آنے سے قبل تھوڑے دنوں آپ کو دودھ پلایا تھا۔

حلیمہ سعدیہ کے خدمات رضاعت ایک دن۔ دو دن یا ایک ہفتہ خواہ دو ہفتے ثوبیہ کو دودھ پلاتے ہوئے تھے کہ حلیمہ مکہ معظمہ مین آئین۔ اور آنحضرت صلعم کی خدمات رضاعت اس عالی قسمت سے متعلق ہوئین۔

تاریخ سیر اور حدیث کی تمام کتابون مین اسکی تفصیل یون پائی جاتی ہے کہ قدیم الایام سے عرب کے تمام شرفا اور طبقہ اعلا مین پرورش اطفال کا یہ دستور قایم تھا کہ وہ اپنے بچون کو خاصکر پرورش پانے کیلئے ان اعراب صحرائی کی عورتون کے حوالہ کر دیتے تھے جو ہر سال شہر مکہ مین اسی لئے آیا کرتی تہین اس سے اول مدعا تو بچون کا کھلے اور صاف ستھری ہوا مین رہکر پرورش پانا اور صحیح و تندرست رہنا ہوتا تھا کیونکہ شہر مین کثرت آبادی سے اکثر وبائی امراض پھوٹ پڑتے ہین اور دوسرے اس سے زبان کی درستی اور فصاحت و بلاغت کی خاص تعلیم بھی مقصود ہوتی تہی۔ کیونکہ عرب مین اسوقت زباندانی کا علم اور اسکی مشق کمال درجہ تک پہنچی ہوئی تھی۔ اور ہر انسان مین ہر شخص کی نگاہ پہلے اسی جوہر کی متلاشی رہتی تہی۔ اور خاص زبان کی نسبت گویا یہ مانی بات تھی کہ عرب صحرائی کی زبان اہل شہر اور قصباتی باشندگان ملکی کی زبانون سے زیادہ شیرین اور شستہ ہوتی تہی کیونکہ بیرونی الفاظ خارجی محاورات اور اصطلاحات کے اختلاط سے بالکل پاک و صاف رہتی تھی اس بنا پر شرفا اور روسائے مکہ مین بچون کی ابتدائی پرورش کا یہ طریقہ اور تعلیم زبان کا یہ دستور قدیم سے جاری تھا۔

حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ تمام روایتون کو رد کر دیا ہے اور نہایت تدین اور ایمانداری سے اس امر کے دریافت کرنے مین کامیاب ہوئے ہین کہ اس نام کے عرب مین اور لوگ بھی گذرے ہین اور واقدی کو بھی ہم انھین لوگون مین شمار کرتے ہین۔ مگر یہ بات کہ ان نامون کے اور لوگ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے درحقیقت گذرے تھے یا یہ کہ اس نام کا مادہ حمد ہے اور حمد کے اہل عرب نامون کو مشق کیا کرتے تھے۔ یا یہ کہ یہ نام اکثر والدین اپنے لڑکون کا اس قوی امید پر رکھا کرتے تھے شاید ہمارے ہی لڑکے کی قسمت مین نبی موعود ہونا ہو کسیطرح عہد عتیق اور عہد جدید کی بشارتون پر موثر نہین ہو سکتا۔ کیونکہ کسی لڑکے کے والدین سے اوس کے حق مین کچھ بھی تمنا کیون نہ کی ہو اور نبی موعود کا نام اوس لڑکے کے نبی ہونیکی تمنا مین کیون نہ رکھا ہو۔ مگر نبی وہی ہوا جسکو درحقیقت خدا تعالی کو نبی آخر الزمان کرنا منظور تھا۔ ہماری اس رای کی تائید اوسوقت اور بھی ہو جاتی ہے جبکہ ہم بڑے بڑے کامون پر غور کرتے ہین جو آنحضرت صلعم سے ظہور مین آئے تھے اور وہ ایسے کام ہین جو تمام جہان کی تاریخ مین اپنا نظیر نہین رکھتے اور جب کہ ہم اوس روحانی سرور کو دیکھتے ہین جو دین حق کا طفیل ہے جسکو آپ نے اپنی حیات مین شایع کیا تھا اور آیندہ نسلون کے لئے بطور ورثہ چھوڑ گئے۔ اور جبکہ ہم اوس صدق و پاکبازی کی ترویج پر نظر ڈالتے ہین جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رائج کیا اور زمانہ کی گردشون کے بعد بھی غیر متبدل اور بے نقص رہی ہین اور ابدالآباد تک ایسے ہی رہین گی

مگر میرے نزدیک جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش میں حفظ صحت کی ضرورت کو تعلیم زبان کی ضرورت سے زیادہ یقین کرنا چاہیئے کیونکہ ؎ اُمّی و گویا بزبان فصیح ۔ از الف آدم و میم مسیح کے اصلی مضمون و مفہوم کو حقیقت کی نگاہوں سے دیکھنے والے اس طریقہ کی تعلیم کو افصح العرب والعجم صلعم کے لئے حسب معمول ضروری نہیں سمجھتے۔ ہاں ظاہری اور ظلی صورتوں کے مشتاق اسکو ضروری قرار دیکر خود آنحضرت صلعم کے اقوال و ارشاد سے اس کا ثبوت دیتے ہیں لیکن انکو سمجھ لینا چاہیئے کہ زبان رسالت نے اپنے ارشاد میں بنو سعد کی فصاحت و بلاغت کے اقرار و اعتراف سے انا اعربکم انا من قریش (میں تم لوگوں میں سب سے زیادہ فصیح ہوں اس لئے کہ میں قریش ہوں) پہلے کہکر قریش و ہاشم کی زباندانی اور اعلیٰ درجہ کی فصیح و بلیغ ہونیکی خاندانی عظمت و مفاخر کو اپنے ارشاد میں مقدم رکھا ہے۔ کَمَا لَا یَخْفیٰ عَلَی النَّاظِر۔

ثوبیہ کے دوران رضاعت میں۔ عرب کے دستور قدیم کے مطابق عورتوں کی مختلف جماعتیں مکہ میں خدمت رضاعت تلاش کرتی ہوئی آئیں۔ اس قافلہ میں حلیمہ سعدیہ بھی تھیں۔ ان کے شوہر کا نام حارث ابن عبد العزیٰ تھا اور یہ عرب کے مشہور قبیلہ ہوازن کی قریبی شاخ بنو سعد سے تھے۔ جو عرب میں اپنی فصاحت و بلاغت کیلئے خاص طور پر مشہور تھا اتفاق سے حلیمہ کی تمام ہمراہی عورتوں کو شرفا و رؤساء مکہ کے شیر خوار بچے رضاعت کے لئے مل گئے۔ مگر حلیمہ غریب کی رضاعت کا کہیں بندوبست نہیں ہوا۔ یہ اسی فکر و تلاش میں حضرت عبد المطلب کی دولتسرا میں آئیں۔ جناب آمنہ نے اپنے یتیم بچہ کی رضاعت کیلئے انھیں مقرر کرنا چاہا۔ مگر پہلے انھوں نے یہ معلوم کرکے کہ یہ بچہ یتیم ہے کچھ پس و پیش سا کیا لیکن پھر اپنے معطل و معطل رہجانے کا خیال کرکے اس ودیعت الٰہی کی خدمت رضاعت کو قبول کرلیا۔ اور اس دریتیم کو گلے کا تعویذ بنا کر مکہ سے اپنے مقام و مسکن پر چلی آئیں۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم چھ برس تک حلیمہ سعدیہ کے پاس اونکے قبیلہ میں پرورش پاتے رہے حلیمہ سعدیہ نے اس شش سالہ رضاعت کی مدت میں یہ دستور قایم رکھا تھا کہ ہر چھ مہینہ کے بعد آپ کو ہمراہ لیکر مکہ میں آتی تھیں اور اسطرح وہ چار روز یا ہفتہ عشرہ۔ ماں۔ دادا۔ چچا اور تمام گھروالے اپنے اس گوہر یتیم۔ مرحوم عبد اللہ کی نشانی سے اپنے دیدہ و دل کو نورانی کرلیتے تھے۔ پھر حلیمہ آپ کو اپنے گھر لیجاتی تھیں۔

اس طریق سے رضاعت کے دو برس بخیر و خوبی تمام ہوئے تو حلیمہ سعدیہ حسب دستور آپ کو جناب آمنہ کے پاس مستقل

حاشیہ صفحہ دیگر تو ہمکو کامل یقین ہو جاتا ہے کہ جس محمدؐ اور احمدؐ کی بشارت عہد عتیق اور عہد جدید میں دیگئی ہے وہ وہی تھے جو عبد اللہ ع کے بیٹے اور آمنہ ع کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے۔ خطبیات مطبوعہ لاہور

عیسائیوں کو یہ بھی یاد رہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم ع کے نام کی نسبت بھی یہی حال پایا جاتا ہے ریان صاحب (MRRUE N) کی لائف آف کرائسٹ علیٰ صفحہ ۱۵ LIFE OF CHRIST میں لکھا ہے کہ عیسیٰ ع جو نام رکھا گیا لفظ یشوع کا تبدیل کیا ہوا ہے۔ یہ نہایت مروج نام تھا لیکن بعد کو اس نام میں اسرار اور نجات دہندہ امت کے معنی اشارے اپنی طرف سے لگا دیئے گئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ لفظ عیسیٰ کے معنی جو آج تمام دنیا کو بتلائے جاتے ہیں وہ حقیقتاً انکے نام رکھنے والوں کو بھی آپ کے نام رکھنے کے وقت معلوم نہیں تھے۔ المؤلف

طور پر پہونچا جانیکے لئے لے آئین۔ اتفاق سے اوندنون مکہ مین امراض وبائی کی کثرت تھی۔ جناب آمنہ رضہ نے درد مادری کی تقاضہ سے ایسے اضطرابی عالم اور ردّ ایت آب وہوا کے خاص موسم مین آنحضرت صلعم کو گھر رکھہ لینا کسیطرح مناسب نہین سمجھا اور حلیمہ سعدیہ سے صورت حال بیان فرماکر بچہ کو واپس لیجانے کا حکم دیا۔ رضاعی ماں کو بچہ کی محبت اصلی ماں سے کم نہین ہوتی حضرت حلیمہ بھی جناب آمنہ کا یہ عذر معقول سنکر اور تمام شہر کی اضطرابی حالت اپنی آنکھون سے دیکھکر از حد متاثر ہوئین ڈرین اور فوراً آنحضرت صلعم کو اپنے گھر واپس لائین۔

دو برس کے بعد پھر لاکر پہونچا گئین۔ عبد الباقی زرقانی۔ حلیمہ سعدیہ کے گھر مین آپ کی پرورش کے زمانہ کو اسی چار برسون کی مدت مین تمام کر دیتے ہین۔ لیکن ابن اسحاق اپنی سیرت مین چھہ برس کا زمانہ بتلاتے ہین اور شبلی صاحب ابن اسحاق ہی کے قول کو اپنا مختار بناتے ہین۔ جو صحیح نہین معلوم ہوتا۔ کیونکہ زرقانی نے تمام اختلافی اقوال کو جمع کرکے اِن الفاظ مین اونکے اختلاف کا آخر فیصلہ کر دیا ہے۔

الراجح انه صلعم رجع الی امّهٖ وهو ابن اربع سنة | قول راجح یہی ہے کہ آپ چار برس کے سن مین اپنی والدہ گرامیہ کے پاس واپس چلے آئے

زرقانی ص ۱۸۱۔ اسمین کوئی کلام نہین ہے کہ آپ نے بنو سعد کے قبیلہ مین اپنے پرورش پانیکے زمانہ کو ہمیشہ یاد رکھا اور اوس قبیلہ کو ہمیشہ اچھے الفاظ سے یاد فرمایا اور لسانی لسان بنی سعد بن بکر (میری زبان قبیلہ بنی سعد بنی بکر کی زبان ہے) ارشاد فرماکر اون کی اعلیٰ زباندانی کی بھی تصدیق فرمائی۔ یہ آپ کے خلق عظیم اور حفظ مراتب کا عین مقتضا تھا۔

حلیمہ سعدیہ کے ساتھ آیندہ محاسن سلوک

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت حلیمہ رضہ کے ساتھ مفرط درجہ کی محبت تھی یہ محبت والفت کچھہ رضاعی ماں ہی کے ساتھ محدود نہین تھی۔ بلکہ آپ اپنے تمام رضاعی بھائی بہنون کے ساتھ ہمیشہ الطاف واشفاق سے پیش آتے تھے یہ فطرت انسانی کے تقاضے بھی کہے جاتے سکتے ہین لیکن ہم زیادہ تر انکو آپ کے خلق عظیم اور لطف عمیم کے خاص محاسن قرار دیتے ہین۔ اسلئے کہ تاریخون سے ثابت ہو کہ تمام روسا اور شرفا دون کی ایسی ہی دودہ پلائیان کثرت سے تھین۔ مگر عربی مورخین جو سیکڑون برس قبل کے ہر قبیلہ اور عشیرہ کی ذرا ذرا حالات وواقعات یاد کرنیوالے ہین۔ اور لکھکر دنیا کو بتلانے والے۔ وہ بھی کسی تاریخ مین کسی شریف یا رئیس خاندان مکہ کے متعلق مرضعات کے ساتھہ ایسے اشفاق وتفقد احوال کے کوئی واقعات نہین بتلاتے ہین۔

ثوبیہ کے ساتھ جو اشفاق فرمائے گئے وہ اوپر لکھے جاچکے گئے اب ہم اپنے سلسلہ بیان مین حلیمہ سعدیہ رضہ کے ساتھ جو تکریم و تعظیم یا اشفاق والطاف دکھلائے گئے۔ اونکو ہم عربی ماخذون سے ذیل مین نقل کرتے ہین۔

استاذنت امرءة علی النبی صلعم قد کانت ارضعته فلمّا دخلت علیه قال اُمّی اُمّی وعمد الی ردائه فبسطه لها فقعدت الیه[1] طبقات ج ۱ ص ۷۱ | اوس عورت نے جس نے آپ کو دودہ پلایا تھا (حلیمہ رضہ) آپ سے ملنے کی اجازت مانگی۔ آپ نے اذن دیا۔ وہ جوہین آپ کے سامنے آئی۔ آپ میری ماں میری ماں کہکر دوڑ پڑے اور فوراً ردائے مبارک دوش مطہر سے اوتار کر بچھا دی اور اوسپر اوسکو بٹھلایا

[1] موذی زمانہ نے ابن خلق رسول صلعم سے کوئی بہی نہ لیا اور نہ اس لطف پیغمبری کو [illegible] خیر القرون کا زمانہ ابھی ختم نہین ہوا

سید مرحوم اپنے الفاظ میں اس واقعہ کو یون بیان کرتے ہین۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دودھ کے رشتہ کو خون کے رشتہ کے برابر سمجھتے تھے۔ اور حضرت حلیمہؓ سے نہایت محبت رکھتے تھے۔ اور اونکا ادب اور اونکی تعظیم ماں کی برابر کرتے تھے۔ ایک دفعہ آنحضرت صلعم نے اپنی ردائے مبارک جسکو مسلمان سر پر رکھنے اور آنکھون سے لگانے کی لائق سمجھتے ہین۔ حضرت حلیمہ کے لئے بچھادی اور وہ اوس پر بیٹھین۔ خطبات ص ۱۹۷ لاہور۔

اس واقعہ سے حلیمہ سعدیہ کی جتنی قدر و منزلت آپکو مد نظر تھی کماحقہ ظاہر ہوگئی۔ اشفاق و الطاف کے متعلق طبقات ابن سعد کا دوسرا واقعہ حسب ذیل ہے۔

قدمت حلیمة علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بمکة وقد تزوج خدیجة فشکت جدب البلاد وهلاك الماشیة فکلم رسول اللہ خدیجة فیها فاعطتها اربعین شاة وبعیرا موقعا للظعینة وانصرفت الی اهلها	حلیمہ ایّام مکہ مین جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین اوس زمانہ مین آئین جب آپ حضرت خدیجہ کبریٰ سے شادی کر چکے تھے حلیمہ نے قحط پڑجانے اور مویشیوں کے مرجانے کی شکایت خدمت مبارک مین عرض کی آپ نے انکی نسبت حضرت خدیجہ سے ذکر کیا اُس مخدومہ نے چالیس بکریان اور چالیس تیز رفتار اونٹ مع ہودج کے عطا کئے وہ ان کو لیکر اپنے اہل و عیال مین چلی گئین۔

اولاد حلیمہ سعدیہ کے ساتھ محاسن سلوک

یہ تو رضاعی ماں حلیمہ سعدیہ کے ساتھ اشفاق نبوی کی صورت حال دکھلائی گئی۔ اب رضاعی بھائی بہنون کے ساتھ اخلاق مصطفوی کی شان ملاحظہ ہو۔

تاریخ و سیر کا اتفاق ہے کہ آپ کے چار رضاعی بھائی بہن تھے یا یہ کہ حلیمہ کی چار اولادین تھین ایک بیٹا تین بیٹیان اُن کے نام یہ ہین۔ عبد اللہ [1]۔ انیسہ [2]۔ حذیفہ [3]۔ اور حذافہ [4]۔ جو زیادہ تر شیما کے نام سے تاریخون مین مرقوم ہے۔ طبقات ابن سعد سے عبداللہ اور شیما کا اسلام لانا تو ثابت ہوتا ہے۔ باقی اور دو کے حال پر پردہ ہے۔

حذافہ جو شیما کے نام سے زیادہ مشہور ہے۔ زمانہ رضاعت مین آپ کی کھلائی تھی اور ہمیشہ آپ کو گود مین لئے رہتی تھی زرقانی نے اسکے حالات کسیقدر تفصیل سے لکھے ہین اونکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شیما کو آنحضرت صلعم کے ساتھ خاص محبت تھی۔ اور خاص الفت آپ کے کھلانے کے وقت کا ایک گیت جو شیما کے متعلق زرقانی نے لکھا ہے۔ اوس سے بچپن ہی سے اسکی ذہانت اور حقیقت شناسی ظاہر ہوتی ہے۔ زرقانی کے الفاظ یہ ہین۔

الشیماء اخته من الرضاعة تحضنه وترقصه وتقول	شیما آپ کی رضاعی بہن تھی۔ آپ کو کھلاتی تھی گود مین لیکر جھلاتی تھی
هذا اخ لی لم یلده امی	یہ میرا وہ بھائی ہے جو میری ماں کا جنا ہوا نہیں

آنحضرت رسول صلعم کی اپنی نواسے حسین پر جو سختی ابن زیاد کے دربار میں ہوئی ... اگر کسی مسلمان کو اسوقت اپنے رسول کے اخلاق یاد ہوتے اور اشفاق اور انکی قومی اور ملکی حمیت نے اونکو اتنی توفیق دی کہ ان پر کیا گزری عصمت سرائے رسالت کیلئے اگر اسی روا کا بچھانا بھی خلاف شان سمجھتا تو ایک بوریا ڈالدیا ہوتا حالانکہ اس ناپاک مجلس مین زید بن ارقم اور انس بن مالک جو مشہور صحابی موجود تھے کیا خیر القرون تھے اور کیا خیر القرون والے تھے فاعتبروا یا اولی الابصار۔ ام نفحتی عنہ

ولیس من نسل ابی وعمّی	اور نہ میرے باپ اور چچا کی نسل سے ہے
زرقانی ۱۷۶ جلد اوّل	

ظاہر طور پر اس شعر کے مفہوم سے نفیٔ اخوت ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن حقیقت مین یہ نفی و انکار عین اثبات و اقرار ہے اگر غور کی نظر سے دیکھا جاوے تو اس بدوی لڑکی کا یہ شعر بطور خاص ایک پر لطف معمّا ثابت ہوتا ہے وہ اسطرح کہ اس نے بظاہر اون سب ذریعون سے انکار کر دیا ہی جن سے انسان کسی کا بھائی ہوتا ہے لیکن تاہم هذا اخ لی کہکر اوسکے بھائی ہونیکا دعویٰ بھی کرتی ہے۔ تو جب مان۔ باپ اور چچا کے ذریعہ اوسکے بھائی ہونے کی رشتہ بالکل منقطع ہوگئے تو اب اوسکی صحت دعویٰ کے لئے سوائے رشتہ رضاعت کے اور کون ذریعہ اوسکے بھائی ہونیکا باقی رہا۔ اور یہ ایسا ہی قوی ذریعہ اور صحیح دعویٰ اوسکے بھائی ہونیکا ہی جو منجانب اللہ شیما کو اسوقت سے لیکر قیامت تک حاصل ہے۔ یہی حقیقت حال ہے اور صورت واقعہ اس ذہین لڑکی کے شعر سے ایک امر خاص کی نفی بھی ظاہر ہوتی ہے اور اثبات بھی مگر نفی بالکل ظاہر ہے اور اثبات بڑی خوبی سے مخفی۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھلاتے وقت شیما کا ایک اور گیت زرقانی نے لکھا ہی وہ یہ ہے۔

یا ربّنا ابق اخی محمّدا	ہمارے پروردگار۔ ہمارے بھائی محمدؐ کو تو سلامت رکھ
حتے اراء بالغا وامردا	یہانتک کہ ہم اوسکو جوان اور بالغ دیکھہ لین
ثمّ اراه سیدا ومسوّدا	اور پھر اوسکو سید و سردار قوم پائین
واکبت اعادیه معا والحسّدا	اوسکے ساتھ دشمنی و حسد رکھنے والون کو ذلیل کر
واعطه عزّا یدوم ابدا	اور اوسکو ایسی عزت دی جو ابدالآباد تک قایم رہے

امام ازدی شیما کی ان دعائیہ اشعار کی نسبت لکھتے ہین کہ ما احسن ما اجاب اللہ دعاها بجمیع ما طلبت زرقانی ص ۱۷۶

(کس خوبی سے خداوند عالم نے شیما کی تمام دعاؤن کو جو اوس نے طلب کی تھین مستجاب فرمایا)

اِن واقعات سے محقق ہوتا ہے کہ تمام بھائی بہنون مین شیما کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک خاص محبت تھی شیما کے ساتھ زمانہ نبوت مین جو خاص الطاف و احسانات فرمائے گئے اونکو ہم تاریخ طبری کی عبارت ذیل سے نقل کرتے ہین

شیما کے ساتھ خاص الطاف

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰله وسلم قال لخیله	قبیلہ نبی سعد بن بکر پر چڑہائی والے دن جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے تمام مسلمانون کو حکم عام دیا کہ جب تم قبیلہ بنی سعد بن بکر پر غالب آؤ تو بجاد نیر اگر ہاتھ آجاوے تو اوسکو نہ جانے دو۔ اگرچہ اونکی احداث زیادتیان تم کو کیسے ہی بیان کیے گئے ہون جب مسلمانون کو اونپر فتح ہوئی تو مسلمانون نے
التی بعث ان قدرتم علی بجاد رجل من بنی سعد بن بکر فلا یفلتنکم وکان بجاد قد احدث حدثا فلما ظفر به	

المسلمون ساقوه واهله وساقوا اخته الشيماء بنت الحارث بن عبد الله بن عبد العزى اخت رسول الله صلعم من الرضاعة فعنفوا عليها في السياق معهم فقالت للمسلمين تعلمون والله اني لاخت صاحبكم من الرضاعة فلم يصدقوها حتى اتوا بها رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم لما انتهى بالشيماء الى رسول الله صلعم قالت يا رسول الله اني اختك قال وما علامة ذلك قالت عضة عضضتنيها في ظهري وانا متوركتك قال فعرف رسول الله صلعم العلامة فبسط لها رداءها ثم قال ههنا فاجلسها عليه وخيرها وقال لي ان احببت فعندي محببة مكرمة وان احببت امتعك وترجعي الى قومك قالت بل تمتعني وتردني الى قومي فمتعها رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وردها الى قومها فزعمت بنو سعد بن بكر انه اعطاها غلاما يقال له مكحول وجارية فزوج احدهما الاخر فلم يزل فيهم من نسلهما بقية

طبری جلد ۳ ص ۱۶۶۹ مطبوعہ جرمن

تمام اہل قبائل کو گرفتار کیا - ان مین شیماء بنت حارث بن عبد اللہ بن عبد العزی بھی تھین جو رسول اللہ صلعم کی رضاعی بہن ہوتی تھین وہ بھی گرفتار ہوئین انکے ساتھ کچھ لوگ سختی سے پیش آئے تو شیماء نے چلا کر کہا کہ مسلمانون تمکو کیا ہو گیا ہے مین تو تمہاری رسول صلعم کی رضاعی بہن ہون - مگر مسلمانون نے انکے کہنے پر اعتبار نہ کیا اور انکو تصدیق کیلئے رسول اللہ صلعم کی خدمت مین لیے آئے - یزید ابن عبید السعدی کا بیان ہے کہ جب شیماء آپ کے پاس لائی گئین تو اونھون نے آپ کے مونھہ پر کہا یا رسول اللہ صلعم مین آپ کی بہن ہون آپ نے ارشاد فرمایا اس قرابت کی علامت کیا ہے شیما نے جواب دیا کہ ایام طفولیت مین میں ایکبار آپ کو گود مین لیے کھلا رہی تھی آپ نے میرے پشت مین کاٹ کھایا تھا اُسکا نشان ابتک موجود ہے یہ سُنکر آپکو صورت واقعہ یاد آگئی اور آپنے فوراً انھین پہچان لیا پھر جلدی سے اپنی ردائے مبارک اونکے لئے زمین پر بچھا دی اور اونکو قریب بلا کر ارشاد فرمایا کہ اسپر بیٹھ جاو پھر اونکو بہت کچھ دیا اور ارشاد فرمایا کہ مجھکو تمہاری محبت و تکریم دل سے منظور ہے اگر تمہاری طبیعت چاہے تو میرے ساتھ رہو اور اگر تمہارا دل نہ چاہتا ہو تو مین تمکو تمہارے قوم و قبیلہ کے پاس واپس کر دون شیما نے عرض کی مجھے میرے قبیلہ مین بھیجدیا جاوے - آنحضرت صلعم نے اونکو بااکرام واحترام انکے قبیلہ کیطرف بھیجدیا - بنی سعد بن بکر مین بعضون کا یہ بیان ہے کہ آپ نے شیماء کو ایک غلام اور ایک لونڈی بھی دی تھی غلام کا نام مکحول تھا - اُنمین سے ایک کا بیاہ بھی آخر وقت مین ہو گیا تھا - مگر ان کی نسل مین سے کوئی باقی نہین بچا۔"

یہ تھے اُس رحمت عالم کے اشفاق رفیع اور اوس لطف مجسم کے اخلاق وسیع جس نے اپنی ایک رضاعی بہن کے ساتھ لطف و ایثار کے وہ رعایات و محاسن سلوک قایم کئے جس کی مثال مشکل سے ملتی ہے - رضاعی مان کے ساتھ جس تعظیم و تکریم سے پیش آئے اور جسقدر رعایت و عنایت سے سلوک ہوئے وہ اوپر بیان ہو چکا ہے - رضاعی بہن کے ساتھ جو رفق و مدارا اور اشفاق و اخلاق برتے گئے وہ بھی ابھی ابھی معلوم ہو چکے - اب ہم اپنے سلسلۂ بیان مین اخلاق نبویہ اور اشفاق مصطفویہ کی اوس وسعت و کثرت کو ذیل مین قلمبند کرتے ہین جو صرف حقوق رضاعت کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام قبیلہ ہوازن کے ساتھ قایم فرمائے تھے - ابن سعد طبقات مین لکھتے ہین -

تمام قبیلہ ہوازن کے قدوم وفد هوازن على رسول الله

مقام جعرانہ مین اموال غنیمت کی تقسیم کے بعد قوم ہوازن کی ایک وفد رسول اللہ صلعم

سانحہ صلائے عام | صلعم بالجعرانہ بعد ما قسم

الغنائم وفی الوفد عم النبی صلعم من الرضاعۃ ابو ثروان
وفی روایۃ الثانی قال والمتکلم ابو صرد زهیر ابن صرد
فقال یا رسول اللہ صلعم انا اصل وعشیرۃ وقد اصابنا
من البلاء ما لا یخفی علیک یا رسول اللہ انما فی هذہ
الحظائر عماتک وخالاتک وحواضنک اللاتی هن یکفلنک
ولو انا ملحنا للحارث ابن ابی شمر والنعمان ابن المنذر ثم
نزلنا بمثل الذی نزلت به رجونا عطفهما وعائدتهما
وانت خیر المکفولین ویقال انه قال یومئذ ٍ انما
فی هذہ الحظائر اخواتک وعماتک وخالاتک وبنات عمک
وبنات خالاتک وابعدهن قریب منک بابی انت وامی
انهن حضنک فی حجورهن وارضعنک بثدیهن و
توركنك على اوراكهن وانت خیر المکفولین فقال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم ان احسن الحدیث
اصدقه وعندی من ترون من المسلمین افابناءکم
ونساءکم احب الیکم ام اموالکم فقال یا رسول اللہ صلعم
خیرتنا بین احسابنا واموالنا وما کنا لنعدل بالاحساب
شیئا فرد علینا ابنائنا ونسائنا فقال النبی صلی اللہ
علیہ واٰلہ وسلم اما ما لی ولبنی عبد المطلب فهو لکم
واسئال لکم الناس فاذا صلیت بالناس الظهر فقولوا
استشفع برسول اللہ الی المسلمین وبالمسلمین الی رسول
اللہ صلعم فانی ساقول لکم ما لی ولبنی عبد المطلب فهو لکم
وساطلب لکم الی الناس فلما صلی رسول اللہ علیه
واٰلہ وسلم الظهر قاموا فتکلموا بالذی قال لهم رسول اللہ
صلعم فرد علیهم رسول اللہ صلعم ما کان له ولبنی عبد

کی خدمت میں حاضر ہوئی جس میں ابو ثروان جناب رسولؐ خدا کے رضاعی چچا بھی
تھے طبقات کی دوسری روایت میں ابن سعد لکھتے ہیں کہ اس وفد میں ابو صرد
زہیر ابن صرد نامی ایک شخص نے وفد کیطرف سے تقریر کی اور خدمت رسولؐ میں عرض
کی کہ ہم آپکے عزیز و قریب ہیں اور جس بلا و مصیبت میں گرفتار ہیں وہ آپسے مخفی نہیں ہیں
ان بھوس کے جھونپڑوں میں آپ کی عمائیں اور خالائیں ہیں اور آپ کی دائیاں
ہیں اور کھلائیاں یہ رہی بیچاریاں ہیں جنھوں نے آپ کو پالا ہے اور پرورش کیا ہے
اگر ہملوگوں نے حارث ابن ابی شمر اور نعمان ابن منذر دو عرب کے دو مشہور اور نامی سلاطین
کو دودہ پلایا ہوتا اور انکے زمانہ میں یہ بلا و مصیبت ہمپر نازل ہوئی ہوتی جو
آج ہمکو پیش آئی ہے تو ہمکو ان سے اکرام و الطاف کی توقع اور امید ہوتی
اور یہاں تو آپ بھی ہمارے بہترین کفالت کرنیوالے ہیں۔ اور بعض روایتوں میں ہے
یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابو ثروان نے اپنی اسی سلسلہ تقریر میں یہ بھی کہا کہ انھیں
جھونپڑوں میں آپکی رضاعی بہنیں ہیں۔ عمائیں ہیں خالائیں ہیں پھوپی زاد
بہنیں اور خالہ زاد بہنیں ہیں اور انکے تمام قریب دور کی رشتہ دار یاں
ہیں میری ماں باپ آپ پر فدا ہوں یہ وہی مصیبت کی ماریاں ہیں جنھوں نے
آپ کو اپنی گودیوں میں کھلایا ہے اور اپنی چھاتیوں سے دودہ پلایا ہے اپنے پہلوؤں میں
سلایا ہے اور ہر طرح سے آپ انکے لیے بہترین کفالت کرنے والے
ہیں۔ یہ سنکر رسول صلعم نے ارشاد فرمایا کہ تم نے جو کچھ بیان کیا وہ بالکل
صحیح اور فی الواقع ہے لیکن تمہارے معاملہ میں مجھے عام مسلمانوں سے
مشورت کی ضرورت ہے۔ اچھا یہ تو بتاؤ کہ تمہیں اپنی اولاد و عورتیں زیادہ
عزیز ہیں یا اموال و جائداد حاضرین وفد نے جواب دیا کہ جب ہمکو اہل و عیال
اور اسباب و اموال کے درمیان تمیز و تفریق کا اختیار دیا جاتا ہے تو ہم کسی طرح
سے اموال و جائداد یا کسی شئے کے مقابلہ میں اپنی نسوان و اولاد کو ترجیح
دینے سے باز نہیں رہ سکتے تو اس بناپر ہمارے لڑکے بالے ہمیں واپس دیے جائیں
یہ سنکر اور بہت متاثر ہوکر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اچھا تمہاری اموال میں ہمارا اور تمام
بنی عبد المطلب کا اسوقت تک از روی تقسیم حصہ قائم ہوچکا ہے وہ تمہارا ہوچکا
ہے اور میں تمہاری نسبت نماز ظہر کیوقت تمام مسلمانوں سے دریافت کرونگا اور کہدونگا

حلیمہ رض کے انعام خدمات رضاعت کی چار سالہ مدت رضاعت تمام ہوگئی اور حضرت حلیمہ رض جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو علیا مکرمہ جناب آمنہ سلام اللہ علیہا کی خدمت میں پہونچا گئیں حضرت آمنہ اپنے نونہال کو تندرست اور خوشحال پاکر حلیمہ سعدیہ رض کی خدمات سے جیسی کچھ خوش ہوئی ہونگی اوس کا اندازہ اسوقت بھی اس زمانہ کے والدین بآسانی کرسکتے ہیں۔ بنی ہاشم کا قبیلہ ہمیشہ سے فیاض تھا۔ انکا ایثار خدمت کے انتظار پر موقوف نہیں تھا۔ پھر ایسے گھر میں حلیمہ سعدیہ کی خدمت رضاعت کتنی وقعت اور عزت سے دیکھی گئی ہوگی تاریخ الخمیس میں ہے وجہز حلیمہ خیر الجہاز حلیمہ کا رخصتانہ انعام سب کے رخصتانہ انعام سے بڑھا ہوا تھا۔

حلیمہ سعدیہ رض کا اسلام ابن کثیر شامی لکھتے ہیں کہ حلیمہ قبل اعلان نبوت رحلت کر گئیں۔ مگر جمہور محدثین نے اُن سے اختلاف کیا ہے۔ ابن ابی خثیمہ نے اپنی تاریخ میں ابن جوزی نے حداء میں منذری نے مختصر سنن ابی داؤد میں اور ابن حجر نے اصابہ میں بالاتفاق تصریح کی ہے کہ ابن کثیر کی یہ تحقیق صحیح نہیں مغلطائی نے جو عرب کا قدیم مورخ ہے حلیمہ سعدیہ کے اسلام لانے کے متعلق ایک خاص رسالہ لکھا ہے جس کا نام التحفۃ الجسیمہ فی اسلام الحلیمہ رض ہے۔

ابن حجر اصابہ فی معرفۃ الصحابہ میں حلیمہ رض کے شوہر ابو ذویب حارث ابن عبد العزی کا اسلام لانا بھی ثابت کرتے ہیں اور اونکے ایمان لانے کے متعلق یہ واقعہ قلمبند فرماتے ہیں کہ اعلان نبوت کے زمانے میں حارث ابن عبد العزی جناب رسولخدا صلعم کے خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ کی اس دعوت کی نسبت عرب کے تمام اقوام و قبائل میں یہ کیا مشہور ہے۔ آپ نے اون سے مدعائے رسالت بیان کرکے ارشاد فرمایا کہ ایک دن آپ دیکھ لینگے کہ میں جو کچھ کہتا تھا وہ بالکل سچ نکلا۔ آپ کے انداز استقامت اور طرز متانت نے حارث کے دل پر حقیقت اسلام کا ایسا گہرا اثر کیا کہ وہ اپنے دل میں کہنے لگے کہ میں اوس دن کا انتظار ہی کیوں کروں۔ آج ہی اُسدن کا اقرار کرلوں۔ یہ کہکر اوسیوقت مسلمان ہوگئے۔

طفولیت میں ضبط اوقات اور پاک عادات مدبر قدرت نے فطرت صالحہ کے اعلیٰ جوہروں سے پیکر رسالت کو مرتب کیا تھا۔ زمان رضاعت اور دوران طفولیت سے پاکیزگی۔ طہارت۔ احتیاط۔ ضبط اوقات تہذیب اور حیا و عفت کے اعلیٰ اور لاجواب محاسن آپ کے عادات و طرز عمل سے پیدا و ہویدا ہوتے تھے۔ جو عموماً بچوں کے طبائع اور عادات اور روزمرہ کے مشاہدات سے بالکل مخالف تھے یہ خصوصیات تنہا آپ کی عادات ہی سے

حاشیہ صفحہ دیگر ہیں اور برحق رسول کے ایسے صاف اور پاک اعترافات کی موجودگی میں ایام طفولیت کے واقعات پر مثلاً مکہ کے چھوٹے چھوٹے لڑکوں کے ساتھ کھیل کود میں مصروف رہنا۔ مکان کی چھت سے پرندوں کو اوڑا دینا۔ رضاعی بہن کی پیٹھ میں کاٹ کھانا۔ سر ولیم کے اعتراض کیسے صحیح اور قابل التفات سمجھے جاسکتے ہیں جب یہ تمام حرکات و سکنات فطرت انسانی کے اصول اور بشریت کے معمول کے مطابق پائے جاتے ہیں جن کا مشاہدہ روزمرہ سی ثبوت بھی موجود ہی اور فاعل کا اعتراف بھی۔ ان واقعات سے نہ معجزات کے معنی لئے جاسکتے ہیں نہ خرق عادات کی تعلیم ہیوئی حقیقتاً ایسے لغو اور مہمل اعتراض پیش کرکے اسلام اور بانی اسلام کی توہین تو نہیں اپنی قابلیت اور جامعیت کی البتہ ہزنامی و رسوائی کرواد ی مؤلف عفی عنہ

متعلق نہین تھے بلکہ ضروریات روزمرہ مین بھی آپ کی احتیاط پابندی اوقات اور التزام پورےطور سے ظاہر ہوتا تھا۔ اوسیوقت سے۔ صبر سکون۔ تحمل۔ استغنا اور قناعت طبع ہمایون کے خاص جوہر معلوم ہوتے ہین۔

محدث شیرازی حلیمہ سعدیہ کی زبانی لکھتے ہین۔

حلیمہ رضؓ گوید کہ ہرگز وے درجامۂ خود بول و براز در جامۂ خود نکردی ہمچنانکہ عادت دیگر اطفال بود۔ روزمرہ۔ وقتے معین داشت کہ دران وقت بول و غائط کردی و بار دیگر تا ہمان وقت بدان احتیاج نداشتے و در روایتے از حلیمہ است کہ گفت ہرگاہ خواستمی کہ دہان مبارک ویرا از شیر پاک کنم یا شستہ وشو ہم ضرورت نمیدیدم و اگر عورت وے ظاہر شدے بغضب رفتی و فریاد کردے تا چادرمی پوشیدمی۔ و در روایتے آنست از حلیمہ رضؓ کہ گفت چون آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برفتار آمد کودکان را میدید کہ بازی میکردند از ایشان دوری می جست و ایشان را از بازی کردن منع می کرد و میگفت ما را برائے بازی کردن نیافریدہ اند۔ حلیمہ رضؓ گوید کہ گریہ بدخوئی و بدخلقی نداشت و بدست چپ ہیچ چیز را فرا نگرفتی۔ بدست راست بستدی۔ حلیمہ رضؓ گوید کہ روزے از روزہا با من گفت یا اماہ چون است کہ برادران مارا بروز نمی بینیم گفتم جانمن فدائے تو باد ایشان میروند کہ گوسفندان مرا بچرانند۔ بامداد می روند و شبانگاہ باز می آیند گفت مرا این جا تنہا می گذاری و با ایشان مرا نمیفرستی۔ کہ من نیز باید کہ کارے بکنم۔

روضۃ الاحباب جلد اول ص۔۹۰

حلیمہؓ کہتی ہین کہ اوسیوقت سے کہ آپکی پاکیزگی طبع کا یہ عالم تھا کہ کبھی آپ نے روزمرہ کے کپڑون مین عام بچون کیطرح رفع حاجت نفرمائی۔ وقت کی پابندی اور احتیاط کا اُسی زمانہ سے یہ حال تھا کہ رفع حوائج ضروریہ کیلئے وقت خاص مقرر تھا اسیوقت رفع حاجت فرمائی جاتی تھی اور پھر روز آیندہ کی وقت مقرر تک اوسکی ضرورت نہین ہوتی تھی۔ مجھکو رفتہ رفتہ روز کی مشاہدے سے اسکا پورا علم و تجربہ ہوگیا اور مین روزمرہ وقت مقررپر آپکی اُن ضروریات کو انجام دیدیا کرتی تھی۔ حیا و عفت کا بچپن ہی سے یہ عالم تھا کہ اگر میری غلطی اور غفلت سے اگر کسیوقت آپکا کشف ستر ہوگیا تو اوس حیائے مجسم اور ناموس الٰہی کے خاص محرم پر غیظ و غضب کا ایک خاص عالم طاری ہوجاتا تھا اور شرم و حیا کے دفور سے آپ فوراً رونے لگتے تھے۔ مین رونا سنکر دوڑ پڑتی تھی اور کپڑا اڑھا دیتی تھی یا اوڑھا دیتی تھی۔ عام بچون کیطرح رونا۔ دودھ کیلئے مچلنا مین نے رضاعت کے دو سالہ ایام مین کبھی نہ دیکھا۔ کبھی آپ نے کوئی چیز بائین ہاتھ سے نہین اٹھائی ہمیشہ سیدہے ہاتھ سے کام لیا۔ رشد و تمیز کا یہ عالم تھا کہ مجھکو ہمیشہ ارمان رہا کہ دودہ پلانے کے بعد عام بچون کی طرح آپکے دہان مبارک کو بھی رومال سے پاک کردیا کرون۔ کبھی اسکی مجھے ضرورت ہی نہین ہوئی۔ اس لئے کہ اس انداز و احتیاط سے دودہ پیا جاتا تھا کہ زیادتی مقدار کا کوئی اثر لب مطہر پر ظاہر نہین ہونے پاتا تھا۔ حلیمہ کا یہ بھی بیان ہے کہ جب آپ کو طاقت رفتار آگئی تو آپنے جب کبھی لڑکون کو باہر کھیلتے ہوئے دیکھ پایا۔ انسے بخلاف فطرت کنارے ہوگئے اونکو ہمیشہ کھیلنے کودنے سے منع فرماتے تھے اور ارشاد کرتے تھے کہ ہملوگون کو کھیلنے کے لئے نہین پیدا کیا گیا ہے حلیمہ رضؓ یہ بھی کہتی ہین کہ آپ نے ایک دن مجھسے استفسار فرمایا کہ ہمارے بھائیون کو آپ کہان روز بھیجدیا کرتی ہین

کیونکہ مین اونکو دن بھر گھر مین نہین دیکھتا ہون مین نے جواب دیا کہ میری جان آپ پر فدا ہو وہ گھر کی بھیڑین جنگل مین چرانے جایا کرتے ہین۔ ہر روز سویرے صبح کو گھر سے بھیڑین لیکر نکل جاتے ہین دن بھر جنگل مین بھیڑین چراتے ہین اور شام کے وقت ہر روز گھر چلے آتے ہین۔ یہ سنکر آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے بھی اونھین کے ساتھ آپ کیون نہین بھیجدیا کرتین مجھے بھی کچھہ کام کرنا چاہیئے۔

امّ ایمنؓ آپ کی مرضعہ (دودھ پلائی) تو تھی نہین لیکن محضنہ (کھلائی) ضرور تھین بیان کرتی ہین۔

ام ایمنؓ گوید کہ ہرگز ندیدم کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از گرسنگی و تشنگی شکایت کردے۔ چون بامداد شدے یک شربت آب زمزم بخوردے وتا شب ہیچ نطلبیدے وبسیار بود کہ طعام چاشت براو عرض می کردم واومی گفت مرا رغبت بطعام نیست۔ روضۃ الاحباب ص ۹۵

امّ ایمن کہتی ہین کہ مین نے کبھی آپ کو بھوک کی اور پیاس کی شکایت کرتے ہوئے نہین سُنا۔ ہر روز کا معمول تھا کہ مین آب زمزم کا شربت تیار کرکے دیدیتی تھی آپ پی لیتے تھے اور پھر شام تک کچھہ بھی نہ مانگتے تھے۔ اکثر مین طعام چاشت (ناشتہ) تیار کرکے حاضر کرتی تو ارشاد فرماتے کہ مجکو بھوک نہین۔

یہ صبر۔ استغنا قناعت اور زہد و توکل کا دیباچہ مشق وریاضت تھا۔

نبوت کی قوت ارتقا و نمو جوہر قدسیہ نے آپ کی قوت نامیہ مین اسقدر ارتقا پیدا کردیا تھا جو نبوت کی خصوصیت کو عام فطرت انسانی کی عمومیت سے بالکل علیحدہ ثابت کرتا ہے۔ زرقانی اپنی شرح مین اسکی مفصلہ ذیل کیفیت وحقیقت بیان کرتے ہین۔

انہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لما صار ابن شہرین کان یتزّ خلف الصبیان الی کل جانب وفی ثلاثۃ اشہر کان یقوم علی قدمیہ وفی اربعۃ کان یمسک الجدار ویمشی وفی خمسۃ حصل لہ القدرۃ علی المشی ولما تم لہ ستۃ اشہر کان یسرع فی المشی وفی سبعۃ اشہر کان یسعی ویغدو الی کل جانب ولما مضی لہ ثمانیۃ اشہر شرع یتکلم بکلام الفصیح وفی عشرۃ اشہر فی السہام مع الصبیان۔ زرقانی ج ۱ ص ۱۷۹

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو مہینے کے ہوئے تو بچون کے پیچھے ہر طرف گھٹنیون چلنے لگے جب تین مہینون کے ہوئے تو دونون پاؤن سے زمین پر کھڑے ہونے لگے۔ چار مہینون کے ہوئے تو دیوار پکڑ کر کھڑے ہونے لگے۔ پانچوین مہینہ آپ کو رفتار کی طاقت آگئی چھٹے مہینہ رفتار مین سرعت کی قوت پیدا ہوگئی۔ ساتوین مہینہ آپ اچھی طرح ہر طرف اپنے پاؤن سے چلنے پھرنے لگے اور جب کامل آٹھ مہینے کے ہوگئے تو آپ صفائی سے بولنے لگے اور دسوین مہینے مین آپ بچون کے ساتھ تیر اندازی کرنے لگے۔ زرقانی ج اول ص ۱۷۹

اقامت بنی سعد کے زمانہ کا یہ واقعہ طبقات ابن سعد مین مرقوم ہے۔

انہ کان یخرج ہو واخوہ فیلعب مع الغلمان فیبعثہما علیہ السلام ویاخذ بید اخیہ ویقول انا لم نخلق لھذا

جب آپکے رضاعی بھائی آپکو ہمراہ لیکر لڑکون کیساتھ کھیلنے کیلئے لیجاتے تھے اور کھیلنے لگتے تھے تو آپ اپنے رضاعی بھائی کا ہاتھ پکڑ لیتے تھے اور ارشاد

فرماتے تھے کہ ہم اسکے لئے نہیں پیدا کئے گئے ہیں۔

ابھی سے اپنے وجود ذیجود کی ضرورت کی اتنی کامل معرفت تھی۔ ایسا ہی حلیمہ سعدیہ سے یہ فرمانا کہ ہمیں بھی بھائیوں کیساتھ بھیجا کیجئے۔ کیونکہ ہمکو بھی کچھ کام کرنا چاہیئے۔ جیساکہ اوپر لکھا گیا ہے۔ آپ کی سعی و ریاضت کا مقدمہ تھا حسنت جمیع خصالہ۔ صلوٰۃ علیہ وآلہ۔

اوپر لکھا جا چکا ہے کہ بنی سعد کے قبیلہ میں آپ کے چار سالہ ایام طفولیت تمام ہو گئے گویا پانچویں برس کے آغاز میں آپنے اپنے خاص بیت الشرف کی طرف معاودت فرمائی۔ اور پھر چھ برس کے سن تک اپنی والدۂ گرامی قدر کے دامن عاطفت میں پرورش پاتے رہے مگر مصلحت ایزدی نے اس زمانۂ پرورش کو زیادہ دیرپا نہ رکھا۔ کل دو ہی برس کے بعد اسکی مدت تمام ہو گئی علیا المرتبہ جناب آمنہ سلام اللہ علیہا نے مدینہ منورہ سے معاودت فرماتے ہوئے مقام ابواء میں انتقال فرمایا۔ ابن ہشام اور ابن سعد نے اسکی تفصیل مفصلۂ ذیل عبارت میں لکھی ہے۔

انّ ام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امنۃ بنت وھب توفیت ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابن ست سنین بالابواء بین مکۃ والمدینۃ وکانت قد قدمت بہ علی اخوالہ من عدی بنی النجار تزیرہ ایاھم فماتت وھی راجعۃ بہ الی مکۃ	جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مادر گرامی شان حضرت آمنہ بنت وہب نے جب آنحضرت صلعم کا سن کل چھ برس کا تھا مقام ابواء رحلت فرمائی۔ یہ مقام مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے جناب آمنہ سلام اللہ علیہا اپنے ننہالی عزیزوں سے ملنے کیلئے مدینہ تشریف لے گئیں تھیں۔ وہاں سے رخصت ہو کر مراجعت فرماتے وقت انتقال فرما گئیں۔

ابن سعد نے ابن ہشام سے زیادہ تفصیل سے آپ کے واقعہ وفات کو لکھا ہے۔ انکی اصلی عبارت یہ ہے۔

ثم رجعت بہ امہ الی مکۃ فلما کانوا بالابواء توفیت امہ امنہ بنت وھب فقبرھا ھنالک فرجعت بہ ام ایمن علی البعیرین اللذین قدموا علیھما الی مکۃ وکانت تحضنہ مع امہ ثم بعد ان ماتت۔ طبقات	آنحضرت صلعم اپنی مادر گرامی کے ساتھ مکہ لوٹے جب مقام ابواء پر پہنچے تو آپ کے والدۂ ماجدہ جناب آمنہ بنت وہب نے انتقال کیا اور وہیں مدفون کر دی گئیں۔ ام ایمن آپ کو لیکر انہیں دونوں اونٹوں پر مکہ واپس آئیں۔ جن پر سوار ہو کر مکہ سے مدینہ گئی تھیں۔ ام ایمن حیات اور بعد وفات حضرت آمنہ کے بھی آنحضرت صلعم کی کھلائی رہیں۔

ان دونوں عربی مورخین نے حضرت آمنہ کے مدینہ جانے کی وجہ ننہالی اقربا سے ملاقات تبلائی ہے۔ مگر ہمارے ہندی محقق شبلی صاحب نے حضرت عبداللہ ع کی قبر مطہر کی زیارت کو اس سفر کا خاص مدعا بتلایا ہے۔ اسمیں کوئی کلام نہیں کہ دونوں توجیہیں قلبی تعلقات کا پورا پتا دیتی ہیں۔ مگر ہمارے شبلی صاحب کی توجیہ تعلق کی مخصوص اہمیت رکھتی ہے اسلئے ضرور ترجیح کی قابل ہے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمانہ نبوت میں اس سفر کا خود ذکر فرمایا ہے ابن سعد آپکے ارشاد کو مفصلۂ ذیل عبارت

عبارت مین لکھتے ہین -

فکان رسول اللہ صلعم یذکر امورا کانت فی مقامہ ذلک لما نظر الی اطم بنی عدی بن نجار عرفہ وقال کنت الاعب انیسہ جاریۃ من الانصار علی ھذا الاطم وکنت مع غلمان من اخوالی نطیر طائرا کان یقع علیہ ونظر الی الدار فقال ھھنا نزلت بی امی وفی ھذہ الدار قبر ابی عبد اللہ بن عبد المطلب واحسنت العوم فی بئر بنی عدی بن النجار -

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ون تمام باتون کا جو اس مقام پر پیش آئین ذکر فرماتے تھے - مدینہ مین تشریف آوری کے وقت آپ نے عدی بن النجار کی عمارات کو دیکھکر فوراً پہچان لیا اور ارشاد فرمایا کہ یہ وہی مقام ہے جہانپر مین انیسہ نامی انصار کی ایک لڑکی کے ساتھ کھیلا کرتا تھا اور یہی وہ مقام ہے جہان مین اپنے ننہالی قرابت والے لڑکون کے ساتھ مقیم تھا اور اون کے متعلق جیسا آپ نے ارشاد کیا تھا ویسا ہی ہوا - اور پھر اوس مکان کی طرف ارشاد فرمایا کہ یہی وہ گھر ہے جسمین مین اپنے مان کیساتھ ٹھیرا تھا اور اسی گھر مین میرے والد بزرگوار حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب کی قبر ہے اور مین نے بنی عدی بن النجار کے ایک مشہور تالاب مین تیرنا سیکھا تھا -

تاریخون سے مستفاد ہوتا ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی مادر گرامی قدر کے ساتھ مدینہ مین کل ایک مہینہ قیام فرما رہے تھے -

مان کی قبر کی زیارت

واقعات مندرجہ بالا کے ساتھ مشاہدات تاریخی یہ بھی تبلاتے ہین کہ آنحضرت صلعم کے نورانی دل مین اپنی والدہ گرامی شان کی ہمیشہ یاد زندہ تھی - اور اونکی مفارقت کے بعد اشفاق مادری کے آثار ویسی ہی تازہ تھی - ابن سعد طبقات مین لکھتے ہین -

فلما مر رسول اللہ صلعم فی عمرۃ الحدیبیۃ بالابواء قال ان اللہ قد اذن لمحمد فی زیارۃ قبر امہ فاتاہ رسول اللہ صلعم فاصلحہ وبکی عندہ وبکی المسلمون لبکاء رسول اللہ صلعم فقیل لہ فقال ادرکتنی رحمتہا فبکیت ص ۲۳

عمرہ حدیبیہ کے بعد جب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام ابوا پر پہونچے تو آپنے ارشاد فرمایا کہ مین اپنی والدہ گرامیقدر کی قبر کی زیارت کیلئے خدا کیطرف سے مجاز و ماذون کیا گیا ہون یہ فرما کر آپ اونکی قبر مطہر پر تشریف لیگئے اور اونکو نیکیون کے ساتھ یاد کیا - اور اشکبار ہوئے آپ کو روتا دیکھکر تمام اہل اسلام بھی رونے لگے - آپ سے سبب گریہ دریافت کیا گیا تو ارشاد فرمایا کہ مجھے اشفاق و مراحم یاد آگئے اور مین بے اختیار ہو کر رو پڑا -

حضرت عبد المطلبؑ کی کفالت

اس مین کس کو کلام ہو سکتا ہے کہ اتنے صغر سنی کے زمانہ مین مان سے مفارقت آنحضرت صلعم کیلیے سخت ترین مصیبت ثابت ہوئی ہوگی لیکن حضرت عبد المطلب کی شفقت و دردمندی نے اس ودیعت خداوندی کو فوراً اپنے کنارۂ عاطفت مین اٹھا لیا - اور کیونکر نہ اوٹھاتے جناب عبد المطلب اپنی جوانمرگ صاحبزادے عبد اللہ کے بعد اس دریتیم کو اونکا نعم البدل جانتے تھے اور جناب آمنہ کی حیات تک آپ کی پرورش و آرام

رسانی کی طرف سے آپ کو ایک گونہ اطمینان حاصل تھا۔ ہان۔ انکے انتقال کر جانیکے بعد باوجود اس کے کہ آپ کی عمر اسی برس کی ہو چکی تھی اعضاء و جوارح جواب دیچکے تھے متعدد جوان بیٹے اور انکے جوان بال بچے بھی موجود تھے۔ تمام گھر بھرا پڑا تھا ممکن تھا کہ پیرانہ سالی کے عذر معقول کے باعث سے حضرت عبدالمطلب یتیم عبداللہ روحی فداہ کی پرورش و پرداخت انکے کسی چچا سے متعلق کردیتے اور آپ آرام کرتے۔ مگر نہین۔ اس ضعف و نقاہت کے عالم مین بھی۔ آنحضرت صلعم کی تمام خدمات اپنے ذمہ لی گئین۔ جناب عبدالمطلب کو انکی پرورش و پرداخت مین بڑی آسانی اور سہولیت مادر حضرت حمزہؑ کی جہت خاص سے حاصل ہوئی۔ جو حضرت آمنہؑ کی اپنی چچازادی تھین۔ اور ان دونون خواتین با تمکین کی بیکوقت شادی ہوئی تھی۔ جیساکہ اوپر بیان ہوچکا ہے۔

ان تمام قرائن و ذرایع پر غور کرنیکے بعد یہ بھی ذہن نشین کرلینا چاہیے کہ پرورش و حفاظت جان رسولؐ کی ایسی مہتم بالشان خدمت ان تعلقات ظاہری سے زیادہ مشیت کے نظام حقیقی سے متعلق تھی۔

یہ مسلم ہے کہ حضرت عبدالمطلب کو حضرت عبداللہ سے بمقابلہ اور فرزندون کے مفرط درجہ کی محبت تھی کیونکہ اصغر اولاد تھے اور فطرت انسانی کے اعتبار سے باپ کے سب سے زیادہ محبوب تھے پھر ایسے محبوب ترین فرزند کا چشم و چراغ۔ ایسے پارہ جگر کا نام و نشان کیونکر تمام گھر سے زیادہ عزیز نہین ہوسکتا ہے۔ اور پھر وہ بھی بذاتہ الیسا کہ اوسکا دوسرا نعم البدل ممکن نہین۔ باپ ولادت سے پہلے اوٹھ چکا۔ مان بچکی تھی۔ وہ کل چھ برس کا چھوڑکر گذر گئی۔ حقیقتاً یہ مصائب ایسے تھے جو بیواسطہ اور غیر سرکاری اشخاص کو بھی ایسے یتیم۔ بے مان باپ کے بچہ کے ساتھ دلسوزی اور ہمدردی کی توجہ دلاتے ہین۔ نہ یہ کہ صرف اوس بزرگوار کو جو اپنی جان اور اپنے تمام خاندان سے اسکو زیادہ عزیز رکھتا ہو۔ ابن سعد نے اپنے ایک جملہ مین ان تمام مدعا کو تمام کردیا ہے وہ یہ ہے۔

فلمّا توفیت قبضہ الیہ جدہ عبد المطّلب وضمّہ ورق علیہ رقّۃ لم یرق علیہا علی ولدہ وکان یقرّبہ منہ و ید نیہ وید خل علیہ اذا اخلا واذا نام

جناب آمنہ نے وفات پائی۔ تو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پرورش و پرداخت کے تمام امور حضرت عبدالمطلب سے متعلق ہوئے اور حضرت عبدالمطلب نے اپنے محاسن اشفاق کے وہ مسالک آپ کے ساتھ اختیار فرمائے کہ جو اپنی کسی اولاد کے ساتھ بھی نہین ظاہر فرمائے تھے۔ تمام گھر کو مین اسوقت قریب ترین و عزیز ترین یہی تھے خلوت و جلوت مین آپ کو برابر ساتھ رکھا کرتے تھے اور آپ کے ساتھ سو یا کرتے تھے طبقات ص ۵۔

عرب کی یہ قدیم تہذیب تھی کہ وہ کسی بزرگ خاندان کے برابر تعظیماً کسی عام یا خاص مجلس مین نہین بیٹھتے تھے اس قدیم آداب معاشرت کے خلاف ورزی کے اظہار پر اوسکے عامل کو عام اس سے کہ وہ کسی پایہ یا پایہ کا کیون نہو نہایت حقارت و نفرت کی نگاہون سے دیکھتے تھے۔ اس قومی دستور و آداب کے وہ اسقدر پابند تھے کہ غیر ممیز اطفال تک کو بھی ان احکام کی جرات کرتے ہوئے دیکھکر چشم پوشی نہین کرتے تھے۔ بلکہ اسکو آداب مجلس اور طریقہ نشست و برخاست بتلادینے کی ضرورت سے فوراً متنبہ اور آگاہ کردیتے تھے۔ اون کا یہ قدیم دستور اونکا یہ قومی آداب اقطاع عالم مین کم و بیش

تمام قومون کی تہذیب و معاشرت مین آجتک داخل ہے۔

قدیم آئین تعظیم سے رسول خدا کا استثنا

جناب عبدالمطلب نے اپنے جگرگوشہ یتیم عبداللہ کو اس قیود سے بالکل مستثنی فرما دیا۔ ذیل کا واقعہ اس کا شاہد ہے۔ سیرت ابن ہشام مین ہے:

كان رسول الله صلعم مع جده عبد المطلب بن هاشم وكان يوضع لعبد المطلب فراش في ظل الكعبة فكان بنوه يجلسون حول فراشه ذلك حتى يخرج اليه لا يجلس عليه احد من بنيه اجلالاً له قال فكان رسول الله صلى الله عليه واله وسلم ياتي وهو غلام جفر حتى يجلس عليه فياخذه اعمامه ليوخروه عنه فيقول عبد المطلب اذا راى ذلك منهم دعوا ابني فوالله ان له لشانا ثم يجلسه معه عليه ويمسح ظهره بيده ويسره ما يراه يصنع ابن ہشام مطبوعہ مصر ص ۵۰

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے جد بزرگوار حضرت عبدالمطلب کی کفالت مین تھے۔ ایکبار ایک قومی مجلس کی ترتیب دیگئی تھی اور زیر کعبہ مشرفہ عبدالمطلب کیلئے جو اس زمانہ مین امیر اور متولی خانہ کعبہ تھے ایک فرش خاص بچھایا گیا تھا اور آپ کی تمام اولاد و فرزندان اپنے اعزازی مراتب و مناصب کے لحاظ سے اوس فرش کے دور مین چارون طرف بیٹھے تھے اور صدر مین حضرت عبدالمطلب کے لئے خاص جگہ چھوڑی تھی۔ اور اونکی ذاتی عظمت کے اعتبار سے آپ کے خاص فرزندون مین سے بھی کوئی صاحب اس مقام خاص پر بیٹھنے کی مجاز نہین تھے حسن اتفاق سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اسوقت تک کمسن بچے تھے تشریف لاتے ہی سیدھے اپنے جد بزرگوار کے مقام پر جا بیٹھے۔ آپکے چچاؤن نے اوٹھکر آپ کو تھام لیا اور بائین مین اپنے پاس بٹھلا لینا چاہا۔ اسی اثنا مین حضرت عبدالمطلب آگئے اور یہ کیفیت دیکھکر اپنے بیٹون سے کہنے لگے کہ میرے فرزند کو کیون روکتے ہو۔ چھوڑ دو۔ خدا کی قسم اسکے لئے ایک شان خاص ہے۔ یہ کہکر آپ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کو لیکر اپنے مقام پر بیٹھ گئے اور اونکی پشت مبارک پر اپنا دست شفقت پھیرنے لگے اور جو دلشکنی آپکی ہوئی تھی اوسکی نسبت تشفی و دلجوئی فرمائی۔

ظاہر مین تو اس واقعہ سے حضرت عبدالمطلب کے انتہائی اشفاق ظاہر ہوتے ہین۔ جو موجودہ سلسلہ بیان کا اصلی علت ہے مگر حقیقت مین یہ واقعہ نظام قدرت کی طرف سے مراتب رسالت کی معرفت کا مقدمہ ہے۔

دعای استسقا مین رسول ص کی شرکت

ہم اپنے موجودہ سلسلہ بیان مین جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے متعلق بالترتیب وتفصیل وہ تمام واقعات لکھین گے جو حضرت عبدالمطلب کے زمانہ حیات مین واقع ہوئے اسی سلسلہ مین دعائے استسقا کا بھی ایک واقعہ ہے جسمین جناب رسولخدا صلعم کی برکت شرکت معلوم ہوتی ہے۔ ہم اسکو ابن سعد کی عبارت سے ذیل مین لکھتے ہین۔

عن رقيقة بنت ابي صيفي بن هاشم بن عبد مناف قالت تتابعت على قريش سنون ذهبن بالاموال واشفين على الانفس قالت فسمعت قائلاً يقول في المنام يا معشر قريش ان هذا النبي المبعوث منكم وهذا ايان خروجه

رقیقہ بنت ابی صیفی بن ہاشم بن عبد مناف کا بیان ہے کہ ایکبار مکہ مین متواتر کئی برسون تک قحط پڑتا رہا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام لوگون کے مال و اسباب تلف ہو گئے اور بالآخر جانون کے جانیکی نوبت آئی۔ انھین ایام مین مین نے ایک شخص کو خواب مین کہتے سنا کہ اے قوم قریش نبی کا زمانہ تو پیدا ہو چکا اور اسکے ظہور کا وقت بھی قریب پہونچ گیا جسکی برکت سے تمہین فراغت و خوشحالی نصیب ہوگی

و به یاتیکم الحیا والخصب فانظروا رجلا منا وسطکم نسبا طوالا عظاما ابیض مقرون الحاجبین اهدب الا شفار جعدا سهل الخدین رقیق العرنین فلیخرج هو و جمیع ولده ولیخرج منکم من کل بطن رجل فتطهروا و تطیبوا ثم استلموا الرکن ثم ارقوا راس ابی قبیس ثم یتقدم هذا الرجل فیستسقی وتومنون فانکم ستسقون فاصبحت فقصت رویاها علیهم فنظروا فوجدوا هذه الصفة صفة عبد المطلب فاجتمعوا علیه وخرج من کل بطن منهم رجل ففعلوا ما امرتهم به ثم علوا علی ابو قبیس ومعهم النبی صلعم وهو غلام فتقدم عبد المطلب وقال لاهم هولاء عبیدك اماءك وبنات اماتك وقد نزل بنا ما تری وتتابعت علینا هذه السنون فذهبت بالظلف والخف و اشقت علی الانفس فاذهب عنا الجدب وائتنا بالحیاء والخصب فما برحوا حتی سالت الاودیه و رسول الله صلی الله علیه واله وسلم سقوا ص ۵۲

تم لوگ ایک ایسے آدمی کو تلاش کرو جو تم میں شریف النسل ہو اوسکے بدن کی ہڈیاں لمبی ہوں جسکی جلد بدن پر دہا ہی چشم کے پاس چمکدار ہو جسکے آگے سر کے بال کم ہو گئے ہوں۔ دونوں رخسار ہموار ہوں بھوین قریبًا جُٹی ہوں اور دونوں ابرو تک ناک باریک ہو ایسے آدمی سے کہو کہ اپنی تمام اولاد و احفاد کو ساتھ لیکر باہر نکلے اور تم میں سے بھی ہر قبیلہ اور ہر عشیرہ کا ایک ایک آدمی اوسکے ساتھ ہو پہلے تم لوگ غسل کرو پاک و پاکیزہ ہو خوشبو لگاؤ اور رکن کعبہ کا استیلام بجا لاؤ۔ اُسکے بعد کوہ ابو قبیس کی چوٹی پر چڑہ جاؤ اور اُس شخص کو اپنا پیشوا بناؤ اور اوس سے کہو کہ پانی برسنے کی دعا کرے یقین رکھو کہ اسی تدبیر سے تم لوگ ضرور سیراب ہو گے۔ رقیقہ کا بیان ہے کہ صبح کو اوٹھکر میں نے اپنا خواب بیان کیا سب نے ملکر اسپر غور کیا اور پھر تلاش و فکر کے بعد حضرت عبد المطلب کو ان صفات سے موصوف پایا تمام قبائل و عشائر کے لوگ آپکے پاس جمع ہوئے صورت حال عرض کی سب فورًا مستعد ہو گئے پھر تمام لوگوں نے ملکر مراسم و لوازم مذکورہ انجام دیے اور حضرت عبد المطلب کو اونکی تمام اولاد و احفاد کے ساتھ لیکر کوہ ابو قبیس کی سب سے اونچی چوٹی پر چڑہ گئے۔ اور انھیں بزرگوں کے ساتھ جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تھے اور آپ اوسوقت کمسن تھے۔ جماعت موجودہ کی اقتدا حضرت عبد المطلب نے کی اور دعائے استسقا ان الفاظ میں ادا فرمائی الٰہی یہ جماعت کی جماعت تیرے بندے ہیں اور تیرے بندوں کی عیال۔ تیری کنیزیں ہیں اور تیری کنیزوں کی اولاد۔ جو مصیبت ہم لوگوں پر پڑی وہ تجھ پر ظاہر ہے ہم لوگوں پر گذشتہ کئی برسوں سے آفت پر آفت ہے اور تباہی و پریشانی اور اب تو آنکی جانوں پر آبنی ہے۔ الٰہی اب اس مصیبت کو ہم سے اوٹھا لے اور ہمکو فراخی اور وسعت رزق عطا فرما۔ رقیقہ کا بیان ہے کہ قوم قریش کو کچھ نہیں نصیب ہوا تھا و تتیکہ اس تدبیر سے جماعت کی جماعت نے درگاہ رب العزت میں دعا نہیں کی اور جناب رسالتمآب صلعم کی برکت سے سب کے سب سیراب ہو گئے طبقات ابن سعد جلد ا ص ۵۲ مطبوعہ جرمن سنہ

اِس واقعہ سے جہان جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدوم میمنت لزوم کی برکت و سعادت ثابت ہوتی ہے

حاشیہ ۵ حضرت عبد المطلب کی کفالت پر عیسائیوں کا اعتراض۔ مولوی شبلی صاحب سیرۃ النبی جلد اول ص ۱۲۷ میں لکھتے ہیں عبد المطلب کا آنحضرت صلعم کو عزیز رکھنا ایک مسلم واقعہ ہے لیکن مارگولیس صاحب کو دادا کا پوتے پر مہربان ہونا بھی گوارا نہیں فرماتے ہیں یتیم لڑکے کی حالت کچھ اچھی نہ تھی اور آخر زندگی میں انکے چچا حمزہ نے نشہ کی حالت میں محمد کو طنزًا اپنے باپ کا غلام کہا تھا (مارگولیس لایف آف

وہان حضرت عبد المطلب کی ذاتی وجاہت وعظمت کا بھی اظہار کامل ہوتا ہے۔ آپکی اس وجاہت و اقتدار کا یہ مرتبہ فقط اس لیے تھا کہ آپ مکہ کے رئیس تھے اور قریش کے سردار بلکہ اس شہرت عامہ اور اعتبار و اختیار کے باعث آپ کی خاص اخلاقی ایثار و آثار تھے۔ جو آپ کی ذات ستودہ صفات کو ممدوح روزگار بنائے تھے۔

ابن سعد طبقات مین لکھتے ہین۔

حاشیہ صفحہ دیگر آف محمد ص ۴۵-۴۹) حضرت حمزہ ؑ کے جس قول سے استدلال کیا جاتا ہی مارگولیس خود تسلیم کرتے ہین نشہ کی حالت تھی۔ اسکی تفصیل جیسا کہ بخاری مین ہے یہ ہی کہ ایک دفعہ حضرت علی ؑ نے باربرداری کے لئے اونٹ خریدے اوس وقت تک شراب حرام نہین ہوئی تھی۔ حضرت حمزہ ؑ شراب مین مخمور اوسطرف سے گذرے اور اونٹ کا پیٹ پھاڑکر دل وجگر کا کباب بنایا۔ آنحضرت صلعم کو خبر ہوئی تو آپ حضرت حمزہ ؑ کے پاس آئے اور اونکو ملامت کی۔ حضرت حمزہ ؑ سخت مخمور تھے۔ اس حالت مین وہ الفاظ انکی زبان سے نکلے تھے۔ کیا اس حالت کا کوئی بیان شہادت مین پیش کیا جا سکتا ہے؟ سیرۃ النبی ج ۱ ص ۱۲۷

مارگولیس کا یہ اعتراض ابیطالب کی کفالت کی زمانہ سے تعلق رکھتا ہوا معلوم ہوتا ہے اس لیے عبد المطلب کے زمانہ مین شبلی صاحب کا اسکو مندرج فرمانا اور اس پر تنقید لکھنا قبل از وقت ہے اور ایک بیموقع تقدیم۔

مولوی شبلی صاحب کا اکثر مقامات پر یہ لکھنا کہ "ابھی تک شراب حرام نہین ہوئی تھی" یہ بتلاتا ہے کہ (نعوذ باللہ) اسلام میں شراب کسی وقت حلال بھی تھی۔ اگر تنزیل حرمت کے اعتبار پر یہ قیاس فرمایا جاتا ہے۔ تو اور بھی تعجب انگیز ہے کیونکہ قبل حرمت والی تمام آیات قرآنی اسکی ذم و قبح کو بتلا رہی ہین۔ یہ امت اسلام کی بداخلاقیاں ہین اور شامت اعمالیان کہ خدا کے بار بار برا بتلانے پر بھی وہ اُسے بُرا نہین جانتی اور پئے جاتی ہے۔ اخلاق آلہی نے تھوڑے دنون تک اسکے نیک و بد کی تمیز امت کے فیصلہ پر چھوڑ دی لیکن امت کے اخلاق ذمیمہ اونکے خلوص ایمانی اور اعضائے روحانی پر ایسے غالب آگئے تھے کہ وہ اسکو ترک نہ کرسکی تو بالآخر تعذیب آلہی کی تہدید کے ذریعہ سے یہ ناہنجار عادت چھڑوائی گئی۔ اگر امت رسولؐ کو اتباع کا دعوی تھا یا سیرت رسول کی تاکید وہ اپنے دینی اور دنیاوی مقاصد کے حصول کا ذریعہ سمجھتی تھی تو اوسکو اپنے رسولؐ برحق کی عادت پر نظر ڈالنی تھی اور یہی اس ناہنجار عادت کے ترک کیلئے کافی تھی لیکن اسکی توفیق ہی نہین ہوئی۔ اور تعذیب آلہی کی آسمان سے تہدید و تاکید بلوائی گئی۔ اس بنا پر تاخیر تنزیل کو کسی مدت تک جواز یا حلت خمر کا باعث سمجھنا سخت غلطی ہے خمر زنا۔ چوری۔ وغیرہ وغیرہ ہمیشہ سے اخلاقی اور روحانی جرم قرار دیے گئے ہین اور تمام شریعتہائے سابقہ مین یہ افعال ذمیمہ کبائر معاصی بتلائے گئے ہین۔ شراب شریعت اسلام مین از اول تا آخر وقت ویسی ہی حرام مطلق تھی جیسے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علی انبینا وآلہ علیہم السلام کی سابق شریعتون مین۔ فافہم فتدبر۔

ہم اس ناہنجار عادت کی حضرت حمزہ ؑ سے نسبت بھی اعتبار کے قابل نہین سمجھتے۔ کیونکہ حضرت عبد المطلب کے متعلق تمام حدیثون کی کتابون مین بالاتفاق لکھا ہے انہ حرم الخمر فی حیاتہ (آپنے اپنی عمر بھر شراب کو حرام کرلیا تھا) تو ہم مشکل سے اونکے صاحبزادے حضرت حمزہ ؑ کی بخلاف سیرت پدری اسکا یقین کر سکتے ہین خصوصاً ایسی حالت مین جب یہ واقعہ اون کے اسلام لانیکے

کان عبد المطلب احسن قریش وجها وامدّه جسما واحلمه حلما واجوده کفا وابعد الناس من کل موبقة تفسد الرجال ولم یره ملك قط الا اکرامه وشفعه وکان سید قریش حتی هلك فاتاه نفر من خزاعة فقالوا نحن قوم متجاورون فی الدار هلم فلنحالفك فاجابهم الی ذالك واقبل عبد المطلب فی سبعة نفر من بنی عبد المطلب والارقم ابن نضلة بن هاشم والضحاك وعمرو ابن صیفی بن هاشم ولم یحضرها بنی عبد شمس ولا نوفل فدخلوا دار الندوة فتحالفوا فیها علی التناصر والمواساة وکتبوا بینهم کتابا وعلقوه فی الکعبه ص ۱۵

حضرت عبدالمطلب باعتبار ذاتی وجاہت کی تمام قریش مین حسین ترین بزرگ تھے اور جسامت کے لحاظ سے سب سے زیادہ جسیم اور طویل حلم وتحمل مین سب سے بڑھکر حلیم۔ جود وسخاوت مین سب سے زیادہ سخی وکریم۔ فتنہ وفساد کی موقع پر سب سے دور رہنے والے۔ جو دیکھتا تھا وہ آپکی تعظیم وتکریم کرتا تھا اور آپکی ہدایتون کو بجا لاتا تھا اور سلاطین معاصرین مین قبیلہ قریش کی امارت تادام الحیات آپ سے متعلق رہی۔ ایکبار بنی خزاعہ کے لوگ آپکی خدمت مین آکر کہنے لگے کہ ہم لوگ آپ کے ہمسایہ مین اسوقت التماس کی ساتھ حاضر ہوئے ہین کہ آپ ہم لوگون کو اپنا حلیف بنا کر اپنی پناہ مین لے لیجئے آپنے فوراً اون لوگون کی استدعا کو قبول کر لیا اور بنی عبدالمطلب مین سے سات آدمیونکو لیکر اور ارقم بن نضلہ بن ہاشم اور ضحاک وعمر پسران ابی صیفی بن ہاشم کو بھی ان مین شامل کرکے دار الندوہ مین تشریف لائے اس معاہدہ مین بنی عبد الشمس (امیہ) اور بنی نوفل مین سے کوئی فرد داخل شریک نہ ہوا۔ دار الندوہ مین جانبین سے مواسات وحمایت کی باہمی معاہدے لکھے گئے اور دستور قدیم کے مطابق کعبہ مین آویزان کردیے گئے

بنی ہاشم کے یہ وہ حقیقی معارف ہین جو قدیم سے انکے اخلاقی اعزاز وامتیاز کی خصوصیات مین داخل ہین اور یہ وہی مفاخر ہین اور اصلی مفاخر مشارکت جو تمام قریش کیا تمام قبائل عرب پر انکی تفضیل وترجیح کے سچے معیار ثابت ہوتے ہین اور یہ تمام صفات ومحاسن جس طرح قصی کو اپنے وقت مین ہاشم کو اپنی زمانہ مین حاصل تھے اوسیطرح عبدالمطلب کو اپنے عہد مین قدرت کی طرف سے بدرجہ اولی حاصل تھے۔ بدرجہ اولی اسلئے کہ ان تمام محاسن وصفات سے آراستہ وپیراستہ بزرگوار کے متعلق شہنشاہ رسالت کی کفالت وتمم نبوت کی حفاظت بھی سپرد ہونیوالی تھی۔

حاشیہ صفحہ دیگر قبل کا بھی نہین بتلایا جاتا۔ بلکہ مشرف باسلام ہو جانیکی بعد کا اور پہران الفاظ اضافی کے ساتھ کہ رسول اللہ صلعم اس واقعہ کی خبر پاکر بالنفس النفیس اونکی تادیب کیلئے تشریف لیجاتے ہین اور اونکی دونون آنکھون کے سامنے کھڑے ہو کر اونکو ملامت کرتے ہین مگر حمزہ ع پر تو باللہ کچھ اثر نہین ہوتا وہ کچھ نہین سنتے اول فول بکتے چلے جاتے ہین۔ مخالفین اسلام تعجب سے کہین گے کہ یہ وہی رسول ہے جسکی ایک نگاہ سرسری نے فوراً اس واقعہ کے بعد ہی حضرت عمر کے غیر متحمل غصہ کو ایسا ٹھنڈا کردیا کہ اون سے فوراً قدم رسالت پر سر جھکا دیا اور اسلام لے آنے کے سوا اور کچھ بن نہ آیا لیکن حمزہ ع کے مقابلہ مین نہ رسول ع کی روحانی آثار کارگر ہوئی نہ ذاتی اور صفاتی آقتدار قبا عبیر قبایا اولی الابصار

ہم ان تمام اقسام کے افسانون کو خاندان رسالت کی عادات ومعاشرت کے قطعی خلاف سمجھتے ہین خصوصاً حضرت حمزہ وغیرہم ممدوحین بنی ہاشم کے متعلق ان لغویات کو تو قطعی ممنوع وموضوع یقین کرتے ہین یہ بخاری صاحب کی رکاکت طبعی ہے جو ان لغویات کو مندرج کرکے مصداق کی اہانت کی تو ایک طرف بنیاد قایم کرتے ہین اور دوسری طرف مخالفین اسلام کو اہانت اسلام اور حقارت حضرت خیر الانام علیہ السلام پر آمادہ اور تیار فرماتے ہین الحمد عفی عنہ

وفات حضرت عبد المطلبؑ

ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ اس کفالت وحفاظت کا زمانہ کل چار ہی برسوں میں تمام ہو گیا۔ حضرت عبد المطلبؑ بوڑھے تو ہو ہی چکے تھے شیخوخیت سے گذر کر کہولیت کا وقت آ ہی گیا تھا۔ بیاسی برس کی عمر ہو چکی تھی بیمار پڑے ضعیف تو تھے ہی ضعف اور علالت دونوں ملکر مرض الموت بن گئے۔ وفات کا وقت قریب ہوا تو باوجودیکہ تمام عرب میں کثیر الاولاد مشہور تھے ابن سعد لکھتے ہیں فلم یکن فی العرب بنو ابٌ مثل عبد المطلب۔ عرب میں عبد المطلب کے ایسے کسی باپ کی اولادیں نہیں تھیں۔ اس لئے محض تعلقات قلبی کی بنا پر ایسے بڑے خاندان کے بزرگ کی آنکھوں کے سامنے اوسکے بستر مرگ پر اپنی اولاد واحفاد میں سے ایک ایک کی صورت موجود رہنی چاہئے لیکن ان فطرتی جذبات کے برخلاف وہ بزرگ خاندان اپنی آٹھ کی آٹھ اولادیں سے نہ کسی فرد واحد کو بلاتا ہے نہ یاد کرتا ہے اور نہ اونکے متعلق کوئی وصیت فرماتا ہے ہاں ایک ہشت سالہ بچہ کی یاد و تعلقات اوسکو ایسا بیچین اور مضطرب الحال کئے ہیں کہ وہ جو کچھ کہتا ہے یا وصیت کرتا ہے وہ صرف اسی کے لئے اور کسی کے لئے بھی نہیں۔ اسطرح کہ اپنے قائم مقام اور اپنے وارث ووصی کو اپنے پاس بلاتا ہے اور اپنے شرعی وصیت کے الفاظ میں اوس بچے کی کفالت۔ حفاظت حمایت اور اعانت کے لئے اپنے بعد اوسکو ذمہ دار بناتا ہے۔

طبری۔ ابن سعد اور ابن ہشام کے متفقہ مختار سے ذیل میں مندرجہ بالا مضامین کی حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے۔

فتوفی عبد المطلب بعد الفیل بثمانی سنین وکان عبد المطلب یوصی برسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ وسلم عمه اباطالب وذالک لان اباطالب وعبد اللہ ابا رسول اللہ صلعم کانا لام فکان اباطالب هو الذی یلی امر رسول اللہ بعد جدہ وکان یکون معه۔

طبری جلد اول ص ۱۱۲۳ مجرمن

واقعۂ فیل سے آٹھ برس بعد حضرت عبد المطلب انتقال فرما گئے۔ اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق حضرت ابیطالب کو وصیت فرما گئے کیونکہ حضرت ابیطالب اور حضرت عبد اللہ ماں جائے بھائی تھے اس خصوصیت کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولایت کا منصب حضرت ابیطالبؑ کو تفویض ہوا اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ ابیطالبؑ کے ہمراہ رہے۔ طبری جلد اول ص ۱۱۲۳ جرمن۔

ان مشاہد تاریخی سے حضرت عبد المطلب کے اون دلی جذبات اور قلبی تعلقات کے تمام حالات کا پورا انکشاف ہو جاتا ہے اور اسی کے ساتھ رسول اللہ صلعم کے منصب ولایت وحفاظت کی مخصوص اہمیت بھی ظاہر ہو جاتی ہے اس عہدہ جلیل اور منصب عظیم کیلئے حضرت ابیطالب کی تخصیص کی ظاہری توجیہہ تو مذکورہ بالا تاریخی اسناد سے معلوم ہو چکی۔ مگر غور وتلاش کے بعد یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عبد المطلب نے اس ودیعت الٰہی کی ولایت کی تجویز وتفویض میں صرف ابیطالب اور عبد اللہ کی صلبی اور بطنی یکجہتی ہونے پر اعتبار نہیں کیا ہے بلکہ حکم الٰہی کا انتظار اور استفسار فرمالیا ہے چنانچہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں لکھتے ہیں۔

اقترع ابیطالب بینهما فخرجت القرعة لابی طالب۔ عبد المطلب نے دونوں کے درمیان قرعہ ڈالا۔ تو قرعہ ابیطالب ہی کے نام نکلا۔ زرقانی ص ۲۴۸ ۱؎

۱؎ زبیر کی تجویز ولایت اور قرعہ کا خود غرضانہ اضافہ ہے جو منصب ابیطالب کے استحقاق

حضرت عبدالمطلب کے انتقال پر آنحضرت کا حزن و ملال

حضرت عبدالمطلب نے جیسا بیان ہو چکا ہے - مکہ مین وفات پائی اور مقام حجون مین مدفون ہوئے - سن وفات ۸ عام الفیل مطابق ۵۷۸ء ہے

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے جد بزرگوار کی مفارقت کا بیحد ملال ہوا - ام ایمن کی اسناد سے ابن سعد نے لکھا ہے بانہ رسول اللہ صلعم یومئذ یبکی خلف سریر عبد المطلب - مین نے دیکھا رسول صلعم اوس دن عبدالمطلب کے جنازہ کے پیچھے پیچھے روتے جاتے تھے۔

حضرت ابیطالبؑ اور رسول اللہ صلعم کی کفالت

حضرت عبدالمطلب کے روز وفات سے حضرت ابیطالب کی کفالت کا زمانہ شروع ہوتا ہے - اسمین کسکو کلام ہو سکتا ہی کہ حضرت ابیطالب اپنے پدر بزرگوار حضرت عبدالمطلب کے وصی تھے - جانشین تھے اور قائم مقام - اس لئے تمام خاندانی اور قومی اعزاز و امتیاز جو عبدالمطلب کو حاصل تھے وہ وراثتاً اونکو تفویض ہوئے اور انھین ظاہری بشارت و محارف کے ساتھ کفالت و حفاظت رسول صلعم کے روحانی مفاخر بھی انھین کی سعادت اور خوش نصیبی کا حصہ ٹھیرے - حالانکہ حارث سے لیکر عباس و حمزہ تک حضرت عبدالمطلب کے متعدد بیٹے تھے - جن مین اکثر ان سے سن مین بڑے تھے - اور گھر مین موجود تھے مگر عبدالمطلب کو قدرت کی طرف سے انھین کے انتخاب کا اشارہ ہوا - اگر حقیقت کی نظر سے دیکھا جائے کہ یہ انتخاب ایسا لاجواب ہوا کہ تمام قریش کیا تمام عرب مین اسکی مثال مشکل سے ملتی ہے -

جناب ابی طالب کی کفالت کا زمانہ آپ کے استقلال، پاداری ہمت - صبر اور استقامت کی آماجگاہ تھا - زمانہ کی ناسازگاری - قوم کی مخالفت دشمنون کی یورش - اپنی کثیر العیالی اور تنگ حالی ہر وقت دامنگیر رہتی تھی - مگر ان تمام تعلقات و ترددات سے قطع نظر کر کے - جگر گوشہ عبدالمطلب - یتیم عبداللہ کی حفاظت و حمایت کے خیال ہر وقت دل سے لگے رہتے اور کسی نکر نہ لگے رہتے گھر بھر مین خدا کی ودیعت تھا تو یہی تھا - باپ کی وصیت تھا تو یہی تھا اور اپنے ماں جائے بھائی کی نشانی اور رہتی ہوئی صورت تھا تو یہی تھا -

بقیہ حاشیہ صفحہ دیگر واستیصال کے لیے آمادہ اور تیار ہین سوائے ان حضرات کے نہ کسی عربی تاریخ مین اس کا ذکر ہے - اور نہ کسی عربی سیرت مین - زرقانی نے شرح مواہب لدنیہ قسطلانی مین صرف اس قیاس کی بنا پر بعض تاریخون مین زبیر کو بھی عبداللہ و ابیطالب کا ماں جایا لکھا ہے - کفالت و ولایت کو بھی ضم کر دیا ہے - حالانکہ جس خلاف قیاس اور مخالف واقع دعوی کا ذکر کیا ہے اوسکی اوسی کتاب مین پھر تردید و تکذیب کر دی ہے اونکو سمجھ لینا چاہیئے کہ ایسے قیاسی اور محض بے بنیاد دعوی کے اظہار کی ضرورت ہی کیا تھی - یہ زرقانی کی محض نادانی ہے - چنانچہ ہم اسکی نسبت خود اونھین کی تحریر ذیل مین لکھتے ہین -

فلا یرد ان الزبیر شقیقه ایضا وقد قیل شارکه فی کفالته وخص ابیطالب بذکره لامتداد حیاته - فان الزبیر لم یدرک الاسلام وقیل اقرع عبد المطلب بینهما فخرجت القرعة لابی طالب وفی اسد الغابة للحافظ عز الدین ابن الاثیر کفله ابی طالب لانه شقیق ابیه وکذالک الزبیر لکن کفله ابی طالب لما

انکی خصوصیات کے مقابلہ مین آنحضرت صلعم کو اپنی تمام اولاد پر کیونکر ترجیح نہ دیتے۔ انھین روحانی تعلقات اور قلبی جذبات نے انکے دل پر سوائے یتیم عبداللہ کے اپنی کسی صلبی اولاد کی محبت والفت کے نقش نہ جمنے دئے۔ اور حقیقت مین ایسی ہمت واستقلال و استحکام خلوص اور محبت پر جو بزرگوار نازہ ہوگا وہی ودیعت الہی کی حفاظت و حمایت کا خاص محافظ اور تنہا ذمہ دار بن سکتا ہے۔ اور یہی صفات کما لیتہ حضرت ابیطالب کی ذات مین مخصوص طور پر ثابت ہوتے ہین جو مدبرین قدرت کی بارگاہ مین انکے منتخب کیے جانیکے باعث ہوئے۔ جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانۂ کفالت کا ایک ایک واقعہ حضرت ابیطالب کے عدیم المثال اور بینظیر ہمت واستقامت کا کامل دفتر ہے۔ جو ڈیڑہ ہزار برس کی مدت مدید کے بعد بھی آج تک عرب کے کارنامون مین ویسے ہی زندہ اور محفوظ ہی۔ اور ابدالآباد تک قایم رہیگا۔ ذیل کے تاریخی مشاہدات جنکو ہم نے زمانۂ وقوع کی ترتیب سے اپنے سلسلۂ بیان مین لکھا ہے ان واقعات کا پورا انکشاف کرتے ہین۔ ابن سعد طبقات مین رقمطراز ہین۔

محبت رسول اللہ صلعم ابی طالب کے دل مین

کان ابیطالب یحبّہ شدیدا لایحبّہ ولدہ وکان لاینام الا الی جنبہ ویخرج فیخرج معہ وصبّ بہ ابی طالب صبابۃ یصبّ بہا بشیٔ قطّ ج ا ص ۷۵

ابیطالب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایسی شدید محبت تھی۔ کہ ویسی اپنے کسی خاص بیٹے سے کبھی نہین تھی راتون کو ہمیشہ اپنے پہلو مین لیکر سلایا کرتے تھے۔ اور جہان کہین باہر جاتے آپ کو اپنی ہمراہ لیکر جاتے۔ اور جس چیز سے آپ کو رنج ہوتا۔ اوس سے ابیطالب کو بھی ضرور رنج پہونچا کرتا تھا۔

حقیقتاً ابیطالبؑ کو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایسا تعلق اور تعشق تھا کہ ویسا دنیا مین کسی کے ساتھ نہین تھا۔ اس ودیعت الہی کے ساتھ غایت درجہ کی محبت والفت کے شامل خلوص وعقیدت کا اقرار واظہار بھی کیا جاتا تھا۔ ابن سعد لکھتے ہین۔

ابیطالب اور رسولؐ کی عقیدت

وکان یخصّہ بالطعام وکان اذا اکل عیال ابی طالب جمیعا اوفرادی لم یشبعوا واذا اکل معھم رسول اللہ صلعم شبعوا فکان اذا اراد ان یُغذیھم قال کما انتم حتّی یحضر ابنی فیاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فیاکل معھم فکانوا یفضلون من طعامھم وان لم یکن معھم لم یشبعوا فیقول ابی طالب

آنحضرت صلعم کے کھانے اور کھلانے کا خاص طور پر انتظام مدنظر کیا جاتا تھا اور یہ امر تجربتاً پایا جاتا تھا کہ ابیطالب کے بچے۔ عام اس سے کہ مجتمع ہوکر یا منفرد ہوکر کھاتے۔ آسودہ نہین ہوتے تھے۔ اور جب آنحضرتؐ کے ساتھ کھاتے تھے تو سیر ہو جاتے تھے۔ اسلیے جناب ابیطالب نے یہ انتظام فرمایا تھا کہ جب بچے کھانا کھانے کیلیے بیٹھتے تو آپ ان سے فرماتے کہ ٹھہرو جبتک میرا فرزند (آنحضرت صلعم) نہ آلے۔ کوئی کھانا نہ کھائے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آلیتے تھے تو بچے ملکر سب کھانا کھایا کرتے تھے۔ اور ابیطالب اپنے بچون سے اظہار کیا کرتے تھے کہ

بقیہ صفحہ دیگر بوصیّۃ عبد المطّلب واما انّ الزبیر کفلہ حتی مات ثم کفلہ ابی طالب وھذا اغلط لانّ الزبیر شھد حلف الفضول وللمصطفیٰ ؐ نیف وعشرون سنہ واجمع العلماء علی انہ شخص مع ابی طالب الی الشام بعد موت عبد المطلب

انک مبارک وکان الصبیان یصبحون رمصا شعثا ویصبح رسول اللہ دھینا کحیلا ۷۶

آنحضرت صلعم کے ساتھ کھانے سے تمہارے کھانوں میں برکت ہوا کرتی ہے نہیں تو تم سب کے سب بھوکے رہجاؤ اور کبھی نہ آسودہ ہو

اگر کسی دن اتفاقاً آنحضرت صلعم ساتھ نہ ہوتے تھے تو حقیقتاً بچے آسودہ نہیں ہوتے تھے۔ عام طور سے صبح کو بچے سو کر اوٹھتی تو پریشان دل اور آلودہ چشم اوٹھتے لیکن بخلاف انکے آنحضرت صلعم صاف ستھرے اور سرور الحال اوٹھا کرتے تھے۔

اس واقعہ سے ثابت ہو گیا کہ حضرت ابیطالب کے دل میں اپنے فرزند عزیز کیطرف صرف محبت ُمربیانہ ہی نہیں تھی بلکہ عقیدت مخلصانہ بھی تھی اور عظمت عقیدتمندانہ بھی اور یہ انکی معرفت رسالت کا بین ثبوت ہے۔

عظمت رسول اللہ صلعم ہم اوپر لکھہ آئے ہیں کہ حضرت ابیطالب اپنے والد بزرگوار حضرت عبد المطلب کے وصی تھے اور قایمقام۔ اسی خصوصیت کی بناپر آنحضرت صلعم کی کفالت و حفاظت میں انکے بھی وہی طرز عمل ثابت ہوتے ہیں جو حضرت عبد المطلب کے متعلق پائے جاتے ہیں طبقات ابن سعد کے مفصلہ ذیل واقعات ہمارے بیان کے شاہد ہیں

کان ابو طالب تلقی لہ وسادۃ یقعد علیہا فجآء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وھو غلام فقعد علیہا فقال ابی طالب والٰہ ربیعۃ ان ابن اخی لیحش بنعیم ص ۷۶

جناب ابی طالب کے بیٹھنے کے لیے ایکبار (دار الندوہ میں) فرش بچھایا گیا تھا اس اثنا میں جناب رسالتمآب صلعم جو اوسوقت تک کمسن تھے تشریف لائے۔ اور اپنے چچا کے مقام پر بیٹھ گئے اتنے میں ابیطالب آ گئے اور آنحضرت صلعم کو اپنی جگہ پر بیٹھا ہوا دیکھکر کہنے لگے کہ ربیعہ کے خدا کی قسم۔ میرے بھتیجے کے لیے ایک نعمت خاص کی نسبت ہے۔

یہ واقعہ بالکل ویسا ہی ہے جیسا کہ ہم حضرت عبد المطلب کے احوال میں لکھہ آئے ہیں۔ اور اس سے یہ امر کما حقہ ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح حضرت عبد المطلب نے آنحضرت صلعم کی اس شان عمل کو آپ کی علو مرتبت کا مقدمہ سمجھا تھا اور اوس کا اعلان و اعتراف فرمایا تھا اوسی طرح حضرت ابی طالب نے آپ کی روحانی عظمت و جلالت کی تصدیق و توثیق فرمائی اوسی کے ایسا یہ واقعہ ہے۔ زرقانی۔ شرح مواہب لدنیہ میں لکھتے ہیں

با قل من خمس ستین۔ فھذا یدل علی ان ابی طالب ھو الذی کفلہ زرقانی ص ۲۲۰ ج ۱۔ زبیر کا شفیق عبد اللہ ہونا خلاف نہیں ہو سکتا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ زبیر کفالت ہوگوں میں ابیطالب کے شریک تھے مگر اس کیلئے حضرت ابیطالب خصوصیت کے ساتھ ذکر کئے گئے ہیں اسوجہ کہ حضرت ابیطالب زیادہ دنوں تک زندہ رہے اور زبیر قبل اسلام زندہ رہے اور یہ بھی ایک قول ہے کہ عبد المطلب نے اس امر میں قرعہ انداز کی مگر قرعہ ابیطالب ہی کے نام نکلا اور اسد الغابہ میں حافظ عز الدین ابن الاثیر لکھتے ہیں کہ ابیطالب نے آنحضرت صلعم کی پرورش کی کیونکہ وہ عبد اللہ کے ماں جائے بھائی تھے اور ایسے ہی زبیر بھی مگر کفالت ابیطالب ہی نے کی اسکی وجہ عبد المطلب کی خاص وصیت تھی اب رہا یہ قول کہ زبیر اپنی حیات تک کفیل رہے جب وہ مر گئے تو ابیطالب نے کفالت کی بالکل غلط ہے کیونکہ زبیر حلف الفضول تک زندہ تھے اور آنحضرت صلعم اوس وقت سالہ ہے بیس برس تک کے ہو چکے تھے اور تمام علما کا اسپر اتفاق ہو چکا ہی کہ عبد المطلب کے تقریباً پانچ برس بعد ابیطالب نے آنحضرت کو لیکر شام کا سفر کیا تھا اور یہ اس امر کی قوی دلیل ہے کہ آنحضرت صلعم کی کفالت ہمیشہ ابیطالب ہی کے ساتھ مخصوص رہی۔ المؤلف عفی عنہ

عن جلهمه ابن عرفطة قال قدمت مكة وهي في قحط
فقالت قريش بعدان تشاوروا ولفظ الحديث عند ابن
عساكر قدمت مكة وقريش في قحط فقال منهم يقول
اعمد واللات والعزى وقال منهم اعمد وامناة الثالثة الاخرى
فقال شيخ وسيم حسن الوجه جيد الرأي انى توفكون وفيكم
باقية ابراهيم وسلالة اسمعيل قالوا كانك عنيت اباطالب
قال ايها فقاموا اجمعهم فقمت فدققنا عليه الباب
فخرج الينا فنادوا اليه يا اباطالب قحط الوادي واجدب
العيال فهلم فاستسق فخرج ابا طالب ومعه غلام وهو
النبي صلى الله عليه واله وسلم كانه شمس دجن
وحوله اغيلمة فاخذه فالصق ظهره بالكعبة ولاذ
الغلام باصبعه وما في السماء قزعة فاقبل السحاب
من ههنا وههنا واغدق واغدودق وانفجر له الوادي
واخصب النادي والبادي ص ۲۲۹

ابن عساکر اپنی تاریخ میں جہلمہ ابن عرفطہ کا یہ مشاہدہ بیان کرتے ہیں
کہ جہلمہ کا بیان ہو کہ میں ایکبار عین قحط کے موسم میں - میں مکہ میں گیا
ابن عساکر کے اصل الفاظ یہ ہیں کہ ابن عرفطہ کا بیان ہو کہ قریش سخت
مصیبت قحط سے پریشان تھے - اون میں سے ایک نے صلاح
دی کہ لات وعزیٰ سے استغاثہ وفریاد کی جاوے دوسرے نے کہا کہ منات
سے جو ثالثہ اخریٰ ہے چارہ جوئی کیجائی - ان میں سے ایک معزز
ذی وجاہت اور صائب الرای بزرگ بول اوٹھا کہ مجھے اس امر کا کامل
یقین ہے کہ ابھی تم لوگون میں ایک ایسا بزرگ قوم موجود ہو جو سلسلئہ
ابراہیمی کا بقیہ اور نسل اسماعیلی کا خلاصہ ہے اوسکی طرف کیون نہ رجوع کیا جاوے
سب نے کہا کیا تمہارا اشارہ ابیطالب کی طرف ہے؟ اوس نے جواب دیا
ہان - اونھین کی طرف ہے جہلمہ کا بیان ہے کہ یہ سنکر سب کے سب اوٹھ کھڑے
ہوگئے - اور مین بھی اونکے ساتھ ہولیا - ہم سب ملکر ابیطالب کے مکان پر
آئے - اور دروازہ کھٹکھٹایا حضرت ابیطالب نکل آئے سب لوگون
نے عرض کی - اے ابیطالب - ہر طرف سے قحط نے گھیر لیا اور اہل و
عیال کی بربادی کا وقت پہونچ گیا سب کو سیراب کیجئے یہ سنتے ہی ابیطالب باہر نکل آئے - آپ کے ساتھ ایک کمسن بچہ تھا اور وہ
جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے - اونکا روئے منور آفتاب تابان کی طرح روشن تھا - ابیطالب اوس صاحبزادے کو انگلی
پکڑے تھے اونکے اور لڑکے اوس بچہ کو گھیرے ہوئے - خانہ کعبہ میں آئے اور رکن کعبہ سے پیٹھ لگا کر بیٹھ گئے - اور اوس بچہ کی انگشت شہادت
کو آسمان کی طرف بلند کر دیا اور طلب باران کی دعا کی - پارہ ہائے ابر سطح آسمانی پر نمایان ہوئے - اور تھوڑی دیر کے بعد پانی برسا اور پھر تو ایسا
برسا کہ تمام پانی بہ نکلا اور تمام صحرا و بیابان سبز و شاداب ہوگئے -

جناب ابیطالب نے صرف اعلان شان نبوت کی ضرورت سے - نہ اپنے اظہار مفاخر و معارف کی غرض سے اس
واقعہ کی یادگار میں ایک طویل قصیدہ نظم فرمایا ہے - جو بالتمام سیرۃ ابن ہشام وغیرہم تمام عربی تاریخ و ادب کی کتابون میں مذکور ہے
جس شعر خاص میں آنحضرت صلعم کے یمن و برکت سے حصول باران کا اشارہ فرمایا گیا ہے - وہ یہ ہے -

وابیض یستسقی الغمام بوجهه ۵ — محمد صلعم ایسے خوش جمال شخص ہین جن کی برکت سے ابر پانی برساتا ہے

۵ اس قصیدہ اور خصوصاً اس شعر کی قبولیت ایسی کامل اور پراثر تھی - کہ قلب رسالت میں اسکی یاد ہمیشہ بنی رہی - زرقانی بیہقی کی اسناد
سے لکھتے ہین جاء اعرابی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ واله وسلم فقال یا رسول اللہ اتیناك وما لنا صبی یغط ولا

ثمال الیتامی عصمۃ للارامل — یتیمون کے لئے بانے پناہ ہین اور بیوون کے پردہ دار۔

حالتہ کذا مشتہ مفتی

یغبر ہبط واستدر ابیاتا فقام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یجر ردائہ حتی صعد المنبر فوقع یدیہ الی السماء ودعا فما رد یدیہ حتی التفت السماء بابراقہا وجاوا یضجون الغرق فضحک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حتی بدت نواجذہ ثم قال للہ در ابی طالب لوکان حیا لقرت عیناہ من ینشدنا قولہ فقال علی یا رسول اللہ کانک ترید قولہ وابیض یستسقی - وذکر ابیاتا فقال صلعم اجل - زرقانی ص ۱۳۱ ج ۲ - یعنی ایک اعرابی جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیخدمت مین حاضر ہوا کہ مین اپنی جانب سے حاضر ہو کر عرض کرتا ہون کہ قحط زدگی کے باعث سے میرے بال بچے زمین پر پڑے ہوئے ہین میرے اونٹ بھوک سے چلا رہے ہین - یہ سنتے ہی آنحضرت صلعم اوٹھ کھڑے ہوئے - ردائے مبارک کے گوشے زمین پر چھوتے جاتے تھے - آپ اسی حالت مین منبر پر تشریف لائے اور دستہائے مبارک آسمان کی طرف بلند فرمائے - اور درگاہ رب العزت مین نزول باران رحمت کی دعا مانگی - دستہای مطہر بارگاہ قدرت کے سامنے سے نہین ہٹے تھے کہ صدور رحمت کے آثار پیدا ہوئے اور بکثرت مینہ برسا کیا - یہ مشاہدہ فرماکر آپ اسقدر شادان وفرحان ہوئے کہ دندان مبارک خندیدگی کے باعث نمایان ہو گئے اور ارشاد فرمانے لگے کہ کیا خوب ابی طالب نے کہا ہے - اگر وہ اسوقت زندہ ہوتے تو نہایت ہی اپنی آنکھون کو ٹھنڈا کرتے اور بہت ہی خوش ہوتے حضرت علی مرتضی نے عرض کی کہ اس ارشاد سے آپ کا اون کے اس شعر کیطرف اشارہ ہے - پھر شعر مذکور پڑھا - جو اوپر لکھا گیا ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہان یہی" اس عبارت نے حضرت ابیطالب کے اس شعر کی اعلی قبولیت کے ساتھ بہت بڑا ضروری امر یہی ثابت کردیا کہ ملک وقوم کی ایسی ناگزیر حالتون کے وقت خاندان بنی ہاشم ہی مرجع خلائق قرار دیا جاتا تھا - اور جب امکانی قوتین بیکار ہو جاتی تھین تو سلسلۂ ابراہیمی اور خانوادہ اسمعیلی کے انھین باقیات الصالحات اور چیدہ و برگزیدہ حضرات سے رجوع حاجات کی جاتی تھی اور یہ ذوات عالیہ بھی ایسے موقعون پر اونکی کشود کاری اور مطلب برآری کو اپنے فرائض منصبی یقین فرماکر اونکی حمایت واعانت پر فوراً آمادہ اور مستعد ہو جاتے تھے - جیسا کہ ہم حضرت عبد المطلب کے زمانہ سے لیکر جناب رسالتماب صلعم کے عہد تک مسلسل لکھکر دکھلاتے آئے ہین - حالات وواقعات کو استعیاب کی نگاہون سے دیکھنے والے حضرات ان واقعات کو تسلسل اور تواتر کے معیار تحقیق پر کامل پائین گے - یہ وہی اوصاف مخصوصہ ہین جو بارگاہ احدیت سے ان حضرات کیلئے مخصوص و محفوظ فرما دیے گئے ہین - یہ سلسلہ مرتبۂ عظمت خاندان ہاشم اور دودمان رسالت کے ساتھ بطور خصوصیت اتنا مستقل اور مستمر رہا کہ ان حضرات سے انتزاع امارت وحکومت کے بعد بھی ملک وقوم کو جب کبھی ان مصائب سے سامنا ہو جاتا تھا - اور انکے دفاع کیلئے کوئی تدبیر عملی کارگر نہین ہوتی تھی - تو بالآخر فرمانروایان ملک کے ید اقتدار اور سرداران قوم کے پنجۂ اختیار انھین دادرسان ملک اور فریادرسان قوم کے دامنگیر حمایت واعانت ہوتے تھے - اپنے اس بیان کے ثبوت مین ہم ذیل کا واقعہ صواعق محرقہ کی اصلی عبارت سے نقل کرتے ہین وفی تاریخ دمشق الناس کرر والاستسقاء عام الرمادۃ سنۃ سبع عشرۃ فی الھجرۃ فلم یسقوا فقال عمر ابن الخطاب لاستسقین غدا بمن یسقی اللہ بہ فلما اصبح

گھر کی دُنبیوں کی گلہ بانی

حضرت عبد المطلب کی وفات کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آٹھ برس کے ہو چکے تھے نفس قدسیہ کے روحانی اثر سے آپ کے تمام قوائے مدرکہ آٹھ برس والے عام بچوں سے بدرجہ اولےٰ قوی تر اور کامل تر تھے۔ دو برس آنحضرت ابیطالب کی کفالت وحفاظت مین رہکر آنحضرت صلعم کامل دس برس کے ہو گئے۔ اور اب وہ وقت آگیا کہ اس جہان بان عالم وعالمیان کو فضائے قدرت کی اسباب سامان مشاہدہ کرائے جائین۔ جن سے وہ صانع قدرت کے عجائب وغرائب کی حقیقت کا کامل ادراک کر سکے اور انکی انتہائی علت کو سمجھے اور حقیقی اصلیت کو معلوم کرے۔ معرفت آلہی کی ابتدائی تحصیل مین خوض وغور کی مشق وریاضت شروع کی جائے۔ اور ان ریاضتون کی تیاریون کے لیئے خلوت۔ محویت۔ تنہائی اور ترک علایق کے سامان فراہم اور مرتب کر دیے جائین۔ سیرت انبیا علیہم السلام کے سیر کرنے والے حضرات جانتے ہین کہ سبق آموزان معرفت اور مبتدیان حقیقت کی تعلیم کے لئے۔ ہر زمانہ اور ہر مقام مین قدرت کو یہی انتظام کرنے ہوتے ہین آئی عادت اور دستور آلہی کے مُطابق مہتمم قدرت نے متمم رسالت کی تعلیم دہی کے لئے وہی قدیم انتظام جاری فرمائے اور دس برس کے سن مین آپنے اپنے گھر کی دُنبیون کی گلہ بانی آغاز کی۔ ظاہر مین تو یہ معمولی گلہ بانی تھی مگر حقیقت مین یہ کافۃ الناس کی پاسبانی کا دیباچہ تھا اور انکی حفاظت ونگرانی کا مقدمہ۔ تبلیغ رسالت کی سلسلہ جنبانی تھی اور تقدیم سیاست کی حکمرانی۔ قدرت ہی اس نفس قدسیہ کی صانع تھی اور قدرت ہی اس انتظام کی ناظم۔ اسلئے تعلیم آلہی کے یہ تمام ابواب واسباب طبع رسالت کے مطابق اترے اور چونکہ بوافر معرفت اور غوامض حقیقت کے باعث انکشاف پہلے ہی ثابت ہوتے ہین اس لئے یہ سادہ وپاک وصاف اور محض آزادحصہ عمر اور اسکے مشاغل کی یاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب نورانی مین ہمیشہ زندہ اور قایم رہی۔ اور زمان رسالت مین بھی عند التذکرہ اسکا اکثر ذکر فرمایا جاتا تھا۔ ابن سعد طبقات مین لکھتے ہین۔

قال رسول اللہ صلعم ما بعث اللہ نبیًا الا راعی الغنم قال له اصحابه وانت یا رسول اللہ قال وانا رعیتھا لاھل مکة بالقراریط۔

جناب رسالتمآب صلعم نے ارشاد فرمایا کہ تمام انبیا علیہم السلام نے گوسفندون کی گلہ بانیان کی ہین اصحاب حاضرین نے پوچھا۔ اور آپنے یا رسول اللہ ارشاد فرمایا۔ ہان مین نے بھی اہل مکہ کی دُنبیان قراریط پر چرائی ہین۔

حاشیہ صفحہ گذشتہ غدا ذھب عمر عند العبّاس وقال له اخرج بنا حتّٰی نستسقی اللہ بك قال العباس یا عمر اقعد فی بلیتی فارسل الی بنی ھاشم ان تطھروا وتلبسوا من صالح ثیابھم فاتوہ فاخرج طیبًا فطیبھم ثم خرج العباسؓ وعلیؑ امامه والحسنؑ عن یمینه والحسینؑ عن یسارہ وبنو ھاشم خلف ظھرہ وقال یا عمر لا تخلط بنا غیرنا ثم اتوا المصلّٰی فوقفوا فحمد العبّاس حمد اللہ واثنی علیه فقال اللّٰھم انك خلقتنا وعلمت ما نحن عاملون به قبل ان تخلقنا فلم یمنعك علمك بحالنا عن رزقنا اللھم کما تفضلت علینا فی اوله

اصحاب کا یہ متعجبانہ استفسار شان رسالت کی موجودہ جلالت و اقتدار کے باعث تھا۔ اسکے بعد ابن سعد ایک دوسرا قول ذیل کی عبارت میں لکھتے ہیں:۔

مروا النبی صلعم بثمر الاراک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیکم بما اسود منہ قال کنت اجتنیہ اذ انا ارعی الغنم قالوا یا رسول اللہ ورعیتہا قال نعم وما من نبی الا قد رعاھا

ایک دفعہ آپ اصحاب کے ساتھ جنگل میں تشریف لیگئے صحابہ جھڑ بیریان توڑ توڑ کر کھانے لگے آپ نے فرمایا جو سیاہ ہیں وہ زیادہ خوش ذائقہ ہیں میں اسکو اوس وقت سے جانتا ہوں جب میں بچپن میں دنبیان چرایا کرتا تھا صحابہ نے عرض کی آپ نے بھی دنبیان چرائی ہیں فرمایا کوئی نبی ایسا نہیں ہے جسنے دنبیان نہ چرائی ہوں۔

صحابہ کا یہ استعجاب بھی اوسی بناء پر مبنی ہے مولوی شبلی صاحب سیرۃ النبی میں اس مقام پر لکھتے ہیں کہ فرانس کے ایک مورخ نے لکھا ہے کہ ابوطالب چونکہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ذلیل رکھتے تھے۔ اس لیے اون سے بکریاں چرانے کا کام لیتے تھے لیکن واقعہ یہ ہے کہ عرب میں بکریاں چرانا معیوب کام نہ تھا۔ بڑے بڑے شرفا اور امرا کے بچے بکریاں چرایا کرتے تھے۔ خود قرآن مجید میں ہے ولکم فیھا جمال حین تریحون وحین تسرحون۔

شبلی صاحب کا یہ جواب الفاظ قرآنی سے مستنبط ایک فرانسیسی عیسائی کے لئے کیسے قابل تسلیم ہو سکتا ہے اسکو آپ کی خوش فہمی کے سوا اور کیا کہا جاوے اوسکے ساکت کرنیکے لئے آپ کا اتنا ہی لکھ دینا کافی تھا کہ اگر یہاں دنبیان چرانے پر اعتراض کیا جاتا ہے تو اپنے ہاں گدہے چرانے کے لئے کیا کہا جاوے گا۔

حقیقت یہ ہے دنبیان چرانا عیب ہے اور نہ گدہے چرانا یا پالنا بری بات ہے۔ بات یہ ہے کہ ہم اپنے زمانہ اپنے ملک اور اپنے ادب معاشرت کے مطابق چار ہزار اور دو ہزار برس کے گذشتہ تمدن و معاشرت کا مقابلہ و موازنہ کرنے بیٹھتے ہیں اس مدت میں انقلاب زمانہ اور اختلاف خیالات و مذاق کے مطابق بہت سی ایسی باتیں ہیں جو اسوقت

حاشیہ صفحہ دیگر فیفضل علینا فی اخرہ قال جابر فما تم دعائہ یستجیب علینا سحاب فما وصلنا الی المنازل الا بللنا من المطر فقال العباس انا المستقی ابن المستقی خمس مرات اشارا الی ان اباہ عبد المطلب استسقی خمس مرۃ فیسقی اللہ الناس صواعق محرقہ بحوالہ ینابیع المودۃ امام قندوزی مطبوعہ بمبئی ص ۲۵۶ دو برس متواتر سے مدینہ کے تمام لوگ ۱۹ ہجری میں جو عام الرمادہ کے نام سے تمام تاریخوں میں مشہور ہے دو بار طلب باران کے لئے نماز استسقا پڑھ چکے تھے خدا سے دعائیں مانگ چکے تھے لیکن نہ پانی برسا اور نہ وہ سیراب ہوئے۔ یہ حال دیکھکر حضرت عمرؓ نے کہا کہ کل خداوند عالم تم سب کو سیراب فرمائیگا۔ غرضکہ صبح ہوئی تو حضرت عمرؓ حضرت عباسؓ بن عبد المطلب کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آپ ہم لوگوں کے ساتھ چلئے کہ خداوند عالم آپ کی وجہ سے ہم لوگوں کو سیراب فرمائے۔ حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ اے عمرؓ تم میرے گھر پر توقف کرو اور بنو ہاشم سے کہلا بھیجو کہ وہ غسل و طہارت کرکے لباسہائے فاخرہ سے آراستہ ہوں۔ چنانچہ وہ تمام حضرات یہ پیغام سنکر حضرت عمرؓ کے پاس آئے

آتی تھین بڑی قرار پاگئی ہین - اسیوجہ سے موجودہ زمانہ مین طبقۂ اعلیٰ کی نسبت اون باتون کا اگر ذرا سابھی تعلق یا ذکر کیا جاتا ہے تو عموماً معمول پسند طبیعتین اعتراض پر فوراً تیار ہو جاتی ہین - لیکن تاہم ان مین جو مائل اعتدال ہین اور واقف حال - وہ اسکی حقیقت کو سمجھکر خاموش رہ جاتی ہین مگر عیسائیون کے تعصّب سے نہ ہمکو اعتدال ہی کی امید ہے نہ تلاش حقیقت اور تفحّص احوال کی توقع - پھر ان کے اعتراض کو انکے تعصب و نفسانیت کا خاص الخاص نتیجہ سمجھنا ہوگا

مولوی شبلی صاحب نے طبقات ابن سعد کے حوالہ سے ان دونون مذکورہ بالا واقعات کو تحریر فرمایا ہے - اور بکریان چرانے کے مضمون پر نمبر ۱ کا نشان لگا کر سیرۃ النبیؐ کے زیر حاشیہ صفحہ ۱۲۹ مین یہ عبارت لکھی ہے -

بخاری نے کتاب الاجارہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول نقل کیا ہے کہ مین قراریط پر مکہ والون کی بکریان چرایا کرتا تھا" قراریط کے معنی مین اختلاف ہے - ابن ماجہ کے شیخ یعنی سوید ابن عبید کی رائے ہے کہ قراریط قیراط کی جمع ہے - اور قیراط درہم یا دینار کے ٹکڑے کا نام ہے - اسی بنا پر اون کے نزدیک حدیث کے یہ معنی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم اجرت پہ مکہ والون کی بکریان چراتے تھے اور اسی بنا پر بخاری نے اس حدیث کو باب الاجارہ مین نقل کیا ہے لیکن ابراہیم حربی کا قول ہے کہ قراریط ایک مقام کا نام ہے جو اجیاد کے قریب ہے ابن جوزی اسی قول کو ترجیح دیتے ہین - علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح مین یہ بحث اور زیادہ تفصیل سے لکھی ہے اور قوی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ ابن جوزی کی رائے صحیح ہے (عینی جلد ۵ ص ۱۳۱) نور النبراس مین یہ بحث اور زیادہ تفصیل سے ہے اور اسی رائے کو ترجیح دی ہے ملاحظہ ہو سیرۃ النبیؐ جلد اول ص ۱۲۹ الحاشیہ

حاشیہ صفحہ دیگر اور حضرت عمرؓ نے عطر لگا کر اون کے لباس کو معطر فرمایا - پھر حضرت عباس نکلے - اور اون کے آگے آگے جناب علی مرتضیٰ تھے داہنے جانب حضرت حسن مجتبیٰ تھے - اور بائین طرف حضرت حسین شہید کربلا - انکے پیچھے تمام بنو ہاشم تھے حضرت عباسؓ نے ارشاد کیا اے عمرؓ ہم لوگون کے ساتھ کسی غیر کو نہ ملنے دو - یہ کہکر وہ تمام حضرات مقام نماز پر تشریف لائے حضرت عباس ٹھہر گئے - نماز پڑھی اور خدا کی حمد و ثنا کی اور دعا کی اے پروردگار تو نے ہملوگون کو پیدا کیا اور تجھکو ہمارے افعال و اعمال کا ہماری حفاظت سے پہلے علم ہے کوئی شے تیرے لئے مانع نہین ہو سکتی - اے پروردگار جس طرح تو نے ہملوگون پر اس سے قبل تفضّل و عنایت فرمائی ہے ویسے ہی اس آخر زمانہ مین بھی لطف و کرم فرما - جابرؓ کہتے ہین کہ یہ دعا ابھی تمام نہین ہوئی تھی کہ چارونطرف سے ابر گھر آیا اور اسطرح موسلون دھار پانی برسا کہ گھر تک آتے آتے ہملوگون کے تمام کپڑے تر اور ہو گئے - یہ حال مشاہدہ فرما کر حضرت عباسؓ فرمانے لگے کہ مین مُسقی (پانی پلانیوالا) کا بیٹا ہون اور ایسے مُسقی کا بیٹا ہون کہ جسکیوجہ سے پانچ مرتبہ پانی برسا ہے اور حضرت عباسؓ کا یہ قول اوس واقعہ کیطرف اشارہ کرتا ہے جیسا کہ مشہور ہے کہ حضرت عبد المطلب نے اپنے زمانہ حیات مین دعائے استسقا کے ذریعہ سے پانچ مرتبہ پانی برسایا ہے"

اس واقعہ نے ہمارے مذکورہ بالا بیان کی پوری تصدیق کر دی اور بتلا دیا کہ بنی ہاشم ضعف اور تنگی کی حالتون مین بھی اپنی روحانی عظمت و اقتدار پر قایم تھے بلا و مصیبت کے ان مالاینحل عقدون کی کشود کاری کے لئے ملک و قوم کے تمام طبقات رعایا کیکر

اس سے قبل کی عبارت میں شبلی صاحب کا یہان تک لکھنا بالکل صحیح اور یہ واقع ہے کہ عرب مین بکریان چرانا معیوب کام نہین تھا۔ بڑے بڑے امرا و شرفا کے لڑکے بکریان چراتے تھے۔ مگر اب اونکی اس مابعد کی عبارت سے حقیقت حال کا پورا انکشاف ہو گیا اور مخالفین کے اس تعریض اور طعن و تشنیع کا اصلی باعث معلوم ہو گیا کہ حقیقت مین عیسائی مورخ فرانسیسی کے اس اعتراض کی باعث شیخین بخاری اور ابن ماجہ کی عقلمندی ہے۔ جسکی تصدیق و اقرار خود شبلی صاحب کو بھی کرنا ہوا اور لکھنا ہوا کہ حقیقت مین انھون محدثین نے قراریط کے غلط معنی لگائے۔ اصل مین قراریط کو ایک مقام خاص کا نام تو نہ سمجھے بلکہ قیراط کی جمع سمجھے جسکے معنی درہم و دینار کے لئے۔ اور یہی غلط فہمی ان تمام فساد کا باعث ہوئی۔ یہ کچھہ ایسی مشکل آپڑی کہ آخر شبلی صاحب کو شیخین بخاری و ابن ماجہ کے ایسے معتمدترین محدثین کی تنقید و تردید فرمانی ہوئی۔ اور اپنے اون تمام اصول تالیفی کو جو اپنے مقدمہ کتاب کے طومار مین مورخین پر محدثین کو ترجیح دیئے جانیکے متعلق لکھے ہین۔ چھوڑنا پڑا اور بخاری صاحب کے ایسے اوستاد فن کی تکذیب کرنی ہوئی۔ جنکی کتاب کو اصح الکتاب بعد الکتاب الباری یقین کرنا آپ کا ایمان ہے اور ایسے سراپا اعتماد و استاد و نقاد و حدیث کے قول کی تردید ابن حربی اور علامہ عینی کے ایسے نوآموزان فن کی تحقیقات سے کرنی ہوئی تو گویا مقدمہ کتاب مین نقد روایت اور تحقیق واقعات کے متعلق جن اصول کی پابندی کا دعویٰ کیا گیا تھا اور ان اصول کی ترتیب و تدوین کی تفصیل مین تاریخون کی مندرجات

حاشیہ صفحہ دیگر فریاد رس آنک۔ انھین حضرات سے اُمّید لگاتے تھے۔ اور انھین کے توسل سے اپنی کامیابی کی یقین کرتے تھے جیسا کہ حضرت عمرؓ نے تمام لوگون سے حتماً کہدیا تھا کہ کل تم ضرور سیراب کئے جاؤگے۔ انکا یہ قول ثابت کر رہا ہے کہ ان حضرات کی ذریعہ سے اونکو اپنی عملی تدبیرین کامیابی کا پورا یقین تھا۔

اس خاندان جلیل الشان کے اور بزرگوارون کے بھی ایسے حالات اسی سلسلہ مین قلمبند کرتے مگر ضرورت سے زیادہ اور طوالت کا باعث سمجھکر قلم انداز کرتے ہین اس واقعہ نے یہ بھی بتلا دیا کہ ایسی ناگزیر ضرورتون کی وقت یہ حضرات بلا عذر و کلام رفاہ و فلاح عام کے کامون کیلئے آمادہ اور مستعد ہو جاتے تھے کیونکہ وہ عامۃ الناس اور کافۃ الخلائق کے انجاح مطالب کو اپنا فرض منصبی خیال فرماتے تھے۔ حضرت عباس کی اس تخصیصی تاکید سے کہ ہمارے ساتھ کوئی غیر نہ شامل کیا جاوے صاف صاف ثابت ہے کہ یہ منصب اور عہدہ اسی خانوادہ کیساتھ مخصوص و محدود ہے ؎ درین بزم رہ نیست بیگانہ را۔ اور اس تخصیص مین حضرت عباس نے اپنے باپ عبدالمطلب اور اپنے بھائی ابیطالب کی پوری تاسی فرمائی ہے جس طرح عبدالمطلب اور ابیطالب نے اپنے اپنے زمانہ مین خاص آداب و ترکیب سے دعائی استسقا فرمائی تھی بالکل اوسی طرح عباس نے بھی تعمیل کی۔ رقیقہ بنت ابی صیفی بن ہاشم کی زبانی جو واقعہ حضرت عبدالمطلب کے زمانہ کا اوپر بیان ہو چکا ہے اگر اوس سے اس واقعہ کا مقابلہ کیا جاوے تو معلوم ہو جائیگا کہ جس احتیاط و آداب سے عبدالمطلب نے بمعیت تمام بنی ہاشم دعاے استسقا فرمائی تھی اسیطرح حضرت ابیطالب نے اپنے وقت مین اور خاص جناب رسولخداصلعم نے اپنے عہد معدلت مہد مین اور پھر حضرت عباس نے اپنے زمانہ مین ادا فرمائی اور یہ وہ مخصوص طریقے اور محفوظ آداب ہین جنپر سوا اِن حضرات کے دوسرون کو کم علم و اطلاع ہوتی ہے اسیواقعہ کو

پر پہلے صحاح کی مرویات اور پھر صحاح میں سب سے پہلے انھیں بخاری صاحب کی مرویات کو مرجح بتلایا گیا تھا۔ آپ کے موجودہ استدلال کے وقت وہ سب پاور ہوا ہو گئی گویا وہ قرار دادہ اصول نہ قابل توجہ تھے نہ لائق اعتنا۔ اور نہ اونکے متعلق آپ کی پابندی اور مطابقت کے وعدے لائق ایفا۔ اب بھی شبلی صاحب کو اپنے مقدمہ کتاب کے طمطراق اور طومار اور اوسکے لیے بیکار خامہ فرسائی کا اب بھی اعتبار رہا یا نہیں۔

اب سنیے۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ قراریط ایک جنگل یا غیر آباد قطعہ زمین کا خاص نام ہے جو حوالے مکہ میں مقام جیاد سے قریب ہے۔ آپ کے شیخین ابن ماجہ و بخاری صاحبان سے حقیقت میں بڑی غلطی ہو گئی کہ اونھوں نے درہم و دینار کے معنی لگاکر اس سے اجرت کے مطلب نکالے۔ اب آپ ہی انصاف سے فرمایئں کہ اوس عیسائی فرانسیسی مورخ کا کیا قصور یہ نہ اوس کا اپنا قول ہے اور نہ اوس کا اپنا مختار بلکہ یہ تو آپ ہی کا اقرار ہے۔ جبکہ وہ آپ کے ایسے مستند اور معتبر ماخذوں سے مستنبط کرتا ہے جو صداقت میں آپ کے نزدیک قرآن کے بعد ہے۔ تو اوس کا اعتراض بے دلیل کیسے کہا جا سکتا ہے۔ آپ اوسکی تردید میں جو دلیل پیش کرتے ہیں وہ حقیقت میں اوسکی تردید نہیں۔ بلکہ آپ ہی کے معتبر اور مستند محدثین کی تکذیب ہے جسکے لیے وہ فرانسیسی مورخ نہ جوابدہ ہے نہ ذمہ دار۔ اس مخالف اسلام کی تعریض کی ساری ذمہ داریاں ابن ماجہ اور بخاری کے سر جاتی ہیں جو قراریط کے ایسے معمولی لفظ کے اصلی معنی نہ سمجھ سکے تو آپ ہی سمجھ لینا چاہیے کہ وہ شان رسالت کی اصل حقیقت کو کب سمجھے ہونگے۔

حاشیہ صفحہ دیگر بخاری صاحب نے بھی باب المناقب عباس میں لکھا ہے لیکن اپنی کوتہ قلمی کے خاص انداز سے صورت واقعہ کو ایسا بدلا کہ پڑھنے والے کو اصل واقعہ کی کوئی تفصیل معلوم نہیں ہو سکتی ہے عبارت یہ ہے انّ عمر ابن الخطاب کان اذا قحطوا استسقی بالعباس رضی اللہ عنہما فقال اللھم انّا کنّا نتوسل الیک نبیّنا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا قحطنا فسقینا وانا نتوسل الیک بعمّ نبیّنا فاسقنا فیسقون جب لوگوں میں قحط پڑا تو حضرت عمر بن الخطابؓ نے بہمراہی حضرت عباس رضی اللہ عنہ دعائے استسقا فرمائی اور یوں دعا کی کہ پروردگار جب قحط پڑتا تھا تو ہم رسول صلعم کا وسیلہ اختیار کرتے تھے اور وہ ہمکو سیراب فرماتے تھے اب ہم اسوقت تیرے نبی صلعم کے چچا کے توسل سے تیری بارگاہ میں حاضر ہوئے ہیں تو ہمکو سیراب فرما۔ پس ہم سب سیراب ہوئے۔

اس حدیث کے بیان کی شان اختصار اور عنوان حقیقت پر جب نگاہ کی جاتی ہے اور اسکی عبارت مذکورہ بالا عبارت تاریخ دمشق سے ملائی جاتی ہے تو اصل واقعہ کی صورت ہی تبدیل معلوم ہوتی ہے۔ اور ایسی کہ اوّل با آخر نسبتے نمیدارد۔ کا صاف صاف مضمون جھلکتا ہے۔ ہم کو بخاری صاحب کی اس تخریج حدیث کی نسبت نہ تنقید منظور ہے اور نہ تردید۔ ہمکو تو آپ کی حقیقت نگاری اور واقعہ نویسی کی صرف شان دکھلانی ہی ہے۔ تو ہم کیا ساری دنیا جانتی ہے کہ بنو ہاشم اور خصوصاً بنی فاطمہ کے اخبار و آثار اور کسی قسم کے ذکر و اذکار آپ کی طبع نازک پر از حد ناگوار گذرتے ہیں۔ اسلیئے اسواقعہ کی اصل حقیقت لکھکر دنیا کو بتلا دینے کی آپ جرأت نکر سکے لیکن اصل حقیقت وہی تھی جو تاریخ دمشق کی تفصیلی عبارت سے اوپر لکھی گئی۔ مگر چونکہ اوسکے الفاظ میں جناب علی مرتضیٰ اور حسنین علیہم السلام کی روحانی عظمت و اقتدار کا اظہار و اقرار ہو جاتا تھا

ابن ماجہ نے تو صرف ایک غلطی کی کہ اپنے شیخ کے قول کے مطابق۔ قراریط کے معنی درہم و دینار کیلئے بخاری صاحب نے تو دو غلطیاں کیں۔ پہلے تو قراریط کے معنی درہم و دینار کے لئے۔ دوسری قیامت یہ کی کہ اس حدیث کے لئے اپنی کتاب میں ایک خاص باب باندھا اور اسکو باب الاجارۃ کے خاص نام سے موسوم کیا نتیجہ یہ ہوا کہ عام و خاص آپ کے باب الاجارۃ کا عنوان دیکھکر رسول عربی کی ابتدائی شان و شوکت شخصیت و حیثیت اور معاشرت و مشغلت کو مکہ کے معمولی مزدوری کرنیوالے چھوکروں میں شمار کرنے لگے (نعوذ باللہ من ذالک)

ہمکو حضرت ابیطالب کی ناتوجہی اور ناقدری کی بیجا شکایت پر اس عیسائی مصنف سے رنج و ملال پیدا کرنے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی جبکہ ہم اسلامی محدثین معتبرین کے خاص قلم و زبان سے۔ ذات اعلائے رسالت اور پیکر والای نبوت کی یہ توہین و حقارت تیار اور مرتب دیکھتے ہیں حقیقت تو یہ ہے کہ اگر اسلامی محدثین۔ تدوین احادیث کے غیر متحمل شوق و شغف کے ساتھ ساتھ مرویات میں۔ واقعات اور حشویات کی اصل مقاصد اور زوائد کی بھی تفریق و تمیز کرتے جاتے تو پھر ان کے مرویات پر کسی اسلامی محقق کو تحقیق و تنقید کی ضرورت ہوتی اور نہ کسی غیر اسلامی معترض کو تعریض و تردید کی جرأت۔

حاشیہ صفحہ دیگر اس بنا پر اصل حقیقت کا انکشاف غیر مفید اور بیکار سمجھکر صورت واقعہ ہی تبدیل کر دیگئی۔ تیمناً اور تبرکاً حضرت عباس کی بزرگی کا خیال بھی کیا گیا اور عظمت بھی قائم رکھی گئی تو وہ بھی ایسی کہ حضرت عمر رض کے ایک طفیلی کی شان سے آگے نہ بڑھ سکی۔

موضوعیت اشعار ابی طالب مولوی شبلی صاحب نے سیرۃ النبیؐ کے حاشیہ پائین صفحہ ۱۴۳ میں لکھا ہے ابو طالبؑ کے نام سے جو قصیدہ لامیہ ابن ہشام وغیرہ نے نقل کیا ہے (ابن ہشام از صفحہ ۹۳-۹۴) سرتاپا موضوع ہے۔ اسکے خاتمہ کے اشعار یہ ہیں ؏

فینا احمد فی اروم بیقصر عنہ صورۃ المتطاول فایدہ رب العباد بنصرہ واظہر دینا حقہ غیر باطل

کچھ حضرت ابیطالبؑ ہی کی کلام قدیم ہونیکی نسبت وضعی ہونیکی تعریض نہیں فرمائی گئی ہے۔ بلکہ حضرت خدیجہؑ۔ حضرت ابو بکر رض اور امیہ بن الصلت کے اشعار وغیرہ بھی ایسے ہی موضوع قرار دیئے گئے ہیں۔ اسکے موضوع ہونیکے ثبوت میں شبلی صاحب لکھتے ہیں کہ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال مطبوعہ مصر ص ۹۲ میں خطیب بغدادی سے روایت کی ہے کہ محمد ابن اسحاق شعراء وقت کو مغازی کے واقعات دیدیا کرتے تھے کہ انکے بارے میں اشعار کہدو۔ ان اشعار کو وہ اپنی کتاب میں شامل کر دیتے تھے۔ سیرۃ النبی زیرین حاشیہ ص ۱۴۳" اس تعریض و تکذیب کی جو وجہ اور مجبوری شبلی صاحب کو لاحق ہوئی ہے وہ انکی خاص عبارت سے ذیل میں لکھی جاتی ہے " اکثر لوگ یہ کرتے تھے کہ قرآن مجید میں توحید و معاد کی جو باتیں ہیں انکے مطابق اشعار تصنیف کیا کرتے تھے۔ اور سمجھتے تھے کہ اس سے اسلام کی تائید ہوگی۔ امیہ ابن الصلت کے نام سے جو اشعار مشہور ہیں انکو دیکھکر صاف یقین ہو جاتا ہے کہ کسی نے قرآن کو دیکھکر یہ اشعار کہے ہیں مثلاً فقلت لہ یا ہرون فادعوا الی الفرعون الذی کان طاغیا ٭ وقولا لہ انت سفعت ہذہ ٭ بلا عمد ارفق اذا بک بانیا ٭ وقولا لہ انت سویت وسطہا ٭ منیرا اذا ما جنہ اللیل ہادیا۔ ایک عجیب بات یہ ہے کہ مسٹر مارگولیس نے بھی ایک موقع پر اسکی تصدیق کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ قدیم شاعری کا اکثر حصہ قرآن کے اسلوب پر موزون کیا گیا ہے (از صفحہ ۲۷ تا صفحہ ۴۳) ان لوگوں نے اپنی دانست میں اسلام کی خیرخواہی

اس بحث کے ضمن میں ہم کو شبلی صاحب کے وہ اصول تحقیق و تنقید روایات یاد دلاتے ہیں۔ جو وہ اپنے مقدمہ کتاب میں نہایت شد و مد سے قلمبند فرما چکے ہیں۔ اونکی طولانی عبارت کا خلاصہ یہ ہے۔

مغازی اور سیرۃ میں جس قسم کی جزئی تفصیلیں موجود ہوتی ہیں وہ فن حدیث کے اصلی بلند معیار تک نہیں پہونچیں اس لئے ارباب سیر کو تنقید اور تحقیق کا معیار کم کرنا پڑتا ہے۔ اس بنا پر سیرت و تاریخ و مغازی کا رتبہ فن حدیث سے کم رہا جس طرح امام بخاری اور مسلم نے یہ التزام کیا کہ کوئی ضعیف حدیث بھی اپنی کتاب میں درج نہ کرینگے اسیطرح سیرت کی تصانیف میں کسی نے یہ التزام نہیں کیا۔ آج بیسیوں کتابیں قدما سے لیکر متاخرین تک کی موجود ہیں مثلاً سیرت ابن اسحق سیرت ابن ہشام۔ سیرۃ ابن سید الناس۔ سیرۃ و میاطی حلبی۔ مواہب لدنیہ قسطلانی کسی میں تو یہ التزام نہیں۔ سیرۃ النبی حاشیہ زیر صفحہ ۴

پھر اس سے قبل صفحہ ۵ میں رقمطراز ہیں۔

حدیث میں متعدد کتابیں ایسی موجود ہیں جن میں ایک حدیث بھی ضعیف نہیں ہیں مثلاً بخاری اور مسلم کی صحیح"

حاشیہ صفحہ دیگر کی غرض سے یہ کام کیا تھا۔ آج یوروپ والے اس سے یہ کام لیتے ہیں کہ آنحضرت صلعم پیغمبر نہ تھے۔ بلکہ جاہلیت کے خطبا اور شعرا معتقد آیت اور خیالات بلکہ طرز ادا تک اخذ کرتے تھے لیکن ادب کا نکتہ شناس یا فن روایت کا ماہر بے تکلف سمجھ سکتا ہے کہ تمام خطبے و راشعار مصنوعی ہیں۔ سیرۃ النبی حصہ اول حاشیہ زیر صفحہ ۱۴۳ ۔ ہم کو اور لوگوں کے اشعار کی تکذیب سے کوئی بحث نہیں ہمکو صرف ابیطالب کے اون اشعار کی توثیق منظور ہے جنکی اصلیت ہم پر ثابت ہوچکی ہے۔ اور اسی بنا پر ہم اوسکو اپنے سلسلہ بیان میں اوپر لکھہ چکے ہیں۔ الغرض مندرجہ بالا شعر حضرت ابی طالب کے اوس قصیدہ لامیہ میں داخل ہے جسکی موضوعیت شبلی صاحب کی عبارت سے معلوم ہوچکی ہے مولوی شبلی صاحب کو اسکی تکذیب کی جو ضرورت لاحق ہوئی وہ بھی اونھیں کی عبارت سے ظاہر ہوچکی خلاصہ یہ ہے کہ عیسائی متعصبین کے اعتراض علی المضامین القرآن کے خوف سے جیسا کہ شبلی صاحب کی توجیہہ عبارت سے ثابت ہوتا ہے اسکی اصلیت سے انکار کیا جاتا ہے۔ حالانکہ مولوی صاحب نے اونکی تعریض کا خود ہی معقول جواب دیدیا ہے۔ اور شعرائے قدیم کے انداز کلام اور قرآن مجید کی زبان اور طرز بیان کا مقابلہ کرکے عیسائیوں کے اس فضول۔ نامعقول۔ بے اصل وہم و خیال کی کامل تردید کردی ہے اور وہی کافی ہے۔ اور یہ تو شبلی صاحب ان اشعار کی موضوعیت ثابت کرنیکے بغیر بھی کرسکتے تھے لیکن جیسا کہ ہم اوپر لکھہ آئے ہیں کہ مولوی صاحب کو عیسائیوں کے اس لکھہ دینے نے کپکپا دینے والا خوف دلا رکھا تھا کہ قرآن مجید کا طرز بیان۔ معتقدات اور اکثر خیالات عام شعرائے عرب کے خیالات سے ملتے جلتے ہیں جسکی وجہ سے (نعوذ باللہ) اسکی کلام الٰہی ہونیکی حقیقت میں احتمال ہے۔ اول تو یہ امر ایک بار نہیں سو بار تجربات اور مشاہدات سے تمام مخالفین اسلام پر بخوبی ثابت ہوچکا ہے اور ان سے پہلے کفار قریش پر بھی ثابت ہوچکا ہے کہ قرآن کی زبان نہ کسی طرح وعنوان سے زبان بشری ہے اور نہ اس کا طرز بیان۔ بیان انسانی ہے۔ جسکا وہ اعتراف خود لیس کلام البشر کہہ کر اپنی زبانوں سے آپ کرچکے ہیں۔ تو ایسی صورت میں ایسے بوسیدہ اور پائمال اعتراض سے شبلی صاحب کیلئے اغماض ہی بہتر تھا۔ اب رہا یہ امر کہ قرآن مجید میں عام

شبلی صاحب کی یہ عبارت۔ اور صحت بخاری کی نسبت اونکا یہ دعویٰ۔ اور پھر اونکا یہ اصول کہ حدیث کے مقابلہ مین
سیرت کی کتابین مستند نہین۔ غرضکہ اونکا یہ خیالی التزام اور قیاسی طومار۔ اونکی خاص تردید و تنقید بخاری کی مرقومہ بالا
عبارت سے القط ہوگیا اور بالکل ہیکارہ۔ اور بالآخر اونکی خاص اعتراف سے ثابت ہوگیا کہ جس کتاب کی نسبت آپ کا یہہ
عقیدہ تھا کہ اوسمین کوئی ضعیف روایت بھی نہین۔ اوسی کی ایک ایسی غلط حدیث مین ایسا غلط بیان نکل آیا جسکی
نسبت تنہا آپ کو اعتراف ہی کرنا نہین ہوا بلکہ اوسکی تنقید بھی اور تردید بھی۔ اب آپ کے کس مختار کا اعتبار کیا جاوے۔

حاشیہ صفحہ دیگر معتقدات وخیالات پائے جاتے ہین۔ تو اس سے کسی کو بھی انکار نہین ہوسکتا۔ قرآن پر کیا منحصر ہے توریت اور انجیل
بھی خیالات ومعتقدات انسانی کا مجموعہ ہو اور اندونون کتب آسمانی مین بھی اوسوقت کے قومی اور ملکی خیالات ومعتقدات کی تفصیل موجود ہے
اور کیونکر نہو۔ آخر یہ کتب مقدسہ اسی غرض ومقصد سے تو نازل ہی فرمائی گئین تھین کہ انسان کے دینی۔ اخلاقی۔ ملکی اور قومی تہذیب معاشرت
تمدن مین عام طور سے رفاہ واصلاح ہو۔ تو پھر ان کتب آسمانی کو خیالات ومعتقدات انسانی سے خالی سمجھنا محض نادانی ہی ہے یہانتک
تو ہم نے خاص عیسائیون کی اوس تعریض کا جواب دیا ہے جس نے شبلی صاحب کو ڈراکر اور خوف دلاکر قدیم شعراے اسلام کے اشعار پر اون سے
موضوعیت کا قلم پھروا دیا ہے شعراے عرب کے کلام قدیم پر موضوعیت کا الزام یا اون کے بعد مورخین محققین عرب پر وضاعی کا اتہام
شبلی صاحب کے ضعف استدلال کی قوی دلیل ہے۔ یہ آپ کی کمزوری ہے جس نے مخالف کے جواب مین آپ کو آسانی اور سہولیت کی غرض
سے اصلیت کلام کے انکار کی ترکیب بتلائی اور آپ نے بہی آسان اور سہل تدبیر اختیار فرمائی۔ حالانکہ ان مین سے اکثر اشعار عموماً اور
یہ شعر اور اسکے ایسے ابیطالب کے اکثر اشعار خصوصاً۔ روایت ودرایت دونون طریقون سے ثابت ہوچکے ہین اور اصل واقعہ کے زمانہ سے
آجتک مفسرین۔ محدثین۔ مورخین اور محققین اسلامی کی تصنیفات وتالیفات مین نقل ہوتے آتے ہین۔ پھر آج اتپر موضوعیت کا
الزام لگانا اور مخالفین اسلام کے سامنے اپنے محققین اسلامی کو وضاع وکذاب ٹھہرانا ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ اون زبان درازون
سے اسلامی اخبار وآثار کا مضحکہ اڑوانا ہے۔ دیکھئے شبلی صاحب نے خطیب بغدادی کے قول بے سند پر اعتبار کر کے امام سبکی قرطبی
شعرانی عسقلانی۔ بیہقی۔ احمد بن الحسین الوصلی المعروف بہ ابن وحشی۔ علامہ ابن سلامۃ القضاعی۔ علامہ علی الاجہوری۔ امام تلمسانی علامہ
ابوطاہر۔ علامہ برزنجی۔ اور امام الحرمین اسفرائینی وغیرہ ثالہم۔ اتنے محدثین وناقدین حدیث اور اسیطرح۔ ابن ہشام۔ طبری۔ ابن اثیر
علامہ حسین دیاربکری صاحب تاریخ الخمیس اور ابوالفداء وغیرہم کے ایسے مورخین معتبرین کو جھوٹا بتلایا۔

اگر ان بزرگون کی تصنیفین تحریر کتاب کے وقت۔ آپ کے پاس موجود نہ تھین تو صرف شرح زرقانی ہین۔ اس شعر اور اسکے ساتھ
اور چند اشعار کی خاص تصنیف ابیطالب ہونیکی تحقیقی اور تفصیلی بحث ملاحظہ فرمائی ہوتی۔ تو حقیقت کا انکشاف ہوگیا ہوتا۔ دیکھئے علامہ
دمیری نے حضرت عبدالمطلب کیطرف اس شعر کی نسبت کی تھی۔ آپ کی طرح نہ اسکی بے اصلیت نقل کی تھی اور نہ موضوعیت پھر زرقانی
نے دمیری کی اس غلط فہمی کی جن لفظون مین کی ہے وہ یہ ہین۔ و ھذا البیت من ابیات فی قصیدۃ لابی طالب۔ و علی الصواب
وقول الدمیری وتبعہ جماعۃ انہ بعبد المطلب غلط یہ قول کہ شعر ابیطالب کے قصیدے کا ہی صحیح ہے اور علامہ دمیری اور

آیا اس دعوی کا کہ بخاری میں ایک ضعیف روایت بھی نہیں - یا اس محترفانہ تنقید و تردید کا جو اوپر ابھی لکھی گئی - آپ کے وہ اصول کہ حدیث کے مقابلہ میں سیرت کے واقعات قابل اعتماد نہیں - ایسی حالت میں مانے جائیں گے یا اس واقعہ میں آپ کی رقمزدہ اور اقرار کردہ صورت حال پر اعتبار کیا جاوے گا -

صورت حال تو یہ بتلا رہی ہے کہ صحیحین بخاری اور ابن ماجہ نے اپنی غلط فہمی سے - یا عربی کی عدم لغت دانی سے یا یوں کہیئے کہ محض نادانی سے اس حدیث کو ایک غلط صورت میں دکھلایا - مگر اونھیں نامعتمد علیہ سیرت نگاروں نے تو قراریط کے بالکل صحیح معنوں میں اوسی طرح سمجھا ہے جس طرح شبلی صاحب خود بھی سمجھے ہیں اور دنیا کو سمجھاتے ہیں طبقات ابن سعد - حدیث کی کتاب نہیں - وہ زیادہ سے زیادہ من حیث التاریخ - ایک سیرۃ یا تذکرہ کی کتاب سمجھی جاتی ہے اور نہایت معتبر اور اپنے اوستاد - واقدی کی کتاب سے بھی معتبر ترین - ہم اپنے عرقومہ بالا سلسلۂ بیان میں اوسکی اصل عبارت سے لکھ چکے ہیں اور پھر اس واقعہ کی نسبت اوسکے لفظ لکھے دیتے ہیں افارعیتھا لاھل المکۃ بالقراریط میں قراریط پر اہل مکہ کی دنبیاں چراتا تھا - اس سیرت نگار نے بالکل اپنے سیدھے سادے اور معمولی اصول کے

حاشیہ صفحہ دیگر اور اونکے گروہ متعین کا یہ قول کہ یہ عبد المطلب کا شعر ہے بالکل غلط ہے شرح زرقانی جلد اول ص ۲۳۱

اس کے بعد زرقانی - اسکے ثبوت میں - امام بیہقی کے اسناد سے وہ واقعہ لکھتے ہیں جس میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابیطالب کے اس شعر کی خود تصدیق فرمائی ہے اور اونکا خاص تصنیف کردہ بتلایا ہے جس کو ہم پوری تفصیل سے اوپر لکھ آئے ہیں پھر جب اس شعر اور اسکے اکثر اشعار کی اصلیت نقادان فن کی تنقید و تحقیق کامل سے شبلی صاحب سے صدہا برس قبل ثابت ہو چکی ہو تو پھر اسکی موضوعیت پر بحث کرنا ایک فضول کوشش ہے - اب ہر شخص بلا تکلف عینی صاحب کی تنہا رائے کو زرقانی کے تفصیلی استدلال سے مقابلہ کر کے شبلی صاحب کی غلط فہمی کو خود سمجھ لیگا خصوصاً بیہقی کے اسناد سے تو اسکی روایت درایت کے پایۂ امتیاز تک پہونچی ہوئی ثابت ہوتی ہے - ہم نہیں جانتے کہ مخبر صادق علیہ السلام کی تصدیق کے بعد پھر کس مسلمان کو اسکی تکذیب یا موضوعیت کا گمان ہو سکتا ہے -

اب اس امر کے متعلق ایک امر کی تحقیق اور باقی ہے اور وہ یہ ہے کہ مولوی شبلی صاحب شعرائے قدیم کے ان اشعار کی موضوعیت کی نسبت لکھتے ہیں وہ لطیف تر بات یہ ہی کہ ابن ہشام ان اشعار کو نقل کر کے اکثر موقعوں پر لکھ دیتے ہیں کہ فن شعر کے ماہرین ان اشعار کی نسبت انکار کرتے ہیں - مثلاً سریۂ ابو عبیدہ بن الحرث میں (ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۲ مطبوعہ مصر) حضرت ابوبکرؓ کا ایک قصیدہ نقل کیا ہی اور لکھا ہے اکثر اهل العلم والشعر ینکر هذه القصیدة لابی بکرؓ اکثر اہل علم و شعر اس بات کے منکر ہیں کہ یہ قصیدہ حضرت ابوبکرؓ کا ہے -

ہمکو نہ حضرت ابوبکرؓ کے قصیدہ کی تحقیق سے واسطہ ہے اور نہ امیہ بن الصلت کے خطبہ اور اشعار کی تفتیش سے سروکار اور نہ اس سے غرض ہے کہ ابن اسحاق نے حضرت ابوبکر کے قصیدے کی موضوعیت کا کہاں تک خود اعتراف کیا ہے - ہمکو تو جو کچھ تحقیق کرنا ہی یا لکھنا ہے وہ صرف حضرت ابیطالب کے اس قصیدہ - اسکے اشعار اور خاصکر مذکورہ بالا شعر کی نسبت جو ہماری موجودہ بحث کا اصلی موضوع ہی - اب ہم کو یہ دیکھنا ہے اور دکھلا دینا ہی کہ اسکے متعلق محمد ابن اسحاق نے نقل کرنے کے بعد اپنا کیا فیصلہ قایم کیا ہی جس اتفاق سے ابن ہشام کی جلیل

مطابق اس واقعہ کو آنحضرت صلعم کے دس برس کی عمر کی حالات میں اوسیطرح مندرج کیا ہے جسطرح شبلی صاحب نے اپنی سیرت میں۔ نہ بخاری صاحب کی طرح اس واقعہ کے لئے کوئی عنوان قایم کیا ہے اور نہ کوئی خاص باب باندھا ہے نہ اسکو رسولؐ کی ابتدائی معیشت کے اسباب و ذرایع ٹھیرائے ہیں۔ نہ اسکو مزدوری اور اجارہ بتلایا ہے جو لکھا ہے وہ اتنا ہے ذکو رعیہ رسول اللہ صلعم الغنم بمکۃ یعنی مکہ میں رسول صلعم کا دنبیاں چرانا۔

ایک لطیف بات تو یہ ہے کہ اسوقت قراریط کے متعلق جو صحیحین بخاری اور ابن ماجہ سے شبلی صاحب اختلاف و اجتناب اختیار فرماتے ہیں اور مجبور ہو کر او نھیں غیر مستند۔ نامعتمد اور غیر مفید سیرت نگاروں پر اعتبار کرتے ہیں جسے ایک محقق کے آگے آپ کے یہ اصول موضوعہ اور اہل صحاح کی ناانصافانہ جنبہ داری اور اہل سیرت کی بے اعتباری پیش کیجاویگی۔ جو آپ مقدمہ کتاب میں لکھ چکے ہیں تو وہ آپ کی جامعیت و صلاحیت پر حسرت و افسوس کرکے اتنا ضرور کہدیگا ؎ بریں عقل و دانش بباید گریست۔

اصل واقعہ کی حقیقت کا انکشاف

اس بحث کے متعلق تمام مرقومہ بالا جزوی اور کلی ضروریات کو لکھ کر ہم اصلی واقعہ کی حقیقت کا انکشاف کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ عرب کی قدیم دستور کے مطابق جیسا کہ شبلی صاحب لکھتے ہیں اور عرب کی تمام قدیم سیرت۔ تاریخ اور اشعار سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ ایام طفولیت میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی دنبیاں چرائی ہیں۔ اور اوسوقت کے ملکی اور قومی تمدن معاشرت اور تہذیب کے اعتبار سے آپ کا یہ ابتدائی مشغلہ معیوب نہیں کہا جا سکتا۔ اس لئے۔ اس کی وجہ سے نہ آپ کے خاندانی اعزاز و اقتدار میں کوئی کمی آ سکتی ہے اور نہ آپکی روحانی عظمت پر اور شان رسالت پر کوئی حرف آ سکتا ہے۔ خاندانی اعزاز کیلئے

حاشیہ صفحہ دیگر اور مطبع کا شبلی صاحب حوالہ دیتے ہیں وہی میرے پاس بھی موجود ہے میرا دس میں جب اس قصیدہ کو تلاش کرتا ہوں تو صفحہ ۹۱ سے لیکر صفحہ ۹۴ تک کے تین ثلث صفحوں تک اس تمام قصیدے کو لکھا ہوا پاتا ہوں اسمین کل ۹۴ شعر ہیں جنمیں سے شعر زیر بحث ۳۰ نمبر کا شعر ہے۔ پورے قصیدے کے خاتمہ پر یہ رائے لکھی ہے قال ابن ہشام ھذا ما صح لی من ھذہ القصیدۃ و بعض اھل العلم بالشعر ینکر اکثرھا۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ اس قصیدے کے اتنے شعر جو لکھے گئے ہیں میرے نزدیک صحیح ہیں لیکن بعض علمائے شعر ان میں سے اکثر اشعار کا انکار کرتے ہیں۔ ابن ہشام مولف سیرۃ کی تحقیق سے تو اس قصیدہ کے جتنے شعر اونہوں نے لکھے ہیں وہ سب کے سب اونکے نزدیک صحیح ہیں۔ مگر بعض علما شعر ان میں سے اکثر اشعار کا انکار کرتے ہیں۔ مولوی شبلی صاحب کا ابن اسحاق یا ابن ہشام کے اس انکار سے جو اونہوں نے حضرت ابو بکرؓ کے قصیدے کی نسبت تحریر کیا ہے ابیطالبؑ کے قصیدے کی موضوعیت کیسے ثابت ہوتی ہے نتیجہ تو آپ کے مدعا کے خلاف ہی وہ کہتے ہیں میرے نزدیک تو یہ تمام ۹۴ شعر صحیح ہیں یعنی ابیطالب کے خاص طبعزاد ہیں لیکن بعض شعرا ان میں سے اکثر اشعار کو ابیطالب کی تصنیف نہیں سمجھتے۔ نہ سمجھیں اوتنے شعر نہیں سہی بقول حزین ؎ دو صد شعر دیوان من رفت رفت۔ ابن ہشام کی اس تحریر سے آپ کے اس دعوی کی کہ ابیطالبؑ کا یہ قصیدہ لامیہ سرتاپا موضوع ہے کیسے ثابت ہوا۔ ہاں یہ ہو سکتا ہی کہ چند شعر اسمین

اسوجہ سے معیوب نہین ہوسکتا کہ عرب کے تمام امرا۔ رؤسا اور شرفا کے عام طبقات مین جاری تھا۔ مرتبۂ رسالت اور درجۂ روحانیت کے لحاظ سے بھی اسلئے قابل الزام نہین کہ تمام کتب انبیاؑ سے حضرات انبیا و مرسلین کا دنبیان چرانا ثابت ہوتا ہے۔ جیساکہ اس کتاب کی جلد اول مین ابوالانبیا حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وآلہ وعلیہ السلام کے حالات و واقعات مین بالتفصیل لکھا جاچکا گیا ہے۔

اصلیت اور حقیقت یہ ہے کہ دنبیون کی یہ گلہ بانی بھی حقیقتاً تخصیصی تھی تعمیمی نہین تھی۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف اپنے گھر کی دنبیون کی گلہ بانی اور نگرانی فرماتے تھے۔ عام طور سے اہل مکہ کی نہین۔ محدثین نے غلط سمجھا ہے اور اسی غلط فہمی کے باعث اتنا فساد برپا ہوا ہے۔ اسمین شک نہین لااہل مکہ کا لفظ سیرت کی کتابون مین بھی ویسی ہی ہے جیسے حدیثون کی کتابون مین حقیقت تو یہ ہے کہ اہل مکہ سے اپنا گھر اور اپنا قبیلہ مراد ہے۔ کیونکہ بنی عبدالمطلب یا بنی ہاشم قریشی بھی تھے اور مکی بھی۔ حدیث کی کتابین اس تخصیص کو کہین ظاہر نہین کرتین۔ سیرت نے جناب رسول خدا صلعم کے خاص ارشاد سے اس تخصیص کا اظہار ثابت کردیا ہے۔ چنانچہ اوسی طبقات ابن سعد مین یہ واقعہ درج ہے جس سے حقیقت حال کا پورا انکشاف ہوجاتا ہے عبارت یہ ہے۔

انّ النبیؐ صلعم قال بعث موسیٰؑ وھو راعی غنم وبعث داؤد وھو راعی غنم وبعثت وانا ارعی غنم اھلی باجیاد۔ طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۸۰ جرمن	جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت موسیٰؑ مبعوث ہوئے وہ بھی دنبیون کے چرواہے تھے اسکے بعد حضرت داؤدؑ مبعوث ہوئے وہ بھی دنبیون کے چرواہے تھے۔ اونکے بعد مین مبعوث کیا گیا مین نے بھی اپنے گھر کی دنبیان اجیاد (پہاڑ کا نام ہے جو قراریط کے پاس ہے) پر چرائی ہین۔ طبقات ج ۱ ص ۸۰

شبلی صاحب نے اس مسئلہ مین تنقید و تردید سب کچھ تو تمام کردیا۔ مگر اسکی تخصیص کیطرف ذرا توجہ نفرمائی۔ گویا آپ کی تحقیق مین پیغمبر عربؐ کا اجرت ومعاوضہ پر تمام اقوام مکہ کی دنبیان چرانا ثابت ہے۔ اور یہ امر آپ کے نزدیک نہ بنی ہاشم کی عظمت واقتدار کا مخالف ہے اور نہ شان رسالت کا مناقض حالانکہ اصول تعمیم سے بھی اوسوقت کی قدیم معاشرت۔ تہذیب وتمدن کے سراسر خلاف ہے۔ اور اسوقت بھی کوئی شخص نہین مان سکتا کہ شرفا۔ رؤسا اور امرائے مکہ کے بچے اپنے سے کم درجہ قبائل اور ارزال قوم کی دنبیان چرانا گوارا کرتے ہون گے۔ بخلاف اسکے ہر شخص بلا تکلف مان لیگا کہ اوسوقت کے شرفا رؤسا اور امرائے مکہ کے بچے اپنے گھر یا اپنے قبیلے کی دنبیان شہر کے بیرونی مقامات مین چرایا کرتے تھے جیساکہ خود آنحضرت صلعم کی زبانی ابن سعد کی عبارت سے ثابت ہے۔ افسوس ہے کہ شبلی صاحب کی محققانہ نگاہ طبقات ابن سعد کے اس آخر واقعہ متذکرہ پر نہ پہونچ سکی۔ اگر پہونچ سکی ہوتی۔ تو ہمکو جیسا یقین ہے وہ تخصیص کے مسئلہ کو بھی صاف فرمادیتے یہ تو مولف کی کوتہ قلمی ہے یا قصیر النظری۔

حاشیہ صفحہ دیگر ابیطالب کی تصنیف ہون۔ اسکو ہم بھی مانتے ہین اور ہمارے متدین اسلامی مورخ نے بھی لکھدیا ہے شبلی صاحب کی یہ تحقیق اصلیت وحقیقت واقعات کیا بتلائیگی۔ اور تاریکی اور عدم واقفیت مین اولجھادیگی المولف عفی عنہ

سفر شام اور راہب بحیرا کا مشہور واقعہ

بارہ برس کے سن میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عم محترم حضرت ابیطالب کے ساتھ ملک شام کا سفر کیا۔ ابن سعد طبقات میں اس سفر کی کیفیت یوں لکھتے ہیں۔

لما بلغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اثنی عشر سنۃ خرج بہ ابیطالب الی الشام فی العیر التی خرج فیہا للتجارۃ ونزلوا بالراھب بحیرا فقال لابی طالب فی النبی صلی اللہ علیہ و الہ وسلم ما قال وامرہ ان یحتفظ بہ فردہ ابوطالب معہ الی مکۃ وشب رسول اللہ صلعم مع ابی طالب

(جب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارہ برس کی عمر کے ہوئے تو جناب ابیطالب انکو ہمراہ لیکر قریش کے قافلہ تجارت کی ساتھ شام کیطرف روانہ ہوئے اور بحیرا نامی راہب عیسائی کے مسکن پر منزل گزین ہوئے۔ راہب بحیرا نے حضرت ابی طالب سے جناب رسولخدا صلعم کی نسبت وہ سب باتیں کہیں جو اوس کو آپ سے کہنی تھین اور آپ کی حفاظت و نگرانی کے متعلق تاکید کردی۔ چنانچہ حضرت ابیطالب آپ کو وہین سے اپنے ہمراہ مکہ واپس لائے)

طبقات ص ۷۶

اس عربی کی مستند ترین سیرت مین تو یہ واقعہ اتنا ہی ہے جو لکھا گیا۔ سیرۃ النبی مین شبلی صاحب نے ناحق اسکو ایک معرکۃ الآراء مسئلہ تاریخی بنا دیا ہے۔ اور حدیث و سیرت کی تحقیق و تنقید کے باہمانہ امتزاج سے وہ غلط بحث تیار کیا ہے کہ صاف طبعان زمانہ کی عام بدمزگی اور ناگواری کا باعث ہوتا ہے شبلی صاحب کی عبارت ذیل مین ملاحظہ ہو۔

ابوطالب تجارت کا کاروبار کرتے تھے۔ قریش کا دستور تھا سال مین ایک مرتبہ تجارت کی غرض سے شام کو جایا کرتے تھے۔ آنحضرت صلعم کی عمر تقریبًا بارہ برس کی ہو گی کہ ابوطالب نے سفر شام کا ارادہ کیا۔ سفر کی تکلیف یا کسی اور خیال سے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساتھ لیجانا نہین چاہتے تھے لیکن آنحضرت صلعم کو ابیطالب سے اسقدر محبت تھی کہ جب ابیطالب چلنے لگے تو آپ اون سے لپٹ گئے۔ ابوطالب نے اپ انکی دلشکنی گوارا نہ کی اور ساتھ لے لیا۔ عام مورخین کے بیان کے مواق بحیرا کا مشہور واقعہ اسی سفر مین پیش آیا اس واقعہ کی تفصیل اسطرح بیان کیگئی ہے۔ کہ جب ابوطالب بصرے مین پہونچے تو ایک عیسائی راہب کی خانقاہ مین اوترے جس کا نام بحیرا تھا۔ اوس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھکر کہا کہ یہ خاتم المرسلین ہین۔ لوگون نے پوچھا تم نے کیسے جانا تو اوس نے کہا جب تم لوگ پہاڑ سے نیچے اوترے تو جسقدر درخت اور پتھر تھے سب سجدے کے لئے جھک گئے۔ طبری نے مختلف طریقون سے اس واقعہ کو لکھا ہے۔

طبری کے مختلف طریقون مین سے صرف ایک طریقہ کا خلاصہ اور ماحصل شبلی صاحب نے لیا ہے اور اوس پر ذیل کی تنقید لکھی ہے۔ یہ روایت مختلف طریقون مین بیان کیگئی ہے تعجب یہ ہے کہ اس روایت سے جسقدر تمام مسلمانون

کو شغف ہوا اس سے زیادہ عیسائیون کو ہے۔ سر ولیم میور، ڈوزیر اور مارگیولوس وغیرہ سب اسے عیسائیت کی فتح عظیم خیال کرتے ہین اور اس بات کے مدعی ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مذہب کے حقائق و اسرار اسی راہب سے سیکھے۔ اور جو نکتے اس نے بتا دیے تھے اونھین پر آنحضرت صلعم نے عقائد اسلام کی بنیاد رکھی اسلام کے تمام عمدہ اصول انھین نکتون کے شروح اور حواشی ہین عیسائی مصنفین اگر اس روایت کو صحیح مانتے ہین تو اوسی طرح ماننا چاہیئے جس طرح روایت مین مذکور ہے۔ اس مین بحیرا کی تعلیم کا کہین ذکر نہین۔ قیاس مین بھی نہین آسکتا کہ دس بارہ برس کے بچے کو مذہب کے تمام حقائق سکھائے جاوین۔ اگر یہ کوئی خرق عادات تھا تو راہب بحیرا کو تکلیف کرنیکی کیا ضرورت تھی۔

مولوی شبلی اپنی جبلی عادت سے مجبور ہین۔ آپ ایک حدتک معقول اور کافی جواب دے چکے۔ اب اس سے زیادہ انکشاف تو پھر وہی اپنا ہی پردہ فاش کرنا ہے۔" اب ان الفاظ مین اس روایت کی تنقید کیا تکذیب فرمائی جاتی ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ روایت ناقابل اعتبار ہے۔ اس روایت کے جتنے طریقے ہین سب مرسل ہین یعنی راوی اول واقعہ کے وقت موجود نتھا۔ اور اس راوی کا نام بھی نہین بیان کرتا۔ جو شریک واقعہ تھا اس کا سب سے زیادہ مستند طریقہ یہ ہے جو ترمذی مین مذکور ہے۔ اسکے متعلق تین باتین قابل لحاظ ہین (۱) ترمذی نے اس روایت کے متعلق لکھا ہے کہ حسن اور غریب ہے۔ اور ہم اس حدیث کو اس طریقہ کے سوا اور کسی طریقہ سے نہین جانتے ہین (۲) حسن کا مرتبہ حدیث صحیح سے کم ہوتا ہے اور جب غریب ہو تو اوسکا رتبہ اور بھی گھٹ جاتا ہے (۳) اس حدیث کا ایک راوی عبدالرحمن ابن غزوان ہے۔ اسکو بہت سے لوگون نے اگرچہ ثقہ بھی کہا ہے لیکن اکثر اہل فن نے اس کی نسبت بے اعتباری ظاہر کی ہے۔ علامہ ذہبی میزان الاعتدال مین لکھتے ہین کہ عبدالرحمن منکر حدیثین بیان کرتا ہے جن مین سب سے منکر وہ حدیث ہے جس مین راہب بحیرا کا واقعہ مذکور ہے (۴) حاکم نے مستدرک مین اس روایت کی نسبت لکھا ہے کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرائط کے مطابق ہے علامہ ذہبی نے تلخیص المستدرک مین حاکم کا یہ قول نقل کرکے لکھا ہے کہ مین اس حدیث کے بعض واقعات کو موضوع جھوٹا اور بنایا ہوا خیال کرتا ہون (۵) اس روایت مین مذکور ہے کہ حضرت بلال اور ابوبکر بھی اس سفر مین شریک تھے۔ حالانکہ بلال کا اسوقت تک وجود بھی نہین تھا اور حضرت ابوبکرؓ بچے تھے (۶) حدیث کے آخر راوی ابوموسی اشعری ہین جو خود شریک واقعہ نہین تھے۔ اور اوپر کے راوی کا نام بھی نہین بتاتے (۷) ترمذی کے علاوہ طبقات ابن سعد اور مستدرک وغیرہ مین جو سلسلۂ سند مذکور ہے۔ سب مرسل ہین۔ یعنی بیچ مین ایک راوی چھوٹ گیا ہے (۸) حافظ ابن حجر اس حدیث کو صحیح تسلیم کرتے ہین لیکن چونکہ حضرت ابوبکر اور بلال کی شرکت بداہۃً غلط ہے اسلئے مجبوراً اقرار کرتے ہین کہ اسقدر حصہ غلطی سے روایت مین شامل ہوگیا ہے لیکن حافظ ابن حجر کا یہ ادعا بھی

صحیح نہین کہ اس روایت کے تمام رُواۃ قابل سند ہین عبدالرحمن ابن غزوان انکی نسبت خود الخین حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب مین لکہا ہے کہ وہ خطا کرتا تھا - اسکی طرف اسوجہ سے شبہ پیدا ہوتا ہو کہ اوس نے ممالیک کی روایت نقل کی ہے - ممالیک کی ایک روایت ہے جسکو محدثین جھوٹ اور موضوع خیال کرتے ہین سیرۃ النبی ۱۳۲ | ۱۳۱ ص

چونکہ شبلی صاحب نے اپنی تنقید ہی عبارت پائین صفحہ نہین لکھی ہے بلکہ اصلی کتاب کی عبارت مین داخل کردی ہے اسلئے اسکی نسبت مجھکو جوکچھ عرض کرنا ہے وہ مین بھی حاشیہ زیرین کی عبارت مین نہین بلکہ اپنے اصلی سلسلۂ بیان مین منضم کرتا ہون -

شبلی صاحب کے ایسے محقق زمانہ کی مرقومہ بالا تنقید - جو خاصکر عیسائیون کے اعتراض کی تردید مین لکھی گئی ہے جسوقت حقیقت کی نظر سے دیکھی جاویگی تو جیسا ہم اوپر بیان کرآئے ہین اسوقت بھی پھر وہی عرض کرینگے کہ آپ کے اس ناگوار اور غیر استوار طریقہ تنقید و استدلال سے نہ معترضین کی تردید ممکن ہوسکتی ہے اور نہ تسکین بلکہ آپکی موجودہ تنقید تو آپکے محدثین و محققین کی کوتہ رتبی - کوتہ نظری اور کوتہ عقلی کی حقیقت مخالفین و معترضین اسلام پر واضح اور روشن کرتی ہے اور آپ کی جدت پسندی کا وہ طریقہ ہے جو معترضین کے ارادہ تعریض اور جوصلہ تکذیب کو اور وسیع کردیتا ہے - ہر شخص آپکے مرقومہ بالا تنقید کو پڑھکر بلا تکلف سمجھ لیگا کہ اسلامی مؤلفین اور مصنفین مین محدثین سے لیکر مورخین تک سب کے سب غلط نگار رہے تھے اور کورانہ نقل کرنے کے عادی - بدقسمتی سے اس سلسلہ مین مورخین کا کیا ذکر - محدثین صحاح امام بخاری امام مسلم - امام ترمذی - امام مالک وغیرہ سب ہی داخل ہین -

آپ کی تنقید کی صورت حال کا ایک رُخ تو یہ قایم ہوتا ہے - اوسکا دوسرا رخ یون نمایان ہوتا ہے کہ ترمذی صاحب اپنی صحیح مین اس واقعہ کو لکھتے بھی ہین اور پھر اوسکی صداقت مین عیب بھی لگادیتے ہین - پھر صحیح مین ایسے مشکوک یا ساقط از اعتبار روایات کے اندراج کی ضرورت ہی کیا تھی - حاکم صاحب بڑے شد و مد سے بخاری صاحب اور مسلم صاحب کے شروط پر اسکی صداقت و صحت کا چیلنج دیتے ہین - لیکن ذہبی صاحب - حاکم صاحب کی انتہا پسندی کو اعتدال کے درجہ تک گھٹا لاتے ہین اور چونکہ امامین بخاری و مسلم کی شرط صحت لگی ہے اس بنا پر اسکو بالتمامہ غلط ٹھیرانے کی تو جرأت کرتے نہین فرماتے ہین کہ مین اس حدیث کے بعض واقعات کو موضوع - جھوٹا اور بنایا ہوا خیال کرتا ہون -

اگر غور سے موجودہ صورت حال پر نظر ڈالی جائے تو شبلی صاحب کی اس تنقید مین مرقومہ بالا دو تورخون کے علاوہ ایک تیسرا پہلو بھی نظر آتا ہے وہ حافظ ابن حجر شارح صحیح بخاری کا خاص طرز بیان ہے - ان بزرگ پر آخر شبلی صاحب کو غصہ آہی گیا اور انپر رواۃ پرستی کا الزام لگا ہی دیا گیا آپ کے نزدیک ابن حجر نے نہایت نازیبا اور بدنما پہلو بدلا ہے - اور وہ یہ کہ اس روایت کی صحت کو بھی تسلیم کیا ہی لیکن چونکہ حضرت ابوبکر اور بلال کی شرکت بداہتہً غلط ہے - اسلئے مجبوراً اقرار بھی کرلیا ہے کہ اسقدر حصہ غلطی سے روایت مین شامل ہوگیا ہے - یہان تو ابن حجر نے اس کی صحت کی تصدیق کی وہان کتاب تہذیب التہذیب مین عبدالرحمن ابن غزوان کو حدیث مین خطا کرنے والا بھی لکھدیا ہے ابن حجر کی اسی دورخی راے پر شبلی

صاحب کو طیش آ گیا۔

مگر ہم شبلی صاحب سے عرض کرتے ہین کہ آپ کا یہ عتاب بیجا ہے اور طیش بیکار۔ جب آپ صاف صاف ابن حجر کا یہہ قول خود لکھہ رہے ہین کہ روایت مین اوس حصہ واقعہ کے داخل ہو جانے سے جو بدیہی غلط ہے۔ اوسکو اوس کے کل صحیح ہونے مین کلام ہے تو وجہ پاکر آپ کو بیوجہ برافروختہ ہونیکا کیا حق ہے۔ اب رہا یہ امر کہ ابن حجر بھی۔ آپ اور آپ کے چند ہمخیال مولفین ومورخین کی طرح اس روایت کے سراپا موضوع اور بالکل غلط ہونیکے کیون قائل نہ ہوئے؟ تو آپ کا یہ تحکم آپ کے حسن وتعقل کا پتا اور ناز بیجا کا پورا مزہ دیتا ہے اسکی وجہ بالکل صاف ہے اور روشن۔ ابن حجر معمولی پایہ کی بزرگ نہین تھے صحیح بخاری کے شارح شروح بخاری مین انکی شرح کا سب سے پایا بلند ہے۔ وہ اپنے اصول ومختار مقررہ کی بڑی پابند تھے۔ وہ جانتے تھے کہ صحیحین کے شروط کے مطابق جن مین بقول آپ کے ایک ضعیف سے ضعیف روایت بھی نہین بچ کیگئی ہیروہ انکی مرویات کو سراپا غلط اور موضوع بتلاتے اور ایسی معتبر اور مستند اصح الکتاب کی عظمت گھٹاتے۔ اونکی شرح آپ کی سیرۃ النبی کا مقدمہ تو تھی ہی نہین جس مین ابتداً تو کتب صحاح کو عموماً اور صحیحین بخاری ومسلم کو خصوصاً صحت وصداقت مین گویا قرآن مجید کا مرادف بتلایا جاتا ہے۔ مگر بالآخر تمام سلسلۂ بیان اور مباحث تالیفی مین اونکو موضوعات کا انبار اور افترایات کا دفتر ٹہرایا جاتا ہے۔ اب فرمایا جاوے کہ آپ کا یہ طریق موجودہ صورت حال مین آپ کے لئے کون رخ تیار کریگا۔ اور آپ اپنی ایسی روش انحراف کے مقابلہ مین۔ ابن حجر کے اختلاف کیلئے اون بیپرواہ پرستی کا کیسے الزام لگا سکتے ہین۔ حقیقت یہی ہے کہ بخاری ہون یا مسلم ہون یا ترمذی۔ مالک ہون یا ابن حجر ہون یا مولوی شبلی۔ اصلیت سب سے جدا اور حقیقت سے سب علحدہ ہے ؎ چون ندید ند حقیقت رہ افسانہ زدند۔ یہ واقعہ روایت اور درایت دونون طریقون سے صحیح ہے حضرت ابوبکر اور حضرت بلال کی شرکت کے غلط اضافے نے یہ سارے مفسدے پیدا کردے جو حقیقتاً ایسا سفید جھوٹ ہے جو کسی طرح نہین چھپ سکتا۔ ایسی کوری بیعقلی ہے جسکی تاویل ممکن نہین ؎ کیا بنے بات جہان بات بنائے نہ بنے حقیقتاً ابن حجر سے کوئی بات نہین بن سکتی تھی۔ اونہون نے صرف اس حصہ حدیث کے غلطی سے اصل حدیث مین مخلوط ہو جانیکا اعتراف کردیا تو کیا برا کیا۔ یہ تو اوسکا ضعف تمدن نہین کہا جا سکتا بلکہ اوسکا عین تمدن اور اپنے اصول کی کمال پابندی قرار دیجاویگی شبلی صاحب اپنے موسفانہ تلون پر ذرا بھی خیال نہین فرماتے۔ میری دانست مین ابن حجر نے ذہبی سے زیادہ قصور نہین کیا ہے۔ آپ خود تلخیص مستدرک سے ذہبی کا یہ قول اوپر نقل فرما چکے ہین کہ مین اس حدیث کو موضوع جھوٹا اور بنایا ہوا خیال کرتا ہون"۔ اب اس بیان کو ابن حجر کے کلام سے ملایا جاوے تو مدعا دونون کا ایک ہی پایا جاویگا۔ فرق یہ ہے کہ ذہبی نے بڑے حزم واحتیاط سے اوس غلط حصۂ روایت یا واقعہ کا نام نہین بتلایا اور ابن حجر نے اپنے کمال تدین سے اوس غلط حصۂ روایت یا اضافہ حدیث کو بتلا دیا لیکن مشکل تو یہی کہ اب آپ کو یہ کون بتلائے کہ کن لوگون نے کس غرض وغایت سے یہ جوڑ جوڑ لگایا ؎ اکنون کرا دماغ کہ پرسد زباغبان ؂ بلبل چہ گفت وگل چہ شنید وصبا چہ کرد ؂

صحیحین کے استحفاظ مراتب کا یہ مستحسن طریقہ تھا کہ یہ بحث یہین تک رہنے دیجاتی۔ اور اس اضافہ کی وجہ اور اضافہ کرنیوالے کی تلاش نکیجاتی۔ ہمکو کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی کہ یہ حدیث جو صحاح کے معتبر کتابون مین سے لیکر حدیث کی تمام چھوٹی بڑی کتابون مین اسوقت سے لیکر اسوقت تک نقل ہوتی چلی آئی ہے۔ صرف اپنے ایک حصہ کی غلطی کیوجہ سے بالکلیہ غلط ہوجائے گی۔ یہ اصول آئین تنقید کے مطابق ثابت ہوتا ہے اور نہ قواعد کلام کے موافق عبدالرحمٰن ابن غزوان کی جرح و قدح بھی اصولاً ایسی مستحکم اور ناقابل التاویل نہین معلوم ہوتی اسی روایت کی نسبت آپ خود اعتراقاً تحریر فرماتے ہین کہ اسکو بہت سے لوگون نے ثقہ بھی لکھا ہے اور بعض نے منکر بھی۔ اس بنا پر اسکے قطعی کاذب اور وضاع ہونیکی بھی دلیل قایم نہین ہوسکتی۔ صرف ذہبی نے اسکو منکر لکھا ہے اور اوسکے مرویات سے خصوصاً واقعہ راہب بحیرا کو موضوع بتلایا ہے۔ تو گویا اس کی تنقید مین وہ متفرد ہین۔ اب انکی متفردہ رائے کو کثیر التعداد محدثین کے مختار سے مقابلہ فرمایئن۔ جو اسکی توثیق وصحت کے قائل ہین۔ تو ذہبی کے مختار منفردہ کا کیا وزن رہجاتا ہے۔ اس لئے شبلی صاحب کی یہ تمام کدوکاوش بیکار اور غیر مفید کوشش ہے۔

اس سے کسی کو بھی انکار نہین ہوسکتا کہ عبدالرحمٰن نے حضرت ابوبکر وغیرہ کی شرکت کے قبل تک اس واقعہ کو پوری اصلیت کے ساتھ بیان کیا۔ اور بقیہ حصہ کو اوس موضوعیت کیساتھ بیان کیا جیسا کہ اوس نے غیرون سے غلط سنا تھا اب رہا یہ امر کہ اس روایت کے تمام طریقے مرسل ہین۔ تو اولاً اصول نقد حدیث کے مطابق مراسیل صحابہ قطعاً درست ہین یہ اعتراض بیجا ہے ثانیاً اس کیلئے صاحبان شیخین جوابدہ ہین۔ جنھون نے نقل ونقد حدیث کے اصول اقسام اور ابواب بھی قایم کئے اور اپنی اپنی تالیفات کو ان اصول موضوعہ کا بظاہر سخت پابند بھی بتلایا۔ پھر ان موضوعات اور لغویات کی بھرتی بھی اونھین کتابون مین بھردی۔ اس کا جواب شیخین صحیحین دیسکتے ہین یا خود شبلی صاحب جو اپنے مقدمہ کتاب مین اتنے طمطراق سے ان بزرگون کی مدح سرائی کرچکے ہین۔

حقیقت مین شبلی صاحب کی یہ تنقید عیسائیون کی فتح عظیم کی تردید تو کیا کرے گی تائید البتہ کرتی ہے کیونکہ یہ عادت جنگی با ہمانہ تکذیب و تردید۔ تغلیط۔ بعد تصحیح۔ جو اسلامی دائرہ مین۔ اکابرین صحاح سے لیکر عام محدثین و شارحین تک مین پھیلی ہوئی دکھلائی گئی ہے۔ جسوقت مخالفین کی نگاہ سے گذرے گی اونکی تعریض و تردید کے حوصلون کو اور بھی کشادہ کردیگی اور وہ سمجھ لین گے کہ بس یہ حضرت ایسے تھے اور اتنے۔ اپنے خیال مین شبلی صاحب نے عیسائیون کو اس تنقید سے اپنی صفائی دکھلائی ہے۔ مگر اس سے بھی اونکی قیاسی فتح عظیم کی بیخ کنی نہین ہوئی اور اوسکے دفعیہ کا کوئی پہلو بھی اس تحریر میں نہین نکلا سچ تو یہ ہے کہ شبلی صاحب کو وہ پہلو معلوم ہی نہین اور اسکی وجہ یہی ہے کہ عیسائیون کی ذراسی تعریض پر آپ اسقدر مضطرب الحواس ہوجاتے ہین کہ حقیقی واقعات کو چھوڑکر زوائد اور دور از قیاس ذرایع سے جواب دینا چاہتے ہین اور اپنے علما کی تغلیط کے ثبوت دیکر اونکی تردید پیش کرتے ہین جو گویا جواب تسلیمی ہوجاتا ہے۔ دیکھئے شبلی صاحب اس روایت کو

عیسائیت کی فتح عظیم سمجھے ہین وہ حقیقتاً اونکی شکست فاش ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ جیسا آپ کو خوف ہے عیسائی اس روایت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راہب بحیرا سے رموز نبوت اور اصول شریعت کی تعلیم حاصل کرنا ظاہر کرتے ہین لیکن انکا یہ دعوی محض افترا اور قطعی بے دلیل ہے۔ یہ مسلم ہے کہ یہی دلیل اونکا اصلی ماخذ ہے۔ مگر اسکی بالتمامہ عبارت سے اونکے دعوے کا ایک حرف بھی ثابت نہین ہوتا۔ روایت موجود ہے عبارت حاضر ہے الفاظ پیش نگاہ ہین۔ کوئی عیسائی بتلا دے کہ اسکے کس جملہ کس حرف و کس لفظ کے یہ معنی ہوتے ہین کہ راہب بحیرا نے محمدؐ کو نبوت کے رموز اور شریعت کے اصول بتلائے۔ جب ایسے معنی نہین نکلتے تو وہ ضرور جھوٹے ہین اور اونکا دعوی سراسر جھوٹا ہی اور اونکی فتح عظیم خیالی ہوائین قلعہ بندی ہے۔

یہ تو سرسری طور پر اون کی موہوم فتح عظیم کی حقیقت بیان کی گئی جو شبلی صاحب کو اتنا مخوف اور مضطر بنائے ہوئے تھی۔ ہم نے اوسکو اونکی شکست فاش قرار دیا ہے ہم اب اسکو ثابت کرتے ہین۔ دیکھئے تاریخ طبری کے الفاظ روایت یہ ہین۔

ان ابا طالب خرج فی رکب من قریش الی الشام تاجرا و تهیا الرحیل واجمع السیر صب به رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم فیما یزعمون فرق له ابا طالب فقال واللہ لاخرجن به معی ولا یفارقنی ولا افارقه ابدا او کما قال فخرج به معه فلما نزل الرکب بصری من ارض الشام وبها راهب الیه یصیر علمهم عن کتاب فیها یزعمون یتوارثونه کابرا عن کابر فلما نزلوا ذلك العام بحیرا صنع لهم طعاما کثیرا وذلك انه رای رسول اللہ صلعم وهو فی صومعته علیه غمامة تظله من بین القوم ثم اقبلوا حتی نزلوا فی ظل الشجرة قریبا منه فنظر الی الغمامة حین اظلت الشجرة وهصرت اغصان الشجرة علی رسول اللہ صلعم حتی استظل تحتها فلما رای ذالك بحیرا نزل صومعته ثم ارسل الیهم فدعاهم جمیعا فلما رای بحیرا رسول اللہ صلعم یلحظه لحظا شدیدا وینظر الی اشیاء من جسده قد کان یجدها عنده من صفته فلما فرغ القوم من الطعام وتفرقوا

جناب ابی طالب قریش کے تجارتی قافلہ کے ساتھ شام کے قصد سے جانے لگے جب اسباب سفر اور سواری کا سامان درست ہو گیا تو جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملول ہوئے اسوجہ سے کہ مشہور تھا کہ آپکے عم محترم آپکو اپنے ہمراہ اس سفر مین نہین لیجائینگے حضرت ابیطالب نے آپکو ملول دیکھکر اور ملال کا باعث اس غلط خبر کو پاکر فرمایا کہ مین اپنی جگر گوشہ کو لئے بغیر کہین باہر نہین جاسکتا اور نہ کسی حالت مین کسی وقت اپنی جگر پارہ کو جدا کر سکتا ہون۔ چنانچہ ابیطالب نے آنحضرت صلعم کو اپنی ہمراہ لیا جب قافلہ شہر بصری مین جو علاقہ شام کے توابعات سے ہی پہونچا تو وہان ایک راہب نصرانی رہا کرتا تھا جس کا نام بحیرا تھا اوسکا وہان خاص صومعہ تھا (خانقاہ) اور وہ اوس زمانے کی تمام نصرانیون مین باعتبار علم کتب سماویہ اعلم الناس تھا اور یہ کمالات علمی اوسکو وراثتاً اوسکے سلسلہ مین ایک بزرگ کے بعد دوسرے بزرگ سے ملے تھے۔ اسکی بار یہ قافلہ تجار قریش وہان منزل گزین ہوا تو بحیرا نے انکی ضیافت کیلئے بافراط کھانا تیار کیا اور یہ اس باعث سے تھا کہ اوس نے جناب رسولخدا کو اس حالت مین دیکھ لیا اور پہچان لیا تھا کہ بخلاف اور

سئل رسول اللّٰہ صلعم عن اشیاء فی حالہ فی یقظتہ
وفی نومہ فجعل رسول اللّٰہ صلعم یخبرہ فیجدھا بحیرا
موافقہ لما عندہ من صفتہ ثم نظر الی ظھرہ خاتم
النبوۃ بین کتفہ قال بحیرا العمہ ابا طالب ما ھذا الغلام
منک قال ابنی فقال لہ بحیرا ما ھو ابنک لھذا
الغلام ان یکون ابوہ حیا قال انہ ابن اخی قال فما
فعل ابوہ قال مات وامہ حبلی بہ قال صدقت
ارجع بہ بلدک واحذر علیہ یھود فواللّٰہ لئن رأوہ
وعرفوا منہ ما عرفت لیبغنہ شرا فانہ کان شان
عظیم فاسرع بہ الی بلدہ فخرج بہ عمہ سریعا
حتے اقدمہ مکۃ

طبری ص ۱۲۵ مطبوعہ جرمن

اہالیان قافلہ کے آپ کے فرق مبارک پر ایک پارۂ ابر سایہ فگن تھا
اس اثنا میں قافلہ کے لوگ آئے اور اوسکے صومعہ کے پاس ایک درخت
کے سایہ میں فروکش ہوئے۔ راہب بحیرا اوس ابر سایہ فگن کو برابر دیکھ
رہا تھا کہ اوس درخت کی ڈالیاں بھی رسول اللہ صلعم کیطرف سایہ
کر دینے کی غرض سے جھکنے لگیں۔ تا اینکہ اونھوں نے آپ کے
فرق مبارک پر پورا سایہ کر لیا۔ یہ دیکھکر راہب بحیرا اپنے صومعہ سے نیچے اوترا
اور تمام مجمع قریش کو اپنے پاس بلایا جب بحیرا کی نظر آپ کے روی
منور کیطرف پڑی تو بڑی دیر تک آپ کے جمال مبارک کی زیارت کرتا رہا
اور آپ کے جسم مطہر میں اون اشیاء کا مشاہدہ کرتا رہا جو آپ کی
صفات کے متعلق اوسکی کتابوں میں لکھے تھے اور اوس نے پڑھے
تھے۔ تمام لوگوں نے جب کھانے سے فراغت کی تو بحیرا نے جناب
رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے خواب و بیداری کے حالات
استفسار کئے۔ آپنے اُسے بتلا دئے تو اوس نے آپ کے جوابات کو بھی اون صفات مخصوصہ کے مطابق پایا۔ جو اوسکی کتابوں
میں لکھی تھیں اوسکے بعد اوس نے آپ کی پشت مبارک پر غور کیا۔ تو مہر نبوت کو دوش مطہر کے مابین پایا۔ پھر آپ کے عم محترم
ابیطالبؑ کی طرف مخاطب ہوا اور کہنے لگا یہ لڑکا تمہارا کون ہے حضرت ابیطالب نے کہا میرا بیٹا ہے راہب بحیرا نے کہا کہ یہ بیٹا
آپ کا ہو نہیں سکتا اس لئے کہ میرے علم میں اس کے باپ کا زندہ رہنا ممکن نہیں ہے حضرت ابیطالبؑ نے جواب دیا کہ میرا بھتیجا ہے
بحیرا نے کہا کہ اسکا باپ کیا ہوا ابیطالب نے کہا کہ وہ مر گیا اور اسکی ماں بھی گذر گئی بحیرا نے کہا کہ آپ سچ فرماتے ہیں۔ اچھا تو آپ اسکو
اپنے ہمراہ اپنے شہر کیطرف یہاں سے واپس لے جائیں اور اسکے متعلق یہودیوں سے ہمیشہ خائف رہا کریں قسم خدا کی اگر وہ آ
دیکھ پائینگے۔ اور اسی معرفت کے ساتھ جیسا کہ میں نے اسکو پہچان لیا ہے وہ بھی پہچان لیں گے۔ تو پھر اسکے ساتھ شر
فساد برپا کرینگے۔ کیونکہ اسکے لئے ایک شان عظیم ودیعت ہوئی ہے۔ یہ سنکر آپ کے عم محترم آپ کو اپنے ہمراہ لیکر وہاں سے واپس
ہوئے اور داخل مکہ ہوگئے۔

دوسری روایت طبری کی یہ ہے۔

خرج ابوطالب الی الشام وخرج منہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ
علیہ والہ وسلم فی اشیاخ من قریش فلما اشرفوا علی
الراھب ھبطوا فحلوا رحالھم فخرج الیھم الراھب
کانوا قبل ذالک یمرون فلا یخرج الیھم ولا یلتفت

حضرت ابوطالب نے شام کا سفر کیا۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی
آپ کے ہمراہ تھے۔ اور تمام اکابرین قریش بھی قافلہ میں شامل تھے۔ جب لوگ
دیر راہب کے پاس پہونچے تو اوترپڑے اور اپنے سامان بھی قیام کرنے کو کھولدئے اتا

قال فهم يحلون رحالهم فجعل يتخللهم حتى جاء فاخذ بيد رسول الله صلعم فقال هذا رسول رب العالمين هذا يبعثه الله تعالى رحمة للعلمين فقال له اشياخ قريش ما علمك قال انكم حين اشرفتم من العقبة لم يبق شجرة ولا حجر الا خر ساجدا ولا يسجدون الا النبي وانى اعرفه بخاتم النبوة اسفل من غضروف كتفه مثل التفاحة ثم رجع فصنع لهم طعاما فلما اتاهم به كان في رعية الابل قالوا ارسلوا اليه فاقبل وعليه غمامة فقال انظروا اليه عليه غمامة تظله فلما دنى من القوم وجدهم قد سبقوه فيها الى فئ فلما جلس مال الشجرة عليه فقال انظروا الى فئ الشجرة مال عليه قال فبينا هو قائم عليهم وهو ينشدهم الا يذهبوا به الى الروم فان الروم ان راوه عرفوه بالصفة فقتلوه فالتفت فاذا هو بسبعة نفر قد قبلوا من الروم فاستقبلهم فقال ما جاء بكم قالوا جئنا ان هذا النبي خارج في هذا الشهر فلم يبق طريق الا بعث اليها ناس وانا اختيرنا خيره بعثنا الى طريقك هذا قال لهم هل خلفكم احد هو خير منكم قالوا لا انما اخترنا خيرة لطريقك هذا قال افرائيتم امرا اراد الله ان يقضيه هل يستطيع احد من الناس رده قالوا لا فتابعوه واقاموا معه قال فانا هو فقال انشدكم الله ايكم وليه قالوا ابو طالب فلم يناشده حتى رده وبعث معه ابو بكر و بلالا وزوده الراهب من الكعك والزيت۔

طبری ص ۱۱۲۶ جرمن

وہ راہب اپنے صومعہ سے باہر نکلا۔ حالانکہ اس سے قبل قریش کا قافلہ تجارتی چند بار آچکا تھا اور وہیں قیام کر چکا تھا۔ مگر وہ راہب کبھی انکے پاس آیا تھا اور نہ ان لوگوں سے ملتفت ہوا تھا۔ راہب کی اس صورت حال اور طرز سلوک نے سامان اوتارنیوالوں کو ایک حیرت انگیز فکر دامنگیر ہوئی۔ یہاں تک کہ اوس راہب نے آتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دست مبارک تھام لیا اور کہا کہ یہ سید العالمین اور رسول رب العلمین ہیں اور یہ وہی ہیں جنکو خداے سبحانہ تعالی نے دونوں جہان کی رحمت بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ یہ سنکر اکابر قریش نے پوچھا کہ یہ تم نے کیسے جانا۔ راہب نے جواب دیا کہ جسوقت تم لوگ یہاں آگئے اور اپنا بار اور سامان سفر وغیرہ اوتارنے لگے تو میں نے دیکھا کہ کوئی شجر اور کوئی حجر ایسا باقی نہیں رہا جو انکے سجدۂ تعظیمی کے لئے نہ جھک گیا ہو۔ اور سوائے نبیؐ کے اور کسی کے لئے سجدۂ تعظیمی نہیں کیا جاتا اور میں نے انکو مہر نبوت سے بھی پہچان لیا۔ جو انکے دوش مبارک کے حصۂ زیرین کیطرف نمایاں ہے۔ یہ کہکر وہ چلا گیا۔ اور ان لوگوں کی دعوت کیلئے کھانا پکوا کر اپنے ہمراہ لایا۔ تو آنحضرت صلعم اونٹوں کو چرا رہے تھے۔ راہب نے کہا کہ انکو بلا بھیجو۔ جب آپ آئے۔ تو فرق مبارک پر پارہ ابر سایہ گستر تھا۔ بحیرا نے قریش سے خطاب کر کے کہا کہ اس پارۂ ابر کو دیکھتے جاؤ جو انکے سر پر سایہ کئے ہوئے ہے پھر جب آپ قوم سے قریب آگئے تو اس شجر سے بھی یہی کیفیت ظاہر ہوئی جو پہلی روایت میں بیان ہو چکی ہے پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درخت کے نیچے بیٹھ گئے تو وہ درخت آپکے اوپر جھک گیا بحیرا نے پھر مجمع قریش سے کہا کہ اس درخت کی جھکنے کو دیکھو پھر وہ راہب مجمع قریش میں کھڑے ہو کر مناشدہ کے طریقہ میں کہنے لگا کہ میں تمہیں تاکید کرتا ہوں کہ تم انکو (آنحضرت صلعم کو) روم میں (علاقہ شام اُس وقت روم کا ماتحت تھا) نہ لیجاؤ کیونکہ اہل روم اگر انکو ان صفات کے ساتھ پہچان لینگے تو قتل کروا لینگے۔ چنانچہ وہ سات آدمی جو روم سے ہو آئے تھے بحیرا پہلے انھیں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ کہو ان مشاہدات کا تم پر کیا انکشاف ہوا۔ اون لوگوں نے جواب دیا کہ ہم نے

یقین کر لیا ہے کہ یہ خدا کے فرستادہ نبی ہین اور کوئی طریقہ مذہب ایسا نہین ہے جس مین ایک نبی نہ مبعوث کیا گیا ہو اور ہم لوگ بھی اس طریق کو بہتر سمجھتے ہین اور جو اس طریقہ مین نبی مبعوث ہوا ہے اوسی کو اختیار کرتے ہین۔ بحیرا نے کہا کیا تم ایسے شخص کو چھوڑ دوگے جسکو تم اپنے اخلاف مین سب سے بہتر سمجھتے ہو۔ سب نے کہا نہین کیونکہ ہم اوسکو اوسکے طریق مین نیکو کار سمجھکر اختیار کر چکے ہین بحیرا نے کہا کیا تم ان اقرار و اعتراف کے بعد خدائے سبحانہ تعالیٰ کو جھٹلا سکتے ہو۔ کیا کوئی تم مین سے اوسکی مشیت کو روک سکتا ہے سب نے کہا کوئی نہین۔ ہم سب اوسکی بیعت کرینگے اور اوس کے ساتھ رہین گے بحیرا اون کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ مین تمکو خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہون کہ تم مین سے اس شخص کا ولی کون ہے سب نے کہا ابیطالب اسکے ولی ہین پھر بحیرا نے ابوطالب کے ساتھ اپنے مناشدہ کو تمام کیا۔ حتیٰ کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو وہان سے لیکر واپس ہوئے اور ابوبکرؓ اور بلالؓ بھی آپ کے ہمراہ واپس آئے اور بحیرا نے کعک اور بیت کے تحائف آپ کے ہمراہ کر دیے۔"

تاریخ طبری مین انھین دونون مرقومہ بالا طریقون سے یہ روایت مندرج ہے جنکی اصل عبارت نقل کر دی گئین۔ آخر روایت کے کچھ حصہ کا غیر مسلسل طور پر مولوی شبلی صاحب نے بھی سیرۃ النبی مین ترجمہ فرمایا ہے۔ اس لئے یقین ہے کہ شبلی صاحب نے تالیف کتاب کے وقت طبری کی دونون روایتین اور انکی عبارتین ایکبار نہین کئی بار ملاحظہ فرمائی ہونگی۔ شبلی صاحب عیسائیون کے اس متعصبانہ اور متوہمانہ دعوی کی ہمیت اور اصلیت کو خود تحقیق فرما کر عربی ماخذون کو سیرۃ النبی مین نقل فرما دیتے اور معترضین کو دکھلا دیتے کہ تم جن عربی ماخذون پر صرف اتہام لگا کر اپنی فتح عظیم کے ہوائی قلعہ باندھ رہے ہو۔ وہ تو ان اصلی ماخذون کے ایک لفظ سے کیا ایک حرف سے بھی ظاہر نہین ہوتا۔ بس یہین سے عیسائیون کے غلط اتہام و الزام کی حقیقت کھل جاتی اور آپ کی خاطر مبارک سے بھی عیسائیون کے اس اعتراض کا خوف و اندیشہ نکل جاتا جسکی وجہ سے سخت اضطراب کیا تھا اسقدر خامہ فرسائی کی بیکار زحمت اوٹھائی گئی۔ مین نے اس واقعہ کو حدیث و تاریخ کے معتبر ماخذون مین دیکھا ہے سب سے زیادہ مفصل اور مسلسل طور پر ابن ہشام نے اس واقعہ کی پوری کیفیت قلمبند کی ہے۔ ہم اونکی اصل عبارت ذیل مین نقل کرتے ہین۔

ان ابا طالب خرج فی رکب تاجرا الی الشام فلما تهیّا للرّحیل واجمع المسیر صب به رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه واله وسلم فیما یزعمون فرق له وقال واللّٰه لاخرجن به معی ولا یفارقنی ولا افارقه ابدا او کما قال فخرج به معه فلما نزل الرکب البصری من ارض الشام وبها راهب یقال له بحیرا فی صومعة له وکان الیه علم اهل النصرانیة ولم یزل فی تلك الصومعة منذ قط راهب الیه یصیرا علمهم عن کتاب فیها یزعمون یتوارثونه کابرا

حضرت ابی طالب نے بغرض تجارت سفر شام کا قصد کیا اور سامان سفر وغیرہ جمع ہو گیا جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ملول خاطر ہوئے جیسا کہ مشہور تھا کہ ابی طالب اس سفر مین آپ کو ہمراہ نلیجاتین گے۔ یہ معلوم کر کے حضرت ابیطالب نے فرمایا کہ مین تمہارے لئے بغیر کہین نہین جا سکتا اور مین کبھی تمکو اپنے ساتھ سے جدا نہین کر سکتا یہ فرما کر آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لیکر ہمراہی قافلہ تجار قریش روانہ ہوئے جب قافلہ شہر بصری مین جو متعلقات شام سے ہے پہونچا تو وہان ایک راہب رہتا تھا جسکو بحیرا کہتے تھے اور اوسکا ایک صومعہ خاص رہنے کیلئے تھا اور وہ نصرانیت کا عالم

عن کابر فلمّا نزلوا ذلک العام بحیرا وکانوا کثیرا ما یمرّون به قبل ذلک فلا یکلّمهم ولا یعرض لهم حتّٰی کان ذلک العام فلمّا نزلوا به قریبا من صومعة صنع لهم طعاما کثیرا وذلک فیما یزعمون عن شیئ راٰه وهو فی صومعته ویزعمون انه رأی رسول الله صلعم وهو فی صومعته فی الرکب حین قبلوا وغمامة تظلله من بین القوم قال ثم اقبلوا فنزلوا فی ظل شجرة قریبا منه فنظر الی الغمامة حین اظلت الشجرة وتهصرت اغصان الشجرة علی رسول الله صلعم حتّٰی استظل تحتها فلما رأی ذلک بحیرا نزل من صومعته وقد امر بذلک الطعام فصنع ثم ارسل الیهم فقال انی قد صنعت لکم طعاما یا معشر قریش فانا احب ان تحضروا کلکم صغیرکم وکبیرکم وعبدکم وحرکم قال له رجل منهم والله یا بحیرا ان لک لشان الیوم ما کنت تصنع هذا بنا وقد کنا نمر بک کثیرا فما شانک الیوم قال له بحیرا صدقت قد کان ما تقول ولکنکم ضیف وقد احببت ان اکرمکم واصنع لکم طعاما فتاکلون منه کلکم فاجتمعوا الیه وتخلف عنهم رسول الله صلعم من بین القوم لحداثة سنه فی رحال القوم تحت الشجرة فلما نظر بحیرا فی القوم ولم یر الصفة التی یعرف ویجد عنده فقال یا معشر قریش لا یتخلفن احد منکم عن طعامی قالوا له یا بحیرا ما تخلف عنک احد ینبغی له ان یاتیک الا غلاما وهو احدث القوم سنا فتخلف فی رحالهم فقال لا تفعلوا ادعوه فلیحضر الطعام معکم قال فقال رجل من قریش واللات والعزّٰی ان کان للؤم بنا ان یتخلف ابن عبد الله بن عبد المطلب عن طعام من بیننا ثم قام الیه فاحتضنه واجلسه مع القوم فقال راٰه بحیرا جعل یلحظه لحظا

متبحر تھا اور اوس صومعہ مین اس سے بڑھکر کوئی عالم ترین راہب نہین گذرا تھا اور اوسکی نسبت یہ مشہور تھا کہ اوس کا علم و کمال وراثتاً ایک بزرگ کے بعد دوسرے بزرگ سے سینہ بسینہ پہونچا تھا۔ اگلی بار یہ قریشیون کا تجارتی قافلہ۔ بخلاف اس کے کہ قبل مین وہین اکثر بار اوتر چکا تھا مگر نہ اُس راہب نے انلوگون سے گفتگو کی تھی اور نہ ان سے کسی قسم کا تعرض کیا تھا اگلی بار جب یہ لوگ اوسکے صومعہ کے قریب اوترے تو بحیرا نے انلوگونکی ضیافت کیلئے افراط سے کھانے پکوائے اسکی نسبت انلوگون نے خیال کیا کہ آنحضرت صلعم کو دیکھکر اس نے یہ نوعیت کی ہے کیونکہ جب یہ لوگ اوترتے تھے تو وہ اپنے صومعہ سے دیکھ رہا تھا کہ اہل قافلہ کے درمیان آپ کے سر مبارک پر ایک پارۂ ابر سایہ فگن ہے تا اینکہ اسی حالت سے قافلہ کے سب لوگ ایک درخت کے نیچے جو وہان سے بالکل قریب تھا فرد کش ہوئے تو پھر اہل قافلہ نے اوس پارۂ ابر کیطرف نظر کی تو اوسکو اوس درخت پر سایہ گستر دیکھا۔ اور درخت کی شاخون کو بھی جناب رسولخدا صلعم پر سایہ افگنی کی غرض سے سرنگون پایا۔ جب بحیرا نے یہ مشاہدہ کیا تو وہ اپنے صومعہ سے نیچے اوترا۔ تب ان لوگون کے دعوت کا انتظام کیا اور جب کھانے پک چکے تو ان لوگون کے پاس کہلا بھیجا کہ حضرات قریش مین نے آپ کی مہمانی کیلئے کھانے پکوائے ہین اور میری استدعا ہے کہ آپ سب لوگ چہ بزرگ چہ اطفال چہ غلام چہ آزاد تشریف لاکر ما حضر تناول فرمائین۔ قریشیون سے ایک صاحب کہنے لگے کہ اے بحیرا شاید آج کے دن کیلئے کوئی مخصوص شان ہے۔ کیونکہ تم نے ہمارے ساتھ اس سے قبل کبھی ایسے محاسن سلوک ظاہر نہین کئے تھے آج کی کیا شان ہے؟ بحیرا نے جواب دیا آپ لوگ سچ فرماتے ہین لیکن بات یہی ہے کہ آپ لوگ مہمان ہین۔ آج میری یہ خواہش ہوئی کہ مین آپ حضرات کا اکرام و تواضع کرون اور آپ کیلئے کھانے تیار کراؤن کہ آپ سب لوگ ملکر کھائین۔ چنانچہ سب لوگ خوان دعوت پر جمع ہوئے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صغر سنی اور نیز سامان کی

شدیدا او ینظر الی اشیاء من جسدہ وقد کان یجدہا
عندہ عن صفتہ حتی اذا فرغ القوم من طعامہم و
تفرقوا قام الیہ بحیرا فقال یا غلام اسئلک بحق اللات
والعزیٰ الا ما اخبرتنی عما اسئلک عنہ وانما قال لہ
بحیرا ذلک لانہ سمع قومہ یحلفون بہما فزعموا ان رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال لا تسألنی باللات
والعزیٰ شیئا فواللہ ما ابغضت شیئا قط بغضہما
فقال لہ بحیرا فاللہ الا ما اخبرتنی عما اسئلک عنہ فقال
لہ سلنی عما بدا لک فجعل یسالہ عن اشیاء من حالہ
من نومہ و ہیئتہ وامورہ فجعل رسول اللہ صلعم
یخبرہ فیوافق ذلک ما عند بحیرا من صفتہ ثم نظر الی
ظہرہ فرایٰ خاتم النبوۃ بین کتفیہ علی موضعہ
من صفۃ النبی عندہ (قال ابن ہشام وکان مثل
اثر المحجم) قال ابن اسحٰق فلما فرغ اقبل علی عمہ ابی طالب
فقال لہ ما ہذا الغلام منک قال ابنی قال لہ بحیرا
ما ہو بابنک وما ینبغی لہذا الغلام ان یکون ابوہ حیا
قال فانہ ابن اخی قال فما فعل ابوہ قال مات وامہ
حبلی بہ قال صدقت فارجع بابن اخیک الی بلدہ
واحذر علیہ یہود فواللہ لئن راوہ وعرفوا منہ ما
عرفت لہ لیبغنّہ شرا فانہ کائن لابن اخیک ہذا شان
عظیم فاسرع بہ الی بلاد فخرج بہ عمہ ابو طالب سریعا
حتی اقدمہ مکہ حین فرغ من تجارتہ بالشام فزعموا
فیما روی الناس ان زریرا وتماما ودریسا وہم نفر من
اہل الکتاب قد کانوا رأوا من رسول اللہ صلعم مثل ما راٰہ
بحیرا فی ذلک السفر الذی کان فیہ مع عمہ ابی طالب فارادوہم

نگرانی کیوجہ سے اوسی درخت کے نیچے چھوڑ دیا۔ جب بحیرا نے تمام لوگوں کی مجمع پر نظر کی اور کسی کو بھی اون میں سے اس صفت کا نہیں دیکھا جسکو وہ پہچان چکا تھا تو کہنے لگا کہ حضرات قریش۔ کیا آپنے کسی آدمی کو پیچھے چھوڑ دیا ہی اور اوسکو دعوت میں شریک نہیں کیا ہی لوگوں نے کہا کہ ہم نے اپنے اون تمام لوگوں میں سے جسکو تم نے دیکھا ہے کسی کو بھی نہیں چھوڑا۔ مگر ہاں ایک لڑکے کو البتہ اپنے سامان کی نگرانی کیلئے چھوڑ آئے ہیں۔ بحیرا نے کہا۔ نہیں ایسا نہ کیجئے اونکو بھی بلا لیجئے اور دعوت میں شریک کر لیجئے۔ اسی اثنا میں مجمع میں سے ایک صاحب بول اوٹھے کہ لات و عزیٰ کی قسم یہ ہماری نسیم الطبعی ہے کہ اگر ہم اس دعوت میں حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کے یتیم فرزند کو چھوڑ دیں اور اوسکو کھانے میں اپنا شریک نہ کریں۔ یہ کہکر وہ اوٹھے اور آنحضرت صلعم کو لاکر تمام قوم کے ساتھ خوان دعوت پر بٹھلا دیا۔ جب بحیرا نے آپ کو دیکھا تو لحاظ خاص سے دیر تک خوب غور کرتا رہا اور پھر آپ کے جسم مبارک پر کچھ اشیاء کو دیکھتا اور تلاش کرتا رہا تا اینکہ اون تمام اشیاء کو پا گیا۔ جنکو وہ آپ کی صفات خاص کے متعلق خاص طور پر جانتا تھا جب تمام لوگ کھانے سے فراغت پا چکے اور ادہر اودہر منتشر ہو گئے تو بحیرا نے آپ سے کہا کہ اے نوجوان۔ تجھکو لات و عزیٰ کی میں قسم دیتا ہوں کہ میں تم سے اسوقت جو پوچھتا ہوں تم اسکا پورا جواب دو۔ بحیرا نے اسوجہ سے آپ کو لات و عزیٰ کی قسم دی تھی کیونکہ وہ آپکے اہل قافلہ کو انکی قسم کھاتے ہوئے سن چکا تھا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحیرا کا یہ سوال سنکر ارشاد کیا کہ مجھسے لات و عزیٰ کی قسم دیکر کوئی شے نہ پوچھو۔ مجھے کسی شئے سے اتنی نفرت اور اتنا بغض نہیں ہے جتنا انکی دونوں سے یہ سنکر بحیرا نے کہا کہ اچھا تو آپ کو اب خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جو کچھ کہ آپ سے اب پوچھتا ہوں آپ مجھے اسکا پورا جواب دیں۔ آپ نے فرمایا ہاں اب جو

فردهم عنه بحیرا وذکرهم الله وما یجدون فی الکتاب من ذکره وصفته وانهم ان اجمعوا لما ارادوا به لم یخلصوا الیه ولم یزل بهم حتی عرفوا ما قال لهم وصدقوه بما قال فترکوه وانصرفوا عنه ابن ہشام جلد اول ص ٦٢ مطبوعہ مصر

پوچھنا ہو وہ پوچھو یہ سنکر بحیرا نے آپ سے آپ کی خواب بیداری اور دیگر حالات وغیرہ کے متعلق سوال کئے۔ اور آپ نے اوسکے استفسارات کے جواب اوسکی معلومات کے مطابق دیئے تھے جو اوسکو آپ کی صفات مخصوصہ کی نسبت پہلے سے حاصل تھے۔ اوسکے بعد اوس نے آپکے دوش مبارک کے درمیان مہر نبوت کا مشاہدہ کیا اور یہ بھی اُن علامات مین داخل تھی۔ جو اوسکو آپ کی صفات کے متعلق پہلے سے معلوم تھی۔ ابن ہشام کہتے ہین کہ مہر نبوت لشان حجامت یعنی پچھنے کے ایسے نشان تھے۔ جب بحیرا آپ کی تلاش حالات اور مشاہدہ صفات وغیرہ سے فراغت کرچکا تو جناب ابی طالب سے مخاطب ہوا اور پوچھنے لگا کہ یہ نوجوان آپ کا کون ہوتا ہے۔ ابیطالب نے کہا میرا بیٹا ہے۔ بحیرا نے کہا یہ آپ کا بیٹا تو ہو نہین سکتا کیونکہ مجھے جہانتک اسکے متعلق علم واطلاع ہے۔ اسکا باپ زندہ نہوگا۔ ابیطالب نے کہا میرا بھتیجا ہے۔ بحیرا نے کہا اسکے باپ کیا ہوئے ابیطالب بولے اونھون نے قضا کی اور انکی مان بھی گذر گئین۔ بحیرا نے کہا آپ سچ فرماتے ہین۔ آپ اپنے بھتیجے کو اپنے ہمراہ لیکر اپنے شہر کی طرف جلد واپس جائیے اور انکی نسبت یہودیون سے ہمیشہ خائف رہا کیجئے۔ کیونکہ وہ لوگ اگر انھین دیکھ پائین گے اور اسی معرفت سے جس معرفت سے مین نے انھین پہچان لیا ہے پہچان لینگے تو ان کے لئے بہت سے مفاسد پیدا کرینگے۔ کیونکہ آپکے اس بھتیجے کیلئے مرتبہ عظیم حاصل ہونیوالا ہے اس لئے آپ جلد انھین لیکر یہان سے چلے جائین بحیرا کے یہ کلام سنکر حضرت ابیطالب آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کو لیکر بسرعت تمام وہان سے روانہ ہوگئے۔ اور داخل مکہ ہوگئے جب اس قافلۂ تجار کو شام مین تجارت سے فراغت ہوئی۔ جیسا بقول مشہور۔ اہالیان قافلہ سے۔ زریر تمامہ اور دریس نامی یہودیون نے آنحضرت صلعم کو ہمراہی ابیطالب اس سفر مین دیکھ لیا تھا اور اونھین صفات مخصوصہ سے پہچان لیا تھا تو آنحضرت صلعم کی نسبت اوسیوقت سے ارادۂ بد کرلیا تھا۔ لیکن بحیرا نے اونپر سخت اعتراض کیا اور کہا خدا کی قسم کیا تم نے اپنی کتاب مین اسکی یہ صفات اور حالات نہین پائے ہین اور اس خیال سے کہ وہ بدبخت آپ کے ساتھ ارادۂ بد کرچکے ہین اس لئے بحیرا نے اونکو اوسوقت تک نہ چھوڑا جب تک کہ اون لوگون نے بحیرا کے قول معرفت آنحضرت صلعم کی صداقت نہ کرلی۔ اسکے بعد وہ لوگ اپنی مفسدون کی نیت سے باز آئے اور وہان سے چلے گئے۔

ہم نے مضمون زیر بحث کے متعلق عربی ماخذون کی متعدد عبارتین نقل کردین صرف اس لئے کہ دنیا دیکھکر اور پڑھکر تبلا دے کہ ان طویل اور پر تفصیل عبارتون کے کس جملہ اور کس فقرے سے عیسائی مؤلفین آنحضرت صلعم کی راہب بحیرا سے تعلیم پانیکے معنی لیتے ہین اور اس بنا پر شبلی صاحب کو عیسائیت کی فتح عظیم کا خوف دلاتے ہین۔ واقعات تو صاف صاف تبلاتے ہین کہ بحیرا نے عادت انبیاؑ اور سیرت مرسلینؑ کے مطابق آپ سے آپ کے ذاتی حالات وصفات کے متعلق چند مستفسر پیش کئے اور آپ نے اوسکے تمام سوالون کے کافی جواب دئے جنکو سنکر بحیرا نے آپ کو موصوف بصفات چند انبیا ہونا

بطورکامل یقین کرلیا اور بس۔

اتنی قلیل مکالمت اور مخاطبت سے کون یہ عقل آنحضرت صلعم کی نسبت تعلیم وتلقین یا تدریس پانے کے معنی نکالے گا
ہاں اگر اس قلیل مکالمت کے علاوہ بحیرا کے ساتھ آپ کی صحبت ،خلوت اور مشورت کسی کتاب میں منقول ہوتی تو عیسائیوں
کی ان بدگمانیوں کے لئے کسیقدر گنجایش ہوسکتی تھی ،مگر یہاں تو سرے سے اس خیال کا وجود ہی نہیں ۔پھر ایسے بے وجود
اور لا اصل خیال کی فکر کیسی اور خوف ہی کیا ۔یہ سب توہمات متعصبانہ ہیں ۔جو مختلف قسم کے مہیب صورتوں میں پیدا ہو
ہوکر اقطاع عالم میں عالم فریبی کے خاص عالم دکھلا رہے ہیں حقیقت شناس تو اس فتح عظیم کے وسواس کے پاس بھی
نہیں جاتا ۔بلکہ حقیقت کی نگاہوں سے جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں اونکی اس قیاسی فتح عظیم کو شکست کامل ہتلا رہی کیونکہ
صورت واقعہ ثابت کرتی ہے کہ عیسائیت کے اتنے بڑے عالم متبحر نے ۔جو علم وکمال کے اعتبار سے اوس زمانہ کی عیسائی
دنیا میں اپنی مثال اور اپنا جواب نہیں رکھتا تھا ۔آنحضرت صلعم کی نبوت کی کامل طور پر تصدیق کرلی ۔پھر تصدیق بھی کیسی عامیانہ
اور کورانہ نہیں بلکہ محققانہ اور متبحرانہ علاوہ بریں ۔یہ تصدیق اور یہ توثیق بھی کیسے کی اور کیونکر کی ۔اسطرح کہ کتب سماویہ کے صفات مندرجہ
سے مطابق کرنے کے بعد اپنی تصدیق وتحقیق معرفت کا اظہار واقرار کیا ۔اس تحقیق وتصدیق پر بھی اکتفا نہیں کیگئی مشاہدہ کے
بعد تجربہ بھی کرلیا گیا جسطرح ابھی ابھی ابن ہشام کی عبارت سے ثابت ہوا کہ اول راہب نے ان صفات کو آپ میں مشاہدہ
کرکے تمام قریش کی دعوت کا سامان کیا لیکن مہمان جب کھانے کو بیٹھے تو بحیرا کی واقفکارانہ اور محوانتظار آنکھوں نے اس صفت
کا تمام مجمع میں کسی ایک کو بھی نہ پایا جسکے تیر مقدم میں اس ضیافت کا خاص اہتمام کیا گیا تھا اور حقیقت حال یہ تھی کہ
ان صفات سے موصوف اور ان خصوصیات سے مخصوص جو ذات مقدس تھی وہ اوس مجمع میں بحیرا کے پیش نظر نہیں تھی
تا اینکہ آنحضرت صلعم خاص طور پر بلوائے گئے جب تشریف لائے تو بحیرا کو پھر وہ تمام اوصاف وخصائص نظر آنے لگے
اسکے بعد طبری کے الفاظ میں راہب بحیرا کا کہنا ھذا سید المرسلین بعثہ رحمۃ للعلمین اوسکی تصدیق رسالت اور اقرار
نبوت کا کامل ثبوت ہے۔

بحیرا کی یہ تصدیق نبوت ایسی کامل اور جامع تھی جسکی توثیق وتطبیق قرآن مجید سے بھی ہوتی ہے تو گویا راہب بحیرا کی
معرفت تمام کتب سماویہ کے مطابق تھی پھر اوسکے کمال میں کس کو کلام ہوسکتا ہے ۔اسی بنا پر اکثر علمائے اسلام نے
اوسکے سابق الایمان ہونیکی تصدیق فرمائی ہے ۔دیکھو زرقانی جلد اول تذکرہ راہب بحیرا ۔علاوہ بریں امام المتکلمین فخر الدین
رازی کی معرفت نبوت کے قرار دادہ اصول کے مطابق اگرچہ ایسے شخص نے اقرار شہادتین بھی نہ کیا ہوتا ہم ایسے شخص کا
ایمان بھی خالص ثابت ہوتا ہے اور اسلام بھی کامل (دیکھو الکلام شمس العلما مولوی شبلی مطبوعہ حیدر آباد)
بحیرا کے اقرار نبوت کے بعد اوسکا اعلان بھی مرقومہ بالا مشاہدہ تاریخی سے ثابت ہوتا ہے ۔حضرت ابیطالب کو

آنحضرت کی شان عظیم سے آگاہ کرنا۔ اور بصرے سے فوراً ہی مکہ واپس لیجانے کی تاکید شدید کرنا۔ اشرار یہود کا جو ظاہر میں حبار یہود کہلاتے تھے مگر حقیقت مین خونخوار تھے اور سفاک۔ آنحضرت صلعم کے متعلق ارادۂ بد کرنا۔ بحیرا کا اُنکے مفسدون پر اُنکو سرزنش کرنا اور انھین کی کتابون سے اونکو معقول کرنا۔ یہ سب کیا تھا۔ نبوت کی سچی پہچان تھی اور رسالت کا نمایان اعلان۔ موجودہ صورت حال کو دیکھکر اور پڑھکر ہر شخص بلا تکلف سمجھ لیگا کہ اس عالم نصرانی کے موجودہ طرز عمل نے نصرانیت کی حقانیت پر محویت کا قلم پھیر دیا اور عیسائیت کو شکست کامل پہونچا کر صداقت اسلام کی فتح عظیم کا اعلان عام کر دیا ہے۔

مسیحی مصنفین کی خاص عادت ہے اور عیسائی معترضین کا قدیم طرز تحریر کہ وہ اسلام کی نقل واقعات مین طرح طرح کی قلم کاریون سے کام لیتے ہین اور اپنے مغویانہ غرض و مقاصد سے اُنکے غلط معانی لگانے اور خلاف مطلب بتلانے مین ذرا بھی شرم نہیں کرتے۔ جیساکہ راہب بحیرا کی حقیقت حال سے منکشف ہوا۔

اس مبحث طولانی کے خاتمہ مین ہم کو اتنا اور بتلا دینا ضروری ہے کہ شبلی صاحب ہون۔ یا سر سید احمد خان۔ ان حضرات کا اس واقعہ کے وجود ہی سے انکار کرنا ایک بیکار کوشش ہے۔ کیونکہ ایسے صریح انکار سے مورخین اور محدثین اسلام پر کیا منحصر ہے موضوعیت اور کذب افترا کا التزام صحیحین تک پہونچ جاتا ہے اور معترضین کی نگاہون مین اسلام کے ایسے مستند اور معتبر علما و محدثین کی بے اعتباری اور غلط نگاری ثابت کرتا ہے جنکی تالیفات اور تصنیفات کے اعتبار پر اصول اسلام کے دفتر کی شیرازہ بندی منحصر ہے۔ ایسی حالت مین یہ تردید انکاری تمام کتب حدیث و صحاح کی کساد بازاری کردیگی۔ حالانکہ اونکی خطا ذرا بھی ثابت نہین واقعہ صحیح ہے جیساکہ ہم اوپر لکھ آئے ہین مگر خوش قسمتی سے عقیدت مندون نے جو جوڑ لگایا ہے۔ وہ ایسا بے موقع اور بے تکا ہے کہ اصل و پیوند کا فرق صاف نظر آتا ہے۔ یہ اہل صحاح کی سادہ لوحی ہے یا اپنے اصول اور طریقہ کی پابندی کہ اس عیب کو آج تک نکال نہ سکے۔

اب رہا یہ امر کہ اس واقعہ کے سراپا موضوع ہونیکے متعلق شبلی صاحب نے صحیح ترمذی کا قول یا تاریخ طبری کے رواۃ کی جرح و قدح تعلیل و تعدیل قائم کی ہے۔ وہ سب دور از کار اور بیکار کا طومار ہے۔ خود شبلی صاحب نے سیرۃ النبی کے جلد اول و جلد دوم بہت سی ایسی حدیثین مندرج کی ہین جو مراسیل کیا غریب۔ احاد و ضعاف مین داخل ہین۔ اور اُن کتابون سے برابر حوالے دیے ہین جو تمام اقسام کی حدیثون پر حاوی ہین۔ ہم تو شبلی صاحب کے اس محققانہ اور مقتدانہ احتیاط کے اُسوقت قائل ہوتے جب ہم دیکھتے کہ آپنے ایسی کتابون کو اپنا ماخذ نہ بنایا ہوتا۔ شبلی صاحب کو سمجھنا چاہیے کہ ان کتابون پر منحصر نہین۔ ایک ترمذی کیا تمام کتب صحاح احادیث مراسیل سے پر ہین۔ شبلی صاحب اگر صحاح مین صرف مصدوق و مرفوع کی تنہا شرط قائم کردینگے تو اس معیار پر نہ بخاری بخاری رہیگی اور نہ مسلم مسلم۔ چونکہ ہم اس بحث کو کسی قدر اوپر لکھ آئے ہین اسلیئے ہمین زیادہ طوالت بیکار ہے۔

باقی رہا شبلی صاحب کا یہ کہنا کہ ابو موسی الاشعری طبری کے ایک طریقہ کا آخر راوی ابو موسی الاشعری۔ چونکہ شریک واقعہ نہین تھا اسلیے اسکا قول قابل قبول نہین یہ آپ کا وہم ہے۔ جو سر سید کی طویل حسن خدمت سے عارض ہوا ہے۔ اُنکو بھی خطبات کے اکثر

مقامات مین ایسے ہی توہمات پیش آچکے ہین - اعتراض پہلے دونون حضرات کو اپنی تعریض کی حقیقت اور مطابقت قائم کرلینی تھی اور وہ کسی طرح قائم نہین ہوسکتی ظہور رسالت کے واقعات جو صحابہ کی زبانی مرقوم ہین - اُنہین آپ حضرت اُسکی ذاتی شرکت کی تلاش کیونکر کرسکتے ہین اور اُنکی شرکت کو کیسے پاسکتے ہین حضرت ابوبکرؓ کے ایسے قدیم صحابہ کی شرکت کو ابھی ابھی آپ خود موضوع ومجہول ثابت کرچکے ہین اور حقیقتاً ہے بھی ایسا ہی - توپھر ابوموسی الاشعری اور دیگر متاخرین صحابہ کی شرکت کی تلاش تو ایک کھوئی ہوئی عقل والے کا کام ہوگا حضرت ابوبکر مذکورۂ بالا واقعہ مین اگر شریک نہین تھے تو پید اتو ضرور ہوچکے تھے اسلیے اونکا اس واقعہ کا ذکر کرنا اگرچہ عقلاً مستبعد ہوگا مگر محال وناممکن نہین ہوسکتا لیکن اُنکے ذکر شرکت پر ایسا شدید انکار کیا گیا توپھر اِس واقعہ مین ابوموسی اشعری کے ایسے متاخرین صحابہ کی تلاش شرکت تو اپنے معیار سے خود انکار کرنا ہے اسلیے شرکت واقعہ کی دلیل قائم نہین ہوسکتی - ہان آپ کو اسکے پوچھنے کا حق ضرور حاصل ہے کہ ابوموسی نے کس سے سُنا ہے مگر ہم دیکھتے ہین کہ عالمان احادیث اور راویان مرویات نے قول صحابہ کو اتنی اہمیت اور عظمت دیکر نقد احادیث کے اصول مین صاف صاف لکھدیا ہے کہ مراسیل صحابہ صحیح ہین اور معتبر تو ایسی حالت مین اس مستفسرہ کا حق بھی آپ کو مشکل سے حاصل ہوسکتا ہے افسوس ہے کہ ہم اس بحث کو اس سے زیادہ نہین لکھ سکتے اور اتنا ہی کافی سمجھتے ہین -

راہب بحیرا کا واقعہ اسلام کی صداقت اور آنحضرت صلعم کی رسالت ونبوت کا معیار عظیم ہے رحمۃ العالمین کے صفات قدسیہ اور سید المرسلین کے کمالات نبویہ کے متعلق اِس عالم نصرانی کا اقرار - اعتراف اُسکی تصدیق وتوثیق حقیقت میں اصول اسلام کی بنیاد کو ایسی مستحکم اور استوار کرتی ہے جو نصرانیت اور رہبانیت کے بڑے بڑے زور آزما پہلوانون کے ہلائے نہ ہلسکتی ہے نہ گرائے گرسکتی ہے - عیسائیون کی دراصل یہ کمزوری ہے اور اُن کے اصول کا حقیقی ضعف جو اسلام کی اِسی عظیم الشان فتح کو صرف عالم فریبی کی غرض سے عیسائیت کی کامیابی بتلاتے ہین - یہ اُن کا ایسا غلط دعوے ہے جو نہ عقل سے ثابت ہوسکتا ہے نہ نقل سے -

ہم کو آخر مین یہ بھی بتلا دینا ضروری ہے کہ مولفین اسلامی سے اس واقعہ کی نقل واندراج مین غلطی بھی واقع ہوئی ہے اور اسمین بھی کوئی کلام نہین کہ محدثین سے زیادہ مورخین کا طبقہ اسکے لیے زیادہ جوابدہ ہے - وہ غلطی یہ ہے کہ بحیرا کے واقعہ کو تمام مورخین اسلامی نے عموماً واقعات تاریخی کے سلسلہ مین بیان کیا ہے اور اسکی وجہ یہ تھی کہ اونکے نزدیک یہ واقعہ اوس زمانہ مین پیش آیا جب سن مبارک بارہ تیرہ برس کا ہوچکا تھا - اِس بناپر تمام تاریخون نے ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے بارھوین سال کے تفصیلی حالات مین اس واقعہ کو قلمبند کیا ہے - مورخین کو اسکے نقل سے پہلے اسکی اصلیت اور مناسبت پر لحاظ کرنا چاہیے تھا - ہمکو اسمین کوئی کلام نہین کہ یہ واقعہ آپکی عمر کے بارھوین سال مین واقع ہوا لیکن سوا ے اس تعلق اور مناسبت کے اِس واقعہ کو آپ کے ذاتی حالات سے جو سیرت کا نہ اصل موضوع ہے اور نہ مقصود - کوئی علاقہ او ر واسطہ نہین - اِس واقعہ مین جس قدر حالات ہین وہ آپ کے صفات وعلامات نبوت وغیرہ کا انکشاف کرتے ہین - اسلیے کہنا بالکل

صحیح ہے کہ اِس واقعہ کے نقل و ذکر کا یہ مقام نہین تھا۔ بلکہ اسکو اعلان نبوت اور اظہار رسالت کے قریب جگہ دینی چاہیے تھی اور نبوت کی پیشینگوئیون اور سلسلہ بشارت مین انکو قلمبند کرنا بہتر تھا لیکن باانیہمہ یہ مقامی نامناسبت اِس واقعہ کی موضوعیت کی دلیل نہین ہوسکتی۔ مورخین نے چونکہ عام طور سے آپکی بشارت کو وقوعات قبل از ولادت سمجھکر اپنی اپنی تالیفات مین بہت کم بیان کیا ہے اور اپنی موضوع تالیفی سے زائد سمجھا ہے اور ایک حد تک صحیح سمجھا ہے۔ اسلیے اس واقعہ کو آپ کی صغر سنی کے حالات مین نقل کر دیا ہے۔ مگر وہ نقل بھی اُسی حد تک ہے جس حد تک اُسکی اصلیت ہے اور وہ اتنی ہی ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات مین بحیرا کی نبوت و رسالت کے وہ تمام وصفات علامات جو اپنی کتب و صحائف مین اُسنے پڑھے تھے تمام و کمال مشاہدہ کیئے۔ خود اُنکی تصدیق کی اور دوسرون سے کرائی مورخین اسلام کا اِس واقعہ کے نقل و ذکر سے صرف اسی قدر مُدعا تھا۔ اور اسکی حقیقت اور اصلیت بھی اتنی ہی تھی عیسائی مصنفین کی دیانتداری اور حقیقت نگاری کا مقتضا یہی تھا کہ اِس واقعہ کو وہین تک محدود رکھتے جہانتک اُنھون نے اصل ماخذون مین پایا تھا۔ جیسا کہ مولوی شبلی صاحب بتلا آئے ہین۔ اور منشاء دیانت و عدالت یہی تھا کہ اُسکے مقاصد و مطالب مین مغویانہ قلم کاریون سے کام نہ لیتے۔ تو اہل اسلام کو اُنکے اِن تحریفانہ طرز عمل کی تنقید و تردید کی بھی ضرورت نہوتی لیکن مقتضائے طبیعت ش نسبت کہ مطابق اُنکے متعصبانہ و نفسانیت نے اِس موقع کو اپنی عالمنہ قلم کاریون کے لیئے غنیمت سمجھا اور اِس سے وہ لاعنی اور مہمل معنی و مطالب نکالے جنکو نہ حقیقت سے واسطہ ہے اور نہ اصلیت سے سروکار۔

مرقومہ بالا واقعات سے معلوم ہوچکا ہے کہ حضرت ابی طالب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لیکر اوس مقام سے واپس چلے آئے اور اپنے جگرگوشہ کی حفاظت جان کے مقابلہ مین مال تجارت کے نقصان یا اصل سرمایہ کے تاوان کا کوئی خیال اور کوئی پرواہ نہین کی قریش کا یہ سالانہ تجارتی قافلہ تھا اور اسمین اُن کے قدیم دستور کے مطابق تمام قبائل عشائر کے اکابر و عمائد مین شامل تھے۔ یہانتک کہ ابیطالب کے سوا عبد المطلب کے اور صاحبزادے بھی شامل تھے۔ بحیرا نے جناب رسالتمآب صلعم کی حفاظت و نگرانی کے متعلق جو کچھ کہا تھا اور تائید کی تھی وہ اِن سب کے سامنے کی تھی اور نیز آپکی ذات مین نبوت و رسالت کے جو صفات و علامات پائے تھے اُنکا اعلان کیا تھا۔ وہ سب کے مقابلہ مین کیا تھا لیکن بحیرا کی اِس صلاح و تاکید کا جو کچھ اثر ہوا وہ صرف حضرت ابیطالب کے قلب پر اور کسی پر نہین۔ یہانتک کہ عبد المطلب کے اور بیٹون مین سے کوئی صاحب اتنا بھی مُوثر نہوئے کہ تجارت کے کاروبار مین چند دنون بھائی بھتیجے کو بصرے سے مکہ تک پہونچا دین ابیطالب اسکی اصلیت کو خوب سمجھتے تھے۔ اسلیے اِسکی نسبت نہ بھائیون سے اصرار کیا اور نہ التماس کس لیئے؟ اسلیئے کہ وہ اپنے موجودہ منصب کی ذمہ داریون سے خوب واقف تھے اور سمجھتے تھے کہ حضرت عبد المطلب نے اِس منصب کی تفویض مین تعمیم نہین اختیار کی اور اِس ودیعت الٰہی کی حفاظت و نگرانی کے لیئے تخصیص جاری فرمائی۔ جو حقیقتاً نظام مشیت کا اصلی منشاء

ومدعا تھا۔ تو پھر اُسمین دوسرون کی امداد و امانت کا خواستگار ہونا نظام قدرت مین خلل ڈالتا ہے حضرت ابیطالب کی یہ احتیاط یہ استقلال اور یہ پاداری اُنکے اُن ذاتی خصوصیات و صفات کا پورا ثبوت دیتی ہے جن کی بنا پر حفاظت رسول صلعم کے منصب اعلےٰ کے لیئے مدبرین قدرت نے انکا انتخاب فرمایا تھا۔ اور اُن کے موجودہ اور نیز آیندہ طرز عمل اور حسن خدمات نے اسکے لیئے اسکو پورا موزون اور مناسب ثابت کر دیا۔

محاسن اطوار قبل از بلوغ

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سن مبارک اُسوقت بارہ برس کا ہو چکا تھا وہ زمانہ تھا کہ طفولیت تمام ہو رہی تھی اور شباب آغاز ہو رہا تھا اس سفر کے بعد پھر کامل جوان ہونیکے زمانہ تک آپکا سفر کرنا صحیح طور پر ثابت نہین بعض حدیثون کی کتابون سے ہمراہی حضرت ابیطالب آپکا شام کیطرف دوبارہ جانا معلوم ہوتا ہے۔ مگر یہ مرویات اصلاً و نقلاً وہی ہین جو حضرت ابوبکرؓ کی مشارکت کی معتقدانہ تاویلات ہین۔ اور صحت سے بالکل خالی۔ بعض مورخین نے محدثین کے زیر اثر اسکو جا بجا نقل بھی کر دیا ہے مگر وہ اعتبار کے قابل نہین ہین حقیقت یہی ہے کہ اس سفر کے بعد پھر آپنے کامل جوان ہونیکے زمانہ تک کہین کا سفر نہین کیا اور نہ ابیطالب آپکو پھر کسی سفر مین اپنے ہمراہ لیگئے اُسوقت سے لیکر جوان ہونے کے زمانہ تک آپ کی ذات بابرکات اُن محاسن صفات سے تمام اعلیٰ اور یکتا جوہر ظاہر و آشکار ہونے لگے جو عام فطرت انسانی مین نہایت کم بلکہ نہین پائے جاتے تھے آپ کے تمام قویٰ مدرکہ اسیوقت فضل و کمال کے اُس حدود انتہائی تک پہونچے ہوئے تھے جن تک انسان کا دسترس دشوار تھا۔ قوائے عملی۔ نظری۔ اور حسی کے کمالات سے آپکے تمام محاسن اعمال اور مکارم اخلاق واضح اور لائح تھے۔ نیک نفسی سلامت روی۔ پاکیزہ طبعی طرز عمل سے پیدا تھے۔ شرم و حیا۔ کرم و عطا۔ زہد و اتقا۔ صبر و تحمل اور عدل و انصاف آپ کے خاص شعار صلۂ رحم۔ ادائے حقوق جار اور امانت مظلوم آپ کے صفات ذاتی کے اصلی معیار تھے۔ حلم و وقار۔ تواضع۔ راست گوئی اور امانتداری آپکی فطرت صالحہ کے حقیقی جوہر۔ غور و فکر۔ ترک علائق اور استحقاق فی الحقائق۔ ترکیب طبع قدسیہ کے اصلی عنصر تھے۔ مقدس طبیعت اچھی باتون پر جس طرح ہمیشہ راغب اور مائل رہا کرتی تھی۔ اُسیطرح بُری باتون سے کنارہ اور متنفر رہتی تھی۔ ایماندار۔ دیانتدار۔ اور صداقت شعار لوگون سے ملنے جُلنے کیلیئے جتنا میلان طبیعت تھا اُتنا ہی مغرور۔ ظالم۔ درشت خو۔ کینہ پرور۔ کج خلق اور خودغرض لوگون کی صحبت سے احتراز و استحفاظ اختیار کیا جاتا تھا۔ اِن محاسن صفات کا اُسیوقت سے مکہ کے تمام قبائل و اقوام پر اتنا اثر تھا کہ ہر فرد بشر آپ کو ایک بڑی عظمت کی نظر سے دیکھتا تھا خلوت و جلوت کی صحبتون مین آپ کا سکوت کم سخنی اور اکثر خاموشی۔ حاضرین کے قلوب پر خاص اثر کرتی تھی مجمع مین تکلم کے وقت لفظ لفظ سے صحت و صداقت فصاحت و بلاغت کی اِس کثرت سے گہر ریزی ہوتی تھی کہ کسی کو مجال سخن نہین ہوتی تھی۔ ابن سعد نے طبقات مین اِن تمام صفات کو ذیل کی عبارت مین نقل کیا ہے۔ طبری اور ابن ہشام مین بھی قریب قریب یہی عبارت درج ہے۔

رشتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع ابی طالب — جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے عم محترم حضرت ابیطالب کی خدمت

یوکله الله ویحفظه ویحوطه من امور الجاهلیة ومعایبها لما یرید من کرامة وهو علیٰ دین قومه حتیٰ بلغ ان کان رجلا افضل قومه مودة واحسنهم خلقا واکرمهم مخالطة واحسنهم جوارا واعظمهم حلما وامانة واصدقهم حدیثا وابعدهم من الفحش والاذی وما رای ملاحیا ولا مماریا احدًا حتیٰ سماه قومه **الامین** لما جمع الله من الامور الصالحة فیه فلقد کان الغالب علیه بمکة الامین وکان ابوطالب یحفظه ویعضده وینصره الیٰ ان مات ص۲۲

ونگرانی مین جوان ہوئے۔ پروردگار عالم نے ہر طریقہ سے آپ کی تائید کی۔ اور مراسم جہالت کے تمام معائب ومناقص سے محفوظ ومصئون رکھا کیونکہ ان کرامتون سے ارادۂ مشیت مین آپ کی قوم کو دینداری کے طریقہ پر لاتا تھا۔ یہان تک کہ آپ ان تمام محاسن صفات سے آراستہ ہو کر سن بلوغ تک پہونچے تو تمام قبائل واقوام مین باعتبار خلق ومروت کے افضل ترین۔ حسن اخلاق مین نیکوترین۔ باہمانہ مراسم واتحاد مین اکرم ترین۔ حلم وامانت مین اعظم ترین اور تقریر وبیان مین صادق ترین مردم تھے۔ ایذارسانی فحش زبانی اور دیگر افعال ذمیمہ رکھنے والے لوگون سے زیادہ علیحدہ رہنے والے اور ہمیشہ پرہیز واحتیاط اختیار کرنیوالے تھے کسی شخص نے آپ کو تندمزاج اور تلخ کلام نہین دیکھا۔ یہانتک کہ تمام قوم قریش اور باشندگان مکہ نے اسیوقت سے آنحضرت صلعم کو **الامین** کا خطاب دیا اور حضرت ابیطالب برابر آپ کی حفاظت ونگرانی۔ اعانت اور نصرت فرماتے رہے۔ یہانتک کہ انتقال کر گئے

حرب الفجار مین شرکت

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر بیس برس کی ہوئی تو عرب کی یہ مشہور ومعروف لڑائی موقوف ہوئی۔ جو ایام جہالت کا آخر معرکہ تھا یہ جنگ بھی اہل عرب کے ناصحدود سلسلہ جنگ کی ایک کڑی تھی اور ایام جہالت مین مردم آزاری اور خونخواری کی ایک زندہ مثال۔ یہ لڑائی قبیلہ قریش اور قبیلہ قیس کے فیمابین ہوئی تھی سبب جنگ ابن سعد ان الفاظ مین بتلاتے ہین۔

کان سبب حرب الفجار ان النعمان ابن منذر بعث بلطیمة الی سوق عکاظ الی التجارة واجارها له الرجال عروة ابن عیینة ابن جابر ابن کلاب فنزل علی الماء یقال له اوارة فوثب البراض بن قیس احد بنی بکر بن عبد مناة بن کنانه وکان خلیعا علی عروة فقتله وهرب الی خیبر فاستخفی بها ص۸۰

حرب الفجار کا سبب یہ تھا کہ نعمان ابن منذر اپنے جانوران باربرداری پر سامان تجارت لیکر عکاظ کے میلہ مین تجارت کی غرض سے آیا تھا ان جانوران باربرداری کو عروہ ابن عیینہ نامی شخص نے جو بنی کلاب کے قبیلہ سے تھا کرایہ لیا اور اون کو لیکر ایک پانی کے چشمہ پر جو اُوارہ کے نام سے مشہور تھا۔ اوترا۔ براض ابن قیس نے جو قبیلہ بنی بکر کا ایک آدمی تھا اور قوم وقبیلہ سے نکالا ہوا تھا عروہ کو غافل پا کر مار ڈالا اور بھاگ کر خیبر مین جا چھپا۔

جنگ کا سبب تو یہ تھا۔ اثر یہ ہوا کہ قریب قریب تمام قبائل وعشائر جہالت کے قدیم دستور کے مطابق آپس مین گتھ گئے قتل وقصاص کا معاملہ تھا اس لئے طرفین سے تحمل وسکوت اور درگذاشت قطعی ناممکن تھی۔ عروہ کے قتل کی خبر جب عکاظ کے میلہ مین پہونچی جو اوسوقت تمام قبائل وعشائر کا مرکز تھا۔ تو اس خبر کے سنتے ہی قریش اور اونکے حلیف اور طرفدار قبائل نے بنی کنانہ

کا ساتھ دیا اور بنی قیس سے عروہ کا قصاص طلب کیا - قریش نے بنی قیس پر صرف یہی الزام نہین لگایا تھا بلکہ ایام حرم میں خونریزی کرنے سے اونکو قومی مجرم بھی قرار دیا تھا - قریش - بنی کنانہ اور اونکے معاون قبائل عروہ کے خون ناحق سے اسقدر متاثر ہوئے کہ وہ سب کے سب عکاظ کے میلہ سے اپنا اپنا مال تجارت واپس لیکر مکہ چلے آئے اور بنی قیس سے مقابلہ ومقاتلہ کی تیاریان کرنے لگے - بنی قیس بھی عرب تھے - وہ کیون دبنے لگے بالآخر جانبین سے مقابلہ ہو ہی گیا - اور سخت معرکہ پڑا اور بڑی خونریزی ہوئی چونکہ اسمین تمام قریش کے قبائل داخل تھے - اس لئے بنی ہاشم بھی شریک تھے - اور اپنے اعمام کے ساتھ جناب ختمی الانام بھی علیہ وآلہ السلام - میدان کارزار مین بنی قیس کو قریشیون پر دوپہر تک غلبہ حاصل رہا - مگر دوپہر کے بعد قریش نے بنی قیس کو زیر کر لیا - اور آخر کار لڑائی جانبین سے صلح پر تمام کر دی گئی -

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس معرکہ مین اپنی شرکت کا خود ذکر فرمایا ہے قال رسول اللہ صلعم وذکر الفجار فقال قد حضرتہ مع عمومتی - مین اس معرکہ مین اپنے اعمام کے ساتھ شریک تھا - اس معرکہ مین آپ کی شرکت کا سبب اول تو یہ تھا کہ قریش حق پر تھے اور ایک خون ناحق کے طالب قصاص - اس سبب سے اونکا یہ طرز عمل ہر منصف مزاج اور عدالت پسند شخص کے نزدیک پسندیدہ تھا اور مناسب دوم یہ کہ اپنے قبیلہ کی عظمت واقتدار اور امر حق مین اپنے بزرگون کی حمایت و نصرت بھی ضروری تھی - وقت اور موقع کی ان ناگزیر ضرورتون نے آپ کو اس معرکہ مین شریک ہونیکے لئے تیار کر دیا تھا - اور آپ کی یہ شرکت اپنے اعمام کی حمایت ونصرت تک محدود تھی جیسا کہ ابن ہشام قول رسول صلعم سے صاف طور سے ان الفاظ کی تصریح کر دی ہے - کنت انبل علی اعمامی ای ارد عنہم نبل عدوھم اذا رموھم بھا مین اپنے اعمام کی طرف سے تیر چلایا تا تھا یعنی ان تیرون کو رد کرتا تھا جو میرے اعمام پر اونکے دشمن چلاتے تھے - اس قول مبارک کی بنا پر اس جنگ مین آنحضرت صلعم کا طرز عمل بالکل مدافعانہ ثابت ہوتا ہے نہ مخاصمانہ - اور حقیقت مین جسطرح جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محض اپنے اعمام کی نصرت وحمایت کی ضرورت سے اس لڑائی مین شریک ہوئے تھے - اوسیطرح بنی ہاشم بھی قریش کی قرابت اور باخودہا کے مراسم کے لحاظ سے شریک جنگ ہوئے تھے - ورنہ اصل مخاصمت بنی کنانہ اور بنی قیس کی تھی -

امام سہیلی نے ابن ہشام سے زیادہ تفصیل کے ساتھ تصریح کر دی ہے -

وانما لم یقاتل رسول اللہ صلی اللہ علیہ واله وسلم مع اعمامہم فی الفجار وقد بلغ من القتال لانہا کانت حرب فجار وکانوا ایضا کلھم کفارا ولم یؤذن اللہ لمومن ان یقاتل الا لیکون کلمۃ اللہ ھی العلیا	جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اعمام کا ساتھ دیکر اس جنگ مین شرکت نہین کی - باوجودیکہ آپ مقابلہ اور مقاتلہ کے سن تک پہونچ چکے تھے - اس کا باعث یہ تھا کہ یہ جنگ ایام حرام مین واقع ہوئی - دوسرا سبب یہ تھا کہ جانبین کفار تھے - اور اہل

ایمان کے لئے تو صرف اعلاء کلمۃ اللہ کی تنہا غرض سے دشمن بقبضہ ہونیکا حکم ہے -

حرب الفجار کی وجہ تسمیہ یہ ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے یہ جنگ ایام حرام مین واقع ہوئی - اور یہ وہ ایام مخصوص

تھے جن میں جہالت اور اسلام دونوں زمانوں میں عام طور سے جدال وقتال۔ خونچکشی اور خونریزی وغیرہ قطعی ممنوع تھی اسی بناپر اس جنگ کا نام حرب الفجار رکھا گیا۔ ۵

حلف الفضول کے معاہدے میں شرکت

حرب الفجار کا فیصلہ طرفین کی مصالحت سے ہوگیا۔ مگر کوئی زمانہ ہو نیک و بد بیدرد و ہمدرد طبیعت والوں سے خالی نہیں رہتا۔ اس لئے حرب الفجار سے اہل مکہ کی دردمند اور انصاف پسند طبیعت والے بے حد متاثر ہوئے اور ان میں سب سے زیادہ اثر لینے والے بنی ہاشم تھے۔ ابن سعد نے انکی تخصیص کی کامل تصریح کردی ہے۔ اون کے الفاظ یہ ہیں لا نعلم احدا سبق بنی ھاشم بھذا الحلف میری تحقیق میں بنی ہاشم پر کسی فرد واحد کی سبقت اس معاہدے میں ثابت نہیں ہوتی طبقات ج ۱ ص ۸۲۔

اس معاہدے کا خیال بنی ہاشم میں سب سے پہلے زبیر بن عبد المطلب نے پیدا کیا۔ اور اوسکی وجہ یہ ہوئی کہ حرب فجار میں بنی قیس اور بنی کنانہ کے قتل و خونریزی کو دیکھکر ان کو یہ خیال پیدا ہوا کہ کم سے کم مکہ سے ایسے مرکزی مقام کو تو عرب کی سفاک اور بیداد گر قوم کے حملات سے محفوظ رکھنا ضرور ہے لیکن یہ استحفاظ باہمانہ اتحاد کے معاہدے بغیر ممکن نہیں ہوسکتا۔ اس غرض سے زبیر ابن عبد المطلب نے دیگر اکابر و عمائد قریش کو اس تجویز میں اپنا ہمخیال اور ہمکلام بنایا طبقات میں انکی تجویز و تدبیر کی عملی صورت ان الفاظ کیساتھ دکھلائی گئی ہے کان حرب الفجار فی شوال وھذا الحلف فی ذی القعدۃ وکان اشرف حلف کان قط اول من دعا الیہ الزبیر جنگ فجار شوال میں واقع ہوئی اور حلف الفضول ذی قعدہ میں اور یہ معاہدہ تمام سابق معاہدوں سے اشرف و افضل تھا سب سے پہلے اس

۵ شبلی صاحب نے بڑی خصوصیت کیساتھ لکھا ہے کہ حرب الفجار میں دو آل ہاشم کے علمبردار زبیر بن عبد المطلب تھے۔ قریش کا رئیس اور سپہ سالار اعظم حرب ابن امیہ جو ابو سفیان کا باپ اور امیر معاویہ کا دادا تھا۔ سپہ سالار اعظم کے خطابی الفاظ موٹے قلم سے لکھے گئے ہیں زبیر بن عبد المطلب کی کوئی معرفت نہیں کرائی گئی ہے اور حقیقتاً کوئی ضرورت بھی نہیں تھی لیکن قریش کے سپہ سالار اعظم حرب ابن امیہ کی کامل تفصیل و تخصیص سے معرفت کرائی گئی کہ آپ ابو سفیان کے والد ماجد اور امیر معویہ صاحب کے جد امجد۔ اس مخصوص تفصیل سے جو آپکی اصلی غرض تھی وہ ہم سمجھ گئے آپ کی اتنی خامہ فرسائی وہی بنی امیہ کی خیر خواہی ہے۔ اور وہ اس غرض سے ہے کہ آپ اسیوقت سے بنی ہاشم پر بنی امیہ کی ایک گونہ حکومت و امارت قایم کرنا چاہتے ہیں لیکن آپ کے اس مصنوعی اقتدار کی حقیقت کا انکشاف تو عنقریب ہم اپنے مقام پر کرینگے لیکن یہاں اتنا عرض کردینا ضروری ہے کہ آپکے ممدوح ذی اقتدار حرب الفجار کے سپہ سالار تھے۔ انکی ذی اقتداری کی شان تو یہیں سے ثابت ہوجاتی ہے۔ اب رہی بنی ہاشم کی امارت وہ شرکت رسول صلعم کیوجہ سے نعوذ باللہ جسطرح ذات سرور کائنات پر لازم آتی ہے ویسے ہی سائر بنی ہاشم اور جمیع قریش پر۔ اگر اس توضیح سے آپ کا یہی مقصود ہے تو خدا آپکو مبارک کرے ہم نہیں سمجھتے کہ اس تصریح و توضیح سے ما ابن حزوت سے بنی امیہ کی کون سی عظمت ثابت ہوئی۔ جب خود شبلی صاحب امام سہیلی کی اس عبارت سے کانت حرب فجار وکانوا ایضاً کلھم کفاراً یہ حرب فجار تھی کیونکہ جانبین سے کفار تھے۔ اسکی حقیقت کو دکھلا چکے ہیں اور شعار کفر و جاہلیت بتلا چکے ہیں شبلی صاحب کے حرب صاحب اگر کسی کفار کے سپہ سالار اعظم تھے یا کسی کافر سلطنت اور مشرک حکومت کے شہریار اعلم ہوئے تو اس سے اہل اسلام یا ارباب ایمان کیسے مرعوب بنائے جائینگے المولف

سید اولاد حیدر عفی عنہ

عبد المطلب فاجتمعوا بنو ہاشم وزهرة وتیم فی دار عبد اللہ بن جدعان فصنع لهم طعاما فتعاقدوا وتعاهدوا باللہ القائل لنکونن مع المظلوم حتی یودی الیہ حقہ طبقات ص ۸۲

معاہدے کی زبیر بن عبد المطلب نے ابتدا کی اور لوگون کو اسکی دعوت کی بنی ہاشم زہرہ اور تیم اس معاہدے کی غرض عبد اللہ ابن جدعان کے مکان مین جمع ہوئے پہلے حاضرین کی ضیافت کیگئی پھر سب نے مجلس مجوزہ کا انعقاد کیا اور خدا کو درمیان دیکر فیما بین معاہدہ کیا کہ وہ لوگ مظلومین کیطرف سے ظالمین کے ساتھ اوسوقت تک مقاتلہ کرینگے جبتک کہ ظالم اپنے مظالم کی دیت ومعاوضہ مظلوم کو نہ دیدے۔

اس معاہدے مین بنی ہاشم کے فرد واحد۔ بلکہ اون سب کے مایۂ افتخار ہونیکی حیثیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی شریک تھے چنانچہ خود ارشاد فرماتے ہین۔

ما احب ان لی بحلف حضرتہ فی دار عبد اللہ بن جدعان حمر النعم وانی اغدر بہ ہاشم وزهرة وتیم تحالفوا ان یکونوا مع المظلوم ولو دعیت بہ لاجبت وهو حلف الفضول طبقات ۸۲

اوس معاہدے کے عوض مین جو دار عبد اللہ بن جدعان مین منعقد ہوا تھا اور جسمین بنو ہاشم۔ بنو زہرہ اور بنو تیم نے اس امر پر قسم کھائی تھی حلف اوٹھایا تھا کہ وہ مظلومین کی اعانت وحمایت کیا کرین گے مجھے سرخ رنگ والے اونٹ بھی دیے جائین تو مین نہ لون اور آج بھی اگر ایسے معاہدے کیلئے مجھے کوئی بلائے تو مین حاضر ہون وہ معاہدہ حلف الفضول تھا۔

یہ امر بھی ضرور بتلا دینے کے قابل ہے کہ حمایت مظلوم کے اس معاہدے مین صرف بنو ہاشم بنو زہرہ اور بنو تیم بھی شامل تھے بنو امیہ کا نام کسی تاریخ سیرت یا حدیث کی کتاب مین نہین پایا جاتا۔ اس سے ہر شخص بلا تامل سمجھ لیگا کہ شبلی صاحب کا ابھی ابھی بتلایا ہوا اشاطیر ذی اثر اور مقتدر قبیلہ اخلاق مین کتنا کمزور اور مظالم کا کیسا خوگر تھا جو باوجود اسکے کہ اوس معرکہ مین فوج قریش کا سپہ سالار اعظم تھا لیکن اس سے نہ کچھ متاثر ہوا اور نہ بعد اوسکے قوم کے اس معاہدے مین شریک ہوا۔ بلکہ اپنی جہالت پسند فطرت اور جفا جو طبیعت کے زیر اثر ہو کر استیصال مظالم اور قتال ظلمہ وقت کے جو انتظام عدالت پسندان و دردمندان قوم نے تجویز کئے تھے اُن سے اغماض و روگردانی کر گیا۔ اور شریک نہوا۔ افسوس ہے شبلی صاحب نے جس قبیلہ کی قدامت اور عظمت ثابت کرنے کی بنیاد قایم کرنا چاہی ہے وہ آغاز ہی سے شقاوت شعار اور مظلومین کو چھوڑ کر ظالمین کا مددگار ثابت ہوتا ہے۔

جہان تک تحقیق کیا گیا ہی اس معاہدے مین سوائے مرقومہ بالا تین قبائل قریش کے کوئی دوسرا قبیلہ داخل نہین تھا۔ بلکہ قبائل دیگر ساکنان مکہ کی جگہ بیرونی قرب وجوار کے اکثر نفوس شامل تھے۔ یہ کس لئے تھا؟ اسلئے کہ اس معاہدے مین نہ شریک ہونیوالے قبائل اپنی جنگجو طبیعت سے مجبور تھے۔ اور جہالت کے اثر سے سفاکی اور خونریزی اور ہر قسم کے مظالم کو ہمیشہ کا پیشہ اور اپنی معیشت کا مستقل ذریعہ سمجھتے تھے۔ اس سبب خاص سے وہ اس معاہدہ مین شریک ہونے پر راضی نہ ہوئے جو اونکے اکتساب معیشت کے طریقون مین سدباب ہوتا تھا۔

شبلی صاحب کی اوس تحریر سے جو اونہون نے اس حلف الفضول کی وجہ تسمیہ مین قلمبند فرمائی ہے۔ ہمارے مندرجہ بالا

بیان کی پوری تصدیق ہو جاتی ہے "اس معاہدہ کو حلف الفضول اس لئے کہتے ہین کہ اوّل اوّل اس معاہدہ کا خیال جن لوگون کو ہوا اونکے نام مین فضیلت کا مادہ داخل ہے یعنی فضل بن حرث فضیل بن وداعہ اور مفضل۔ یہ لوگ بنی جرہم اور قطورا کے قبیلے کے لوگ تھے"۔ یہ تحریر بتلا رہی ہے کہ دیگر قبائل کے لوگ تو اس معاہدے مین شریک ہوئے لیکن قریش مین سوائے تین قبائل کے اور کسی کو اسمین شرکت کی توفیق نہ ہوئی جسکی وجہ صرف وہی ہو سکتی ہے جو اوپر لکھی گئی۔

لیکن شبلی صاحب نے اپنی اس تحریر مین اپنے سابق مختار سے انحراف فرمایا ہے۔ آپ کے سہو و ذہول کا یہ طریقہ آپ کی تالیفات مین اکثر مقامات پر پایا جاتا ہے۔ اس واقعہ کی ابتدا مین تحریر فرمایا گیا ہے "جنگ فجار سے لوگ واپس پھرے تو زبیر ابن عبدالمطلب نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا اور خاندان کے سرگروہ تھے یہ تجویز پیش کی"۔ غرضکہ بنی ہاشم کے ساتھ اس خیال کی اولیت کا خود اعتراف فرمالیا گیا ہے اور اپنا یہ اقرار و اعتراف بھی طبقات ابن سعد کے حوالے پر محمول کیا ہے جسکی اصل عبارت ہم اوپر نقل کر آئے ہین۔ اور جب مین آل ہاشم کا اس خیال و تجویز مین سب سے پہلے سبقت کرنا بالتصریح مندرج ہے۔ پھر باوجود اس اقرار و اعتراف کے مندرجہ بالا عبارت مین کیونکر اور کس بنا پر لکھا جاتا ہے کہ "اوّل اوّل اس معاہدہ کا خیال جن لوگون کو آیا انکے نام مین لفظ فضیلت کا مادہ داخل تھا یعنی فضل ابن حرث فضیل بن وداعہ اور مفضل۔ یہ لوگ جرہم اور قطورا کے قبیلے سے تھے"۔ تو گویا معلوم ہوا کہ اسکی اولیت بنی ہاشم سے صحیح نہین ہے بلکہ بنی جرہم اور بنی قطورا اسکے موجد اول ہین شبلی صاحب کے ان اعتراف و اختلاف کو غور سے دیکھکر اہل بنیش آپ کی تلوّن مزاجی اور تغیر طبعی کا خود اندازہ کر لینگے۔ وجہ تسمیہ جو مادۂ فضل کی رعایت سے بتلائی گئی ہے اوسکی اصلی ماخذ کا حوالہ نہین دیا گیا ہے۔ اور عبارت زیرین حاشیہ مین امام سہیلی کے استاد نے جو وجہ تسمیہ بتلائی گئی ہے وہ امام سہیلی کی خاص رائے ہے۔ اس بنا پر آپ کی دوسری توجیہ سے پہلی توجیہ زیادہ قریب الفہم ہے حقیقت یہ ہی کہ طبقات وغیرہ مین اسکی وجہ تسمیہ خاص طور پر نہین لکھی گئی۔ متاخرین نے اپنی جدت طبعی سے قیاسی توجیہین قایم کی ہین ممکن ہے کہ ایمین سے کوئی صحیح ہو لیکن ان پر قطعی اعتبار دشوار ہے۔

تزویج باحضرت خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا۔

شبلی صاحب نے سیرۃ النبیؐ مین واقعہ تزویج کو بناے کعبہ کے واقعہ کے بعد لکھا ہی۔ ملاحظہ ہو ص ۱۳۷۔ آپ کی یہ ترکیب آپ کی ذاتی تجدید ہے۔ اور ابن ہشام۔ طبری اور ابن سعد وغیرہم۔ قدیم عربی ماخذون کی ترتیب سے بالکل خلاف ہی میرے نزدیک ڈیڑھ ہزار برس بعد والے مؤلف کو ان امور مین مجدد بننے کے شوق سے مقلد رہنا ہی بہتر ہے۔ اسلئے ہم سیرالنبیؐ کی ترتیب کے خلاف اسوۃ الرسولؐ مین تزویج رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واقعہ کو تعمیر کعبہ کے واقعہ سے پہلے بیان کرتے ہین۔

حلف الفضول کے معاہدے کے وقت آپ کا سن بیس برس کا ثابت ہو چکا ہے۔ اور آپکی تزویج کو تمام مورخین و محدثین آپ کی پچیس برس کی عمر مین تبلاتے ہیں۔ اس مختار متفقہ کے روسے واقعہ تزویج معاہدہ حلف الفضول کے پانچ برس بعد

واقع ہوا۔ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ حضرت ابی طالب کی ہمراہی مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کے قافلہ تجارتی کی ساتھ سفر کیا تھا اسوقت سن مبارک بارہ یا تیرہ برس سے زاید کا نہین تھا۔ اس بنا پر ثابت ہے کہ آپ نے بارہ برس کی عمر ہی سے مشغلہ تجارت کیطرف اپنی مقدس طبیعت کا میلان ظاہر فرمایا تھا طبیعت ہمایونی کی یہ قدرتی اور موروثی موزونیت تھی قدرت کا منشا تو بالکل کھلا ہوا ہے۔ وہ یون کہ اتنی کمسنی مین اس مشغلہ کاروبار کیطرف طبع مقدسہ کا میلان اور رجحان نمایان ہونے لگا جس زمانہ مین عام فطرت والے بچے سوائے کھیلنے کودنے کے۔ ترتیب معاشرت اور تحصیل معیشت کی کسی فکر و تلاش کیطرف مائل نہین ہوتے۔ موروثی یون کہ ولادت باسعادت سے ہزارہا سال پیشتر سے آپ کا خاندان اعلیٰ اور دودمان والا۔ جو اولاً بنو اسمٰعیل اور آخراً قریش کے مخصوص نام و لقب سے تمام اقطاع عالم مین مشہور و معروف تھا ہمیشہ اور برابر تجارت پیشہ رہا اس مشہور عالم سلسلہ مین قصی کے وقت سے کاروبار تجارت کے فروغ یابی کی عملی تدبیرین جاری کیگئین اور یکے بادیگرے آپ کے جد بزرگوار ہاشم ابن عبد مناف کے زمانہ مین وہ تدبیرین کامیابی کے نقطہ کمال تک پہونچین۔ یہان تک کہ سلاطین غیر ممالک اور اقوام غیر نے بھی تجار قریش کے راہداری اور آسانی کاروبار کے لئے معاہدے لکھے اور پروانہ راہداری دیے اور اپنے قلمرو مین اطلاع عام کی ضرورت سے اسکے اعلان جاری کئے۔ جیسا کہ ہاشم ابن عبدالمطلب کے حالات مین تفصیل سے لکھا گیا ہی اسی طرح مسلسل طور پر ہاشم کے بعد مطلب مطلب کے بعد عبدالمطلب اور عبدالمطلب کے بعد ابیطالب۔ اس سلسلہ کے تمام بزرگوار کاروبار تجارت فرماتے رہے اور معیشت کا وہ طریقہ اور عام ذریعہ جو مدتہائے دراز سے اس سلسلہ مین چلا آتا تھا وہی اسوقت تک قایم اور مستقل رہا۔ اس بنا پر مولوی شبلی صاحب کا یہ لکھنا بالکل صحیح اور فی الواقع ہے کہ "سن رشد کو پہونچنے کے ساتھ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب فکر معاش ہوئی تو تجارت سے بہتر کوئی پیشہ نظر نہین آیا"

آپ نے اپنے اس موروثی مشغلہ کی ابتدا اپنے خاص اور تنہا سرمایہ سے نہین کی۔ بلکہ مشترکہ سرمایہ سے اسکی خاص وجہ خاص سرمایہ کی کمی تھی اور یہ بالکل ظاہر تھی اسلئے کہ نہ حضرت عبداللہ کوئی ایسا سرمایہ چھوڑ گئے تھے اور نہ حضرت ابیطالب اپنی کثیر العیالی اور خرچ عیالداری کی مجبوریون سے کسی علحدہ اور کافی رقم کا اوسپر اضافہ کر سکتے تھے۔ ان وقتون کی وجہ سے مشترکہ سرمایہ سے آغاز تجارت کا طریقہ اختیار فرمایا گیا اور یہ نہایت آسانی سے قایم ہو گیا۔ اس لئے کہ اوسوقت یہ دستور جاری تھا کہ سہولیت کی غرض سے اکثر لوگ اپنا سرمایہ کسی امانتدار اور ہوشیار شخص کو تجویز کرکے سپرد کر دیتے تھے منافع مین اوسکو اپنا سہیم بنا لیتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجارت کے مشغلہ کو اسی طریقہ سے شروع کیا اور لوگون نے بھی آپ کے ساتھ معاملت کو بطیب خاطر قبول کر لیا۔ کیونکہ ہر شخص آپ کی دیانت امانت اور صداقت کا تجربہ کر چکا تھا۔

شبلی صاحب نے آنحضرت صلعم کے حسن معاملت کی چند مثالین سیرۃ النبی مین نقل کی ہین۔ ہم بھی اون کو اپنے بیان کی تصدیق کے لئے ذیل مین نقل کرتے ہین۔

عبداللہ بن ابی الحمسا ایک صحابی بیان کرتے ہین کہ بعثت سے پہلے مین نے آنحضرت صلعم سے خرید و فروخت کا معاملہ

کیا تھا۔کچھ معاملہ ہوچکا تھا کچھ باقی تھا مین نے کہا پھر آؤن گا۔اتفاق سے مجھکو تین دن تک اپنا وعدہ یاد نہ آیا تیسرے دن جب وعدہ گاہ پر پونہچا تو آنحضرت صلعم کو اوسی جگہ منتظر پایا لیکن اس خلاف وعدگی سے آپکی پیشانی پربل تک نہ آیا۔ صرف اسقدر فرمایا کہ تم نے مجھے زحمت دی۔ مین اس مقام پر تین دن سے موجود ہون۔

سائب نام ایک صاحب جب مسلمان ہو کر خدمت اقدس مین حاضر ہوئے تو لوگون نے اونکی تعریف کی آپ نے فرمایا مین انکو تم سے زیادہ جانتا ہون سائب نے کہا میرے مان باپ آپ پر قربان ہون۔آپ میرے شریک تجارت تھے لیکن ہمیشہ معاملہ صاف رکھا فکنت لاتداری ولاتماری۔ نہ میرا آپ کے ذمہ نہ آپ کا میرے ذمہ کچھ باقی ہے

قیس ابن سائب مخزومی ایک اور صحابی تھے۔آپ کے شریک تجارت تھے۔وہ بھی انھین الفاظ کے ساتھ آپ کے حسن معاملہ کی شہادت دیتے ہین۔سیرۃ النبیؐ جلد اول ص ۱۳۶

سب کے ساتھ کاروبار مین آپ کی صفائی معاملت تجارت مین اور شرائط مشارکت مین شرکاء کے ساتھ آپ کی سچائی چارون طرف مشہور ہوگئی تھی۔امانت و دیانت کا یہ عالم تھا کہ عموماً تمام تجار اور اہل کاروبار آپ کی خوش معاملگی اور صفائی کے گرویدہ تھے۔تجارت کی غرض سے آپ نے بصرے اور شام کا سفر کیا تھا اور پہلے انھین دونون مقامون مین اسباب تجارت فروخت کرکے اپنے حسن تدبیر اور خوش نظمی سے کافی نفع اوٹھایا تھا۔پھر جیون جیون سرمایہ مین ترقی ہوتی گئی سلسلہ تجارت مین بھی اضافہ ہوتا گیا شام و بصرے کے علاوہ اور مقامات مین بھی جو تجارت کے مرکزی مقام تھے تشریف لیگئے۔حباشہ کا بازار عرب مین سالانہ ملکی کاروبار اور خرید و فروخت کے لئے بہت مشہور و معروف تھا۔تجارت کی غرض خاص سے یہان بھی آپ کا تشریف لانا تاریخون سے ثابت ہوتا ہے۔

یہ واقعات تبلا رہے ہین کہ کاروبار تجارت مین آپ کی صفائی اور سچائی تمام تجارت پیشہ قوم و قبائل پر کامل طور سے اثر پذیر ہو چکی تھی۔اور ہر شخص اپنے مقام پر آپ کو اپنا کاروبار تجارت سپرد کرنے کا متمنی تھا انھین لوگون مین جناب خدیجہ علیہا السلام بھی تھین۔

یہ خوش قسمت اور عالی منزلت خاتون شرفائے قریش کے ایک ممتاز خاندان سے تھی۔پانچوین پشت مین اس والا خاندان محترمہ کا سلسلۂ نسب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے۔تجارت اور کاروبار کے اعتبار سے تجار مکہ مین کوئی انکا مقابل نہین تھا۔طبقات ابن سعد مین لکھا ہے کہ جب اہل مکہ کا قافلہ تجارت کو روانہ ہوتا تھا تو اکیلا حضرت خدیجہؑ کا مال تجارت تمام قریش کے مال کے برابر ہوتا تھا شبلی صاحب اس عبارت کو ابن سعد کی عبارت تبلاتے ہین حالانکہ یہ عبارت طبقات ابن سعد کی نہین ہے۔بلکہ شرح زرقانی جلد اول صفحہ ۲۳۹ مین واقدی اور دیگر مورخین سے نقل کیگئی ہے۔

شبلی صاحب اسی صفحہ کے زیر حاشیہ لکھتے ہین یکجا تمام حالات دیکھنے ہون تو زرقانی جلد اول ص ۲۳۴ سے ۲۳۶ تک دیکھنا چاہیئے۔حالانکہ حالات تزویج جناب خدیجہؑ شرح زرقانی مین صفحہ ۲۳۷ سے شروع ہوکر صفحہ ۲۴۵ مین تمام ہوئے ہین

شبلی صاحب کی یہ سہو ہے۔ ان چھوٹی چھوٹی فروگذاشتوں کے لئے اہل تالیف قطعی مجبور ہیں اور بالکل معفو۔ کیونکہ انکی بنا بالکل ان لوگوں کی کثیر المشغلی اور سہو النظری پر مبنی ہے جس سے کوئی نہیں بچ سکتا۔

ثروت و اقتدار کے اعتبار سے حضرت خدیجہؓ تمام تجار میں عظمت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھیں۔ بلکہ اور قرب و جوار کے تمام تجارت پیشہ قوم و قبائل کے لوگ انکے زیر اثر تھے اور دست نگر۔ عادات و اوصاف کے لحاظ سے حضرت خدیجہؓ کی پاک نفسی حسن اخلاق اور عام ہمدردی مشہور آفاق تھی۔ انھیں محاسن ذاتی کی خصوصیات سے ایام جہالت ہی میں آپ کا لقب طاہرہ مشہور ہو گیا تھا۔ آپ کے ذاتی اوصاف کے متعلق ابن سعد یہ عبارت نقل کرتے ہیں۔

وھی یومئذ اوسط قریش نسباً و اعظمھم شرفاً

یہ خاتون اوسوقت تمام قریش میں عالی نسب اور صاحب شرافت تھیں۔

ابن ہشام اور طبری کے یہ الفاظ ہیں۔

وکانت خدیجۃ تاجرۃ ذات شرف ومال کثیر وتجارۃ تبعث بھا الی الشام فتکون عیرھا کعامۃ عیر قریش وکانت تستأجر الرجال وتدفع الیھم المال مضاربۃ

جناب خدیجۃ الکبریٰ تاجرہ تھیں۔ صاحب شرافت اور اہل دولت انکی تجارت کا یہ حال تھا کہ جب قافلہ تجار شام کو جاتا تھا تو اوسمیں اکیلا انکا مال تمام لوگوں کے مال کے برابر ہوتا تھا۔ تجار آپ سے مال لیکر تجارت کیلئے لیجاتے تھے اور منافع لیکر اصل سرمایہ واپس دیتے تھے "

شبلی صاحب نے بھی اس مضمون کو سیرۃ النبی صفحہ ۱۳۶ میں لکھا ہے۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہی حسن معاملات اور مکارم عادات حضرت خدیجہؓ کے میلان خاطر کے باعث ہوئے اور حقیقت میں منشاء قدرت کا یہ مقدمہ تھا۔ ابن ہشام و طبری اسکی حقیقت ذیل کے الفاظ میں لکھتے ہیں

فلما بلغھا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما بلغھا من صدق حدیثہ وعظم امانتہ وکرم اخلاقہ بعثت الیہ فعرضت علیہ ان یخرج فی مال لھا الی الشام تاجراً وتعطیہ افضل ما کانت تعطی غیرہ مع غلام لھا یقال لہ میسرۃ

جناب خدیجہؓ کو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت بیانی اعلیٰ درجہ کی امانتداری اور اعظم ترین اخلاق کی خبریں پہونچیں تو اونہوں نے خود اپنی طرف سے اس تصریح کے ساتھ پیام بھیجا اور درخواست کی کہ آپ میرا اسباب تجارت لیکر میرے غلام میسرہ کے ساتھ شام کیطرف جائیں تو میں آپ کو انکے معاوضہ میں اوس سے کہیں زیادہ دونگی جو دوسرے تاجر آپ کو دیتے ہیں۔ ابن ہشام ۷۶ دمصر) طبری ۱۱۲۷ (جرمن)

طبقات اور مواہب لدنیہ کی عبارات سے مستفاد ہوتا ہے کہ حضرت خدیجہ کے ساتھ تعلقات تجارت قایم کرنیکی مشورت ابیطالب نے دی تھی۔ اور جب اس امر میں آنحضرت صلعم کا امتزاج لیلیا تو حضرت خدیجہؓ سے اسکی خود تحریک فرمائی۔ طبقات ص ۸۲ زرقانی شرح مواہب لدنیہ ص ۲۳۳۔ اگرچہ مندرجہ بالا عبارت سے آنحضرت صلعم کی ترتیب بدوستی معیشت کی نسبت حضرت ابیطالب کے تخالص مربیانہ طرز عمل ثابت ہوتے ہیں لیکن جب اسکے دوسرے پہلو پر نظر ڈالی جاتی ہے اور ابیطالب کی حیا و ہمت صبر و

قناعت پر جو بنی ہاشم کا تمغائے شرافت تھی۔خیال کیا جاتا ہے تو ابن ہشام اور طبری کے بیانات و مندرجات صحت و وقعیت سے قریب تر ثابت ہوتے ہیں۔

جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہؑ کے اس پیام اور مجوزہ انتظام کو سنکر منظور فرمالیا اور انکی غلام میسرہ نامی کے ہمراہ سامان تجارت لیکر شام کیطرف روانہ ہوگئے۔اس سفر میں آپ کی حسن تدبیر اور سلیقہ شعاری سے حضرت خدیجہؑ کی تجارت میں اُمید سے زاید نفع ہوا۔میسرہ ایک زمانہ سے اپنی مخدومہ کے کل کاروبار کا مختار تھا۔وہ بھی آنحضرت صلعم کے خوش نظمی اور لین دین خرید و فروخت میں خوش سلیقگی دیکھکر دنگ ہوگیا۔معاملات تجارت میں میسرہ نے آپ کی ایسی خوبیاں مشاہدہ کیں۔جو اسنے دیکھیں کیا کبھی سنی بھی نہیں تھیں۔کاروبار تجارت سے فراغت پاکر جب قافلہ مکہ میں لوٹ آیا تو میسرہ نے اپنے تمام مشاہدات جناب خدیجہؑ سے دُہرا دیے۔

تمام اہل تاریخ و سیرت نے اسی واقعہ کو حضرت خدیجہ کے میلان خاطر کا باعث بتلایا ہے۔اور اون کے ساتھ تعلقات تجارت کے سلسلہ میں صرف اسی ایک واقعہ کا ذکر کیا ہے۔مگر شبلی صاحب نے صحت کے ساتھ محققانہ طور پر ثابت فرمایا ہے کہ اس سے پہلے بھی جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ کے کاروبار میں اپنی غایت درجہ کی خوش سلیقگی حسن معاملت اور دیانت و امانت ثابت فرمائی ہے۔اونکی مفصلہ ذیل عبارت سے پورا انکشاف حال ہوجاتا ہے۔

حضرت خدیجہ نے جہاں جہاں آپ کو تجارت کی غرض سے بھیجا تھا۔ان میں جرش[۱] بھی تھی جو یمن میں ہے حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے اور ذہبی نے بھی تصدیق کی ہے کہ جرش میں آپ دو دفعہ تشریف لیگئے اور ہر دفعہ حضرت خدیجہؑ نے معاوضہ میں ایک اونٹ دیا۔سیرۃ النبی ص ۱۲۰

ابن ہشام اور ابن سعد کی عبارات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت خدیجہ کی طرف سے تزویج کی سلسلہ جنبانی شروع کیگئی اور نفیسہ بنت منبہ شادی کا پیام لیکر جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ابن سعد ان الفاظ میں حقیقت حال کو بیان کرتے ہیں۔

عن نفیسہ بنت منّبہ قلت کانت خدیجۃ بنت خویلد
بن اسد بن عبد العزّیٰ بن قصی امراۃ حازمۃ جلدۃ شریفۃ
مع ما اراد اللہ بھا من الکرامۃ والخیر وھی یومئذ اوسط
قریش نسبا واعظمھم شرفا واکثرھم مالا وکل قومھا کان
حریصا علےٰ نکاحھا لو قدر علیٰ ذٰلک قد طلبوھا وبذلوا
بھا الاموال فارسلتنی دسیسا الیٰ محمد صلعم بعد ان اذ رجع

نفیسہ بنت منبہ کا بیان ہے کہ خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی بڑی ہوشیار اور شریف ترین خاتون تھیں اور باین ہمہ خدای سبحانہ تعالیٰ کا ارادہ توفیق خیر و برکت کے ساتھ اونکا رفیق تھا وہ اس زمانہ میں باعتبار حسب و نسب کے اعلیٰ ترین قریش تھیں فضل و شرف کے لحاظ سے بھی اونمیں اعظم ترین اور مال و دولت کے شمار سے تمام قریش سے زیادہ متمول اور خوشحال قوم و قبیلہ کے تمام لوگ ان سے نکاح کرنے کے متمنی تھے۔اور حتی الامکان

[۱] جرش بالضم وفتح الراء۔یمن میں ایک سہر ہے۔یہاں کا چمڑا اور اونٹ مشہور ہے۔تمیم ابن جراشہ صحابی اور اسد بن عبد الملک یہیں کے رہنے والے تھے۔قاموس اللغات۔

فی عیر من الشام فقلت یا محمد ما یمنعک ان تزوج فقال
ما بیدی ما اتزوج به قلت فان کفیت ذلک ودعیت
الی الجمال والمال والشرف والکفاءۃ الا تجیب قال فمن
هی قلت خدیجة قال کیف لی بذلک قالت قلت علیّ
قال فانا افعل فذهبت فاخبرتها فارسلت الیه ان
ائت الساعة کذا وکذا وارسلت الی عمها عمرو بن اسد
لتزوجها فحضر ودخل رسول اللہ صلی اللہ علیه و
آله وسلم فی عمومته فزوجه احدهم طبقات ابن سعد ص ۸۴

اسکے لئے ساعی تھی۔ اگرچہ اسکے لئے جناب خدیجہ اونکے تمام اموال بھی طلب فرمائیں تو وہ نذر کرنیکے لئے حاضر تھے نفیسہ کا بیان ہے کہ حضرت خدیجہؑ نے شام سے قافلہ تجارت کے واپس آنیکے بعد مجھکو جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی خدمت مین پیام نکاح لیکر بھیجا۔ مین نے حاضر خدمت ہوکر عرض کی۔ اے محمد صلعم آپکو اب اپنا بیاہ کرلینے کے لئے کون شے مانع ہے۔ ارشاد ہوا کہ میرے ہاتھ مین کیا ہے جس سے مین اپنے بیاہ کا قصد کرون۔ مین نے کہا کہ اگر مین اس امر مین آپکی کفالت کرون اور ایک ایسی جگہ آپکی نسبت لگاؤن جو صاحب شرف و وجاہت اور صاحب مال و دولت بھی ہو اور آپ کی کفالت بھی کرسکے۔ تو کیا ایسی حالت مین آپ اوسے قبول فرمائین گے؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔ وہ کون ہے؟ مین نے کہا وہ خاتون معظمہ خدیجہؑ ہین۔ ارشاد ہوا وہ کیسے اس امر پر راضی ہونگی۔ مین نے کہا کہ اسکی ذمہ داری مجھپر ہے۔ ارشاد فرمایا کہ اچھا مین بیاہ کرونگا نفیسہ کا بیان ہے کہ مین آنحضرت صلعم کا یہ ارشاد سنکر رخصت ہوئی اور جناب خدیجہ سے سارا واقعہ بیان کردیا۔ حضرت خدیجہؑ نے آنحضرت صلعم کے پاس اوسی روز نکاح مقرر فرماکر کہلا بھیجا اور اپنے چچا عمرابن اسد کو بھی اسکی خبر کردی اور صیغۂ تزویج پڑھ دینے کے لئے کہلا بھیجا۔ وقت مقرر پر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اعمام کے ساتھ حضرت خدیجہ کی عصمت سرا مین تشریف لیگئے اور آپکے اعمام مین سے ایک صاحب نے آپ کا خطبہ نکاح پڑھا۔

مولوی شبلی صاحب تزویج کے متعلق تحریر فرماتے ہین۔ واپس آنیکے تین مہینے بعد (سفر شام سے) حضرت خدیجہؑ نے آپ کے پاس شادی کا پیام بھیجا۔ اونکے والد کا انتقال ہوچکا تھا لیکن آپ کے چچا عمرابن اسد زندہ تھے۔ عرب مین عورتون کو یہ آزادی حاصل تھی کہ شادی بیاہ کے متعلق خود گفتگو کرسکتی تھین۔ اور اسمین بالغہ یا نابالغہ کی قید نہ تھی حضرت خدیجہ نے چچا کے ہوتے خود براہ راست تمام مراتب طے کئے۔ تاریخ معین پر ابوطالب اور تمام رؤساء خاندان جن مین حضرت حمزہ بھی تھے۔ حضرت خدیجہ کے مکان پر آئے۔ ابوطالب نے خطبہ نکاح پڑھا۔ پانچسو درم طلائی مہر مقرر پایا۔ سیرۃ النبی ص ۱۳۷

بالغہ کے لئے تو عرب پر موقوف نہین تمام ممالک اسلام اور غیر اسلام مین بھی یہی حکم و دستور قایم ہے۔ لیکن نابالغہ کے لئے شبلی صاحب کی یہ تعمیم نہ شرعی طریقہ سے ماخوذ ہے اور نہ عقلی قرینہ سے موزون۔ کیونکہ نابالغہ مین جبتک سن رشد نہین پایا جایگا اسکا کسی قسم کا اقرار یا اعتراف قابل اعتبار نہوگا۔ اسلئے احکام شریعت اور قانون حکومت دونون نے نابالغہ کے عقد نکاح مین ولایت کی ضرورت کو مشروط کردیا ہے اور یہ ایسا عام دستور ہے کہ زیادہ تصریح کا محتاج نہین اس بنا پر بالغہ اور نابالغہ کا ایک حکم خیال کرنا۔ عام اس سے کہ قبل اسلام ہو یا بعد اسلام شبلی صاحب کی عجلت رقمی ہے۔

ابوطالب کا خطبۂ نکاح شبلی صاحب نے ابیطالب کا خطبہ نکاح پڑھنا تو تحریر فرمایا ہے مگر اوس خطبہ کی عبارت نہین

نقل فرمائی۔ ہم جانتے ہین یہ آپ کی کوتہ قلمی اور اختصار پسندی کا خاص مقام ہے لیکن واقعات کو کامل تفصیل کے ساتھ ظاہر کرنا حسب وہ تعبیر تلاش موجود ہے اور تمام کتابون مین منقول۔ لکھنا اور بیان کرنا بھی مولف کا خاص کام ہے۔ بہرحال امام قسطلانی نے مواہب لدنیہ مین علامہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ مین۔ امام الحرمین برزنجی السنی المطالب اور امام دولابی نے اس خطبہ کو بیک لفظ تحریر فرمایا ہے۔ ہم زرقانی سے ذیل مین اس خطبہ کو نقل کرتے ہین۔

الحمد للہ الذی جعلنا من ذریۃ ابراھیم و زرع اسمٰعیل وضئضئ معد و عنصر مضر و جعلنا حضنۃ بیتہ و سواس حرمہ و جعل لنا بیتا محجوجا و حرما امنا و جعلنا الحکام علی الناس ثم ان ابن اخی ھذا محمد بن عبد اللہ لا یوزن برجل الا رجح بہ شرفا و نبلا و فضلا و عقلا فان کان فی المال قل فان المال ظل زائل و امر حائل و محمد من قد عرفتم قرابتہ وقد خطب خدیجہ بنت خویلد و بذل لھا ما اجلہ و عاجلہ من مالی کذا و ھو واللہ بعد ھذا لہ نبأ عظیم و خطر جسیم۔

تمام تعریف اوس خدائے بزرگ و برتر کے لئے سزاوار ہے جس نے ہمکو ذریت ابراہیمؑ۔ اولاد اسمٰعیلؑ نسل معد ابن عدنان اور صلب مضر سے پیدا کیا اور ہمکو اپنے بیت کا محافظ اور اپنے حرم محترم کا نگہبان مقرر فرمایا۔ ہمارے لئے ایک ایسا گھر قرار دیا جس کا خلق خدا حج کرتی ہے اور ایسی متبرک زمین عطا کی کہ جہان خدا کی مخلوق امن پاتی ہے یا سوا اسکے خدا نے ہمکو لوگون پر حاکم بنایا۔ اما بعد میرا یہ بھتیجا محمدؐ بن عبداللہؑ ہے جس کا اگر کسی شخص سے موازنہ اور مقابلہ کیا جاوے تو از روئے فضل و کمال و باعتبار شرافت و وجاہت یہی گرانقدر نکلے گا یہ مالداری اور دولتمندی مین کم ہے۔ مگر مال کیا ہے۔ ایک ڈھلتی پھرتی چھاؤن ہے اور متغیر اور متبدل ہو جانیوالا حال ہے۔ محمدؐ وہی شخص ہے جسکی قرابت جو کچھ مجھسے ہے آپ لوگ اوسکو خوب جانتے ہین۔ اوس نے خدیجہ سے تزویج کا ارادہ کیا ہے اور اسطرح مین نے اپنے مال سے اوسکے (خدیجہ کے) مہر موجل (رقم مقررہ) اور صداق معجل (رقم مہر جو بروقت ادا کی جاوے) ادا کر دیا۔ مین خدا کی قسم کھا کر کہتا ہون کہ محمدؐ وہ شخص ہے جسکے لئے کوئی خبر عظیم اور کوئی مہتم بالشان بہرہ یا حصہ نصیب ہونیوالا ہے۔ زرقانی ۲۴۲-۴۳

اس خطبہ کی پوری نقل و شرح کے بعد زرقانی لکھتے ہین۔

عن الدولابی ان ابی طالب قال وقد خطب الیکم الغیا کم فتیکم خدیجہ وقد بذل لھا من الصداق ما حکم عاجلتا ثنا عشرۃ اوقیۃ ذھبا

دولابی لکھتے ہین کہ خطبہ نکاح مین حضرت ابیطالب کے یہ الفاظ بھی داخل ہے معاشر قریش مین آپ لوگون کے سامنے خاتون کریمہ خدیجہؑ کا خطبہ نکاح بطیب خاطر پڑہتا ہون اور اونکے صداق معجل اور معجل مین بارہ اوقیہ سونا دیتا ہون۔

حافظ جمال الدین محدث شیرازی۔ روضۃ الاحباب مین ابیطالب کے یہ الفاظ تحریر کرتے ہین۔

قد خطب ابو طالب خدیجۃ بنت خویلد و قال لھا الصداق اجلۃ و عاجلۃ عشرون بکرۃ من مالی۔

خدیجہ بنت خویلد کا مین محمدؐ صلعم کیطرف سے خطبہ نکاح پڑہتا ہون اور اونکے مہر موجل و معجل مین بیس مہار اونٹ جو میری ملکیت سے

ہیں ادا کرتا ہوں۔ روضۃ الاحباب ۱۰۶۔ روضۃ الصفا۔ خاوندشاہ سمرقندی۔ جلد سوم میں بھی یہی الفاظ مرقوم ہیں۔

ورقہ بن نوفل کا خدیجہ کی طرف سے خطبۂ نکاح

علامہ زرقانی واقعہ تزویج کے سلسلہ میں کتاب منتقی کی سند سے لکھتے ہیں۔

فی المنتقی فلما اتمّ ابوطالب الخطبة تکلم ورقة بن نوفل فقال الحمد لله الذی جعلنا کما ذکرت وفضلنا کما عددت فنحن سادة العرب وقادتها وانتم اهل ذلك کلّه لا ینکر العشیرة فضلکم ولا یردّ احد من الناس فخرکم وشرفکم وقد رغبنا فی الاتصال بحبلکم وشرفکم فاشهدوا علیّ معاشر قریش بانّی قد زوّجت خدیجة بنت خویلد محمّد بن عبد الله علی اربعمائة دینار ثمّ سکت فقال ابوطالب قد احببت ان یشرکك عمّها فقال عمّها یا معاشر قریش انّی قد انکحت محمّد بن عبد الله من خدیجة بنت خویلد وشهد علی ذلك صنادید قریش۔

منتقی میں مرقوم ہے کہ جب ابیطالب اپنا خطبۂ نکاح ختم کر چکے تو ورقہ ابن نوفل نے یوں تقریر کی۔ وہ خدا قابل ستائش ہے جس نے ہم لوگوں کو ان اوصاف سے موصوف کیا جس کا آپ نے (ابوطالبؑ) ذکر کیا۔ اور ہم لوگوں کو وہ فضائل عنایت کئے جن کا شمار و انحصار آپ نے فرمایا۔ ہم لوگ سردار قوم عرب ہیں اور پیشوائے قوم اور آپ حضرات (بنی ہاشم) وہ بزرگوار ہیں جن کے فضائل سے کسی قبیلہ اور عشیرہ کو انکار ہو ہی نہیں سکتا اور آپ کے مفاخر و مشارف پر کسی فرد واحد کو حرف گیری کی جرأت ہو ہی نہیں سکتی۔ ہم لوگوں نے بطیب خاطر آپ حضرات سے پیوند کرنا چاہا اور آپکے مشارف میں شریک ہونا قبول کیا۔ اے معاشر قریش۔ آپ حضرات اسکے گواہ رہیں کہ میں نے خدیجہ بنت خویلد کو محمد بن عبد اللہؐ کے ساتھ چار سو دینار مہر پر بیاہ دیا۔ یہ کہکر ورقہ خاموش ہو گئے۔ تو حضرت ابیطالب نے ان سے کہا کہ میری خواہش ہے کہ آپ اس تصدیق و شہادت میں خدیجہ کے چچا کو بھی شریک کر لیں۔ یہ سنکر اونکے چچا اسد اوٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے اے معاشر قریش آپ حضرات گواہ رہیں کہ میں نے خدیجہ بنت خویلد کا نکاح محمد بن عبد اللہ سے کر دیا۔ تمام صنادید قریش نے اسپر گواہی دی ص ۲۴۶ ۲

علامہ زرقانی اس کے بعد منتقی کے اسناد سے لکھتے ہیں۔

فرح ابیطالب فرحًا شدیدا وقال الحمد لله الّذی اذهب عنّا الکرب ورفع عنّا الهموم

ابیطالب کو اس تزویج سے بڑی مسرت ہوئی اور فرمایا خدا کا شکر ہے جسنے ہمارے مشکلات و مہمات کو دور فرمایا۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت و نگرانی اور آرام رسانی کے متعلق حضرت ابیطالب کے تعلقات اور جذبات کا اندازہ کرنا اور اونکو عام واقعات کی طرح پایۂ ثبوت تک پہونچانا۔ اصول فطرت کے خلاف کوشش کرنا ہے۔ ہر باپ کو اپنے بچہ کی محبت ہونا لازمۂ فطرت ہے۔ اسلئے مشاہدات کا ثبوت کیا اور بدیہیات پر بحث کیسی۔ حضرت ابیطالب نے اپنے خطبہ میں اپنے ان جذبات کو جن بلیغ اور پرمعنی الفاظ میں بیان فرمایا ہے وہ انکشاف حقیقت کیلئے کافی ہیں۔ وہ یہ ہیں محمّد من قد عرفتم قرابته۔ محمد سے میری قرابت کو سب جانتے ہیں۔ اس سے زیادہ کسی انکشاف کی ضرورت تھی اور نہ کسی تفصیل و تشریح کی احتیاج ابیطالب کا وہ خطبۂ نکاح جو اوپر نقل ہو چکا ہے ماسوا اسکے کہ زبان عرب کی فصاحت و بلاغت کا بینظیر و بیمثال نمونہ ہے اور

مفاخر و مشارف بنی ہاشم اور اونکے خاندانی عظمت و وجاہت کے کمالات کا آئینہ اور حقیقتاً حضرت ابی طالب کے یہ اظہار مفاخرت خود نمائی اور خود ستائی کی غرض سے بیموقع اور ناموزون نہین تھے۔ بلکہ مناسبت وقت کے اعتبار سے بالکل مطابق کیونکہ تاریخی مشاہد بتلا رہے ہین کہ جناب خدیجہ کی خواستگاری کیلئے تمام اکابر و عمائد قریش اپنی مرفہ الحالی اور فارغ البالی کے لحاظ سے مدت سے ساعی تھے۔ اونکی تمنا کے خلاف ابیطالبؑ کے ایسے متوسط الحال شخص کے گھر مین حضرت خدیجہ کا بیاہا جانا اور اُس نسبت پر اُس خاتون ذی اقتدار کا بلا عذر و تامل راضی ہو جانا عموماً حیرت خیز اور تعجب انگیز تھا خصوصاً عمائدین و اکابرین قریش کے اُسی طبقہ مین اسکے باعث اور وجہ کی تلاش دامنگیر تھی۔ جو حصول مدعا سے محروم و ناکام رہ گئے تھے۔ اس بناپر حضرت ابیطالبؑ کو یہ بتلا دینا نہایت ضروری تھی کہ مال و دولت کی کثرت حسبی عظمت اور نسبی شرافت کا مقابلہ نہین کرسکتی۔ اسمین شک نہین کہ باعتبار قومیت کے تمام قریش یکسان ہین لیکن تاہم بنی ہاشم کا قبیلہ اپنے اخلاقی و روحانی اوصاف سے اون مین خاص طور پر ممتاز ہے اور صاحب اعزاز اور اونکے یہی مفاخر و مشارف خاص طور پر اس تزویج کے اصلی باعث ہوئے ہین۔ اور انھین اوصاف مخصوصہ کو حضرت ابیطالبؑ نے نہایت وضاحت سے اپنے خطبہ تزویج مین اون الفاظ کے ساتھ یاد دلایا ہے جعلنا حضنة بيته وسوّاس حرمه وجعل لنا بيتا محجوجا وحرما امنا وجعلنا الحكام على الناس۔ خدا نے ہمکو اپنے گھر کا محافظ اور اپنے حرم کا نگہبان بنایا اور ہمکو وہ گھر دیا جسکا لوگ حج کرتے ہین اور اوسکو تمام مخلوق کیلئے جائے امن بنایا اور ہمکو لوگون پر حاکم بنایا۔" یہ الفاظ بنی ہاشم کے فضائل و خصائص کو اس اہمیت سے ثابت کر رہے ہین کہ امرا اور رؤسا قریش کے موجودہ مجمع مین کسی فرد واحد کو عذر و تامل کی مجال نہوئی۔ بلکہ ورقہ بن نوفل نے اپنے خطبہ مین ان تمام مفاخر و خصائص کو معترفانہ طریقہ سے تسلیم کرکے بنی ہاشم کی ترجیح کو تمام قریش کے مقابلہ مین امر مسلّمہ اور مسئلہ مصدقہ ثابت کر دیا ہے۔ حضرت ابیطالب نے مال و دولت کی ہستی ناستوار اور وجود بے اعتبار کو جن الفاظ مین بیان کیا اوس سے بہتر بیان کے لئے کوئی دوسرا طریقہ نہین ہوسکتا تھا۔ اپنے مالی ضعف کے اعتراف کے ساتھ ہی اپنے خاص سرمایہ سے حضرت خدیجہ کا مہر موجّل و معجّل طلائی سکون مین ادا کر دینا اونکی عالی ہمتی اور بلند حوصلگی کے اظہار کے ساتھ صاف صاف بتلا رہی ہے کہ فیاض کا دست فیض کبھی پیچھے نہین رہ سکتا۔

ولیمہ نکاح تزویج کے متعلق عرب مین قدیم سے ایک خاص اور امتیازی دستور ہے۔ سیرۃ الحلبیہ مین خصوصیت کے ساتھ لکھا ہے کہ یہ پہلا ولیمہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صرف خاص سے اس تقریب مین تمام قریش کو دیا اونکی عبارت یہ ہے۔ وهو اوّل وليمة اولمها صلى الله عليه واله وسلم۔

جناب خدیجہؑ کی طرف سے بھی ولیمہ کا سامان کیا گیا امرت خديجة عمها فنحر ابكرا من بكرانك واطعم الناس هلم مع اهلك فاطعموا الناس۔ حضرت خدیجہؑ نے اپنے چچا سے کہا کہ آپ اپنے اونٹون مین سے ایک اونٹ ذبح کرین اور مع اپنے اہل و عیال کے شریک ہوکر تمام لوگون کو کھانا کھلوائین۔ چنانچہ تمام لوگون کو دعوت ولیمہ دی گئی۔

حضرت خدیجہؑ کی دعوت ولیمہ مین جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کا خوشنما منظر اور اس تقریب مین

جانبین کی قلبی مسرت کا عالم۔ صاحب کتاب منتقی نے اِن الفاظ مین دکھلایا ہے۔

ودخل صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وقال معہا فقر اللہ تعالیٰ علینہ وفرح ابوطالب فرحا شدیدا	جب اس دعوت مین آنحضرت صلعم داخل ہوئے تو تمام حاضرین کی آنکھین ٹھنڈی ہو گئین اور حضرت ابیطالب کو بیحد مسرت حاصل ہوئی۔

واقعۂ تزویج مین بھی بعض غلط بیانات داخل ہوگئے ہین شبلی صاحب اِن واقعات کی صفحہ ۱۳۱ مین اِن الفاظ کیسا تھ تنقید فرمائی ہے

بعض روایتون مین آیا ہے کہ حضرت خدیجہ کے والد زندہ تھے اور اونکی موجودگی مین نکاح ہوا لیکن وہ شراب مین مخمور تھے۔ جب ہوش مین آئے تو نکاح کا حال سُنکر برہم ہوئے کہ برابر کا جوڑ نہین لیکن یہ روایت صحیح نہین امام سہیلی نے بتصریح اور بدلیل ثابت کیا ہے کہ حضرت خدیجہ کی والد جنگ فجار کے قبل انتقال کر چکے تھے۔

اسکے علاوہ طبقات ابن سعد مین اگرچہ اس روایت کو نقل کیا ہے۔ مگر پھر اِن الفاظ مین تردید بھی کر دی ہے۔

فھذا کلہ عندنا غلط ولثبت عندنا المحفوظ عن اھل العلم ان اباھا خویلد بنت اسد مات قبل الفجار وان عمھا عمر ابن اسد زوجھا رسول اللہ صلعم	یہ تمام واقعات میرے نزدیک بالکل غلط اور محض بے اصل ہین اور صاحبان علم و اطلاع کی محفوظ طریقہ سے جو میرے نزدیک ثابت ہے وہ یہ ہے کہ اونکے باپ خویلد بن اسد جنگ فجار کے قبل ہی مر چکے تھے۔ اور اون کے چچا عمر ابن اسد نے حضرت خدیجہ کو آنحضرت صلعم کے ساتھ بیاہا تھا"

اِسی طرح بعض کتابون مین ایک اور غلط واقعہ اسکے متعلق پایا جاتا ہے۔ جو شاید شبلی صاحب کی نظر سے نہین گذرا۔ اور اگر گذرا بھی تو آپ نے اوس سے خاصکر چشم پوشی اختیار فرمائی۔ وہ غلط واقعہ آنحضرت صلعم کی محفل عقد مین حضرت ابوبکرؓ کی شرکت کا ہی جسکی حقیقت ہم شرح زرقانی سے ذیل مین لکھتے ہین۔ مواہب لدنیہ کے اِس اصل فقرہ کی شرح مین کہ حضر ابوطالبؓ و رؤسا مضر فخطب ابوطالب۔ زرقانی کے الفاظ شرح یہ ہین ھذا ھو الصواب المذکور فی الروض وغیرہ وما فی نسخ ابوبکر رضی اللہ عنہ لا اصل لہ۔ قول صحیح و درست یہی ہے جیسا کہ کتاب روض وغیرہ مین مذکور ہے (ابوطالب اور رئیسان مضر شریک تھے اور ابوطالب نے خطبہ پڑھا) اور کتابون مین جو حضرت ابوبکرؓ کی شرکت کے متعلق جو لکھا گیا ہے وہ بالکل بے اصل ہے لہ

تعمیر خانۂ کعبہ اسوقت تک کعبہ ایک مکعب چار دیواری تھی قدِ آدم اونچی۔ اوسپر چھت نہ تھی۔ نہ دروازہ تھا نہ کواڑ ہے۔ اہل عرب اپنے موجودہ تمدن کے مطابق اوس برہنہ دیوارون کی قیمتی پوششون سے آرایش کیا کرتے تھے۔ اور ہر سال اپنے کمال عقیدت سے سوزن کار ریشمی پردے چڑھایا کرتے تھے۔ اِن دیوارون کی سادگی اور بیقدگی اوسکی قدامت اور عظمت کی اصل حقیقت کو بتلاتی تھی۔ ایک بار خوشبو دان مین خوشبو سلگ رہی تھی۔ لوگون کی غفلت سے خانۂ کعبہ کے پردے مین آگ لگ گئی۔ اور وہ مشتعل ہو کر چارون طرف پھیل گئی۔ چھت ہوتی تو نقصان ہوتا برہنہ دیوارون کو تو کوئی حرج نہین پہونچا۔ لیکن اوپر سے نیچے تک بالکل سیاہ ہو گئین بعض روایتون سے ہیبت آلٰہی کی یہ بدنما

لہ شرح زرقانی ص ۲۴۲۔

سیلاب ہی قریش کے لئے تعمیر کعبہ کی تجدید کا باعث ہوئی۔ مگر عام طور سے محققین نے ایک دوسرے باعث کو اسکی تعمیر کا سبب بتلایا ہے اور وہ یہ ہے کہ خانہ کعبہ نشیب مین واقع تھا شہر کے بالائی حصہ سے ہر سال بکثرت پانی آتا تھا اور عمارت کو نقصان پہونچاتا تھا قریش نے اسکی حفاظت کی یون تدبیر کی تھی کہ اکثر مقامات مین پانی روکنے کیلئے بڑے بڑے بند باندھ دئے تھے لیکن سیلاب کی کثرت ان بندون کو بھی توڑ دیتی تھی اور پانی کی روانی کعبہ کی دیوارون کو نقصان پہونچاتی تھی بالآخر قریش نے اسکی از سر نو تعمیر کا مصمم ارادہ کرلیا حسن اتفاق سے ایک جہاز کنارے سے ٹکرا کر بندر جدہ مین تباہ ہوگیا تھا قریش کو اسکی خبر لگ گئی۔ ولید ابن مغیرہ اس موقع کو غنیمت پاکر جدہ پہونچ گیا۔ جہاز تباہ شدہ کی لکڑیان خرید لین۔ لکڑیان بھی مل گئین اور لکڑیون کے ساتھ نجّار اور معمار بھی مل گیا۔ واقعہ یہ ہے کہ اُس جہاز پر باقوم نامی ایک نجار تھا اور وہی اُس جہاز کا معمار تھا جہاز کی تباہی کے باعث وہ بالکل آشفتہ حال اور پریشان روزگار ہو رہا تھا۔ باقوم رومی عیسائی تھا بعض اوسکو قبطی الاصل بھی بتلاتے ہین۔ ولید سے حقیقت اور ضرورت معلوم کرکے باقوم نے تعمیر کعبہ کا وعدہ کردیا۔ ولید اوسکو اپنے ہمراہ مکہ مین لایا او اوسی نے کعبہ کی عمارت کو از سر نو تعمیر کیا۔ زرقانی خانہ کعبہ مین آتش زدگی کے واقعہ کو ان الفاظ مین لکھتے ہین۔

روی یعقوب بن سفیان باسناد صحیح عن الزهری ان امرأة اجمرت الکعبة فطارت شرارة فی ثیابها فاحرقتها۔

یعقوب بن سفیان نے اسناد صحیح کے ساتھ زہری سے روایت کی ہے کہ ایک عورت نے خانہ کعبہ مین خوشبو سلگائی اوسکی ایک چنگاری پردے پر پڑ گئی اور پھر تمام جلگیا۔

بقیہ واقعہ تعمیر کے متعلق ابن سعد کے یہ الفاظ ہین۔

کانت الجرف مطلة علی مکة وکان السیل یدخل من اعلاها حتی یدخل البیت فانصدع فخافوا ان ینهدم وسرق منه حلیه وغزال من ذهب کان علیه درّ وجوهر کان موضوعا بالارض فاقبلت سفینة فی البحر فیها روم ورأسهم باقوم وکان بانیا فجنحتها الریح الی الشعیبة وکانت مرفاء السفن قبل جدة فتحطمت السفینة فخرج الولید بن المغیرة فی نفر من قریش الی السفینة فابتاعوا خشبها وکلموا الرومی باقوم فقدم معهم وقالوا نبنا بیت ربنا فامروا بالحجارة تجمع وتنقّی الضواحی منها فبینا رسول الله صلی الله علیه واله وسلم ینقل معهم وهو یومئذ ابن خمس ثلثون سنة ص ۹۳ - جز من

شہر مکہ زمین نشیب مین واقع تھا اور بالائی قطع زمین سے شہر مین اکثر سیلاب آیا کرتا تھا اور خانہ کعبہ تک پہونچکر نقصان پہونچایا کرتا تھا۔ لوگون کو انہدام عمارت کا خوف ہوا۔ اور نیز اسوجہ سے کہ خانہ کعبہ سے غلاف وغیرہ کی قسم سے کپڑے طلائی ہرنون کے وہ دونون مجسّمے جنپر موتی اور دیگر جواہرات جڑے تھے۔ اور وہ زمین مین مدفون تھے چوری چلے گئے تھے اس اثنا مین رومی تجّار کی ایک کشتی آئی۔ جس کا رئیس باقوم تھا اور وہی اوسکا معمار بھی تھا۔ باد مخالف نے اُس کشتی کو جدہ سے کچھ دور آگے لاکر ایک کھاڑی مین ڈالدی اور وہین وہ تباہ ہوگئے۔ یہ خبر پاکر ولید ابن مغیرہ قریش کے اور چند لوگون کو اپنے ہمراہ لیکر اوس کشتی کے مقام پر پہونچا اور کشتی کی تمام لکڑیان جمع کرکے خرید کرلین اور باقوم رومی سے گفتگو کی اور اوسکو اپنے ساتھ مکہ مین لائے اور تعمیر کعبہ پر اوسکو مقرر کیا اور اوسکی ہدایت کے مطابق پتھرون کو مٹی سے صاف کرکے جمع کرلیا۔ انھین پتھر ڈھونے والون مین جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ

آلہ وسلم بھی ساتھ پتھر ڈہوتے تھے۔ اسوقت سن مبارک پینتیس سال کا ہو چکا تھا۔
تعمیر کے سب ضروری اسباب فراہم ہو چکے تو عمارت موجودہ کے گرانے کی ضرورت ہوئی۔ خدا کا گھر کون ڈہائے سب کے پائے عقیدت میں لغزش تھی۔ کوئی اس مقدس عمارت کے انہدام پر نہ ہاتھ اوٹھاتا تھا اور نہ پاؤں بڑہاتا تھا سمجھانے والے سمجھاتے تھے کہ یہ گرانا عین اوٹھانا اور یہ انہدام عین قیام و استحکام عمارت ہے۔ الغرض اس مشکل کو بھی ولید بن مغیرہ نے دور کیا اور سب سے پہلے گرانے کی قصد سے کعبہ کی دیوار پر چڑہ گیا۔ تاریخ طبری میں ہے۔

فقال ولید ابن مغیرۃ انا ابدءکم فی ھدمھا فاخذ المعول ثم قام علیھا وھو یقول اللھم لاترع اللھم لانرید الا الخیر ثم ھدم من ناحیۃ الرکنین فتربص الناس بہ تلک اللیلۃ وقالوا ننظر فان اصیب لم نھدم منھا شیئاً وردد ناھا کما کانت وان لم یصبہ شئ فقد رضی اللہ ما صنعنا ھدمنا فاصبح الولید بن المغیرۃ من لیلۃ غادیاً علی عملہ فھدم والناس معہ حتی انتھی الھدم الی الاساس طبری ۱۱۳۵ ج من

ولید بن مغیرہ نے کہا کہ میں اسکے انہدام کا کام شروع کرتا ہوں چنانچہ وہ کدال لیکر دیوار پر چڑہ گیا اور کہنے لگا اے پروردگار تو غضب میں نہ آ میری نیت سوائے خیر کے کچھ اور نہیں ہے۔ یہ کہکر ڈہانا شروع کر دیا اور دونوں رکن تک کے سروں تک گرا کر کام ختم کر دیا۔ شام ہو گئی۔ تمام اہل مکہ کو رات بھر عجیب بیچینی تھی اور سب آپس میں کہتے تھے کہ کوئی نہ کوئی مصیبت ضرور آئے گی۔ کیونکہ خانہ کعبہ کی کوئی شے آجتک ہٹائی نہیں گئی تھی کہ پھر اپنے مقام پر نہ پہونچا دیگئی ہو۔ اگر رات بھر میں کوئی حادثہ پیش نہ آیا تو سمجھا جائیگا کہ خداوند عالم ہمارے اس انہدام کے

عمل سے رضامند ہوگیا۔ خدا خدا کر کے وہ رات خیریت سے گذر گئی صبح کو ولید ابن مغیرہ نے پھر اپنا کام شروع کیا تو اور لوگ بھی اب شریک ہو گئے۔ یہاں تک کہ دیواریں کھُد کر بنیادوں تک پہونچ گئیں۔
انہدام کعبہ کے خوف و عذاب کی طرف سے جب قریش کو اطمینان ہو گیا تو تمام قبیلوں نے آپس میں انہدام کا کام شروع کر دیا اور بنے ملکر اسکو انجام دیا۔ اسکے آغاز کے وقت ابو وہب جو ہمسائے شہر اور شرفائے قریش میں ایک مشہور و معروف بزرگ تھے۔ اور رشتہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ماموں ہوتے تھے۔ مقامی حاضرین کو مخاطب کر کے فرمانے لگے۔ ابن ہشام۔ ابن سعد۔ طبری اور زرقانی نے اونکی تقریر ان الفاظ میں قلمبند کی ہے۔

یا معشر قریش لا تدخلوا فی بنیانھا من کسبکم الا طیباً لاتدخلوا فیھا مھر بغی ولا بیع ربا ولا مظلمۃ احد۔ ابن ہشام۔

اے گروہ قریش۔ بنیاد کعبہ میں وہی شخص داخل ہو جسکے کسب معاش کے طریقے ذریعہ حلال سے ہوں وہ شخص نہ آئیں اترے جسکے ذمہ مہر باقی ہو۔ یا جو سود لیتا دیتا ہو۔ یا جس نے کسی پر ظلم کیا ہو۔

اس تحریر و تقریر سے ثابت ہوتا ہے کہ باوجود عام جہالت کے قریش میں خاص احتیاط کرنیوالے معدودے چند حضرات اسوقت بھی موجود تھے۔ بہر حال۔ بنیادیں کھُد کر صاف ہو گئیں۔ خدا کا گھر بننے لگا بڑے بڑے مالدار اور صاحب ثروت واقتدار خدا کے بندے۔ پہاڑ سے اپنے سروں پر پتھر ڈھو ڈھو کر لانے لگے۔ فبینما النبی صلعم یحمل الحجارۃ من اجیاد

انھین لوگون مین جناب رسول خدا صلعم بھی پہاڑ سے پتھر ڈہو ڈہو کر لاتے تھے۔ صحیح بخاری مین اس اضافہ کے ساتھ ہے کہ اس محنت و مشقت کی وجہ سے آپ کے دونون شانین چھل گئے تھے۔ یہ حامل الوحی کے خلوص عبودیت کا مقدمہ ہے۔

موجودہ تعمیر مین نوایجاد اضافات

سلسلہ تعمیر اسی طرح جاری رہا۔ عمارت بنتی رہی۔ خدا کے عقیدت مند بندے کمال خلوص و عقیدت سے کام کرتے رہے۔ اونکے مجموعی خلوص مین کوئی کمی نہین آئی لیکن عین وقت پر سامان عمارت کم ہوگیا۔ ان سامانون مین دیوارون کی ضرورت کی چیزین گھٹ گئین۔ جو عرب مین وقت پر ملنی دشوار تھین۔ چھت کی کڑیان بھی کم ہوگئین۔ جو کسی طرح فراہم نہ ہوسکین۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ قریش نے قدیم بنیادون کے طول و عرض پر اپنی موجودہ تعمیر کا کام آغاز کیا تھا اور موجودہ لکڑیون سے اوسکے مطابق کافی ہوجانے کا اندازہ لگایا تھا مگر جب دیوارین کھنچکر ایک حد تک آگئین تو اونکو اپنے غلط اندازہ کی حقیقت معلوم ہوئی۔ ان لوگون نے طول و عرض مین تو کوئی اضافہ کیا نہین تھا۔ لیکن سیلاب کے آجانے اور نقصان پہونچانے کے حفظ ماتقدم کے خیال سے عمارت کی بلندی مین پہلے سے دو گونہ اضافہ کردیا تھا۔ بالآخر آپس کی مشورت سے اس مشکل کو یون طے کرلیا کہ لکڑی کے موجودہ اندازو تعداد کے موافق تیار شدہ عمارت پر چھت بنالیجائے باقی عمارت زمین پر صرف چار دیواری بناکر چھوڑ دیجائے۔ سال آیندہ لکڑی فراہم کرکے بنائی جائے گی۔ اسی صلاح پر اتفاق کیا گیا۔ ایک نئی دیوار کھینچکر بقیہ زمین علحدہ کرلیگئی۔ صرف چار دیواری کھینچدی گئی۔ جو حطیم کے نام سے مشہور ہے اور بقیہ زمین پر خانہ کعبہ کی عمارت تعمیر کیگئی۔

خانہ کعبہ کی تعمیر ہونیکے حالات کو اس تفصیل کے ساتھ عربی کی تاریخون مین کسی مورخ نے ایسا نہین لکھا جیسا کہ علامہ عبدالرزاق صاحب کتاب اخبار مکہ نے۔ ہم اوسکی اصل عبارت ذیل مین درج کرتے ہین۔

فلما اجتمع لهم ما يريدون من الحجارة والخشب و ما يحتاجون اليه هدوا الى هدمها فهابت قريش هدمها وقالوا من يبدء ايهدمه فقال الوليد بن المغيرة انا ابدءكم في هدمه انا شيخ كبير فان اصابني امرا كان قد دنا اجلي وان كان غير ذلك لم يرثني فعلا البيت في يده عتلة لهدمه بها فهدمت قريش معه بها فهدمت قريش معه حتى بلغوا الاساس الذي دفع عليه ابراهيم واسمعيل القواعد من البيت فلما اجمعوا اخرجوا من النفقة قلت ما النفقة ان تبلغهم عمارة البيت ويتركوا بقية في

جب پتھر اور لکڑی سب جمع ہوگئے۔ تو قریش نے کعبہ کے ڈہانے کا ارادہ کیا مگر سب وہم و وسواس مین گرفتار تھے اور ڈرتے تھے کہ اگر ڈہادین گے تو خدا جانے کیا آفت آئیگی۔ ولید بن مغیرہ نے اپنا دل کڑا کیا اور کہا کہ مین ڈہانا شروع کرتا ہون مین بوڑہا تو ہو ہی گیا ہون اگر کچھ آفت آئیگی تو کیا میرے مرنے کے دن تو قریب آ ہی چکے ہین چنانچہ ولید بن مغیرہ کعبہ کی دیوار پر چڑہا اور کدال سے ڈہانا شروع کیا پھر سب ملکر ڈہانے لگے اور بنیاد تک جس پر سے حضرت ابراہیم اور حضرت اسمعیل نے چنائی شروع کی تھی کھود کر برابر کردیا جب سب ڈہا چکے تو معلوم ہوا کہ جو کچھ سامان اونہون نے جمع کیا ہے وہ اس سب کے بنانے کو کافی نہین ہے۔ آخر سب نے ملکر مشورہ کیا اور اس امر پر اتفاق کیا گیا کہ بنیاد تعمیر گھٹا دیجائے اور جس قدر

الحجر علیہ جدارا مدارا یطوف الناس من وراءہ ففعلوا
ذلک وبنوا فی بطن الکعبۃ اساسا یبنون علیہ من شق
الحجر وترکوا من وراءہ من بناء البیت فی الحجر ستۃ
اذرع شبرا فبنوا علیٰ ذلک فلما وضعوا ایدیھم فی
بناءھا قالوا ارفعوا بابھا من الارض واکبسوھا
حتی لا تدخلھا السیول ولا ترقا الا بسلم ولا یدخلھا
الا من اردتم ان کرھتم احد ادا فعتموہ
ففعلوا ذلک ص ۱۰۹ - اخبار مکہ للعبد الرزاق

امکان اور سامان کے مطابق ہو اوسیقدر عمارت بنائی جائے اور بقیہ بنیاد
چھوڑ دی جائے اور اوسپر صرف چار دیواری کھینچ دی جائے - لوگ پشت سے
اوسکا طواف بجالایا کرین - اِس مجبوری کی وجہ سے اونکو اصل عمارت کے
اندر سے ایک نئی دیوار بنانی پڑی - اور یہی دیوار عمارت مجوزہ کی آخری دیوار
قرار پائی یعنی اسقدر کہ اصل کعبہ سے زمین (حطیم) علیحدہ کردیگئی وہ چھ گز
اور چھ بالشت - ان لوگون نے کعبہ کو چار گز اور ایک بالشت کی کرسی دی
اور اسقدر اونچی کرسی پر دروازہ رکھا تا کہ سیلاب کا پانی پھر اندر نہ گھُسے
اور کوئی شخص بغیر سیڑھی کے نہ چڑھ سکے اور اس ترکیب سے جسکو چاہین
نہ جانے دین -

محمدؐ الامین

الغرض خانہ کعبہ کی موجودہ عمارت طول مین گھٹاکر اور ارتفاع مین بڑھاکر تکمیل کے قریب پہونچگئی - اور حجر الاسود کے نصب کا وقت آگیا تو اس قدیم اور قابل التعظیم پتھر کو اس کے مقام پر رکھنے کے لئے قریش مین جھگڑے چلنے لگین ہر شخص اس شرفیابی کے لئے خواہشمند ہوا اور اس اعزاز کے حصول کے لئے آپس کا اصرار بڑھتے بڑھتے پہلے تکرار پھر جنگ وپیکار کے درجہ تک پہونچگیا - قریشیون مین سب سے زیادہ قبیلۂ عبد الدار کشت وخون پر تیار ہوگیا - طبری مین اسکی حسب ذیل تفصیل لکھی ہے -

حتی اذا بلغ البنیان موضع الرکن اختصموا فیہ کل قبیلۃ
ترید ان ترفعہ الی موضعہ دون الاخری حتی تحاوزوا
وتحالفوا وتواعدوا للقتال فقربت بنو عبد الدار جفنۃ
مملوءۃ دما ثم تعاقدوا ھم وبنو عدی ابن کعب علی
الموت وادخلوا ایدیھم فی ذلک الدم فی الجفنۃ

یعنی جب حجر الاسود کو اپنے مقام پر نصب کرنیکا وقت آگیا تو ہر شخص کی خواہش
ہوئی کہ مین اسکو اسکے مقام پر رکھون - اس بنا پر سب کے سب آپس مین جدا جدا گروہ سے
متحد ہوگئے - اور قسم کھا کھا کر جنگ وجدال کے لئے مستعد ہوگئے بنی
عبد الدار تو یہانتک پرجوش ہوگئے جیسا کہ عرب مین سخت سے سخت قسمین
کھانیکا دستور تھا کہ اونہون نے - خون تازہ سے ایک پیالہ بھر لیا اور دستور
جہالت کے مطابق اپنے اور بنی عدی بن کعب کے قبیلہ والون کے ہاتھ اوس خون سے بھرے ہوئے پیالے مین ڈلوائے - گویا کہ کشت وخون پر نہایت استقلال سے اپنی آمادگی کا اعلان کیا -

خیریت تھی کہ قریش کے تمام قبیلے نہ اتنے پرجوش تھے اور نہ اتنے برسر پرخاش لیکن تاہم اونکی انانیت اور مخالفت کیا کم تھی نتیجہ یہ ہوا کہ کامل چار دن گذر گئے اور وہ باخود یا کے مشورۃ سے اس امر کو تصفیہ نہ کرسکے خدا کے بندے خدا کا گھر تو بناتے تھے لیکن اپنا گھر بگاڑ رہے تھے حقیقی بندہ پرور کو یہ کب منظور ہو سکتا تھا - اِسلئے اُس نے اپنے نظام کبریائی کی خاموش تدبیر سے ایک ایسی تدبیر نکالدی کہ اوسکا گھر بھی بنگیا اور قریش کی بات بھی بن گئی - ولید ابن مغیرہ نے اونکو یہ کہکر راضی کرلیا کہ اس امر کو قدرت کے فیصلہ پر چھوڑ دیا جاوے - ذاتی انتخاب وتعین موقوف کیا جاوے - جو شخص کل صبح کو سب سے پہلے خانہ کعبہ مین

داخل ہو وہی اس منصب جلیل کو انجام دے۔ خدا کو بات بنانی تھی سب لوگوں نے یہ شرط مان لی جس اشتیاق و اضطراب مین قریش نے یہ رات کاٹی ہوگی۔ واقعہ کی اہمیت بتلا رہی ہے۔ خدا کی قدرت کی کس کو خبر۔ اوسکی مشیت کا کس کو علم صبح کو خدا کے گھر مین جو شخص سب سے پہلے داخل ہوا وہ قریشیون کا الامین تھا اور رسول رب العلمین عرب جسقدر جہالت مین پکے تھے اوسیقدر قول و قرار مین سچے۔ اول تو نقض اقرار اور خلاف معاہدہ ہونیکی وجہ سے اب انکو تامل کی کوئی وجہ باقی نہین تھی۔ دوسرے یہ کہ اس عہدۂ جلیلہ کی نسبت جناب رسول خدا صلعم کی ہر طریقہ و عنوان سے موزونیت اور صلاحیت اونکے تامل و عذر کیلئے کوئی شوشہ پیدا نہین کرسکتی تھی اس لئے جمال جہان آرا پر نظر پڑتے ہی ہر شخص کی زبان سے اہلاً و سہلاً کی آوازین بلند ہونے لگین۔ ابن ہشام نے ذیل کی عبارت مین اسکی تفصیل کی ہے۔

فمکث قریش علی ذلک اربع لیال او خمسین ثم انھم اجتمعوا فی المسجد وتشاوروا وتناصفوا فزعم بعض اھل الروایۃ ان ابا امیۃ ابن المغیرۃ وکان یومئذ اسن قریش کلھا فقال یا معشر قریش اجعلوا بینکم فیما تختلفون فیہ اول من یدخل من باب ھذا المسجد یقضی بینکم فیہ ففعلوا فکان اول من دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فلما راوہ وقالوا ھذا الامین رضینا ھذا محمد صلعم ص ۶۷ مطبوعہ مصر

انہین امور کے تصفیہ مین قریش کو چار یا پانچ راتین گذر گئین۔ آخرکار سب مسجد مین جمع ہوئے اور اس امر کے تصفیہ کی نسبت مشورت کرنے لگے۔ بعض راویون کا بیان ہے کہ ابا امیہ (ولید) بن مغیرہ جو قریش مین اوسوقت سب سے زیادہ معمر تھا کہنے لگا کہ اے قریش تم لوگ ان باتون کا یون تصفیہ کرلو کہ کل صبح کو جو شخص اس مسجد کے دروازے سے پہلے داخل ہو وہی اس خدمت کو انجام دے۔ سبنے اسی پر اتفاق کرلیا صبح کو سب سے پہلے جو شخص خانہ کعبہ مین داخل ہوا۔ وہ جناب رسول خدا صلعم تھے جیسے لوگون نے آپ کو دیکھا تو چلا اوٹھے یہ تو ہمارے امین ہین یہ تو محمد (صلعم) ہین ہم لوگ انہین پر راضی ہین۔

قریش تو راضی ہوگئے۔ مگر امین الٰہی کی عدالت تنہا اپنی شرفیابی اور امیدوارین کی محرومی پر راضی نہو سکی اوس خلق مجسم نے اونکے شرفیاب و شاداب ہونیکی نہایت آسان اور سہل ترکیب نکال لی۔ اپنی ردائے مبارک بچھادی۔ سنگ اسود کو اسمین رکھکر قریش کے قبائل اربعہ کے چار ممتاز ترین اشخاص کو بلایا۔ اور ردائے مبارک کا ایک ایک گوشہ اونکے ہاتھون مین دیدیا اور اسطرح اس ردا کو اوٹھاکر حجر الاسود کے مقام پر لے آئے۔ یہ لوگ اوس ردا کو اوٹھائے رہے آپنے دست مبارک سے حجر الاسود کو اوسکے مقام پر نصب کردیا۔ ابن ہشام ان الفاظ مین اس واقعہ کو لکھتے ہین۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ھلم الی ثوبا فاتی بہ فاخذ الرکن فوضعہ فیہ بیدہ ثم قال لتاخذ کل قبیلۃ بناحیۃ من الثوب ثم ارفعوہ جمیعا ففعلوا حتی بلغوا بہ موضعہ وضعہ ھو بیدہ ثم بنی علیہ ص ۶۷

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ایک کپڑا لاؤ۔ سب لا آئے آپنے دست مبارک سے حجر الاسود کو اوسمین رکھا پھر فرمایا ہر قبیلہ اس کپڑے کے گوشہ کو پکڑلے اور اونچا کرے۔ سبنے ایسا ہی کیا۔ یہان تک کہ اوسکو اصلی مقام پر لے آئے۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے اپنے دست مطہر سے اوسکو اوٹھاکر نصب کردیا۔

حقیقتاً یہ ذات رسالت کی برکت تھی جس نے اس آسانی اور سہولیت سے قریش کی مخاصمت کو رفع دفع کر دیا نہیں تو آپس کی کشت و خون سے خانہ کعبہ نہا جاتا - اور پانی کی جگہ خون کا سیلاب حرم محترم میں چاروں طرف آجاتا - ظاہر میں تو عمارت کی ابتدائے تعمیر کا یہ پتھر نصب کیا گیا تھا لیکن حقیقت میں خانہ خدا کی تکمیل عظمت کا یہ سنگ آخری تھا جو متمم رسالت اور خاتم نبوت کے دست مطہر سے اسوقت رکھا گیا - مولوی شبلی صاحب نے بھی اس خصوصیت کی نسبت اشارہ فرمایا ہے سیرۃ النبی صفحہ ۱۴۳ کے زیر حاشیہ تحریر فرماتے ہیں "یہ ایک حدیث کیطرف تلمیح ہے - جس میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ میں نبوت کی عمارت کا آخری پتھر ہوں" لیکن میرے نزدیک یہ صرف تلمیح نہیں ہے بلکہ اس واقعہ کی تصریح اور کرشمہ قدرت کی کامل توضیح ہے۔

رسالت کی برکت سے قریش کی جہالت کا ایک بہت بڑا فساد عظیم جو ایک دن برپا ہونیوالا تھا رک گیا اور وہ نزاع باہمی سے علیحدہ ہو کر بڑی سرگرمی سے عمارت کی تکمیل پر متفق ہو گئے - اور پھر جبتک کہ اسکی عمارت کا کام ختم نہ ہو لیا - اونمیں کسی قسم کا اختلاف پیدا نہ ہوا - یہ رسالت کے فیصلہ کامل کا اثر تھا -

بالآخر - عمارت کعبہ بن گئی - مگر کیسی بنی؟ عمارت ابراہیمی سے طول و ارتفاع میں جو کچھ فرق پیدا ہوا تھا اوسکو ہم اوپر بتلا آئے ہیں - اور اختلافات جو واقع ہوئے - اونکو ہم اخبار مکہ کی اصلی عبارت سے ذیل میں درج کرتے ہیں -

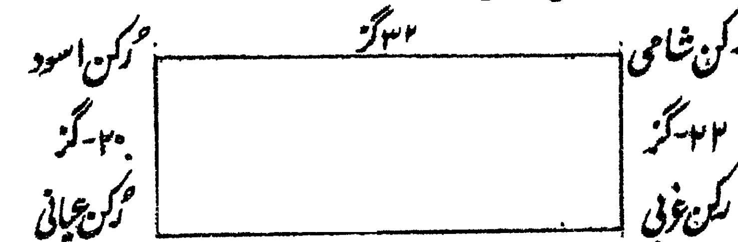
فبنوا حتى ارتفعوا اربعة اذرع وشبرا ثم كبسوها ووضعوا بابها مرتفعا على هذه الذرع فقال لهم باقوم الرومي اتحبون ان تجعلون سقفها مكبسا او مسطحا فقالوا ابن بيت ربنا مسطحا قال فبنوه مسطحا وجعلوا ست دعائم في صفين في كل صف ثلاث دعائم واجعلوا ارتفاعها من خارجها من الارض الى اعلاها ثمانية عشر ذراعا وكانت قبل ذلك تسعة اذرع فزادت قريش ارتفاعها في السماء تسعة اذرع اخرى وجعلوا ميزابها يسكب في الحجر وجعلوا درجة من خشب في بطنها في الركن الشامي يصعد منها الى ظهرها

جب یہ تنازع رفع ہو گئی تو تعمیر شروع ہوئی جتنا کہ کعبہ پہلے زمین سے اونچا تھا - قریش نے اوس سے دوگونہ بلند کیا یعنی زمین سے اٹھارہ گز اونچا اور پہلے صرف نوہی گز تھا جب دیواریں بن چکیں تو باقوم نے پوچھا کہ اسکی چھت کیسی بنائی جائے بنگلہ نما یا چورس سب نے کہا کہ ہمارے خدا کے گھر کی چھت چورس بناؤ - تب باقوم نے اوسکے غرض سے چھ ستون دو قطار میں اس غرض سے بنائے کہ ہر قطار میں تین ستون پڑ گئے - اور اون پر چورس چھت بنا دی - (غالباً اسقدر لمبی لکڑی نہیں تھی کہ پورا شہتیر پڑ جاتا اس سبب سے بیچ میں ستون بنانے کی ضرورت ہوئی) اور شاید اسوجہ سے باقوم نے بنگلہ نما چھت بنانی چاہی ہو گی تاکہ قینچی پڑ جائے اور بیچ میں ستون بنانے نہ پڑیں چھت کا پرنالہ اوس جگہ میں ڈالا - جو چھوڑ دیگئی تھی (حطیم) میں اور کعبہ کے اندر ایک کاٹھ کی سیڑھی چھت تک بنائی اور چھت میں ایک روشندان رکھا جس سے کعبہ کے اندر اجالا بھی رہے اور اسمیں سے جب ضرورت ہو کعبہ کی چھت پر چڑھ جاویں - ترجمہ منقول از خطبات سرسید احمد خان صفحہ ۵۲۹

مفصلہ ذیل تفصیل سے قدیم اور موجودہ پیمایش پورے طور سے معلوم ہو جائیگی -

حضرت ابراہیم ع کی عمارت

بلندی۔ زمین سے چھت تک ۹ گز
طول۔ حجر اسود سے رکن شامی تک ۳۲ گز
عرض۔ رکن شامی سے رکن غربی تک ۲۲ گز
طول۔ رکن غربی سے رکن یمانی تک ۳۱ گز
عرض۔ رکن اسود سے رکن یمانی تک ۲۰ گز



افسوس ہے کہ شبلی صاحب نے سیرۃ النبی جلد اول ص ۱۱۲ میں علامہ ازرقی کی تحریر سے عمارت ابراہیمی کی جو پیمایش لکھی ہے۔ وہ صرف ایک ہی جانب کے طول و عرض کی تصریح لکھکر ختم کردی گئی ہے۔ بقیہ دو طرف کی پیمایش کو یہ خیال کرکے پڑھنے والے دو طرف کی پیمایش کو بحساب مساوی خود سمجھ لین گے نہین لکھا ہے۔ آپ کی اس کوتہ قلمی سے بہت بڑی غلط فہمی کی بنا ہوتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ہر شخص اس حساب پیمایش سے عمارت کعبہ کو مربع سمجھے گا۔ حالانکہ ایسا نہین۔ کعبہ کی عمارت ایک شکل مکعب ہے نہ مربع اور اسی رعایت سے اس عمارت مقدسہ کا نام کعبہ رکھا گیا۔ تعجب ہے کہ شبلی صاحب نے علامہ ازرقی کی جس عبارت سے اس پیمایش کو لکھا ہے اوسکو پورا پڑھا بھی نہین لیا جس مین دونون طرف کی پیمایش مین اختلاف صاف صاف درج ہین۔ اور جسکو ہم نے اوپر کا نقشہ کھینچکر پوری تفصیل سے دکھلا دیا ہے شبلی صاحب کے ایسے محقق کی یہ کوتہ قلمی کہی جائے یا عجلت رقمی۔ سرسید نے شبلی صاحب سے زیادہ صحیح اور صاف طور پر دونو عمارتون کا اختلاف پیمایش دکھلایا ہے۔ حالانکہ ماخذ دونون کا وہی علامہ ازرقی کی کتاب تاریخ اخبار مکّہ ہے۔

تربیت حضرت علی مرتضےٰ علیہ السلام

خدا کے گھر بننے سے پہلے رسولؐ کا گھر بس چکا تھا۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پینتیس برس کے ہو چکے تھے۔ مولوی شبلی صاحب نے اس زمانہ مین آپ کے صرف مشاغل تجارت کا ذکر کیا ہے اور آپ کے کسی اور خاندانی تعلقات اور ذاتی واقعات پر جن سے آپ کے محاسن اخلاق اور صلہ رحم کی رعایت ثابت ہوتی ہے کوئی توجہ نہین فرمائی ہے۔ حالانکہ ذراسی زحمت گوارا فرمانیکی بعد یہ واقعات چھوٹی بڑی کتابون مین سیرت و تاریخ کی موجود ہین۔ ممکن ہے کہ آپ نے مدعائے تالیفی سے زاید سمجھکر قلمزد فرمادیا ہو۔ یا اسکے مخفی رکھنے جانے مین آپ کی کوئی غرض خاص حائل ہوگئی ہو۔

بہر حال اسی زمانہ مین حضرت علی مرتضےٰؑ کی خوبیت و پرورش و تعلیم و پرداخت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ذمہ لی اور اسی وقت سے شہر علوم ظاہری و باطنی کے دروازے اس کمسن صاحبزادے پر کھلنے لگے۔ حضرت علیؑ کا سن

مبارک اسوقت دس برس کا محقق ہوتا ہے۔ ہشام۔ طبری اور ابن سعد نے صورت واقعہ یوں لکھی ہے۔

وکان ابا طالب ذا عیال کثیر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم للعباس عمہ کان من ایسر بنی ھاشم یا عباس انّ اخاک ابا طالب کثیر العیال وقد اصاب الناس ما تری من ھذہ الازمۃ فانطلق بنا فلنخفف عنہ من عیالہ اخذ من بنیہ رجلا وتاخذ من بنیہ رجلا فنکفھما عنہ قال العباس نعم فانطلقا حتّٰی اتیا ابا طالب فقالا انا نرید ان نخفف عنک من عیالک حتی ینکشف عن الناس ما ھم فیہ فقال لھما ابا طالب اذا ترکتما لی عقیلا فاصنعا ما شئتما فاخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیًّا فضمہ الیہ واخذ العباس جعفرا فضمہ الیہ فلم یزل علی ابن ابی طالب مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حتّٰی بعثہ اللہ نبیا فاتبعہ علی فامن بہ وصدقہ ولم یزل جعفر عند العبّاس حتی اسلم واستغنٰی عنہ

طبری ص ۱۱۶۴

حضرت ابیطالب کثیر العیال تھے۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت عباس سے جو اسوقت تمام قبیلہ بنی ہاشم میں سب سے زیادہ فارغ البال اور خوش حال تھے ارشاد فرمایا کہ آپ دیکھتے ہیں آپ کے بھائی کثیر العیال ہیں (ابوطالبؑ) اور اسوجہ سے تنگ حال۔ ہم لوگوں کیلئے مناسب ہے کہ اونکی عیالداری کے بار کو ہلکا کر دیں اسطرح سے کہ اونکے بیٹوں میں سے ایک ایک بیٹے کو ہم آپ اپنے اپنے ذمہ لے لیں۔ حضرت عباس نے اس مشورت کو قبول فرمایا۔ یہ دونوں حضرات حضرت ابیطالبؑ کے پاس تشریف لائے اور اپنی مشورت سے اونکو مطلع فرمایا۔ یہ سنکر ابوطالب نے کہا کہ عقیل کو میرے پاس چھوڑ دو باقی دو بچوں کیلئے جو آپ دونوں صاحب چاہیں انتظام کر لیں۔ یہ سنکر جناب رسولخدا صلعم نے علی مرتضیٰؑ کو لیکر اپنے عیال میں ملا لیا اور پھر اوسوقت تک کہ جناب رسولخدا صلعم درجہ نبوت پر فائز نہو لیے اور علیؑ نے آپکی تصدیق نہ فرمالی اور آپ پر ایمان نہ لائے آپ سے علیحدہ نہ ہوئے۔ اسی طرح عباس نے جعفر کو لیکر اپنے عیال میں شامل کر لیا۔ اور جعفر بھی اوسوقت تک کہ آنحضرت پر ایمان نہ لائے اور اپنی معیشت کے کاروبار خود نہ کرسکے حضرت عباس سے جدا نہ ہوئے۔

اسواقعہ نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اون قلبی تعلقات اور دلی جذبات کو پورے طور سے ثابت کر دیا جو آپ کو اپنے خاندان کے ساتھ عموماً اور حضرت ابیطالب کے ساتھ خصوصاً ہمیشہ دل سے لگے رہتے تھے یہ رعایت صلۂ رحم کے تعلیمی ہدایات تھے۔ ابوطالب کے ساتھ خصوصیت تو صرف اسی سے ظاہر ہے کہ بجائے اسکے کہ پہلے عباس کو اپنے بھائی کی غربت اور عسرت اور خرچ عیالداری کی کثرت کا فطرتاً خیال ہونا چاہیے تھا۔ مگر اسکے خود جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ضرورت کو محسوس فرمایا اور اپنے عم محترم کی رفع تکلیف کا انتظام فرمایا۔

اس کا سبب بالکل صاف ہے اور باعث بالکل ظاہر۔ اور وہ یہ ہے کہ اخلاق الٰہی کا وہ پیکر مجسم در حقیقی رحمت عالم۔ پانچ برس کے سن سے لیکر پچیس برس کے سن تک حضرت ابی طالب کے اشفاق و احسان کے مختلف طریقوں اور ذریعوں کو مشاہدہ فرما چکا تھا اور والوالدین احسانا کے تلائے ہوئے اصول اخلاق کے بموجب ان محاسن سلوک سے سبکدوش

وسکبار ہونیکے مناسب اور مستحسن طریقے پر اور موقع ہمیشہ زیر نظر رکھا کرتا تھا۔ صرف مناسبت وقت اور مصلحت کا انتظار تھا۔ چونکہ موجودہ زمانہ مناسبت اور مصلحت دونوں کے اعتبار سے موزون تھا اس لئے اون رعایات کی ادا کاری کا یہ مستحسن طریقہ اختیار فرمایا گیا اور غالباً اس صلۂ رحم نبویہ کی ادا کا یہ پہلا موقع ہے انتخاب والحاق جناب علی مرتضیٰ کی تو یہ ظاہری صورت قایم ہوتی ہے۔ لیکن حقیقت پر کامل نظر کرنے والے تو صاف صاف بتلاوینگے کہ خدا نے جسطرح تمام قریش اور تمام بنی ہاشم میں جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو منتخب فرمالیا تھا اوسی طرح اوسکے رسولؐ نے حکم خدا سے تمام بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب میں حضرت علی مرتضیٰ کو چن لیا اور وہ اپنے اس دعوے کو کہ أَنْفُسَنَا کی نص صریح اور انا و علی من نور واحد (جمع الفوائد۔ مناقب المعازلی۔ فردوس الاخبار دیلمی ینابیع المودۃ قندوزی ص ۹ مطبوعہ بمبئی) سے مستنبط اور مستخرج بتلاوینگے۔

افسوس ہے کہ مولوی شبلی صاحب نے اس واقعہ کو جو ابن ہشام طبری اور زرقانی وغیرہ تمام کتابوں میں درج ہے) بالکل قلم زد فرمایا ہے۔ آپ کے اس تجاہل عارفانہ کی وجہ و مجبوری کو ہم آپ سے زیادہ جانتے ہین لیکن باوجود اس کے مولوی صاحب کو اسکی اصلیت کا اقرار کرنا پڑا اور اسی سے ایک حقیقت شناس پر اس واقعہ کی حقیقت اور صداقت ظاہر ہو گئی۔ چنانچہ سیرۃ النبی جلد اول ص ۵۰ امین۔ سابق الاسلام حضرات کے تذکرہ مین تحریر فرمایا گیا ہے کہ حضرت علیؑ تھے۔ جو آپ کی آغوش تربیت مین پلے تھے۔ اگرچہ استخفاف ہی کے انداز مین یہ مبہم الفاظ لکھے گئے ہین مگر ہم آپکے اس اختصار کے بھی منت گذار ہین۔ یہ بھی غنیمت ہے۔ مولوی شبلی صاحب کی تحریر کا یہ خاص انداز ہے کہ ایک مقام پر جس شئے سے انکار ہوتا ہے۔ دوسرے مقام پر اوس کا اظہار و اقرار بھی کر دیا جاتا ہے۔ آپ کا یہ تلون بھی ایک خاص لطف رکھتا ہے۔

قبل نبوت بیرونجات مین تجارت کی غرض سے سفر

سیرۃ النبی ص ۱۳۶ جلد اول مین مرقوم ہے۔

مورخین یورپ نے جو علوم غیبی کے منکر ہین اور ثابت کرنا چاہتے ہین کہ (نعوذ باللہ) آپ کے تمام معارف و معلومات سیر و سفر سے ماخوذ ہین۔ قیاسات کے ذریعہ سے اس دائرے کو اور وسعت دی ہے ایک مورخ (مارگیولوس) اپنی تاریخ کے صفحہ ۰ مین لکھتا ہے کہ آپ نے بحری سفر بھی کیا تھا۔ جسکی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید مین جہازون کی رفتار اور طوفان کی کیفیت کی ایسی صحیح تصویر ہے جس سے (نعوذ باللہ) ذاتی تجربہ کی بو آتی ہے۔ مورخ مذکور کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ آپ مصر بھی تشریف لے گئے تھے۔ اور ڈیڈسی (بحر میت) کا بھی معائنہ کیا تھا، لیکن تاریخی دفتر ان سے خالی ہین۔

سیرۃ النبی کے جامع مولوی سید سلیمان صاحب ندوی اپنے اوستاد کی مرقومہ بالا عبارت پر حاشیہ زیر صفحہ مین یہ نوٹ دیتے ہین۔

یورپین مورخین۔ جنکی بنیاد صرف قیاس و رائے پر ہوتی ہے۔ اگر اس قسم کے واقعات بیان کرین تو کوئی تعجب نہین

لیکن اگر بحرین تشریف لیجانے کی روایت صحیح ہے تو خلیج فارس آپ نے دیکھا ہوگا۔ بحر میت کا مشاہدہ بھی ممکن ہے۔ کیونکہ اس کا موقع عرب اور شام کے درمیان میں ہے جہاں سے کئی بار مال تجارت کے ساتھ گذرے ہونگے۔ زیر حاشیہ ص ۱۳۰۸۔ سیرۃ النبی۔

اوستاد و شاگرد کے اس اختلاف رائے کو دیکھکر ہمکو سخت تعجب ہوتا ہے۔ مولوی شبلی صاحب مخالفین اسلام کے خوف اعتراض کی وجہ سے۔ جو انکی خاص عادت ہے۔ قیاس و رائے کی نا اعتباری۔ اور کتب تاریخ مین ان واقعات کی عدم موجودگی کی بنا پر۔ انکی اصلیت سے انکار کرتے ہین لیکن مولوی سلیمان صاحب واقعہ بحرین سے جسکو شبلی صاحب خود اوپر لکھ چکے ہین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر بحری کے اوس خیال و قیاس کی تائید کرتے ہین جنکی بنا پر مخالفین اسلام کو اپنے قیاسی مفتریات اور فسادات کے طوفان اوٹھانے کا پورا موقع ملجاتا ہے۔ افسوس ہے مولوی سلیمان صاحب نے پہلے تو یوروپین مصنفین کے قیاس پر عیب لگایا ہے۔ پھر واقعہ بحرین سے آنحضرت صلعم کے خلیج فارس کا معائنہ اور بحر میت کے مشاہدات کا پتا بتایا ہے۔ یہ بھی تو سلیمان صاحب کا صرف قیاس ہی قیاس ہے کسی کتاب سے مستنبط تو نہین۔ تو پھر عرض خدمت یہ ہے کہ اگر آپ کے اوستاد نے۔ ان واقعات سے تاریخی دفتر خالی پاکر۔ اس زاید از ضرورت بحث کو تمام کر دیا تھا تو کیا برا کیا تھا۔ آپ اپنے خاص مختار پر نظر ڈالئے۔ آپ اور آپ کے اوستاد دونون قیاس کو معیوب ٹھیراتے ہین لیکن صرف مخالفین اسلام ہی کا قیاس برا اور قابل الزام ہے یا اہل اسلام کا بھی۔ انصاف کا مقتضی تو یہ ہے اور اصول اخلاق کی تعلیم تو یہ ہے کہ عیب یا نقص کسی قسم کا ہو۔ وہ تمام اقوام و مذاہب مین یکسان اور مساوی برا اور قابل اعتراض سمجھا جاوے اس لئے یہ کبھی صحیح نہین ہوسکتا کہ اسلامی مولفین کے قیاس و آرا صحیح ہون اور مخالفین اسلام کے قیاس غلط۔ قیاس و رائے کسی کی بھی ہو۔ اگر صحیح ہے تو ضرور ماننے کے قابل ہوگی۔ اور اگر غلط ہے تو چاہے کتنے ہی بڑے اسلامی یا غیر اسلامی عالم کی ہو۔ کوئی بھی نہ مانے گا۔

اس اصول کے مطابق تحقیق کا متلاشی جب تلاش کرنے لگتا ہے تو قیاس و رائے کی اہمیت اور اتباع کو مخالفین اسلام سے زیادہ متبعین اسلام کے دائرے مین اور خصوصًا اوس کثیر التعداد طبقہ مین کثرت سے پاتا ہے جو امام اعظم حضرت ابو حنیفہ کوفی کی تقلید و اقتدا کا شرف حاصل کئے ہوئے ہین۔ افسوس ہے کہ حیائے ایمانی اور غیرت اسلامی مجھکو اس سے زیادہ انکشاف حقیقت کی اجازت نہین دیتی۔ اور مین اتنی ہی اشارت کو صاحبان بصیرت کے سمجھہ لینے کے لئے کافی سمجھتا ہون۔

مولوی شبلی صاحب نے مارگیولوس کی غلط فہمی کی تردید تو کر دی۔ مگر صرف قیاس کی کمزور دلیل سے۔ اس کمزوری کی وجہ وہی مخالفین کے اعتراض کا خوف ہے یہ بھی آپ کا کمزور قیاس ہے جو وہم کے یقینی درجہ تک پہونچا ہوا ہے ہم بار بار مخالفین اسلام کے ان معاندانہ تعریضات کے متعلق لکھہ چکے ہین کہ جس سختی سے وہ مفسدانہ اعتراض کرتے ہین اوسی

شدت کے ساتھ معقولانہ جواب بھی اونکو دینا چاہیئے۔

اچھا وہ کہتے ہیں کہ ہمارے پیغمبر صلعم نے سفر بحری کیا۔ اور اپنے اس مختار کو آپ کے اقرار کردہ سفر بحرین سے مستنبط بتلاتے ہیں اور مولوی سلیمان صاحب بھی اس بناپر اونکے اس قیاس کی تردید قطعی کو جو آپنے قلمبند فرمائی ہے پسند نہیں کرتے بلکہ اونکے اس قیاسی مختار کی تائید کرتے ہیں۔ تو اونکے (یوروپین مورخین) اس قول کی تردید میں ہم صاف صاف اور کھلے الفاظ کے ساتھ لکھدینگے کہ بحرین تک آپ کا سفر کرنا اور راستہ میں خلیج فارس کے مناظر کا معائنہ فرمانا اور پھر اسی طرح بقول سلیمان صاحب بحر میت کا جو عرب وشام کے درمیان میں واقع ہے۔ ملاحظہ فرمانا بھی صحیح ہے۔ اور تھوڑی دیر کیلئے یہ بھی مان لیا جاوے کہ مارگیولیس کا وہ غلط قیاس جو اوس نے محض عالمفریبی کی غرض سے قایم کیا ہی اور آپ کی بحری سفر کرنے کو لکھا ہے وہ بھی درست ہے اور پھر اس سفر سے اُس کا یہ مراد لینا بھی کہ انھیں مشاہدات بحری کو خیالات وجذبات مختلف طریقوں سے قرآن مجید میں بیان کئے گئے ہیں صحیح ہیں۔ ان تمام فرضی اعتراضات کے بعد بھی تو ان مغویانہ ترکیب وترغیب سے مخالفین کا نہ دعوی ثابت ہوتا ہے اور نہ مدعا حاصل نہ خدا کے سچے رسولؐ (صلعم) کی تکذیب ہوتی ہے نہ اوس کی سچی کتاب کی تردید مخالفین کا یہ قیاس ورقیاس اور یہ وہم بالائے وہم البتہ اوسوقت اعتبار کے قابل سمجھا جاتا۔ جب (نعوذ باللہ) قرآن مجید کو بھی انجیل مقدس کی طرح پولوس۔ متی شمعون۔ اور یوحنا کی تالیفات بتلایا جاتا۔ اوسوقت یہ کہا جاسکتا تھا کہ عبارات والفاظ قرآنیہ میں۔ اسکے مولف (نعوذ باللہ) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تجارب تاجرانہ اور مشاہدات سفر وغیرہ کے اقتباسات داخل ہیں۔ قرآن مجید کو ہم بخلاف انجیل کے۔ انسانی تالیف وتصنیف نہیں سمجھتے۔ بلکہ اوسکو لفظاً لفظاً اور حرفاً حرفاً کلام الٰہی سمجھتے ہیں اور اوسکی تمام وکمال عبارت میں بقدر ایک شوشہ کے بھی کلام انسانی کی مداخلت کو صحیح نہیں جانتے۔ ایسی حالت میں پھر ہم ان مفسدانہ قیاسات کو عام اس سے کہ وہ ہمارے کیسے ہی صحیح ماخذوں سے نہ مستنبط بتلائے جائیں۔ جب معارض شان قرآن ہوتے ہیں تو کیسے صحیح مان سکتے ہیں

طرفہ تر تو یہ ہے کہ ہمارے ماخذوں پر بھی یہ جھوٹا الزام ہے اور ناحق اتہام۔ وہ صرف بحرین اور شام کے علاقوں میں بغرض تجارت آپ کا تشریف لے جانا بیان کرتے ہیں اور ان علاقوں سے آپ کی پوری واقفیت ثابت کرتے ہیں نہ اون میں آپ کے کسی سفر بحری کا نہ آپکے کسی مشاہدہ کا کہیں کوئی ذکر ہے نہ مذکور۔ پھر ان ماخذوں سے ایسے مغویانہ اور مفسدانہ نتیجے نکالنا۔ یوروپین مورخین کی صاف اور بالکل کھلی ہوئی عالمفریبی ہے۔ اسکے ساتھ ہی ساتھ ہمکو اپنے معترض کی حیثیت اور شخصیت پر بھی تو نظر رکھنا چاہیئے۔ پہلے سمجھ لینا چاہیئے کہ معترض کون ہے۔ ایک عیسائی ہے جسکی آسمانی کتاب نہ خدا کی بھیجی ہوئی اور نہ رسول کی پہونچائی ہوئی ثابت ہوتی ہے۔ بلکہ اوسکے پیغمبر کے وہ اقوال ہیں جو اُسکے چار مختلف صحابیوں کے لکھائے ہوئے ہیں۔ اور پھر وہ بھی آپس میں مختلف۔ اس لئے نہ وہ خدا کی کتاب کہلاتی ہے اور نہ اوسکے رسول خاص کے نام سے موسوم کیجاتی ہی بلکہ کہی جاتی ہے۔ متی کی کتاب۔ لوقا کی کتاب پولوس کی کتاب وغیرہ وغیرہ۔ اس بناپر یہ بالکل یقینی ہے کہ ان کتب اربعہ میں۔ جنھیں برائے نام انجیل مقدس کہا جاتا ہے انسانی خیالات وجذبات کا مجموعہ ہے۔

مارگیولوس کے نزدیک چونکہ اوسکی کتب مقدسہ کی عظمت واہمیت اتنی ہی ثابت ہوتی ہے اس لئے وہ قرآن مجید کو بھی اسی پیمانہ پر خیال کرتا ہے۔

مارگیولوس کے ان لغویات کی تردید نہایت آسانی سے اسطرح کرتی تھی کہ پہلے اوسکو عہد عتیق و جدید کی وہ عبارتیں دکھلائی جاتیں۔ جن سے انسانی خیالات واقتباسات کا پورا پورا اثر ثابت ہوتا ہے۔ اور یہ بالکل آسان تھا۔ عہد جدید سے زیادہ تو عہد عتیق میں اسکی کثیر التعداد مثالیں موجود ہیں افسوس ہے کہ یہ بحث ہماری موجودہ تالیف کا اصلی موضوع نہیں ہے اس لئے ہم اوسکی مفصّل انکشاف حقیقت سے مجبور ہیں۔ ورنہ ہم کتب قدیمہ توریت وانجیل سے نکال کر۔ ایک مارگیولوس کیا تمام عیسائی مصنفین اور یورپین مورخین کے آگے پیش کر دیتے اور دکھلا دیتے۔ اور پھر اون سے پوچھتے کہ بتلاؤ۔ یہ خدا کے ادعٰی مضامین ہیں یا تمہارے انبیا ومرسلین کے سفرناموں اور روزنامچوں کے مضامین اس سوال کا وہ جواب جو دیتے وہی ہمارا اور تمام اہل اسلام کا جواب اون کے قائل اور ساکت کرنیکے لئے کافی تھا۔

ایک اور طریقہ اونکے ساکت کرنیکا نہایت قوی اور مستحکم یہ بھی تھا کہ مناظر بحرین کی تفصیل کے لئے تو عبارت قرآنی پر خیالات انسانی کے اظہار کا قیاس کیا جاتا ہے اور یہ مفتریانہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ حامل قرآن روحی فداہ نے ان عبارات میں اپنے ذاتی اقتباسات ظاہر فرمائے ہیں اس لئے کہ یہ مناظر آپ کے مشاہدے میں پہلے آچکے تھے لیکن اور حقائق اشیاء عالم کی نسبت جو قرآن مجید میں متعدد اور متفرق مقامات میں بیان کئے گئے ہیں۔ اونکے لئے کیا توجیہ پیش کیجائیگی مثلاً ابر و باد کی خلقت۔ نباتات کی پیدائش۔ انسان کی ترکیب خلقت اور اوسکے مراتب۔ دریا۔ پہاڑ۔ نباتات۔ جمادات یہانتک کہ شہد کی مکھی تک کی ضرورت خلقت بالکل اسیطرح بتلائی گئی ہے جسطرح آجکل بڑے بڑے کالجوں میں مشہور ومعروف علم کائنات کی عالم اور پروفیسر بتلاتے ہیں۔ تو کیا مارگیولوس اور اوس کے ہمطریق اور ہمخیال عیسائی مورخین ہمکو کسی ایسے معلم یا کسی ایسی تعلیمگاہ کا پتا بتلا سکتے ہیں جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ علم و اطلاعات حاصل کی ہوں۔ یا کسی میوزیم یا لائبریری میں کم سے کم آپ کا تشریف لیجانا اور وہاں خلقت اشیاء کی ان ترکیبوں کا مشاہدہ فرمانا ثابت کر سکتے ہیں۔ اور جب ایسا نہیں کر سکتے۔ تو ان مفتریانہ عالمفریبیوں سے نہ قرآن کی حقانیت میں کوئی کمی آسکتی ہے۔ اور نہ اوس حامل وحی اور عالم علم لدنیہ کی صداقت میں کسی کو کلام ہو سکتا ہے۔

اب حقیقت حال کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ آپ نے بحرین اور علاقہ شام تک سفر کئے اور ضرور کئے۔ وہ محض تجارت کی ضرورت سے۔ اب اس سفر میں آپ نے نظام قدرت کے عجائب وغرائب جس حد تک مشاہدہ فرمائے۔ اوس سے ازدیاد معارف الٰہی اور حصول حقائق مخلوقات مقصود تھے اور کچھ نہیں۔ باقی رہا جملہ اشیاء عالم کی ترکیب اونکے طبائع خواص اور عمل کے انکشافات کا علم تو وہ علم لدنیہ اور کمال نبوتیہ کے متعلق تھا جو آپ کو نبوت کے ساتھ ودیعت کیا گیا تھا تعجب ہے کہ مولوی شبلی صاحب نے عام طور سے یہ کیونکر لکھدیا کہ یورپین مصنفین غیب کے قائل نہیں۔ دہریوں سے

بحث نہین۔ انکے علاوہ اور جتنے یورپ مین مصنفین اور مؤلفین ہین وہ ضرور غیب کے قائل ہین۔ اگر قائل نہون تو وہ عیسائی نہین رہ سکتے۔ غیب کا انکار کیا تو حضرت عیسیٰؑ کی رسالت ہی غائب ہوگئی۔ اس بنا پر یہ ضرور مان لینا پڑیگا کہ وہ کٹے عیسائی بنکر اپنے صرف حسد و نفسانیت کی غرض سے صرف اسلام اور بانیٔ اسلام علیہ السلام کی تصدیق و معرفت مین عالم غیب ہی کی خاص غرض و نیت کے ساتھ قدم قدم پر ایسی ایسی سلسل دشواریان پیدا کرتے ہین۔ جو کسی طرح قابل توجہ نہین ہوسکتین۔

مراسم شرک سے اجتناب

حکما و علما کا خاص مسلمہ ہے اور عقل و حکمت کا عام کلیہ کہ طبیعت انسانی فطرت خالصہ پر مخلوق ہوئی ہے ایسی طبیعت والون سے اچھے برے دونون اقسام کے اعمال صادر ہوسکتے ہین لیکن طبیعت انسانی مین مخصوص وہ طبائع ہوتے ہین جو انوار ہدایت سے معمور اور آثار نبوت کے جوہرون سے مالامال پائے جاتے ہین۔ اونکی خلقت ابتدا ہی سے فطرت صالحہ پر قایم ہوتی ہے اور ایسی پاک طبیعت کے بزرگون سے اچھے کامون کے سوا برے کامون کا صدور و ارتکاب ناممکن ہوتا ہے فطرت صالحہ کے اصول پر مخلوق کئے جانیوالے بزرگوار اس سے قبل کہ وہ مدارج نبوت اور مناصب ارشاد و ہدایت پر فائز فرمائے جائین۔ اپنی فطرت صالحہ کے اوس فیضان سے اچھے کامون کی طرف ہمیشہ رغبت رکھتے ہین اور برے کامون سے نفرت ابتدا ہی سے اچھے کامون کا اختیار کرنا اور برے کامون سے اجتناب کرنا گویا اونکی تعلیم و ارشاد تمثیلی کا پہلا زینہ ہے۔ وہ اپنے ہم چشمون اور ہم عصرون کو اپنے طریقہ اور اطوار دکھلا کر اچھے برے کامون مین تمیز کرنے کی ہدایت فرماتے ہین۔

اسی اصول پر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبل از نبوت تمام حالات و معاملات پر غور کرنے سے صاف صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ آپ کبھی اون امور کیطرف توجہ نہین ہوتے تھے۔ جو خدا کی طرف سے برے بتلائے گئے تھے۔ اور اون امور کو اختیار فرماتے تھے۔ جو قدرت کی جانب سے جائز اور مستحسن ٹھہرائے گئے تھے۔ یہ مسلم ہے کہ کل محاسن اور مآثم کی حقیقت آپ پر قبل نبوت بھی اوسیطرح ظاہر تھی جس طرح بعد نبوت لیکن اوسوقت اختیار و اجتناب اپنی ذات تک محدود تھا۔ کیونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اعلان فریضۂ نبوت تھا جو اوسوقت تک تفویض نہین ہوا تھا اور یہ اوسی کا فیض اور اوسی کا تقاضا تھا کہ بچپن سے شباب اور شیب کے زمانون تک (حالانکہ چالیس برس کے ہوچکے تھے اور نبوت نہین پائی تھی) آپ نے کبھی معبود حقیقی کو چھوڑ کر کسی غیر معبود کا اعتراف نہین کیا۔ جس کعبہ کی تعمیر مین اس محنت اور جانفشانی سے اینٹ پتھر ڈھوئے تھے۔ اوس مین ایک معبود کی جگہہ تین سو ساٹھ بت شب و روز پوجے جاتے تھے۔ اوسی مقام اور مکان مین آپ کی روزانہ آمد و رفت تھی۔ بیشمار اور ہزارون ہزار آدمی مکہ اور بیرجات سے آکر اون غیر حقیقی اور مصنوعی معبودون کے آگے سر جھکاتے تھے۔ ٹکر لگاتے تھے۔ یہ کافرانہ اور مشرکانہ مشاہدات روزانہ نظر اقدس سے ملاحظہ فرمائے جاتے تھے۔ مگر چاہیے اس سے کسی اثر یا دلچسپی کی کوئی کیفیت آپ کے قلب نورانی پر

مستولی ہوتی ہو قطعی نہیں اور بالکل نہیں۔ اِن کیفیتوں کے خلاف جو ان مشاہدات سے قلب مبارک پر جو اثر ہوتا تھا وہ انکی کافرانہ غفلت کا اور مشرکانہ جہالت کا۔ انوار نبوت سے پُر اور مملو دل ابتداہی سے دردمند ہوتے ہین اور یہ عالم وکیفیت اوسی فطرتی دردمندی کے خواص تھے۔

ان امور کفر وشرک مین نعوذ باللہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ازمہد الی اللحد کسی زمانہ یا کسی وقت مین انہماک واشتغال منافی اخلاق۔ معارض فطرت صالحہ کیا مناقض شان رسالت ثابت ہوتا ہے۔ اون امور سے بھی جو صرف نامشروع منسوب الی الکفر یا مشتبہ بالشرک ہوتے تھے۔ بالکل ویسا ہی احتراز واجتناب اختیار کیاجاتا تھا جیسے خاص اون افعال ذمیمہ کے ارتکاب وانہماک سے۔

تعجب ہے کہ شبلی صاحب نبوت کے اِن اوصاف مخصوصہ کے اظہار واقرار ان الفاظ مین فرماکر کہ "قطعًا ثابت ہے کہ آپ بچپن اور شباب مین بھی جبکہ منصب پیغمبری سے ممتاز بھی نہین ہوئے تھے۔ مراسم شرک سے ہمیشہ مجتنب رہے" (سیرۃ النبی جلد اول ص ۱۳۹) پھر اپنے اس اعتراف سے اختلاف کرتے ہین اور گویا جمہور کی اس کلیہ مسلمہ اور مسئلہ متفقہ کو مشتبہ قرار دیتے ہین اور اپنی دانست مین عیسائیون کے اس استدلال کی تنقید وتردید فرماتے ہین جو آنحضرت صلعم کی عصمت کو عہد نبوت اور تفویض منصب رسالت کے وقت سے قرار دیتے ہین۔

حقیقت ہے کہ شبلی صاحب نبوت ورسالت کی اصلی شان وحقیقت ہی کو نہین سمجھے ہین۔ اسلئے اونکا خاص لکھا ہوا مصرع اونکے حسب حال ہے ع ہمہ ورق کہ سیہ گشت مدعا اینجاست۔ اول تو سیرت وتاریخ کی موضوع تالیف مین عقائد کی بحث پیش کرنا خلاف سیاق ہے خصوصًا اپنے عقائد کے متعلق غیرون کے اعتراضات کو بیان کرنا مخالف اور معارض استدلال ہے۔ اگر مناسب مقام کی رعایت سے یہ خیال کرکے کہ مخالفین کے بے بنیاد اور بے سروپا اعتراضات انہین مقامات سے شروع ہوتے ہین۔ اس خارج از بحث بیان کی ضرورت محسوس ہوئی ہے تاہم سمجھہ لینا چاہیئے کہ آپ کی تنقید وتردید سے عیسائی مخالفین کی تعریضین بے اصل ثابت نہین ہوتین۔ بلکہ بخلاف اسکے صحیح بخاری کی متعدد روایات مسند امام حنبل وغیرہم کے موضوعات ومہملات کے کافی ثبوت مل جاتےہین اس مضمون کے متعلق شبلی صاحب کی اصل وحاشیہ کی مفصلہ ذیل عبارت استدلال ملاحظہ ہو (الف) ایک دفعہ قریش نے آپکے سامنے کھانا لاکر رکھا یہ کھانا بتون کے چڑہاوے کا تھا۔ جانور جو ذبح کیا گیا تھا وہ کسی بت کے نام پر ذبح کیا گیا تھا۔ آپنے کھانے سے انکار کر دیا"۔ اس روایت پر زیر صفحہ یہ حاشیہ چڑہایا گیا ہے۔

"صحیح بخاری باب المناقب۔ ذکر زید بن عمرو بن نفیل یہ حدیث امام بخاری نے اور ابواب مین بھی نقل کی ہے اونکے الفاظ مین اجمال رہگیا ہے۔ جو اوس روایت مین صاف ہو گیا ہے۔ مسند امام حنبل (جلد اول ص ۱۸۹) مین ایک روایت ہے جسمین بیان کیاگیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید کو اس کھانے پر بلایا اور زید نے انکار کیا اور پھر آنحضرت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس تاریخ سے کبھی بتوں پر ذبح کیا ہوا کھانا نہیں کھایا" لیکن اس روایت کے راویوں کا حال نہیں ملتا۔ اور یوں بھی بخاری کے سامنے اس روایت کی کیا حقیقت ہے۔ سیرۃ النبی جلد اول صفحہ ۱۳۹

آپ کی اس تنقید سے معلوم ہوگیا کہ عیسائیوں کے مندرجہ بیانات اونکی خاص مخترعات و مصنوعات نہیں ہیں بلکہ آپکی مشہور اور معتبر کتابوں سے ماخوذ و مستنبط ہیں۔ پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ جن الفاظ و معانی میں معترضین نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے وہ متواتر ابواب میں امام بخاری صاحب نقل فرما چکے ہیں اور تنہا بخاری صاحب نے نہیں بلکہ اونکے اوستاد اور شیخ الشیوخ امام احمد ابن حنبل صاحب نے بھی اپنی مسند کی جلد اول صفحہ ۱۸۹ میں تحریر فرمایا ہے۔ آپ معترفانہ طور پر خود بھی اسکا اعتراف فرماتے ہیں تو اتنے اور ایسے اعترافات کے بعد آپ ہی بتلائیں کہ آپ کی تنقید و تردید کا کیا وزن رہ جائے گا۔ اب اپنی موجودہ تنقید کی تفصیلی کیفیت بھی ملاحظہ ہو۔

آپ کے پاس صحیح بخاری کی کل ایک روایت اون متعدد روایات کی نقیض موجود ہی جسکو آپ ذیل کی اصل عبارت کے ساتھ لکھا ہے اور اوسکو ہم اوپر نقل کر آئے ہیں۔ اوس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اصل میں واقعہ یہ ہی کہ قریش نے ایک دعوت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بتوں پر چڑہائے ہوئے جانور کا گوشت رکھکر کھلانا چاہا تھا آپ نے انکار کر دیا اور نہ کھایا"۔ شبلی صاحب غالباً معترضین کے اعتراضات سے بچنے کے لئے اس روایت پر اعتبار فرماتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ امام بخاری نے یہ حدیث اور ابواب میں بھی لکھی ہے۔ اوسکے الفاظ میں اجمال رہ گیا ہے جو اس روایت میں صاف ہوگیا ہے"۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ وہ حدیثیں جو بخاری کے اور ابواب میں مذکور ہیں۔ وہ معترضین کی علی الاکثر موافق اور موید ہیں جنکے اتفاق و تائید کو آپ صرف اجمال رہجانے کے معنوں میں لیتے ہیں۔ مگر یہی ایک روایت ہے جس سے معترضین کی تائید نہیں ہوتی۔"

اب آپ مندرجہ بالا تفصیل سے اپنی تنقید و تردید کی شان و انداز کو دیکھ لیں کہ آپ کا یہ عذر کیسا ضعیف ہے کہ میرے چار دعوں یا باتوں میں تین جھوٹی ہیں اور ایک سچی۔ اب شبلی صاحب اپنے امام بخاری صاحب سے پوچھنے کا پورا موقع اور اطمینان رکھتے ہیں اور دریافت کر سکتے ہیں کہ ایک امر کو متعدد اور متواتر مقامات پر بطور اجمال لکھنا اور آخر میں مفصل طور پر لکھدیتے میں آپ نے کیا خوبی رکھی ہے اور اس سے کیا فائدہ سمجھا ہے"، دو باتیں تھیں۔ اول یہ کہ اگر امام بخاری کو یہ امور مناقص شان نبوت حقیقتاً معلوم ہو چکے تھے۔ تو ان مرویات کو کتاب میں درج ہی نہ فرمایا ہوتا۔ اور اسی آخر والی روایت کے نقل پر اکتفا فرمائی ہوتی۔ اور اگر منافی نبوت نہیں معلوم ہوئے تھے تو پھر آخر روایت کو لکھنا نہیں چاہیتا تھا یہ اجتماع ضدین کی موجودہ ترکیب و ترتیب تو ضرور فساد کا باعث ہوگی۔ معتقدین بخاری سمجھیں یا نہ سمجھیں خواہ سمجھیں بھی تو سمجھکر رہ جائیں لیکن مخالفین تو چپ رہنے کے نہیں۔ وہ تو آپ کی اس غلط ترکیب سے ضرور فائدہ اٹھائیں گے اور رائی کو پربت کر دکھلائیں گے۔

"اب صورت حال کا دوسرا رخ مشاہدہ فرمایا جاوے۔ آپ مسند امام حنبل سے اس واقعہ کی وہی بدنما صورت دکھلاتے ہین۔ جو معترضین بیان کرتے ہین تو گویا بخاری سے پہلے بھی واقعہ کی یہی بدنما صورت آپ کی کتابون مین نقل ہوتی چلی آئی ہے جس کا آپ خود لکھکر اقرار کر چکے ہین تو اس بنا پر یہ واقعہ متواتر بھی ہو گیا اور قدیم بھی۔ اس تواتر و قدامت کے جواب مین۔ آپ صرف یہ تحکمانہ فیصلہ کرتے ہین کہ "اس روایت کے راویون کا حال نہین ملتا۔ اور یون بھی بخاری کے سامنے اس روایت کی کیا وقعت ہے"

آپ کی تنقیدی جواب کا پہلا حصہ کہ اس روایت کے راویون کا حال نہین ملتا صریح دفع الوقتی ہی کیونکہ مسند احمد بن حنبل مین سلسلہ روایت موجود ہے۔ رجال کی ایک نہین متعدد کتابین خدا کے فضل سے آپ کے پیش نظر ہین ایک ایک راوی کی تصدیق و تکذیب اور جرح و تعدیل کیون نہ فرمائی گئی۔ مگر آپ کو تو ایک گونہ خود اس کا یقین ہی کہ اسکے راوی صحیح ہین تب تو لکھا جاتا ہے کہ "یون ہی بخاری کے سامنے اسکی کیا وقعت ہے" شبلی صاحب یہ یون بھی کیا؟ اسکے معنی تو یہ ہوئے کہ اگر روایت امام حنبل کے رواۃ تمامتر صحیح بھی ہون تو بخاری کے سامنے اس روایت کی کیا وقعت ہے اب راویون کی صحت کا معاملہ نہین رہا۔ امام بخاری و حنبل کی ترجیح و فضیلت کا مسئلہ پیش ہو گیا" ہم تو کہدینگے کہ یہ آپ کی خود غرضی ہے اور محض بخاری پرستی" اگر تھوڑی دیر کے لئے آپ کے اس غلط اصول کو مانین گے بھی تو وہی جنھون نے تمام حدیث کی کتابون مین سے صحاح کو منتخب کیا اور پھر صحاح مین صحیح بخاری کو سب پر ترجیح دی مخالف کو آپ کی اس ترکیب کی پابندی کیون ہونے لگی۔ اور مسند امام حنبل کے مقابلہ مین صحیح بخاری کی اس تصدیق و توثیق کی نسبت آپ کے اس چیلنج کو وہ کیون ماننے لگے۔ اور آپ خود بھی غور کر لین اور سمجھ لین کہ اگر سواد اعظم مین کوئی شخص ایسے اعتراض پیش کرتا تو اوسکے مقابلہ مین آپ کو اس چیلنج دینے کا حق حاصل تھا کیونکہ وہ صحیح بخاری اور مسند حنبل کی اہمیت کو جانتا تھا۔ لیکن ایسی قوم و گروہ کے مقابلہ مین جو بخاری اور امام حنبل کی مرویات سے اپنے مدعا کو دکھلاتا ہے اور اون کے فرق مابہ الامتیاز کو اور راویوں کی جرح و تعدیل کو نہین جانتا۔ آپ کو اس چیلنج کے پیش کرنیکا کیا حق حاصل ہے اور دنیا کی انصاف پسند طبیعتین آپ کے اس طریقہ استدلال کو کب مان سکتی ہین۔

صاف تو یہ ہے کہ آپ اس چیلنج کی نمایشی لفاظیون سے عیسائیون کو مرعوب کرنا چاہتے ہین۔ یہ کیون نہین کہتے کہ نہ ہمین نے رسول اللہ صلعم کی اصل شان پہچانی اور نہ ہمارے امام بخاری صاحب نے نہ امام حنبل صاحب نے علمائر متقدمین نے عقائد کی درستی اور معرفت خدا و رسول ص کے صفات و مدارج کی ترتیب و ترمیم کی تو اوسوقت ضرورت محسوس فرمائی ہے جب اونکو حکمائے معتزلہ سے مقابلہ کرنا ہوا ہے۔ ورنہ اس سے ڈیڑہ سو برس پہلے بے دیکھے سنے۔ بے سمجھے بوجھے ہر طرح کی حدیثین۔ ہر قسم کی روایتین اس کثرت سے بن چکی تھین کہ بقول آپ کے۔ "ایک امام زہری کی تصنیفات اونٹون پر لادکر لائی گئین تھین" تو پھر اب بتلائے ان جامعین حدیث کا اس وقت مدعا کیا تھا جمع حدیث یا ترتیب عقاید کتابین؛

دیکھئے حالات دیکھئے واقعات پڑھئے معلوم ہو جائیگا کہ اسوقت ان جامعین حدیث کی نظر صرف تجمیع حدیث پر تھی ورنہ ترتیب عقاید کو نہ دیکھتے تھے اور نہ ان کا یہ کام تھا۔ انہیں امام احمد حنبل صاحب کی مرویات فی العقاید کو موجودہ اصول عقاید سے مقابلہ فرمایئے جو اصولیین عقاید نے قایم کئے ہیں تو آپ آسمان زمین کا فرق پائیں گے۔

اس بنا پر عیسائیوں کے جواب میں آپ کو بخاری صاحب یا ابن حنبل صاحب کی اہمیت سے ذرا بھی بحث کرنی نہیں ہوگی۔ بلکہ ان تمام مرویات خلاف عقاید کی نسبت۔ عام اس سے کہ وہ بخاری میں ہوں یا مسند امام حنبل میں یا کسی اور کتاب میں۔ آپ کو یہ کہدینا پڑیگا کہ اسلامی اصول عقاید کے مخالف جو بالکل قرآن مجید اور قول صحیح رسول سے منضبط ہیں کوئی روایت عام اس سے کہ اسلام کی بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی کتاب میں کیسی ہی معتبر اور مستند ذریعہ و اسناد سے مندرج ہو نہ قابل قبول ہے نہ قابل عمل۔ ایک یہی طریقہ استدلال معترضین کے مقابلہ میں چل سکتا ہے۔ دوسرا نہیں کیونکہ ہمارے معترضین اوس عقیدے کے لوگ ہیں جنکا خدا نہ منزہ بالذات ہے اور نہ رسول مبرا عن الخطیات۔ اسلئے وہ تو ضرور آپ کی ماخذوں سے اون غیر مفید اور غیر مستند مرویات کو ڈھونڈھ نکالیں گے جن سے اونکے عقائد فاسد کی تائید و تطبیق ہوتی ہو ایسی حالت میں ابتداہی سے تفریق عقاید کے معقول اصول پر استدلال قایم کرنا چاہیئے۔ نہ بخاری صاحب کی علوشان پر اور ابن حنبل صاحب کے غلط بیان پر شبلی صاحب یا تو اصول عقاید کے استحفاظ فرمالیں۔ یا تقلید اسلاف کا لحاظ کرلیں اور اگر وہ یہ چاہیں کہ استحفاظ عقائد بھی ہو اور اسلاف کی تقلید کی صحت بھی تو یہ غیر ممکن ہے۔ ذو جہتی کا یہ طریقہ استدلال تو اسلام کی خانہ جنگیوں کے عنوان اور شبلی صاحب کی خاص جنبہ داری کی داستان شروع کر دیگا۔ جو اور بھی اسلام کی تضحیک و تضعیف کا باعث ہوگا۔

(ب) شبلی صاحب کی دوسری روایت یہ ہے کہ۔ نصاریٰ نے دعویٰ کیا ہے کہ آپ (آنحضرت ص) کے اعتقادات میں جو تغیر ہوا ہے وہ عہد نبوت سے ہوا ہے ورنہ اس سے پہلے آپ کا طرز عمل وہی تھا جو آپ کے خاندان اور اہل شہر کا تھا چنانچہ آپنے اپنے پہلے صاحبزادے کا نام عبد العزیٰ رکھا تھا۔ یہ روایت خود امام بخاری کی تاریخ صغیر میں موجود ہے لیکن یہ روایت اگر صحیح بھی ہو تو اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت کیونکر استدلال ہو سکتا ہے حضرت خدیجہ اسلام سے پہلے بت پرست تھیں۔ اونھوں نے یہ نام رکھا ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی تک منصب ارشاد پر مامور نہیں ہوئے تھے اسلئے آپ نے تعرض نہ فرمایا ہوگا۔ اور اصل واقعہ یہ ہے کہ یہ روایت فی نفسہ ثابت بھی نہیں۔ اس روایت کا سب سے زیادہ صحیح سلسلہ وہ ہے جو امام بخاری نے تاریخ صغیر میں روایت کیا ہے۔ اس کا اول راوی اسمٰعیل بن ابی اویس ہے۔ اگرچہ بعض محدثین نے اسکی توثیق کی ہے لیکن گروہ کثیر کی رائے حسب ذیل ہے۔

(۱) معویہ ابن صالح۔	اسمٰعیل اور اوس کا باپ دونوں ضعیف ہیں۔
(۲) یحییٰ بن مخلد	وہ جھوٹ بولتا ہے اور محض ہیچ ہے۔
(۳) امام نسائی	ضعیف اور غیر ثقہ ہے۔

(۴) نضر بن مسلمہ مروزی	وہ کذاب ہے۔
(۵) دارقطنی	مین اسکو صحیح حدیث کے لئے پسند نہین کرتا۔
(۶) سیف بن محمد	وہ جھوٹ حدیثین بناتا ہے۔
(۷) سلمہ بن شبیب	اس نے مجھہ سے خود اقرار کیا کہ جب کبھی کسی بات مین اختلاف

ہوتا تھا تو مین ایک حدیث بنا لیتا تھا۔ سیرۃ النبی جلد اوّل صفحہ ۱۴۰

شبلی صاحب کے اس استدلال کا انداز تو پہلے سے بھی زیادہ خراب ہے۔ پہلے طریقہ استدلال مین اگر زیادہ نقیض روایتین تھین۔ اور گو ایک ہی سہی مگر موافق اور موید حدیث بھی موجود تھی۔ جسکو آپ نے بڑی شان سے چیلنج دیکر دکھلایا۔ لیکن یہان تو بخاری صاحب کا اقرار ہے اور وہ خود لکھکر اقرار کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پہلے صاحبزادے کا نام عبدالعزیٰ رکھا تھا (نعوذ باللہ) اس سے ثابت ہوا کہ معاذ اللہ آپ کو اوس زمانہ یا اوس وقت تک عزیٰ کی معبودیت کا اوسیطرح اعتراف و اقرار تھا جسطرح اور قریش کو تب تو اپنے لڑکے کا نام عبدالعزیٰ رکھکر اوسکا انتساب عزیٰ کی عبدیت کی طرف منسوب کیا (العیاذ باللہ)

شبلی صاحب۔ اب ہمین سے سمجھہ لین کہ آپ بخاری کی ایسی نامنقید اور مجہول السند کتاب سے اپنے مخالفین خصوصاً یورپ مین محققین کو کیا چیلنج دیتے ہین۔ لطف تو یہ ہے کہ پہلے واقعہ مین تو اس کتاب کی تصدیق و توثیق کا چیلنج دیا جاتا ہے اور پھر دوسرے واقعہ مین جب کسی تاویل سے کوئی کام نہین نکلتا تو بمصداق۔ عذر گناہ بدتر از گناہ اوسی چیلنج دادہ اصح الکتاب کی خود تنقید و تردید فرمائی جاتی ہے۔ اور اوسکے راویون کو دروغگو۔ فریبی۔ چور۔ سب کچھہ لکھکر ثابت کیا جاتا ہے۔

آپ ہی فرمائین کہ آپ کا یہ انداز استدلال دیکھکر مخالفین مضحکہ نہ کرین تو اور کیا کرین۔

اب یہ تو فرمائین کہ سلسلہ رواۃ مین ایک راوی (اسمٰعیل بن ابی اویس) کو جسے آپ جھوٹا اور چوٹا بتلاتے ہین تھوڑی دیر کے لئے وہ ویسا ہی مان بھی لیا جاوے جیسا کہ آپ لکھتے ہین۔ تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بخاری صاحب کیسے بزرگ تھے جنھون نے جھوٹے سچے۔ ایماندار مکار کی کوئی تمیز نہین کی۔ اور آنکھہ بند کرکے ایسے جھوٹے راویون کے غلط مفتریات کو اپنی کتاب مین بھر دیا۔

یہ تو بخاری صاحب کی محدثانہ شان تھی۔ اب اپنی شان محققانہ ملاحظہ فرمائی جاوے۔ وہی سلف کی قدیم اصول تقلید کے مطابق آپ نے پہلے تو حمایت بخاری کی غرض سے تاویل کرنی چاہئے اور چونکہ موضوع بحث رسول اللہ صلعم کی برأت ہے۔ اسلئے شبلی صاحب کو بڑی مشکل پیش آئی۔ رسول اللہ صلعم کی عصمت بھی قایم رکھنی اور امام بخاری کی عزت بھی اس مشکل سے نکلنے کا آپ نے ایسا شرمناک طریقہ اختیار کیا جس سے بخاری صاحب کی تو خیر عزت سنبھل گئی لیکن رسول اللہ صلعم کی حرمت پر دھبہ آگیا۔ یہ سب آپ کی ناحق پرستی کا نتیجہ ہے۔ آپ بخاری صاحب کی حمایت مین لکھتے ہین کہ یہ روایت صحیح

بھی ہو تو اس سے آنحضرت صلعم کی نسبت کیونکر استدلال ہو سکتا ہے۔ اسکی تاویل یون کی جاتی ہے حضرت خدیجہ ع اسلام سے پہلے بت پرست تھین۔ اونھون نے یہ نام رکھا ہوگا۔ آنحضرت ص ابھی تک منصب ارشاد پر مامور نہین ہوئے تھے اس لئے آپ نے تعرض نہ فرمایا ہوگا۔ آپ ہی کہئے کیسا ضعیف جواب اور کیسی شرمناک تاویل ہے،،

افسوس ہے کہ آپ نے پہلے یہ نہ لکھا جیسا کہ اس تاویل کے بعد آخر آپ کو لکھنا پڑا کہ اصل واقعہ یہ ہے کہ یہ روایت فی نفسہ بھی ثابت نہین مگر آپ سے کیسے پہلے لکھدیتے۔ آپ کو تو بخاری صاحب کی بھی عزت سنبھالنی تھی۔ اس ضرورت سے آپنے اس کفر شعاری کو صدیقہ کبریٰ جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا کے سر لگایا۔ آپنے ناموس رسولؐ کی کفر شعاری کا اقرار تو کرلیا۔ مگر بخاری صاحب کی بدنامی اور بے احتیاطی کو نہ گوارا فرما سکے۔ واقعی آپ کی یہ دلیری تمام اہل اسلام کی حیرت اور عبرت کا باعث ہے۔ شبلی صاحب ہم آپ کو باور کراتے ہین کہ آپ کی اس شرمناک اور دلیرانہ تاویل نے تمام مخالفین کو خوب ہنسوایا۔ مگر بلا امتیاز تمام اہل اسلام کو آٹھ آٹھ آنسو رلوایا۔

ہم پھر کہتے ہین کہ آپ رسول اللہ صلعم کی شان کو سمجھے ہی نہین۔ یہ مان لیا کہ رسول اللہ ص اوسوقت تک منصب ارشاد پر فائز نہین ہوئے تھے لیکن عزیٰ کی حقیقت کو تو جانتے تھے۔ اور اگر آپ اس سے انکار کرتے ہین کہ آنحضرت صلعم اوسوقت تک عزیٰ کی حقیقت کو نہین جانتے تھے۔ تو پھر (نعوذ باللہ) آنحضرت صلعم بھی اور قریش کیطرح عزیٰ کا احترام اور اوسکی پرستش کیا کرتے تھے۔ اس دلیل سے ماننا پڑے گا کہ عزیٰ کی حقیقت و اصلیت آپ پر کماحقہ ثابت تھی۔ جب ثابت تھی۔ تو شبلی صاحب کا یہ احتمال جیسا کہ وہ اپنی تاویل مین لکھتے ہین کہ اسلئے آپ نے تعرض نفرمایا۔ کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اظہار حقیقت کو چھپایا اور یہ امر تو اخلاق نبوت اور شان رسالت کو اور پست کر دیتا ہے۔ اسلئے آپ کی یہ تاویل منافی شان رسالت ہونیکی باعث قطعی غلط ہے۔ اور محض حمایت بخاری مین وضع کیگئی ہے یہ تاویل خلاف واقع ہونیکے علاوہ خلاف نقل و عقل بھی ہے۔ خلاف نقل تو اس طرح کہ سوائے آپ کے (گئے آدمی گئے پیر شدی) زرقانی عسقلانی قسطلانی عینی اور کرمانی کسی شارح بخاری نے اسواقعہ کے متعلق۔ رسول اور ناموس رسول صلعم کی خلاف شان ایسی دلیرانہ اور بے ادبانہ تاویل کرنے پر جرأت نہین کی لطف تو یہ ہے کہ یہ تاویل بھی کیجاتی ہے اور پھر اپنی اس تاویل کی خود تکذیب بھی فرمادیجاتی ہے۔ جیسا کہ اس تاویل کے بعد لکھدیا گیا ہے۔ اور اصل واقعہ یہ ہے کہ یہ روایت فی نفسہ بھی ثابت نہین اب آپ ہی بتلائین کہ جب یہ واقعہ ثابت ہی نہین تو تاویل کیسی؟ شبلی صاحب کی عجیب منطق ہی مقصد مفقود تاویل موجود۔ یہ تو مخالف نقل ہونیکی حالت تھی اب خلاف عقل ہونیکی کیفیت بھی ملاحظہ ہو۔

بخاری صاحب کے راوی کی کامل تنقید و تکذیب فرماکر شبلی صاحب آخر مین یہ عبارت تحریر فرماتے ہین ،، یہ امر قطعی طور سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت سے پہلے بت پرستی کی برائی شروع کر دی تھی اور جن لوگون پر آپ کو اعتماد تھا اونکو اس بات سے منع فرماتے تھے۔ سیرۃ النبی ص ۱۴۹

شبلی صاحب اپنی اس رائے پر غور فرمائیں اور بتلائیں کہ جب فائز برسالت ہونے سے پہلے آنحضرت صلعم بت پرستی کی ممانعت فرماتے تھے۔ تو جناب خدیجہ کو نعوذباللہ اس صریح بت پرستی اور کفر شعاری سے کہ اپنے بیٹے کو عزیٰ بت کا غلام بنائیں اور بندہ قرار دیں کیوں منع فرمایا؟ اسکا کوئی جواب شبلی صاحب سے نہیں ہو سکتا ہے سوائے اسکے کہ فرمائیں حضرت خدیجہ کو نعوذباللہ آپ کے اون معتمدین میں تھیں تھیں۔ جنکو اس امر سے منع فرماتے تھے۔ جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے کہ جن لوگوں پر آپ کو اعتماد تھا اونکو اس بات سے منع فرماتے تھے۔ اب آنحضرت صلعم کے نزدیک جناب خدیجہ صدیقہ کبریٰ کی نا اعتباری یا عموماً میاں بی بی کی باہمی بے اعتمادی کی شرمناک اور نفرت انگیز تفصیل شبلی صاحب کی حیاداری کرسکے گی۔ کسی مسلمان کی دینداری تو سوائے حسرت وعبرت کی ایک حرف بھی مُنھہ سے نہیں نکالیگی۔

(ت) سیرۃ النبی جلد اوّل ص ۱۴۰ کی اصل عبارت تمام فرماکر زیرین حاشیہ یہہ عبارت تحریر فرمائی گئی ہے۔

مسٹر مارگیولوس نے اسکے برخلاف (ممانعت بت پرستی) ایک حیرت انگیز دعویٰ کیا ہی اور اسکے ثبوت میں دعوے سے زیادہ تر حیرت انگیز فریب کاری کی ہی۔ وہ لکھتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت خدیجہ (سلام اللہ علیہا) دونوں سونے سے پہلے ایک بت کی پرستش کرلیا کرتے تھے۔ جس کا نام عزیٰ تھا۔ مصنف نے اسکی سند میں امام احمد بن حنبل کی روایت (جلد ۴ صفحہ ۲۲۲) پیش کی ہے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

حدثنی جار لخدیجۃ بنت خویلد انہ سمع النبی صلعم وھو یقول لخدیجۃ واللہ لا اعبد اللات والعزیٰ واللہ لا اعبد ابداً قال فتقول خدیجۃ خل اللات خل العزیٰ قال کانت صنمھم التی کانوا یعبدون ثم یضطجعون	مجھسے خدیجہ بنت خویلد کے ایک ہمسایہ نے بیان کیا کہ میں نے پیغمبر صلعم کو حضرت خدیجہ سے یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ اے خدیجہ بخدا میں کبھی لات وعزیٰ کی پرستش نہ کرونگا۔ خدیجہ کہتی تھی (کہتیں تھیں کہ لات کو جانیدیجئے عزیٰ کو جانے دیجئے (یعنی انکا ذکر بھی نہ کیجئے) اس راوی نے کہا کہ لات وعزیٰ وہ

بت تھے جنکی پرستش اہل عرب سونے سے پیشتر کیا کرتے تھے۔

ایک معمولی عربی دان بھی سمجھ سکتا ہی کہ عبارت مذکور میں کانوا کا لفظ ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اہل عرب لات وعزیٰ کی پرستش کیا کرتے تھے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت خدیجہ کی طرف اشارہ ہوتا تو تثنیہ کا صیغہ ہوتا۔ نہ کہ جمع کا۔ اسکے علاوہ خود اس روایت میں لات وعزیٰ کی پرستش سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار مذکور ہے۔ ص ۱۴۰ ا

شبلی صاحب کا لکھنا بالکل صحیح ہے اور مارگیولوس کا سمجھنا اور سمجھانا دونوں غلط۔ اسکو حقیقت سمجھکر اگر مارگیولوس نے لکھا ہے تو اسمیں کوئی کلام نہیں کہ اس یوروپین محقق نے پوری فریب کاری سے کام لیا ہے۔

اتنا اور عرض کردینا ہے کہ آپ کی تنقید میں بھی تھوڑا سا اجمال رہ گیا ہے۔ وہ یوں صاف کردینا چاہیے تھا عربی لفظ کانوا۔ کا ترجمہ وہ لوگ۔ ہونا چاہتا تھا۔ آپ کا ترجمہ اہل عرب لفظی ترجمہ نہیں بلکہ مرادی ترجمہ ہوا۔ اسلئے عبارت ترجمہ میں وہ لوگ اصلی الفاظ عبارت میں اور اہل عرب خطوط معکوسی کے اندر ہونا چاہیے۔

پھر تنقید کی عبارت مین بھی کانوا کا ترجمہ اہل عرب ہی لکھدیا گیا ہے ۔اسکو بھی ویسا ہی ہونا چاہیئے پھر تشریح تنقید مین بتلایا گیا ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت خدیجہ ع کی طرف اشارہ ہوتا تو تثنیہ کا صیغہ ہوتا نہ کہ جمع کا۔ فی الحال اہل اسلام مین بھی زبان عربی کی جتنی کمی ہوتی جاتی ہے وہ ظاہر ہے اسلئے تثنیہ اور جمع کا باہمی فرق اور اونکے جداگانہ صیغون کی تمیز عام اردو دانون کے لئے مشکل ہو جاے گی ۔اس ضرورت سے اونکو ان الفاظ مین سمجھا دینا ضروری ہے کہ اگر آنحضرت صلعم اور حضرت خدیجہ ع انھین حضرات خاص سے راوی کی مراد ہوتی تو زبان عربی کے قاعدی کے مطابق راوی تثنیہ کا صیغہ لاتا ۔اور کانوا کی جگہ کانتین کہتا ۔ مگر جب اوسنے ایسا نہین کیا اور عام جمع کا صیغہ کانوا لایا تو اُس سے تمام لوگ یعنی کل اہل عرب مراد ہوئے ۔

اسکے علاوہ حضرت خدیجہ ع کی نسبت اجتناب کفر کی تفصیل شبلی صاحب نے خدا جانے کس مصلحت سے چھوڑ دی وہ یہ ہے ۔عربی کی عبارت سے صاف طور پر ثابت ہے اصلی روایت حضرت خدیجہ ع کے اس جواب پر تمام ہو گئی ۔ (فتقول خدیجۃ خل اللات خل العزیٰ ۔ خدیجہ ع نے کہا لات کو جانے دیجئے ۔عزیٰ کو جانے دیجئے) یہ تو اب روایت کا راوی اپنے سامعین کو لات و عزیٰ کی اصلیت و ماہیت بتلاتا ہے کہ لات و عزیٰ اصل مین کیا شئے تھے لات و عزیٰ دو بت تھے جنکی پرستش وہ لوگ (اہل عرب) سونے سے پیشتر کرلیا کرتے تھے ۔یعنی عرب مین یہ دستور تھا کہ سونے سے پہلے اندونوں بتون کی پوجا کرلیا کرتے تھے ۔اب اس تفصیل کی تشریح ملاحظہ ہو۔

راوی کو اس روایت کے بیان کرنے کی کیا ضرورت ہوئی ۔ وہ یہ ہے کہ راوی (خدیجہ ع کا ہمسایہ) خود اہل عرب تھا اور اس قدیم دستور کا جاننے والا۔ اوسکو اندونون حضرات (آنحضرت صلعم اور حضرت خدیجہ ع کے) مکالمات سُنکر جو ملک قوم کے دستور قدیم کے صریح مخالف تھے ۔بالکل نیا اور انلوگون کا تنہا طریقہ معلوم ہُوا ۔اس لئے اس واقعہ کی ندرت اور اندونون حضرات کی کفر پرستی سے نفرت اور تمام قوم کے اس دستور قدیم سے مخالفت کی بنا پر راوی نے اس واقعہ کو اس مسئلہ خاص کے ثبوت مین کہ یہ دونون بزرگوار بت پرستی کے قدیم دستور اور رسم و رواج سے بالکل علحدہ تھے اور تمام اہل عرب مین اس ناہنجار اور کیفر کردار عادات سے بالکل مستثنیٰ تھے ۔اپنا چشمدید واقعہ بیان کیا ہے اور ثابت کر دیا ہے کہ جسطرح جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لات و عزیٰ کی پرستش سے متنفر تھے اوسی طرح حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا بھی اس سے محترز تھین ۔

مارگیولوس صاحب کی سمجھ کا کیا کہنا ۔خوب سید ہے کا اولٹا سمجھے ۔افسوس ہے اونکے اس مورخانہ بیان پر اور حسرت ہے اونکی محققانہ شان پر بقول شبلی صاحب اس روایت کے غلط معنی لگا کر تمام دُنیا سے اپنی عربی دانی کی داد لیتے ہین ۔اور ساری دنیا کو اپنی غلط فہمی سے فریب دیتے ہین ۔لیکن اپنی توریت مقدس مین ۔حضرت یعقوب کی بی بی کا جنکا نام راحیل (راحیل) تھا ۔جو بذات خاص ایک جلیل القدر پیغمبر کی بیوی اور تمام انبیائے بنی اسرائیل کی مان تھین

اپنے باپ لابن کے بتون کو چرانا۔ اور اونٹون کے کجاوے مین اونکو چھپا کر اونپر آپ بیٹھ جانا۔ اور اس شکل و صورت سے پکڑا جانا اور حیض کا بہانہ کرکے اوس مقام سے نہ اوٹھنا اور اس حیلہ و ترکیب سے اون بتون کو اپنے پاس رکھ لینا اور باپ کو واپس نہ دینا پوری تفصیل سے درج ہے۔ (سفر تکوین باب ۳۱۔ آیت ۵-۲۵) دیکھکر ذرا بھی نہین شرماتے۔ مارگیولوس کے ہان نبوّت یا ناموس نبوّت کی کوئی خصوصیت نہین۔ وہ اس تخصیص کو بھی تعمیم مین لیتے ہین اور جب حضرت یعقوبؑ کی خاندان نبوت اور اونکے خاص ناموس کے ان اتہامات صریح کو واقعات صحیح سمجھتے ہین تو پیغمبر عربؐ اور اوسکے پاک و مقدس ناموس کی نسبت مارگیولوس کو اس معتویانہ اور گمراہانہ فریب کاری کرتے ہوئے کب شرم و حجاب آ سکتا ہے؟"

مارگیولوس کی غلط فہمی اور عالمفریبی کی کامل تردید کرکے ہم شبلی صاحب نعمانی کی خدمت مین پھر یاد دہانی کرتے ہین کہ آپ نے عبد العزیٰ کے تسمیہ کی تاویل مین نہایت بیباکی سے لکھدیا ہے کہ حضرت خدیجہ اسلام سے پہلے بت پرست تھین آپ کا یہ لکھدینا کیسے صحیح ہوسکتا ہے۔ واقعہ کی اصل عبارت تو یہ بتلا رہی ہے کہ حضرت خدیجہؓ اسلام سے پہلے بھی بت پرستی سے کارہ اور متنفر تھین تب تو فرماتی ہین خل اللّات خل عزّیٰ جس کا ترجمہ آپ خود ان الفاظ مین فرماتے ہین۔ لات کو جانیدیجئے عزّیٰ کو جانیدیجئے (یعنی ان کا ذکر بھی نہ کیجئے" شبلی صاحب خود اپنے ان مختلف مختارہ آرا پر غور فرمالین۔ جب آپ خود اعترافاً لکھتے ہین کہ حضرت خدیجہؓ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خود بقول آپ کے ان بتون کے ذکر سے بھی منع فرماتی تھین تو وہ پھر خود کیسے بت پرستی کرسکتی تھین اور اون کو کون بت پرست کہہ سکتا ہے۔

(ث) پھر زیر حاشیہ یہہ روایت مرقوم ہے۔

مارگیولوس نے یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عزّیٰ کے نام پر ایک خاکی رنگ کی بھیڑی ذبح کی تھی۔ صاحب موصوف نے اسکی سند مین مگر کوئی عربی ماخذ نہین پیش کیا۔ بلکہ ولہوسن کا حوالہ دیدیا ہے (دیکھو مارگیولوس کی کتاب ص ۷۰) معجم البلدان (جغرافیہ کی ایک کتاب) مین ایک روایت اس مضمون کی موجود ہے اوّل تو اس موضوع خاص مین یہ کتاب خود بے سند ہے۔ ثانیاً یہ روایت کلبی سے ہے۔ جو مشہور دروغگو ہے۔ شبلی صاحب کا پہلا اعتراض کہ مارگیولوس نے عربی ماخذ کا حوالہ نہین دیا بالکل صحیح ہے اور مارگیولوس کا ثبوت مین اپنا ماخذ پیش کرنا بالکل خلاف استدلال ہے۔ جب معجم البلدان مین یہ روایت دیکھہ لی گئی تو مارگیولوس کے سر سے وضع حدیث کا الزام جاتا رہا۔ باقی رہا شبلی صاحب کا یہ فرمانا کہ معجم البلدان جغرافیہ کی کتاب ہے اور صنف حدیث مین موضوع نہین ہوئی ہے مخالفین کے لئے تشفی بخش نہین ہوسکتا اس لئے کہ وہان تو دیوانہ را ہوئے بس است کا عالم ہے اونھین حدیث و جغرافیہ کی تفریق و تمیز سے کام نہین۔ اون کا تعصب اونکی خود غرضی اونھین تمیز کب کرنے دیگی۔ اب اونھون نے ایک مسلمان مصنف کو دیکھہ پایا۔ اور اوسی کے قول سے لگی استدلال کرنے

انکی تنقید و تردید کے لئے ہم پھر شبلی صاحب کی خدمت مین عرض کرینگے کہ ان سے استدلال مین وہی اصول قایم رکھے جائین جو ہم اوپر لکھکر بتلا آئے ہین۔ یاقوت حموینی کی جغرافیہ دانی یا حدیث سے ناواقفکاری یا کلبی کی موضوعیت اور

غلط کاری دکھلانے سے کام نہین نکلے گا۔ صاف صاف لکھنا اور اقرار کرنا ہوگا کہ خلاف اصول عقاید۔ کوئی صاحب ہون محدث۔ مورخ یا کوئی اور ہون۔ جب کوئی روایت کوئی واقعہ مخالف عقاید بیان فرماینگے۔ وہ مسلمانون کے لئے نہ قابل قبول ہوگا نہ لایق تسلیم۔ اس لئے یہ تمام واقعات و روایات جو اوپر بیان کی گئی ہین اور تاریخ بخاری اور مسند امام احمد بن حنبل وغیرہم کو اُنکا ماخذ بتلایا گیا ہے۔ سب کے سب محض لغویات ہین اور صریح مفتریات۔ مخالف۔ اسلام کسی وقت اور کسی زمانہ مین نہ ہمارے رسول صلعم کے طریقے اور عمل ثابت ہوئے ہین نہ اوسکے اہل بیت کرام علیہم السلام کے رسولؐ نے نہ اوسکے بی بی نے کبھی بت پرستی کی اور نہ کبھی اپنی کسی اولاد کا نام بتون کے نام پر رکھا۔ حقیقتاً عبد العزّیٰ نام آپ کا کوئی بڑا بیٹا ہی نہین تھا۔ آپ کے بڑے صاحبزادے کا نام قاسم تھا۔ جنکی خصوصیت کی وجہ سے عرب کے قدیم قومی دستور کے مطابق آپ کی کنیت ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مشہور ہوئی۔ لیکن قضائے الٰہی سے وہ بھی قبل بعثت انتقال فرما گئے۔ یہ تمام مرویات اُس زمانہ اور اوس زمانہ کے لوگون کی موضوعات ہین جن لوگون نے اورون کے عیب چھپانے اور برابر بنانے کے لئے شان رسالت کی تخفیض مین خواہ مخواہ تعمیم کو داخل کردیا۔ اِن لغویات کے لئے نہ اسلام جوابدہ ہوسکتا ہے اور نہ بانی اسلام علیہ السلام

موحدین سے ملاقات

محقق بیضرورت سُرخی ہے شبلی صاحب اور تمام اہل اسلام کے نزدیک یہ مسلم ہے کہ رسالت کے تمام طریقے وہبی ہوتے ہین۔ تعلیم ربانی اور توفیق یزدانی ابتدا سے لیکر انتہا تک رسولؐ کے شامل حال ہوتی ہے تو پھر اسکی کوئی ضرورت واحتیاج نہین کہ موحدین سے ملاقات ہو یا نہو۔ موحدین سے ملاقات اور مجالسات منصب رسالت مین تعلیم واکتساب کے شبہے پیدا کردین گی۔ جو قطعاً منافی رسالت ہے۔ جن موحدین کا ذکر کیا گیا ہے یا جنکے نام لئے گئے ہین اوُنکے اعتقادات فی الوحدۃ کی تفصیل وصورت بھی نہین بتلائی گئی ہے کہ وہ کس قسم کی وحدانیت کے قائل تھے۔ ان مین سے شبلی صاحب نے ایک ورقہ بن نوفل کا حال خود لکھا ہے کہ وہ آخر مین عیسائی ہوگئے تھے۔ تو آپ ہی فرمائیے کہ اونکی عقیدت فی الوحدت کس کام کی رہی۔ جب اونہون نے ذات الٰہی کو قابل تناسل و توالد یقین کرلیا۔ پھر توحید کا ایسا غلط اور سراسر منافی اعتقاد رکھنے والے شخص کی ملاقات سے اوس بزرگ کو کیا لطف اور کیا فائدہ حاصل ہونیوالا تھا۔ جو خالص اور کامل توحید کی تبلیغ و تعلیم کے لئے بھیجا گیا ہو اور جو خاص طور پر توحید کے راستون سے اون خار و خاشاک کو پاک وصاف فرمادینے کے لئے اوتارا گیا ہو جو سالکان وحدت کے دامنون مین اولجھ اولجھ کے اونکو قربت الٰہی کے حصول سے روک رکھتے ہین۔

اسکے علاوہ آپ خود اوسوقت کے موحدین مین قس ابن ساعدہ۔ ورقہ بن نوفل۔ عبیداللہ ابن جحش۔ عثمان بن الحوارث اور زید بن عمر بن نفیل (غرض خاص تو اُنکے نام کے شمول سے تھی) کے نام گنا کر خود لکھتے ہین کہ ان مین سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید سے ملاقات کی تھی جس کا ذکر صحیح بخاری مین بھی ہے۔ ص ۱۴۱۔ اس سے معلوم ہوا کہ بقیہ لوگون سے ملاقات نہین ہوئی۔ تو پھر آپ ہی کی اس خاص تحریر سے آپ کی یہ سُرخی کہ موحدین سے ملاقات غلط اور محض بیضرورت ثابت

ہوگئی۔ مگر آپ نے آگے چل کر اپنے اس اعتراف و اقرار پر بھی اعتبار نہیں کیا اور زید سے بھی ملاقات ہونیکی یہ صورت نکالی تھی کہ

"ورقہ عیسائی ہوگئے تھے۔ اور چونکہ حضرت خدیجہ کے برادر عم زاد تھے اور مکہ ہی مین رہتے تھے اس لئے قیاس ہوتا ہے کہ آپ ان سے ملے ہونگے۔ بعض روایتون مین ہے کہ انسے آپ کی دوستی تھی۔ ص ۱۴۱

مین لکھتا ہون کہ آپ کا یہ قیاس صحیح ہے اور بالکل فی الواقع۔ آپ کو خود اسکی واقعیت یاد نہین رہی۔ اسلئے قیاس کرنے کی ضرورت ہوئی۔ ہم آپ کو یقین دلاتے ہین کہ ورقہ بن نوفل سے ضرور ملاقات ہوئی۔ آپ خود لکھ چکے ہین۔ اپنی سیرۃ النبیؐ جلد اول کے صفحہ ۱۴۸ مین اپنی یہ عبارت ملاحظہ فرمالیجائے۔

آپ نے حضرت خدیجہ سے تمام واقعہ بیان کیا۔ وہ آپ کو ورقہ کے پاس لے گئین۔ جو عبری زبان جانتے تھے اور توریت و انجیل کے ماہر تھے۔ اونھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے واقعہ کی کیفیت سنی تو کہا یہ وہی ناموس ہے جو موسیٰؑ پر اترا تھا۔

لیجئے ملاقات ہو گئی لیکن اس ملاقات سے وہ ملاقات جو آپ کی اصلی مراد ہے ثابت نہین ہوئی۔ بلکہ بالکل غلط ٹھیری۔ موحدین سے ملاقات کی خاص سرخی قایم کرنے سے جو آپ کا مدعا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور انلوگون مین مراسم تھے۔ آپ انکے پاس آتے جاتے تھے ممکن ہے کہ یہ لوگ بھی آپ کے پاس آتے جاتے ہون۔ مگر ورقہ والی مندرجہ بالا واقعہ نے صاف صاف بتلادیا کہ آنحضرت صلعم اور ورقہ مین اس واقعہ سے پہلے شناسائی اور مراسم نہین تھے۔ کیونکہ اگر فیمابین آمد و رفت ہوتی تو حضرت خدیجہؑ کو لے جانے اور معرفت کرانے کی ضرورت نہ پڑتی۔ اگر قبل سے آپس مین روابط ہوتے۔ تو آپ بالنفس النفیس جاکر براہ راست اون سے اپنی تسکین و تشفی فرمالیتے۔ جناب خدیجہ کی معرفی کی ضرورت نہین تھی۔ اس سے ثابت ہوا کہ فیمابین صرف شناسائی تھی۔ مجالست یا مکالمت اور صلاح و مشورت ثابت نہین۔

ورقہ بن نوفل ہو چکے قس بن ساعدہ کی نسبت لکھا جاتا ہے ادب و محاضرات کی کتابون مین عموماً اور بعض تاریخون مین بھی مذکور ہے کہ قس بن ساعدہ نے عکاظ مین جو مشہور خطبہ دیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوس خطبہ مین شریک تھے۔

شبلی صاحب نہ اپنے کسی اقرار پر قایم رہتے ہین اور نہ اپنے کسی مختار پر۔ ذرا اپنے دیباچہ مین نقل روایات کی متعلق اپنے مقرر کردہ حدود و نصاب یاد فرمائے جایئن۔ پھر اپنے ادب و محاضرات کے حوالجات پر غور کیا جاوے تو آپ کو معلوم ہوجائیگا کہ یہ واقعہ آپ کے نصاب مقررہ کے مطابق ہرگز قابل اندراج نہین تھا۔ پھر آپ نے محض بے ضرورت اسکو کیون لکھا۔ اور پھر لکھکر آیندہ عبارت مین قوی دلائل سے اسکی تردید بھی فرمادی تو گویا تمام تحریر آپ کی سعی حاصل تھی اور کچھ بھی نہین۔ لیکن آپنے ان واقعات کو خاصکر اس وجہ سے لکھا اور حتی الامکان اس کی تردید بھی کردی اس باعث سے کہ عیسائی مصنفین انھین غیر مفید اور نامستند مرویات کو اپنی عامفریبی کا ماخذ بنالیتے ہین۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت ان لوگون کی تعلیم ہدایت۔ مشورت اور صحبت کا نتیجہ بتلاتے ہین۔

ہمکو بھی اقرار ہے کہ یہ غرض آپ کی صحیح ہے اور یہ بھی آپ کی حفظ ماتقدم کے اعتبار سے ایک حد تک مفید ہے لیکن آپنے قس ابن ساعدہ کی روایت کے متعلق اپنی تنقید و تردید کو تمام کر دیا ہے ورقہ بن نوفل اور خصوصاً زید بن عمر بن نفیل کی نسبت مجالست۔ مکالمت اور برابر صحبت کو صحیح یقین کر لیا ہے۔ کیونکہ۔ زید کی نسبت تو صحیح بخاری کے اسناد موجود ہیں اسلئے ان مرویات کی تردید پر آپ کا قلم نہ اوٹھ سکا۔ جب قلم نہ اوٹھ سکا اور تردید نہ ہو سکی تو آپ کے مخالفت کو ان ماخذون سے اپنی عالمفریبی کے نتیجے نکالنے کا تو ویسا ہی موقع حاصل رہگیا۔ اگر قس بن ساعدہ سے نہین تو ورقہ اور زید بن عمر سے استفادہ اور مشورۃ فی علم الرسالت کا قیاس تو اپنی حالت پر قایم رہگیا۔ حالانکہ یقینیات رسالت کو ان ظنیات اور قیاسات سے کیا واسطہ اور کیا سروکار۔ اور ان مشتبہین فی المعرفت اور مشکوکین فی الوحدت کو سکینۂ رسالت کے آگے کیا مقدار اور کیا اعتبار۔ یہہ گم کردگان حقیقت اپنے خیالات و جذبات مین بغیر کسی راہبر کے شاہد حقیقی کی تلاش مین اگر تھوڑا بہت سمجھہ سمجھہ کر بگڑ رہے تھے۔ یا بگڑ بگڑ کر سمجھہ رہے تھے۔ وہ حقیقتاً اصل خدا شناسی اور معرفت سے کوسون دور تھے۔ پھر مبلغ رسالت اور متمم نبوت کو ان سے صحبت رکھنے کی نہ کوئی ضرورت تھی اور نہ مشورت کرنے کی حاجت۔ اس بنا پر ان لوگون کی ملاقات یا مجالسات کا ذکر کرنا اور پھر اس اہتمام سے کہ اسکے لئے ایک جداگانہ عنوان قایم کرنا معترضین کو اعتراض کا اور موقع دلاتا ہے اور توہمین کے توہمات کو اور قوی بناتا ہے۔ دیکھئے۔ آپ خود۔ اپنی کتاب مین چار صفحون کے بعد ان لوگون کے نتیجہ کو جنکو آپ موحدین بتلاتے ہین اور اون سے رسول صلعم کی ملاقات کو ایک خاص باب مین بیان فرماتے ہین۔ ان الفاظ مفصلۂ ذیل مین لکھکر دکھلاتے ہین

> یہ فطرت سلیم اور نیک سرشتی کا اقتضا تھا۔ لیکن ایک شریعت کبریٰ کی تاسیس۔ ایک مذہب کامل کی تشئید اور رہنمائی کونین کے منصب عظیم کے لئے کچھہ اور درکار تھا اس زمانہ کے قرب مین تین اور حق پرستون (ورقہ۔ زید۔ عثمان بن حویرث) کے دل مین خیال آیا کہ جماد لا یعقل کے آگے سر جھکانا حماقت ہی۔ چنانچہ سب مذہب حق کی تلاش مین نکلے لیکن ناکامی کی دیوار سے سر ٹکرا ٹکرا کر رہ گئے۔ ورقہ اور عثمان عیسائی ہوگئے۔ اور زید یہ کہتے کہتے مرگئے کہ اے خدا اگر مجھکو معلوم ہوتا کہ تجھکو کس طریقہ سے پوجنا چاہئے تو مین اوس طریقہ سے تجھے پوجتا۔ سیرۃ النبیؐ جلد اول ص ۱۴۶

جب آپ خود ان لوگون کی ایسی حالت لکھکر اقرار کرتے ہین کہ سب کے سب دیوار سے سر ٹکرا ٹکرا کر رہ گئے۔ یعنی کوئی بھی راہ معرفت یا منزل وحدت تک نہین پہونچا۔ تو پھر آپ نے اونکو موحدین کیسے تسلیم کر لیا۔ اگر بتون کی پرستش نکرنے سے آپ کو انپر قائل توحید ہونیکا گمان ہوا ہے تو جین۔ بدھ اور نانک شاہی تمام فرقون کو موحد مان لیجئے۔ اور ان کے عالمون اور موحدون سے ملاقات کرنیکو (اگر واقعات مل جائین) ایک رسولؐ کے لئے ضروری اور قابل الذکر یقین کیجئے۔ اور اگر ورقہ وغیرہ کے عیسائی ہوجانے سے آپ نے موحد سمجھہ لیا تو جیسا ہم اوپر لکھہ آئے ہین آپ کو بھی مسئلہ تثلیث کو عین توحید یقین کر لینا ہوگا افسوس تو یہ ہے کہ آپ خود غرضانہ تقلید اسلاف کے ساتھہ داد تحقیق و انصاف لینا چاہتے ہین اور اجتماع ضدین محال ہے۔

ایک زید بن عمرو بن نوفل کی شخصیت اور معرفت قایم کرانے کے لئے۔ جنکے سلسلہ مین تین پشت بعد حضرت عمر بن الخطاب پیدا ہوئے۔ یہ تمام کوشش کیگئی ہے اسمین کلام نہین کہ شبلی صاحب کی یہ ایجاد اور طغراد خاص نہین۔ بلکہ ایک زمانہ سے علماء و محدثین نے حفظ ماتقدم کے خیال سے اور حضرت عمر کے خاندانی اور قدیم فضل وکمال ثابت کرنے سے ان مرویات کو جو صریح موضوعات مین۔ تاریخ وسیرت کی کتابون مین داخل کردیا ہے۔ جو منافی شان رسالت ثابت ہونیکے علاوہ طرح طرح کے فساد پیدا کرتی ہین جن مین سے ایک تو عیسائی معترضین کو غلط تعریضات کی موقع دہی ہے جسکی آپ خود تنقید وتردید فرماچکے ہین اسکے علاوہ اور مفسدات ہین جو نفس اسلام مین سخت خرابی پیدا کرتے ہین۔

احباب خاص یہ سرخی بھی بیکار ہے اور محض بیضرورت۔ لیکن جس ضرورت خاص سے آپ نے اسکو لکھا ہے وہ بھی پوشیدہ نہین ہے۔ شبلی صاحب کی عبارت یہ ہے۔

نبوت سے پہلے جو لوگ آپ کے احباب خاص تھے۔ نہایت پاکیزہ اخلاق۔ بلند مرتبہ اور عالی مرتبت تھے ان مین سب سے مقدم حضرت ابوبکر رض تھے۔ جو برسون آپ کے شریک صحبت رہے حضرت خدیجہ کے چچیرے بھائی۔ حکیم بن حزام۔ جو قریش کے معزز رئیس تھے وہ بھی احباب خاص مین تھے۔ حرم کا منصب رفادہ انھین کے ہاتھ مین تھا۔ دار الندوہ کے بھی یہی مالک تھے۔ چنانچہ اسلام کے بعد امیر معاویہ کے ہاتھ مین ایک لاکھ درم پر بیچ ڈالا۔ لیکن یہ کل رقم خیرات کرڈالی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عمر مین پانچ برس بڑے تھے اگرچہ یہ مدت تک یعنی ہجرت کے آٹھوین سال تک ایمان نہین لائے۔ لیکن اس حالت مین بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہایت محبت رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ کعبہ مین ذویزن کا اسباب نیلام ہوا تھا۔ اوس مین ایک حُلّہ تھا۔ انھون نے اوسکو پچاس اشرفیون پر خریدا اور مدینہ لیکر آئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نذر کرین آپ نے فرمایا کہ مشرکین کا ہدیہ قبول نہین کرتا البتہ قیمت لو تو لے سکتا ہون۔ مجبور ہوکر انھون نے قیمت لینی گوارا کرلی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوسکو لیلیا ضماد ابن ثعلبہ ازد کے قبیلے سے تھے۔ جاہلیت مین طبابت اور جراحی کا پیشہ کرتے تھے۔ یہ بھی احباب خاص مین تھے۔ نبوت کے زمانہ مین یہ مکہ مین آئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس حالت مین دیکھا کہ راستہ مین جارہے ہین اور پیچھے لونڈون کا غول ہے مکہ کے کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مجنون کہتے تھے۔ لونڈون کا غول دیکھکر ضماد نے بھی یہی قیاس کیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ محمد (صلعم) مین جنون کا علاج کرتا ہون۔ آپ نے حمد وثنا کے چند موثر جملے ادا کئے ضماد مسلمان ہوگئے۔ اس واقعہ کو مسلم اور نسائی نے مختصراً لکھا ہے لیکن زیادہ تفصیل مسند امام احمد بن حنبل جلد اول ۳۰۲ مین ہے۔ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ

تجارت کے کاروبار مین شریک تھے - اون مین سے ایک صاحب قیس بن سائب مخزومی تھے مجاہد بن جبیر جو مشہور مفسر گذرے ہین وہ انھین کے غلام تھے - ان کا بیان ہے کہ شرکار کے ساتھ آپکا معاملہ نہایت صاف رہتا تھا اور کبھی کوئی جھگڑا یا مناقشہ پیش نہین آتا تھا - سیرۃ النبی ج ۱ ص ۱۴۸

احباب خاص مین اگر حضرت ابوبکر کو آپ بعد نبوت احباب خاص مین شمار فرماتے تو مجھے کوئی عذر نہین تھا - مگر افسوس ہے کہ مجھے قبل نبوت انکے احباب خاص ہونے مین ضرور تامل ہے - اسلئے کہ شبلی صاحب خود راہب بحیرا کے قصہ مین لکھکر اقرار کر چکے ہین کہ اس روایت مین مذکور ہے کہ حضرت بلالؓ اور ابوبکرؓ بھی اس سفر مین شریک تھے - حالانکہ اوسوقت بلال کا وجود بھی نہین تھا اور حضرت ابوبکر بچے تھے - سیرۃ النبی ص ۱۳۱ ممکن ہے کہ فیمابین شناسائی ہو لیکن محض شناسائی احباب خاص کی خصوصیت تک نہین پہونچتی - خصوصًا جب سن وسال مین فیمابین اتنی تفاوت واقع ہو کہ ایک سیزدہ سالہ ہو - قریب بلوغ اور دوسرا چہار سہ سالہ یا چار سالہ شبلی صاحب احباب خاص کی ضرورت اور مقاصد و مطالب کو خوب جانتے ہین - علی العموم احباب خاص وہی اشخاص بنا لیے جاتے ہین جو سن وسال اور علم وکمال اور فکر وخیال مین مساوی ہوتے ہین - ان خصائص مین سے کوئی خصوصیت اوسوقت تک حضرت ابوبکر کے لئے ایسی ثابت نہین کی جاتی جس مین وہ آنحضرت صلعم کے ساتھ مساوی ٹھہرائے جائین جب کوئی ایسا قرینہ اور ذریعہ یا ضرورت ایسی معلوم نہین ہوتی تو حضرت ابوبکرؓ کو قبل از وقت نبوت کے خاص احباب مین شامل کرنے سے آپکی وہی غرض وغایت - حفظ ما تقدم اور پیشبندی سمجھی جاویگی جو ارباب موحدین کی فہرست قایم کرنے مین آپ زید بن عمرو بن نفیل کے شمول کی نسبت مدنظر رکھ چکے ہین - عرب کی قدیم تاریخون مین تو نہ ارباب موحدین سے ملاقات رکھنے کا ذکر ہے اور نہ احباب خاص کا مذکور - ہان حدیثون سے ماخوذ کی ہوئی سیرت وتاریخ کی کتابون مین عالم صحابیت کی بنیاد رکھنے کے لئے ان واقعات کو قلمبند کرنا ازحد ضروری سمجھا گیا ہے کیونکہ یہی حضرات قبل نبوت تک تو احباب خاص رہتے ہین اور بعد نبوت اصحاب خاص ہو جاتے ہین -

میرا اپنا خیال یہ ہے کہ تنہا حضرت ابوبکر کا شمول کافی نہ تھا - بہتر ہوتا کہ عشرہ مبشرہ کے تمام حضرات احباب خاص کے اس قدیم دائرے مین لے لئے جاتے - تو صحبت بھی معقول ہو جاتی - اور ان بزرگوارون کے آیندہ حسن خدمات بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت ورفاقت کے لئے اپنی صلاحیت وموزونیت کو آپ ثابت کر دیتے - لیکن شبلی صاحب مین نہ اتنی جرأت اور نہ اتنی جدت کہ وہ تقلید اسلاف کا قدیم طریقہ چھوڑ کر اپنی مضمون آرائی مین کوئی تازگی پیدا کرین - اسلئے آپ نے وہی پرانی اور پائمال لکیر پیٹی -

حکیم ابن حزام جو حضرت خدیجہؓ کے چچازاد بھائی ہوتے تھے دوسرے نمبر پر احباب خاص بتلائے جاتے ہین حضرت ابوبکرؓ کے احباب خاص ہونیکی تو کوئی خصوصیت نہین بتلائی گئی - لیکن انکے اوصاف وخصائص کی قدرے معرفت کرائی گئی ہے اول یہی کہ حضرت خدیجہؓ کے برادر عم زاد تھے - اصولاً یہ قرابت بھی مفید مطلب نہین ہوتی - کیونکہ واقعات تو یہ

تبلاتے ہین کہ حضرت خدیجہؓ کا اپنا بھائی ۔ نوفل بن خویلد ۔ وہ بدبخت ازلی تھا ۔ جو شقی ترین مشرکین کے ساتھ جان رسالت کا مرتے دم تک دشمن بنا رہا اور آخر کار معرکہ بدر مین جناب علی مرتضیٰ ؑ کی تیغ آبدار سے داخل جہنم ہوا ۔ یہ تو حقیقی بھائی کا مآل کار ہے ۔ اسکے مقابلہ مین برادر عم زاد کا کیا شمار ۔ اور اس مین ترقی کی جائے تو ظاہر ہوتا ہے کہ بدبخت ابو لہب جو اصلی قرابت مین اپنا چچا ہوتا تھا ہمیشہ بلائے جان بنا رہا تو پھر ان سببی علاقہ بندون کا کیا اعتبار کیا جاسکتا ہے ۔ دوم یہ کہ قریش کے نامور رئیس تھے ۔ دار الندوہ اور رفادہ کے مالک یہ سب صحیح اور فی الواقع ۔ مگر یہی وجوہات نبوّت کے احباب خاص ہونے کے اگر اسباب خاص قرار دیے جائین تو نبی زمانہ کی حیثیت رؤساء اور اہل متموّل سے یا اُمرا کے درباری مصاحبین سے زیادہ ثابت نہین ہوگی ۔ اور پھر نبوت و رسالت کے ابتدائی جذبات وخیالات امارت و ریاست کے موثرانہ اقتباسات بتلائے جائین گے ۔ وہم پرست مخالفین تو آپ کے اس قیاس بے مقدار کا طومار بنادین گے ۔ سوم یہ کہ آخر مین ان احباب خاص کا مآل کار جو نبوّت و رسالت کا مدّعائے خاص ہونا چاہیئے ۔ یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ بزرگ آٹھوین سال ہجری تک نہ اپنے محبّ خاص کو رسول برحق سمجھے اور اوسکی رسالت کو سچی رسالت ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ باوجود اتنے مراسم وراہ کے نبوت ان پر اپنے فیضان کا کوئی اثر نہ پہونچا سکی ۔ پھر پیغمبر کو اس شخص کو احباب خاص بنانے سے کیا فائدہ ہوا ۔ اسکے بعد شبلی صاحب حلہ والا واقعہ بیان کرتے ہین ۔ اس واقعہ سے تو حکیم کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبّت والفت کیا ایک قسم کی نفرت ثابت ہوتی ہے ۔ اور اسی مقام سے اصل مدعائے نبوت معلوم ہوجاتا ہے جو ہر نبی اللہ کو ابتدا ہی سے مدنظر رہتا ہے ۔ آپ اپنے قدیم دوست کے ہدیہ کو صرف اس بنا پر واپس دیتے ہین کہ وہ اب تک ایمان نہین لایا ہے ۔ اور یہ بالکل صحیح ہے ۔ اس لئے کہ جس شخص سے ایسا گہرا اور قدیم اتحاد قایم ہے ۔ وہ اب تک دل مین تو جھوٹا سمجھتا ہے لیکن محض ظاہرداری کے طریقہ پر اوسکے ساتھ نمائشی خلوص ومحبت کا اظہار کرتا ہے ۔ یہ معاملات تو احباب خاص کی خصوصیت کو اور بدنما بنا دیتے ہین ۔ اور احباب خاص ہونیکا جیسا شبلی صاحب کا قیاس ہے کوئی کافی ثبوت نہین پہونچاتی یہ تو خیر حکیم ابن حزام کا ہدیہ تھا جو بلا قیمت نہین لیا گیا اور اسوجہ خاص سے کہ حکیم اوسوقت تک مسلمان نہین ہوئے تھے ۔ ہم تو شبلی صاحب کو حضرت ابو بکرؓ کا ہجرت کے موقع پر اونٹ کا ہدیہ پیش کرنا یاد دلاتے ہین ۔ حضرت ابو بکرؓ تو خیریت سے مسلمان بھی ہو چکے تھے اور اسوقت رفیق تنہا بنائے جاچکے تھے ۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ سے نکاح بھی ہو چکا تھا ۔ اسوجہ سے قرابت سببی پر بھی فائز ہو چکے تھے لیکن ان تمام خصوصیات پر بھی مضاعف قیمت دیکر اونکا اونٹ لیا گیا ۔ ایسا عالی ہمت ۔ سیرچشم اور مستغنی المزاج بزرگ کیا اُمرا کا احباب بنتا یا اونکو اپنا احباب بنانا کب گوارا فرماتا ۔

ضماد ابن ثعلبہ ازدی غریب کا ۔ جو احباب خاص کے تیسرے نمبر مین رکھے گئے ہین ۔ حکیم ابن حزام کے ایسے دولتمند شخص سے اچھا مآل کار ہوا اور اونپر فیضان نبوت کے اچھے اور پورے اثر ہوئے ۔ ان کے مخلصانہ سوال کے جواب مین لبہائے مبارک سے چند موثر جملون کا ارشاد ہوتا تھا ۔ جیسا کہ لکھا گیا ہے ضماد مسلمان ہوگئے ۔ شبلی صاحب اسی واقعہ سے شان رسالت اور فیضان نبوت کی حقیقت کو سمجھ لین ۔ ابھی تک تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فائز برسالت بھی نہین ہوئے تھے ۔ پھر بکمال تسخیر اور قوت

تاثیر جو سوائے قدرت روحانیت کے آ نہیں سکتی۔ اوسوقت آپ کی ارشاد مین کیسے اور کہان سے آئی۔ اُسوقت تک نزول قرآن بھی نہین ہوا تھا۔ جو یہ کہا جاوے کہ آپ نے وہ قرآن کے جُملے پڑھے تھے۔ اور یہ کلمات آلہی کی جبروتی تاثیر تھی جس نے ضماد کو قبول ایمان کی طرف کھینچ لیا یہی وہ مشاہدات ہین جو ہر زمانہ مین نبی زمانہ کو عام اس سے کہ وہ فائز برسالت ہوا ہو یا نہ ہوا ہو ہدایت و ارشاد کے مخصوص موقعون اور ضرورتون کے وقت اِن کمالات روحانیہ سے ہمیشہ کامل ثابت کرتے ہین یہ کمالات اوسکی فطرت صالحہ کے ساتھ ساتھ پیدا کئے جاتے ہین۔ اور اسی کے ساتھ بالمدارج نشو و نما اور ترقی پاتے رہتے ہین۔ اسی بنا پر انبیاؑ و مرسلین کا ازمہاد تی اللحد اِن تمام کمالات پر فائز ہونا اسلام کے اُصول عقائد مین داخل ہے۔ ملاحظہ ہو تفسیر امام رازی

قیس ابن سائب مخزومی کا احباب خاص کی فہرست مین چوتھا نمبر رکھا گیا ہے۔ میرے خیال مین انکا اندراج تو بالکل بیضرورت ہے۔ انکے خیالات سے سوائے اسکے کچھہ اور نہین معلوم ہوتا کہ جن لوگون کے ساتھ آنحضرت صلعم مکّہ مین کاروبار تجارت رکھتے تھے۔ اُن کے ساتھ آپ کے معاملات کو یہ بہت صاف رکھا جانا ثابت کرتے ہین۔ ان بزرگ کے اِس بیان سے نبوّت کی حقیقت کیا معلوم ہوئی۔ ہان اوس زمانہ مین بشغلہ تجارت کے متعلق آپ کا کمال تدیّن ثابت ہوتا ہے۔ جو شبلی صاحب کے موضوع تالیف سے کوئی واسطہ نہین رکھتا۔ تجارت مین کمال تدین کوئی ایسی اوپری چیز نہین جو آپ کی ذات مین من حیث التجارت کوئی خصوصیت ثابت کرتا ہو۔ یہ تو تجارت اور اہل تجارت کے لئے عموماً اتنا ضروری ہے کہ اسکے بغیر ایک دن بھی اونکا کاروبار نہین چل سکتا۔ فی زماننا بڑی بڑی تاجر کمپنیان کُھلی ہین اور قریب قریب تمام تر غیر اسلامی ہین۔ اور اون مین کمال تمدن ثابت ہوتا ہے تو کیا اونکے اس کمال تمدّن سے ہم اون مین شایبہ نبوت بھی تسلیم کرلین اگر ایسا ہی ہو تو ہر سچا آدمی نبی ہو سکتا ہے۔

افسوس ہے شبلی صاحب کی اِس خود غرضانہ غفلت اور ہوشیارانہ اخفا و چشم پوشی پر۔ آپ نے احباب موّحدین اور مخصوصین کی فہرستین بکمال تفحّص و تلاش سے مرتب کرلین اور بڑے حزم و احتیاط سے۔ سرے سے بیرونی اور غیر سروکاری لوگون کو آنحضرت صلعم کے ارباب ملاقات اور احباب روابط و اتحاد مین شامل کرلیا۔ لیکن آپ کی یاد اور آپ کی نظر توجہہ کبھی اسطرف نہ گئی کہ محمّد صلعم کے گھر مین بھی کوئی تھا۔ جس سے آپ مجالست بمکالمت یا صحبت کا لطف اوٹھاتے اور اوسکو محبّ خاص بناتے۔ و اِن تبلا رہے ہین کہ آپ کی تحقیق مین یا تو محمّد (صلعم) کا گھر آدمیون سے بالکل خالی تھا یا اون کے گھر والے ایسے ہی ناکارے تھے کہ آنحضرت صلعم سرے سے اونکو مُنہ لگانا نہین چاہتے تھے۔ اور اون سے مجالست بمکالمت یا صحبت رکھے جانے کی ذلّت کو گوارا نفرماتے تھے۔

بنی ہاشم پر جیسی کہ آپ کی ابتدائے تالیف سے نظر شفقت ہے وہ اس کتاب مین ہم ہر ہر مقام پر دکھلاتے آئے ہین اور انشاء اللہ دکھلاتے آئینگے شبلی صاحب۔ ذرا لگتی ہوئی باتون کو کتاب مین لکھا کیجئے جس بزرگوار کے گھر مین ایک کبیر السّن جد امجد خدا کے فضل و کرم سے اوسکے گیارہ ہوشیار اور اہل کاروبار بیٹے اور پھران بیٹون کے متعدّد بیٹے موجود ہون۔ کنبہ کا کنبہ اور قبیلہ کا قبیلہ ایسا بھرا پڑا ہو۔ وہ اپنے تمام عزیز و اقارب مین سے کسی ایک کے ساتھ بھی مراسم و روابط نہ پیدا کرے۔ نہ کسی سے ملاقات

رکھتا ہو اور اون مین سے کسی کو اپنا دوست اور احباب خاص بناتا ہو۔ آپ کیئے کسقدر خلاف فطرت ہے اور مناقض عادت۔ کیا (نعوذ باللہ) عبد المطلب کے گھر مین سب کے سب ابو لہب ہی تھے۔

سب کو جانے دیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سب سے چھوٹے چچا حضرت حمزہ جو سن مین تقریبًا برابر اور رضاعی بھائی بھی ہوتے تھے جنکے متعلق آپ خود لکھتے ہین کہ آنحضرت صلعم کے اعمام مین حضرت حمزہؓ کو آپ سے خاص محبت تھی۔ (تاہم احباب خاص مین نہ لئے گئے) وہ آپ سے سن مین دو تین برس صرف بڑے تھے۔ اور ساتھ کھیلے تھے۔ دونون نے ثویبہ کا دودھ پیا تھا اور اس رشتہ سے بھائی بھائی تھے۔ وہ ابھی تک اسلام نہین لائے تھے لیکن آپ کی ہر ادا کو محبت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ (تاہم احباب خاص کہے جانے کے قابل نہین تھے) اون کا مذاق طبیعت سپہگری اور شکار افگنی تھا۔ دن بھر تمام تمام دن شکار مین مصروف رہتے تھے۔ شام کو واپس آتے تو پہلے حرم مین جاتے۔ طواف کرتے قریش کے رؤسا صحن حرم مین الگ الگ دربار جما کر بیٹھا کرتے تھے۔ حضرت حمزہؓ ان لوگون سے صاحب سلامت کرتے کبھی کسی کے پاس بیٹھ جاتے اس طریقہ سے سب سے یارانہ تھا۔ اور سب لوگ انکی قدر و منزلت کرتے تھے۔ (مگر شبلی صاحب کو انکی اتنی قدر بھی گوارا نہ ہوسکی کہ رسولؐ کے احباب خاص مین انکا نام بھی لکھدین)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ مخالفین جس بے رحمی سے پیش آتے تھے یگانون سے دیکھا نہ جاتا تھا۔ ایک دن ابو جہل نے رو در رو آپ کے ساتھ گستاخیان کین۔ ایک کنیز دیکھ رہی تھی آئے تو اوس نے تمام ماجرا کہا۔ حضرت حمزہؓ غصہ سے بیتاب ہوگئے۔ تیر و کمان ہاتھ مین لئے حرم مین آئے اور ابو جہل سے کہا کہ مین مسلمان ہوگیا ہون۔ سیرۃ النبی ؐ جلد اوّل صفحہ

دیکھئے شبلی صاحب لکھنے کو تو سب لکھ گئے۔ لیکن حضرت حمزہؓ کو جوش محبت اور جذبات قرابت کے اصلی اور عملی خدمات کی تفصیل کو بالکل مرفوع القلم فرما گئے۔ گویا اس واقعہ مین حضرت حمزہؑ کی رفاقت و حمایت نبویؐ کے یہ مشاہدات آپ کے نزدیک ذکر کے قابل ہی نہین تھے۔ حقیقتًا ہم آپ کی اس فروگذاشت کی ضرورت خاص کو۔ جو آپ کا اصل مدّعا ہے تو ب سمجھتے ہین اور واقعی اگر آپ اسکی تفصیل کردین تو سو حادین سے ملاقات اور احباب خاص کی طلسمی فہرست جو آیندہ ایک بڑے عالم خاص کی بنیاد قائم کرنیکے لئے مرتب کیگئی ہے بالکل غارت اور برباد ہو جائے۔ مگر ہم مجبور ہین۔ حقیقت حال کا انکشاف کئے بغیر ہم نہین رہ سکتے چنانچہ یہ پورا قصہ تو ہم حضرت حمزہؑ کے اسلام لانے کے متعلق لکھین گے۔ یہان ہم صرف اسکے متعلق اوتنی ہی عبارت اور اسکی تفصیل ذیل مین درج کرتے ہین جسکو آپنے اصل واقعہ سے نکال دیا ہے۔ اور عربی ماخذون کی اصلی عبارتون کے ترجمون مین خواہ مخواہ قطع و برید کردی ہے۔ دیکھئے آپ لکھتے ہین۔ ایک دن ابو جہل نے رو در رو گستاخیان کین۔ ایک کنیز دیکھ رہی تھی۔ حضرت حمزہؑ شکار سے لوٹے تو اوس نے یہ ماجرا کہا۔ حضرت حمزہؓ غصہ سے بیتاب ہوگئے۔ تیر و کمان ہاتھ مین لئے حرم مین آئے اور ابو جہل سے کہا کہ مین مسلمان ہوگیا۔

شبلی صاحب کی مندرجہ بالا عبارت کو دیکھکر جو حقیقتًا ایک مضمون ہے جس کی صرف ابتدا ہے خبر ندارد۔ ہر شخص سمجھ لیگا

کہ حضرت حمزہؓ غصہ سے بیتاب ہو گئے۔ تیر و کمان لئے حرم میں آئے اور ابو جہل سے کہا کہ میں مسلمان ہو گیا ہون۔ مگر تاہم اوسکو آپ سے یہ پوچھنے کا حق باقی رہ جائے گا کہ حضرت حمزہؓ غصہ سے اتنی بیتابی کی کیا وجہ تھی۔ اگر ابو جہل کی گستاخیان اسکی باعث تھین تو پھر ان بیتابیون کا نتیجہ کیا نکلا۔ کچھہ بھی نہین۔ جب آپ کے لکھنے کے مطابق اسکے نتیجہ پر غور کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ بالآن شوراشوری و بایں بے نمکی۔ یہ خالی دہمکی تھی اور زبانی پرجوشی تھی۔ تیر و کمان لئے یہ کھڑے کے کھڑے رہ گئے اور کچھہ بھی نہ کر سکے نہ معلوم وہ غصہ کیسا تھا اور کیا ہوا۔ اوسکی بیتابی کیسی تھی اور کیا ہوئی۔ ان امور پر غور کرنے کے بعد ہر شخص آپ کے مُنہ پر کہدیگا کہ آپنے اپنی اس عبارت مین ایک واقعہ کی مُبتدا کو تو لکھا۔ لیکن اوسکی خبر کی کوئی خبر نہ لی۔

اب مین اوس ابتدا کی خبر لکھکر بتلائے دیتا ہون کہ اس واقعہ کے نتیجہ سے حضرت حمزہؓ کی حمایت و رفاقت نبوی ؐ جو حقیقتاً قرابت و یکجہتی کے اصلی مقصود مین پورے طور سے ثابت ہوتی ہین۔ ابن ہشام۔ طبری۔ قسطلانی۔ اور زرقانی بیک لفظ لکھتے ہین۔

فاحتمل حمزة الغضب لما اراد الله به من كرامته فخرج سريعا لا تقف على احد كما كان يصنع يريد الطواف بالكعبة معدّا لابي جهل اذا لقيه ان يقع به فلما دخل المسجد نظر اليه جالسا في القوم فاقبل نحوه حتى اذا قام على راسه رفع القوس فضربه بها ضربه فشجه بها شجة منكرة - طبری ۱۱۸۸-ابن ہشام ۹۹ زرقانی ۹۹	حضرت حمزہ غصہ سے بیتاب ہو گئے کیونکہ قدرت خدا نے انکے اس غیظ کی حالت خاص سے اظہار کرامت کا ارادہ فرمایا تھا۔ اسلئے صورت حال سنکر آپ نہایت تیزی سے گھر چلے۔ اور جیسا کہ طواف کعبہ کرتے وقت آپ کا دستور تھا اوس دن اوسکے خلاف آپ حاضرین کعبہ مین کسی ایک کے پاس بھی نہ ٹھیرے کیونکہ آپکا مدعا ابو جہل سے صرف ملنے کا تھا۔ مسجد حرم مین پہونچے ابو جہل اپنی قوم کے چند لوگون کے ساتھہ بیٹھا ہوا تھا آپ سیدھے اوسی کیطرف بڑھتے ہوئے چلے آئے

یہان تک کہ آپ اوسکے سر کے بالکل قریب آگئے۔ اپنی کمان (غالباً لوہے کی ہوگی) اوٹھائی اور اوس سے اوسکو ایک ضرب شدید لگائی۔

غصہ کی شدت اور انتقام کی پرجوشی کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ منتقم مقابل مخالف کو اوسوقت تک وجہ انتقام نہین بتلاتا جبتک کہ فعل انتقام کو عملی صورت مین انجام تک نہین پہونچا لیتا یہی کیفیت غصہ کی بیتابی سے حضرت حمزہؓ کی ہوئی۔ جب ابو جہل کو مار چکے یا یون کہو کہ اوس سے انتقام لیچکے یا اسکو اُسکی گستاخی کی سزا تک پہونچا چکے تو اوس سے بالفاظ طبری یون ارشاد فرمایا۔ اتشتمه وانا على دينه (ارے دیکھہ۔ تو نے جسے گالیان دین مین اوسی وقت سے اوسکی دین مین آگیا) دنیا کے انصاف پسند اور حق بین حضرات دیکھہ لین شبلی صاحب نے پیمبرؐ کے ایسے دلسوز اور جان نثار احباب خاص کی سرفروشی اور جان نثاری کی خدمات کو کیسا چھپایا ہے اور قطع و بُرید فرما کر کیسا غارت کیا ہے۔ کیا شبلی صاحب پیغمبر صلعم کے ایسے جانثار اور معین و مددگار کو احباب خاص اور ملاقات رکھنے والے حضرات کی فہرست مین نہین لے سکتے تھے ؟ کیا قبل اسلام اونکی یہ جان نثاری اور حمایت رسولؐ اونکی محبت خاص اور اختصاص کو ثابت نہین کرتی۔ کیا یہ واقعات ثابت نہین کرتے کہ خود اوسوقت رسول اللہ صلعم کے گھر مین اونکے پسینہ پر اپنا خون گرانے والے موجود تھے۔

اسی طرح اعمام مین حضرت عباس کا نام بھی ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھہ اونکے تعلقات اور جذبات بھی

اوسی مقدار و اعتبار پر یقین کیے جائینگے جتنے اور جیسے حضرت حمزہ ع کے - یہ وہی بزرگ تھے جن سے قبل رسالت آنحضرت صلعم نے حضرت ابیطالب کی عیالداری اور ناداری کی حالتون مین اعانت وکفالت کی درخواست کی تھی اور خاص مجلس مشورت قایم کر کے عقیل کو ابیطالب کے پاس رہنے دیا - علی ع کو اپنے پاس رکھ لیا اور جعفر کو اونکے (عباس) حوالہ کر دیا تھا شبلی صاحب کے پاس اتنا ول درد مند کہان جو بنی ہاشم کے ان باہمانہ اور دلسوزانہ جذبات یکجہتی اور تعلقات قلبی کو قدر کی نگاہون سے دیکھتے اور قابل الذکر سمجھتے - آپ کو تو ہمیشہ ذکر اغیار سے لطف آتا ہے - اور اسی بنا پر آپنے اس واقعہ کا ذکر بھی سیرۃ النبی مین نہین کیا ہے - اور کیون کرنے لگے؟ لیکن حقیقت نے اپنا انکشاف کرا ہی لیا - اور حضرت عباس کی نسبت غزوۂ بدر کے آخر مین آپکے قلم سے اتنا نکل گیا ہے کہ

دوسری طرف محبت کا یہ اقتضا تھا کہ حضرت عباس ع کی کراہ ستکرات کو آپ آرام نہ کرسکے - لوگون نے گرہ کھولی تو آپنے آرام فرمایا - سیرۃ النبی جلد اول ص ۲۴۳

اب آپ ہی تصفیہ فرمائین کہ جس کی محبت کے تقاضے اس حد تک پہونچے ہوئے ہون کہ اوسکی تکلیف کی وجہ سے رات بھر رسول اللہ صلعم کو نیند نہ آئی - جب اوسکی تکلیف رفع کر دیگئی تب رسول صلعم نے آرام فرمایا - تو کیا ایسا شخص اصحاب خاص کی تعریف مین نہین آسکتا؟ لیکن شبلی صاحب مجبور تھے - ان واقعات کو کیسے لکھتے - حضرات حمزہ اور عباس - دونون صاحب بنی ہاشم تھے - اہلبیت ع کے دائرہ مین شمار ہوتے تھے - جنکے ذکر و نام سے شبلی صاحب کو چھینک آتی ہے -

حمزہ ع اور عباس - اتمام آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ السلام کے حالات تمام کرکے آپ کے بھائیون کے حسن خدمات ملاحظہ ہون -

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھائیون مین عبید اللہ بن حارث بن عبد المطلب بھی اوسی گھر مین تھے - اس بزرگ کے حالات اور یقین تو معرکہ بدر مین پڑھ لئے جایئن - آپ خود لکھتے ہین -

عتبہ حضرت حمزہ سے اور ولید حضرت علی ع سے مقابل ہوا - عتبہ کے بھائی شیبہ نے حضرت عبیدہ کو زخمی کیا حضرت علی نے بڑھکر شیبہ کو قتل کر دیا اور عبیدہ کو کندہے پر اوٹھا کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت مین لائے - عبیدہ نے آنحضرت صلعم سے پوچھا کہ کیا مین دولت شہادت سے محروم رہا - آپ نے فرمایا نہین تم نے شہادت پائی - عبیدہ نے کہا آج ابوطالب زندہ ہوتے تو تسلیم کرتے کہ اون کے اس شعر کا مستحق مین ہون ونسلمه حتی نصرع حوله - ونذهل عن ابنائنا والحلائل - ہم محمد کو اوسوقت دشمنون کے حوالے کردین گے جب ہم اون کے آگے گر کر مرجائین گے - اور ہم محمد کے مقابلہ مین اپنے بیٹون اور بیبیون کو بھول جایئنگے سیرۃ النبی ص ۳۸۷

اس جان نثار اور فدائی بھائی کے یہ قلبی جذبات ہین اور عملی خدمات - جنکو لکھکر آپ خود اقرار کر چکے ہین - یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ باستناد زرقانی اور ابن ہشام - اسوقت اون تمام ہاشمیون مین جو رسول اللہ صلعم کی رفاقت مین جان نثاری کو حاضر تھے -

یہ سب سے کبیر السن تھے۔ انکا سن اسوقت ترسٹھ[۱۳] برس کا ہو چکا تھا حضرت حمزہ[۱۴] آنکے چچا ہوتے تھے لیکن ان سے آٹھ برس سن مین چھوٹے تھے غزوہ بدر مین حضرت حمزہ کا سن ۵۸ برس کا بالاتفاق ثابت ہے۔ اسکے علاوہ اگر قبل و بعد اسلام کی بھی بحث پیش کیجاوے تو انکا اشعار ابیطالب کو پڑہنا اور اپنے جذبات و خدمات کو اونکے مطابق تبلانا ثابت کر رہا ہے کہ اونکی یہ سر فروشانہ خدمات موجودہ حالات کے اثر سے نہین پیدا ہوئی ہین۔ بلکہ یہ تعلقات و جذبات اوسیوقت سے اپنی قدامت و اہمیت کا حقیقی ثبوت دیتے ہین جسوقت سے ان اشعار کے اصلی مصنف نے ان کو نظم فرمایا ہے۔ اور اونھین احساس و اختصاص سے ان خدمات کے روحانی تعلقات وابستہ تھے۔ جنکے زیر اثر ہوکر شاعر نے یہ اشعار نکالے تھے۔ اور اپنے دل کی ترجمانی کا کام اپنی زبان و بیان سے لیا تھا لیکن افسوس ہے شبلی صاحب کے دل مین ان غریبون کی طرف سے اتنا درد اور اتنا احساس کہان ان جذبات پر ان خدمات پر غور کی نظر ڈالین اور آنکی قدر کرین اور احباب خاص مین آنکو بھی شمار فرمائین۔

اس فدائی بھائی کی طرح ایک فدائی بھائی گھر مین ابھی اور بھی تھا۔ وہ حضرت جعفر بن ابیطالب[ؑ] تھے یہ غریب تو عبیدہ مرحوم کے خلاف قبل اعلان نبوت سے لیکر ہجرت کے آٹھوین سال تک برابر بھائی کی خدمت مین سر بکف جان نثاری کیلئے حاضر رہے یہان تک کہ آپ ہی کے تحریر اقراری کے مطابق "غزوہ موتہ مین (جعفر) اس بے جگری[۵] سے لڑے کہ زخمون سے چور ہوکر گر پڑے" اس قدیم رفیق رسالت کو اور اوس کے حسن خدمت کو آپ بھی جانتے ہین اور دنیا بھی جانتی ہے۔ یہ وہی قدیم رفیق ہے جو اعلان نبوت اور اظہار اسلام سے برسون پہلے پیغمبر صلعم کی خلوت اور جلوت مین برابر حاضر رہا۔ یہانتک کہ آپ کے ساتھ عبادت الٰہی مین بھی اوسوقت سے شریک تھا جب مشرکین قریش کے خوف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علانیہ نماز نہین پڑہ سکتے تھے ہجرت اور ترک وطن و مفارقت احباب کے مصائب اوٹھا کر مکہ معظمہ سے مصر گیا۔ نجاشی کے دربار مین مہاجرین کی طرف سے ترجمان بنا۔ ابوسفیان اور عمرو عاص وغیرہ سفرائے مشرکان قریش کی تعریضات کا کلہ بکلہ اسی نے جواب دیا کامل چھ برس تک غیر ملک اور غیر قوم مین بال بچے لئے پڑا رہا عین فتح خیبر کے موقع پر حاضر ہوکر قدمبوس رسالت ہوا جناب رسالتمآب صلعم نے بچھڑے ہوئے بھائی کو گلے سے لگا کر فرط مسرت سے ارشاد فرمایا کہ خدایا مین تیری کس کس نعمت پر شکر و مسرت کا اظہار کرون۔ تعلقات خیبر کی فتوحات پر یا جعفر سے ملاقات پر۔ دیکھئے خاتمہ حضرت جعفر کے احوال مین شبلی صاحب خود قمطراز ہین۔

حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس واقعہ (شہادت جعفر[ؓ]) کا سخت صدمہ ہوا۔ حضرت جعفر سے آپ کو خاص محبت تھی۔ سیرۃ النبی جلد اول ص ۳۷۲

---

[۵] اظہار شجاعت و دلیری کے مقامات پر بے جگری کے خلاف جگرداری کا لفظ زیادہ موزون تھا جو زبان و محاورہ کے مطابق تھا اگر جی چھوڑ کر لڑنے کے طرف شمس العلماء صاحب کا خیال گیا ہے تو پہلے جی اور جگر کے فرق کو سمجھ لینا تھا۔ اسلئے یہان بے جگری کا لفظ بالکل ناموزون بے موقع اور خلاف محاورہ ہے المؤلف عفی عنہ

افسوس ہے کہ ایسا رفیق اور جان نثار بھائی جس سے محبت خاص رکھی جانے کا شبلی صاحب خود اقرار فرماتے ہین احباب خاص کی فہرست خاص سے کیون قلمزد کردیا گیا؟ العلم عند اللہ

ہم اپنے موجودہ سلسلہ بحث منقدانہ کو تمام کرتے ہین اور شبلی صاحب کو تبلادیتے ہین کہ آپ کی دونون سرخیان اور آپ کے دونون عنوان ،موحدین سے ملاقات کی تفصیل اور احباب خاص کی فہرست دونون تراید از بیان ہین جنکو آپ نے اپنی ضرورت خاص سے ایجاد کیا ہے۔ ورنہ کسی متقدمین یا متاخرین صاحب سیر و تاریخ نے اپنی تصنیفات و تالیفات مین نہ یہ ابواب قائم کئے ہین اور نہ یہ عنوان۔ اسمین کلام نہین کہ بسبیل ذکر رسول اللہ صلعم سے اُن لوگون کے ملنے کا ذکر آیا ہے لیکن اونمین کچھ ایسی خاص اہمیت نہین ہے جو کہ کے قابل سمجھی جاوے۔ مگر علمائے محدثین نے جو کلام و مناظرہ کی رنگ آمیزیون پر زیادہ متوجہ تھے۔ اون حضرات نے حضرت ابوبکر اور زید بن عمر بن نفیل کے شمول نام سے بیجا نفع اوٹھانے کا ارادہ کیا ہے۔ حالانکہ یہ تقیدی عبارت اور آپ کے خاص اقرار و اعتراف سے نہ اسکی کوئی حقیقت ثابت ہوتی ہے اور نہ اصلیت پھر یہ کیون لکھے گئے؟ باعث وہی ہے۔ خودغرضی اور تقلید اسلاف۔ کہ حضرت ابوبکر کی قدامت رفاقت ثابت ہو اور زید بن عمر بن نفیل سے قدیم صحبت حالانکہ یہ کوشش بھی محض بیکار ہے۔ رفاقت اور صحبت سے اکیلے کام نہین نکلتا۔ انکے ساتھ اور چیزین بھی ضروری اور لازمی ہین جنکی تفصیل کا نہ یہ موقع ہے اور نہ یہ مقام۔

تاریخ و سیر مین جس غرض سے اُنکا ذکر کیا گیا ہے وہ صرف اتنی ہی ہے کہ اوس زمانہ مین جو لوگ بت پرستی سے کراہت رکھتے تھے اون مین فطرت صالحہ کے حقیقی جوہر تو کہان۔ ہان اونمین عقل سلیم کا کسیقدر مادہ آچلا تھا اور یہی اونکی کراہت اور انکار بالطبع کا باعث ہوا تھا۔ صرف اتنی نوعیت خیال کی وجہ سے جاہل لوگون کو اون پر محققین وحدت ہونے کا عام گمان ہو گیا تھا مگر بات یہ ہے کہ اون جاہلون مین اوسوقت وحدانیت کے علم جاننے والا کون تھا۔ جو ان لوگون کے علم توحید کی پوری حقیقت کو جانچتا اور اصل توحید کے اصول سے اونکے معلومات کو مقابل کرتا۔ اصل توحید کے مُبلّغ اور اوسکی خالص تعلیم کے متمم کا اوس زمانہ مین ظہور ہو چکا تھا اور توحید کامل کی تلقین اوسکے مقدس وجود کا اصل مقصود تھا۔ اس بنا پر جناب رسول اللہ صلعم قبل رسالت ان لوگون سے بعض اوقات ملتے تھے۔ یا وہ آپ کی صحبت سے مستفید ہوتے تھے۔ جیسا کہ سیر و تاریخ مین لکھا ہے۔ ان مجالسات و مکالمات مین حضرت رسالت مآب صلعم کو صرف اونکی حقیقت توحید کا تفحص مقصود تھا۔ نہ اونکے خیالات و جذبات سے کوئی اثر پذیری منظور تھی اور نہ اونکی غلط توحید دانی پر حرف گیری۔ اسی آمد و رفت سے آپ نے اوس زمانہ کے مشہور موحدین کے کمال معرفت اور علم توحید کے مبلغ و مایہ کو پورے طور سے اندازہ کر لیا اور خوب سمجھ لیا کہ ؎ این راہ کہ میروی بترکستان است۔ لیکن چونکہ اعلان نبوت اور اجرائے احکام رسالت کے لئے اوسوقت تک ماذون نہین ہوئے تھے۔ اس لئے ان لوگون سے کوئی تعریض نہین فرمائی گئی اور اون کو اونکے خیالون پر چھوڑ دیا گیا۔

موحدین سے ملاقات اور احباب خاص کے پیدا کرنے کی حقیقت تو اتنی تھی۔ اب شبلی صاحب اسکو جتنا نہ بنالین

لیکن بناتے وقت اتنا ضرور خیال رکھیں جیسا کہ ہم اوپر بتلا آئے ہیں کہ اگر اس میں ذرا بھی اہمیت دی گئی تو رسالت کی کامل اور خالص توحید دانی میں بیرونی اور خارجی اقتباسات واکتسابات کے نقص پیدا ہو جائیں گے۔ جو سراسر مناقص شان رسالت ہیں یہ تو صرف موحدین سے ملاقات رکھنے کی حقیقت دکھلا کر ہمکو یہ بحث کرنی تھی۔ اب ہم احباب خاص کی نسبت بھی بالاختصار نظریہ لکھکر اس بحث کو بھی تمام کئے دیتے ہیں۔ ہم نے اپنے تنقیدی بیان میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یگانوں میں اکثر بزرگواروں کے حالات اور اونکے محاسن خدمات آپ ہی کے اظہار واقرار سے لکھکر بتلا دیا ہے کہ ان اوصاف کے اعتبار سے شبلی صاحب کو احباب خاص کی فہرست تیار کرتے وقت بہت سے حضرات مل سکتے تھے جو آپ کے تجویز کردہ لوگوں سے اوصاف آدب اور خدمات کے اعلیٰ اعتبار وامثال سے احباب خاص ہونے کے قابل تھے۔ اور حقیقتاً تھے بھی ایسے ہی۔ آپ کا یا کسی کا استغنا و انکار گوشت سے خون کو علیحدہ نہیں کر سکتا۔ آپ یا کوئی اور عالم اس سے لکھے یا نہ لکھے سکے یا نہ کہے یہ روحانی تعلقات اور فطرتی مسلمات۔ نہ اظہار کے طالب ہیں نہ اقرار کے طلبگار شبلی صاحب نے بڑی فروگذاشت کی جو ان بزرگوں کو احباب خاص کی فہرست سے قلمزد کر دیا۔ حالانکہ ان حضرات سے بڑھکر کسی کو آپ کے احباب خاص ہونیکا اوسوقت نہ حق حاصل تھا اور نہ دعویٰ۔

افسوس ہے کہ شبلی صاحب نے انکے قبل اسلام حالات و واقعات پر غائر نظر نہیں ڈالی یا اونکو اپنی ضرورت خاص سے زائد سمجھکر مطلقاً دیکھا بھی نہیں ورنہ آپ کو معلوم ہو جاتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق وتائید کرنے والے ہر بات پر جان دینے والے اونکے گھر ہی میں خدا کے فضل وکرم سے اتنے تھے کہ آپ کو کسی بیرونی اور خارجی معاون۔ مددگار اور طرفدار کی ضرورت نہیں تھی۔ احباب خاص سے خصوصیت پیدا کرنے کی محتاجی تھی۔ نہ مصاحب عام سے مصاحبت کی مجبوری آخر میں آپ کو یہ بھی ملحوظ رہے کہ عقاید اسلام کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آبا کرام اور بنی ہاشم بخلاف دیگر اقوام وقبائل قریش۔ طریقۂ توحید پر متمسّل تھے۔ گو وہ توحید توحید اسلام کے مقابلہ میں کتنی ہی قلیل اور بے مقدار ہو جیسا کہ اکثر بزرگان بنی ہاشم کے متعلق آپ سیرۃ النبی میں خود اعتراف فرما چکے ہیں۔ ہم اس بحث کو پوری تفصیل کے ساتھ عنقریب بیان کریں گے۔

اسباب رسالت آغاز نبوت کی تفصیل حالات سے پہلے ہمکو جناب ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کے اسباب اور وجوہات پوری تفصیل وتشریح کے ساتھ لکھدینے نہایت ضروری ہیں۔ اسلیئے کہ عالم اسباب میں ہر شے کے نظم کے لئے ایک سبب کا ہونا ضروری ہے۔ نظم دنیاوی کس شمار میں ہیں جب نظام آسمانی کیلئے ایک سبب خاص کا ہونا ضروری تسلیم کر لیا گیا ہے۔ ایک وجہ تو یہ ہوئی۔ دوسری یہ ہے کہ تفویض رسالت کی نسبت وہ اسباب ضروریات اونکے اصلی واقعات اور حقیقی مشاہدات کے ساتھ دکھلا دینا اور بتلا دینا نہایت ضروری ہیں جنکی ناگزیر اور غیر متحمل موقعوں پر قدرت کو ایک جدید اور ایک تازہ پیغمبر کی ضرورت ہوتی ہے۔ اخبار واسفار قدیمہ (توریت وانجیل) سے قدرت کے ان انتظامات کا سلسلہ وار

اور نہایت استوار ثبوت ملتا ہے۔ اور اسیکے ساتھ ساتھ وہ ضرورتین بھی نہایت وضاحت سے معلوم ہوجاتی ہین جو قدرت کے لئے تفویض رسالت کے باعث اور اسباب قرار پاتے ہین۔ اگر تھوڑی دیر کیلئے کتب قدیمہ مین ان واقعات کو دیکھنے کی زحمت گوارا کرلیجائے تو نہایت آسانی سے حقیقت کا انکشاف ہوجائیگا ان دو وجہون کے علاوہ آغاز رسالت سے پہلے اسباب رسالت بیان کرنے کے لئے ہمکو ایک وجہ اور ایک ضرورت خاص جو ہماری دونون مندرجہ بالا ضرورتون سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہمکو اوس رسولؐ کے حالات اور اوسکی رسالت کے اسباب خاص بیان کرنے ہین جو بقول شبلی صاحب مسیح علیہ السلام کی طرح صرف تبلیغ دعوت پر کفایت کرنے نہین آیا تھا۔ یا حضرت کلیم کی طرح صرف اپنی قوم کو لیکر مصر سے نکل جانے کی غرض سے نہین تعین فرمایا گیا تھا۔ وہ خاتم الانبیا تھا صلوٰۃ اللہ علیہ وآلہ اور بیشک خاتم الانبیا بنا کر اسی لئے بھیجا گیا تھا کہ دنیا کے تمام خطرات و مفسدات سے خود سلامت رہکر عرب اور نہ صرف عرب بلکہ تمام معمورۂ عالم کو اپنی انوار رسالت اور آثار ہدایت سے پرنور فرمادیتا۔ شریعت بھی اوسی سے وابستہ تھی اور انتظام سیاست بھی۔ اس بنا پر اس ذات مقدس کی ذمہ داریان اون تمام بزرگوارون سے بدرجہا بڑہی ہوئی تھین۔ یہ لازمی ہے کہ اون کے اسباب بھی اپنے مقدار مین بڑہے ہون۔

شبلی صاحب تو ہمیشہ اشارون سے کام لیتے ہین اور تفصیل دوسرون پر چھوڑ دیتے ہین۔ مندرجہ بالا عبارت مین ضرورت اور اسباب رسالت آنحضرت صلعم کو مبہم طریقہ سے بتلا تو گئے اور کتب عہد عتیق وجدید کی گذشتہ شریعتون پر شریعت قرآنی کی ترجیح بھی دکھلادی گئی ہے۔ لیکن اشارات وکنایات تک اصل مدعا کو اس حد تک محدود و مخفی رکھا گیا کہ کوئی سمجھا اور کوئی نہ سمجھا۔ حالانکہ یہ موقع ان امور کی خاص تفصیل اور کامل تشریح کا ہے ورنہ بیان مین دعویٰ بے دلیل ہونیکا نقص لازم آئے گا۔

خیر آپ نے ضروریات تفصیل پر توجہ نفرمائی۔ اور واقعات رسالت ہی کی تفصیل سے ابتدا کردی۔ یہ آپ کا خاص مختار تالیف ہے۔ لیکن ہم نے واقعات رسالت کے آغاز سے پہلے اسباب و ضروریات رسالت کے بیان کو ضروری یقین کرلیا ہے۔ اور اون اسباب مین اس آخر سبب وضرورت کو مفصل طور پر لکھدینا سب سے زیادہ اپنے لئے ضروری سمجھ لیا ہے جس سے خاص طور پر مسیحی دنیا کو معلوم ہوجائے کہ جس شریعت کو وہ بالکل ناقابل اصلاح غیر مبدل ابدی اور سراپا آسمانی حکومت یقین کئے ہوئے تھے۔ وہ اصولاً اپنے مبلغ اور معلم کی اصلی تبلیغ اور حقیقی تعلیم سے چھ سو برس کی مدت مدید مین تعصب حسد نفسانیت اور خود غرضی کی غلط کاریون سے تباہی وبربادی کے آخر کنارون تک پہونچ گئی تھی اور ایسے خراب ہوگئی تھی کہ اوسکی موجودہ خداپرستی اور بت پرستی مین کوئی فرق باقی نہین رہا تھا۔

ہم کو یہ بھی لکھدینا ضروری ہے کہ عیسائیت ہی پر منحصر نہین۔ اوس زمانہ کی عام تاریکی مین تمام مذاہب قدیمہ کی ایسی ہی خراب حالت تھی لیکن چونکہ اوس زمانہ مین تمام مذاہب پر عیسائیت غالب تھی اسلئے سب سے زیادہ اسکی تفصیلی کیفیت کا بیان ہمارے لئے ضروری ہے کیونکہ ہمارے موجودہ موضوع تالیف مین ہمکو عیسائی معترضین کے تمام مغویانہ اور متعصبانہ حملات کی تفصیل پر ایک ایک قدم پر پیش آئی گی

جیساکہ ہمارے گذشتہ بیان سے ظاہر ہوچکا اور آیندہ ظاہر ہوتا جائیگا شریعت کی تباہکاریون کے ساتھ انکی سیاست کی سیاہکاریون کی تفصیل بھی نہایت ضروری ہے۔ اسلئے کہ یہ مصلح کائنات علیہ وآلہ التحیات۔ کلیات عالم کے دونون مجموعون کو بیکجا اور بیکوقت درست ومرتب فرمانے کے لیئے بھیجا گیا تھا۔

شبلی صاحب کی طرح اکثر اسلامی مورخین نے ان مضامین کی تفصیل کو اسوجہ سے ضروری نہین سمجھا ہے کہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ممالک غیر کے اقوام ومذاہب کے حالات وواقعات کو جو بجائے خود مشاہدات کے معیار تک ثابت ہین بیان کرنا بیضرورت ہوگا لیکن علی الاکثر مصنفین ومولفین نے ان امور کی تفصیل کو بھی اپنی تصنیفات وتالیفات کا جزو ضروری سمجھا ہے۔ اپنی موجودہ تالیف مین مین نے اپنا بھی یہی مختار قایم کیا ہے۔ اور مندرجہ بالا تفاصیل کو نہایت ضروری سمجھا ہے۔ اس موضوع خاص مین۔ مین نے عربی۔ فارسی۔ اُردو اور انگریزی کے اکثر ماخذون کو بالاستعیاب دیکھا ہے کسی اسلامی مولف نے اس مضمون کو ایسی وضاحت اور تفصیل سے نہین لکھا ہے جیسی تصریح وتشریح۔ فخر قوم ووطن رائٹ آنریبل مسٹر سید امیر علی سی۔ آئی۔ ای۔ بالقابہ نے اپنی کتاب اسپرٹ آف اسلام مین

اکثر حضرات کو یہ شبہ ہوگا کہ اسلامی واقعات وکارنامجات کی تائید مین اسلامی مولفین کے مختار وآرا کو پیش کرنا۔ استدلال کلامیہ کا ضعیف اور نامقبول طریقہ ہے لیکن ہم انکو باور کراتے ہین کہ مولف ممدوح کے تمام بیانات نہ اونکے خاص مختار ہین اور نہ اونکے خاص آرا واقوال۔ بلکہ بالکل یوروپین مولفین ومصنفین قدیم وجدید کے خاص اقتباسات ہین اور اعترافات اسلئے حقیقتاً نہ وہ اسلامی مولفین کی تحریر ہین اور نہ اونکی تائید۔ جیساکہ عنقریب اصل عبارت سے بتفصیل ظاہر ہوگا اس تفصیل مین مولف ممدوح نے جو ترتیب بیان قایم کی ہے ہم اوس مین کسی قسم کی مداخلت کو مناسب نہین سمجھتے۔ بلکہ اُسی ترتیب وترکیب کے ساتھ پہلے دین مسیحی کی تمام خرابیون کو بالترتیب سنین دکھلائین گے اور تمام اقطاع عالم مین اسکی بدنظمی اور بدعملی کو بتلاکر آخر مین جزیرہ نمائے عرب مین اسکی (عیسائیت) خراب حالت اور وہان کی ملکی اور قومی خرابیون کو بالتفصیل بیان کرینگے۔

مذہب یہود کی زوال پذیر حالت | یہود کو شاہان بابل کے قید سے مخلصی پائے ہوئے گیارہ صدیان گذر چکی تھین اور اس مدت مدید مین اونکے حالات مین بیشمار اختلافات پیدا ہوچکے تھے۔ مصائب وشدائد کے وہ سلسلے جو حضرت موسیٰ ع کی تباہ شدہ قوم کو پیش آتے گئے۔ وہ ٹیٹوس[۵] اور ہاڈرین[۵۲] کی لڑائیون کے موقع پر اپنی انتہائی درجون تک پہونچ گئے تھے۔ لامذہب حکومت

[۵] ٹیٹوس (طیطوس) اس کا اصلی نام (FLAVIOUS SABISWSUSVESPASINUS) فلیویوس سبیلیوس وسپاسیانوس) ہے۔ ایک رومن بادشاہ تھا۔ سپاسین نامی شاہ رومن کا بیٹا تھا۔ یہ اپنے باپ کے عہد مین سپہ سالار تھا اور محاصرہ بیت المقدس مین اس نے بڑی ناموری حاصل کی۔ اس نے ۷۹ء مین تخت حکومت پایا۔ شباب کے زمانہ مین یہ وارستہ مزاج اور فضول خرچ سمجھا جاتا تھا اسوجہ سے لوگون کو خوف تھا کہ یہ اپنے زمانہ شاہی مین ایک دوسرا نیروس ثابت ہوگا لیکن اوسکے مابعد کے اعلیٰ درجہ کے اطوار سے ثابت ہوگیا کہ اوسکی نسبت

روم نے اونکے تمام معابد کو مسمار کر دیا اور اونکی قومیت کو آگ اور خونریزی کے ذریعون سے بالکل نیست و نابود کر دیا عیسائی حکومت قسطنطنیہ نے بھی بیرحمانہ غیظ و غضب کے ساتھ اونکا تعاقب کیا لیکن باایںہمہ اونکے گذشتہ مصائب آیندہ کے لئے اونکو کوئی اچھا سبق نہ دے سکے ۔ انکے یہ تمام ذاتی مصائب بھی جو اونھون نے اپنے بیرحم تعاقب کرنے والون کے ہاتھون اوٹھائی تھی اونھین انسانیت اور اطمینان سے رہنے کی قدر و منزلت نہ سکھلا سکے ۔ اونکی خونخوارانہ بیرحمیان جو اونھون نے مصر سائپرس اور سارین کے شہرون مین ۔ وہان کے بے قصور باشندون کے ساتھ محض مکارانہ اور مفسدانہ طریقون سے کی تھین وہ اون کے خوفناک طریقہ بغاوت کا ثبوت دیتی ہین ۔ سلسلۂ اسرائیلی تقریباً بالکل تباہ و برباد ہو چکا تھا ۔ اوسکی قوم کے لوگ تمام روئے زمین پر پریشان و بے سامان مارے پھرتے تھے ۔ دور دور از قطعات عالم مین اپنی پناہ و محافظت کی مقامات ڈھونڈھتے پھرتے تھے لیکن اسکے ساتھ ہر گوشہ اور ہر مقام پر اپنا وحشیانہ غصہ غیر مغلوبانہ نخوت ۔ بغاوت خیز قلب کی شدت اور قساوت لئے جاتے تھے ۔ جن کا عیب و الزام اونکو ایک بیشمار سلسلہ انبیا کے ذریعہ سے برابر لگایا گیا اور بتایا گیا تھا ۔ غیر ممالک مین بھی یہودیون نے اپنے مامن کے مقامات مین اپنی گذشتہ حرکات کے مناظر پیش کر رکھے تھے ۔ اگرچہ تمام قوم یہود کو پھر اپنے دن پھرنے کی اُمید ضرور تھی ۔ مگر وہ اُمید بھی ایک طرف غیر مغلوبانہ تعصب اور ایک طرف احقیر و سانہ تعیشات و اسرافات کی خواہشون سے مخلوط تھین ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئے بھی اور چلے بھی گئے لیکن اس قوم کے لوگون پر اپنا کوئی نمایان اثر نہ پہونچا سکے ۔ وہ طفل نبوت (حضرت عیسیٰؑ) صرف نزول مسیحاء کے اون خیالون مین (اور ردّ و قبول کی حالتون مین) پیچیدہ رکھا گیا ۔ جو اندنون تمام اقصائے

حاشیہ صفحہ گذشتہ یہ تمام خیالات محض بے اصل تھے ۔ اور بالآخر تمام طبقۂ رعایا مین وہ اسقدر ہر دلعزیز ہوا کہ اوسکو بنی نوع انسان کی مسرت عام کا لقب دیا گیا ۔ سنہ [illegible]ء مین پیدا ہوا اور [illegible]ء مین مرگیا ۔ (Beeton's Hist (T) P 837)

۵۲ ہاڈرین یا آڈرین ۔ اصلی نام اس کا پبلیوس ایلیوس (Publius Aelius) شاہان روم مین بہت عظیم الشان بادشاہ گذرا ہے ۔ اس نے حکومت مین نہایت اعلیٰ قابلیت دکھلائی ۔ پہلے اسنے فوج کی ملازمت اختیار کی اور ایک مجاہدین مذہب کے رسالے مین داخل ہو گیا ۔ لیکن اس نے سبینہ (Sabine) شاہ طرجان (Trajan) کی لڑکی کے ساتھ شادی کر لی اور اوسکو جنگ مین اپنے ساتھ لیتا گیا پھر بالتدریج وہ علاقہ پینونیا (Pinonia) اور وہان کی کونسل کا گورنر مقرر ہوا ۔ سنہ ۱۱۷ء مین شاہ طرجان کے مرنے کے بعد وہ تخت نشین ہوا ۔ اس نے شاہان فارس سے صلح کر لی اور رعایائے روم کا قرض ادا کر دیا کسی بادشاہ نے خاص طور پر سیاحت کر کے ملک کے اندرونی حالات سے اتنی واقفیت نہین پیدا کی تھی جتنی آڈرین نے ۔ اوس نے پا پیادہ دور دراز مقامون مین سفر کیا اور تمام ملک کے علاقہ کو خود ملاحظہ کیا ۔ سنہ ۱۲۰ء مین اوسنے علاقہ گال کی سیر کی ۔ اور وہان سے برطانیہ مین آیا یہان آکر اوس نے سالوی فرتھ (Solway Firth) سے لیکر دریائے ٹائن (Tyne) کے دہانے تک ایک دیوار تیار کرا دی ۔ یہ دیوار اس غرض سے بنائی گئی تھی کہ رومن کا علاقہ کلیڈونین کے حملات سے محفوظ رہے ۔ برطانیہ سے کوچ کر کے وہ ممالک افریقہ اور ایشیا مین گیا ۔ سنہ ۱۲۵ء مین اوس نے ایلوسینین (فرقہ باطنیہ) شہر ایتھنس (ایتھنس) مین نام لکھوایا ۔ اور یونانیون کے عقاید متوہمہ کے مطابق اس شمول کے ذریعہ سے اوس نے اپنے مرنیکے بعد باغ الیشیا (Elysia) مین اپنا دائمی مقام بنایا ۔ اسکے زمانہ حکومت مین عیسائیون نے بڑے بڑے مظالم

عالم میں پھیلے ہوئے تھے ۔ اور جن ایام میں اوس طفلِ نبوت کی مقدس ولادت اور حادثۂ وفات واقع ہوئی تھی ۔ اسمین کلام نہین کہ صحیفۂ دانیال کی عبارت نے جو قوم کی عین سخت مصیبتون کے وقت مرتب ہوا تھا ۔ اس معلم اور مبلغ نبوت کا دل پر نہایت گہرے اثر پہنچائے تھے ۔ اور وہ قوم کی مصیبتناک حالتون پر افسوس کرتا تھا ۔ یہودیون کے فرقہ زیلات[ف] کی ظالمانہ بدعات اپنے کوہستانی مساکن مین فرقہ فریسیون کی آزادی کے بیدل خیالات فرقہ السینیون کی خیالی امید نجات پھیل کر ایک طرف تو حکومت اسکندریہ تک پہونچ گئے اور دوسری طرف بدھ مت کے زیر اثر آئے ہوئے ممالک ہندوستان تک صحرا نشین درویشون کی ہدایات اور تہدید و تنبیہہ ارشادات جنکی ہستیان دربار ہیرودس[۵] سے علیحدگی اختیار کرنے کے جرم مین قربان ہوگئین سب اپنے دلی استغنا نے حضرت عیسیٰ ؑ سے پیش کرتے تھے لیکن پرچم ہمائی کی چوبین سلطنت یہودیہ کے دل کے اندر پیوست ہو گئین ۔ اور اوسکے تمام محافظ دستہائے فوج کے نظام ملکی کے متعلق امید انقلاب پائمال ہوگئین حضرت عیسیٰ ؑ کی تبلیغ رسالت مین خاموشی اور صرف خدا کے ذریعہ سے سلطنت آسمانی کی اُمید حصول اُس زمانہ کے معیار خیالات و جذبات پر صرف مبنی تھی الیسی زود غضب اور غیر مغلوب متعصب لوگون کو حضرت عیسیٰ ؑ عام اخوت اور محبت کی تعلیم دیتے آئے تھے ۔ ایسے مغرور اور تشخص پسند قوم (یہود) کے درمیان آپ نے تواضع اور انکسار کی راہ تبلائی ۔ اپنے خاص حواریون پر ہمیشہ مہربان اور شفیق رہکر اور تمام طبقات انسانی کے ساتھ طریقہ مساوات قایم کرکے اوس نے زہد و اتقا کی اعلا یادگار چھوڑی ۔ زبردست دولتمند اور حکمران طبقون مین تو آپ کی (عیسیٰ ؑ کی) تبلیغ نے نفرت ۔ دہشت ۔ تعریض اور تردید کے جذبات کو مشتعل کر دیا ۔ لیکن نادار مفلوک الحال اور ان پڑھ لوگون مین اس معلم ربانی کی گہری محبت نے خلوص و احسان مندی کے خیالات کو اوبھار دیا ۔ ایک دفعہ روز روشن مین وہ اپنی رسالت

حاشیہ صفحہ گذشتہ اوٹھائے ۔ اس نے کوہ مقدس کالوری (Calwary) پر سیارہ جوپیٹر (Jupiter) مشتری کے نام پہ ہیکل تیار کی اور بیت لحم مین اڈونیوس (Adonis)[ف] کا بت قایم کیا ۔ اور بیت المقدس کے دروازے پر سوٗر کی تصویرین منقش کرا دین یہ باتین تمامتر اس امر کا ثبوت دیتی ہین کہ اوسکو عیسائیت سے سخت نفرت تھی ۔ یہودیون کی لڑائی جو اس کے ظالمانہ اطوار کا نتیجہ تھی ۔ اڑھائی برس تک قایم رہی ۔ جسمین پانچ لاکھ اسی ہزار آدمیون کی جانین تلف ہوگئین اوس نے بستر مرگ پر زبان لاطینی مین کچھہ اشعار نظم کئے ۔ جنمین اپنی روح سے خاص طور پر خطاب کیا ہے جنکے اقتباسات پوپ نے اپنی مشہور نظم ۔ ایک مرتے ہوئے عیسائی کی مناجات مین داخل کیا ہے ۔ اسمین کلام نہین کہ اوس مین بہت سی خوبیان بھی تھین لیکن وہ بھی اوسکی خرابیون مین غلوط ہوگئین تھین سنہ ۷۶ء مین پیدا ہوا اور سنہ ۱۳۸ء مین فوت ہوا ۔ (Bestons P. 28)

[ف] افیقروس Epicurus یونانی فیلاسفر کا نام ہے اسکی تعلیم یہ تھی کہ تعیشات اصل مدعائے حیات ہے ۔ سنہ ۳۴۱ ق ۔ م مین پیدا ہوا اور سنہ ۲۷۰ ق م مین فوت ہوا ۔ (Chambers P. 318)

[ف] اڈونیس Adonis شام (اسیریا) کے بادشاہ تھیاس نامی کا بیٹا جو اوسکی لڑکی مرجانامی کے بطن سے تھا ۔ وینس زہرہ کا معشوق تھا ۔ وہ شکار کا بڑا عادی تھا ۔ اوسکی معشوقہ نے وحشی خونخوار جانورون کے شکار سے اوسے منع کر دیا تھا اسلئے کہ اون کے شکار سے اسکی جان کے ضایع ہونیکا خوف لگا تھا ۔ اوس نے اپنی معشوقہ کی اس مشورت پر بہت کم توجہ کی آخر کار ایک صحرائی سوٗر نے اوسکو ایک مہلک زخم پہونچایا جسکو اُسنے زخمی کیا تھا ۔ جب سیارہ زہرہ کو اسکی خبر لگی تو اوس نے اپنے عاشق زار پر ابر رحمت برسا کر اوسکو ایک تازہ پھول انیمنی (Anemone) کی شکل مین منتقل کر دیا ۔ (دیکھو

کی پوری کامل یقین و امید در مسیحای موعود کی پوری عظمت و شان کے ساتھ مجانین یہود کے دارالسلطنت (بیت المقدس) مین آیا۔ شاید وہ ہفتے آئے ہوئے نہین گذرے ہون گے کہ وہ (عیسیٰ ع) اپنے مدعا کی اصلی کامیابی کے ساتھ مصلوب کردیا گیا اون تمام مرویات مین جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات اور واقعات سیرت کے متعلق مشہور ہین۔ اتنی بات تو ضرور نمایان ہی کہ آپ نادارون مین پیدا ہوئے تھے۔ اور آپ کے مواعظ و شاید بھی غربا کی جانب تھے۔ اسمین کوئی کلام نہین کہ آپ ربانیون[۵] کے علوم مین پورا کمال رکھتے تھے۔ آپ کی قلیل المدت رسالت قصبات کے عام طبقات کے ساتھ محدود تھی۔ جن مین بالکل نادار کاشتکار اور قصبہ گلیلی (خلیل) کے ماہی گیر شامل تھے۔ اس بنا پر آپ کے حواریون محض غربا اور بے لکھے پڑھے اشخاص تھے

عیسائیت کی خرابی

باوجود اپنی زود قبول اصول طبیعت اور اون بیچ نما جذبات و مشاہدات کے جو اونکے قلوب پر اوس معلم ربانی کے یکایک چلے جانے سے پرتو فگن ہوا تھا تاہم ان لوگون (حواریون) نے اوس معلم کو ایک انسان سے زیادہ نہین سمجھا انکے یہ عقاید اور اوسکی تعلیم اوسوقت تک الہی ہی قایم رہی جبتک کہ پال نے۔ اس شخص (حضرت عیسیٰ ع) کا ایک خاص طریقہ مذہب تو ایجاد کرلیا۔ یہ وہی شخص ہے جس نے حضرت عیسیٰ ع کے مصلوب کئے جانے کے مجلس مشورت مین صدرنشینی اختیار کی۔ اسی کے اختراع و ایجاد سے مذہب عیسائیت مین ذات الٰہی کے ساتھ فرشتون کی مماثلت کا رواج ہوا۔ دینیات عیسائی کے مورخین کا جیسا بیان ہے کہ فیضان روح القدس پہونچائے جانے کے وعدے کے برخلاف یہ قرار پایا کہ کتب الہامی کی تائید و محافظت کے لئے ایک ایسا موید و محافظ فراہم کرنا ضروری ہے۔ جو تمام علوم و فنون مین کامل ہو۔ جو اپنے علمی حربون سے علماے یہود اور اساتذہ حکماے یونان سے مقابلہ و مجادلہ کرسکے۔ اس ضرورت خاص سے خود مسیح علیہ السلام نے ایک عجیب غریب آواز کے ساتھ۔ آسمان سے اپنے ایک تیرہوین[۱۳] حواری کو پکارا جس کا نام پہلے سال (ساول تھا) پھر بعد مین پال (پولوس) قرار پاگیا جسکو علوم یہود و یونان مین وسیع استعداد حاصل تھی۔ اسپرٹ آف اسلام۔ دیباچہ۔ ص ۲۱ بحوالہ (Ecclesiastical Hist vol ii P63. Mosheim)

حاشیہ صفحہ گذشتہ شکسپیر کی نظم وینس اور اڈونس) پراسرپاین (Proserpine) نے جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے بار دیگر اوسکو زندہ کیا۔ مگر اس شرط پر کہ چھ مہینے وہ وینس کیساتھ عیش کرے اور چھ مہینے پراسرپاین کے ساتھ لطف صحبت اوٹھائے حزقیل نبی کی کتاب مین تموز (Thammuz) نامی شخص کا ذکر آیا ہی اُس سے اڈونس سمجھا جاتا ہے چھ مہینون کے شروط مندرجہ بالا کو سرد و گرم کے سالانہ فصلون کا باعث خیال کیا گیا ہی اڈونس کے نام پر ایک دریا ہے جو کوہ لبنان سے نکلکر دریائے بابلوس مین گرتا ہے Beetons P.27

۱ زیلات (Zealots) مجانین یہود کی ایک جماعت جنکی مخالفت بمقابلہ سلاطین روم کے آخرکار شہر بیت المقدس کی بربادی کا باعث ہوئی۔ Chambers P.1145.

۲ ہیرودس (Herodius) یہودیون کا بادشاہ جسکے حکم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مصلوب کئے گئے۔

۳ پرچم ہمائی۔ رومن بادشاہون کی علامت سلطنت۔

۴ یہود اپنے علما کو ربیون کہتے تھے اور اکثر احبار بھی

المؤلف سید اولاد حیدر عفی عنہ

فرقہ زردشتی

مینگو زورسٹیرین ManigoZoaristarian ایک نجات دہندہ فرشتہ کی آمد کا عقیدہ رکھتے تھے جسکو وہ سروش کے لقب سے مشہور کرتے تھے اور مشرق سے اوسکے ظہور کی اُمید کرتے تھے بُدہ مذہب کے لوگ خدا کے ایک مماثل کا جواب ایک ابن دوشیزہ سے پیدا ہوگا۔ عقیدہ رکھتے تھے اہل اسکندریہ کے صوفی مشرب فقرا مقالات لاغوس[1] Logos اور دمیا غورث[2] (Dimiurge) کے قائل تھے۔ وہ مخفی عقائد جو حیات ممات اور نجات اوسرس[3] (Osisio) کے متعلق اور اسس کریس (Isis cres[4]) کی نسبت اس صورت میں کہ مادر دوشیزہ اپنے نومولود خدائے شمس ہوروس (Horus) کو اپنی گود میں لئے ہوئے پائے جاتے تھے اور یہ عقاید ممالک مصر و شام میں علی العموم رائج تھے۔

پولوس نے خالص عیسائیت کو خارجی عقائد سے آلودہ کردیا

پال (پولوس) فطرتاً فریسی Pharisse عقائد کا عالم تھا کامل طور پر ان نیم صوفیانہ نیم فلسفانہ۔ وقتی خیالات اور مقامی جذبات میں مبتلا ہوگیا۔ خواب و خیال کا ہمیشہ سے عادی تھا۔ لیکن خلقتاً ابت پرجوش تھا۔ عوارض جسمانی سے بھی وہ خالی نہین تبلایا جاتا تھا جیسا کہ اسٹراوس[5] (Straus) بیان کرتا ہے کہ وہ کبھی اوس معلم اعظم (مسیح علیہ السلام) سے بذات خاص نہین ملا تھا (وہ پال) فوراً اوسکی

[1] لاغوس۔ اسٹائک فلاسفی مین (Stoic Philosphy) انسان کی وہ قوت جو تمام دنیا کے تدابیر کے فرائض انجام دے Chambers P 535

[2] دمیا غورث۔ مادی فلاسفی کی حکمت عقاید مادین (دہریہ) مین وہ قوت جو دنیا اور اشیار کی پیدا کنندہ ہی لیکن وہ خدائے قادر کے تابع ہی۔

[3] Chambers P 245، اوسیرز (Oserus) قدیم مصریون کا بہت بڑا خدا جو شیب (Sheb) اور نٹ (Not) کا بیٹا تھا انکی بی بی کا نام اسس (Isis) تھا۔ اوسیرز کو سٹ نے مار ڈالا لیکن ہوروس نے سٹ سے اپنے باپ کا معاوضہ لیلیا اور ہوروس قیامت مین منتقم کے عہدے پر مامور ہوا۔ Chambers P 63 المؤلف سید اولاد حیدر عفی عنہ

[5] اسٹراوس کا اصلی نام ڈیوڈ۔ فریڈرک۔ اسٹراوس (David Fredrick Straus) ہی۔ جو ۱۸۳۲ء مین شہر ٹیوبنجن (جرمنی) کے اسکول مین اسسٹنٹ ٹیچر مقرر ہوا ۱۸۳۵ء مین اوسنے ایک لطیف تالیف موسوم بہ حیات عیسیٰ ع شایع کی۔ اور اونکی حیات پر مقدانہ تعریض کی۔ اور مفصل طور پر یہ لکھا کہ شریعت عیسوی کی جو تاریخ علماء عیسائیت نے تیار کی ہے وہ سراپا موضوعات ہے اور عہدنامہ قدیم کی بشارات مسیح کی خیالی اور متوہمانہ اصول پر قایم ہی ان قیاسی اصول کو دوسری صدی مین عیسائیون نے عیسائیت مین ماخوذ کیا اور پھر اوسوقت سے بالتدریج تمام دنیاء عیسائیت کے عقائد مین داخل ہوگیا اس جرم مین وہ ٹیوبنجن کی ملازمت سے موقوف کردیا گیا۔ پھر (Stottquet) اسٹٹ گرٹ کا اتالیق مقرر ہوا۔ اوسکی کتاب کی تردید شایع ہوئی تو اوس نے اوسکے دو جداگانہ جواب مگر موافقانہ طریق سے لکھکر شایع کرائے لیکن باایں ہمہ ملک و قوم مین اوسکی طرف سے مخالفت ایسی سخت اور گہری ہوگئی تھی کہ اسکے بعد جب وہ دارالعلوم زوریچ (Zoiech) مین فلسفہ اور تاریخ مذہب کا پروفیسر مقرر ہوا تو اوسکو فوراً مستعفی ہوجانے پر مجبور کیا گیا اور وہ انجمن نظامیہ جس نے اسکو مقرر کیا تھا برخاست کردی گئی پھر اوس نے اپنا کتاب شوبرت (Schubert) جرمن کے مشہور شاعر کی سوانح عمری لکھی پھر دوسری کتاب عیسائیت کی عقاید نامی لکھکر شایع کی ۱۸۴۸ء مین اسٹٹ گرٹ کی ڈائٹ کا ممبر مقرر ہوا اوسکی آخر تصنیف عیسائیون کے قدیم اور جدید عقائد نے تمام ملک و قوم مین بڑی برجوشی پھیلادی۔ شہر ورٹمبرگ مین ۱۸۰۸ء مین پیدا ہوا اور شہر برلن مین ۱۸۷۴ء مین فوت ہوا۔ (Beetons Hist P 793)

ذات مین (مسیحؑ) وجود الوہیت یا ظہور فرشتہ کے تسلیم کرنیکی طرف مائل ہوگیا۔ پولوس نے اس کی بنا پر اوس معلم جلیل کی ساری تعلیم مین مذہب تھیوفیثا غورث[1] (Neo Phythagoria) کے مخفی اصول۔ اور اپنی ذہانت وطباعی کے دلائل اور توحید فی التثلیث کے ظنیات جنکو اوس نے ممالک مشرقیہ سے اخذ کیا تھا۔ داخل کر دے۔

بیرونی اور مقامی عقائد عیسائیت کے باہمانہ رشک، وعداوت۔ یہودیون کے مخالف وموافق طریقہ کے عقاید کی عجیب وغریب شہرت۔ دو حواریون یعنی پیٹر (فطرس) اور پال (پولوس) کی باہمانہ مخالفت وعداوت نے بالکل طشت ازبام کر دی۔ اسپرٹ آف اسلام دیباچہ ص ۲۲ بحوالہ Milner's Hist of the church of christ VOL I PP. 26+26.

وجود عیسیٰؑ کی متعلق عیسائیون کے مختلف عقائد اور مختلف فرقے

ابونائٹ (ابیون) (Ebionites) فرقہ کے لوگون کے عقائد نبی ناصریؑ کے اصلی حواریون کے عقائد کے بالکل نمونے تھے اونکے عقاید مین نبی ناصریؑ انکو لوگون سے اپنی رسالت کے زمانے مین حسب المعمول ہمکلام ہوتا تھا۔ ساتھ بیٹھتا اوٹھتا تھا۔ اور وہ اپنے تمام افعال عقلی اور بشری کے اعتبار سے ہمیشہ اونکے سامنے اوسی فطرت وخلقت کا آدمی ظاہر ہوا کیا جس فطرت وخلقت کے وہ لوگ خود تھے۔ اونہون نے اوسکو بچپن سے بالتدریج جوان ہوتے۔ اور آغاز جوانی سے کامل الانسان ہونے تک بچشم خود ملاحظہ کیا تھا اسطرح اونھون نے بالتدریج اوسکے تمام قوائے جسمانی اور عقلی کو ترقی کرتے ہوئے دیکھا تھا اس لئے ان لوگون کا عقیدہ حضرت مسیح علیہ السلام کے انسان محض ہونے کی نسبت ان لوگون کے ذاتی علم ومشاہدہ پر مبنی تھا۔

اس اصلی عقائد سے تفریق وعلیحدگی۔ جو بہت سے درمیانی طریقون کی صورت مین اور انواع واقسام کے فرقون مین ہوکر۔ اسوقت سے لیکر کونسل نائس واقعہ ۳۲۵ء تک مثل طریقہ ڈوسی ٹیوس[2] (Docetes) (دوقیتون) مارکاؤنائیٹس

[1] فیثاغورث۔ یونان کا مشہور حکیم اوسکے ذاتی حالات کی تاریخ بہت مختصر ہے لیکن ظن غالب یہ ہے کہ اوس نے مصر مین سالہا سال ابتدائی تعلیم پائی تھی۔ اور ممالک ایشیا کے قطعات کثیر مین سیروسیاحت کرنے کے بعد اپنے وطن مین واپس آیا تو اوس نے دیکھا کہ حکیم پولیقریطوس نے شہر سوموس (Samos) کی جو اوس کا وطن تھا حکومت کو ناحق غصب کر لیا ہے۔ یہ دیکھکر وہ فوراً شہر اٹلی ([illegible]) کی دار السلطنت کروتنا (قرطنہ) (Cronotona) مین چلا گیا۔ اور وہان اوس نے بڑی شان وشوکت سے فلسفہ کی تعلیم شروع کی چارون طرف سے جوق جوق طلبا تحصیل علم کی غرض سے اوسکے گرد جمع ہونے لگے۔ پانچ برس تک وہ بالکل خموشی کی حالت مین رہا۔ اور اپنے شاگردون سے اوس نے اپنی تعلیم ونیز کا کوئی معاوضہ نہین لیا۔ پانچ برس کے بعد اوس نے اونکی جائداد کو سرمایہ مشترکہ مین جمع کئے جانیکا حکم دیا۔ اسوقت اوسکے تین سو شاگرد ہو چکے تھے اور وہ ایک مذہبی عقائد کی طرح اپنے باہمانہ طریقہ اتحاد مین وابستہ تھے اوس نے باشندگان شہر قرطنہ کے طریق وشعار مین بے حد ترقی اور اصلاح پیدا کر دی اور اوسکے شاگردون مین بہت سے لوگ اہل تدبیر وسیاست نکلے جیسے زلیقوس (Zaleucus) نہایت مشہور زمانہ ہوا یہ پہلا شخص ہے جو حکیم وفلاسفر کے خطاب سے مشہور ہوا اور شیدائی علم وحکمت کہلایا۔ اسی نے پہلے بتلایا کہ آفتاب وسط عالم مین واقع ہے اور دیگر ثوابت اوسکے دور مین گردش کرتے رہتے مین اوسی نے اجسام مختلفہ مین حلول روح کے مسئلہ کو پہلے پہل بتلایا۔ اور جانورون کا گوشت کھانے کی قطعی ممانعت تعلیم کی۔ اوسنے اپنی کوئی

(MACIONITES) (مارقنیطون) پٹری پاشیئنس[۴] (PATRIPASSIANS) (نسطریون) مین ظاہر ہوئی - وہ خاص حضرت مسیح علیہ السلام کی معرفت مین عیسائیون کے اختلاف آرا کا ایک غیر محدود سلسلہ ثابت ہوتی ہے - مسیح ع کی الوہیت اور مخلوقیت کے مرویہ جذبات عقائد سے ہر طبقہ کے لوگ - اور خاص طور پر وہ لوگ جنہون نے اپنی نبی کو نہین دیکھا تھا اور اوسکی ذات مین خواص مخلوقیت کا مشاہدہ اور اوسکی روزانہ معاشرت اور سیرت مین اوسکے افعال و اعمال بشری کا معاینہ نہین کیا تھا - نہ بلا عذر و تامل اوسکی الوہیت تسلیم کرنے کے لئے پہلے سے آمادہ تھے - قسطنطین اعظم (Constantine) کی تخت نشینی کے قبل سے بہت سے ذرایع و وسائل نے مذہب عیسائیت کی ترقی اور مقبولیت مین تائید پہونچا رکھی تھی - لامذہبی - اور کفر شعاری کے قطعی بدنظمی اور کبھی حاکم شریعت کی عدم موجودگی نے جو کوئی نظم قایم رہ سکتا - اور مزید بران علوم فلسفہ کی کثیر التعداد مدارس کی افتتاح نے عیسائیت کی ترقی و وسعت کی راہون کو سہل بھی بنا دیا اور ہموار بھی - عیسائیت کی ترقی نے اپنے جذبات عقاید کے ذریعون سے طبقہ اعلا کے صاحبان عقول کو متوجہ کر لیا - مفلوک الحال طبقات مین اوس نے سکون و آرام پیدا کر دیا - اور عین اوسوقت مین جب اسکے متبعین نے اپنی رائے کی ذہنی اعتباری سے طالبان تحقیق کے دل و زبان کو خاموش کر دیا تھا انکی تبلیغ نے اون لوگون کی تمناؤن کو پورا کر دیا تھا جو مدت سے قدیم معاشرت سے گریزان ہو کر ایک پاکیزہ تر معاشرت کے خواہان تھے اور علاوہ برین ان لوگون کے ظالمانہ تعاقب کی مصیبتون نے بھی - جو اکثر اوقات ظالم یہودیون کے ہاتھ انکو اوٹھانی ہوئین - انکی عظمت و اقتدار کو طبقہ عوام کے دلونمین جاگزین کر دیا - اور ان رہبران قوم کے متعلق حصول شہادت کی اضافی نسبت نے اور انکے مدعا کو قوی کر دیا - ابتدا مین رسالت مسیحی ع کی تبلیغ کے بند ہوجانے اور اصل تعلیم کے خالی از اصول ہوجانے تے (گو اوسمین توسیع غور و تلاش کیلئے زیادہ آزادی تھی اور غالبًا اوس سے علم و عمل دونون کے لئے کافی وسعت دیگئی تھی جیسا کہ قدیم رہبران عیسائیت کے حالات سے معلوم ہوتا ہے) فرقہ مخالفین کو نہ تنہا شریعت مسیحی کے اصول و قواعد مین اعتراض کی گنجایش دیدی بلکہ خاص ذات مسیح کے متعلق بھی انکار و اعتراض کے لئے وسیع میدان چھوڑ دیا - بیت المقدس سے یہودیون اور عیسائیون کے استخراج نے جنکے پاس مسیح کے انسان ہونے کے اخبار و آثار کثرت سے تھے - بعد ازان ان لوگون کے ساتھ غیر یہودی قومون کے شامل ہوجانے تے - جو قرب و جوار مین آباد تھین اور جن مین نیو فیثا غورثانہ یا پولوس کے خیالات متعلق نظام عالم موجود تھی اوس خیال غیر مستقل اور موہوم کو جو عیسی علیہ السلام کے متعلق اونکے عقائد مین داخل تھا نا محدود اقسام کے ظنیات اور فرقون مین متفرق کر دیا اس طریق و تفصیل سے تمام مخلوقیت کے آثار و علامات اور اونکے متعلق وہ تمام اشیاء جو خارج از نقصانات تھے وہ انکے مماثل خدا ہونے کے قابل التعظیم مرقع سے ہٹا دیئے گئے - اور وہ قابل احترام و اخلاص واقعات حیات جناب عیسی علیہ السلام

حاشیہ صفحہ گذشتہ - تالیف اپنے بعد یادگار چھوڑی - اس بنا پر اسکے اصل طریقہ تعلیم کی حقیقت پر کامل یقین اسوقت تک نہایت دشوار ہی شہر سوموس مین ۵۸۶ ق - م - مین پیدا ہوا اور تقریبًا ۵۰۶ ق م مین فوت ہوا (Beetons Hit P. 821) ٢ہ وہ تینون حضرت عیسی کو قطعًا خدا جانتے تھے ۳ہ مارقنیطون - حضرت عیسی کے مخلوق ہونیکی تو ضرور قائل تھے - مگر آپ کو خدا کا مماثل قرار دیتے تھے اور ابن اللہ ہونیکی نسبت انکا اعتقاد تھا کہ ذات الٰہی کو عام انسان کی آنکھون مین بطور معاینہ و مشاہدہ پیش ہونیکی ضرورت سے ابنیت کا ذات الٰہی مین صرف ہلکا سا پردہ رکھدیا گیا تھا کہ انسانی مجسمہ کی صورت مین خدا بشادہ بشری کے اندر نہین آسکتا تھا ۴ہ قطریون کے عقاید مین - باپ بھی بیٹے کے ساتھ صلیب پر مصلوب ہوگیا - ابرٹ آف اسلام بحوالہ Mosheim: Gibbon in loco A'exandez Vol. II P. 180, 301

عجائبات قصص و افسانہ بنا دیے گئے اور اونکے واقعات حیات کی مخترعات و مصنوعات کے ذریعون سے اسدرجہ نقاب الگنی گیگئی کہ فی الحال ہم لوگون کے لئے یہ معلوم ہونا بالکل دشوار ہوگیا ہے کہ حقیقۃً حضرت عیسٰیؑ کیا تھے اور کیا کر گئے۔

الغرض عیسائیت کی وہ مجنونانہ صورتین جو نزول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صدیون پیشتر قایم رہ چکی ہین۔ دلچسپ بھی ہین اور سبق آموز بھی۔ مادیّین کے دلائل تعلیمی جو اواخر صدی اول مسیحی اور ہارڈین کی فتح بیت المقدس کے ساتھ ہی ساتھ وجود پذیر ہوئین اسی زمانہ خاص کی ایجاد و اختراع ثابت ہوتی ہین۔ اور یہی اختلاف کی صورتین ہوکر عیسائیون اور یہودیون کی بحث و کلام کا ہمیشہ باعث بنی رہین۔

پہلی صدی مین عیسائیت کا حال

کرنیاتوس (قارنیطوس[1]) نے (Cerinthus) جو اس صدی کا بہت بڑا مشہور فرقہ مادین کا عالم تھا۔ اپنے شاگردون کو باپ۔ بیٹے دونون کی پرستش کی تعلیم دی۔ اور آخرتون باپ بیٹے کے متعلق اوسکا عقیدہ تھا کہ یہ عیسٰی جو پیدا کنندہ عالم کہا جاتا ہے عیسٰیؑ مخلوق سے بالکل جداگانہ جنس ہے۔

پولوس کی مخترعہ عیسائیت کی بھی مغزی اور اونکی لاحاصل کوشش نے اپنی مخترعہ شریعت کو مدارس فلسفی اسکندریہ کی تعلیم و نصاب کے مطابق بنانا چاہا تھا عین اوسی زمانہ مین امینوس سکاس[2] (Ammonius Saccas) نے دین مسیحی کی ایک نئی شریعت کو حکمت افلاطون کے اصول پر مرتب کیا۔ جسکو ارگین[3] (Organ) اور دیگر راہبران شریعت نے مل کر مرتب کیا تھا۔ اس تلوّن پسند مصنف نے جسکی تحریر کے آثار قدیم عیسائیت کے تمام مشہور مؤلفین کی تالیفات مین موجود ہین عیسائیت کے تمام طریقون اور فرقون مین اتحاد اور اتفاق پیدا کرنے کی کوشش کی تھی۔ ان کوششون کے بعوض طریقون مین تو وہ بالکل ہانی کا نمونہ بن گیا ہی اور اپنے معاصرین مین بیشک زیادہ بلند نظر ثابت ہوا ہے وہ اپنی ایک خاص درسگاہ قایم کرنے مین ضرور کامیاب ہوا لیکن اوسکی تعلیم و تبلیغ قومی عقائد و اخلاق کی درستی کا کوئی انتظام نہ کر سکی۔

دوسری صدی مین عیسائیت کا حال

دوسری صدی مین عیسائیت۔ بدنظمی اور جنگ و جدال باہمانہ سی برپا اور مملو ہو گئی۔ عیسائیون کے تمام مدارس دینی مین تفرق اور موضوعات بالعموم مروج تھے۔ مادیّین (دہریت) کا بہت طرز زور تھا اور عیسائیت پر ہر طرف سے اوسکا بڑا گہرا اثر پڑ رہا تھا۔ وہ چند فرقے جو اس صدی مین پیدا ہوئے وہ خاص طور پر اس سبب سے قابل لحاظ ہین کہ نہ صرف اُن مین وہ خرابیان پائی جاتی ہین جو اوسکی خام تعلیم سے پیدا ہوئی ہین۔ بلکہ اون مین مذہب زردشتی۔ اصول فیثاغورث اور شریعت

[1] قارنیطوس پہلی صدی عیسائی کا ایک دہریہ عالم تھا۔ جو عیسائیت مین خاصکر یوحنا نبیؑ کی شریعت کا سخت مخالف تھا اوس نے شہر اسکندریہ مین تعلیم پائی تھی اور شہر افسیقیس مین رہتا تھا اسکے حالات اور تصنیفات کے متعلق بہت کم علم و اطلاع ہے ہیٹنس ہسٹری ص ۴۲۱۔

[2] امینوس سکا۔ امینوس سقّاس Ammonius Saccas یہ شخص اصل مین بازار کا پاسبان تھا۔ پھر حامل الخمر شراب کا ڈھونیوالا کہلانے لگا۔ آخر مین عیسائیت کی حکمت کا بہت بڑا حکیم نکلا اوس نے اپنی پوری حکمت شریعت کا ایک مدرسہ شہر اسکندریہ مین کھولا اور وہ شریعت کا بہت بڑا دار العلوم ہو گیا اوس نے اپنے طریقہ شریعت مین حکمت افلاطون اور حکمت ارسطاطالیس مین اصول تطبیق قایم کرنے کی کوشش کی اوسکے شاگردون مین اوریجانوس بطلیموس اور لاغینوس سب کے سب نامی ہوئے ۲۴۳ء مین بمقام اسکندریہ فوت ہوا [3] اورگین۔ اوریجانوس (فیثاغورث کا شاگرد) کتب الٰہیہ قدیمہ کا مشہور شارح ۱۸۶ء مین پیدا ہوا اور

صابئیہ کالدیہ کے بھی تمام اخبار و آثار نمایاں ہیں۔

فرقہ مارکونائٹ جو مادیین کا مشہور و معروف فرقہ تھا۔ وہ اصولاً دو وجود کا قائل تھا۔ ایک کامل الخیر۔ دوسرا کامل الشر لیکن ان دونوں وجود الوہیت کے مابین ایک وجود اوسط بھی تھا۔ جو ڈیمرج کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ وہ بالذاتہ نہ کامل الخیر تھا نہ کامل الشر۔ بلکہ اوسکا وجود ان دونوں اوصاف سے مرکب تھا۔ اور جیا و سزائے اہل عالم اسی سے متعلق تبلائی جاتی تھیں مارکونائٹ کے عقائد کے مطابق یہ ڈیمرج عالم سفلی کا پیدا کنندہ تھا اور اس بنا پر وجود کامل الشر سے ہمیشہ معرکہ آرا رہا کرتا تھا۔ (یہیں سے عیسائیت میں مذہب زردشتی کے اثر اور مداخلت کو سمجھ لینا چاہیئے) اوس وجود اعلی نے جو سراپا ازلیت اور الوہیت ہے ان دونوں مخالف منتظمین عالم کی باہمانہ جنگ و جدال کو خاتمہ تک پہونچانے اور نفوس انسانی کو ان مصائب کے قیود سے نجات دلانیکی غرض خاص سے قوم یہود کی ہدایت کے لئے ایک وجود کو جو قریب قریب اوسکا مماثل تھا۔ نازل فرمایا۔ اور وہی عیسی ابن اللہ تھے جو مجسمہ انسان کی شکل و صورت میں صرف اس غرض سے پیدا کئے گئے تھے کہ وہ انسان کی فانی آنکھوں کے مشاہدے اور معائنے میں آسکیں۔ اس مبلغ رسالت کے فرائض منصبی یہی تھے کہ وہ دونوں منتظمین عالم کی سلطنتوں کو تباہ کر کے انسان کی پریشانی و سرگشتہ ارواح و نفوس کو خدائے حقیقی تک پہونچادے عیسی کی اس تعمیل فرائض پر ڈیمرج نے نہایت سختی سے حملہ کیا لیکن اوسکا کوئی حملہ اس وجہ سے کارگر نہیں ہوا کہ عیسی کا مجسمہ تو صرف ظاہر نما تھا۔ اس سبب سے وہ کوئی تکلیف پہونچائی جانیکے قطرتاً قابل ہی نہیں تھا۔

فرقہ والنٹینین والنٹینس[۵] والطینوس یا باطینڈون (VALENTIANS) فرقہ کے عیسائی جنکے اثر زیادہ زمانہ تک دیرپا رہے۔ اپنے عقائد میں یہ سمجھتے تھے کہ خدائے تعالی نے آسمان سے اپنے بیٹے عیسی کو اسلئے نازل فرمایا ہے کہ وہ انسانوں کو ان تمام آلائشوں کے پاک و صاف کر دینے کے لئے جن میں وہ آلودہ ہو گئے تھے۔ اونکا نزول اصلی صفات الوہیت کے ساتھ نہیں ہوا تھا۔ بلکہ آسمانی اور روحانی کیفیات کے ساتھ وہ دنیا میں نازل فرمائے گئے تھے۔ ان کے عقائد میں حضرت عیسی جوہر الوہیت کا ایک انسانی پیکر تھے۔ جو زمین پر حاکم تاریکی کے سلطنت کو غارت کرنیکے لئے نازل فرمائے گئے تھے۔

فرقہ افائیٹس[۵۳] افیعون (APHYTES) کا فرقہ ممالک مصر میں ترقی کر رہا تھا۔ اوسکا عقیدہ بھی دیگر مادیین مصر کے عقیدے کی طرح وجود دہرمیں ازلیت کا قائل تھا۔ اور وہ ایجاد عالم کو ڈیمرج کی محض جفا پرستی کی ایک صورت خلاف مشیت الٰہی تسلیم کرتا تھا۔ اسلئے وہ اسکا بھی قائل تھا کہ روحانی کرائسٹ عیسی کے پیکر انسانی میں متحد ہو کر اسواسطے نازل کیا گیا تھا کہ غاصب ڈیمرج کی حکومت کو برباد کر دے۔ ساذ نکا یہ بھی عقیدہ تہا کہ وہ افعی جس نے آدم و حوا کو بہشت میں فریب دیا یا تو بذاتہ خود کرائسٹ تھا یا صوفیا

بقیہ حاشیہ گذشتہ۔ ۲۴۵ء میں فوت ہوا۔ BEETONS HIST P. 637　　　　المؤلف عفی عنہ

[۵] والنٹین۔ والسطینوس۔ فرقہ مادیین کا مشہور عالم اور دہریت کا حکیم ۱۶۰ء میں فوت ہوا CHAMBERS P. 1087

[۵۳] اوفائیٹس۔ افیعون۔ دہریوں کا ایک فرقہ جو سانپ کی پرستش کرتا تھا۔ CHAMBERS P. 633

جو ضرور تاً سانپ کی صورت مین متشکل ہوگیا تھا جس زمانہ مین یادینین کے یہ مختلف فرقے یکے بادیگرے کالدی فیلیقی کے اثر سے وجود مین آتے چلے جاتے تھے ہین اوسی زمانے مین یونانیون نے پال کی باپ بیٹے اور روح القدس والی تعلیم تثلیث مین اور نیز وجود عیسیٰؑ مین - دو جداگانہ صنفون کے باہمی اتحاد کے دلائل اور نظام عالم کے متعلق اپنے فلسفیانہ عقائد کے فیما بین اتفاق و مطابقت کی کوشش شروع کی -

فرقہ پیراکوس اس فرقہ کا بانی پیراکوس[۱] (فراقوس) (Paraxeus) تھا عیسائیت مین وہم پرستی کی تعلیم پھیلانے والا پہلا یہی شخص تھا - اور وہ صرف اس حیلہ و تدبیر سے اپنے رواج تعلیم مین سب سے آگے بازی لیگیا - اوس نے عیسائیون کے اس عقیدے کو تسلیم کرلیا کہ باپ بیٹے اور روح القدس مین کوئی فرق نہین ہے - ان لوگون نے یہانتک تسلیم کرلیا کہ باپ اپنے مخلوق بیٹے عیسیٰؑ کے ساتھ اس طرح متحد فی الوجود تھا کہ باپ نے بھی بیٹے کے سب مصائب بمقدار مساوی برداشت کئے - اور اوسکی طرح آپ بھی شرمناک موت برداشت کرگیا -

فرقۂ مانیٹوس[۲] موشیم (Moshcim) کا بیان ہے کہ یہ تمام فرقے علوم فلسفی کی ذریات تھے - ان سے زیادہ خرابی اور بربادی کی بلا - دین مسیحی پر ایک شخص مانیٹوس (مانیطوس) (Montanus) نامی باشندۂ فرغنہ کے ہاتھون آئی - اس شخص نے تمام علوم اور اوسکی جامعیت کو بالکل بیضرورت تبلا دیا اور اپنے آپ کو عیسیٰؑ کا فارقلیط موعود (Paraeelefe) ٹھرایا مانیطوس نے بہت جلد کثیر التعداد متقلد پیدا کر دیے جن مین سے دو عورتین پرسکلا (Pricalla) اور میکسملا (Maxmilla) مدعیان نبوت تھین - اور نہایت مشہور و معروف تھین - یہ دونون عورتین جسقدر اپنے حسن و جمال کے لئے مشہور تھین اوسی قدر نیک طریق اور نیک اعمال نہین تھین - ان دونون نے ملک ایشیائے شمالی کو تدیح عام تبا دیا - اور اپنے مجنونانہ مظالم سے تمام قوم انسانی پر خوفناک مصائب وارد کئے -

[۱] پیراکوس - فراقوس - (Paraxcus) دوسری صدی کا ایک عالم جس نے مسیحی فرقے مانٹینسٹ (Montanist) کو نہایت مستعدی سے مغلوب کرکے اصول تثلیث مین اپنے مخترعات و موضوعات کی تعلیم شروع کی - اسکے بعد سبیلین (Sabellian) فرقے کی پیدائش ہوئی ترتولین (Turtullian) نے اوسکی تعلیم کی رد لکھی ہے - یہ شخص دوسری صدی تک زندہ رہا (Beetons' Hist P. 606)

[۲] مانٹینوس یا مانیطوس (Montanus) فرقہ عیسائی کا بانی - شہر فرغانہ کا رہنے والا حکیم تھا - اوس نے یہ مشہور کررکھا تھا کہ اوس پر روح القدس کا نزول ہوا ہے اور اوسی کی طرح اوس کی دو شاگرد عورتون پرلیسکلا (Prisiculla) اور میکسملا (Maxmulla) نامی پر بھی نزول روح القدس ہوا ہی مانیطوس مسئلۂ تثلیث کا قطعی منکر تھا - اور دوسری شادی کرنے کو زنا محصنہ سمجھتا تھا - اوس کے کثیر التعداد مقلدین ہوئے - اور ان لوگون نے عیسائی امت مین بڑی پرآشوبی اور بدنظمی پھیلائی - اوس نے اپنی نسبت نزول وحی ہونیکا دعوی کیا پھر تو بڑے بڑے عیسائی علما اور حکما اوس کی تقلید مین آگئے سب سے بڑہکر حیرت انگیز امر تو یہ ہوا کہ طرطولین کے ایسا عیسائی عالم متبحر بھی اوس کا مقلد ہوگیا لیکن یہ عالم اپنے خزانہ مین اوس کے حلقہ تقلید سے علحدہ ہوگیا مانیطوس دوسری صدی تک زندہ تھا - پھر فوت ہوگیا - (Beetons Hist P. 353)

المؤلف عفی عنہ

فرقۂ مانویہ عین اوسی زمانہ مین جب مارکوناسٹیس - والنٹین اور باسٹینٹ اور دیگر فرقہائے ماوسیین ممالک روم مین اپنی تعلیمات دینی پھیلانے کی کوشش کر رہے تھے - فارس مین ایک شخص پیدا ہوا جسکی شخصیت اور حیثیت نے دونون اعظم (ایشیا، و یورپ) کی حکومت و فلسفہ پر نہایت گہرا اثر ڈالا - مانی طریقہ اور قرینہ سے تعلیمی کمال و جامعیت کا تیار اور کامل پیکر خاص تھا - اعلیٰ درجہ کا نجومی - اعلیٰ درجہ کا عالم کیمیا و طبیعات کا ماہر اعلیٰ درجہ کا مغنّی اور اعلیٰ درجہ کا مصوّر تھا - فنّ نقاشی مین اوسکے کمال ضرب المثل ہین - اور ہر شخص آجتک ارژنگ مانی سے پورے طور پر واقف ہے - وہ یہودیون کے علوم رموز اسفار سے بھی کامل طور پر واقف تھا - عالمان مادسیین کی تعلیمات سے بھی کماحقہ ماہر تھا اور مشرقی فلسفہ اور تصوف کی حکمت پر بھی عبور کامل رکھتا - بذات خاص بزرگان مُغ کے خاندان سے تھا - اور شریعت عیسوی کی بھی کامل تعلیم پا چکا تھا - ان تمام کمالات و اوصاف مین کامل ہوکر اوس نے موجودہ مذہبی اختلافات سے جو اوسکے گرد و پیش ہر طرف پھیلے ہوئے تھے سخت نفرت ظاہر کی اور اوس نے ان مختلف مذاہب و طرایق کے مجموعہ سے ایک شریعت خاص کی بنا ڈالی - جو تمام اغراض انسانی و نفسانی کو بھی پوری کر سکتی تھی اور مقاصد قلبی و روحانی کو بھی مانی نے اپنی اوس جرأت بیجا سے جو اوس نے تمام مروجہ مذہب کی موجودہ سیل روان کو ایک بالکل نئے اور خارجی طریقہ عقیدہ سے روک دیا - اور اپنے اس طریقہ مین وہ اوس عام تنقید و تردید کے الزام مین خواہ مخواہ داخل ہو گیا جس نے تمام مذہب کی تعلیم و تلقین اور ہدایت و ارشاد کے کام بند کر دیے - مانی نے اپنے طریقہ خاص کی تعلیم و ہدایت کو بڑی رازداری سے مخفی رکھا - فرقہ اسماعیلیہ نے ایک زمانہ بعید کے بعد مانی کا یہ طریقہ اختیار کیا - اور پھر فرقہ باطنیہ نے بھی اپنے زمانہ مین دیگر رموز مذاہب کی تنقید و تردید سے بچنے کے لئے یہ مخفی انداز پیدا کیا - اسی باعث سے ہر فرقہ اور طریقہ مانی کا مخالف ہو گیا - پھر تو حقیقت مین یہ نوبت پہونچی کہ جہان کہین مانی یا اوسکے شاگرد اور مبلّغین طریقہ پہونچے وہان اونکا نہایت بیباکانہ مظالم کے ساتھ تعاقب کیا گیا - حقیقتًا مانی کی شریعت - ملت عیسائی کے متعلق - قدیم ایرانی اور کالدی فلسفہ کا مجنونانہ مجموعہ تھا - اوسکے عقیدے کے مطابق - مادہ اور روح ہمیشہ سے معرکہ آرائے مخالفت تھے - اندونون ضدّین کی مخالفت سے ترکیب انسانی کی ایجاد و خلقت ہوئی - انسان کا اصل جوہر دو قسمون پر تقسیم ہوا - ایک مادّی ایک روحانی - روحانی جوہر وہ تھا جو براہ راست آسمان سے انسان مین ودیعت کیا گیا تھا - اور مادّی وہ جو خلقت کے امتزاج عناصر سے وجود مین خود بخود آیا - اندونون متضاد جوہرون کے اختلاف و ضرر دور کرنیکے لئے اور جوہر روح کو قفس جسمانی (مادّی) سے نجات و مخلصی دلوانے کے لئے جسمین وہ (جوہر روحانی) مقید تھا - خدائے تعالیٰ نے قضائے آسمانی سے ایک ازلیت کے مجسمہ کو اپنے خاص جوہرون کے ساتھ نازل فرمایا - جو دنیا مین کرائسٹ کہلایا - کرائسٹ امت یہود کے درمیان ایک ظاہری پیکر انسان کیساتھ نمایان ہوا اور اوس نے اپنے دوران رسالت مین فانی ہستیون کو صورت جسمانی کی ظاہری بدکاریون سے ارواح نورانی کی مخلصی حاصل کرنے کی تعلیم دی

اور اس طریق سے اپنے خراب اور ضرر رسان جوہر پر کامل فتحیابی حاصل کی۔ عالم ظلمت کے بادشاہ نے یہودیون کو اسکے مارڈالنے کی اشتعال دی۔ چنانچہ وہ صرف ظاہر طور پر نہ حقیقت مین مصلوب کر دیے گئے۔ حالانکہ بخلاف اسکے وہ تبلیغ رسالت کے مناصب تمام فرما کر اپنے مسکن اعلی کی طرف جو فضائے شمسی مین واقع ہے۔ واپس گئے۔

ان دلائل کے مطابق۔ مانی کا قرار دادہ کرائسٹ نہ کھا سکتا ہے۔ نہ پی سکتا ہے۔ نہ مصائب و تکالیف برداشت کر سکتا ہے اور نہ کبھی مر سکتا ہے۔ وہ اس طریق سے خدا کا آخر مماثل بنا کر بھی نازل نہین کیا جا سکتا۔ غرضکہ وہ آخرین وہ ایک ہوائی ہیولا قایم ہوتا ہے اور کچھ بھی نہین۔ وہ پیکر نورانی جو تمام اشیاء مین نورانیت دلیکتا ہے مگر خود مادّہ مین مقید بتلایا جاتا ہے لیکن بغیر صورت مخلوق اختیار کرنے کے وہ صورت مادّی سے علیحدہ ہو جانے کے لئے کوشان کہا جاتا ہے۔ یہ کیسے ؟

بہرحال۔ مانی کے یہ عقائد اور اسکے دلائل۔ عام اس سے کہ کیسے ہی صریح کفر آمیز اور خلاف عقل ہوں لیکن ظاہری طور پر اسقدر عقل سے بعید نہین معلوم ہوتے جسقدر عیسائیون کا موجودہ مسئلہ استحیلہ TRANS. SUBTANTIAFION کی عقیدت جسکو آج تک اتنی کثیر التعداد قوم عیسائی تسلیم کر رہی ہے۔ یعنی طعام نذر مسیح کا خاص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خون و لحم مین پہونچکر مستحیل ہو جانا۔

مانی نے اپنے مقلدین کے دو گروہ قرار دیے۔ اور اون مین سے پہلے منتخب شدہ لوگ نہایت سختی سے زاہدانہ اور مجردانہ معاشرت اختیار کرنیکے لئے مجبور رکھے گئے تھے۔ یہ لوگ ہر قسم کے گوشت وغیرہ کی خوراک کھانے اور شراب وغیرہ اشیاء منشی کے پینے سے سخت منع کئے گئے تھے۔ ازدواج اور دیگر لذّات نفسانی کے اختیار کرنے سے بھی محروم رکھے گئے تھے۔ دوسرے قسم کے لوگ مقلدین سماعی کہلاتے تھے۔ اونکی تکلیف نرم و آسان رکھی گئی تھی وہ گھر بنانے زمین رکھنے اور مال و متاع حاصل کرنیکے لئے ماذون تھے۔ وہ گوشت بھی کھا سکتے تھے۔ شادی بیاہ بھی کر سکتے تھے لیکن تاہم انکی یہ آزادی بھی انکو بہت سے حدود و قیود کے اندر اور ان مین سخت سے سخت درجہ اعتدال قایم رکھنے کے شرایط کے ساتھ دی جاتی تھی۔ مانی کو بہرام گور نے قتل کر ڈالا۔ لیکن تاہم اوسکی تعلیم شریعت عیسوی مین اثر کر گئی اور اون تمام اختلافات و منافقات مین جو آیندہ مختلف عیسائی طریقون مین واقع ہوئی وہ پورے طور سے نمایان تھی۔

تیسری صدی مین عیسائیت کا حال

سبیلین فرقہ کا آغاز

تیسری صدی کے اوسط مین سبیلین[۵۱] فرقہ نمودار ہوا۔ اوس نے ایک نئے قسم کا اختلاف مذہب مسیحی مین پیدا کیا۔ سبیلین SABALIAN نے بتلایا کہ حضرت عیسیٰ [۱۴] انسان محض تھے

۵۱ سبیلین (SABALIAN) تیسری صدی کا عالم یونانی۔ جس نے وجود عیسیٰ کی الوہیت کے خلاف بہت سے موضوعات مخترع کئے بالآخر خلیفہ روم کے حکم سے ملک روم سے خارج البلد کیا گیا۔ CHAMBERS P. 830

اوراونکا عقیدہ تھا کہ ایک قوت خاص پدر اعلیٰ کی طرف سے نازل ہوکر عیسیٰ کے ہیکل انسانی مین ملحق و متحد ہوگئی تھی - اور اس بنا پر وہ ابن اللہ قرار پائے یہ خاص طور کی تعلیم جو بقول گبن ([illegible]) کے موحدین کی اصلی راہ قربت تھی عیسائیت کے مختلف فرقون مین سخت بدنظمی کا باعث ہوئی - چنانچہ چوتھی صدی کے ابتدا مین - اس بنا پر اوریجن (Oregen) نے اس عقیدے کی تعلیم پھیلائی کہ الوہیت تین جداگانہ جنسون کے مجموعہ کا نام ہے - یہ مذہب تثلیث قدیم لامذہبی کی تلخیص ہے جو امت مسیحی کے لوگون نے ایجاد کرلی - کتیر اللہی کے ظنیات سے اونکی فطرت اصولاً سراپا رنگی ہوئی تھی عقیدہ تثلیت حقیقتاً عیسائیون کی ایک قسم کی مدبرانہ مصلحت (دوالیسی) تھی جو اونھون نے شریعت عیسوی اور مذہب کتیر اللہی کے درمیان اختیار کرلی - بعد از انقضائے ایام تعلیم تثلیث کامل طور سے شریعت تثلیث بنکر ضروریات دینی مین داخل ہوگئی مگر قبل اسکے اسکے باعث سے بہت سے فلسفانہ طرق و دلائل عیسائیت مین داخل ہوچکے تھے اسپرٹ آف اسلام بحوالہ (MOSHEIN P. 911)

چوتھی صدی مین عیسائیت کا حال فرقہ ایرین کا ظہور

فرقہ ایرین کا ظہور عیسائیت کی خلاف عقل تعلیم سے عام انسانون کے قوائے ذہنی کی معرکہ آرائی کا نتیجہ ہے - شہر اسکندریہ مین جو مجنونانہ طریقہ کے عیسائیون کا بڑا مرکزی مقام تھا - اریوس[1] - ([illegible]) نامی ایک شخص نے - اپنے عالم مجتہد کے ارشاد کے بالکل خلاف - نہایت دلیرانہ اور بیباکانہ طور پر عموماً تمام ملک و قوم مین یہ صدائے احتجاج بلند کی کہ کرائسٹ ہرگز ذات آلہی کے جوہر کے ساتھ مشترک نہین ہین - اریوس کی تعلیم بہت جلد ممالک مصر اور شمالی افریقہ مین پھیل گئی - اور برخلاف اون تمام حملات و تعاقبات کے جو اسکی امتناع اور سدباب کے لئے انواع واقسام کی صورتون مین پیدا کئے گئے - اس طریقہ کی تعلیم ان ممالک مین نہایت استحکام سے پھیلکر قایم ہوگئی - بلکہ ممالک اسپین (Spain) تک پہونچ گئی اور اسکے قیام و استحکام کی یہ حالت اوسوقت تک ایسی ہی رہی جبتک کہ اس عقیدے والون نے مذہب اسلام نہ قبول کرلیا - اریوس کے اس طریقہ تعلیم نے جو عیسائیت مین تفریق کثیر پیدا کردی اور اس تفریق نے شاہ قسطنطین کو ۳۲۵ء مین بمقام بیتھینیا (BYTHYNIA) کونسل نائس منعقد کرنے کے لئے مجبور کردیا - اس مجلس مشورت مین طرفین سے سخت رد و کد کے بعد

[1] اریوس (Arius) امت مسیحی مین فرقہ ایرین کا موجد اور اصول تعلیم علمائے مسیحیہ اسکندریہ کا سخت مخالف اوس نے ذات مسیح مین وجود الوہیت کے متعلق ایسے ایسے اختلافات و اعتراض قایم کئے کہ بالآخر بادشاہ قسطنطین کو ۳۲۵ء مین کونسل نائس منعقد کرنیکی ضرورت ہوئی - اس کونسل نائس کے فیصلہ سے اقوال اریوس ممنوع و مردود کردیے گئے اور جو اصول عقاید فی التثلیث اس کاونسل مین وضع کئے گئے وہی جاری کیے گئے - اسکے بعد اریوس جلاوطن کردیا گیا لیکن دو برس بعد پھر قسطنطنیہ مین واپس بلا لیا گیا اور اپنے عقائد سے تائب ہوا اور گروہ مخلصین مین داخل ہوگیا لیکن جب یہان سے پھر وہ شہر اسکندریہ مین واپس گیا تو اثانیسوس نے (Athanasius) اوسکو شہر مین آنے نہ دیا - اوس نے ہرچند شہر مین جانیکی کوشش کی مگر اہالیان شہر نے سختی سے رد کیا مجبور ہوکر وہ مصر مین چلا گیا اور وہان پہونچکر پھر اوس نے اپنی اختلاف رائی سے عام طبقات مین شورش پیدا کردی - یہ خبر پاکر پھر قسطنطین نے اوسے دربار مین بلایا اور حکم دیا کہ وہ کونسل نائس کے فیصلہ سے اتفاق کرنیکا اقرار کرے ورنہ وہ دیکھیگا جو اسے دیکھنا پڑے گا - اریوس نے حلف لیکر اقرار کیا تو بادشاہ نے پھر اوسکو مذہب عیسائی مین لیلئے جانیکا حکم دیا لیکن اوسیدن جب وہ بڑے معبد عیسائی مین جارہا تھا راستہ ہی مین مرگیا لیکن اسکی تعلیم شریعت اوسکے ساتھ ختم نہوئی بلکہ نسلاً بعد نسلاً عیسائیت مین شعبدے پیدا کرتی رہی ۲۸۰ء مین پیدا ہوا اور ۳۳۶ء مین فوت ہوا P154

اریوس کی تعلیم قطعاً ممنوع کر دیگئی اور گویا جرم قانونی قرار دیدی گئی اور کرائسٹ پدر اعلیٰ کے جوہر متحد تسلیم کر لیے گئے۔

اسپرٹ آف اسلام بحوالہ ٥٠٥ و GIBBON VOL IV P.305

اِس انتظام سے مذہب عیسوی کی جو حالت ہوئی ہو اوس سے قطع نظر کرکے آپ اس وقت سے اس مذہب کی تاریخ ستم و جور۔ اندرونی جنگ و جدال۔ خوفناک اور ظالمانہ حملات۔ باہمانہ نفرت اور قتل و غارت سے آپس کی روز افزون مشاجرت۔ عام قلوب انسانی سے عقل و انصاف زائل کر دینے کے تفصیلی دفتر پیش کرتی ہے۔ ان۔ تمام واقعات و حالات مین عالمان شریعت کی بدکاریان جزو غالب بنکر داخل ہین۔ ان عالمان شریعت کی مسرفانہ تعیّش بیجا دعویٰ اور بدکاریان چارون طرف سے عام شکایتون کا باعث ہوئین۔ زمانہ قدیم کے طریقہ تجرد نے فرقہ مانک (Monks) کو اپنا قائمقام بنایا۔ اوران صاحبان تجرد کی بدکاریان ضرب المثل بن گئین۔ مانک فرقہائے عیسائیت کے مرتب اور تیار فوجی رسالے تھے۔ جو ہمیشہ انواع اقسام کے فساد۔ تکرار۔ اور مخالف سلطنت پرجوشیان رومتہ الکبریٰ اسکندریہ اور قسطنطنیہ کے ایسے مسیحی حکومت کے مرکزی شہرون کی عام شاہراہون اور سڑکون پر واقع کیا کرتے تھے ان کے ان مفسدہ انگیزی اور شرارت طبعی کے نتیجے ہمیشہ سخت خونریزیون مین نمایان ہوا کرتے تھے۔

نسطوریوس[۵١] اور سینٹ سائرل[۵٢] (NESTORIUS & ST. CYRELL) قاتلان ہپتیا (HYPTIA) دو مسیحی علما کی باہمانہ جنگ و جدال نے عیسائیت کی تاریخ مین ایک قابل الذکر باب کا اضافہ کر دیا ہے۔

مختلف مذہبی کونسلین | دوسری مذہبی مجلس مشورت۔ جو کونسل اوسیفس[۵٣] کے نام سے مشہور ہے۔ انھین اختلاف مذہب دور کرنیکے لئے جو شریعت مین واقع ہو گئے تھے منعقد ہوئی تھی۔ مگر جیسا کہ مورخ گبن کا بیان ہے۔ اس مجلس مشورت مین

---

۵١ نسطوریوس (NESTORIUS) شاہ تھیوڈوسیس کے زمانہ مین قسطنطنیہ کا بشپ مقرر ہوا۔ اوسنے شہر انطاکیہ سے سند اجتہاد حاصل کی اور تبلیغ دین مسیحی کے خدمات انجام دینے مین اوس نے بہت بڑی ناموری حاصل کی ٤٢٨ء مین فرمان شاہی کے مطابق وہ قسطنطنیہ کا مجتہد اعظم مقرر ہوا لیکن ٤٣١ء مین وہ مسئلہ حلول یا ذات عیسیٰ مین دو جوہرون کے انکاری جرم مین معزول کر دیا گیا اور چار سال تک قسطنطنیہ مین مقید رہا۔ پھر ملک مصر مین جلا وطن کر دیا گیا۔ اسکے بعد بہت سے دوسرے مقامات مین بحکم سلطنت رہا مقید رہکر بالآخر قیدی ہی کی حالت مین مرگیا۔ اوسکی تعلیم و ہدایت تمام مشرقی ممالک مین پھیل گئی اور ابھی تک اوس اطراف مین اوسکے متبعین بکثرت پائے جاتے ہین۔ اوس نے ٤٣٩ء مین وفات پائی۔

۵٢ سینٹ سائرل (ST. CYRELL) اسکندریہ کا بہت بڑا مسیحی عالم۔ اس نے فرقہ اریوس کے عقاید کی تردید و تکذیب مین اپنی عمر کا بہت بڑا حصہ صرف کر دیا۔ وہ مسند اجتہاد سے ٣٥٠ء مین اوتار دیا گیا اس لئے کہ وہ گرجا کے بیت المال کو بیچکر فقرا و مساکین کو کھانا بانٹتا تھا۔ اوس نے مجلس علما مین ایجاب سنہ کی اپیل کی اور وہ پھر اپنے قدیم عہدہ پر بحال کر دیا گیا۔ لیکن بار دیگر سنہ ٣٦٠ء مین معزول کیا گیا اور پھر ایک بار اپنے قدیم عہدہ پر ممتاز کیا گیا لیکن شاہ ویلین (VELEN) نے پانچ برس کے بعد اوسکو جلا وطن کر دیا اور پھر بادشاہ کے زمانہ حیات تک واپس نہ آیا۔ اوسکی موت کے بعد آیا بھی تو فوراً مرگیا ٣٨١ء مین پیدا ہوا ٣٨٦ء مین مرگیا (Beeton's Hist. P.533)

۵٣ ایپیفینوس (EPIPHINUS) جزیرہ قبرس (CYPRUS) کا عالم شریعت شاہ قسطنطین کا خاص مقرر کردہ تھا۔ اس نے ایک شارح کتب قدیمہ کی رد لکھی ہے لیکن اس کی اصل کتاب سے اسکے اقتباسات جو اس نے دیگر علما و حکما کی تصنیفات سے مستنبط

عالم اسکندریہ کی خود رائی نے بحث وکلام کی آزادی کو بالکل روک دیا۔

دو جنس غیر کی تعلیم وعقیدت یہ حکم عام دیکر بالکل حرام کردیگئی کہ جو لوگ ذات عیسیٰ کو دو جدا حصون مین تقسیم کرتے ہین وہ تلوار ان سے خود حصون مین تقسیم کردیے جائین۔ وہ خود پارہ پارہ بنادیے جائین اور جلتی آگ مین جلا دیے جائین۔ یہ ایک عیسائی مجلس مشورت کے مخیرانہ مقاصد ثابت ہوتے ہین۔

پانچوین صدی کے حالات

اس کے بعد شہر چالکیڈون[۵۱] (CHALEADON) مین ایک تیسری مجلس مشورت قایم ہوئی۔ یہ مجلس روم کے بشپ کے استصواب راے سے قایم ہوئی تھی اس مجلس مین ذات واحد مین عیسیٰ کا عین ظہور خدا لیکن دو جداگانہ عناصر کی ترکیب کیساتھ بانٹے جانیکا عقیدہ بالوضاحت عام طور سے تسلیم کرلیا گیا۔ فرقہ مینوفیسائیٹ (MONOPHYSITES) اور نسطورین (NESTORIAN) نے فیصلہ چالکیڈون کے سدراہ ہونیکی کوشش کی لیکن اس عقیدت کے متعصبین کے ہاتھون سے جو اپنے زعم خاص مین کرائسٹ کے وجود اور ذات خاص کے راز کی تحقیق کامل کرچکے تھے۔ ان لوگون کا قتل عام کرکے استیصال کامل کردیا گیا۔ شہر بیت المقدس عیسائی راہبون کے قبضہ خاص مین آگیا۔ اور ان لوگون نے عقیدہ ظہور ذات واحد کی صداے احتجاج بلند کرکے تمام شہر کو غارت کردیا۔ جلا دیا اور قتل کرڈالا۔ یہان تک کہ مزار عیسیٰ بھی خون انسانی سے ناپاک وآلودہ کردیا گیا۔ اسکندریہ کے عیسائی۔ جو ایک عورت کو قتل کرچکے تھے اپنے اعظم ترین پیشواے مذہبی کو بیت المقدس مین عین اصطباغ دیتے وقت اوسی مقام مقدس مین قتل کردینے سے باز نہ آئے۔ یہان تک کہ اوسکی صاف اور ستھری لاش کو آگ مین جلادیا اور اوسکی خاک کو دریا مین بہادیا۔

چھٹی صدی کے حالات اور فرقہ مینوفیسائیٹ[۵۲]

چھٹی صدی کے اوسط مین مینوفیسائیٹ فرقہ کا طالع واژون پھر ایک بار یعقوب (JACEOB) نامی شہر اُدیسہ کے بشپ کے زیر ہدایت ہوکر راستی پر آیا تھا۔ یعقوب اور اوسکے جانشین اور قایم مقامون کے زمانے مین پھر اس فرقہ نے مشرقی حکومتون مین بہت بڑی شہرت

بقیہ صفحہ گذشتہ کے ہین بدرجہا بہتر اور مفید ہین ۳۱۳ء مین ولادت اور ۳۸۳ء مین وفات ہے۔ BEETONS HIST 641

۵۱ چالکیڈون (CHALCADON) دریاے پونٹس (PONTOS) کے دہانے پر موجودہ شہر بالطوم (قسطنطنیہ) کے دوسرے جانب واقع ہے یہان قوم مغ (MEGGIES) کے لوگ پہلے آباد تھے۔ اس شہر کو سیتھنس (SYTHIANS) (قوم سیستان) نے بادشاہ غیلینوس (GALINNUS) کے عہد مین تیسری صدی عیسوی مین غارت کرڈالا۔ پھر شاہ جسٹینین (JASTHIANS) نے چھٹی صدی مین آباد کیا۔ پھر اسکو ترکون نے اپنے زمانہ عروج مین برباد کرکے اشیاء عمارت کو شہر قسطنطنیہ (استنبول) مین ڈھو کر اپنی عمارات مین صرف کیا۔ یہ شہر حکیم زینا قراطوس (ZENNCRATUS) کا مولد تھا۔
BEETONS HIST P. 425

۵۲ مینوفیسائیٹ (MONOPHYSITES) عیسائیون کا وہ فرقہ جو ذات مسیح کو صرف ایک جوہر سے مخلوق سمجھتا ہے۔ بخلاف عیسائیون کے عام عقائد کے جو عیسیٰ کی ذات کو الوہیت اور انسانیت دونون جوہرون سے مرکب جانتے ہین۔ BEETONS HIST 585

اور عزت پیدا کی فرقہائے نسطوریہ۔ و متعصبین عیسائیت اور اہالیان چالکیڈون پر اپنے متواتر حملات کرکے ان لوگوں (فرقہ یعقوبی) نے تمام دنیائے عیسائیت میں تباہ و برباد کر دینے والی لڑائیاں اور خونریزیاں چاروں طرف واقع کر رکھی تھیں غیر عیسائی طریق کے لوگوں کے نزدیک مانیوفیسائیت کی یہ تعلیم کہ عیسیٰ کی صفات روحانی و انسانی باہم متحد ہو کر ایک جنس خاص تیار ہو گئی ہے اور اس اتحاد ضدین سے کوئی تمیز یا تفریق۔ دو اشیا مختلفہ میں نہ کسی صورت سے نمایاں ہوتی ہے اور نہ پیدا ہوتی ہے اصول مقرر کردہ کونسل چالکیڈون سے کسطرح علیحدہ اور مختلف نہیں ہوتے لیکن تاہم یہ اختلافی خصوصیت بھی کثیر التعداد قوم انسانی کی مصیبتوں کا باعث ثابت ہوتی ہے۔ آخر کار سنہ ۶۳۰ء میں شاہ ہرقلیوس (ہرقل) (HARCULIUS) نے ان مذہبی بیقاعدیوں میں اتفاق و اتحاد پیدا کرنے کی ضرورت سے ایک خاص عقیدہ کو جاری کیا اور اس کا نام مانوتھیالیٹس (MONOTHYLITES) رکھا

ساتویں صدی کے حالات
فرقہ مانوتھیالیٹس کی ابتدا

اس فرقہ کی تعلیم نہ ایسی جابرانہ تھی اور نہ مجنونانہ۔ مانوتھیالیٹس کے عقیدے میں نہ عیسیٰ خدائے کامل تھے۔ اور نہ انسان کامل۔ لیکن انکی ترکیب خلقت الوہیت اور انسانیت کے دونوں جوہروں سے بقدر مشترک مرکب تھی۔ اور ایسی کہ اوسکی ذات نہ مرکب معلوم ہوتی تھی اور نہ اس ترکیب میں کوئی تغیر یا بدترتیبی تمیز کی جاتی تھی۔ بلکہ اس باہمی توحد و توصل سے صرف ایک ہی ذات یقین کی جاتی ہے۔

بخلاف اسکے کہ یہ صلح کن طریقہ تعلیم قلوب مختلفہ عیسائیت میں سکون و آرام۔ اتفاق و اتحاد پیدا کرے اسکے شیوع نے تو عیسائیوں کے مختلف فیہ فرقوں کے درمیان خرابیوں کو اور گہرا کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایشیائے مغربی افریقہ شمالی اور ممالک یورپ کے اکثر حصوں میں حضرت عیسیٰ کی منسوب الیہ قربانگاہوں میں قتل عام وغیرہ کے وہی منظر اور وہی عالم ہمیشہ پیش آتے رہے۔

آمد آمد اسلام سے ماقبل کی صدیوں میں ممالک مسیحی کے مذہب و ملت کی یہ کیفیت تھی۔ جو اوپر بیان کی گئی خلاصہ یہ ہے کہ قسطنطین کے مذہب عیسائی اختیار کرنے سے مذہب عیسوی نے سلطنت رومۃ الکبریٰ میں نمایاں قوت پکڑی۔ لامذہبی کی راہ تو بند ہو گئی لیکن اسکے (لامذہبی کے) زوال کیوقت بڑے بڑے عظیم الشان اور خالص رومی سلاطین نے اسکو قایم رکھنا چاہا۔ لیکن اسکا زوال و انہدام لاعلاج ہو چکا تھا۔ مورخ گبن کا بیان ہے کہ لامذہبی اور کفر پرستی کے قطعی موقوف ہو جانے کے بعد یہ امید تھی کہ قوم عیسائی امن و امان اور سلامت روی کی حالتوں میں تنہا ہو کر اپنی کامیابی سے آرام و سکون پائے گی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اصول مذہب کا باہمانہ نفاق اونکے سینوں میں ابھی تک زندہ تھا۔ اور بجائے اسکے کہ وہ پیغمبر کے اصول و قواعد کی عملی طور پر مشق و پابندی کریں اون لوگوں نے ذات عیسیٰ کی تحقیقات و تفہیمات کا محققانہ انداز اختیار کیا۔ تمام مسیحی یورپ گہری تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا اور شریعت عیسوی انواع اقسام کے اختلافات و موضوعات سے بھری پڑی تھی مردوں کی روحیں اوسی طرح کثرت سے پوجی جاتی تھیں اور سرزمین قوم و ملک کے

مجسمے اوسیطرح قابل تعظیم و پرستش تسلیم کیے جاتے تھے - قبور پرستی اور شیوخ پرستی دونون عالمگیر ہو رہی تھین - اوسیطرح عیسائیت کفر پرستی بنا دی گئی تھی - عیسائیت کی ماتحتی کی وجہ سے قوم کی ملکی اور معاشرتی حالتین بھی بالکل افسوسناک ہو رہی تھین

عیسائیت کے حیوانی مظالم انسان سے خیالات و فیصلہ جات کی آزادی صلب کرلیگئی تھی - اور عیسیٰ کی حکومت لامذہبون اور کافرون کی بیرحمانہ قربانیون اور جان ستانیون تک محدود کردیگئی تھی - جو عقاید مروجہ ملک سے بال بھر بھی اختلاف کرنیکی جرأت کرتے تھے شہر اسکندریہ کی کھلی سڑک پر اور مہذب دنیا کی کھلی آنکھون کے سامنے - زمانہ قدامت کی شریف ترین عورت ناقابل الذکر مظالم کے ساتھ - ایک عالم عیسائی کے ہاتھ سے جسکا نام دفتر عیسائیت مین شہید کے لقب مقدس سے برابر تحریر کیا جاتا ہے - اور جسکے لئے موجودہ روشنی کے زمانہ مین ایک عذر خواہ - ڈریپر (DRAPER) بھی پیدا ہو گیا ہے - ذبح کرڈالیگئی ڈریپر کے خوش بیان صفحات مین اون خونخوارانہ جرائم کے پورے واقعات موجود ہین - جو ابد الآباد تک عیسائیت کی دامن پر بہت بڑا داغ لگائے رہین گے -

قتل ہیپتیا ایک خوش جمال عقیلہ اور نہایت پارسا خاتون پر جسکی درسگاہ شہر اسکندریہ مین صاحبان ذوق و اہل معاشر مروجہ کی کثرت سے ہمیشہ بھری رہتی تھی - مبلغین اور حامیان عیسائیت کے ایک گروہ نے عین اوسوقت حملہ کردیا جب وہ اپنی تعلیمگاہ سے باہر آرہی تھی - ان موبدین مذہب کے شور و غل مین وہ اپنی گاڑی پر سے کھینچ لی گئی - اور کھلی سڑک پر بالکل ننگی کردیگئی وہ تو خوف کی شدت سے ہیجو اس ہو رہی تھی اوسے اسی شکل سے کھینچ کر ایک قریب کے گرجے مین لیگئے اور وہان امام مذہب کے چھرے سے قتل کرڈالیگئی - اوسکی غریب لاش کے ساتھ بدکاری کیگئی - اسکے بعد اوسکی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کرڈالیگئے اسپر بھی یہ خونخوارانہ مظالم اوسوقت تک تمام نہین کئے گئے جب تک کہ سیپیون سے اوسکا گوشت ہڈیون سے بالکل کھرچ نہ لیا گیا پھر بقیہ اجزائے لاش کو آگ مین ڈالدیا گیا - اور باوجود ان تمام مظالم کے دنیائے عیسائیت نے اس ظالم (قاتل ہیپتیا سینٹ ساریل) کو مذہبی امام و پیشوا کا خطاب دیا جس نے ایسی خوفناک اور انقلاب انگیز خونخواری دکھلائی غریب ہیپتیا[۵] کا خون بہا سوائے عمرو ابن العاص کی تلوار کے اور کوئی دوسرا نہ لے سکا -

---

[۵] ہیپتیا (Hypatia) تھیون (Theon) کی لڑکی تھی - اور شہر اسکندریہ کی بہت بڑی ریاضی دان حکیمہ - باپ کے مرنے کے بعد اوس نے حکمت افلاطون کی سند اوس شہر مین حاصل کی - اور کثیر التعداد طلبا اور شاگردون کو ریاضی اور فلسفہ کی تعلیم دینے لگی - یہان تک کہ یونان اور اسکندریہ مین تعلیم حکمت ارسطو اور افلاطون مین اوسکی شہرت تمام پھیل گئی - سینا سوس جس نے آخر مین عیسائی مذہب اختیار کرلیا تھا اوسکا بڑا مداح تھا - اسیطرح ارسطیطیوس ۱ جو حاکم اسکندریہ تھا ہیپتیا کی بڑی قدر و منزلت کرتا تھا اور ہر امر ضروری مین اوس سے مشورہ کیا کرتا تھا - حاکم اسکندریہ اور سارئیل (قاتل ہیپتیا) کے درمیان سخت عداوت تھی جو آخر مین فیمابین جنگ و جدال کی صورت مین مبدل ہو گئی تھی - اور رہبانون (MONKS) کی وارستہ جماعت نے سارئیل کی طرف ہو کر ارسطیطیوس پر حملہ کردیا اور ارسطیطیوس کو بالآخر شہر سے بھاگنا پڑا - اس کے بعد ان لوگون نے ہیپتیا کو پکڑا - اون کے ٹکڑے ٹکڑے کرڈالے

عیسائیت کے مظالم اور عالمگیر بدکاریان

حکومت قسطنطنیہ کی حالت خصوصاً شاہ جسٹینین (JASTINIAN) کے ایسے نامور اور مویدعیسائیت کے ایام حکومت مین۔ تمام عیسائی حکومتون کی ملکی اور قومی بدکاریون اور بداخلاقیون کی مرتب فہرست ہے۔ اقاصرہ روم کے تخت شاہی پر ملکہ تھیوڈرا (THEODRA) کے قدم آئے اور وہ سلطنت کے تمام نظام مین بادشاہ کی شریک بلکہ شریک غالب بنگیئن تھوڈرا نے شہر قسطنطنیہ مین اپنی (بدکاری کی) علانیہ تجارت شروع کردی۔ اور وہان کے آوارہ مزاج باشندون مین انکا نام ضرب المثل ہوگیا لیکن بااین ہمہ اوس شہر مین کامل تعظیم وتکریم کے ساتھ یہ سلطانہ تسلیم کرلی گیئن اور بڑے بڑے حاکمان قتل وقصاص مجتہدان عصر قسمت مند اور قلعہ کشا سپہ سالاران افواج انکی تعظیم واحترام کرنے لگے۔ تھیوڈرا کے جور ومظالم سے سلطنت روم تمام دنیا کی نگاہون مین ذلیل وخوار ہوگئی۔ جن مظالم کو نہ کوئی نصاب مذہبی روک سکتا تھا اور نہ حدود قومی یہ شورش انگیز مفدے۔ خونریز ہنگامے جن مین علمائے مذہب کی ہمیشہ نمایان شرکت رہتی تھی۔ اوس زمانہ خاص کے آئین تھے۔ ان موقعون پر تمام احکام نظام۔ عام اس سے کہ نظام انسانی ہون یا احکام روحانی سب پامال کردیے جاتے تھے۔ معابد اور مذابح (قربان گاہین) خونخوارون سے ناپاک بنے ہوئے تھے۔ کوئی مقام نہ امن وآرام کے قابل تھا اور نہ طہارت واحترام کے لایق۔ قومی قوانین بالکل متروک کردیے گئے تھے۔ اور باغیانہ بدکاریان دن دہاڑے ہمیشہ جاری رکھی جاتی تھین۔ کوئی واقعہ ایسا خوفناک اس ناپاک شہر مین اوسوقت تک ظاہر نہین ہوا تھا جیسا کہ نیکا کے عام بلوے کیصورت وطریقہ مین شاہ جسٹینین کے پانچوین سال جلوس مین واقع ہوا طبقہ رعایا کی عام طوائف الملوکی اپنی تمام خونریزیون اور بدکاریون کے ساتھ شاہی افواج متعصبین کی حمایت کی وجہہ خاص سے ترقی ووسعت پاکر بالکل وحشیانہ انداز وصورت مین اس حد تک پہونچ گئی تھین کہ سلطنت کفارین بھی اون کی نظیر نہین ملتی۔

شاہ مارقیوس کا خون ناحق

جب ہم قسطنطنیہ کی ان حالتون کا مقابلہ کرنے لگتے ہین تو حکومت فارس کی حالت کو اوس زمانہ مین اس سے کہین بہتر سمجھتے ہین۔ عام جذبات انسانیت۔ ان مظالم وجرائم کو دیکھکر جنھون نے مسیحی قسطنطنیہ کے کارنامون کو سراپا داغدار بنا دیا ہے۔ بالکل علیحدہ ہوجاتے ہین۔ جس زمانہ مین کہ پیغمبر اسلام علیہ السلام بالکل کمسن تھے عین اوسوقت ایک نہایت نیک اور پرہیزگار عیسائی حکمران قسطنطنیہ[۱] جس کا مثل آجتک تخت بازنطیوم (سابق

بقیہ صفحہ گذشتہ۔ اوسکے اعضا کو جلاڈالا سینیانے ونناطوس (Diohm...) کی تالیف اور دیگر کتابون کی شرحین لکھین اور مقدس زمانہ۔ ریورنڈ چارلس کنگسلے (KINGS BY REVD CHARLSE) نے ایک خاص کتاب مین اسکے واقعہ کو لکھا ہے۔ BEETONS HIST P. 935.

[۱] اس بادشاہ کا نام مراقس رومی تھا (MAURICEUS) یہ شخص نہایت قدیم خاندان روس کا ممبر تھا۔ ۵۷۸ء مین شاہ طبریس نے اسے سالار فوج بناکر محاصرہ فارس پر بھیجا تھا۔ وہان اس نے فتح عظیم حاصل کی ۵۸۲ء مین وہ شاہ طبریس کا قایم مقام ہوا۔ اور اوسکی لڑکی سے شادی کرلی اہل فارس روم پر چڑھیا کی کردی جانبین سے صف آرائی ہوئی اور کامل آٹھ برس تک قایم رہی۔ اور بالآخر خسرو ثانی کے حکومت سے منتزع کیے جانے پر ختم کردی گئی تخت سے منتزع ہوکر خسرو نے مراقس سے کمک مانگی۔ اور مراقس نے مدد فوجی دیکر اوسکو اوسکا موروثی تخت دلوادیا اسکے معاوضہ مین چند قلعہ جات فارس مراقس کو بدلے اسکے بعد اہل عرب نے

نام قسطنطینیہ) پر بیٹھا تھا ایک عیسائی بادشاہ کے اشارے سے قتل کر دیا گیا وہ مظلوم بادشاہ اپنے قصر شاہی کے عبادت خانہ سے باہر کھینچکر لایا گیا اور اوسکے پانچون بیٹے ایک ایک کر کے اوسکی آنکھون کے سامنے قتل کر دیے گئے اور یہ حسرتناک منظر بادشاہ کی خاص تمام کر دیے جانے پر ختم کر دیا گیا۔ اسکے بعد اوسکی بیوہ سلطانہ پر اور اوسکی لڑکیون پر خوفناک مظالم ڈہا دیے گئے اونکو بھی اوسی مقام پر قتل کر دیا گیا۔ جو مقام اون سے پہلے شاہ مرقس کے خون سے رنگین ہو چکا تھا۔

اسکے بعد کے واقعاتِ مظالم۔ جو مقتول بادشاہ کے احباب و رفقا کے ساتھ عمل مین لائے گئے۔ وہ عیسائیان قسطنطینیہ کے اخلاق کی کامل فہرست ہین اونکی آنکھین پھوڑ دی گئین۔ تالو سے زبانین کھینچ لی گئین۔ مثل حیوانات کے اون کے ہاتھ پاؤن کاٹ ڈالے گئے۔ اون مین سے اکثر تازیانون کے نیچے مر گئے۔ اکثر آگ کے شعلون مین جلکر خاک ہو گئے اکثر کے کام تیر مار مار کر تمام کر دیے گئے۔ اور جلدی سے مار ڈالنا۔ تو بقول گبن۔ ایک قسم کا بہت بڑا رحم تھا۔ جو ان بدنصیبون کو مشکل سے نصیب ہوا۔

سلطنت قسطنطنیہ خون تھوک کر قریب المرگ ہو رہی تھی۔ اور ملکی اور مذہبی تفرق و مناقشات سے صد پارہ ہو کر اور عقلی مجادلون سے بیدل ہو کر۔ مذہبی عقاید مین اتفاق و اتحاد پیدا کرنے کی کوششون سے بالکل کمزور ہو چکی تھی۔ اور ہمیشہ کشت و خون۔ بدکاریون اور خونخواریون کے مناظر پیش کرتی رہی۔

عیسائیون کا بہت بڑا مشہور و معروف مورخ ملمین (MILMEN) قسطنطنیہ مین اوس زمانہ کی مجنونانہ عیسائیت کی یہ حالت بیان کرتا ہے۔

قسطنطنیہ کا بشپ (مجتہد اعظم) سلاطین قسطنطنیہ کا دستبستہ شکار۔ ادنی غلام اور پرجوش مذاق والا مصاحب تھا۔ اور کبھی اپنا کامل اخلاقی اثر حاکم سلطنت کے مزاج پر نہ پہونچا سکا۔ اس سے طبقہ زیرین کے ماتحت علما و پیشوایان مذہب عیسوی قطع نظر آسکے کہ اونھون نے اپنے دوسرے احسان و اشفاق قوم پر مبذول کر کے قوت و دولت اور مراتب حاصل کر لیے ہون۔ جن سے وہ قوم کی حریص اور دیگر خواہشات نفسانی کو روک سکین مگر باوجود اسکے اونکی یہ تمام قوتین اتنی کافی نہین تھین کہ وہ تمام قوم کے قلوب پر کبھی نظام امن قایم رکھنے کیلئے تحکم کر سکین۔ یا قدیم زمانہ کی بداخلاقیون کو موقوف کر سکین۔ باہمانہ مناقشات و اختلافات میں سکون پیدا کر سکیں اور دو گرتی ہوئی قوموں کو یکجا کر دیں بظاہر تو وہ قلوب پر حکمرانی کرتے تھے اور اس سے قبل زمانون مین بھی وہ حکمرانی کر چکے ہین لیکن قلوب عامہ پر یہ حکمرانی کسی اقتدار و عظمت یا احسان و خلوص کے ذریعہ سے نہین کی جاتی تھین بلکہ جاہل متبعین کو وہم پرستی کے خوف دلانے۔ ڈرانے اور دہمکانے سے

بقیہ حاشیہ گذشتہ۔ رومیون مین جنگ واقع ہوئی جس مین اہل عرب نے بارہ ہزار رومیون کو قید کر لیا۔ اگرچہ ہرقس نے فدیہ دیکر اونکو چھوڑا لینا چاہا مگر عربون نے دینے سے انکار کر دیا اور سب کو قتل کر ڈالا۔ اس جرم مین فوج نے مرقس کیساتھ غدر کیا اور فوکس (PHOCOX) کو اپنا بادشاہ بنایا اور قسطنطنیہ پر حملہ کر کے مرقس اور اوسکے تمام خاندان کو قتل کر ڈالا۔ ۵۳۹ء مین پیدا ہوا اور ۶۰۲ء مین قتل ہوا۔

BEETONS 297.

حقیقتاً اس طبقہ کے لوگ (علمائے عیسائیت) بذات خود جہالت کے غار مین گر پڑے تھے۔ اور جہالت و حیوانیت کے آگے سرنگون ہو گئے تھے اور یہ ایک نہایت ذلیل درجہ کی تہذیب تھی۔ رہبانیت نے قوم کے کثیر التعداد افراد کو جو محض زاہدانہ اور دینی مشاغل مین نہایت مستعد اور کارآمد لوگ ثابت ہوتے ہین۔ اپنی طرف کھینچ لیا۔ لیکن ان رہبانون نے جب سے ملک کے خونخوارانہ اور مخالفانہ معاملات ملکی مین اپنے جتھے اور فرقے بنا بنا کر شرکت کی۔ اوسیوقت سے اونکی نگاہون مین اونکی وقعت اور اون کے اثر بالکل کم ہو گئے۔ وہ کہنے کے لئے تو دنیا سے بالکل علیٰحدہ تھے۔ تارک الدنیا و العلائق تھے۔ حیرت و تنہائی کے وادی مین ساکن تھے اور انہین لوگون مین وہ راہبین جو مانک (MONK) کے نام سے مشہور و معروف تھے اپنے اپنے صومعات مین تو بجائے خود نہایت مستحکم اور پرامن تھے۔ اور ایسا ہی وہ اپنی نجات کی نسبت بھی یقین کامل رکھتے تھے لیکن اپنے فرقہ کے سوائے تمام نوع انسانی کو ایک لاعلاج فنا و نیستی کے لئے چھوڑ بیٹھے تھے۔ سپرٹ آف اسلام ص ۲۳۶ بحوالہ

MILMANS LATIN CHRISTIANITY VST INTRODUCKON P. 84

جو قطعات ملکی۔ ایشیائی ترکستان مین۔ دریائے فرات سے مغرب کی طرف واقع تھے۔ وہ پارتھیئن[۵] PARTHIAN اور رومن قومون کے ہاتھون یکے بادیگرے برباد ہو چکے تھے۔ پھر ان دونون تباہ کن قومون کے بعد ان ممالک کو ایرانیون اور رومیون نے پامال کر کے تباہی و بربادی کے آخر درجون تک پہونچا دیا تھا۔ وہان کی رعایا کی بدکاریان اونکی قومی تباہی سے بڑھی ہوئی تھین متعصبین عیسائیت نے اونکی قومی حالتون مین ترقی پیدا کرنے کی جگہہ اونکی خرابیون کو اور زیادہ کر دیا تھا ان ممالک مین مذہب زردشتی ذلیل ترین عیسائیت سے ایک طرف اولجھا ہوا تھا۔ اور فرقہ نسطوریہ (NESTORIAN) اپنے متعصبین مذہب کے گروہ سے دوسری طرف دست و گریبان تھا۔ اور یہ وہی قدیم جنگ تھی جو فیما بین۔ مانیکیوس اور دو پیغمبر ہائے انسوان کے درمیان ایک زمانہ دراز سے جاری تھی۔ الغرض ان مفسدات نے مغربی ایشیا کو بربادی اور ناامیدی کا ناپیدا کنار ویرانہ بنا رکھا تھا۔

وہ گرد باد فتوحات جو افریقہ ہو کر گذر گیا۔ وہ قتل عام کشت و خون معلمین و مبلغین مذہب عیسائیت کی زیادتی اور بدعنوانی سے بالکل پر اور مملو تھا۔ اُس نے نور اخلاق کے ایک ایک ذرے کو چن چن کر ملک مصر اور دیگر ممالک افریقہ کے حصون سے جو قریب قریب زوال و نیستی کے پہونچے ہوئے تھے نکال پھینکا۔ قوم کی حالت اس سے بھی زیادہ مہیبناک

---

[۵] پارتھیئن (PARTHIAN) ایشیائے مغربی کے ایک علاقہ خاص کا قدیم نام ہے جو کیسپین کے جنوب و مشرق کی جانب ایک جنوبی خاکنائے ہرقانیہ (Hyrcania) سے ملا ہوا تھی اب وہ علاقہ خراسان کے شمالی حصہ مین داخل ہے یہ قدیم سے ملک فارس کا علاقہ تھا۔ اسکو سکندر اعظم نے فتح کر لیا تھا اور بعد فتح ملک شام سے ملا دیا تھا لیکن یہان کی رعایا نے بغاوت کر کے اپنے ملک کو آزاد کر لیا۔ اگرچہ رومیون نے اونکو مفتوح کرنیکی متواتر کوشش کی لیکن پھر وہ کبھی کامیاب نہ ہوئے۔ یہانتک کہ اونکے خاص حاکم اربائینوس چہارم (ARBATINIOS IV) نے فارس والون کے ساتھ جنگ کی اور عین معرکہ جنگ مین مارا گیا۔ اوسی وقت سے یہ علاقہ ملک فارس کے ساتھ ہمیشہ کے لئے ملحق ہو گیا۔ (BEETONS HIST 528)

ہو رہی تھی روز روشن میں حاکمان شریعت اور قوم کے لوگون کی دونون آنکھون کے سامنے نارسیسنر[۵۱] (NARSES) کے ایسا ایک محسن قوم وملک شہر قسطنطنیہ کے بازار مین زندہ جلادیا گیا۔ ایسے ہی تختگاہ روم مین اگزآرچ (EXARCH) نائب السلطنت) کے آنکھون کے سامنے فریق مخالف بشپ کے طرفدارون نے اعلان جنگ دیدیا اور تمام گرجاون کو عیسائیون کے خون سے بھر دیا۔

ملک اسپین (اندلس) نے ان سے بھی زیادہ خوفناک بربادی اور طائف الملوکی کے واقعات پیش کئے۔ دولتمند طبقہ قوم اور وہ چند صاحبان اقتدار وحقوق۔ جو حکومت کی طرف سے عمالان ملکی کے عہدون پر ممتاز تھے یا حاکمان وقت ہونیکے خطابات والقابات رکھتے تھے۔ وہ گو تمام دینی اور دنیاوی تکالیف سے البتہ سبکدوش تھے۔ وہ انتہا درجہ کی عیش وعشرت کے ساتھ اپنے اپنے خوشنما محلات مین رہتے تھے۔ غلام وکنیز خدمت کے لئے ہمیشہ اونھین گھیرے رہتی تھین وہ لوگ اپنے اوقات زیادہ تر حمام کی صحبتون مین صرف کرتے تھے۔ جو اونکی بدکاریون کے اظہار کی اصلی شکارگاہ تھی۔ یا قماربازی کی میز پر اپنا وقت گذرانتے تھے۔ اِس سے جو وقت بچتا تھا وہ کھانے اور پینے مین صرف ہوتا تھا۔ ان کی یہ کثیر عیش وعشرت اور اون مین ان لوگون کی بے حد زیادتیان۔ عام طبقہ رعایا کی لاانتہا ناداری اور تکلیف کے ساتھ ایک خوفناک مقابلہ کا موقع دیتی تھین۔ اب رہی متوسطین طبقات قوم۔ جنکو شہرون اور قصبون کی آزاد رعایا کہا جاتا تھا۔ وہ رومن بادشاہون کے مظالم سے روزانہ پیسے جارہے تھے۔ زمیندارانہ غلامی موقوف ہوگئی تھی۔ اوسکے قایم مقام آباوانہ غلامی قایم ہوگئی تھی اور اس نے آزادی اور غلامی کے درمیان کی صورت اختیار کی تھی۔ بعض حالتون مین وہ غلامون سے زیادہ آسودہ اور خوشحال تھے وہ جائز طریقہ مین شادی بیاہ بھی کرسکتے تھے۔ اور اپنی کاشت کے محاصل مین قدرے حصہ پانے کے بھی مستحق ہوجاتے تھے اور اونکے مالک اون سے مال ومویشی نہین لے سکتے تھے۔ باستثناء اسکے وہ اور حالتون مین ملک کے غلام تھے۔ اور اون کی ذاتی خدمات بالکلیہ حکومت سے وابستہ تھین۔ اون کو سزائے جسمانی اوسی طرح دیجاتی تھی جس طرح گھر کے لونڈی غلامون کو دیجاتی تھی۔ رعایا کچھ ایک ہی شخص کی غلام نہین تھی بلکہ ملک بھر کی۔ اون کی خدمات کے تعلقات موروثی اور ناقابل انفکاک طریقہ سے اون کی زمین کاشت سے متعلق تھے۔ جیسے وہ جوتتے بوتے تھے۔ اِن غلامان حکومت کے حالات جو خاصکر تمام حکومت کی رعایا پر مشتمل تھے۔ ناقابل بیان تھے۔ اون پر حیوانون سے بھی زیادہ ظلم وبیرحمیان کی جاتی تھین۔ جہالت ملکی کے بارشانی حملات اِن بدقسمت قطعات زمین پر

---

[۵۱] نارسیس یا نارسیسنر (NARSIS) اصل مین یہ ایک خواجہ سرا تھا جو شاہان قسطنطنیہ کی حرم سرا مین معمولی عہدے پر مامور تھا رفتہ رفتہ شاہ جسٹینین کا مشیر خاص ہوگیا۔ اور بالآخر رومیون کی تمام افواج کا نہایت اعلیٰ اور کارگذار سپہ لار بنگیا۔ یہ قوم گاتھ (GATH) کے محاصرین رومیون کی طرف سے سپہ لار افواج مقرر کرکے بھیجا گیا۔ اور ۵۲ء مین وہ فتحیاب ہوا اور شاہ طلطلہ (TOLTILA) اوسی جنگ مین مارا گیا۔ اس کے بعد وہ شاہ روم کیطرف سے ممالک اٹلی مین وایسرائے بناکر بھیجا گیا۔ اوس نے اپنی حسن تدبیر سے تمام ملک اطالیہ مین بہت خوب انتظام کئے لیکن آخر مین اوس پر حرص وطمع کا الزام لگایا گیا۔ اور شاہ جسٹنین کے بعد وہ اس جرم مین اس عہدے سے معزول کردیا گیا وہ پچانوے برس کا ہوکر شہر روم قسطنطنیہ مین ۵۶۸ع مین زندہ جلادیا گیا۔
BEETONS HIST P. 561

س سے بھی زاید خوفناک بلا و مصیبت لائے۔ لیکن جب ان مین بیداری آئی تو وہ از خود رفتہ خوفناک اور کامل الارادہ ہوگئی اور اونھون نے اِن طبقات آراضی کو لوٹا قتل کیا اور باقیماندہ لڑکون عورتون اور پادری لوگون کو اپنا غلام بنایا۔ کثیر التعداد قومین اس جزیرہ نما یوروپ مین آباد تھین مقلدین حضرت عیسٰی کے ہاتھون جیسے جیسے خوفناک مظالم اون کے ساتھ ہوئے اور جس بیرحمی سے اونکا تعاقب کیا گیا وہ دلشکن ہین اِن لوگون کا تعاقب عالمان شریعت عیسوی کے ہاتھون اور اون کے حکم خاص سے بزیر حکم شاہ ویسگوتھ سلیست (Visigoths sisebut) سنہ ۶۱۶ء سے شروع ہوکر اوسوقت تک نہین تمام کیا گیا جبتک اسلام ان مظلومین جہالت وجنون کے لئے پروانہ نجات نہ لایا۔ یہ اسلام ہی تھا جس نے یوروپ کے یہودیون کو اس قابل بنادیا کہ میمونا مدس Moses Maimonides یا ابن جبریل[1] کے ایسے قابل افراد پیدا کرسکے۔ اسپرٹ اسلام از ص ۱۹ تا ۲۸ دیباچہ

رائٹ آنریبل مسٹر سید امیر علی سی۔ آئی۔ ای بالقابہ نے مندرجہ بالا عبارت تفصیلی مین صفحات عالم پر الکفر ملۃ واحدۃ کی ایسی اچھی تصویر کھینچی ہے کہ پھر اوسکی دوسری مثال یا عکس ثانی پیدا کرنا دشوار ہے اس تفصیل سے ہر شخص بآسانی سمجھ لیگا۔ کہ ظہور اسلام اور بعثت حضرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وآلہ الکرام کے وقت کفر وشرک اور ضلالت وجہالت کی عام تاریکی دنیا کے اس سرے سے لیکر اوس سرے تک پھیلی ہوئی تھی۔ اور عادت الٰہی کے مطابق یہی وقت اور یہی موقع انوار رسالت کی ضیا افشانی کا خاص تھا۔ اس تفصیلی عبارت کے متعلق مجھکو کسی اضافہ کی ضرورت نہین تھی لیکن چونکہ موجود زمانہ مین تمام یوروپ کا زمانہ ہے اور اس کتاب مین تمامتر یوروپین مصنفین کی تعریفات سے مقابلہ ہے اس لئے ضرور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے وقت ممالک یوروپ کی جہالت وضلالت جیسی تاریخون سے ثابت ہوتی ہو وہ بھی تفصیل کے ساتھ پیش کردیجائے کیونکہ مندرجہ بالا عبارت تفصیلی مین اِس تشریح کی کمی رہگئی ہے اس غرض سے ہم مفصلہ ذیل عبارت مین آنحضرت صلعم کے مبعوث برسالت ہونیکی وقت یوروپین ممالک کے علیحدہ علیحدہ حالات قلمبند کرتے ہین

ممالک یوروپ مین عیسائیون کی دینی اور دنیاوی بدنظمی

رسول عربی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بعثت کے وقت تمام یوروپ مین جہالت کا دور دورہ تھا۔ **انگلستان** مین برٹن (BIRTON) اور سیکسن (SAXON) قومین آباد تھین۔ نارتھمبرلینڈ۔ مڈلینڈ۔ کونٹیز۔ نارفاک۔ سفاک۔ اور سکس (قریب قریب تمام اضلاع انگلستان مین) ہین ووڈن (WODDEN) کی پرستش ہوتی تھی۔

فرانس اور اوسکے اضلاع۔ برن ہلڈ۔ سگ برٹ۔ فری دی گونڈ وی۔ لھارک چرافسانہ وقصص کی حالت مین گرفتار تھا

[1] ابن جبریل۔ یہود کا بہت بڑا عالم شریعت اسپین کا باشندہ تھا۔ عام طور سے موسی مصری کہلاتا تھا کیونکہ وہ حاکم مصر کا حکیم خاص تھا اوسنے قبل مین اپنا کو مسلمان تبلایا تھا اس لیے کہ اوسوقت کی اسلامی سلاطین یہودیون کے سخت مخالف تھے وہ مختلف زبان وعلوم سے واقف تھا اور خاصکر علم فلسفہ اور علم الادویہ کا بہت بڑا کامل تھا وہ علم شریعت کی حقیقت کا بھی ماہر تھا۔ اور مدراس وتالمود (تفاسیر وحدیث یہود) پر اوسنے بڑی بڑی شرحین لکھیں اور دلائل عقلیہ سے اونکے مطالب کے مکاشفات کیے اوسکی تصانیف بڑی ضخیم ہین اور اوسکی قدر ومنزلت یہود ونصرٰی مین اتنی ہے کہ ویسی کسی دوسرے عالم کی نہین۔ یہود تو اوسکو موسی ثانی کہتے ہین اوسکی شرح توریت اصول فقہ عبرانیان وغیرہ مشاہیر تصانیف ہین بمقام قرطبہ سنہ ۱۱۳۵ء مین پیدا ہوا اور سنہ ۱۲۰۴ء مین فوت ہوا BEETONS Hist 259

اوران علاقون مین پادریون کے ایماسے بہت سی بدکاریان روا رکھی جاتی تہین۔ فرانس ہمیشہ سکسن قومون سے دریائے البے (R. ELBE) پر معرکہ آرا رہا تھا۔ یہ لڑائی ۸۰۲ء عیسوی کے بعد تک جاری رہی جس مین ساڑھے چار ہزار سکسن قیدی نہایت بیرحمی سے شہر وارڈن (WARDEN) مین ہلاک کئے گئے۔

ہینگری۔ اندنون انتہا درجہ کی وحشی وناشایستہ اور آوارہ قوم کے ہاتھون مین تھا۔ جنکو وحشیانہ اور ظالمانہ وسائل سے اپنے مذہب مین لایا گیا تھا۔ (سول اور ملٹری گزٹ مورخہ ۲۔ اکتوبر ۱۹۰۸ء اڈیٹوریل نوٹ)

ہندوستان مین پرانون کا زمانہ شروع ہو گیا تھا۔ اور بام مارگی فرقہ قابو یافتہ تھا۔ وہ اپنے گندے اصولون کیطرف بندگان خدا کی راہبری کرتا تھا۔ مندرون مین زن ومرد کی برہنگی کی تمثالین بنا کر رکھی جاتی تہین اور انکی پرستش کی جاتی تہی عبادت خانون کے در و دیوار پہ ایسی سراپا فحش تصویرین کندہ کیجاتی تہین جنکے تصور سے ایک مہذب شخص کو نفرت آنی چاہئے۔ R. C. Dutt Civilization of Ancient India 237

چین اور مشرق بعید کے باشندون نے اپنے ملک کو آسمانی فرزند کی بادشاہت سمجھکر خدا سے مونھہ موڑ لیا تھا ہر کام کے لئے جدا جدا بت مقرر کر لئے تھے۔ کوئی بارش کا۔ کوئی اولاد کا۔ کوئی جنگ کا۔ کوئی امن کا۔

قبل بعثت عرب کے خاص حالات

یہانتک ہم معمورۂ عالم کے گوشہ گوشہ کی بت پرستی اور کفر پرستی کے مفصل اور مسلسل حالات قلمبند کر چکے اور دکھلا چکے کہ ایک کفر شعاری کی بدولت۔ اونکے اخلاق۔ آداب معاشرت اور ملکی وقومی نظام کیسے تباہ وبرباد ہو رہے تھے۔ اب ہم ان اقطاع عالم کے مندرجہ بالا حالات کو بالتفصیل بیان کر کے حسب الوعدہ اخیر مین جزیرہ نمائے عرب کی موجودہ تباہی وبربادی کا نقشہ ذیل کے مضامین مین کہینچتے ہین جس سے معلوم ہو جاوے گا کہ اس عام تاریکی کے زمانے اور اس دائمی ظلمت کے عین عالم مین اس قطعہ عالم کی جسکی نسبت وہان کے باشندے قلب عالم ہونیکا دعوی اور اپنی سرزمین وطن کو ایک نامحدود وغیر معدود زمانے سے تقدیس کا مرکز۔ رسالت کی تبلیغ کا مخزن۔ ابراہیمؑ کا معبد اور اسمٰعیلؑ کا مسکن قرار دیتے آئے ہین۔ ان خصوصیات واوصاف سے تو یہ چاہتا تھا کہ وہ اور اوسکے باشندے بمقابلہ اور مقامات کے اپنے اطوار وکردار مین خدا پرستی اور صلاحیت کے مسلک قدیم پر قایم ہون لیکن واقعات اسکے برعکس یہ بتلاتے ہین کہ اونھون نے اپنی قدیم عظمت کے تمام خصوصیات کو بالائے طاق رکھکر ایک مدت سے کعبہ مین بت پرستی اختیار کر لی تھی تفصیل یہ ہے۔

کئی صدیان گذر گئی تھین سیکڑون نسلین ختم ہو گئی تھین کہ جزیرہ نمائے عرب مین اوسوقت سے لے کر اسوقت تک کسی فرمانروا کا پورے ملک پر نہ تسلط ہوا تھا اور نہ کسی بادشاہ کی حکومت۔ ایک زمانہ دراز سے ملک کا ملک خود سر بنا ہوا تھا۔ نہ کسی حاکم سے واسطہ نہ کسی حکومت سے سروکار حضرت شعیبؑ کے بعد سے جسے تین ہزار سال سے زیادہ کا عرصہ ہوتا ہے آج تک اس قطعۂ زمین پر نہ کوئی ہادی اُمت نازل ہوا تھا۔ نہ کوئی راہبر اور نہ پیغمبرؑ اوترا تھا۔ اسوجہ سے یہ ملک کا ملک قوم کی قوم نہ خدا کے اصول ہدایت سے واقف تھی اور نہ قانون سیاست سے آشنا۔ ایک خالص آزاد قوم تھی اور کامل

جاہل ملک جنکی آزادی محض حیوانی تھی نہ انسانی لیکن وہ آزادی بھی انواع اقسام کی کمیفر کرداریون مین گرفتار تھی - اور ملکی نام ونمود بھی ہزار طرحون کی جاہلیت مین نیست ونابود -

زمانہ جاہلیت مین اہل عرب حقیقتاً کسی الہامی مذہب کو نہین مانتے تھے - اونکو خدا کے وجود ہی سے انکار تھا اور حشر کے منکر تھے - اور چونکہ وہ گناہ کے قائل نہ تھے اس لئے عقبیٰ مین روح کی جزاو سزا کے بھی قائل نہ تھے وہ اپنے آپ کو جملہ قیود قانونی خواہ حدود رسمی سے بالکل مبرا اور منزہ تصور کرتے تھے - اور اپنی ہی آزاد مرضی کے موافق کاربند ہوتے تھے اونکا عقیدہ تھا کہ انسان کا وجود دنیا مین ایک درخت یا جانور کے مانند ہے وہ پیدا ہوتا ہے اور پختگی پر پہونچکر تنزل پکڑتا ہے اور مرجاتا ہے اور جانورون ہی کے مانند بالکل نیست نابود ہوجاتا ہے اکثر ان مین معتدل خیال والے بھی تھے - اور وہ روح کو غیر فانی سمجھتے تھے - اور اوسکی جزاو سزا کو آدمیون کے نیک وبد اعمال پر منحصر کرتے تھے - اس لئے ضرور تھا کہ وہ ایسا طریقہ اختیار کرین جس سے اونکو دائمی خوشی حاصل ہو اور اونکو ابدی تکلیف اور خرابی سے محفوظ رکھے - لیکن خود اونکے پاس کوئی ایسا اصول جسکے وہ کاربند ہون موجود نہ تھا - اسلئے اوہنون نے اون قواعد کی طرف توجہ کی جنکو اونکی ہمسایہ قومین مانتی تھین - اور اپنی سمجھ کے موافق ہر قوم سے ان لوگون نے کچھ کچھ باتین اخذ کرلین -

عرب مین بت پرستی کیسے آئی

یہی اسباب تھے جن اسباب سے عرب نے شام کے بُت پرستون سے بت پرستی سیکھی اور عمر ابن لحیہ ہبل نامی بت کو شام سے لاکر خانہ کعبہ مین نصب کرکے عرب کی بت پرستی کا بانی اور داعی مشہور ہوا - ان لوگون نے بہت سے معتقدات اپنے ہی اصلی وطن کے الہامی مذہبون سے اور بہت سے غیر ملکون کے خیالات سے اخذ کرلئے تھے - اور پھر ان سب کو اپنے توہمات سے خلط ملط کرکے اپنے معبودون کو دین ودنیا کے اختیارات دے رکھے تھے لیکن اتنا فرق تھا کہ وہ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ دنیوی اختیارات بالکل اون معبودون کے ہاتھ مین ہین - اور عقبیٰ کے اختیارات کی نسبت اونکا یہ اعتقاد تھا کہ اون کے بُت یعنی وہ جنکی پرستش کے لئے وہ بت بنائے گئے تھے اونکے گناہون کی معافی کے لئے خدائے تعالیٰ سے شفاعت کرین گے غرضکہ ظہور اسلام سے پہلے ملک عرب مین بت پرستی کی یہی کیفیت تھی - تمام عرب جاہلیت کا شیوہ بت پرستی تھا - اور جن بتون کی وہ پرستش کرتے تھے اونکی تفصیل یہ ہے -

عرب کے بتون کے نام اور مقام

ہبل

(۱) ہُبل - ایک بہت بڑا بت تھا - جو خانہ کعبہ کے اندر داہنے طرف - جو خزانہ کا کنوان یعنی گڑھا حضرت ابراہیم ع نے کھودا تھا - اوسپر کھڑا کیا گیا تھا - عمر ابن لحیہ اسکو ارض جزیرہ سے لایا تھا - احد کی لڑائی مین ابوسفیان نے اسی سے مدد چاہی تھی - جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ کے حکم سے فتح مکہ کے روز حضرت علی مرتضیٰ ع نے اسکو توڑ ڈالا - توریت کے قدیم بُت بعل کی یہ غالباً تصحیف ہے -

(۲) وُدّ - قبیلہ بنی کعب کا یہ بت اور وہ لوگ اسکی پرستش کرتے تھے - عرب کا رستم دستان مشہور پہلوان عمر بن عبدود کا نام اسی بت کے نام سے خاص نسبت رکھتا ہے -

(۳) **سواع** - یہ بت قبیلہ مذحج کا تھا اور وہ اسکی پرستش کرتا تھا۔
(۴) **یغوث** - قبیلہ بنی مراد کا بت تھا اور وہ اس کی عبادت کرتے تھے۔
(۵) **یعوق** - بنی ہمدان کے قبیلہ کا بت تھا اور وہ اسکو معبود سمجھتے تھے۔ اور عبادت کرتے تھے۔
(۶) **نسر** یہ بھی بنی ہمدان کے قبیلہ کا بت تھا اور یمن کے لوگ اسکی پرستش کرتے تھے۔
(۷) **عزّیٰ** - قبیلہ بنی غطفان کا بت تھا اور وہ قبیلہ اس کی پرستش کرتا تھا۔ اصل مین عزّیٰ تین درختون کا مجموعہ تھا جس مین ذات باری عزو اسمہ کا حلول سمجھ کر پوجتے تھے۔ عزّیٰ لفظ عزیز کا مونث ہے۔
(۸) **لات** - یہ ایک بن گڑھا پتھر تھا جس مین لوگ خیال کرتے تھے کہ شان باری تعالی کے کرشمے نے حلول کیا ہے لات کو عورت یعنی دیوی سمجھتے تھے۔ اسی رعایت سے لفظ الٰہ کا مونث اللات ہوا۔
(۹) **منات** - یہ ایک عظیم الشان بت تھا اور سمندر کے کنارے پر قدید کے پاس عمرو بن لحیہ نے نصب کیا تھا۔ لات و منات کے بت کسی خاص قبیلہ سے علاقہ نہین رکھتے تھے۔ بلکہ عرب کی تمام قومین انکی پرستش کیا کرتی تھین۔
(۱۰) **دوار** - یہ بت نوجوان عورتون کی دیوی تھی وہ چند دفعہ اسکا طواف کرتی تھین پھر اسکو پوجتی تھین۔
(۱۱) **اصاف** - صفا پر نصب تھا۔
(۱۲) **نائلہ** - مروہ پر تھا۔ ان دونون بتون پر ہر قسم کی قربانی ہوتی تھی۔ اور سفر مین جانے اور سفر سے آنے کے وقت انکو بوسہ دیتے تھے حقیقت انکی یہ ہے کہ بنی جرہم کے زمانے مین صفا و مروہ پر یہ دونون بت نصب کئے گئے تھے۔ صفا پر جو بت تھا وہ مرد کی شکل تھا اوسکو اصاف کہتے تھے۔ دوسرا بت جو مروہ پر تھا وہ عورت کی شکل تھا۔ اوسکو نائلہ کہتے تھے۔ ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونون انسان تھے۔ اور بنی جرہم انکو اپنا دیوتا سمجھتے تھے اونکے مرنے کے بعد اونکے دو بت بنا دیے گئے اور پرستش ہونے لگی۔
(۱۳) **نہیک** (۱۴) **مطعم** - یہ بھی عرب کے دو قدیم بت تھے۔ نہیک کو صفا پر نصب کیا گیا تھا۔ اور مطعم مروہ پر۔
(۱۵) **ذات الانواط** - یہ ایک بہت بڑا سبز و شاداب درخت مقام حنین مین تھا جسکو لوگ پوجتے تھے۔
(۱۶) **ذوالکفین** - یہ بھی ایک بت تھا۔ جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جلوا دیا۔
(۱۷) **عبعب** - ایک بڑا پتھر تھا۔ جس پر اونٹون کی قربانی کی جاتی تھی۔ اور عرب ذبیحہ کے خون کا بہنا اوس پر نہایت ناموری کی بات سمجھتے تھے۔

انکے علاوہ۔ کعبہ کے اندر حضرت ابراہیم ؑ کی مورت بنی ہوئی تھی۔ اور اونکے ہاتھ مین قرعہ اندازی کے تیر تھے جو ازلام کہلاتے تھے۔ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل کی تصویرین دیوارون پر بھی کھنچی ہوئی تھین۔ حضرت مریم کی بھی ایک مورت تھی۔ اسطرح کہ حضرت عیسیٰ اونکی گود مین ہین۔

عرب کی ملکی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ - وُد - یغوث - یعوق اور نسر - مشہور لوگوں کے نام ہین جو ایام جاہلیت مین گذرے ہین - اونکی تصویرین پتھرون منقّش کر کے بطور یادگار کے خانہ کعبہ کے اندر رکھدین تھین - ایک مدت مدید کے بعد اونکو رتبہ معبودیت دیکر پرستش کرنے لگے - اسمین کچھ شک نہین کہ عرب کے نیم وحشی باشندے ان مورتون پر خدا ہونے کا پورا اعتقاد نہین رکھتے تھے - اور نہ اون لوگون کو جنکی یہ مورتین تھین معبود سمجھتے تھے بلکہ اونکو مقدس سمجھنے کی مندرجہ ذیل وجوہات تھین

عرب جاہلیت ان مورتون کو اون شخصون کی روحون کی یادگار سمجھتے تھے - اور اونکی تعظیم و تکریم اس سبب سے نہین کرتے تھے کہ ان مورتون مین کوئی شان الوہیت موجود ہے - بلکہ محض اسوجہ سے اون کی عزت و تعظیم کرتے تھے کہ وہ اون مشہور اور نامور اشخاص کی یادگار ہین جن ہین اونکے اعتقاد کے موافق جملہ صفات الوہیت یا کسی قسم کی شان الوہیت موجود تھی - اون کے نزدیک ان مورتون کی پرستش سے اون لوگون کی روحین خوش ہوتی ہین جن کی وہ یادگارین تھین - اونکا یہ اعتقاد تھا کہ خدائے تعالیٰ کی جملہ قدرتین - بیمارون کو شفا بخشنا بیٹا بیٹی عطا کرنا قحط و وبا اور دیگر آفات ارضی و سماوی کا دور کرنا - اونکے مشہور و معروف لوگون کے اختیار مین بھی تھا کہ جنکی طرف اونہون نے صفات الوہیت کو منسوب کر رکھا تھا اور وہ خیال کرتے تھے کہ ان مورتون کی تعظیم و پرستش کیجائیگی تو اونکی دعائین اور منتین قبول کیجائینگی اونکا یہ بھی مستحکم عقیدہ تھا کہ یہ اشخاص خدا کے محبوب خاص تھے - اور اپنی مورتون کی پرستش سے خوش ہوکر پرستش کرنیوالون کو خدائے تعالیٰ کے قرب حاصل ہونے کا ذریعہ ہونگے - اور اون کو تمام روحانی خوشی عطا کرین گے اور اونکی مغفرت کی شفاعت کرینگے -

بتون کی پرستش کے لئے اون کا یہ قاعدہ تھا کہ بتون کو سجدے کرتے تھے - اونکے گرد طواف کرتے تھے اور اونکو نہایت ادب اور تعظیم سے بوسہ دیتے تھے - اونپر اونٹون کی قربانیان کرتے تھے - مویشیون کا پہلا بچہ بطور نذر کے چڑہاتے تھے - اپنے کھیتون کی سالانہ پیداوار اور مویشی کے انتفاع مین سے ایک حصّہ معین خدا کے واسطے اور دوسرا حصّہ بتون کے واسطے اوٹھا رکھتے تھے - اگر بتون کا حصہ کسیطرح کم ہوجاتا تھا تو خدا کے حصّہ مین سے اوسکو پورا کر دیتے تھے اور اگر خدا کا حصّہ کسیطرح ضایع ہوجاتا تھا تو بتون کے حصہ مین سے اوسکو پورا نہین کرتے تھے -

عرب کی اخلاقی اور معاشرتی خرابیان

یہ تو ملک عرب کی قومون کے دینیات کی خرابی تہی - اب اونکی اخلاقی اور معاشرتی خرابیان مفصلہ ذیل مضامین مین ملاحظہ ہون -

عورتین - حقیقت مین - ہر قوم و ملک کی معاشرت کی زیور ہین - عرب جاہلیت انکو سب سے زیادہ خراب حالت مین رکھتے تھے - مردون کو اختیار تھا جتنی چاہین عورتین کرلین - لیکن عورت شوہر کے بعد بھی اس سے مجبور تھی اگرچہ اس باب کے تعین کرنے کے لئے کوئی قانون منضبط نہین تھا کہ مرد کو کونسی قرابتمند عورتون سے شادی کرنا جائز ہے اور کون سی ناجائز - مگر باین ہمہ یہ رسم شایع تھی کہ اوس عورت سے جو قریب تر رشتہ رکھتی ہو - ازدواج نہین کرتے تھے اور

یہ اعتقاد خاص رکھتے تھے کہ ایسی عورت کی اولاد عموماً ضعیف اور کمزور ہوتی ہے۔ عرب کی جاہلانہ رسموں میں سب سے زیادہ خراب رسم اور اُن سب سے زیادہ بیرحم رسم لڑکیون کا مار ڈالنا یا اونکو زندہ دفن کر دینا تھا۔ لڑکے اپنی سوتیلی ماؤن کے ساتھ ازدواج کرنیکے مجاز تھے لیکن باپ اپنے بیٹے کی یا متبنّٰی کی زوجہ کے ساتھ شادی کرنے کا مجاز نہ تھا۔ اور اوسکے خلاف عمل کرنا نہایت معصیت اور گناہ سمجھا جاتا تھا۔ شوہر کے بعد اوس کا سوتیلا بیٹا۔ اگر وہ نہو تو کوئی قریب کا رشتہ دار بیوہ کے سر پر ایک چادر ڈال دیتا تھا اور جو شخص اسطرح چادر ڈال دیتا تھا اوس سے شادی کرنے پر مجبور ہو جاتا تھا۔ عورتین اپنے متوفی شوہر کا ماتم ایک سال کامل تک کیا کرتی تھین اور میعاد معینہ کے بعد بیوہ اونٹ کی چند مینگنیان یا تو کسی کتے پر یا خود اپنے کندھے پر سے اپنی پیٹھ پر پھینکدیتی تھی جس سے یہ مراد تھی کہ اب بیوہ عورت کو اپنے متوفی شوہر کا کچھ بھی خیال نہین رہا۔ عورتون مین اپنے گھر سے بے حجاب نکلنے اور عام مجمعون مین بدون پردہ اور حجاب کے آنے کا دستور تھا۔ اور اپنے جسم کے کسی حصہ کو کھلا رکھنے اور عوام الناس کو دکھلانے مین کوئی بے حیائی اور بے شرمی کی بات نہین تھی۔ زناکاری بھی عام تھی اور ایسی کہ زنان فاحشہ پہچان کے لئے اپنے اپنے گھرون اور خیمون کے آگے ایک نشان کھڑا کر دیتی تھین اور اس رعایت سے وہ صاحب رایات کہی جاتی تہین۔ اصطلاح عام مین ان صاحب رایات زنان فاحشہ کو کاتناۃ کہتے تھے۔ ملک کے بڑے بڑے میلون اور دنگلون مین یہ عمایدادر اکابر قوم۔ رؤسا اور اُمرا کی خاص دلچسپی کا باعث ہوا کرتی تہین۔ انکے خیمے ڈیرے اور رہنے کے مکانات ومقامات اُمرا اور رؤسا ے تعیش پسند کے عشرت کدے اور تفریح گاہین بنے رہتے تھے۔ اور ہر شخص نہایت آزادی سے بلا تامّل اُن بازاری عورتون کے ساتھ ارتباط اور روزانہ آمد و رفت رکھتا تھا۔ میخانون اور شراب کی عام دوکانون پر اِن کی بڑی ضرورت تھی۔ گویا انکی موجودگی ترکیب کی جزو اعظم تھی۔ اس رعایت سے میفروشان عرب بڑی بڑی رقمین اُجرت مین دیکر ان مین سے متعدد افراد کو اپنی اپنی دوکانون پر مقرر کر لیا کرتے تھے۔ اور اپنے محاورے مین انکو شواہد کہتے تھے۔ عمرعاص اور زیاد ابن سمیّہ کی مان انھین عورتون مین تھین۔

سفّاکی۔ خونریزی۔ رہزنی گویا اونکی فطرت تھی اور قتل وقصاص اونکی عادت تھی۔ خون کا عوض خون ہی ہوتا تھا۔ جو لوگ خون کی دیت لیتے تھے اونکو اونکے ہمجنس حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اونکا اعتقاد تھا کہ اگر کسی آدمی کے خون کا عوض خون سے نہ لیا جاوے تو ایک چھوٹا سا پردار کیڑا مقتول کے سر سے نکل کر آسمان پر اِسقُونی اِسقُونی کہتا ہوا چلاتا پھرتا ہے۔ اور بعض کا خیال تھا کہ مقتول کی رُوح ایک چھوٹی چڑیٔ کی صورت مین متشکّل ہوکر اوسکی قبر کے گرد گھوما کرتی ہے اور اُسقُونی اُسقُونی (مجھکو پانی پلاؤ۔ مجھکو پلاؤ) چلاتی رہتی ہے۔ اِس کیڑے کو ھامّہ اور چڑیے کو صدیٰ کہتے تھے لبید شاعر ایک نوحہ مین کہتا ہے۔

فليس الناس بعدك فى نفير　　وما هم غير اصداء وهام

ترجمہ۔ تو ایسا بیکس ہے کہ تیرے بعد سواے صدیٰ　　اور ہامّہ کے کوئی بھی تجھپر نوحہ وزاری کرنیوالا نہین ہے

اون کا یہی عقیدہ تھا کہ انسان کی روح اوسکی سانس کے سوا کچھ اور نہین ہے۔ روح محض ایک ہوا ہے۔ جو انسان کے جسم کے اندر ہے لیکن جو اونمین زیادہ تعلیمیافتہ تھے۔ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ روح ایک نہایت چھوٹا سا جانور ہے جو انسان کے پیدا ہونیکے وقت اوسکے جسم مین گھس جاتا ہے اور ہمیشہ اپنے آپ کو بڑہاتا ہے۔ اوسکے مرنے کے بعد وہ جانور جسم کو چھوڑکر قبر کے گرد پھرتا رہتا ہے۔ یہان تک کہ ایک اُلّو کے برابر ہو جاتا ہے۔

زمانہ جاہلیت کے عرب دیوؤن اور خبیث ارواحون کو مانتے تھے۔ تمام خیالی۔ وہمی اور فرضی صورتین جو بیابانون یا پرانی عمارتون اور مسمار اور منہدم کھنڈرون مین اونکو نظر آتی تھین اور جنکی تنہا آدمی کے خیال مین اکثر ایک خاص صورت بنجاتی ہے۔ اون سب کو مختلف قسم کی خبیث ارواحین تصور کرتے تھے۔ بعض لوگ ان مغالطات نظری کو مختلف بروح کی تاثیرات کی طرف سے منسوب کرتے تھے۔ اور اونکی رآے اور رن کی رائے کے مقابلہ مین افضل تر معلوم ہوتی تھی۔

ٹونکون اور شگون لینے مین اون کا مضبوط اعتقاد تھا۔ جب کوئی مصیبت یا تباہی اون پر نازل ہوتی تھی تو پتھر کی چھوٹی چھوٹی کنکریان لیکر کچھ اونپر پڑہکر پھونکتے تھے اور اونکو پھینکتے تھے اور ایسا کرنے سے اوس مصیبت کے دور ہونیکی توقع رکھتے تھے۔ جانورون کے اوڑنے اور بولنے سے بھی نیک و بد شگون کیا کرتے تھے مثلاً اگر کوئی شخص بیٹھا ہے اور کوئی جانور اوسکے داہنے طرف سے بائین طرف راستہ کاٹ گیا تو اسے شگون نیک سمجھتے تھے اور سانح کہتے تھے۔ اور اگر وہ بائین طرف سے داہنی طرف راستہ کاٹ گیا تو شگون بد جانتے تھے۔ اور جارح کہتے تھے یہ لوگ نیک و بد جنات مین بھی عقیدہ رکھتے تھے۔ اونکی مختلف شکلین اور صورتین قایم کر رکھی تھین اور ان کے مختلف نام رکھ لیے تھے۔ اونکے نزدیک بعض جنات نصف جسم انسان کے ایسا اور نصف جسم روحانی رکھتے تھے یہ لوگ علاوہ جنات کے اور وجودون مین اور دیگر اقسام کی روحون مین بھی اعتقاد رکھتے تھے۔ جو انسان کی نظر سے غائب رہتی تہین لیکن آیندہ کی خبرون کو باواز بلند ظاہر کردیتے تھے اور خود ہمیشہ پوشیدہ رہتے تھے۔ وہ فرشتون کو اور ارواحون کو بھی جو دکھائی نہین دیتی تھین مانتے تھے۔ اور مختلف شکلین اون کی طرف منسوب کرتے تھے۔ (ملخص از خطبات احمدیہ لاہور ص ۱۵۸-۱۶۰)

عرب کے الہامی مذہب
مذہب صابئی

عرب کے ظہور اسلام کے وقت چار الہامی مذہب بھی ایک حد مقدار تک رائج تھے ان مین قدیم ترین مذہب صابئی تھا۔

مذہب صابئی کو عرب مین قوم سامیہ نے رواج دیا تھا چونکہ ہمیشہ سے یہ لوگ اپنے آپ کو قدیم مذہب کا پیرو سمجھتے تھے وہ حضرت شیث یا اخنوخ یعنی اوریس علیہ السلام کو اپنا نبی کہتے تھے۔ اور اپنے مذہب کو اونھین کی طرف منسوب کرتے تھے اونکے پاس ایک کتاب بھی تھی جسکو وہ صحیفہ شیث کہتے تھے۔ صابئیون کے ہان سات وقت کی نمازین تھین اور وہ اونکو وسیطرح ادا کرتے تھے جسطرح مسلمان اپنی نمازین ادا کرتے ہین۔ مُردے کے بھی نماز پڑہاتے تھے۔ اور وہ مسلمانون کی طرح کامل ایک مہینہ قمری کا روزہ بھی رکھتے تھے۔ لیکن باین ہمہ جو برائیان اور خرابیان آہستہ آہستہ اونکے مذہب مین پھیلی گئین

وہ یقین کہ وہ ستارون کی پرستش کرنے لگے حرّان کے معبد مین یہ لوگ بہ نیت حج جمع ہوتے تھے ۔ اونھون نے سات ہیکلین یعنی معبد سبع سیارون کے نام پر بنائی تھین اور جس ستارے کا جو معبد تھا اوس مین اوس ستارے کی پرستش کرتے تھے ۔ خانہ کعبہ کی بھی بڑی تعظیم کرتے تھے ۔ اون کا سب سے بڑا تیوہار اوس روز ہوا کرتا تھا جبکہ آفتاب برج حمل مین جو موسم بہار کا اول برج ہے ۔ داخل ہوتا تھا ۔ اور چھوٹے چھوٹے تیوہار اوسوقت ہوتے تھے جب پانچ ستارے زحل مشتری مریخ زہرہ اور عطارد بعض برجون مین یکے بادیگرے داخل ہوا کرتے تھے ۔ اون کا اعتقاد تھا کہ ان ستارون کے سعد و نحس اثر انسان کی قسمتون پر اور دنیا کے تمام امور پر پڑتے ہین وہ یقین کرتے تھے کہ بارش یا مینہ کی کشش انھین ستارون کی تاثیر پر منحصر ہے ۔ یہ خیال اور اِس قسم کے اور خیالات و عقائد صابیون کے سوا عرب کے اور لوگون مین بھی رائج ہو گئے تھے ۔ اِن لوگون مین اعتکاف کرنیکا بھی رواج تھا ۔ غارون اور پہاڑون مین چند روز تک مراقبہ اور سکوت مین بسر کرتے تھے

مذہب ابراہیمیؑ | اسلام سے پہلے پانچ انبیا عرب مین مبعوث ہوچکے تھے ۔ (۱) حضرت ہودؑ (۲) حضرت صالحؑ (۳) حضرت ابراہیمؑ (۴) حضرت اسمٰعیلؑ اور (۵) حضرت شعیبؑ علیٰ نبینا و آلہ وعلیہم السلام یہ سب انبیا علیہم السلام حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل پر احکام عشرہ نازل ہونے سے پیشتر گذرے ہین ۔ اصل اصول ان جمیع انبیاؑ کی شریعت کا خدائے واحد کی عبادت تھی ۔ اور دیگر احکام و مسائل جنکو انبیائے مذکور نے بتلائی تھی باستثنار احکام و مسائل حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسمٰعیلؑ اہل عرب کو سب فراموش ہو گئے تھے ۔ اور کوئی مقامی روایت ایسی موجود نہین ہے جو ہکو اسوقت اس بات سے واقف کرے کہ وہ احکام کیا تھے اور کیسے تھے ۔ ان قومون کی نسبت فاضل معاصر مولوی محمد سلیمان صاحب نے رحمۃ للعٰلمین مین نہایت مختصر لیکن خوب جامع طور پر یہ عبارت لکھدی ہے ۔

حقیقت یہ ہے کہ اِن لوگون نے اپنے آپ کو مذہب سے درست کرنیکے بجائے ۔ مذہب کو اپنی وجہ سے خراب کر دیا تھا ۔ اگر موسیٰ عیسیٰ شعیب ۔ اور صالح علیہم السلام پیغمبرون کو اون کے دیکھنے کا موقع ملتا تو وہ ہرگز نہ پہچان سکتے کہ یہ ہمارے ہی اصول پر چلنے والے لوگ ہین ۔ رحمۃ العٰلمین دیباچہ ص ۸

حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسمٰعیلؑ کے مذہب کے احکام و مسائل کی نسبت بھی اسیطرح کوئی ایسی سند کافی نہین ہے جس سے کہ ہم اونکو تفصیلوار بیان کرسکین ۔ اور ایسے بہت کم مسائل ہین جنہون نے باستعانت روایت مذہبی اور روایا مقامی کے ایسا تاریخی رتبہ حاصل کیا ہو کہ ہم اوسکے حوالہ دینے کے لائق ہون ۔ حضرت ابراہیم کے تقویٰ اور پرہیزگاری کا سب سے پہلا کام بت پرستی کا ترک کرنا ۔ اپنے باپ کے بتون کا توڑنا ۔ اور خدائے برحق پر یقین کرکے صدق دل سے اوسکی پرستش کرنا تھا ختنہ کرنا اور ڈاڑھی کا رکھنا رسوم مذہبی ہین جنکے بیان کرنے کی چندان ضرورت نہین ہی کیونکہ ہر شخص کو معلوم ہے کہ یہ رسمین حضرت ابراہیمؑ نے مروّج اور معیّن کی تھین ۔ خدائے تعالیٰ کے نام پر قربانی کرنا بھی حضرت ابراہیمؑ نے مقرر کیا تھا اور یہ رسم آجتک اونکی اولاد مین اور اونکی اولاد کے پیرودن مین بجنسہ مروّج ہے ۔

خدا تعالیٰ کی عبادت کیواسطے خانہ کعبہ کی تعمیر کی نسبت عرب کی تمام مقامی روایتین اور تمام مورخ اس امر پر متفق ہین کہ خانہ کعبہ کو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے مل کر بنایا تھا سینٹ پال St. PAUL حواری نے جو گلیشیا والون کے نام خط لکھا ہے۔ ہماری رائے مین اوس سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ خانہ کعبہ کو جو بیت المقدس کا ہمپایہ ہے حضرت ابراہیم ؑ اور حضرت اسمٰعیل ؑ نے بنایا تھا۔ خانہ کعبہ مین اوّل خدا کی عبادت اوسکے اندر باہر کیا کرتے تھے اور اوسکے طواف کے وقت ساری جماعت پکار پکار کر خدا کا نام لیتی تھی اور بوسہ دیتی جاتی تھی۔ تمام آدمیون کا میدان عرفات مین جمع ہونا جہان کہ حضرت ابراہیم کا حجر اسود ہے نہ حضرت یعقوب کا سنگ عبادت یعنی قربانگاہ اور نہ حضرت اسمٰعیل ؑ ایل کا معبد بلکہ محض ایک وسیع میدان ہے انلوگون کا ایک ساتھ شامل ہو کر خدا کا نام لیکر پکارنا اور اپنے گناہون کی معافی چاہنا خاص خدا کی عبادت ہے۔ جس کا نام مسلمانون[۱] نے حج رکھا ہے۔ اور حضرت ابراہیم و اسمٰعیل اسی طرح پر عبادت خدا کے بانی ہوئے تھے پس کون شبہ کرسکتا ہے کہ حج اوس واجب الوجود لاشریک لہ کی خاص الخاص عبادت نہین ہے

افسوس ہے کہ رفتہ رفتہ ملک عرب مین بت پرستی کا عام رواج ہوگیا تھا اور با اینہمہ ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے ایسے اشخاص تھے جو ان مذاہب الہامی مین سے کسی نکسی مذہب الہامی کے متبع تھے۔ اور خدائے واحد کی پرستش کرتے تھے انھین لوگون مین سے متعدد لوگون نے مجدّد مذہب ہونیکا دعوی کیا ہی اور اللہ تعالیٰ کے معبود حقیقی ہونیکا مجمع مین علی الاعلان کہا ہے۔ اور لوگون کو بت پرستی چھوڑ دینے پر ترغیب دی ہے۔ وہ لوگ جنھون نے اپنی نسبت مجدد ہونے کی شہادت دی تھی اون کے نام یہ ہین حنظلہ ابن صفوان۔ خالد ابن سنان۔ اسد ابوکرب۔ قیس ابن صیدہ وغیرہم اور بعضون نے حضرت عبد المطّلب کو بھی ایک مجدّد مذہب قرار دیا ہے۔

لیکن یہ کیسا ہی حیرت انگیز امر کیون نہ معلوم ہو کہ اوس شخص کی اولاد جس نے اپنے باپ کے بتون کو توڑا اور اون کی پرستش سے مونھ موڑا اور خدائے واحد کی پرستش کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ اِنّی وجّھتُ وجھی للذی فطر السّمٰوٰت والارض حنیفًا وما انا من المشرکین رفتہ رفتہ بت پرستی کی حالت مین ڈوب جائے لیکن اس سے زیادہ تعجب انگیز تو یہ امر معلوم ہوتا ہے کہ اوسی کی اولاد مین ایک ایسا شخص پیدا ہوا۔ جس نے پھر اپنے بتون کو بلکہ تمام عرب کی بتون کو غارت کردیا۔ اور جس نے خدائے اعظم اور علام الغیوب کی عبادت کو۔ جو تمام چیزون کا مبدا اور مرجع ہے۔ رواج دیا۔ اور اعلیٰ ترین درجہ پر پہونچا دیا اور جس نے جہالت اور کفر کی اوس گہری تاریکی کو جس مین اوسکے تمام ہموطن مبتلا تھے دین حق کے پاک و شفاف نور سے منوّر کردیا۔

[۱] سیّد صاحب اکثر انگریزون کی غلط تقلید مین اونکی مغربانہ اقوال کو واقعہ سمجھکر بلا تامل نقل کردیتے ہین مسلمانون نے حج کا نام نہین رکھا ہی بلکہ خدا نے اسی نام سے اپنی عبادت کے اس طریقہ کو مخصوص و موسوم کیا ہی آیہ واذان من اللہ ورسولہ الی الناس یوم الحج الاکبر۔ سورہ توبہ وللہ علی الناس حج البیت (آل عمران) اسپر شاہد ہے المؤلف۔

مذہب یہود یہودی مذہب کو شام کے یہودیوں نے عرب میں پھیلایا تھا۔ جو عرب میں آکر آباد ہو گئے تھے۔ اصل یہ ہے کہ یہودی مذہب عرب میں ان یہودیوں کے ساتھ آیا تھا۔ جو پانچویں صدی قبل مسیح میں بخت نصر کے ظلم و جور سے جو انکے ملک و قوم کی تخریب کا باعث ہوا تھا۔ بھاگ گئے تھے۔ اور شمالی عرب میں بمقام خیبر آباد ہوئے تھے۔ تھوڑے زمانہ کے بعد جب انکی ضعف کی حالت نے کسیقدر سکون و قرار پکڑا تو انھوں نے اپنے مذہب کو پھیلانا شروع کیا اور قبیلہ کنانہ حارث ابن کعب۔ اور کندہ کے بعض لوگوں کو اپنے مذہب میں ملا لیا ۴۵۰ ق میں یمن کے بادشاہ ذونواس حمیری نے مذہب یہود اختیار کیا۔ تب اس نے اور لوگوں کو بھی بالجبر اسی مذہب میں داخل کر کے اسکو بڑی ترقی دی۔ اس زمانہ میں یہودیوں کو عرب میں بڑا اقتدار حاصل تھا اور اکثر شہر اور قلعے انکے قبضے میں تھے۔ لیکن باینہمہ وہ اپنی عادت سے مجبور تھے۔ جہاں وہ جاتے تھے انکی جنگجو اور مفسدہ انگیز طبیعت اور اطوار ساتھ ساتھ جاتے تھے۔ اور انکے زیر اثر ہو کر قوموں میں اختلاف۔ فرقوں میں تکرار اور ہمسایہ قبائل و عشائر میں فساد پیدا کرتے تھے۔ خونخواری کے ساتھ عرب میں سود خواری کے بہت بڑے حامی اور معاون بھی لوگ ثابت ہوتے ہیں۔ اگر شاہراہوں اور عام گذرگاہوں پر دلیرانہ حملہ کر کے ملک و قوم کو یہ لوٹ نہ سکتے تھے۔ تو گھر بیٹھکر سود خواری کے ذریعہ سے انھوں نے خاندان کے خاندان اور قبائل کے قبائل کو لوٹ کر خاک سیاہ کر ڈالا۔

عیسائیوں کی دیکھا دیکھی انھوں نے بھی حضرت عزیر کو ابن اللہ تسلیم کر لیا۔ صرف اسوجہ سے کہ انھوں نے تین سو برسوں کے بعد توریت کو از بر لکھوا دیا تھا۔ دولت مندی کی کثرت سے سود خواری کی ایسی قمار بازی کی تعلیم و مشغلہ بھی انھیں لوگوں نے پھیلایا۔ فاقہ مست عرب کے قبائل کو روپیہ قرض دیکر ان سے مفت خدمت لینا اور ادائے رقم قرض تک انکو ایک طرح کی غلامی کی حیثیت میں بسر کرنیکی قدیم جاہلیت کا رواج بھی انھیں نے جاری کیا۔ بالآخر انکا وجود ملک و قوم کے لئے فائدہ اور رفاہ کی بجگہ ہر قرینہ سے نقصان دہ اور تباہ کن ثابت ہوا۔

مذہب عیسوی تحقیق سے یہ امر مسلم ہو چکا ہے کہ عرب میں عیسائیت نے ۳ صدی عیسوی میں دخل پایا تھا جبکہ یہ ہوئی کہ کلیسائے مشرقی کی خرابیوں اور بدعتوں کی وجہ سے مغربی فرمانروایان مسیحی نے ان کلیسا کے متبعین عیسائیوں کو گمراہ سمجھکر ان ممالک سے نکالدیا تھا۔ اور وہ ترک وطن پر مجبور ہو کر عرب میں آکر بس گئے تھے۔ اس سے یہ صحیح نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ جو مصیبت اور مجبوری یہودیوں کو شام سے عرب میں لائی۔ قریب قریب وہی بلا و آفت عیسائیوں کو بھی عرب کی سرزمین پر کھینچ لائی۔ اور عرب کی سرزمین نے جہاں خدا کا گھر تمام مخلوقات کا مامن قائم تھا۔ ان مصیبت زدوں کو پناہ دی۔ عیسائی مصنفین نے بیان کیا ہے کہ مذہب عیسوی نے اہل عرب میں بہت ترقی حاصل کی۔ مگر ہم اس امر میں ان سے اتفاق نہیں کرتے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ باستثنائے صوبہ نجران کے جس کے اکثر باشندوں نے عیسوی مذہب اختیار کر لیا تھا۔ قبائل حمیر۔ غسان۔ ربیعہ۔ تغلب۔ طے اور حیرہ میں سے معدودے چند اشخاص نے انکی تقلید کی تھی۔ اور کوئی جماعت

کثیر- یا قوم کی قوم عیسوی مذہب مین نہین آئی تھی- اغلب ہے کہ ان مختلف اقوام منتصرہ کی دستاویزات سے حضرت مریم کی تصویر خواہ صورت حضرت عیسیٰؑ کو گود مین لیے ہوئے خانہ کعبہ کے اندرونی دیوار دن پر کھینچی گئی ہو یا اوسکے اندر رکھی گئی ہو سر ولیم میور- خود لکھکر اقرار کرتے ہین کہ نہایت قلیل تعداد مین مذہب عیسوی سرزمین عرب مین یہان وہان پایا جاتا ہے۔ علاقہ نجران مین بنو حارث- علاقہ یمامہ مین بنو حنیف- چند افراد قبائل طے پر عیسائیت محدود تھی-

عرب کے اکثر حصون پر شاہان روم واصفہان کی صف آرائیون سے خاص طور پر منتفع ہو کر عرب کے دو ملکی خاندان ملوک غسان اور حیرہ نے- خسرو اور قیصر کی متابعت کو قیاسی مین اسطرح تقسیم کر لیا تھا کہ سلاطین حیرہ ملوک فارس کے مطیع تھے- اور فرمانروایان غسان اقاصرہ روم کے ماتحت تھے- اکاسرہ عجم اور اقاصرہ روم کی باہمی جنگ و جدال نے حقیقتاً تمام ملک و قوم کے جثہ سے خون چوس لیا تھا- حالانکہ اسباب جنگ مین بمقابلہ عیسائیون کے ایرانیون کے مطالبات حق بجانب ثابت ہوتے ہین- انھین کے زیر اثر ہو کر عرب مین حیرہ اور غسان کی ماتحت حکومتین بھی باہمی کشت وخون اور دائمی جنگ وجدال مین مصروف رہتی تھین-

اب دیکھنا یہ ہے کہ عیسائیت کس اصول کے ساتھ عرب مین مروج تھی- اسکی تحقیق جہان تک کی جاتی ہے صاف طور سے معلوم ہوتا ہے کہ سرزمین عرب پر عیسائیت کے مختلف طریقے اپنی مختلف فیہ اقسام کی تعلیم وتبلیغ پھیلا رہے تھے- طرفہ تر تو یہ ہے کہ یہ لوگ ایک طرف تو دوسرون کو اپنے دینیات کی تعلیم دیتے تھے- اور دوسری طرف خود آپس مین لڑے مرتے تھے- فرقہ نسطوریہ اور فرقہ یعقوبی باہمدیگر معرکہ آرا تھے- بخلاف یہود کے یہ عیسائی فرقے اپنے غلط عقائد کی تائید مین انتہا درجہ کے ضدی اور ہٹ دھرم بنتے ہوئے تھے- اور حضرت عیسیٰؑ کے وجود ذات کی نسبت ذات الٰہی کا خاص مماثل- یا کم سے کم اوس کا فرزند حقیقی یا اوس کا کلام خاص یقین کرتے تھے- آپ کی پیدایش کو وہ کنار ازلیت سے مختص سمجھتے تھے- اور آپ کے ظہور ذات کو الوہیت کا مماثل یا پیکر انسانی مین الوہیت کا مبدل جسکی ترکیب خلقت خاص کر عالم نور سے ہوئی ہے- قرار دیتے تھے- اس عقائد کی بنا پر عیسیٰ کی ایسی منزہ اور مقدس ذات نہ فنا کی جا سکتی تھی اور نہ خود فنا ہوئی- وہ کلمات استغاثہ جنکو متعصبین عیسائیون نے خاص حضرت عیسیٰ کی زبانی ادا کیے جانیکی شہرت دے رکھی ہے- حقیقت مین وہ نہ اونکی زبان سے نکلے تھے- اور نہ کبھی نکل سکتے تھے- خلاصہ یہ ہے کہ وہ شخص جو مصلوب ہوا وہ غیر عیسیٰ شخص تھا- اور اصل عیسیٰ دشمنون کے ہاتھ سے سراپا محفوظ رہکر اوسی عالم نورانیت کی طرف واپس تشریف لیگئے جہان سے وہ نازل ہوئے تھے-

یہ دلیل اگرچہ کیسی ہی متوہمانہ نہ سمجھی جاوے- لیکن ابنیت حضرت عیسیٰ کے متعلق بمقابلہ اور دلیلون سے زیادہ چسپان معلوم ہوتی ہے اور بظاہر قریب الامکان خیال کی جاتی ہے- پالیٹ پانٹیوس[1] (PILATE PONTIUS) کی حضرت

[1] پائیلٹ پانٹیوس یہ شخص ۲۶ء مین یہود کا گورنر مقرر ہوا تھا- اس شخص نے حضرت عیسیٰؑ کو پہلے تمام الزامات سے بیقصور تسلیم کر لیا تھا لیکن آخر مین

عیسیٰؑ کی جان بچانے کے لئے ازحد خواہش۔ جسکو طرطولین[۵۱] ظاہراً تو یہودی لیکن باطناً عیسائی قرار دیتا ہے۔ خاص ہیرودس (HERODIUS)[۵۲] کا بھی قتل عیسیٰ کے الزام کو گوارا کرنے سے انکار۔ اون چند ساعات تک جن میں وہ قوم بنی انسان کا محسن اور مُصلح۔ اون خوفناک منازلِ انجام دہی کے لئے کھینچ لایا گیا۔ عام تاریکی کا پھیل پھیل کر تمام رات تک اوسی طرح قایم رہنا اور صلیب دیے جانے کے وقت خاص کر ایک قدرتی ظلمت کا تمام روئے زمین پر محیط ہو جانا۔ یہ سب قرائن متحد و متفق ہو کر اس امر کے قریب الامکان ہونے کا یقین دلاتے ہیں کہ بے خطا و قصور بالکل محفوظ رہگیا۔ اور ملزم و مجرم مصلوب کر دیا گیا۔

مندرجہ بالا عبارت میں یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ عرب میں عیسائیوں کے مختلف فرقے جو آکر آباد ہو گئے تھے وہ مذہب میں اختلاف آرا کی بنا پر آپس میں لڑا کرتے تھے۔ اسکی تفصیل کے لیے مختصراً اتنا لکھ دینا کافی ہوگا کہ عموماً تمام عیسائی تو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو ابن اللہ تسلیم کرتے ہی تھے۔ لیکن عرب میں یعقوبی فرقہ کے عیسائی حضرت مریمؑ کو (نعوذ باللہ) خدا کی بی بی اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ اس بنا پر فرقہ نسطوریہ سے جو زیادہ تر عراق عرب میں آباد تھے۔ اور یعقوبی فرقہ سے جو شام سے آکر حجاز و یمن میں آباد ہوا تھا بڑے بڑے مقابلے اور مقاتلے پیش آرہے تھے۔

ظہور اسلام کے وقت۔ خاص عرب کے۔ دینی۔ اخلاقی۔ ملکی اور قومی خرابیوں اور بربادیوں کا یہ مرقع تھا جو ہم نے نہایت وضاحت سے کھینچکر دُنیا کے سامنے پیش کر دیا۔ سرزمین عرب پر موقوف و محدود نہیں ہے۔ اس سے پہلے ہم تمام اقطاع عالم کے دینی اور دنیوی حالات۔ جو آنحضرت صلعم کے بعثت کے وقت ثابت ہوتے ہیں۔ پوری تفصیل سے دکھلا چکے ہیں۔ ہمارے مرقومہ بالا تفصیل حالات کو پڑھکر ہر شخص بآسانی سمجھ لیگا اور یقین کر لے گا کہ عام گمراہی و ضلالت اور سراپا تاریکی و ظلمت کے ایسے شدید و سخت زمانہ و وقت میں پیدا کنندہ زمین و آسمان اور خدائے رحیم و رحمان

بقیہ صفحہ گذشتہ صلیب دیے جانیکا فتوےٰ اور حکم شاہی کا اعلان بھی اسکی زبان سے برآمد ہوا۔ یہودیہ کا گورنر ہو کر اس نے قوم سامری کے یہودیوں کے ساتھ بہت سخت ظلم کئے اس لئے شاہ طبروس نے اوسکو شہر یہودیہ واپس بلا لیا۔ اور اوسکو عہدۂ امارت سے معزول کر کے علاقہ گال کیطرف خارج البلد کر دیا۔ جہاں اوسنے خودکشی کر لی اور اسطرح ۳۸ء میں مر گیا۔

۵۱ طرطولین کتب اربعہ اناجیل کا نہایت قدیم اور مشہور و معروف یونانی مترجم اور مفسر۔

۵۲ ہیارڈ وانیٹپاس۔ یا۔ ہیرودس۔ شہر خلیلۃ (گلیلی) میں اپنے باپ کا قایم مقام ہوا۔ اس نے شاہ ارطاس۔ سلطان عرب کی لڑکی کو جو اوسکی بیوی تھی طلاق دیدی اور اپنے بھائی فلپ کی بیوی سے عقد کر لیا۔ ارطاس شاہ عرب نے اس باعث سے ہیرودس کے ساتھ جنگ کی۔ اس بدبخت نے حضرت یحییٰؑ کو اپنی دوسری شادی کے ناجائز بتلانے پر جرم میں قتل کروا دیا۔ اس بنا پر یہودیوں نے اوسکے خلاف میں بغاوت کر دی۔ وہ بھاگ کر رومۃ الکبریٰ میں چلا گیا اس اُمید پر کہ شاہ روم اوسکو یہودیوں کی شاہنشاہی کا منصب عطا کر دیگا۔ لیکن وہ وہاں بھی وہ حصول مدعا میں ناکامیاب رہا اور وہ آخر جلاوطنی کی حالت میں مر گیا۔ یہ ہیرودس وہی تھا جسکے پاس حضرت مسیحؑ کو ہمیلیٹ پانیطوس نے بھیجا تھا۔ بیٹنس ہسٹری ص ۸۸۳
BEETONS HIST 883

کی رحمت کو اپنے بندون کی نجات و مخلصی اور صلح و آشتی کی تعلیم و ہدایت۔ اور کفر و الحاد سے ترک تعلق کرتے اور اوس ذات واحد کی پرستش و عبادت بجالانے کی خاص غرض و غایت سے ایک ایسے رہبر کامل کو نازل فرمانیکی ضرورت ہوئی جو اپنے انوار تعلیم و ارشاد سے کفر پرستی کی تاریکیون کو دور کرکے معمورہ عالم کو پرنور کر دیتا۔ جن لوگون نے امم سابقہ کے ازمنہ خاصہ مین بالاستیعاب حالات و واقعات پڑھے ہین اور انبیاے سابقین کے اسباب رسالت اور امم ماضیین کی دینی اور دنیوی ضرورتون کو کامل طور سے سمجھ لیا ہے وہ موجودہ عالمگیر جہالت و ضلالت مین جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضرورت رسالت کو پوری طور سے سمجھتے ہین۔ اونکو یقینی طور پر علم ہے کہ حضرت موسیٰ ع کو دنیا سے اوٹھے ہوئے دو ہزار سال اور حضرت سلیمان ع کو ڈیڑھ ہزار سال اور جناب عیسیٰ بن مریم کو آسمان پر صعود فرمائے ہوئے چھ سو برس ہو چکے تھے۔ اس زمانے مین ان حضرات کی تعلیم و تبلیغ نے جقدر دنیا کو اور اہل دنیا کو برائی سے بچایا اور انکی بگڑی ہوئی حالتون کو بنایا تھا اتنی مدت مین اونھون نے اپنی غفلت اور جہالت سے اوسیقدر اپنی دینی اور دنیاوی حالتون کو بگاڑا تھا ان مقدس رہبران روحانی او پیغمبران ربانی نے سب سے پہلے جس چیز کی تعلیم انکین پہونچائی تھی۔ وہ معرفت اور وحدت الٰہی تھی اور اوسوقت سب سے پہلے جس چیز کو ان لوگون نے بگاڑا تھا وہ یہی تعلیم تھی۔ اور اسی وحدت الٰہی کی خراب و برباد حالت تھی جو ہر فرقے۔ ہر قوم۔ ہر ملک کے مندرجہ بالا حالات و واقعات سے پورے طور پر معلوم ہو چکی ہے

حقیقت یہ ہے کہ اون کے عقائد مین وجود الٰہی ہی قایم نہین تہا۔ توحید کا کیا ذکر۔ نام کو تو یہ سب لوگ اپنے آپ کو مذہب الہام کا متبع بتلاتے تھے۔ مگر حقیقتاً اون مین نہ مذہب الہامی کے کوئی آثار پائے جاتے تھے۔ اور نہ اخبار دینیات کی خرابی کی وجہ سے اون کے اخلاق۔ تمدن۔ معاشرت اور آداب ایسے خراب و خستہ ہو رہے تھے کہ حیوانیت اور انسانیت مین کوئی فرق باقی نہین رہا تھا۔ جن اصول عقائد کو وہ اپنے خیال مین حق پرستی سمجھتے تھے وہ حقیقت مین بت پرستی سے بھی بدتر تھی۔ جن تہذیب۔ اخلاق اور آداب کو وہ اپنے زعم مین معیار انسانیت خیال کرتے تھے وہ اپنی اصلیت کے اعتبار سے شعار حیوانیت تھے اور اظہار نفسانیت۔

دنیا کے محققین جانتے ہین کہ شیرازہ عالم کی ایسی ہی شکستگی اور ابتری کے خاص عالم مین۔ اور زمانہ کی ایسی ہی عالمگیر تاریکی اور سیاہی کے خاص وقتون مین اور بندگان الٰہی کی ایسی ہی سیاہ کاریون اور کافر کرداریون کے موقع پر اوس ارحم برحق اور ناظم مطلق کو اپنی رحمت کی فیض رسانیون کی ضرورت پیش آتی ہے۔ مدبر قدرت نے اصلاح عالم کے لئے اسوقت بھی وہی انتظام جاری فرمائے جو ہمیشہ سے عادت الٰہی قرار پا چکے تھے لیکن اپنے اس نظم مین ایکی بار یہ خصوصیت البتہ قایم کر دی کہ اس دفعہ رہنمائی عالم کے اس انتظام کو ایسا مفصل اور مکمل بنایا اور اس نظم کے ناظم اول مجدد کو سلسلہ ہدایت و رہبری کا ایسا خاتم اور متمم قرار دیا کہ پھر زمانے کو پیغمبر کی ضرورت نہ رہی۔

وہ خاتم سلسلہ رہبری متمم جریدۂ پیغمبری۔ خاتم النبیین۔ سید المرسلین حضرت محمدؐ ابن عبد اللہ ارجنا فداہ تھے

جو چالیس برس کے سن مین خاص معبد ابراہیمی اور موطن اسمٰعیلی کے شہر مکہ معظمہ مین بقول عموم اٹھارہوین رمضان یوم دوشنبہ سنہ ۴۱ عام الفیل مطابق ۱۲ فروری سنہ ۶۱۰ء اور بقول مشہور و جمہور ستائیسوین رجب کو مبعوث برسالت ہوئے

خاص عرب مین مبعوث برسالت ہونیکی مخصوص ضرورت

خاصکر جزیرہ نمائے عرب مین حضرت خاتم النبین حبیب خدا محمد مصطفےٰ علیہ وآلہ التحیۃ والثنا کے مبعوث برسالت فرمائے جانے کی وجہ خاص نہایت کھلی اور صاف ہے۔ ذیل کے الفاظ مین ملاحظہ فرمائی جائے۔

اگر ہم ملک عرب کو کرہ ارض پر دیکھین تو اوسکے محل وقوع سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے جزیرہ نمائے عرب کو ایشیا۔ یوروپ اور افریقہ کے براعظمون کے وسط مین جگہ دی ہے اور وہ خشکی و تری (دونون راستون سے) دنیا کو اپنے داہنے اور بائین ہاتھ سے ملا کر ایک کر رہا ہے۔ اس لیئے ایسے ملک مین دنیا کے جملہ اہم کا پہونچ جانا اور جہالت کی حکومت علی کے زیر اثر ہو کر سب ہی کا بگڑ جانا بخوبی ذہن نشین ہو سکتا ہے اور اسی طرح یہ بھی سمجھ مین آسکتا ہے کہ اگر تمام دنیا کے ہدایت کے لئے ایک مرکز واحد قایم کرنے کے لیئے ہم جگہہ کا انتخاب کرنا چاہین۔ تو عرب ہی اسکے لئے موزون ہے خصوصاً اوس زمانہ پر نظر کر کے ہم کہہ سکتے ہین کہ جب افریقہ۔ یوروپ اور ایشیا کی تین بڑی قطعات ارض (سلطنتون) کا عرب سے تعلق تھا تو عرب کے اوازن براعظمون مین بہت جلد پہونچ جانے کے ذرایع بخوبی موجود تھے۔ رب العلمین نے اسی لئے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرب مین پیدا کیا اور اونکو بتدریج پہلے اپنی قوم۔ اپنے ملک۔ پھر تمام عالم کی ہدایت کا کام سپرد فرمایا رحمۃ للعلمین ص ۹

کرہ ارض پر آباد دنیا کو دیکھو کہ جنوب مین زیادہ سے زیادہ ۴۰ درجہ عرض البلد اور شمال مین زیادہ سے زیادہ ۸۰ درجہ تک آبادی ہے۔ دونون کا مجموعہ ۱۲۰ اور نصف ۶۰ ہوا۔ جب ۶۰ کو ۸۰ درجہ شمال سے تفریق کرین تب ۲۰ درجہ رہجاتے ہین اور جب ۶۰ سے ۴۰ درجہ جنوبی کو تفریق کرین تب بھی ۲۰ درجہ شمالی رہجاتے ہین۔ اور مکہ ۲۱ درجہ پر آباد ہے۔ اسلئے کُل کرہ ارض مین بھی وسط ہونیکا درجہ رکھتا ہے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ مکہ کا نام لغات عرب کی کتابون مین ناف زمین ہے۔ انسان کے جسم مین ناف بھی ٹھیک وسط مین نہین ہوتی۔ بلکہ قریباً وسط مین ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ عرض بلد مین مکہ بھی وسط حقیقی کے قریب تر واقع ہے۔ اور ان ہی خطوط کے اندر دنیا کی تمام نسلین اسطرح مقیم ہین کہ مشرق مین قوم آریا (ایرین) اور منگول (مغول) مغرب مین حبشی و ہامائٹ (حام) اور ریڈ انڈینز امریکہ کے باشندے۔ پھر جب کل قومون مین تبلیغ کا پہونچانا مدنظر ہو تو عرب ہی اس کام کا مرکز آخر قرار دیا جاسکتا ہے۔ غالباً اسی لئے قرآن مجید مین ارشاد فرمایا گیا ہے۔ وَجَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ۔ ہم نے تم کو درمیانی اُمت (درمیان عالم کی رہنے والی) بنایا اس لئے کہ تم تمام قومون کے سامنے خدا کی شہادت ادا کرو۔ حاشیہ رحمۃ العلمین ص ۹۔

تبلیغ دینیات کے علاوہ اگر سیاسی ضروریات کی نظر سے بھی دیکھا جاوے تو ایسے رہبر آخر الزمان و پیغمبر کامل کی تبلیغ

دینی اور تعلیم واجرائے احکام سیاسی کی ضرورت سے - جو جریدہ عالم مین بندگان الٰہی کی دینی و دنیاوی امور کی شیرازہ بندی کے لئے خاصکر مبعوث فرمایا گیا ہے بمعمورہ عالم کے وسط مقام کو اپنی تعلیم و تبلیغ کا مرکز بنانا کسقدر ضروری اور لازمی تھا اور اسی سے جناب محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاتم المرسلین و النبیین ہونے کے خاص ثبوت ملتے ہین - کیونکہ آپ سے پہلے جتنی رسالتین گذر چکی ہین وہ سب ایک ہی کام اور ایک ہی مقام کے لئے معین ہوئی تھین حضرت موسیٰ قوم بنی اسرائیل کو مصر سے مخلصی دلوا کر اپنے وطن اصلی کی طرف واپس لانیکے لئے مامور فرمائے گئے تھے - حضرت داؤد اور حضرت سلیمان ع بنی اسرائیل کی قوم و ملک مین احیائے شریعت و دینیات اور اجراے نظام حکومت و سیاسات کی غرض سے مبعوث فرمائے گئے تھے - جناب عیسیٰ مریم ع باقیماندہ احکام عشرہ توراۃ کی تعمیل و تکمیل کے لئے نازل فرمائے گئے تھے ان تمام رہبران مقدسین کے ذمہ ایک ایک خاص مقام اور ایک ایک خاص کام کی درستی - اصلاح اور ترمیم متعلق کیگئی تھی لیکن بخلاف ان حضرات کے ہمارے سرور کائنات مفخر موجودات محمد مصطفٰی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق تمام معمورۂ عالم کی ہدایت تھی اور رہنمائی - وہ تبلیغ دینیات کے بھی ذمہ دار تھے اور تعلیم سیاسات کے بھی تحسین و درستی اخلاق - تمدن و معاشرت غرض تمام انسانی ضرورتین - جو ہر قوم و ملک کو ابتداے عمر سے لیکر انتہا تک لاحق ہوتی ہین شامل ہین -

تاریخین شاہد ہین اور دنیا کے کارنامے ایک سے لیکر ہزار تک گواہ ہین کہ اس نبی اُمّی خطاب نے علوم دینیات و سیاسات کی اس بخوبی اور خوش سلیقگی سے ایسی کامل تعلیم دی کہ پھر اُسوقت سے لیکر ابد الآباد تک کسی رہنمائے عالم کو ہدایت و رہنمائی کے لئے تشریف لانے اور تکلیف فرمانے کی ضرورت ہی باقی نہین رہی -

اِن ضروریات اور اُنکی تعمیل کے ذرایع و وسائل پر خیال کرکے ہر سطحی الذہن اور عامی العقل شخص بھی فوراً سمجھ جائیگا کہ ایسی کامل رسالت کی انجام دہی اور نیز دین و دنیا دونون طریقون مین بندگان الٰہی کی رہبری کے لیے مقام وسطی تبلیغ و تعلیم کا مرکز اگر کسی زاویہ یا گوشہ ملک مین قرار دیا جاتا تو ممکن نہین تھا کہ دین الٰہی کی تعلیم اور دستور و آئین ملکی و قومی کی ترمیم اس وسعت اور استقرار و استقامت کے ساتھ کامل ہوجاتی -

ہم اوپر لکھ آئے ہین کہ شبلی صاحب واقعات تاریخ و سیر کو پہیلیون کی طرح انگلیون پر سجھانا چاہتے ہین حالانکہ انھین معلوم تھا کہ خاتم رسالت اور ختم نبوت کی سیرت نگار کے لئے خاصکر ان امور کو لکھکر ثابت کر دینا اور بتلا دینا - جن سے آپ کے خاتم النبیین ؐ اور سید المرسلین ہونے کے شہود و ثبوت قائم ہوتے ہین - کسقدر ضروری تھا - لیکن شبلی صاحب نے اپنے انداز تالیف مین عجلت رفتی کے ساتھ کوتہ قلمی بھی اختیار فرمائی ہے جس سے مقصود تالیف مفقود ہوجاتا ہے اور اصل مدعا معمّا بنکر رہجاتا ہے - بالآخر ہمکو مجبور ہوکر اتنے اوراق مین آپ کی کمی کو پورا کرنا ہوا جو ناظرین کتاب کے پیش نظر ہے -

شبلی صاحب کا خاندان

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سن مبارک چالیس برس کا ہوچکا تھا

رسول ص پر غلط الزام

فطرت صالحہ کے اثر سے قلب مبارک کا رجحان اور طبع مقدس کا میلان جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ آغاز عمر سے اسوقت تک ہمیشہ امور خیر کیطرف متوجہ اور منعطف تھا۔ اگرچہ تمام ملک و قوم مین گمراہی کی شعار جہالت و ضلالت کے اطوار جاری تھے۔ چارون طرف انواع اقسام کی بدکاریان اور کفر کرواریان قائم تھین لیکن آپ ایک ذرہ بھر بھی کبھی ان سے اثر پذیر ہونا تو در کنار کبھی انکی طرف متوجہ بھی نہین ہوئے اور جب کبھی ایسا موقع آپڑا تو آپ نے ان تمام افعال ذمیمہ سے قوم و ملک کے لوگون کو تنبیہ فرمایا۔ شبلی صاحب تحریر فرماتے ہین۔

مکہ بت پرستی کا مرکز اعظم تھا۔ خود خانہ کعبہ مین تین سو ساٹھ بت رکھے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان کا تمغائے شرافت اسیقدر تھا کہ اس صنم کدے کے متولی تھے اور کلید بردار۔ با این ہمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی ان بتون کے آگے سر نہین جھکایا۔ دیگر رسوم جاہلیت مین بھی کبھی شرکت نہین فرمائی۔ قریش نے اس بناپر کہ ہر بات ممتاز رہنا چاہیئے یہ قاعدہ قرار دیا تھا کہ ایام حج مین قریش کے لیئے عرفات مین جانا ضرور نہین۔ اور یہ کہ جو لوگ باہر سے آئین وہ قریش کا لباس اختیار کرین۔ ورنہ انکو عریان ہوکر کعبہ کا طواف کرنا ہوگا۔ چنانچہ اسی بنیاد پر طواف عریان کا رواج عام ہوگیا تھا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی ان باتون مین اپنے خاندان کا ساتھ نہ دیا۔ سیرۃ النبی جلد ۱

بالکل صحیح ہے۔ جناب رسول خدا صلعم نے کبھی جہالت و ضلالت کے افعال ذمیمہ اور مراسم قبیحہ مین کبھی اپنی قوم اور اپنے اہل وطن کا ساتھ نہ دیا۔ اور نہ اون مین شرکت فرمائی۔ لیکن مشکل تو یہ ہے کہ شبلی صاحب کی نظر توجہ ہمیشہ خاندان رسول پر مبذول رہتی ہے اور شروع سے لیکر کفار قریش اور مشرکین کعبہ کے افعال ذمیمہ کی تصدیق و شہادت مین خاندان رسول ہی کے رویہ اور اطوار کی مثالین پیش کی جاتی ہین۔ شبلی صاحب اپنے اس انداز بیان مین سخت عالمفریبی سے کام لے رہے ہین اور سخت نفرت انگیز اور مغویانہ طریقہ سے قوم اور خاندان کو ایک ہی معنی مین بتلا رہے ہین۔ حالانکہ معمولی علم و اطلاع والا شخص بھی دونون لفظون کے فرق بالمعنی کو پورے طور سے جانتا ہے۔ قومیت ایک علحدہ شئے ہے اور خاندان ایک جداگانہ شئے ہے۔ یہ ضرور نہین ہے کہ قوم کے تمام لوگ اوسکے خاندان مین داخل شمار کیئے جائین۔ لیکن شبلی صاحب کو تو اس عام فریبانہ اور مغویانہ ترکیب سے تعمیم اور مساوات فی المدارج کے غلط اصول قایم کرنے کی ضرورت خاص لاحق ہے۔ جسپر اونکے عقائد کے اعتبار سے اونکے تمام موضوع تالیف کی ترکیب و ترتیب کا انحصار ہے۔ اسلیئے اگر وہ ابتدا ہی سے قوم کو خاندان اور خاندان کو قوم نہ بتلائین تو تعمیم و مساوات کی ترکیب قدیم کیسے ثابت ہو۔ یہ ضرورت تھی جس نے شبلی صاحب کے قلم سے خاندان رسول کے اکابر افراد کو صنمکدہ کا متولی لکھکر بتلائے جانے پر جرأت دلائی۔ اور پھر کفار مکہ اور مشرکین کے اون جاہلانہ مراسم حج بجالاتے وقت ننگے ہوکر طواف کرنے مین بھی انکا شامل ہونا شہادت کے طور پر پیش کیا۔

اس مین کوئی کلام نہین کہ کفار قریش مین یہ جاہلانہ رسم ضرور ہی جاری تھی۔ جہال عرب برہنہ ہوکر طواف کرتے تھے آپ کے حوالے کے مطابق ابن ہشام نے اونکے اس وحشیانہ کردار کو پوری تفصیل سے جلد اول صفحہ ۷۶ مطبوعہ مصر مین لکھا ہے

اور ہم نے اونکی تمام عبارت کو غور سے پڑھا ہے۔ لیکن اونکی عبارت مین آپ کی طرح خاص خاندان رسول ؐ کی تو کوئی تصریح نہین کی ہے۔ بلکہ عام لفظ قریش سے واقعہ کی تفصیل آغاز کی ہے۔ اون کی ابتدائی عبارت یہ ہے۔ قال ابن اسحٰق وقد کانت قریش لا ادری قبل الفیل او بعدہ ابتدعت رای الحمس الخ ابن اسحٰق کہتے ہین کہ قریش نے قبل واقعۂ فیل یا بعد اوس کے قاعدۂ حمس کی بدعت کو آغاز کیا۔ قریش مین خاندان رسول بھی اوسی طرح شامل ہے جس طرح خاندان ابوجہل اور خاندان ابوسفیان پھر اسمین خاندان رسول ؐ کو اس خصوصیت سے لکھنے کا آپ کو کون سا حق حاصل تھا۔ اور ابن ہشام کی مرقومۂ بالا عبارت مین آپنے کس لفظ سے اس تخصیص و خصوصیت کے معنے پیدا کئے اور یہ مطلب نکال لئے۔ ہان۔ اگر اوس عبارت مین بنو ھاشم یا بنو عبد المطلب من قریش کے الفاظ تصریح و تخصیص ابن ہشام نے لکھے ہوتے تو آپ خاندان رسول کی تصریح و تخصیص فرمانے کے ضرور مستحق تھے۔ جب صورت حال ایسی نہین ہے تو آپ نے صریح فریب دہی کی نیت خاص سے خاندان رسول کی تخصیص فرمائی ہے۔

شبلی صاحب ہر واقعہ کو دیکھکر لکھیئے۔ دیکھئے قوم قریش مین سے بھی جس قبیلہ اور عشیرہ نے اس رسم جاہلیت پر اصرار و افتخار کیا ہے۔ اور دوسرے قبیلون والون سے امتناع و انکار کے موقع پر تکرار کی ہے۔ اونکی تفصیل اشعار عرب کی شہادتون سے ابن ہشام نے پوری تصریح کے ساتھ جلد اول ص ۲۰ مین قلمبند کردی ہے۔ لیکن آپ نے نہ اوسکو پڑہا اور نہ اون پر غور کیا اسی لئے اپنی کتاب مین صفحہ ۲۰ کا حوالہ نہین دیا۔ یہ آپ کا خاص مولفانہ طریقہ استخفاف و اسقاط حالات ہے۔ ہم اوسکی تفصیل اوسی صفحہ ۷۰ سے ذیل مین درج کرتے ہین۔

(۱) کفار قریش کے اس معاہدے مین سب سے پہلے بنی عامر جو قبیلہ ہوازن کی ایک شاخ تھا داخل ہوا اور اونہون نے عمر بن معدے کرب کو اسکے متعلق فخریہ اشعار لکھکر بھیجے۔

(۲) بنی عامر کے ایک قائم مقام عباس بن مرداس السلمی نے جنگ جبلہ کے موقع پر اس رسم جاہلانہ کو اپنی مفاخر کے اشعار مین منظوم کیا۔ اس لڑائی مین بنی عامر اپنے مخالف قبیلہ بنی حنظلہ پر غالب آ گئے۔ اسی معرکہ مین لقیط بن زرارہ بن عدس قتل ہوا۔ اور عمر بن عمرو بن عدس بن زید بن عبد اللہ بن دارم بن مالک بن حنظلہ بھاگ گیا۔ پھر اسی جنگ قبائل کے اخیر سلسلہ مین بنی حنظلہ نے اپنے حریف کو شکست دی۔ یہ جنگ نجب کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس مین حسان بن معویہ الکندی جسکی کنیت ابوکبیشہ تھی۔ بنی عامر کیطرف سے قتل ہوا۔ یزید ابن الصیق الکلابی اسیر ہوا اور طفیل بن مالک بن جعفر بن کلاب ابو عامر بن الطفیل بھاگ گیا۔

اب شبلی صاحب فرمایئے کہ ان دعویداران اور مددگاران رسم حمس مین رسول صلعم کے خاندان کے کسی ایک فرد واحد کا بھی نام پایا جاتا ہے۔ یا کسی نوع و طریقہ سے ان معرکون اور اونکے اسباب مین ان حضرات کی سازش و شرکت کا کہین برائے نام بھی ذکر پایا جاتا ہے۔ پھر شبلی صاحب نے کس رعایت نسبت اور خصوصیت کے اعتبار پر خاندان رسول

کو اس جاہلانہ اور وحشیانہ مراسم کے ساتھ خاص طور پر منسوب کیا اور یہ ثابت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان مراسم جاہلانہ مین اپنے خاندان کے شریک نہ ہوئے۔ کیا ابن ہشام کی کسی عبارت سے شبلی صاحب نے یہ ثابت فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلعم کے خاندان والے۔ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب بھی کفار قریش کی طرح ننگے ہو کر طواف کرتے تھے؟ یا ابن ہشام۔ ابن اثیر۔ طبری وغیرہم کسی عربی مورّخ کی سند سے یہ واقعہ تحریر فرمایا ہو تا کہ عبدالمطلب یا اون کے کسی صاحبزادے کو کسی شخص نے ننگے ہو کر طواف کعبہ کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ اگر کوئی ایسا واقعہ ابن ہشام وغیرہ سے نقل کیا جاتا تو ہم آپ کے اس دعوے کی صحت اور اس بیان کی اصلیت پر اعتبار کرتے۔ افسوس ہے۔ آپ کی اس خود غرضی پر اور ایسی مغویانہ دلیری پر آپ اپنے قلم سے بلا تامل آوزلیس و پیش وہ باتین لکھدیتے ہین جنکا نشان آپ کے اصلی ماخذون مین کہین نہین پایا جاتا۔ اور اسپر یہ سخت دلیری کہ ماخذ کا حوالہ بھی دیدیتے ہین۔ صرف یہ سمجھکر کہ مصر کی چھپی ہوئی ابن ہشام ہندوستان مین کہان ملتی ہے اور کون دیکھتا ہے۔ استغفر اللہ ربّی۔

اب دیکھیئے۔ اوسی ابن ہشام سے خاندان رسول صو کے اس شمول کی حقیقت کہان تک صحیح معلوم ہوتی ہے۔

قال ابن اسحٰق حدثنی عبد اللہ بن ابی بکر بن محمّد بن عمرو بن حزم عن عثمان بن ابی سلیمان بن جبیر بن مطعم عن عمّہ نافع بن جبیر عن ابیہ جبیر بن مطعم قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبل ان ینزل علیہ الوحی وانہ لواقف علیٰ بعیرلہ بعرفات مع الناس من بین قومہ حتی یدفع معھم منھا توفیقا من اللہ ورسولہ صلعم ص ۷۹۔

ابن اسحاق عبداللہ بن ابی بکر سے بن محمّد بن عمر بن حزم سے وہ عثمان بن ابی سلیمان بن جبیر بن مطعم سے وہ اپنے چچا نافع ابن جبیر سے وہ اپنے باپ جبیر بن مطعم سے ناقل ہین جُبیر کا بیان ہے کہ ہم نے قبل نزول وحی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو مقام عرفات مین قوم کے لوگون مین سے اپنے خاص اونٹ پکڑے ہوئے دیکھا پھر آپ میرے سامنے اونھین لوگون کے ساتھ بتوفیق الٰہی جو اوسوقت انکے شامل حال تھی تشریف لے گئے۔ ص ۷۹

اس روایت سے ثابت ہوگیا کہ مقام عرفات مین جانا اس رسم حمس کے رُو سے بالکل ترک کر دیا گیا تھا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چند لوگون کے ساتھ قبل بعثت عرفات مین موجود تھے۔ اور راوی کے مطابق۔ وہان توقف فرما کر اوسکے سامنے ہی اپنے ہمراہیون کے ساتھ تشریف لیگئے۔ اب فرمایئے۔ قوم کی قوم۔ خاندان کا خاندان تو آپ کے بیان کے مطابق تو اس رسم قبیحہ مین شریک وشامل تھا۔ تو پھر آپ کے ساتھ یہ کون حضرات تھے جنکو جبیر ابن مطعم نے دیکھا۔ شبلی صاحب کی دیانت وذہانت جو کہے لیکن دنیا کی عدالت اور امانت تو یہی شہادت دیگی کہ وہ حضرات ممتازین بنی ہاشم تھے اور معززین بنو عبدالمطلب۔ توفیقات الٰہی اوسی وقت سے جنکے شامل حال تھی اور اوسی وقت سے وہ رسول اللہ صلعم کے اسوۂ حسنہ کی اقتدا کو اپنا تمغاے شرافت اور مدعائے قرابت سمجھے تھے

کشبلی صاحب رسالت شبلی صاحب مرقومۂ بالا عبارت مین جس رسول صو کے ایسے خصوصیات **واقعات متناقص**

آپکے فائز برسالت ہونے سے پہلے اس اہتمام و شان سے دکھلا چکے ہین اور آیندہ عبارت مین اوسکے اطوار و رفتار کو محض عامیانہ طور پر معمولات کے مقدار تک خود لکھکر تبلاتے ہین۔ عبارت یہ ہے۔

(۱) عرب مین افسانہ گوئی کا عام رواج تھا۔ راتون کو لوگ تمام اشغال سے فارغ ہو کر کسی مقام مین جمع ہوتے تھے۔ ایک شخص جسکو اس فن مین کمال ہوتا تھا۔ داستان شروع کرتا تھا۔ لوگ بڑے ذوق و شوق سے رات رات بھر سنتے تھے۔ بچپن مین ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بھی اس جلسہ مین شریک ہونا چاہا۔ لیکن راہ مین شادی کا کوئی جلسہ تھا دیکھنے کے لئے کھڑے ہو گئے وہین نیند آگئی۔ اوٹھے تو صبح ہو چکی تھی۔

(۲) ایک دفعہ اور ایسا ہی اتفاق ہوا۔ اوسدن بھی یہی اتفاق پیش آیا۔ چالیس برس کی مدت مین صرف دو دفعہ اس قسم کا ارادہ کیا۔ لیکن اندونون دفعہ توفیق آلہی نے بچالیا کہ تیری شان ان مشاغل سے بالاتر ہے۔

ان دونون واقعات سے معلوم ہوا کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے جلسون مین جن پر لہو و لعب اور افعال و اشغال عبث کی تعریف پوری مطابق ہوتی ہے دلچسپی رکھتے تھے۔ اور انمین شرکت فرمانے کی اکثر کوشش کرتے تھے۔ لیکن توفیق الہی ہر بار آپ کو اس کی شرکت سے بچالیتی تھی۔ اس بنا پر ثابت ہو گیا کہ وہ عمل جسمین آپ شریک ہونا چاہتے تھے۔ حقیقتاً مذموم و معیوب اور شان رسالت کے خلاف تھا۔ اور جو امتناع شرکت کی قدرت عملی ترکیب نکال لیتی تھی وہ مستحسن اور جائز تھی۔ مگر شبلی صاحب کے تحریر کردہ واقعات اسکے خلاف تبلاتے ہین۔ جس مجمع مین آپ شریک ہونا چاہتے تھے۔ وہ عربون کی داستان گوئی کی صحبت تھی۔ جس مین وہ غالباً اپنے اسلاف قدیم کے معرکہ آرائیان۔ نمودا ریان۔ شجاعت۔ دلیری۔ داد و دہش اور دیگر صفات و خصوصیات کے ذکر بیان کرتے ہونگے اور اسمین بھی کلام نہین کہ اون مین مبالغہ آمیزیون سے کام لیتے ہون گے۔ لیکن با اینہمہ ان مین بظاہر حرام غیر مشروع اور باعث معصیت ہونے کی کوئی صورت نہین پائی جاتی۔ تاوقتیکہ اُن صحبتون کے بجنسہ و بلفظہ تقریر لکھکر اونکے حرام اور غیر مشروع ہونیکے ثبوت کامل نہ پہونچائے جائین۔ اس بنا پر اگر یہ مجمع ایسا ہی داستانین اور واقعات سننے کے خاص موقعے اور مقامات تھے۔ تو پھر یہ مذموم کیونکر کئے جاینگے۔ اور انمین کسی کی شرکت معیوب کیسے کہی جائیگی۔ اس سے زاید تو شبلی صاحب کی استحفاظ شرکت کی جو تدبیر لکھتے ہین وہ مذموم اور مقبوح معلوم ہوتی ہے جیسا کہ آپ خود لکھتے ہین

لیکن اتفاق سے راہ مین شادی کا کوئی جلسہ تھا۔ دیکھنے کیلئے کھڑے ہو گئے۔ نیند آگئی۔ اوٹھے تو صبح تھی۔

یعنی آپ کے توفیق آلہی نے ایک مشغلہ سے بچانے کے لئے جس دوسرے مشغلہ کیطرف متوجہ کر دیا۔ وہ شادی کا جلسہ تھا اگرچہ اس جلسہ شادی کے نسبت کوئی تفصیلی حالات نہین لکھے گئے لیکن اسمین کوئی کلام نہین کہ یہ جلسہ داستان گوئی کے مجمع سے زیادہ پر لطف اور دلچسپ ہوگا۔ تب تو شبلی صاحب لکھتے ہین کہ (نعوذ باللہ) آپ دیکھنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اور نیند آگئی اوٹھے تو صبح تھی گویا رات بھر اوسی جلسہ مین کٹ گئی۔ مگر جب اس جلسہ شادی کی کوئی تفصیلی حالت نہین لکھی گئی تو شبلی صاحب

اپنے شادی کے جلسوں کی مثالوں پر اندازہ کر کے خود تصفیہ فرمالیں کہ آیا آپ کی عقیدت رسولؐ کی معرفت۔ ایسے جلسوں مجمعوں اور صحبتوں میں۔ رسولؐ تو درکنار غلامان رسولؐ تک کی شرکت کو ایسی محویت و مصروفیت کے ساتھ کہ شام سے صبح کردی۔ ایک منٹ کے لئے بھی گوارا کرے گی۔

شبلی صاحب اپنی جا و بیجا پرجوشیوں میں جا و بیجا اور مناسب و غیر مناسب طریق و انداز بیان کا اپنی تحریر و بیان میں مطلق خیال نہیں کرتے۔ آپ نے عیسائیوں کے اس اعتراض کے جواب میں کہ آنحضرت صلعم خیالات و جذبات میں جو کچھ تغیر آیا ہے وہ ادعائے رسالت کے بعد۔ ورنہ آپ کے طرز و اطوار سب آپ کی قوم کے لوگوں کی طرح تھے۔ آپ کسقدر چراغ پا ہوئے اور اپنی گذشتہ بحث بیان میں کتنی کد و کاوش اور سعی و کوشش سے اونکی تعریض کی تنقید فرمائی یہانتک کہ صحیح بخاری کی بھی تغلیط کی نوبت پہونچائی۔ اب اگر وہی عیسائی آپ ہی کی اس تحریر کردہ اطوار رسول کو اپنے دعوی اعتراض کا شاہد بنائیں تو آپ کے پاس اونکا کیا جواب ہوگا۔ مشکل تو یہ ہے جیسا کہ ہم اکثر مقامات پر دکھلاتے آئے ہیں کہ آپ ایک مقام پر ایک واقعہ کا اقرار کرتے ہیں اور دوسرے مقام پر اوسی سے انکار فرماتے ہیں۔ اس تلون طبعی کا کیا علاج ہوسکتا ہے یہ دونوں واقعات جو لکھے گئے ہیں اونکے ماخذوں کا بھی کوئی حوالہ نہیں دیا گیا ہے کہ حقیقت حال کی کچھ اور تحقیق کی جاتی لیکن ہم کو اس بات کا خود یقین ہے کہ آپ نے انکو بے ماخذ کے نہیں لکھا ہوگا۔ جو غالبًا اصحاب حدیث ہی ہوں گے نہ ارباب تاریخ۔ سب سے زیادہ مضحکہ انگیز طریقہ تو آپ نے یہ اختیار فرمایا ہے کہ حاشیہ زیر صفحہ میں انکے اسناد و حوالہ کی جگہ۔ سر ولیم میور صاحب کی یہ عبارت ترجمہ نقل فرمادی ہے۔

سر ولیم میور صاحب لکھتے ہیں کہ ہماری تمام تصنیفات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں اونکے چال چلن کی عصمت اور اونکے اطوار کی پاکیزگی پر جو اہل مکہ میں کمیاب تھی متفق ہیں“

بچے تک جانتے ہیں کہ یہ شہادت کیسی ہے۔ اس شہادت کے اندراج سے تو خود شبلی صاحب پر یہ اعتراض قایم ہو جاتا ہے کہ سر ولیم میور اور تمام عیسائی مصنفین تک آپ کے اطوار کی پاکیزگی کو اتنے اعلیٰ درجہ تک بتلاتے ہیں۔ بخلاف اونکے آپ مسلمان ہوکر اونکو ایسے عامیانہ معمولانہ اور بازارانہ گپ اور لہو و لعب کے جلسوں اور صحبتوں میں شام سے صبح تک محو و آلودہ دکھلاتے ہیں فافہم فتدبر۔

ہم ایسے غلط فہم نہیں کہ آپ کے اس مضمون کو بلا سند سمجھیں ہمکو یقین ہے کہ آپ نے اسکو اپنے اسلاف کے کسی ماخذ اصلی سے نقل کیا ہوگا لیکن نقل کرنے کے وقت آپ نے اسکے نتیجہ پر غور نہیں کیا کہ ؎ این راہ کہ میروی بترکان است

آپ جن حالات و واقعات سے ذات رسول کی عصمت اور پاکیزگی قبل از نبوت ثابت کرنا چاہتے ہیں وہی واقعات معمولی اور عامیانہ جلسوں اور مجمعوں میں آپ کے رسولؐ کی شرکت اور مجالست ثابت کرتے ہیں اور پھر اتنی محویت کے ساتھ کہ شام سے صبح ہوگئی۔ رہبر توفیق بھی استخفاف رسولؐ کی نسبت ایک سوتی ہوئی تدبیر عمل میں لاتا ہے۔ اور اون مکروہ و نامشروع جلسوں

کے مشاہدے سے باز رکھنے کے لئے صرف رسول کو وہیں سلادیتا ہے۔ اوس سے اتنا نہیں بن پڑتا کہ رسول کو گھر پہونچا دیتا کہ مشاہدۂ معصیت کے ساتھ شرکت لہو ولعب کے الزام سے بھی پورا استحفاظ ہوجاتا۔ نہ ایسے ایسے سراپا غلط واقعات اسلامی کتابوں میں مندرج کئے جاتے نہ اونکی بناپر آج ان کمراہانہ اعتراضات کا مخالفین کو موقع ہاتھ آتا۔ یہ دلائل صاف بتلا رہے ہیں کہ یہ واقعات و حالات ہی بالکل غلط ہیں۔ نہ انکی کوئی اصل ہے نہ حقیقت۔ طبقہ اسلام میں مساوات اور سلسلۂ امامت حضرت سید الانام میں تعمیم و طریقہ عام پیدا کرنے کی غرض سے پہلے خاندان رسول اور اوسکے بعد شان رسول صلعم کی یہ نوبت پہونچائی گئی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

یہ تو قبل بعثت کے حالات تھے۔ عین زمانہ رسالت میں اور خاص صحن مسجد میں۔ جب رسول اللہ کی طرف (معاذ اللہ) حبشیوں کے ناچ دیکھنا اور دکھلانا منسوب و مشہور کیا جاتا ہے تو قبل بعثت ان لھو ولعب کے مشاغل کی کیا شکایت ہے وائے گر از پس امروز بود فردائے۔ افسوس تو یہ ہے کہ دوسروں کی پردہ پوشی کے لئے رسول کی اتنی اور ایسی پردہ داری کی جاتی ہے۔ ہم بار بار لکھتے چلے آتے ہیں کہ شبلی صاحب اور اون کے اسلاف متقدمین نے حقیقتاً شان رسول ہی کو نہ سمجھا ہے اور نہ آج تک سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ پہلے یہ حضرات شان رسول کی حقیقی معرفت کا سلیقہ پیدا کرلیں۔ ہم پھر سمجھائے دیتے ہیں کہ قبل و بعد رسالت کی شرط بیکار ہے۔ جب ہم نے ذات رسول صلعم کو از اولہ تا آخرہ فطرۃ صالحہ لدنیہ پر قایم و مراتب تسلیم کرلیا تو پھر عام اس سے کہ صحاح والے ایسے مناقص شان رسالت واقعات لکھنے والے ثابت ہوتے ہوں یا مسانید و سنن والے ہم اونکی پابند نہیں

نزول وحی اور حصول رسالت

شبلی صاحب نزول وحی اور حصول رسالت کی تفصیل کی ابتدا اس عبارت سے فرماتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت سے دنیاوی تعلقات تھے۔ تجارت کا کاروبار تھا۔ متعدد اولادیں تھیں۔ تجارت کی ضرورت سے اکثر سفر کرنا پڑتا تھا لیکن دست قدرت کو جو کام لینا تھا وہ ان تمام مشاغل سے بالاتر تھا۔ دنیا اور دنیا کے تمام کام آپ کو ہیچ نظر آتے تھے۔ تاہم مطلوب حقیقی کا اب تک پتا نہ تھا۔

بالکل صحیح ہے تفویض رسالت اور تعین نبوت کے وقت یہ تمام تعلقات معاشرت آپ کے گرد و پیش تھے جو خدا کی طرف سے اسوۂ حسنہ بنا کر دنیا اور اہل دنیا کی تربیت و ہدایت کی غرض سے دکھلائے جانے والے تھے۔ اور انحصار تجرد اور رہبانیت کے ہزار سالہ طلسم ہمیشہ کے لئے توڑے جانے والے تھے۔ اور انکے خلاف اہل عالم کو یہ تعلیم دینی منظور الٰہی تھی کہ دنیا کے تمام جائز اور مستحسن تعلقات کے ساتھ رہکر بھی ساالہیات و دینیات کا مبلغ اخلاقیات و سیاسات کا معلم معرفت الٰہی کی کافی تعلیم دے سکتا ہے۔ اور رہنمائی کونین کے تمام خدمات ادا کرسکتا ہے اوسکی تعلیم کامل نے تمام بنی انسان کے قلوب پر یہ زرین اصول کالحجر کردیے کہ دنیا اگر اصول دین اور حدود شریعت کے اندر ہے تو عین دین ہے۔

یہانتک تو شبلی صاحب کی عبارت شان رسالت اور اوصاف نبوت کے مطابق ہے لیکن آپ کا اخیر فقرہ کہ تاہم مطلوب حقیقی کا ابتک پتا نہ تھا۔ قابل قبولیت نہین اسلیے کہ آپ کے اوسی قدیم اصول تعمیم کیطرف راجح ہے اور پھر اس فقرہ پر بھی وہی عیسائیون کا گمراہانہ قیاس کہ جو کچھہ آپ کی ذات مین تغیر آیا وہ وقت رسالت سے" صادق آجاتا ہی لاحول ولاقوۃ۔ حالانکہ یہ مظنہ واسا ہے۔ رسولؐ کی جیسی عصمت ذاتی قدیم سے ہے ویسی اوسکی معرفت الٰہی بھی قدیم ہے اوسکی فطرت نبویہ ابتدا ہی سے علم لدنیہ کے فیوض و مآثر پر فائز ہے۔ وہ ہدایت وارشاد کے لئے صرف ایک مدت خاص تک جسکی مناسبت اور مصلحت کا علم خاص ذات باری تعالیٰ کے متعلق ہے وہ ماذون و مامور نہین کیا جاتا ورنہ اوسین تمامی اوصاف و علامات نبوت۔ تفویض رسالت کے قبل سے پائے جاتے ہین۔ ہمارے رسول برحق کے متعلق کتابون مین کثیر التعداد واقعات ایسے موجود ہین جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اکثر اکابر و عمائد عرب نے قبل از نبوت آپ کو دیکھکر انھین محاسن اوصاف و مکارم اطوار کے اعتبار پر آپ کو نبی اللہ ہونیکی صحیح بشارت پہونچائی تھی چنانچہ طبقات ابن سعد مین ایسی خبر و واقعات کو ایک علیحدہ باب مین جمع کر دیا ہے۔

اس بنا پر یہ لکھدینا کہ ہمارے رسولؐ کو چالیس برس تک خدا کا پتا نہ لگا۔ اور چالیس برسون کے بعد بعثت کے وقت سے وہ خدا کا شناسا ہوا۔ عقائد مسلمہ اسلام کے بالکل خلاف ہے۔ نعوذ باللہ اگر بفرض محال ایسا ہی ہے تو پھر چالیس برس تک وہ کس وجود کا قائل اور کس مسلک کا سالک تھا؟ اور پھر اوسمین اور ورقہ بن نوفل اور عثمان بن حویرث وغیرہ کی ذات و صفات مین کیا فرق مابہ الامتیاز باقی رہا۔

پھر ہم وہی کہین گے کہ شبلی صاحب شان رسولؐ کو سمجھے ہی نہین۔ پہلے آپ سمجھہ لین کہ قبل البعثت انبیاء و مرسلین کے قلوب نورانی پر کون سے احوال مخصوصہ مستولی ہوتے ہین۔ وہ ابتدا ہی سے خدا کے وجود کو یکتا اور اوسکے ازلی اور ابدی ہونے کا یقین کامل رکھتے ہین اور اوسیطرح اونکو خدا کی تمام ذات و صفات کا علم راسخ اور یقین واثق ہوتا ہے۔ وہ رسالت و نبوت کے منصب پر فائز ہونے سے پہلے۔ عالم کائنات کے تمام اشیاء اور اون کے تمام افراد و اجزا سے اوس صانع برحق اور قادر مطلق کی قدرت کا مشاہدہ اور ثبوت قائم کیا کرتے ہین۔ اور حقیقتاً اس عالم اور اس زمانہ مین وہ اپنی واقفیت علم کو یقین اور پھر یقین کو سکینہ الٰہی کے انتہائی حدود تک پہونچاتے ہین اور یہین سے حدود انسانی کی انتہا اور فضاے ملکوتی کی ابتدا ہوتی ہے جسکا پہلا زینہ رسالت ہے۔ اونکے اس غور و تفحص اور فکر و تجسس فی ذات کو خاصکر تلاش وجود معبود سے تعبیر کرنا محض غلط فہمی ہے۔ اور یہی غلط فہمی شبلی صاحب کو بھی یہان لاحق ہوئی ہے حقیقت مین یہ مطلوب حقیقی کی تلاش نہین تھی۔ بلکہ اوس غیر مرئی وجود کا ثبوت اوسکے ظاہری مخلوقات و مصنوعات کے مشاہدات سے حاصل کرنیکا ریاض تھا۔ اور اس تلاش و جستجو سے معاذ اللہ شک یا قلب کا وہم و گمان نہین کیا جاسکتا بلکہ تسلیۃ قلب کا یقین ہوتا ہے۔ جیساکہ حضرت ابراہیم نے خداوند عالم کے اس سوال اَوَلَمْ تُؤْمِنْ۔ کیا تم مجھپر ایمان نہین رکھتے کے جواب

مین فوراً ارشاد فرمایا کہ بَلٰی وَلٰکِن لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ - ہان مین تجہپر ایمان رکھتا ہون لیکن یہ استفسار صرف اطمینان قلب کی غرض خاص سے ہے اس واقعہ اور ایسی کے ایسے خاص حضرت ابراہیم اور مشاہدہ اجرام فلکی حضرت خضر و موسیٰ اور حضرت داؤد و سلیمان علیٰ نبینا وآلہ وعلیہم السلام کے حالات و استفسارات مندرجہ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ ان حضرات مقدسین کو قبل و بعد رسالت ان استفسارات سے وجود آلہی کی خاص تلاش منظور نہین تھی بلکہ اوسکے ثبوت قدرت کی - جو عین ثبوت وجود تھی کیونکہ ذات آلہی عین صفات ہے اور صفات عین ذات - اس غور و تفحص اور تلاش و تجسس مین وجود قدرت کی جلوہ آرا مطلوب تھی اور اوسکے مشاہدے اور معائنے درکار تھے - جنکے ذریعہ سے اونکی معرفت اور تبلیغ رسالت کی ضروریات مین اور استحکام و تقویت سے دلائل و براہین بیان کرنے اور دنیا کے آگے بدیہات کی صورت مین مثال پیش کرنے مین آسانی اور سہولیت حاصل ہو

اب شبلی صاحب سمجھ لین - شان رسول صلعم یہ ہے اور اوسکی تلاش اور جستجو انھین مشاہدات قدرت کی طرف تھی نہ اصلی وجود قادر مطلق کی جانب - اس بنا پر آپ کا آخر فقرہ آپ کی صریح غلط فہمی پر مبنی تھا جسکی الحمد للہ کامل اور کافی اصلاح کر دی گئی -

شبلی صاحب کسی مضمون کو سلسلہ سے کبھی نہین لکھتے - نزول وحی کی ابتدا آخر مراتب وحی سے کیگئی ہے اور اس کا آغاز واقعہ حرا اور نزول اقرا سے کیا گیا ہے - اس سے دینیات کا مبتدی - اس بیان کو پڑھکر حقیقت وحی کو یہین تک محدود کر دیگا - اور سمجھ لیگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک بارگی یونہین وحی آسمان سے اوتر پڑی - شبلی صاحب - آپ نے کتاب خاص و عام - سب کی واقفیت و اطلاع کے لئے لکھی ہے - ہر مضمون کی تفصیل کو خاص طبقات کے علم و اطلاع پر منحصر کر کے قلم انداز کر دینا - عوام کو کیا فائدہ دے سکتا ہے - اس بنا پر آپ کو نزول وحی کے مدارج و مراتب سلسلہ وار (بالاختصار ہی سہی) لکھکر بتلا دینا نہایت ضروری تھا - کہ اُن کی سمجھ مین آجاتا کہ مدبرین قدرت نے اپنے رسول کے پیکر انسانی پر مدارج روحانی کے بار - بتدریج اور رفتہ رفتہ نازل فرمائے ہین کہ وہ پیکر مطہر اوسکے جلال قدرت کو اپنی امکانی قوت کے مطابق سنبھال سکے - طرفہ تو یہ ہے کہ حواشی زیرین مین کہین کہین حسب العادت انکا اشارہ بھی کر دیا گیا ہے پھر نہین معلوم کس مصلحت سے وہ مضامین و عبارات داخل کتاب نہین کیگئی -

شبلی صاحب سے بات بات پر کون اولجھا کرے - ہم شبلی صاحب کی ان تمام فروگذاشتون سے قطع نظر کر کے جنکو ہم اونکے مقام پر تفصیل سے بیان کرینگے - جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استغراق فی اللہ اور تجسس فی اثبات الوجود المعبود کے عوالم و کوائف کو جنمین مدارج وحی کی حقیقت بھی ضمناً داخل ہے - ذیل مین بیان کرتے ہین - اور باتفاق جمہور یہ ثابت ہے کہ معارف ربانی اور مکاشف روحانی کے یہ عوالم و مآثر قبل البعثت آپ کے قلب نورانی پر مستولی رہا کرتے تھے اوپر بیان ہو چکا ہے کہ جناب رسول خدا صلعم کے حسن معاشرت اور اوس کے جائز اور ضروری مشاغل مین آپکا

انہماک دنیا کے لئے اسوۂ حسنہ تھے لیکن جیسا کہ شبلی صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔ باایں ہمہ دست قدرت کو جو آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کام لینا تھا وہ ان تمام مشاغل سے بالاتر تھا" اس لئے اوس کام کے مقابلہ مین جو منجانب اللہ آپ کی فطرت صالحہ کے ساتھ مخصوص فرمایا گیا تھا۔ آپ دوسرے کامون کو بیمقدار اور بیہودہ سمجھتے تھے۔ اور زیادہ تر اسی فرض مخصوص کیطرف متوجہ رہا کرتے تھے۔ وہ فرض مخصوص کیا تھا۔ پہلے یہ ذہن نشین کر لینا چاہیئے۔ وہ ذات واجب الوجود کا ادراک اور عالم کائنات کے ہر ہر جزو سے اوسکے ظہور قدرت کا ثبوت۔ اور اشیائے مخلوق مین انوار خالق کے مشاہدہ قدرت کا اشتیاق تہا۔ اگرچہ یہ عالم آپ کی فطرت صالحہ کے ساتھ مخلوق ہوا تھا لیکن خلقت انسانی کے اصول نمو وارتقا کی مطابق۔ جیون جیون سن مبارک مین ترقی ہوتی گئی۔ ان جذبات روحانیت مین بھی افزایش ہوتی گئی۔ تاآینکہ وقت بعثت سن مبارک چالیسؔ برس کا ہوگیا تھا اسی مقدار سے آپ کے ان قلبی اور روحانی انوار معارف مین بھی کامل اضافہ پیدا ہو کر یہ کمال بھی تکمیل کے درجہ منتہی تک پہونچ گئے۔

انھین جذبات روحانی کے اثر سے جیسا کہ تمام تاریخ وسیر کے اتفاق اور کتب تفسیر وحدیث کی تفصیل وبیان سے ثابت ہوتا ہے۔ آپ بسا اوقات گہر سے باہر میدانون۔ بیابانون اور کوہستانون مین نکل جایا کرتے تھے ہفتون اور مہینون کی خوراک اور اوتنے دنون کا پانی اپنے ہمراہ لے لیا کرتے تھے۔ اور مہینون۔ بیابانون اور کوہستانون مین قدرت آلہی کے عجائب وغرائب اور اوسکی صنعت لامتناہی کے مدارج ومناصب کا براۃ العین مشاہدہ فرمایا کرتے تھے۔ اور ان مشاہدات سے اس قادر مطلق اور صانع برحق کے وجود کا ثبوت حاصل فرمایا کرتے تھے تاوقتیکہ ایک شئے کی حقیقت کامل طور سے نہ معلوم ہو لیتی تھی۔ دوسری شئے کی ماہیت کی تلاش کا سلسلہ نہ اوٹھایا جاتا تھا۔ اگر اسدرمیان مین کھانے پینے کی چیزین تمام ہو جاتی تھین تو گھر واپس تشریف لا کر بقدر ضرورت پھر وہ چیزین ہمراہ لے لی جاتی تھین اور پھر اوتھین مقامات مین واپس آجاتے تھے۔

بسا اوقات ان تحقیقات کا مشاہدہ انوار الٰہیات کے ذریعہ سے عالم رویا مین ہو جایا کرتا تھا بعض اوقات الہام۔ القا۔ اور ندا کے طریقہ سے مسئلہ تحقیق طلب کا فیصلہ آخری آپ کو بتلا دیا جاتا تھا۔ ندا وغیرہ کی حالتون مین آپ صرف کلمات ندا کو سن لیا کرتے تھے۔ اور ندا کنندہ کو باوجود تفحص وتلاش کے اپنے گرد وپیش کہین بھی نہین پاتے تھے درہہائے جبل کے خلوتکدون مین کبھی اپنے وجود فانی سے اوسکے وجود باقی اور ازلی کے ثبوت فراہم کئے جاتے تھے یہی آپکی ابتدائی عبادت تھی۔ جسکو علمائے تاریخ وحدیث نے تحنُّث کی خاص اصطلاح سے تمام کتابون مین لکھا ہے اور حقیقت بھی یہی تھی اسوقت یہی تفکر اور تجسس فی اثبات الوجود۔ آپ کی عین عبادت تھی۔ جن لوگون نے انبیاے سالقین کے حالات اور خصوصاً حضرت ابراہیم کی تحصیل معرفت کے واقعات کم سے کم اسوۃ الرسولؐ جلد اول مین پڑھے ہین۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان مجاہدانہ تجسس ذات کو حضرت ابراہیم کی تلاش وجود سے بالکل مطابق پائین گے۔

ہم اپنے موجودہ سلسلۂ بیان مین آپ کی اس عبادت کے حالات لکھتے ہین۔ مکہ کے کوہستانی مقامات مین

آپ نے جس مقام کو اپنی عبادت کے لئے تجویز فرمایا تھا وہ غار حرا تھا۔ یہ غار مکہ معظمہ سے تین میل کے فاصلہ پر اس کوہستانی سلسلہ میں واقع تھا جسکو جبل فاران کہتے تھے۔ یہ غار طول میں چار گز اور عرض میں پونے دو ¾۱ گز ہے۔ بعثت سے سات برس پہلے انوار الٰہی کی تجلیات اسی غار میں آپ پر ظاہر ہونے لگی تھیں۔ علامہ مجد الدین فیروز آبادی سفر السعادت میں لکھتے ہیں کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان انوار الٰہی کی ضوفشانیوں کو دیکھکر بیحد مسرور ہوتے تھے۔ مگر ان تجلیات میں کوئی صورت یا اس سے کوئی آواز نہیں پیدا ہوتی تھی۔ رحمۃ العالمین ص ۲۹

بعثت کا زمانہ جتنا قریب ہوتا جاتا تھا۔ آنحضرت صلعم کی طبع مبارک میں خلوت گزینی کی عادت بڑھتی جاتی تھی۔ ان ایام میں آپ اکثر پانی اور ستو لیکر شہر سے کئی کوس دور غار حرا میں جاکر بیٹھ رہا کرتے تھے۔ اور شبانہ روز عبادت الٰہی کیا کرتے تھے۔ اس عبادت میں تحمید و تقدیس الٰہی کے علاوہ قدرت الٰہیہ پر تدبر و تفکر بھی داخل تھا۔ اور یہی آپ کی قدیم عبادت تھی۔ جسکو تحنث سے تعبیر کرتے ہیں۔ مولوی شبلی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

صحیح بخاری میں ہے کہ غار حرا میں آپ تحنث یعنی عبادت کیا کرتے تھے۔ عینی شرح بخاری میں ہے۔

قبل ما کان صفة تعبده اجیبت بان ذلک بالتفکر والاعتبار

سوال کیا گیا ہے کہ اسوقت آپ کی عبادت کیا تھی۔ جواب کہ غور و فکر اور عبرت پذیری۔

یہ وہی عبادت ہے جو آپ کے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نبوت سے پہلے کی تھی۔ ستاروں کو دیکھا۔ تو چونکہ تجلی کی جھلک تھی۔ وہو کا ہوا۔ چاند نکلا تو اور شبہ ہوا۔ آفتاب پر اس سے زیادہ لیکن جب سب نظروں سے غائب ہوگئے تو بیساختہ پکار اٹھے اِنِّیْ لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ۔ میں فانی چیزوں کو نہیں پسند کرتا۔ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ میں اپنا منہ اسی کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا۔

ایک[1] مغربی مؤرخ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس عبادت کی کیفیت اس طرح ادا کی ہے۔

سفر و حضر میں ہر جگہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دل میں ہزار سوال پیدا ہوتے تھے۔ میں کیا ہوں؟ یہ غیر متناہی عالم کیا ہے؟ نبوت کیا شے ہے؟ میں کن چیزوں کا اعتبار کروں؟ میں کیا کام کروں؟ کیا کوہ حرا کی چٹانوں۔ کوہ طور کی سر بفلک چوٹیاں کھنڈر اور میدان کسی نے بھی ان سوالوں کا جواب دیا۔ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ گنبد گردان۔ گردش لیل و نہار چمکتے ہوئے ستارے برستے ہوئے بادل۔ ان سوالوں کے جواب نہ دے سکے۔ سیرۃ النبی ص ۱۴۷ بحوالہ کارلائیل ہیروز

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عالم خاص کو دیباچہ نبوت سمجھنا چاہیئے۔ اس عالم کی تکمیل کے بعد آپ پر رویائے صادقہ ہونے لگے۔ اور ان کے ذریعہ سے انکشاف حقائق ہونے لگے۔ اس عالم سے نبوت و رسالت کی تمہید شروع ہوتی ہے۔ صحیح بخاری کے شروع میں ہے اول ما بدء بہ رسول اللہ صلعم من الوحی الرؤیا الصالحۃ فی النوم۔ جس چیز سے پہلے آنحضرت صلعم پر وحی الٰہی نازل ہوئی وہ سچے خواب ہوتے تھے۔ اور خواب ہی کے ذریعہ سے آپ پر

[1] اس عیسائی مأخذ کی عبارت کو پڑھکر اسپر واقعات کا اعتبار نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ ان معاملات کو قد عرف ربہٗ (جس نے اپنے نفس کو

اسرار منکشف ہونے لگے۔ جو کچھ آپ خواب مین دیکھتے تھے بعینہٖ وہی پیش آتا تھا۔ سیرۃ النبی (حاشیہ زیرین۔)

اس سے ثابت ہوگیا کہ رویاے صادقہ بھی وحی الٰہی کا ایک شعبہ خاص ہے شاہد ہے اسکے ثبوت مین یَابُنَیَّ اَرٰی فِی الْمَنَامِ ذبح اسمٰعیلؑ کی پوری خبر حضرت ابراہیمؑ کو عالم خواب مین وکھلادی گئی تھی۔ لیکن یہ بھی یقین کرلینا چاہیئے کہ یہ خواب انبیا ومرسلین کے مقدس دائرے تک محدود تھے۔ ہمارے آپ کے خواب کو ان سے مناسبت نہین ہے۔

ابن سعد اسکے متعلق خود آنحضرت صلعم کے یہ اقوال نقل کرتے ہین انا معشر الانبیاء تنام اعیننا ولا تنام قلوبنا ہم لوگون (انبیا علیہم السلام) کی آنکھین سو جاتی ہین۔ قلوب نہین سوتے۔ پھر ارشاد فرماتے ہین تنام عینائ ولا ینام قلبی میری دونون آنکھین سو جاتی ہین لیکن میرا قلب نہین سوتا۔ یہ حقیقت ہے انبیا علیہم السلام کے خواب کی۔ خواب کی حالت خاص مین انبیا کے قلوب نورانی انکشاف حقیقت کے لئے بیدار اور کشادہ رہتے ہین۔ اس بنا پر اکثر حکماے اسلام نے انبیا کے خواب کو بھی تیقظان یعنی بیداری مین شامل کیا ہے قبل بعثت ایک معتدبہ زمانہ تک اسرار الٰہیات کے انکشافات رویاے صادقہ کے ذریعہ سے ہوتے رہے اسکے بعد ابتدا والہام کے مدارج وحی آغاز ہوئے۔ طبری نے نہایت تفصیل سے اسکی کیفیت لکھی ہے۔ ذیل مین نقل کی جاتی ہے۔

عن ابی بن کثیر قال سألت ابا سلمة ای القرآن انزل اول فقال یا ایها المدثر فقلت یقولون اقرأ باسم ربك فقال ابا سلمة سألت جابر بن عبد الله ای القرآن انزل اول فقال یا ایها المدثر فقلت اقرأ باسم ربك الذی خلق فقال لا اخبرك الا ما حدثنا النبی صلعم قال جاورت فی حراء فلما قضیت جواری هبطت فاستبطنت الوادی فنودیت فنظرت عن یمینی وعن شمالی وخلفی وقدامی فلم ار شیئا فنظرت فوق راسی فاذا هو جالس علی عرش بین

ابن ابی کثیر بیان کرتے ہین کہ مین نے ابوسلمہ سے پوچھا کہ قرآن مجید مین کون سی آیت پہلے نازل ہوئی ہے ابوسلمہ نے کہا۔ یا ایہا المدثر۔ مین نے کہا لوگ تو کہتے ہین اقرا باسم ربک سب سے پہلے نازل ہوا۔ ابوسلمہ نے جواب دیا کہ مین نے یہی سوال جابر ابن عبداللہ انصاری سے کیا تھا اور انھون نے مجھے بتلایا تھا کہ قرآن مین سب سے پہلے یا ایہا المدثر نازل ہوا ہے مین نے بھی یہی اون سے کہا تھا۔ جابر بولے مین تمہین وہی بتلاتا ہون جو مین نے خود جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ نے مجھسے فرمایا کہ مین حسب المعمول غار حرا مین عزلت گزین تھا کہ خدا کا فرشتہ مجھپر نازل ہوا اور مجھے ندا کی۔ مین نے داہنے۔ بائین اور آگے پیچھے ہر چند اوس ندا

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ پہچان لیا اوس نے اپنے پروردگار کو پہچان لیا) کے مطابق اور الانسان بصیرۃ علٰی نفسہٖ (انسان اپنی نفس کا خود بینا ہی) کے حکم کے موافق ایسے ہی سوالات وجذبات قلب مبارک مین پیدا ہوکر آپ کو وجود باریتعالیٰ کے کافی ثبوت پہونچاتے تھے۔ عیسائیون نے اس شعبہ وحی یعنی ذریعہ خواب کو بہت وسیع اور محض عام کردیا ہے۔ اون کے نزدیک ہر شخص اس خواب (وژن) کی صلاحیت رکھتا ہی اس شعبہ وحی پر کیا موقوف ہی خصوصًا آجکل علماے یورپ تو ہر شاعر کے کمال کو کمال نبوت سے مساوی اور مشتق تبلاتے ہین نعوذ باللہ المؤلف سید اولاد حیدر عفی عنہ

السماء والارض فجثیت منه فاتیت خدیجة ؓ فقلت دثرونی وصبوا علی ماء قال فدثرونی وصبوا علی ماء بارداً فنزلت یا ایها المدثر ۔	ندا کرنے والے کی تلاش کی لیکن کسی کو بھی نہ دیکھا۔ پھر مین نے سر اوٹھا کر اوپر دیکھا تو اوس ندا کنندہ کو آسمان و زمین کے درمیان دیکھا۔ دیکھکر

مجھپر جلال الٰہی کا رعب طاری ہوگیا۔ مین فوراً گھر لوٹ آیا اور خدیجہ ؓ سے کہا کہ مجھپر کپڑا ڈال دو میری منہ پر پانی چھڑکدو۔ یہ سنکر اونھون نے مجھپر کپڑا ڈال دیا اور ٹھنڈا پانی میرے مونھ پر ڈالا۔ تو وہ کیفیت زائل ہوگئی اسکے بعد آیہ یا ایھا المدثر نازل ہوا۔ طبری ص ۱۱۵۴ مطبوعہ جرمن

صاحب رحمۃ العالمین نے مشکوٰۃ باسناد صحیحین اور تاریخ طبری کے متفقہ مرویات سے ماخوذ فرماکر اس واقعہ کو یون لکھا ہے۔

جب انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر چالیس سال قمری پر ایک دن اوپر ہوا تو ۹ رَبیع الاول سنہ ۴۱ میلاد (مطابق ۱۲ فروری سنہ ۶۱۰ء) کو بروز دوشنبہ۔ روح الامین۔ خدا کا حکم نبوت لیکر آنحضرت صلعم کے پاس آیا اسوقت آنحضرت ؐ غار حرا مین تھے۔ روح نے کہا۔ اے محمدؐ بشارت قبول فرمائیے۔ آپ اللہ کے رسول ہین اور مین جبریل ہون۔ سفر السعادت مجدالدین فیروزآبادی۔ اسکے بعد نبی صلعم فوراً گھر مین آئے اور لیٹ گئے۔ بی بی سے کہا کہ مجھپر کپڑا ڈالدو (دثرونی) جب طبیعت مین ذرا سکون ہوا تو بیوی سے فرمایا کہ مین ایسے واقعات دیکھتا ہون کہ مجھے اپنی جان کا ڈر ہو گیا ہے۔ مشکوٰۃ ص ۵۱۴۔

نزول اقرا۔ حسب المعمول ایک دن (باسناد طبری ۱۸۔ رمضان سنہ ۴۱ عام الفیل مطابق سنہ ۶۱۰ء) جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار حرا مین تشریف فرما تھے۔ کہ فرشتہ غیب (روح الامین) نے آکر آپ کو ان الفاظ ربانیہ مین بشارت دی۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ	پڑھ (دعوت دی) اوس خدا کے نام کو۔ جس نے کائنات کو پیدا کیا جس نے انسان کو گوشت کے لوتھڑے سے پیدا کیا پڑھ اوس خدا کے بزرگ نام کو یعنی اوس خدائے بزرگ کے نام پر تمام لوگون

کو دعوت دے۔ جس نے انسان کو وہ باتین سکھلائین کہ جنکو وہ نہین جانتا تھا۔

شبلی صاحب تحریر فرماتے ہین:۔

آپ اس واقعہ کے بعد۔ اوسیوقت گھر واپس تشریف لائے۔ تو جلال الٰہی سے لبریز تھے۔ آپ نے حضرت خدیجہ ؓ سے تمام واقعہ بیان کیا۔ وہ آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئین اور جو عبری زبان جانتے تھے اور توریت وانجیل کے ماہر تھے اونھون نے آنحضرت صلعم سے واقعہ کی کیفیت سنی تو کہا یہ وہی ناموس اکبر ہے جو موسیٰ پر اوترا تھا۔ روایت مین ہے کہ آنحضرت صلعم کو ڈر پیدا ہوا۔ حضرت خدیجہ ؓ نے کہا کہ آپ متردد نہ ہون۔ خدا آپ کا ساتھ نہ چھوڑیگا۔ پھر وہ آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئین تو اونھون نے آپ کی تصدیق کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے بلاشبہ

یہ الفاظ نکلے "مجھکو ڈر ہے" لیکن یہ تردد نہ تھا ہیبت تھی۔ یہ اضطراب جلال آلہی کا تاثر اور نبوت کے بار گران کی عظمت کا تحمل تھا آپ نے کیا دیکھا؟ ناموس اعظم نے کیا کہا؟ کیا کیا مشاہدات ہوئے؟ یہ وہ نازک باتیں ہیں جو الفاظ کا تحمل نہیں کر سکتیں

صحیح بخاری باب التعبیر میں ہے کہ چند روز تک وحی رک گئی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جاتے کہ اپنے آپ کو گرادیں۔ دفعتاً حضرت جبریل نظر آجاتے تھے اور کہتے تھے۔ اے محمدؐ تم واقعی خدا کے پیغمبر ہو اس سے آپ کو اسوقت تسکین ہو جاتی تھی۔ لیکن جب پھر وحی کچھ دنوں تک رکجاتی تھی تو پھر آپ کسی پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر اپنے آپ کو گرا دینا چاہتے تھے۔ اور پھر حضرت جبریلؑ نمایاں ہو کر تسکین دیتے کہ آپ واقعی خدا کے پیغمبر ہیں

حافظ ابن حجر نے اس حدیث کے حصہ اول کی شرح میں معترضین کا اعتراض نقل کیا ہے کہ ایک پیغمبر کو نبوت میں کیونکر شک ہو سکتا ہے۔ اور ہو تو کسی عیسائی (ورقہ) کے کہہ دینے سے کیا تسکین ہو سکتی تھی۔ پھر ایک مشہور محدث کا یہ جواب نقل کیا ہے کہ نبوت ایک امر عظیم ہے۔ اسکا تحمل دفعتاً نہیں ہو سکتا۔ پہلے آنحضرت صلعم کو خواب کے ذریعہ سے اس سے مانوس کیا گیا۔ پھر جب دفعتاً فرشتہ نظر آیا تو آپ بمقتضاے بشریت خوف زدہ ہو گئے۔ حضرت خدیجہ نے آپ کو تسکین دی۔ پھر جب ورقہ نے آپ کی تصدیق کی تو آپ کو پورا یقین ہو گیا۔ محدث مذکور کے الفاظ یہ ہیں فلما سمع کلامه ایقن بالحق واعترف به جب آپ نے ورقہ کا کلام سنا تو آپ کو حق کا یقین آگیا اور آپنے اس کا اعتراف کر لیا۔ محدث مذکور اسکے بعد لکھتے ہیں کہ وحی بار بار اس لئے رک جاتی تھی کہ آپ رفتہ رفتہ اسکی برداشت کرنیکے قابل ہو جائیں۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری کتاب التعبیر جلد ۱۲ ص ۳۱۷ مطبوعہ مصر

لیکن جبکہ ترمذی میں یہ حدیث موجود ہے کہ نبوت سے پہلے جس درخت کے نیچے آپ بیٹھے تھے۔ اسکی تمام شاخیں آپ پر جھک آئیں۔ جس سے راہب بحیرا نے آپ کے نبی ہونیکا یقین کر لیا۔ جبکہ صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں اوس پتھر کو پہچانتا ہوں جو نبوت سے پہلے مجھکو سلام کیا کرتا تھا۔ جبکہ صحاح میں موجود ہے کہ نبوت سے پہلے فرشتوں نے آپ کا سینہ چاک کیا۔ اور جسمانی آلایش نکال کر پھینکدی تو خود ان روایتوں کے روایت کرنے والے کیونکر یہ کہہ سکتے ہیں کہ فرشتہ کا نظر آنا ایسا واقعہ تھا کہ جس سے آپ اسقدر خوف زدہ ہو جاتے تھے۔ کہ ایک دفعہ تسکین ہو کر بھی بار بار اضطراب ہو رہا تھا۔ اور اپنے آپ کو پہاڑ پر سے گرا دینے کا ارادہ کرتے تھے۔ اور بار بار حضرت جبریل کو اطمینان دلانے کی ضرورت ہوتی تھی۔ کیا کبھی اور پیغمبر کو بھی ابتدای وحی میں کبھی شک ہوا تھا۔ حضرت موسیٰؑ نے درخت سے آواز سنی کہ میں خدا ہوں تو کیا اونکو کوئی شبہ پیدا ہوا تھا؟

حافظ ابن حجر وغیرہ کی پیروی کرنیکی ہمکو ضرورت نہیں۔ ہمکو پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ خود اصل روایت بہ سند مرفوع متصل ہے یا نہیں۔ یہ روایت امام زہری کے بلاغات سے ہے یعنی سند کا سلسلہ زہری تک تمام ہو جاتا ہے آگے نہیں بڑھتا۔ چنانچہ خود شارحین بخاری نے تصریح کر دی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے عظیم الشان واقعہ کیلئے

سند مقطوع کافی نہین - سیرۃ النبی جلد اول صفحہ ۱۵
الحمد للہ شبلی صاحب کی آنکھین کھل گئین - اور وہ بہت جلد اپنے اسلاف کی غلط فہمیون کو سمجھ گئے اور اس بنا پر تقلید اسلاف کی کچھ حد بھی ہے - آخر کہان تک؟ آپ کو بزرگان سلف پر طیش آہی گیا - اور پھر تو طیش مین آپ نے بلا تامل اور بلا خیال پس و پیش کتب صحاح سے لیکر ابن حجر اور امام زہری تک - ایک ایک کی پوری خبر لے لی - نہ بخاری صاحب کا ادب کیا اور نہ مسلم صاحب کا لحاظ - اور نہ خود اسوقت کی پر جوشی مین اپنے اعترافات و مسلمات کا کوئی خیال رہا - جبکو آپ اپنے دست و قلم سے باین الفاظ دیباچہ سیرۃ النبی مین لکھ چکے تھے کہ صحیح بخاری اور مسلم نے ایک غلط کیسی ضعیف تک روایت اپنی کتابون مین نہین لکھی - اب انھین شبلی صاحب نے ان حضرات کی اتنی مرویات پر سرے سے قلم پھیر دیا - اب شبلی صاحب خود فرمائین کہ آپ کا دیباچہ والا یہ اصول کہ حدیثون کی کتابون کو تاریخ و سیرت کی کتابون پر ضرور ترجیح ہے اسلئے کہ اونمین ایک حدیث بھی غلط اور ضعیف نہین - آپ ہی کے اس تنقید و تردید سے صحیح ثابت ہوا یا غلط - لاحول و لاقوۃ - اِس عبارت تنقیدی کو تمام کرکے نتیجہ یہ نکالا گیا ہے کہ چونکہ مرقومہ بالا روایت امام زہری کے بلاغات سے ہے اسلئے نہ قابل اعتبار ہے نہ لایق استناد -

اسوقت اپنی ضرورت سے آپ جو چاہین کہہ لین - لیکن سب سے پہلے تو سوال بخاری و مسلم صاحبان سے ہے کہ یہ حضرات نقادان فن اور اُستادان احادیث کیسے تھے جو روایات مین بلاغات اور متصلات کی بھی تمیز نہین رکھتے تھے شبلی صاحب امام زہری کو ضرورت وقتی سے مجبور ہو کر جیسا کچھ نہ کہدین - مگر خدا کے لئے - آگے پیچھے کا بھی خیال رکھین انھین امام زہری کی مدح و ثنا مین (دیباچہ ص ۱۵) کتنی خامہ فرسائی کی گئی ہے - ذرا اوسکا بھی خیال رہے - اور اگر اوپر نہین خیال کیا جاتا تو اصول عقائد کے مطابق تو ادب اسلاف تو ضرور واجب ہے - دیکھیے امام زہری کون ہین؟ تابعین ہین اور خیر التابعین کے القاب اضافی سے ہمیشہ کتابون مین ذکر کئے جاتے ہین - پھر تابعین کی مرویات کو آپ کے علما نے اتنا مرتبہ دے رکھا ہے کہ مرویات صحابہ ادن سے فروتر ہین - اور تابعین کے مرویات مین یہ ایسی خصوصیت ہے جسکو آپ مجھسے بہتر جانتے ہین - ایسی حالت مین بلاغات و مرسلات تابعین کی نسبت آپ نہ زبان ہلا سکتے ہین اور نہ ایک حرف منہ سے نکال سکتے ہین - تاوقتیکہ تقلید اسلاف کا قلادہ گردن سے نہ اوتار لیجیے اور اُن تمام غلط اصول عقائد صحابہ و تابعین کو اپنے ہاتھون سے نہ مٹا لیجیے - فافہم فتدبر

شبلی صاحب کی غلط فہمی کی اِصلاح

شبلی صاحب کی اتنی صفائی اور خامہ فرسائی کی کوششون کے بعد بھی ہم دیکھتے ہین کہ معترضین کے اعتراض اپنی جگہ پر ویسے کے ویسے ہی قایم ہین - اور آپ ہون یا آپ کے اسلاف کسی صاحب سے حقیقتاً اصل مدعاے اعتراض کا جواب نہو سکا آپ نے اپنے قدیم طریقہ تکذیب و تضعیف رواۃ و مرویات کا خانگی جھگڑا پیش کرکے جواب تو خاک دیا صریح دفع الوقتی

کردی۔ آپ کو بار بار لکھکر بتلا دیا گیا کہ مخالفین اسلام کے اعتراضوں کے مقابلہ میں اپنے رواۃ و مرویات کی تکذیب و تضعیف کی ترکیب مفید کار نہ ہوگی۔ وہ اسکے جوابدہ نہیں ہوسکتے۔ کہ آپ کا فلان راوی قابل وثوق ہے یا نہیں۔ یا اوسکی فلان روایت قابل اعتماد و استناد ہے یا نہیں اگر وہ راوی اور اونکی روایتیں جھوٹی ہین یا سچی تو وہ آپ ہی کی ہین اور آپ ہی تنہا اسکے جوابدہ ہین۔ اس بنا پر یہ آپ کی مرقومہ بالا عبارت تنقیدی معترضین کے لئے قابل تشفی و اطمینان نہین۔ باوجود آپ کی اتنی طولانہ صفائی کے بھی معترضین کا یہ اعتراض کہ پیغمبر عرب کو (نعوذ باللہ) نزول وحی ہونے پر بھی اپنی نبوت کا یقین نہ آیا۔ یہانتک کہ جبرئیل کے بار بار یقین دلاتے پر بھی پورا تیقن نہوا لیکن ایک مرد عیسائی مذہب ورقہ بن نوفل کے کہدینے سے آپ کو اپنی نبوت پر اعتماد و اعتبار کلّی حاصل ہوگیا۔ ابھی آپ کے ذمہ باقی ہے۔

قیامت کی کہ آپ نے سند مین ایک لا معلوم الاسم محدث کا یہ قول لکھدیا فلما سمع کلامہ ایقن النبیؐ واعترف۔ جب آپ نے اوسکا (ورقہ بن نوفل کا) کلام سُنا تو آپ کو حق کی پہچان ہوئی۔ اس نے معترضین کی تعریض کو پوری قوت پہنچادی۔ خوف الٰہی طاری ہونے تک کا جواب۔ آپ کے گمنام مُحدث نے جس کا نام اور جسکی کتاب کا نام خدا جانے کس مصلحت سے آپ تبلانا نہین چاہتے تو مناسب اور فی الواقع ہے لیکن ورقہ سے دریافت کرکے اعتراف نبوت حاصل کرنیکو لکھکر اس نے تو ایسی فاش غلطی کی ہے کہ حقیقتاً شان مخصوصۂ نبوت اور صفات منصوصۂ رسالت ہی پر قلم پھیر دیا۔ اور تعجب تو یہ ہے کہ شبلی صاحب نے بھی باین دعوے دقیق النظری اسپر کوئی توجہ نہین فرمائی۔ لیکن دنیا حقیقت شناسون سے خالی نہین۔ اگر ایک آپ کی نظر اصلیت اور حقیقت تک نہ پہونچ سکی تو کیا مولوی محمد سلیمان صاحب سلمان منصور پوری۔ صاحب رحمۃ العالمین کسیقدر اسکی حقیقت تک پہونچ گئے اور اونھون نے مفصلۂ ذیل عبارت مین معترضین کا ایک حد تک اطمینان دہ جواب دیا ہے۔

اس واقعہ (نزول وحی) کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوراً گھر مین آئے اور لیٹ گئے۔ بیوی سے کہا کہ مجھپر کپڑا ڈال دو جب طبیعت مین ذرا سکون ہوا تو بیوی سے فرمایا کہ مین ایسے واقعات دیکھتا ہون کہ مجھے اپنی جان کا ڈر ہے اس فقرے سے حضور کا مطلب مشکلات نبوت کا بیان تہا۔ خدیجۃ الکبریٰؓ نے کہا۔ نہین آپ کو ڈر کاہے کا ہے مین دیکھتی ہون کہ آپ اقربا پر شفقت فرماتے سچ بولتے۔ راندون یتیمون اور بیکسون کی دستگیری کرتے ہین اور مہمان نوازی فرماتے ہین۔ اصل مصیبت زدون سے ہمدردی کرتے ہین۔ خدا آپ کو کبھی اندوہگین نہ فرمائیگا۔ (بحوالہ مشکوٰۃ باسناد صحیحین)

اب خدیجۃ الکبریٰ کو خود بھی اپنے اطمینان قلب کی ضرورت ہوئی۔ اسلئے وہ نبی صلعم کو ساتھ لیکر اپنے رشتہ کے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گئین۔ حضرت خدیجہؓ کی درخواست پر نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ورقہ بن نوفل کے سامنے۔ جبرئیل کے آنے۔ بات کرنے کا واقعہ بیان کیا۔ ورقہ فوراً بول اوٹھا یہی وہ ناموس ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر اوترا تھا۔ کاش مین جوان ہوتا۔ کاش مین اوسوقت تک زندہ ہوتا۔ جب آپ کو آپ کی قوم نکالدے گی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کیا قوم مجھے نکالدے گی۔ ورقہ بولا ہاں۔ اِس دنیا میں جب کسی نے ایسی تعلیم پیش کی اوس سے شروع میں عداوت ہی ہوتی رہی ہے۔ کاش میں ہجرت تک زندہ رہوں اور حضور کی نمایاں خدمت کروں۔ مشکوۃ باسناد صحیحین ص ۵۱۴

عبارت مرقومہ بالا کے اُن الفاظ سے جن پر خط کھینچدیا گیا ہے کسقدر حقیقت کا انکشاف ہوگیا ہے حقیقت واقعہ یہ ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی بعثت اور حصول منصب رسالت کے متعلق نزول ملک اور حصول وحی کے وقت ہی سے ایسا یقین واثق ہوگیا تھا کہ کسی سے استفسار وافادہ کی مطلق ضرورت نہیں تھی جو شان رسالت ومنصب نبوت سے عقلاً اور نقلاً مستبعد ہے۔ اور در حقیقت یہ تیقن یہ استغنا رسالت کا عین مدعا اور نبوت کا خاص مقتضا تھا۔ حضرت خدیجہ عا نے اگر روایات صحیحین صحیح ہیں، غالبًا اپنے اطمینان قلب اور مزید تشفی کے لئے ورقہ بن نوفل کے پاس آپ کو لیجا کر اسوجہ سے آپ کے بیان کی تصدیق وتوثیق کرنی ہوگی کہ وہ علی الاکثر کہا کرتے تھے کہ عنقریب ایک رسول ظاہر ہونے والا ہے۔ جو ابلیس اور اوسکے لشکر پر غالب آئے گا۔ اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت خدیجہ ع تصدیق رسالت کی غرض سے اپنے برادر عم زاد ورقہ کے پاس خود آپ کو لیکر تشریف لیگئی تھیں۔ جناب رسول مقبول صلعم نہ خود ورقہ کے پاس تصدیق رسالت کی غرض سے گئے تھے اور نہ آپ نے خود خدیجہ کو بھیجا تھا۔

شبلی صاحب تقلید اسلاف کے ایسے والہ وشیدا ہیں کہ واقعہ کی حقیقت واصلیت بھی اصل ماخذوں میں تلاش کرلینا پسند نہیں فرماتے۔ اس واقعہ کی نسبت چونکہ غلط طور پر عمومًا مشکوۃ صحیحین اور دیگر کتب حدیث میں یہ نقل ہوتا چلا آیا ہے کہ جناب رسولخدا صلعم خود یا حضرت خدیجہ ع آنحضرت ص کو لیکر ورقہ کے پاس آئیں۔ اور جب ورقہ نے آپ کے بیان لے کر آپ کے دعوٰی رسالت کی تصدیق کرلی۔ تب آنحضرت صلعم کو اپنی رسالت کا یقین ہوا جیسا کہ ابھی ابھی صحیحین کے حوالہ اور مشکوۃ کی عبارت سے تحریر ہوچکا۔ شبلی صاحب نے بھی بے دیکھے بھالے اسی کو حرف بحرف نقل فرمادیا۔ کم سے کم آپ نے تاریخ طبری اوٹھا کر اس واقعہ کو اوس میں دیکھہ لیا ہوتا تو آپ کو فورًا حقیقت کا پتہ لگ جاتا۔ اور کتب تاریخ پر کتب حدیث کو ہر مقام وموقع پر ترجیح دیے جانیکا غلط معیار جو آپ نے دیباچہ کتاب میں قایم کیا ہے ثابت ہوجاتا۔ امام المورخین ابن جریر طبری مفصلہ ذیل عبارت میں اسواقعہ کی حقیقت یوں لکھتے ہیں۔

فقالت خدیجة ابشر یابن عم واثبت فوالذی نفس خدیجة بیدہ انی لارجوان تکون نبیّ ھذہ الامة ثم قامت فجمعت علیھا ثیابھا ثم انطلقت الی ورقة بن نوفل بن اسد وھو ابن عمھا وکان ورقة قد تنصّر وقرءا

بیان نزول وحی کو آنحضرت صلعم سے سنکر حضرت خدیجہ ع نے کہا یابن عم آپ کو بشارت ہو۔ آپ نے جو کچھہ کہا وہ سب صحیح وثابت ہے۔ اور اوس خدا کی قسم جسکے قبضہ قدرت میں خدیجہ کی جان ہے۔ مجکو یقین ہے کہ آپ اس اُمت کے نبیؐ ہیں یہ کہکر حضرت خدیجہ اوٹھہ کھڑی ہوئیں۔ اپنے کپڑے پہنے اور اپنے برادر

الکتب واسمع من اھل التوراۃ والانجیل فاخبرتہ مما اخبرھا بہ رسول اللہ صلعم انہ رای وسمع فقال ورقہ قدوس قدوس والذی نفس ورقہ بیدہ لئن کنت صدقتنی یا خدیجۃ لقد جاءہ الناموس الاکبر یعنی بالناس جبریل علیہ السلام الذی کان یاتی موسیٰ واللہ لنبی ھذہ الامۃ فقولی لہ فلیثبت فرجعت خدیجۃ الی رسول اللہ صلعم فاخبرتہ بقول ورقہ

طبری ص ۱۱۵۱ مطبوعہ جرمن۔

عمزاد ورقہ بن نوفل بن اسد کے پاس آئین۔ ورقہ عیسائی طریق کے آدمی تھے عیسائی علما سے علم توریت وانجیل حاصل کر چکے تھے جب خدیجہؓ نے ورقہ سے وہ خبرین بیان کین جو رسول اللہ صلعم سے سُنکر آئی تھین اور ورقہ نے اونکو سُن لیا اور اوپر غور کیا تو پکار اُٹھا قدوس۔ قدوس۔ اوسکی قسم جسکے قبضہ قدرت مین ورقہ کی جان ہے اگر یہ سچ ہے۔ جو کچھ تم نے بیان کیا ہے تو اے خدیجہؓ وہ ناموس اکبر یعنی جبرئیل علیہ السلام ہین۔ یہ وہی ہے جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوا تھا اور تحقیق کہ وہ (آنحضرت صلعم) اس اُمت کے نبیؐ ہین میری طرف سے جاکر اون سے کہدو کہ وہ اپنے مدعا پر ثابت قدم رہین۔ یہ سُنکر جناب خدیجہ وہان سے واپس آئین۔ اور جو کچھ ورقہ نے کہا تھا سب آکر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین عرض کر دیا۔

کہئے تاریخ طبری کے مرقومہ بالا عبارت سے یہ کہان ظاہر ہوتا ہے کہ جناب رسول خدا صلعم خود بغرض تصدیق رسالت ورقہ بن نوفل کے پاس گئے۔ یا جناب خدیجہؓ اس غرض سے آپ کو لوا گئین۔ جیسا کہ صاحب مشکوٰۃ نے صحیحین کے اسناد سے لکھکر بتلایا ہے۔ تو ایسی حالت مین معترضین کے اعتراض کی تائید آپ ہی کی کتب حدیث سے ہوئی نہ کہ تاریخ سے۔ تو پھر اونکی تردید وتنقید کی آپ کیسے ہمت کر سکتے ہین۔ اِسی وجہ خاص سے تو آپ کے گمنام محدث صاحب نے بھی مرویات صحیحین ہونے پر اعتبار کر کے اسکو قبول کر لیا ہے اور لکھدیا ایقن بالحق واعترف لہ اور آپ نے بھی تقلیداً اُسے تسلیم کر لیا۔ شبلی صاحب حالت موجودہ سے خود سمجھہ لین کہ معترضین کے اعتراض کا جواب کہان ہوا۔ یہ روئداد تو عین اقبال وایجاب بتلاتی ہے۔ اب فرمایا جائے کہ ایسا سراپا غلط واقعہ جو سراسر مناقض رسالت ہے۔ آپ کی حدیث کی کتابون مین نقل ہے یا تاریخ کی کتابون مین خود ملاحظہ فرمالیا جائے۔ تاریخ مین جو واقعہ نقل ہے اور لکھدیا گیا ہے۔ اوسمین جو کچھہ بیان کیا گیا ہے۔ وہ معیار رسالت اور اقتدار نبوت کے بالکل مطابق ہے۔ بخلاف اسکے جو کچھہ آپکی حدیث کی کتابون مین لکھا گیا ہے۔ وہ شان رسالت اور نبوت کے سراسر مخالف اور مناقض ثابت ہوتا ہے۔ اور یہی معترضین کے تمام اعتراض کی بنا ہے۔ جب صورت حال ایسی قایم ہوتی ہے تو آپ ناحق موقع وبےموقع تاریخ کی کتابون پر حدیث کی کتابون کو ترجیح دیتے ہین۔

نہ شبلی صاحب کو خبر ہے اور نہ اون کے آئمہ حدیث کو کہ ورقہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کب ملے۔ وہی تاریخ ثابت کرتی ہے کہ نزول وحی۔ اور حصول رسالت کے بعد جب اس نعمت کے ادائے شکریہ کے لئے آپ خانہ کعبہ مین تشریف لیگئے تو وہان ورقہ سے ملاقات ہوئی۔ اور جس تقدیس وعظمت سے ورقہ نے آپ کی تعظیم وتکریم کی وہ تاریخ

طبری کے مفصلۂ ذیل عبارت مین ملاحظہ ہو۔
فانصرف صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی الکعبۃ فطاف بہا فلقیہ ورقۃ بن نوفل وھو یطوف بالبیت فقال یا ابن اخی اخبرنی بما رأیت او سمعت فاخبرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال لہ ورقہ والذی نفس ورقۃ بیدہ انک لنبی ھذہ الامۃ ولقد جاءک الناموس الاکبر الذی جاء الی موسیٰ ولتکذبنہ و لتوذینہ ولتخرجنہ ولتقاتلنہ ولئن انا ادرکت ذلک لانصرن اللہ نصرا یعلمہ ثم ادنی راسہ فقبل یافوخہ

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کعبہ مین طواف کرنیکی غرض سے تشریف لیگئے ورقہ آپ کو طواف مین مشغول دیکھکر آپ کے پاس سے چلے آئے اور کہنے لگے اے میرے بھتیجے تم نے کیا چیزین مشاہدہ کی ہین یا سنی ہین مجھسے کہو تو۔ جناب رسول خدا نے تمام باتین اون سے کہدین۔ ورقہ سُنکر کہنے لگے قسم ہے اوسکی جسکے قبضۂ قدرت مین ورقہ کی جان ہے۔ کہ تم اس اُمت کے نبی ہو۔ اور بیشک تمپر وہی ناموس اکبر نازل ہوا ہے۔ جو حضرت موسیٰ پر نازل ہُوا ہے لوگ تمہاری تکذیب کرینگے تمہین ایذا دین گے۔ تمہین خارج البلد کرینگے اور تمہارے ساتھ جنگ و قتال کرینگے۔ اگر مین اوس زمانہ تک زندہ رہتا تو مین تمہاری نصرت کرتا اور خدا تمہاری نصرت کریگا۔ پھر اپنا سر قریب لاکر آپ کی پیشانی انور کا بوسہ لیا ص ۵۲ ۱۱ جز من

یہ مشاہدہ تاریخی صاف صاف بتلا رہا ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ خود ورقہ کے پاس گئے اور نہ آپ کو کوئی اونکے پاس لے گیا۔ بلکہ نزول جبرئیل اور وصول اقرار معاودت و دولت سرا اور تصدیق و ایجاب حضرت خدیجۃ الکبریٰ۔ غرض ان تمام واقعات کے بعد جب آپ حسب معمول خانہ کعبہ کے طواف کے لئے تشریف لیگئے تو آپ کو ورقہ ملے اور جو کچھ فیمابین گفتگو ہوئی وہ طبری کی زبانی اوپر نقل کردی گئی۔ قریب قریب تمام تاریخون کا اسی پر اتفاق ہے۔ اور حقیقتاً واقعہ بھی یہی ہے اور اتنا ہی ہے۔ باقی سب کتابون کا طومار ہے۔ اور زیادہ تر انھین طومار سے عیسائی معترضین نے اپنے گمراہانہ اور مغویانہ دفتر سیاہ کئے ہین۔ تعجب ہے کہ متعصبین یوروپ۔ تاریخ طبری مین اوسکی حقیقت حال کو دیکھکر جسے خود انھون نے اپنے چھاپکر شایع کیا ہے۔ ذرا بھی شرماتے نہین۔

حدیثون کی اسی طومار بیکار کے سلسلہ مین التوائے وحی کی حالتون مین جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتشار و اضطراب کے متعلق اونکا یہ بیان کہ نعوذ باللہ۔ آپ پہاڑ کی چوٹیون پر سے اپنے آپ کو گرا دینا چاہتے تھے اور اس اضطراب و التھاب کی خاص اور انتہائی حالتون مین خدانخواستہ آپ اپنی جان عزیز دیدینا چاہتے تھے بالکل لغویات اور مہملات ہین جسکی تردید و تکذیب خود شبلی صاحب بھی فرماتے ہین۔ لیکن ہمکو بھی اتنا لکھکر بتلا دینا ضروری ہے کہ خدا کا سچا رسول جو خاصکر جائز اور ناجائز امور۔ حلال اور حرام کا سب سے بہتر جاننے والا اور ان امور کے متعلق صحیح طریقہ عمل بتلانیوالا ہو۔ قتل النفس خودکشی کے ایسے اخلاقی۔ مذہبی اور سیاسی جرم پر اقدام کرنے اور نعوذ باللہ حرام موت مرنے پر آمادہ ہوگا۔ ان ہذا ابعد الابعاد۔ کیا جاہل سے جاہل بھی کوئی مسلمان اسکو مانے گا۔

اس مین کلام نہین کہ کچھہ دنون تک وحی کے رُک جانے سے آپکو ایک فکر و تعلق لاحق حال ضرور ہو جاتا تھا اور

یہ آپ کے خشیۃ اللہ کا باعث تھا۔ اور پھر جب وحی آنے لگتی تھی تو فوراً اطمینان خاطر بھی ہوجاتا تھا۔ بات اتنی تھی کتنی بڑہا دی گئی۔ افسوس ہے کہ بات بڑہانے والوں نے اپنی باتوں کو تو بہت کچھ بڑہا دیا۔ لیکن رسول اللہ صلعم کی شان رسالت کو بالکل گھٹا دیا۔ ان تمام طومار اور قیاسات دور از کار کا خلاصہ یہ ہے جیسا کہ مشہود تاریخی سے کہکر بتلایا گیا ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ خود ورقہ کے پاس گئے اور نہ کوئی آپ کو اونکے پاس لیگیا۔ رسول صلعم کو علم لدنیہ کے ذریعہ سے اپنی رسالت و نبوت کا بالنفس النفیس خود یقین کامل تھا اور کسی کی تصدیق و توثیق کی مطلق ضرورت نہین تھی۔

نزول وحی کو تنزیل اقرا سے آغاز سمجھنا۔ دوسری غلط فہمی ہے۔ جو اکثر علمائے حدیث و تاریخ کو پیدا ہوگئی ہے اس سے قبل جیسا کہ ہم اقسام وحی کے بیان مین مختصراً لکھہ چکے ہین۔ انوار تجلیات کے مشاہدات رویاے صادقہ کی واقعات نداو صدائے غیب کے خطابات اور القاء والہام کے خاص حالات مختلف صورتون مین قبل از نزول وحی روح القدس جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر منکشف ہوا کرتے تھے۔ اور یہی مدارج وحی الٰہی ہین جنکی علماء و حکمائے اسلام نے نشر قسمین بتلائی ہین۔ زرقانی شارح مواہب لدنیہ نے منجملہ نشر اقسام وحی کے چھہ صورتون کو نہایت تفصیل سے اپنی کتاب کی جلد اول صفحہ ۲۰۷-۲۰۸ تک مین بیان کیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ نزول وحی کی ابتدا اسی واقعہ سے نہین ہوئی۔ بلکہ نزول قرآن اور رسالت و نبوت کا اعلان آج ہی کے دن ہوا۔ آج تک خدا کا رسولؐ تبلیغ و تعلیم دین الٰہی کے لئے ماذون و مامور نہین فرمایا گیا تھا گویا آج سے وہ منصب تبلیغ رسالت اور عہدۂ ارشاد و ہدایت پر منجانب اللہ ماذون فرمایا گیا۔ حقیقت اتنی تھی قیاسات و ظنیات کا اتنا طومار لگا دیا گیا کہ اللہ کی پناہ۔

تبلیغ رسالت

نبوت کا پہلا سوال

شبلی صاحب قمطراز ہین۔

خاتم الانبیا علیہ وآلہ التحیۃ والثنا کا کام خود سلامت رہکر عرب اور نہ صرف عرب بلکہ تمام عالم کو فروغ اسلام سے منور کر دینا تھا۔ اس لئے نہایت تدبیر اور تدریج سے کام لینا پڑا۔ سب سے پہلا مرحلہ یہ تھا کہ یہ پر خطر راز پہلے کس کے سامنے پیش کیا جاوے۔ اس غرض کے لئے صرف وہ لوگ انتخاب کئے جاتے تھے۔ جو فیضیاب صحبت رہچکے تھے۔ جنکو آپکے اخلاق و عادات کی ایک ایک حرکات و سکنات کا تجربہ ہوچکا تھا۔ جو پچھلے تجربون کی بنا پر آپ کے صدق دعوی کا قطعی فیصلہ کرسکتے تھے یہ لوگ حضرت خدیجہؑ آپ کی حرم محترم تھین۔ حضرت علیؑ تھے جو آپ کی آغوش تربیت مین

پہلے تھے۔ زیدؓ تھے۔ جو آپ کے آزاد کردہ غلام اور بندۂ خاص تھے حضرت ابوبکرؓ تھے جو برسوں سے فیضیاب خدمت تھے سب سے پہلے آپ نے حضرت خدیجہؓ کو یہ پیغام سنایا۔ وہ سننے سے پہلے مومن تھیں۔ پھر اور بزرگوں کی باری آئی اور سب ہمہ تن اعتقاد تھے" سیرۃ النبی ج

یہ تدریج و تدبیر بھی رسول صلعم کی ذاتی تجویز نہیں تھی۔ بلکہ قدرت کی تدبیر تھی اور مشیت کی ترتیب۔ اسمین کوئی کلام نہیں کہ یہ بہت بڑا راز تھا۔ ہم شبلی صاحب کی طرح اسکو پرخطر تو کہہ نہیں سکتے۔ پر اتنا البتہ کہہ سکتے ہین۔ اور کیونکر نہوتا۔ خداوند عالم اسی راز کو نباء العظیم کے خاص الفاظ سے تعبیر فرما چکا ہے۔ اور یہ امر بھی بالکل مطابق فطرت ہے کہ انسان اپنے تمام راز کا بالعموم آغاز انکشاف اپنے معتبر ترین محرم راز سے کرتا ہے۔ اور اس صفت خاص مین جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا سے بڑھکر ممتاز اور کون ہو سکتا ہے۔۔ خدا کے محرم راز نے۔ خدا کے اس راز کو سب سے پہلے اپنے محرم راز سے کہا۔ صدیقہ کبریٰ نے فوراً تصدیق کر لی۔ شبلی صاحب کا یہ لکھنا کہ آپ نے حضرت خدیجہؓ کو یہ پیغام سنایا۔ وہ سننے سے پہلے ہی مومن تھین۔ بالکل واقعہ ہے۔ نہ کوئی قلم آرائی ہے نہ طبع آزمائی۔ اب اسکی حقیقت اور واقعیت طبری کے خاص الفاظ مین ملاحظہ ہو۔

حدثنا ابن حمید قال حدثنا سلمۃ عن ابن اسحاق وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ای ما جاءک من اللہ من نعمۃ و کرامۃ من النبوۃ فحدث ای ذکرھا وادع الیھا قال فجعل رسول اللہ صلعم یذکر ما انعم اللہ علیہ و علی العباد بہ من النبوۃ سرا الی من یطمئن الیہ من اھلہ فکان اول من صدقہ وآمن بہ واتبعہ من خلق اللہ فیما ذکر زوجتہ خدیجۃ بنت خویلد رحمھا اللہ

طبری ص ۱۱۵۶

ابن حمید سلمہ سے اور سلمہ ابن اسحاق سے۔ آیہ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ کی تفسیر مین روایت کرتے ہین کہ مراد یہ ہے کہ یا رسول صلعم جو نعمت کہ خدا طرف سے تم پر نازل ہوئی ہے تم لوگون سے اوسکو بیان کرو یعنی امور نبوت جو تم پر مبذول ہوئے ہین۔ اونکو بندگان الٰہی سے بیان کرو۔ اور اوسکی طرف لوگون کو بلاؤ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ اس آیہ کے نزول کے بعد سے آنحضرت صلعم نعمتہائے نبوت اور کرامتہائے رسالت کو۔ جو آپ پر تبلیغ عبادت کی غرض سے نازل فرمائی گئین تھین بیان کرنے پر مستعد ہوگئے لیکن آپ نے اوسکو بالکل بطور راز پہلے اپنے لوگون سے ظاہر کیا جن لوگون پر آپ کو پورا اطمینان تھا۔ اور انمین سب سے پہلے یہ راز جس سے بیان کیا گیا وہ آپ کی زوجۂ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ تھین جو تمام بندگان الٰہی مین سب سے پہلے آپ کی نبوت کی تصدیق کرنیوالی۔ آپ پر ایمان لانیوالی اور آپ کی اطاعت واتباع فرمانے والی ہوئین۔ خدا ان پر رحم فرمائے۔ اس واقعہ سے ثابت ہو گیا کہ ادھر مخبر صادق کی زبان سے دعوۃ اسلام کے الفاظ نکلے ادھر صدیقہ کے لبہائے مطہر سے لبیک کے جواب تصدیقی برآمد ہوئے۔ اس واقعہ سے تو حضرت خدیجہ کا استعجال فی الایجاب ثابت ہوا

اب شبلی صاحب کے اس لکھنے کا بھی کہ حضرت خدیجہ اس پیام کے سننے سے پہلے مومن تھین۔ ثبوت بھی ملاحظہ ہو۔

فقالت خدیجہ یا ابن عم لعلک رأیت شیئًا قال فقلت لها نعم فحدثتها بالذی رأیت فقالت ابشر یا ابن عم واثبت فو الذی نفس خدیجہ بیدہ انی لارجو ان تکون ھذہ الامۃ

جب آپ نزول وحی سے مشرف اور جلال الٰہی سے سراپا متأثر ہو کر دولتسرا میں تشریف لائے تو آپ کے اس غیر معمولی انداز و حال کو دیکھکر جناب خدیجہؑ نے پوچھا کہ کیا آپ نے آج کچھ (نیا مشاہدہ) دیکھا ہے۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ہاں۔ پھر جو کچھ نزول فرشتہ اور وصول وحی الٰہی کے متعلق مشاہدہ فرمایا گیا تھا جناب خدیجہؑ سے ارشاد فرمایا گیا یہ سنکر جناب خدیجہؑ نے فرمایا۔ اے ابن عم آپ کو بشارت ہو۔ آپ اپنے ارادے پر ثابت قدم رہیئے۔ اوس خدا کی قسم جسکے قبضۂ قدرت مین خدیجہ کی جان ہے مجھے یقین ہے کہ آپ اس امت کے پیغمبر ہین۔

طبری صفحہ ۱۱۵۱۔

اس واقعہ سے ثابت ہو گیا کہ جناب رسولخدا صلعم نزول وحی کے مشاہدات کا صرف دوہرانا تھا کہ جناب خدیجہؑ نے اوسکی تصدیق فرمائی۔ حالانکہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسوقت کے بیان سے تبلیغ و دعوت منظور نہین تھی بلکہ صرف اظہار حالت کیونکہ حضرت خدیجہ نے آپ پر ایک نئی حالت طاری دیکھکر استعجابًا استفسار کیا تھا۔ اوس کے جواب مین جو حالت خاص تھی بیان کر دیگئی یہ سنتے ہی جناب خدیجہؑ نے جس استقلال و استقامت سے تصدیق رسالت فرمائی ہے۔ وہ الفاظ مندرجہ بالا سے ثابت ہے۔

یہ ملحوظ رہے کہ اسوقت تک آنحضرت صلعم نے دعوت کے قصد سے جناب خدیجہؑ سے نہ ارشاد رسالت کیا تھا اور نہ خود خدیجہ کبریٰ نے اسوقت تک ورقہ کے پاس جاکر رسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت اپنا اطمینان کیا تھا۔ ان تمام صورتوں مین یہ تاریخی واقعہ جناب خدیجہؑ کی تصدیق صاف الفاظ مین قبل از اجرائے دعوت نبوت ثابت کرتا ہے۔ اس لئے شبلی صاحب کا یہ لکھنا کہ سننے سے پہلے جناب خدیجہ مومن نہین۔ بالکل صحیح اور غیر الواقع ہے عالم تاریخ کے علاوہ دنیائے حدیث مین صدیقہ کبریٰ سلام اللہ علیہا کی تصدیق رسالت مین سبقت ملاحظہ فرمائی جائے۔ امام قسطلانی تحریر فرماتے ہین۔

وکان اول من اٰمن باللہ وصدق صدیقۃ النساء خدیجۃ

سب سے پہلے جو خدا پر ایمان لایا اور تصدیق رسالت کی وہ صدیقۃ النساء خدیجہؑ ہین

علامہ عبدالباقی زرقانی اسکی شرح مین لکھتے ہین۔

قال ابن اسحاق وموسیٰ ابن عقبہ والواقدی والاموی وغیرھم وقال النووی وھو الصواب عند جماعۃ من المحققین وحکی الثعلبی وابن عبد البر والسھیلی علی الاتفاق وقال ابن الاثیر لم یتقدمھا رجل ولا امرأۃ باجماع المسلمین زرقانی جلد اول ص۲۳۵

ابن اسحاق۔ موسیٰ ابن عقبہ۔ واقدی اور اموی وغیرہم کا یہی قول ہے اور امام نووی کہتے ہین کہ جماعت محققین کا بھی یہی مختار ہے۔ متفق علیہ امام ثعلبی۔ علامہ ابن عبد البر اور امام سہیلی بھی اسی پر اتفاق کرتے ہین ابن اثیر لکھتے ہین کہ تمام جماعت مسلمین مین کوئی مرد یا کوئی عورت حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا سے پہلے اسلام نہین لائی۔

امام قسطلانی قبل از دعوت حضرت خدیجہ ع کی تصدیق رسالت کے واقعہ کو جسکو ہم کسیقدر اوپر لکھ آئے ہیں باین الفاظ تحریر فرماتے ہیں۔

فقال لها علیه الصلوٰۃ والسلام خشیت علی نفسی فقلت له ابشر فواللہ لا یحزنك اللہ ابدا ثم استدلت بما فیه من الصفات والاخلاق والشیم علی ان من كان كذلك لا یخزی ابدا۔ مواہب لدنیہ

واقعہ نزول وحی بیان فرماکر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھکو اپنی جان کا خوف ہے۔ حضرت خدیجہ ع نے فرمایا کہ آپ کو بشارت ہو خدا کی قسم خدا تمہارے ساتھ کوئی مواخذہ نہین کریگا اور اپنے اس قول پر آنحضرت صلعم کے محاسن عادات اور مکارم اخلاق کے تمام صفات موجودہ کو بیان فرماکر ارشاد کیا کہ جو شخص ان صفات حسنہ سے موصوف ہو اوسکے ساتھ کبھی کوئی مواخذہ نہین کیا جا سکتا۔

اسکی شرح مین علامہ زرقانی رقمطراز ہین۔

وھو من بدیع علمها و قوة عارضتها۔ یہ استدلال حضرت خدیجہ کے کمالات علم و یقین کے عجائبات اور آپکی قوت کلامیہ واستدلالیہ کے نوادرات سے ہے زرقانی جلد ۱ ص ۲۰۷

حضرت علی مرتضیٰ ع کی سبقت فی الاسلام

جناب صدیقہ کبریٰ حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کے بعد حضرت صدیق الاکبر۔ فاروق الامۃ۔ اسد اللہ الغالب علی ابن ابیطالب تصدیق رسالت فرماکر مشرف بایمان ہوئے۔ ابن ہشام اور طبری مین ہے۔

قال ابن اسحٰق كان اول ذكر من الناس امن برسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم وصلی وصدق بما جاء من اللہ تعالیٰ علی ابن ابی طالب بن عبد المطلب بن هاشم و هو ابن عشر سنین یومئذ وكان مما انعم اللہ علی علی ابن ابی طالب رضی اللہ انه كان فی حجر رسول اللہ صلعم

یہ بھی کہ آپ بچپن سے آغوش رسولؐ مین پرورش پارہے تھے۔

ابن اسحاق کہتے ہین کہ مردون مین سب سے پہلے جو شخص جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور ان تمام امور پر جو منجانب اللہ آپ کے اوپر نازل کیے گئے تھے۔ ایمان لایا اور تصدیق کی وہ حضرت علی ابن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم تھے۔ اوسوقت آنکا سن دس برس کا تھا اور خدا نے تمام لوگون سے بڑھکر جو نعمت انکے شامل حال فرمائی تھی وہ

(۱) طبری لکھتے ہین۔

عن زید بن ارقم قال اول من اسلم مع رسول اللہ صلعم علی ابن ابی طالب۔

جو شخص جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لایا وہ علی ابن ابی طالب ہین منقول از زید بن ارقم۔

(۲) عن جابر بعث النبی صلی اللہ علیه وآله وسلم یوم الاثنین وصلی علی یوم الثلثاء

جابر بن عبد اللہ الانصاری سے منقول ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوشنبہ کے دن مبعوث برسالت ہوئے اور حضرت علی مرتضیٰ ع نے

(۱) امام احمد بن حنبل نے مناقب مین امام نسائی نے خصائص مین - امام حاکم نے مستدرک مین - حافظ ابو زید عثمان ابن ابی شیبہ نے اپنی سنن مین - ابن عاصم نے

(۳۱) مسلک

عن عباد بن عبد اللہ قال سمعت علیا یقول انا عبد اللہ
واخو رسولہ وانا صدیق الاکبر لا یقولھا بعدی
الا کاذب ومفتر صلیت مع رسول اللہ صلعم قبل
الناس بسبع سنین

اس دعوی بیان کی شہادت عفیف بھی ملاحظہ ہو طبری لکھتے ہیں

عن عفیف قال جئت فی الجاھلیۃ الی مکۃ فنزلت علی
العباس بن عبد المطلب قال فلما طلعت الشمس وحلقت
فی السماء وانا انظر الی الکعبۃ اقبل شاب فرمی ببصرہ
الی السماء ثم استقبل الکعبۃ فقام مستقبلھا فلم
یلبث حتی جاء غلام فقام عن یمینہ قال فلم یلبث حتی
جاءت امرأۃ فقامت خلفھما فرکع الشاب فرکع الغلام
والمرأۃ فرفع الشاب فرفع الغلام والمرأۃ فخر الشاب ساجدا فسجدا معہ
فقلت یا عباس امر عظیم فقال امر عظیم اتدری من
ھذا فقلت لا قال ھذا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب

مشکل کے دن آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔

عباد ابن عبد اللہ سے منقول ہے کہ میں نے حضرت علیؑ کو یہ فرماتے
ہوئے سنا ہے کہ میں خدا کا بندہ ہوں اور صدیق اکبر۔ اور میرے بعد جو
کوئی صدیق اکبر ہونے کا دعوی کریگا وہ جھوٹا ہوگا اور مفتری کیونکہ
میں رسول اللہ صلعم کے ساتھ تمام لوگوں سے سات برس قبل نماز
پڑھا کرتا تھا۔

عفیف سے منقول ہے کہ ایام جاہلیت میں مکہ گیا اور عباس ابن
عبد المطلب کے پاس مقیم ہوا جب آفتاب طلوع ہو کر آسمان پر چار و نظر
پھیل گیا تو میں کعبہ کیطرف دیکھنے لگا۔ اس اثنا میں ایک جوان شخص
کعبہ میں آیا اور اوس نے اپنا سر بلند کر کے آسمان کی طرف دیکھا
پھر کعبہ کا بوسہ لیا۔ پھر کعبہ کی طرف موبھ کر کے کھڑا ہو گیا۔ کچھ عرصہ
نہ ہوا تھا کہ ایک نوجوان لڑکا آیا اور آکر اوس جوان شخص کے داہنے
طرف کھڑا ہو گیا۔ پھر کچھ دیر نہ لگی تھی کہ ایک عورت آئی اور وہ اندونوں
کے پیچھے کھڑی ہو گئی۔ اس اثنا میں وہ جوان شخص رکوع میں گیا
تو وہ نوجوان اور وہ عورت بھی رکوع میں گئی پھر وہ جوان کھڑا ہو گیا

بقیہ صفحہ گذشتہ نے اپنی سنن میں۔ حافظ ابو نعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیا میں۔ امام عقیلی نے اور علامہ محب طبری نے ریاض النضرہ میں لکھا ہے
عن عباد بن عبد اللہ قال علیؑ انا عبد اللہ واخو رسولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وانا صدیق الاکبر لا یقولھا ذلک
غیری الا کاذب صلیت قبل الناس بسبع سنین۔ عباد بن عبد اللہ سے منقول ہے کہ فرمایا جناب علی مرتضیٰؑ نے کہ میں بندہ خدا ہوں اور
اوسکے رسول صلعم کا بھائی ہوں صدیق اکبر ہوں۔ میرے سوا کوئی ایسا قول و دعوی نہیں کر سکتا سوائے اسکے کہ وہ جھوٹا ہوگا میں نے سات برس
پہلے سب لوگوں کے نماز پڑھی امام قتیبہ معارف میں لکھتے ہیں عن معاذۃ العدویہ قالت سمعت علیا یقول علی المنبر البصرۃ انا الصدیق
الاکبر اسلمت قبل ان یسلم ابو بکر معاذۃ العدویہ کہتی ہیں کہ میں نے حضرت علیؑ کو بصرہ کے منبر پر کہتے ہوئے سنا ہو کہ میں صدیق اکبر ہوں
اور میں ابو بکرؓ سے پہلے اسلام لایا ہوں۔ امام بخاری حضرت ابن عباس اور احمد بن حنبل ابی لیلی کے اسناد سے لکھتے ہیں قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الصدیقون ثلاثۃ حبیب النجار مومن آل یاسین الذی قال یقوم اتبعوا المرسلین وحزقیل مومن
آل فرعون الذی قال اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ وعلی ابن ابی طالب وھو افضلھم فرمایا جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ
صدیق تین ہیں حبیب النجار۔ جو آل یاسین کا صدیق ہے جسنے کہا تھا کہ اے قوم پیغمبروں کی متابعت کرو۔ دوسرا حزقیل جو مومن آل فرعون ہے جس نے کہا تھا

ابن اخی انک ربی من هذا معه فقلت لا قال هذا علی ابن ابی طالب بن عبد المطلب ابن اخی اتدری من هذه الامراءة التی خلفهما قلت لا قال هذه خدیجة بنت خویلد زوجة ابن اخی وهذا حدثنی ان ربک رب السماء امرهم بهذا الذی تراهم علیه وایم الله ما اعلم علی ظهر الارض کلها احدا علی هذا الدین غیر هولاء الثلاثة

طبری ص ۱۱۶۱ جز ص

اور اوسکے ساتھ ہی وہ نوجوان اور وہ عورت بھی کھڑی ہوگئی۔ پھر وہ جوان شخص سجدے میں گیا اور اوسکے ہمراہ یہ دونوں بھی سجدے میں گئے عفیف کا بیان ہے کہ یہ دیکھکر میں نے کہا کہ یہ تو امر عظیم ہے یہ سنکر عباس نے کہا کہ ہاں اللہ امر عظیم ہے تم جانتے ہو یہ کون لوگ ہیں۔ میں نے کہا نہیں عباس نے کہا کہ جوان شخص محمدؐ بن عبد اللہ بن عبد المطلب میرے بھائی کے بیٹے ہیں عباس نے کہا جانتے ہو یہ نوجوان کون ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ عباس نے کہا یہ علیؑ بن ابی طالب بن عبد المطلب میرے بھائی کے بیٹے ہیں۔ پھر عباس نے پوچھا جانتے ہو یہ عورت کون ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ عباس نے کہا یہ خدیجہؑ بنت خویلد میرے بھتیجے محمدؐ کی زوجہ ہیں انہوں (محمد صلعم) نے مجھسے کہا ہے کہ اونکا خدا پیدا کنندہ زمین و آسمان ہے اور اُسی نے اس امر کے کرنیکا انکو حکم دیا ہے جو تم دیکھتے ہو۔ اور قسم خدا کی اسوقت تک میرے علم میں سوائے ان تین آدمیوں کے روئے زمین پر کوئی دوسرا ایک بھی اس دین پر نہیں ہے۔

حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے خدا میرا پروردگار ہے تیسرے علی ابن ابی طالب اور یہ سب سے افضل ہے

٥٢ **فاروق الامۃ**۔ امام دیلمی و طبرانی لکھتے ہیں عن سلمان الفارسی قال قال رسول الله صلعم لعلی هذا اول من آمن بی وهذا اول من یصافحنی یوم القیمة وهذا صدیق الاکبر وهذا فاروق الاعظم یفرق بین الحق والباطل وهذا یعسوب المومنین والمال یعسوب المنافقین۔ حضرت سلمان فارسی سے منقول ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے حضرت علی کی نسبت فرمایا کہ علی وہ ہے جو سب سے پہلے مجھپر ایمان لایا۔ اور سب سے پہلے ہی مجھسے قیامت کے دن مصافحہ کریگا اور یہی صدیق اکبر ہے اور یہی فاروق اعظم ہے کہ حق اور باطل میں فیصلہ کریگا۔ اور یہی مومنین کا امیر ہے۔

خوارزمی۔ دیلمی اور عبد البر مکی استیعاب میں لکھتے ہیں عن ابی لیلیٰ قال قال رسول الله صلعم سیکون من بعدی فتنة فاذا کان ذلك فالزموا علیا فانه الفاروق بین الحق والباطل۔ ابو لیلیٰ سے روایت ہے کہ فرمایا جناب رسولخدا صلعم نے کہ عنقریب میرے بعد میری امت میں فتنہ برپا ہوگا۔ جب ایسا ہو تو تم علیؑ کی ملازمت اختیار کرو تحقیقکہ وہ حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے

٥٣ ابن ہشام نے حضرت علیؑ کا سن مبارک دس برس کا لکھا تھا۔ حالانکہ آپ کا سن پندرہ ۱۵ برس سے لیکر سولہ ۱۶ برس تک کا بتلایا گیا ہے چنانچہ شرح زرقانی میں ہے قال عبد الرزاق عن معمر فی جامعه عن قتادہ عن الحسن وغیرہ قالوا اول من اسلم بعد خدیجه علی وهو ابن خمس ۱۵ عشر سنة او ست عشر سنة استیعاب جلد دوم ص ۱۷۱

عبد الرزاق معمر سے اپنے جامع میں اور قتادہ سے قتادہ حسنؓ بصری وغیرہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت خدیجہؑ کے بعد۔ جناب علی مرتضیٰؑ سب سے پہلے اسلام لائے اسوقت آپ کا سن پندرہ برس کا تھا یا سولہ برس کا۔

ابن ہشام نے اونھیں محدثین کی روایتوں پر اعتبار کیا جو حضرت علیؑ کی سبقت فی الاسلام کے مسئلہ کو جب کسیطرح روپوش نکرسکے تو آپ کی اس سبقت کو کم وقعت کرنیکی غرض سے صغر سنی کے عالم میں بتلا کرنا قابل اعتبار قیاس کرتے ہیں وہ نہیں جانتے کہ ماں کی گود اور گہوارے کے اندر والے

شبلی صاحب خود رقمطراز ہین۔

حضرت خدیجہؓ کے بعد حضرت علیؑ ہین جو آپ کی آغوش تربیت مین پلے تھے (تربیت پانے کا شرف اوپر بیان ہو چکا ہے) شبلی صاحب نے چونکہ اپنی مندرجہ بالا عبارت مین حضرت علیؑ کی سبقت فی الاسلام کو تسلیم کرلیا ہے اسلئے مجھکو اس مسئلہ مین زیادہ تفصیل و تشریح کی ضرورت نہین ہے کیونکہ آپ کی سیرۃ النبیؐ میرے پیش نظر ہے۔ ہمارا موضوع تالیف زیادہ تر اُسی کے اختلاف۔ استخفاف اور دیگر معائب و مناقص کے انکشافات و اصلاحات تک منحصر ہے۔ سبقت اسلام کے مسئلہ کو محدثین متاخرین نے جیسی جیسی قیاسی رنگ آمیزیون سے چمکایا ہے۔ وہ ہر شخص جانتا ہے۔ لیکن شبلی صاحب نے غیرت سے اسکی حقیقت اور واقعیت کو مان لیکر میرے لئے اوسکی زائد تفصیل و تشریح کی ضرورت باقی نہین چھوڑی۔

حضرت زید کا اسلام۔ شبلی صاحب لکھتے ہین۔ حضرت علیؑ کے بعد زید تھے۔ جو آپ کے آزاد کردہ غلام اور بندہ خاص تھے۔ ابن ہشام لکھتے ہین۔

قال ابن اسحاق ثم اسلم زید بن حارثة بن شرحبیل بن کعب بن عبد العزی بن امرء القیس الکلبی مولی رسول اللہ صلعم وکان اوّل ذکر اسلم وصلّی بعد علی ابن ابیطالب علیه السّلام ص ۸۵ مصر	ابن اسحاق کہتے ہین کہ زید بن حارثہ شرحبیل بن کعب بن عبد العزی بن امرء القیس کلبی غلام رسول اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے بعد اسلام لائے اور نماز پڑھی۔

ابن ہشام کے اسی قول کو طبری نے بھی اپنی تاریخ مین بلفظہ نقل کر دیا ہے۔ ص ۱۱۶۰

حضرت ابوبکرؓ کا اسلام۔ طبری مین لکھا ہے۔

ثم اسلم ابو بکر بن ابی قحافة الصدیق۔	پھر حضرت ابوبکر بن ابو قحافہ الصدیق اسلام لائے۔ ابن ہشام ص

مین بھی عبارت درج ہے۔ اور شبلی صاحب نے بھی یہی ترتیب نقل کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہین (زید کے بعد) حضرت ابوبکرؓ تھے۔ جو برسون سے فیضیاب خدمت تھے۔

لیکن طبری نے آپ کے اسلام لانے کے متعلق تمام روایتون کو لکھکر آخر مین یہ روایت لکھدی ہے۔

عن محمّد بن سعید قال قلت لابی اکان ابو بکرؓ اوّلکم اسلاما فقال لا ولقد اسلم قبله اکثر من خمسین ولکن کان افضلنا اسلاما	محمد ابن سعید ناقل ہین کہ مین نے اپنے باپ سے پوچھا کہ کیا آپ لوگون مین حضرت ابوبکرؓ سب سے پہلے اسلام لائے۔ اونھون نے کہا نہین اون سے قبل پچاس آدمیون سے زیادہ اسلام لا چکے تھے لیکن اونکا اسلام ہملوگون کے اسلام سے افضل تھا۔

حاشیہ صفحہ گذشتہ بچون تک کی کامل الایمانی قرآن مین موجود ہے۔ ومن سعد سعد فی بطن امّه سعید ماں کے پیٹ سے سعید ہوتا ہے اور بزرگی بعقل است نہ بسال کا مسئلہ اوسپر مستزاد ہے اسکے علاوہ۔ پندرہ برس اور سولہ برس کے نوجوان کو بچہ کہنا اونھین بیزبان النعان کا کام ہوگا جو ایسی صریح غلطیون کے بعد بھی اپنے آپ کو دنیا سے علما کہلانا چاہتے ہین المولف عفی عنه۔

یہان تک تو شبلی صاحب نے سابقین اسلام کی ترتیب سلسلہ وار قایم کی ہے۔ اسکے بعد سلسلہ بیان کو پریشان کر دیا ہے حالانکہ تاریخ و حدیث کی کتابین ابھی صحابۂ اولین کی قبولیت اسلام اور شرف بایمان ہونیکے متعلق ترتیب وار سلسلہ ثابت کر رہی ہین

بہرحال۔ اگر حضرت ابو بکرؓ کے پچاس آدمیون کے بعد اسلام لانے والی روایت کو جسکو امام طبری نے اپنی مرویات کے اخیر مین لکھا ہے قابل اعتبار نہ سمجھا جاوے اور ترتیب مشہورہ کے مطابق آپ کو چوتھے نمبر مین شمار کیا جاوے تو پانچوین ابوذر چھٹے خالد ابن سعید ابن العاص۔ ساتوین عمر ابن عبسۃ السلمی ثابت ہوتے ہین لیکن تاریخ و حدیث کی کتابون مین ان بزرگوارون کے باب مین اسقدر اختلاف کثیر ہے کہ بالآخر کوئی صاحب اس کا تصفیہ نہ کر سکے کہ آخر ان تینون حضرات مین کون بزرگ پہلے ایمان لائے[۵] طبری مین مرقوم ہے۔

قال الواقدی اسلم معہم خالد بن سعید بن العاص خامسا واسلم ابوذر قالوا رابعاً او خامسا واسلم عمرابن عبسۃ السلمی فیقال رابعا او خامسا انما اختلف عندنا فی ھؤلاء النفر ایھم اسلم اول ذلک روایات کثیرۃ قال فیختلف فی الثلاثۃ المتقدمین وفی ذلک ھؤلاء الذین کتبنا بعدہ۔ طبری

واقدی کا قول ہی کہ انکے ساتھ خالد ابن سعید بن العاصؓ اسلام لائے وہ شمار مین پانچوین مسلمان تھے پھر ابوذرؓ اسلام لائے وہ چوتھے تھے یا پانچوین۔ (آخر طبری گھبرا کر لکھتے ہین) ہمارے نزدیک آمین اختلاف کثیر ہے کہ ان تینون بزرگون (خالد۔ ابوذر اور عمر بن عبسہ) مین کون بزرگ پہلے اسلام لائے ان تینون متقدمین اسلام اور اونکے بعد کے ایمان لانیوالے مسلمانون کے باب مین جن کا ہم نے ذکر کیا ہی بہت سی روایات مختلف ہین۔

اس مین کلام نہین کہ واقدی ہون یا طبری۔ ایسے مقام مین مورخ اور محقق کی مجبوری ظاہر ہے۔ لیکن اس مسئلہ کے حل کی صرف یہی صورت باقی ہے کہ ان تینون حضرات کا اسلام باندک تفاوت ایک ہی روز مین تسلیم کیا جاوے۔

اس بحث تقدیم مین طبری۔ ابن ہشام اور دیگر کتب احادیث کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کچھ اور حضرات نے

---

۵ عمر بن عبسۃ السلمی۔ یہ ہی اسلامی حدیثون کی شان اور اسلامی تاریخون کا بیان کہ آجتک معلوم نہین کہ ان تینون بزرگون مین کون صاحب پہلے اسلام لائے کا ایک حضرت ابو بکر کی سبقت فی الاسلام ثابت کرنیکی کوششون نے خاصکر حدیثون کے دفتر اور تاریخون کے کارنامے سب مہمل اور معطل کر دئے کہ صاف صاف پتہ نہ لگے حالانکہ عمر ابن عبسۃ السلمی کے بارے مین خود امام عبدالبر نے استیعاب جلد دوم ص ۴۴۴ مین لکھا ہی کہ عمر ابن عبسۃ السلمی کو ایک شخص نے اہل کتاب مین سے بشارت دی تھی کہ مکہ مین ایک شخص ظاہر ہوگا کہ جو افضل ترین دین لائے گا جب اسکی خبر سننا تو تم اوسکی پیروی کرنا۔ یہ شخص مکہ کے قریب آیا کرتا تھا اور آپ کے متعلق برابر لوگون سے دریافت کیا کرتا تھا جب کچھ خبر نہین معلوم ہوتی تھی تو واپس چلا جایا کرتا تھا یہانتک کہ ایک بار کچھ لوگون سے انکو معلوم ہوا کہ ایک شخص مکہ مین پیدا ہوا ہے جس نے دین آبائی کو بالکل ترک کر دیا ہی۔ یہ سنکر عمر ابن عبسۃ السلمی مکہ مین آئے فسئلت عنہ فوجدتہ مستخفیاً و وجدت قریشا الباً علیہ لوگون سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت صلعم مخفی ہین۔ اور تمام قریش نے آپ کی مخالفت کی ہے" یہ واقعہ صاف صاف بتلا رہا ہے کہ بہت پیچھے کا ہے پھر سابقیت کا دعویٰ کیسا؟ اس نے ہشام اور طبری کے رابعاً اور خامساً کی حقیقت پر پانی پھیر دیا المولف اولاد حیدر عفی عنہ۔

حضرت ابوبکرؓ کے اسلام لانیکے بعد۔ اونہین کی تحریک و ترغیب سے اسلام کو قبول کیا تھا وہ حضرت عثمانؓ طلحہؓ اور زبیر وغیرہم آٹھ حضرات تھے۔ ان حضرات کو بھی متقدمین مین شمار کیا گیا ہے لیکن تعجب ہے کہ اونکو شمار تو کر لیا ہے لیکن نمبر شمار نہین بتلایا ہے لطف تو یہ بالاتر ہے کہ ان لوگون کے بعد جو حضرات مشرف باسلام ہوئے خالد بن سعیدؓ۔ ابوذرؓ اور عمر ابن عبسہ۔ اونکو شمار بھی کیا ہے اور اونکا نمبر شمار بھی بتلایا ہے۔ چنانچہ ابن ہشام اور طبری سے ترجمہ و خلاصہ کر کے شبلی صاحب لکھتے ہین۔

حضرت ابوبکرؓ دولتمند۔ ماہر انساب۔ اصحاب الرائے اور فیاض تھے۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ جب وہ ایمان لائے تو اونکے پاس چالیس ہزار درہم تھے۔ غرضکہ ان اوصاف کی وجہ سے مکہ مین اونکا عام اثر تھا۔ اور معززین شہران سے ہر باب مین مشورہ لیتے تھے۔ ارباب روایت کا بیان ہے کہ صحابہ کبار مین سے حضرت عثمانؓ۔ حضرت زبیرؓ حضرت عبدالرحمنؓ ابن عوف حضرت سعد بن ابی وقاص۔ حضرت طلحہؓ سب انہین کی ترغیب و ہدایت سے اسلام لائے۔ بحوالہ اصابہ فی احوال الصحابہ۔

اس تفصیل و بیان سے ان حضرات کی حقیقت قبول اسلام تو ضرور معلوم ہوئی لیکن نہ انکے قبول اسلام کا وقت و زمانہ معلوم ہوا اور نہ نمبر شمار و تعداد۔ بخلاف انکے حضرت ابوذر۔ خالد بن سعید وغیرہ کے مشرف باسلام ہونے کی کیفیت اگرچہ ان لوگون کے بعد لکھی گئی ہے لیکن صاف صاف لکھکر بتلا دیا گیا ہے کہ یہ حضرات چوتھے یا پانچوین نمبر کے بزرگوار تھے اسلئے مورخین و محدثین کا ان حضرات کے لئے شمار اور عدد خاص قایم کرنا بتلا رہا ہے کہ یہ حضرات اون لوگون کے اسلام لانے سے ضرور پہلے اسلام لا چکے تھے۔ اس بنا پر۔ ابوذرؓ۔ خالدؓ بن سعید وغیرہ حضرت عثمان طلحہ اور زبیر وغیرہم سے سبقت اسلام مین مقدم تھے۔

ہم ان سعادتمندان ازلی مین سے چند بزرگوارون کے تفصیلی حالات ذیل مین قلمبند کرتے ہین۔

حضرت ابوذر غفاریؓ کا اسلام لانا۔ امام عبدالبر استیعاب جلد اول مین لکھتے ہین۔

عن ابی حمزۃ عن ابن عباس لما بلغ اباذر مبعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بمکۃ قال لاخیہ انیس ارکب الیٰ ھذا الوادی واعلم لی ھذا الرجل الذی یزعم انہ یاتیہ الخبر من السماء واسمع قولہ ثم ائتنی وانطلق الاخ حتی قدم مکۃ وسمع من قولہ ثم رجع الی ابوذر فقال رأیتہ یامر بمکارم الاخلاق وسمعت منہ کلاما ماھو بالشعر فقال ما اشفیتنی فیما اردت فتزود وحمل شنۃ لہ فیھا

ابی حمزہ ابن عباس کی زبانی نقل کرتے ہین کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکہ مین مبعوث ہونیکی خبر ابوذر غفاری کو معلوم ہوئی تو ابوذرؓ نے اپنے بھائی انیس سے کہا کہ اوس وادی مین جا کر اوس آدمی کی خبر لاؤ جسکو یہ زعم ہے کہ آسمان سے اوسکے پاس خبر آتی ہے تم اوسکے قول کو سن آؤ۔ اور واپس آکر مجھسے بیان کرو اونکے بھائی انیس وہان سے چلے۔ مکہ مین آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو سنا اور حضرت ابوذر کے پاس واپس جا کر کہنے لگے کہ مین نے اوس بزرگ کے اقوال و ارشاد کو بالکل مکارم اخلاق کے اصول پر مبنی پایا اور اونکے

ماء حتے قدم مکۃ فاتی المسجد وفالتمس النبی صلعم
فلم یعرفہ وکرہ ان یسأل منہ حتے ادرکہ اللیل فاصطجع
فراٰہ علی ابن ابی طالب فقال کان الرجل غریب قال نعم
قال انطلق الی المنزل فانطلقت معہ لا یسألنی عن شیء
ولا اسألہ قال فلما اصبحت من الغد رجعت الی المسجد
فبقیت یومی حتے امسیت وسرت الی مضجعی فمر بی علی
فقال ان الرجل ان یعرف منزلہ واقامہ وذھب بہ وما
یسأل واحدًا منھا صاحبہ عن شیء حتی اذا کان یوم
الثالث فعل مثل ذلک فاقامہ علی معہ ثم قال لہ الا
تحدثنی ما الذی اقدمک ھذا البلد قال ان اعطیتنی عھد
او میثاقا لترشدنی فعلت فاقعل فاخبرہ علی رضی اللہ
عنہ انہ نبی وان ماجاء بہ حق وانہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فاذا اصبحت فاتبعنی فانی رائت شیئا اخاف
علیک قمت کانی اریق الماء فان مضیت فاتبعنی حتی
یدخل معی مدخل قال فانطلقت اقفوہ حتے دخل علی رسول اللہ
صلعم ودخلت معہ وحییت رسول اللہ صلعم بتحیۃ الاسلام فقلت السلام
علیک یا رسول اللہ فکنت اول من حیاہ بتحیۃ الاسلام فقال علیک
السلام من انت قلت رجل من بنی غفار فعرض علی الاسلام
فاسلمت وشھدت ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ
فقال رسول اللہ صلعم ارجع الی قومک فاخبرھم واکتم
امرک من اھل مکۃ فانی اخشاھم علیک فقلت والذی
نفسی بیدہ لاصوتن بھا بین ظھرانیھم فخرج حتے اتی
المسجد فنادی باعلی صوتہ اشھد ان لا الہ الا اللہ
واشھد ان محمدا رسول اللہ فثار القوم علیہ فضربوہ حتی
اضجعوہ واتی العباس فاکب علیہ وقال ویلکم الستم

کلام میں ایسی شیرینی پائی جو اشعار عرب میں نہیں پائی جاتی یہ سنکر حضرت ابوذر نے فرمایا کہ تاوقتیکہ میں خود وہاں نجاؤں میری خاطر خواہ تسکین و تشفی نہیں ہوتی پس اسیوقت وہ روانہ ہوگئے اور صرف ایک چھوٹی سی توشہ مشک اپنے ساتھ لے لی جسمیں پانی بھر لیا اور مکہ کے مسجد الحرام میں داخل ہوئے آنحضرت صلعم کی زیارت سے مشرف تو ہوئے مگر آپ کو پہچان نہ سکے اور نہ کسی سے پوچھنے کی جرأت ہوئی۔ یہانتک کہ رات ہوگئی یہ وہیں لیٹ رہے انکو اسحالت میں دیکھکر حضرت علی ابن ابیطالب نے ان سے آکر دریافت کیا کہ تم کوئی مرد مسافر ہو۔ بولے ہاں علی نے کہا کہ میرے ساتھ چلو ابوذر کا بیان ہے کہ میں وہاں سے اوٹھکر آپ کے مکان پر آیا مگر میں نے نہ آپ سے پوچھا اور نہ آپنے مجھسے کچھہ استفسار فرمایا یہانتک کہ صبح ہوگئی اور پھر میں صبح سے مسجد میں آکر تمام دن بیٹھا رہا یہانتک کہ شام ہوگئی۔ تو پھر میں اپنی فرودگاہ کی طرف واپس آیا اور پھر حضرت علی میرے پاس آئے اور کہا کہ اس شخص کی حالت پر تعجب ہے کہ یہ میرے ساتھ تو مقیم ہے اور میرے ہی ساتھ آتا جاتا ہے لیکن با اینہمہ آج تک مجھسے کسی امر کے متعلق نہیں پوچھا۔ خیر تیسرا دن ہوا۔ اور اوسدن بھی اور دونوں کے ایسا ہی ہوا۔ تو پھر حضرت علی بن ابیطالب میرے پاس آئے اور مجھسے پوچھنے لگے آیا تم مجھسے اس شہر میں اپنے آنیکا کچھہ سبب کہہ سکتے ہو ابوذر رضی نے کہا ہاں البتہ مگر آپ مجھسے یہ عہد پیمان کر لیجئے کہ آپ مجھے ہدایت پانے کے طریقے تبلا دینگے کہ میں اوسکے مطابق تعمیل کروں پس حضرت علی رضی نے مجھے تبلایا کہ وہ بزرگ نبی اللہ ہیں اور جو کچھہ اونپر خدا نے نازل فرمایا ہو سب صحیح و برحق ہے اور وہ جناب حدیث کیطرف سے عہدہ رسالت پر مامور فرمائے گئے ہیں جیسے صبح ہو تو تم ہمارے ساتھ چلنا اگر میں تمہارے لئے کسی شئی کا خوف دیکھونگا تو آب افتادہ کیطرح ٹھہرا رہونگا اسکے بعد تم میرے ساتھ آنا اور جہاں میں جاؤں وہاں جانا ابوذر رضی کہتے ہیں پھر آپ چلے تو میں آپ کے پیچھے پیچھے ہو لیا یہانتک کہ آپ جناب رسول خدا صلعم کی خدمت میں آئے اور میں بھی آپ کے ہمراہ

تعلمون انه من غفار وان في طريق تجارتكم الى الشام وانقذه منهم ثم عاد من الغد مثلها وثاروا اليه فضربوه فاكب عليه العباس فانقذه ثم لحق بقومه فكان هذا اول اسلام ابوذر الغفاري[۱۵] استيعاب جلد اول

استيعاب جلد اول

حاضر خدمت ہوا میں نے بطریقہ اسلام آنحضرت صلعم کو سلام کیا اور کہا السلام علیک یا رسول اللہ۔ اور میں پہلا شخص ہوں جسنے طریقہ و آداب اسلام کے مطابق آنحضرت صلعم کو سلام کیا۔ میرے جواب میں آنحضرت صلعم نے فرمایا تم کون ہو۔ میں نے عرض کی کہ میں قبیلہ غفار کا ایک آدمی ہوں۔ اسکے بعد آپ نے حقیقت اسلام مجھپر ظاہر کی اور میں اسلام سے مشرف ہوا کلمہ شہادت پڑھا اشہدان لا الہ الا اللہ واشہدان محمدا رسول اللہ۔ پھر اسکے بعد آنحضرت صلعم نے مجھسے فرمایا کہ اب تم اپنے قبیلہ کیطرف واپس جاؤ اور اپنے اسلام لانیکے معاملہ کو اہل مکہ سے پوشیدہ رکھو کیونکہ یہ لوگ سن لینگے تو تم پر ظلم وستم کرینگے۔ ابوذر رضہ نے عرض کی کہ قسم اوسکی کہ جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ میں تو سب کے سامنے جاکر اس امر کا باواز بلند اعلان کرونگا یہ کہکر وہ آپ کی خدمت سے اوٹھے۔ مسجد میں آئے اور باواز بلند فرمانے لگے اشہدان لا الہ الا اللہ واشہدان محمدا رسول اللہ۔ یہ سنتے ہی تمام قریش ان پر ٹوٹ پڑے اور مارنے لگے یہانتک کہ یہ زخمی ہوگئے اس اثنا میں حضرت عباس ابن عبدالمطلب آگئے اور انکے بچا لینے کی غرض سے انپر گر پڑے اور مشرکین سے کہنے لگے افسوس ہے تم پر کیا تم نہیں جانتے ہو کہ قبیلہ بنی غفار سے ہیں۔ جو قبیلہ تمہارے قافلہ تجارت کی راہ شام پر واقع ہے۔ پھر انکو ان لوگوں کے پنجہ سے چھڑا دیا۔ پھر دوسرے دن صبح کو بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ پھر مشرکین قریش ان پر ٹوٹ پڑے اور انکو مارنے لگے۔ حضرت عباس پھر ان پر گر پڑے اور اس ترکیب سے انکو بچا لیا اسکے بعد حضرت ابوذر غفاری رضہ اپنے قبیلہ کیطرف چلے گئے۔ یہ حضرت ابوذر کے اوائل اسلام کے حالات تھے۔

امام عبدالبر لکھتے ہیں

وكان من كبار الصحابة قديم الاسلام يقال اسلم بعد اربعة فكان خامسا۔ استیعاب جلد دوم ص ۲۶۴

ابوذر رضہ سبقت اسلام کے اعتبار سے اکابرین صحابہ سے تھے۔ اور کہا جاتا ہے کہ یہ چار آدمیوں (خدیجہ، علی ع، زید، ابوبکر رض) کے بعد اسلام لائے اور پانچویں مسلمان ہیں۔

لیکن شبلی صاحب ہیں کہ خواہ مخواہ انکو چھٹے ساتویں نمبر میں شمار کرتے ہیں

استیعاب کی تفصیلی عبارت سے جو اوپر لکھی گئی ہے ثابت ہوگیا کہ اسلام کی معرفت اور ربانی اسلام ع کی تصدیق حضرت ابوذر رضہ نے اپنی غایت تحقیق سے حاصل کی تھی جو انکے کمال فہم اور حسن عقل وشعور کا کافی ثبوت ہے۔ مکہ معظمہ میں داخل ہونے پر بھی حقیقت اسلام کے متعلق نہایت احتیاط سے کامل تین دن تک غور فرماتے رہنا اور دربار رسالت تک باریابی کیلئے ایک

۱۵ شبلی صاحب نے بھی سیرۃ النبی ص ۱۵۲ میں انکا ذکر کیا ہے مگر اپنی خاص ترکیب اختصار سے کہ حضرت علیؑ کی انکی قبولیت اسلام میں راہنمائی نہ ثابت ہوسکے۔ شبلی صاحب سے زیادہ مفصل تو صاحب رحمۃ العالمین نے انکے واقعہ کو لکھا ہے جس سے انکے قبول اسلام میں حضرت علیؑ کی راہنمائی پورے طور سے ثابت ہے ہم جانتے ہیں شبلی صاحب کی کوتہ قلمی کے یہ خاص مقامات ہیں۔ لیکن انکو سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ امر مولفانہ تدین کے بالکل خلاف ہے آپ نے اُن لوگوں کے حال پر جو حضرت ابوبکر کی تحریک وترغیب سے مسلمان ہوئے تھے کس تفصیل سے لکھے لیکن یہ بزرگ چونکہ حضرت علیؑ کی وساطت سے ایمان لائے تھے اسلئے اوسکی تفصیل کی ضرورت نہیں کہ اس ذکر کیساتھ علیؑ کا بھی ضرور ذکر آجائے گا تاہم قدیر المؤلف عفی عنہ

ایسے بزرگ متبحر کو اپنا راہنما بنانا جو مدینۃ رسول کا باب العلم مشہور ہے۔ یہ تمام امور انکی خوش وقتی۔ خوش قسمتی اور خوش انجامی کی دلیل واضح تھے حقیقتاً یہ اسلام کی حقانیت اور روحانیت کے اصلی ثبوت ہین کہ محض ابتدا ہی سے اسکی عظمت و شہرت اس سرعت و عجلت کیساتھ دور دور پھیل گئی کہ طالبان ہدایت اور حاجتمندان حقیقت بڑی بڑی مسافتین طے کر کے آتے تھے۔ اور اسلام سے فیضیاب ہوتے تھے۔

حضرت عمار ابن یاسرؓ اور اونکے قبیلہ کا اسلام لانا حضرت عمار یاسر اور اونکے قبیلہ کے مشرف بایمان ہونے کے متعلق تحریر ہے۔

وجاء الله بالاسلام واسلم یاسر وابنه عمار وامه سمیه وعبد الله اخو عمار بن یاسر وکان اسلامهم قدیما بمافی اول الاسلام وکان رضی الله عنهم ممن یعذب فی الله وکان رسول الله صلعم یمر بهم وهم یعذبون فیقولون صبرا یا آل یاسر وقد فعلت ومن حدیث ابن شهاب عن سمعیل بن عبد الله بن جعفر عن ابیه قال مر رسول الله صلعم بیاسر وعمار وام عمار وهم یوذون فی الله فقال لهم صبرا یا آل یاسر انی موعدکم الجنة استیعاب جلد دوم ص ۴۳۶

جب اسلام کو خدا نے ظاہر فرمایا تو یاسرؓ۔ اونکے صاحبزادے عمار۔ عمار کی ماں سمیہ عمار کے بھائی عبد اللہ بن یاسر اسلام لائے۔ ان حضرات کا اسلام ابتدائی اسلام ہی سے قدیم تھا۔ اور یہ وہ بزرگوار تھے جن پر خدا کی راہ مین ظالمون کیطرف سے ظلم و عذاب بیحساب کیا گیا تھا جب ان لوگون پر ظلم کیا جاتا تھا تو اتفاق سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اودہر سے گذرے۔ ان حضرات کو اس عالم مین دیکھکر ارشاد فرمایا کہ اے آل یاسرؓ صبر کرو۔ اے پروردگار تو آل یاسر کو انکے اعمال کے بدلے مین بخشدے اور ابن شہاب کی روایت کے مطابق سمعیل ابن عبد اللہ ابن جعفر اپنے باپ کی زبانی نقل کرتے ہین کہ جناب رسول خدا صلعم کا گذر آل یاسر۔ عمار۔ ابن عمار و غیرہم پر ایسے وقت مین ہوا کہ ان لوگون پر ظلم و ستم کیا جا رہا تھا یہ دیکھکر آپ نے فرمایا اے آل یاسر صبر کرو تحقیق تمہاری وعدہ گاہ جنت ہے۔

طفیل ابن عمر دوسی کا اسلام لانا۔ مولوی محمد سلیمان صاحب سلمان منصور پوری زاد المعاد ابن القیم کے حوالہ سے اپنی کتاب رحمۃ العالمین جلد اول مین طفیل ابن عمر دوسی کے متعلق لکھتے ہین۔

انھین دنون طفیل ابن عمر دوسی مکہ مین آیا۔ یہ قبیلہ دوس کا سردار تھا اور نواحی یمن مین اونکی خاندان کی رئیسانہ حکومت تھی طفیل بذات خود شاعر اور دولتمند شخص تھا۔ اہل مکہ نے آبادی سے باہر جا کر اوسکا استقبال کیا اور اعلی پیمانہ پر اسکی خدمت اور تواضع کی طفیل کا اپنا بیان ہے کہ مجھے اہل مکہ نے یہ بھی بتایا تھا کہ جو شخص ہم مین سے نکلا ہی ذرا اوس سے بچو رہنا اوسکو جادو آتا ہے۔ جادو سے باپ بیٹے۔ شوہر و زن اور بھائی بہن مین جدائی ڈالدیتا ہے ہماری جمعیت کو پریشان اور ہمارے کام کو ابتر کر رکھا ہے ہم نہین چاہتے کہ تمہاری قوم پر بھی کوئی ایسی مصیبت پڑے اسلئے ہماری زور سے یہ نصیحت ہے کہ تم نہ اوسکے پاس جانا نہ اوسکی بات سننا اور نہ خود بات چیت کرنا۔ یہ باتین انہون نے ایسی عمدگی سے میرے ذہن نشین کردین کہ

جب میں کعبہ میں جانا چاہتا تھا تو کانوں کو روئی سے بند کرلیتا تھا تاکہ محمدؐ کی آواز کی بھنک بھی میرے کان میں نہ پڑے ایک روز میں صبح ہی خانہ کعبہ میں گیا۔ نبی صلعم نماز پڑھ رہے تھے چونکہ خدا کی مشیت ایسی ہی تھی کہ اونکی آواز میری سماعت تک ضرور پہونچے۔ اس لئے میں نے سنا کہ وہ ایک نہایت عجیب کلام پڑھ رہے ہیں۔ اوسی وقت میں اپنے آپ کو ملامت کرنے لگا کہ میں خود شاعر ہوں باعلم ہوں۔ اچھے برے کی تمیز رکھتا ہوں۔ پھر کیا وجہ ہے اور کون سی روک ہے کہ میں انکی بات نہ سنوں اچھی بات ہوگی تو مانوں گا۔ ورنہ نہیں مانونگا میں یہ ارادہ کرکے ٹہیر گیا جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس گھر کو چلے تو میں بھی پیچھے پیچھے ہوگیا۔ اور جب حاضر ہوا تو نبی صلعم کو اپنا واقعہ مکہ میں آنے کا۔ لوگوں کے بہکانے پنبہ درگوش رہنے اور آج حضور کی زبان سے کچھ سن پانے کا کہہ سنایا۔ اور عرض کیا کہ مجھے اپنی بات سنائیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن پڑہا۔ بخدا۔ میں نے ایسا پاکیزہ کلام کبھی سنا ہی نہ تھا جو اسقدر نیکی اور انصاف کی ہدایت کرتا ہو۔

الغرض طفیل اوسیوقت مسلمان ہوگیا۔ جیسے قریش بات بات میں مطاع و مخدوم کہتے تھے وہ بات کی بات میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل وجان سے خادم اور مطیع بنگیا۔ قریش کو ایسے شخص کا مسلمان ہونا نہایت شاق اور ناگوار گذرا۔ بحوالہ زاد المعاد جلد اوّل صفحہ ۴۹۳ و ۴۹۴

ضماد بن ثعلبہ ازدی کا اسلام لانا | مولوی شبلی صاحب سیرۃ النبی جلد اول میں بذیل تذکرہ ضماد بن ثعلبہ ازدی رض تحریر فرماتے ہیں۔

ضماد رضؓ بن ثعلبہ جو ازد کے قبیلہ سے تھے جاہلیت میں طبابت اور جراحی کا پیشہ کرتے تھے۔ یہ بھی احباب خاص میں تھے نبوت کے زمانہ میں یہ مکہ آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا کہ راستہ میں جارہے ہیں اور پیچھے لونڈوں کا غول ہے مکہ کے کفار آنحضرت صلعم کو مجنون کہتے تھے۔ لونڈوں کا غول دیکھکر ضماد نے بھی یہی قیاس کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ محمد (صلعم) میں جنون کا علاج کرسکتا ہوں۔ آنحضرت صلعم نے حمد وثنا کے چند موثر جملے ادا کئے۔ ضماد مسلمان ہوگئے۔

اس واقعہ کا مختصراً ذکر امام نسائی اور مسلم نے بھی لکھا ہے لیکن زیادہ تفصیل مسند امام احمد بن حنبل جلد ا ص ۳۰۲ میں مرقوم ہے۔ سیرۃ النبی جلد اول ص ۱۴۴ بحوالہ اصابہ و استیعاب امام عبدالبر مکی جلد دوم مطبوعہ حیدرآباد۔

خالد بن سعید بن العاص کا اسلام لانا | امام عبدالبر استیعاب میں بذیل تذکرہ خالد ابن سعید بن العاص لکھتے ہیں

خالد ابن سعید بن العاص یکنی ابا سعید اسلم قدیما یقال انہ اسلم بعد ابوبکر الصدیق فکان ثالثا او رابعا وقیل کان خامسا وقال ضمرۃ ابن ربیعہ کان اسلم خالد ابوبکر الصدیق	خالد ابن سعید بن العاص جنکی کنیت ابا سعید ہے قدیم الاسلام میں کہا گیا ہے کہ وہ ابوبکر الصدیق کے بعد ایمان لائے۔ اسلئے وہ تیسرے مسلمان میں یا چوتھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ پانچویں مسلمان ہیں ضمرہ ابن ربیعہ کا بیان ہے کہ خالد ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ ایمان لائے۔

انھیں سابقین اسلام میں مقداد ابن جندب۔ خباب بن الارث۔ سعید بن زید بن ورقہ بن نوفل۔ عبداللہ بن مسعود۔ عثمان بن مظعون۔ عبیدہ۔ بلال۔ ابوفکیہہ اور صہیب رومی بھی داخل ہیں۔

مقداد ابن جندب کا اسلام شبلی صاحب کی کوتہ قلمی بڑی موقع شناس ہے۔ سابقین اسلام میں آپ فرداً فرداً تمام حضرات کا نام لکھکر بتلا گئے۔ لیکن حضرت مقداد ابن جندب کا بھولے سے بھی کہیں نام نہیں لیا گیا حالانکہ استیعاب میں ابن عبدالبر میں۔ جو وقت تالیف آپ کے ہمیشہ پیش نظر تھی۔ یہ عبارت صاف صاف لکھی ہوئی ہے۔

اول من اظھر الاسلام سبعۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وابوبکر وعمار وامہ سمیہ وصہیب و بلال والمقداد جلد اول ص ۵۸	پہلے سات آدمیوں نے اپنا اسلام ظاہر کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ابوبکر۔ عمار۔ اور اون کی ماں سمیہ۔ صہیب بلال اور مقداد۔

تین برس تک تبلیغ رسالت کی مخفی انتظام پہلے ہم لکھ چکے ہیں کہ اسلام کی تبلیغ نے جس تیزی سے کامیابی حاصل کی اور اوس کی تعلیم نے جیسی جلد جلد ترقی پائی ویسی کسی دوسرے مذہب نے نہیں۔ بعثت سے چند دنوں میں ان سعادتمندوں نے جنکے نام اوپر لکھکر بتلا دیے گئے ہیں۔ اسلام کی دولت اور ایمان کی نعمت سے شرفیابی اور بہرہ اندوزی حاصل کی واقعات تبلا رہے ہیں کہ انمیں زیادہ تر وہی حضرات ہیں جنکو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی خاص تعلق اور واسطہ بھی نہیں تھا یہ صرف اسلام کی حقانیت تھی۔ اور جناب سید الانام علیہ السلام کی تعلیم کی پاک روحانیت جنھوں نے تھوڑے ہی عرصہ میں اپنے روحانی فیوض کا اتنا اثر پہونچایا کہ تمام بیگانے عقیدت اور محبت میں اپنے اور یگانے نظر آنے لگے اسلام کی یہ کامیابی کچھ اپنے ہی وطن اور اہل وطن تک محدود نہیں رہی۔ بلکہ اوسی وقت سے دور دراز مقامات میں آپ کی مقدس تبلیغ اور پاک تعلیم کی شہرت سنکر۔ وہ لوگ جو عرصہ سے انوار حق کے متلاشی تھے حاضر ہو ہو کر شرفیاب اسلام ہوئے۔ حضرت ابوذر غفاری۔ طفیل ابن عمر دوسی۔ ضماد بن ثعلبہ ازدی۔ عمر ابن عبسۃ السلمی وغیرہم انھیں سعادتمندان ازلی میں تھے لیکن بقول شبلی صاحب کے یہ جو کچھ ہوا پوشیدہ طور پر ہوا۔ نہایت احتیاط کیجاتی تھی کہ محرمان خاص کے سوا کسی کو بھی خبر نہ ہونے پائے۔ تاریخ طبری میں ہے۔

فی السنین الثلاث من مبعثہ الی ان امر باظہار الدعاء الی اللہ مستتراً مخفیاً امرہ وانزل علیہ وانذر عشیرتک الاقربین۔	بعثت سے تین برس تک حضرت کو حکم تھا کہ اپنے امر کو بطور راز مخفی رکھیں اور اسکے بعد (تین برس گذر جانے پر) آیہ وافی ہدایہ وانذر عشیرتک الاقربین (اپنے قریبی رشتہ مندوں کو عذاب الٰہی سے ڈراؤ) کے مطابق۔ اظہار امر کا حکم نازل ہوا

حدیث و تاریخ کی متفقہ مرویات سے ثابت ہے کہ ابتدائے اسلام میں جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دین الٰہی کی تعلیم و تعمیل کی دونوں صورتوں کو نہایت حزم و احتیاط سے مخفی رکھا کرتے تھے منشاء قدرت بھی یہی تھا اور مقتضائے مصلحت بھی یہی۔ دین الٰہی کی تعلیم و تلقین تو خلوت کی صحبتوں میں ہوتی تھی۔ جن میں وقتاً فوقتاً لوگ حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوا کرتے تھے

یہ حاضری بھی بڑی حفظ و احتیاط کے ساتھ ہوتی تھی۔ عمرابن علبتہ السلمی کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صرف امور تبلیغ ہی کے مخفی رکھے جانے کا حکم نہین تھا بلکہ ذات مقدس کو نظر عام سے محفوظ رکھنے کا بھی خاص طور پر فرمان تھا۔ اِس لئے کہ تعلیم ایمان سے تحفظ جان مقدّم تھا۔

خلوت کی یہ مخفی تعلیم بعد بعثت۔ وقت نزول آیہ فاصدع بما تؤمر واعرض عن المشرکین (اپنی رسالت کے امور منصبی کو ظاہر کرو اور مشرکین سے علیحدہ رہو) سے شروع ہوئی اور آیہ وانذر عشیرتک الاقربین (اپنے قریبی رشتہ دارون کو عذاب سے ڈراؤ) کے وقت نزول تک قایم رہی۔ اس زمانہ مین آنحضرت صلعم ہی کے حزم و احتیاط اور صبر و ثبات کا یہ حوصلہ تھا اور آپ ہی کے عزم و استقلال کی یہ ہمت کہ کفار و مشرکین کے درمیان بتیس دانتون مین ایک زبان بنکر اپنی ذمہ داری کو ایسی رازداری اور خبرداری کے ساتھ من احسن الوجوہ انجام دیے گئے۔ اور انھین مخفیانہ طریقے اور رازدارانہ ذریعے سے تبلیغ اسلام اور تعلیم ایمان کے سلسلہ کو برابر جاری رکھا یہان تک کہ تین برس مین مسلمانون کی معتدبہ جماعت تیار ہو گئی۔

حدیث و تاریخ کے مشاہدات سے ثابت ہے کہ فرائض اسلام مین پہلے دو رکعت نماز کی تعلیم فرشتہ غیب سے آنحضرت صلعم کو پہونچائی گئی۔ چنانچہ طبری لکھتے ہین۔

وجوب نماز ان الصّلوٰۃ حین افترضت علی رسول اللہ صلعم اتاہ جبرئیل وھو یا علی مکۃ فھمز لہ بعقبۃ فی ناحیۃ الوادی فانفجرت منہ عین فتوضاء جبرئیل علیہ السلام و رسول اللہ صلعم ینظر الیہ لیریہ کیف الطھور للصلوٰۃ ثم توضاء رسول اللہ صلعم کما رای جبرئیل ع توضاء ثم قام جبرئیل ع فصلی بہ و صلی النبی صلعم بصلاتہ ثم انصرف جبرئیل ع فجاء رسول اللہ صلعم خدیجۃ فتوضاء لھا یریھا کیف الطھور للصلوٰۃ کما اراہ جبرئیل فتوضأت کما توضاء رسول اللہ ثم صلی بھا رسول اللہ صلعم کما صلی بہ جبرئیل ع فصلت بصلاتہ ص ۱۱۷۵

جب فریضہ نماز کے وجوب کا حکم ہوا تو حضرت جبرئیل ع آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے آپ اوسوقت مکہ کے بالائی حصہ مین تھے حضرت جبرئیل ع آپ کو اوس وادی کے ایک طرف گھاٹی مین لے گئے اور وہان ایک چشمہ جاری کر کے پہلے جبرئیل ع نے وضو کیا۔ اور آنحضرت صلعم اونکی وضو کے طریقہ عمل کو دیکھتے رہے کہ وہ نماز کے لئے طہارت کا کیسے سامان کرتے ہین۔ پھر اون کے بعد آپ نے اوسی طرح وضو کیا۔ جیسا جبرئیل کو دیکھا تھا پھر جبرئیل ع نے نماز پڑھی اور آنحضرت صلعم نے بھی ویسی ہی پڑھی۔ پھر وہان سے آپ واپس ہو کر گھر مین تشریف لائے اور حضرت خدیجہ ع کے سامنے اوسی طریقہ سے وضو کیا جسطرح جبرئیل کو وضو کرتے دیکھا تھا۔ پھر حضرت خدیجہ ع نے بھی اوسی ترکیب و عمل سے وضو کیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ نے حضرت خدیجہ ع کے ساتھ اوسی طرح نماز پڑھی جس طرح حضرت جبرئیل ع کے ساتھ پڑھی گئی تھی"

یہانتک تو ہم نے مخفی ذریعہ سے دین الٰہی کی تعلیم و تبلیغ کے حالات لکھدیے اب ہم اوسکے فرائض و واجبات کے حالات لکھتے ہین۔ مولوی شبلی صاحب رقمطراز ہین

اِن ایام (اخفا) مین جب نماز کا وقت آتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی پہاڑ کی گھاٹی مین چلے جاتے اور

وہاں اپنی نماز ادا کرتے۔ ابن اثیر کا بیان ہے کہ چاشت کی نماز آپ حرم ہی میں ادا کرتے تھے کیونکہ یہ نماز قریش کے مذہب میں بھی جاری تھی۔ ایک دفعہ آپ حضرت علیؑ کے ساتھ کسی درہ میں نماز پڑھتے تھے۔ اتفاق سے آپ کے چچا ابوطالب آنکلے۔ انکو اس جدید طریقۂ عبادت پر تعجب ہوا۔ کھڑے ہو گئے اور بغور دیکھتے رہے۔ نماز کے بعد پوچھا یہ کون دین ہے آپ نے فرمایا ہمارے دادا حضرت ابراہیمؑ کا یہی دین تھا۔ ابوطالب نے کہا میں اسکو اختیار تو نہیں کر سکتا۔[1] لیکن تمکو اجازت ہے۔ اور کوئی شخص تمہارا مزاحم نہ ہو سکیگا۔

پہلے غربائے امت نے دعوت اسلام قبول کی شبلی صاحب اس مقام پر سابقین اسلام کی غربت و افلاس میں مشرف باسلام ہونے کو اسلام کی حقانیت کا کافی ثبوت ٹھیرایا ہے اور اس سرعت و عجلت کے ساتھ اس مقدار و حیثیت کے لوگوں میں تبلیغ اسلام کے ترقی کرنے سے مخالفین اسلام کے اس مغویانہ تعریض کا جواب تردیدی نکالا ہے جو علماء مغربی کی غرض خاص سے دنیا کو یہ بتلاتے ہیں کہ معمورۂ عالم میں مذہب اسلام تلوار کے زور سے پھیلایا گیا ہے۔ ہم انکی تحریر کو قابل نقل سمجھکر ملخصاً ذیل میں قلمبند کرتے ہیں۔

یہ تاریخ اسلام کا ایک بڑا اہم مسئلہ ہے کہ اسلام کیونکر پھیلا؟ مخالفین نے اسکو ذریعہ تلوار بتایا ہے۔ اس مسئلہ پر بحث کتاب کے دوسرے حصہ میں آئے گی لیکن ایک خاص پہلو پر یہیں نگاہ ڈال لینی چاہیئے یعنی یہ کہ اوائل اسلام میں جبکہ اسلام لانا جان و مال سے ہاتھ دھونا تھا۔ کون لوگ اور کس قسم کے لوگ ایمان لائے۔ یہ امر سب میں مشترک تھا کہ یہ لوگ قریش کے مناصب اعظم میں سے کوئی منصب نہیں رکھتے تھے بلکہ اکثر ایسے تھے۔ مثلاً عمارؓ۔ خبابؓ۔ ابوفکیہہؓ صہیبؓ وغیرہ۔ جنکو دولت و جاہ کے دربار میں جگہ بھی نہیں مل سکتی تھی۔ چنانچہ انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں کو لے کر حرم میں جاتے۔ تو رؤسا قریش ہنسکر کہتے تھے۔ اھولاء من اللہ علیھم من بیننا یہی وہ لوگ ہیں جن پر۔ خدا نے ہم لوگوں کو چھوڑکر احسان کیا ہے کفار کے نزدیک انکا افلاس انکے تحقر کا باعث تھا لیکن یہی چیز تھی جنکی وجہ سے ایمان کی دولت سب سے پہلے انھیں کے ہاتھ آسکتی تھی۔ دولت و مال انکے قلب کو سیاہ نہیں کر چکا تھا۔ فخر و غرور انکو انقیاد حق سے روک نہیں سکتا تھا۔ انکو یہ ڈر نہ تھا کہ اگر بت پرستی چھوڑ دیں گے تو کعبہ کا کوئی منصب عظیم ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ غرضکہ ان کے دل ہر قسم کے زنگ سے پاک تھے اور حق کی شعاعیں ان پر دفعتاً پرتو فگن ہو سکتی تھیں۔ یہی سبب ہے کہ انبیا کے ابتدائی پیرو ہمیشہ نادار اور مفلس لوگ ہوا کرتے تھے عیسائیت کے ارکان اولین ماہی گیر تھے۔ حضرت نوحؑ کے معترین خاص کی نسبت کفار کو علانیہ کہنا پڑا۔

مانرٰك اتبعك الا الذين ھم اراذلنا بادی الرای وما نری لکم علینا من فضل بل نظنکم کذبین	ہم تو بظاہر یہ دیکھتے ہیں کہ تیری پیروی انھیں لوگوں نے کی جو رذیل ہیں اور ہم تو تم میں کوئی برتری نہیں پاتے بلکہ ہمارا تو خیال ہے کہ تم سب جھوٹے ہو

ان نادار ان قوم کی سبقت فی الاسلام کے اسباب و علل میں جیسا کہ شبلی صاحب کا مختار ہے سوائے انکی خلوص و

[1] یہ فقرہ عالم موضوعیت کی خاص ایجاد ہے۔ مؤلف

محبت کے اور کون سا باعث بتلایا جاسکتا ہے۔ اس بناپر مخالفین کا یہ مغویانہ خیال کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلایا گیا کسقدر لغو اور مہمل ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ ابھی تو اسلام کی تبلیغ کے لئے ظاہری اعلان کا حکم بھی نہیں ہے۔ بانیٔ اسلام علیہ السلام تعلیم ایمان سے پہلے اپنی حفاظت جان قایم رکھنے کی بناپر محض خلوت اور مخفی مقامات مین دین الٰہی کی تعلیم اور واجبات مذہبی کی تعلیم کے لئے بڑی تاکیدون کے ساتھ نامور فرمائے گئے ہین۔ ابھی تو نہ اسلام کے ہاتھ مین تلوار ہے نہ اوسکی کوئی فوج ہے اور نہ کوئی رسالہ تیار۔ صرف اوسکی اعجاز بیانی اور صدق زبانی اور محاسن اخلاق کی یہ تاثیر ہے کہ جو سنتا ہے وہ اوسکا مطیع و منقاد ہوجاتا ہے ایسی حالت مین معترضین اون لوگون کی قبول اسلام کا ذریعہ تلوار کی دہار کو کیسے بتلا سکتے ہین۔ جو کل تین برس کے اندر سیکڑون کے تعداد مین۔ مکہ معظمہ اور اوس کے گرد و نواح سے آآکر مشرف باسلام ہوچکے تھے۔

مخالفین اسلام اگر تھوڑی دیر کیلئے تعصب کا حجاب اپنی آنکھون کے سامنے سے اوٹھادین تو حقیقت حال کا نہایت آسانی سے مشاہدہ کرسکتے ہین۔ اسلام نہ کوئی نئی شریعت لایا ہے۔ اور نہ اوس نے اپنے نصاب و حکم شرعیہ کی نسبت کسی نوعیت کا دعویٰ کیا ہے۔ بلکہ وہ تمام انبیاء و مرسلین گذشتہ کی بشارتین اور شریعتین ثابت اور کامل کردینے کیلئے نازل کیا گیا ہے۔ اس لئے ضرور ہے کہ اسکے تمام تعلقات ابتدا سے لیکر انتہا تک قریب قریب تمام شریعتہائے سابقہ سے مطابق ہون۔ امم سابقہ کی گذشتہ مثالون سے کما حقہٗ ثابت کردیا گیا ہے کہ جس طرح انبیائے سابقین پر پہلے ایمان لانے والے زیادہ تر نادار اور مفلوک الحال افراد ملک و قوم ثابت ہوئے ہین۔ اوسی طرح اسلام کی ابتدائے تبلیغ و تعلیم کے ایام مین بھی علی الاکثر یہی حضرات دولت ایمان سے بہرہ اندوز ہوئے۔ ہم اس سے زیادہ اس بحث کو اس مقام پر طول دینا قبل از وقت سمجھتے ہین۔ ان شاء اللہ اسکی تفصیلی بحث اپنے مقام مناسب پر قلمبند کیجائے گی۔

ابتدا مین اظہار اسلام کی صورت شبلی صاحب ابن اثیر کے اسناد سے اوپر لکھ چکے ہین کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز چاشت حرم محترم مین جاکر پڑہا کرتے تھے۔ اسلئے کہ یہ نماز مذہب قریش مین بھی جاری تھی۔ اس عبارت سے مستفاد ہوتا ہے کہ مشرکین قریش کو آنحضرت صلعم کے امور سے انکار تو ضرور تھا لیکن یہ اکراہ و انکار مخالفت اور مخاصمت کی مہیب صورتون مین ابھی تک تبدیل نہین ہوا تھا۔ وقتاً فوقتاً وہ اپنی جہالت و ضلالت کے تقاضہ سے طعن و تشنیع اور تعریض کے کلمات بکتے اور اسلام پر آوازہ کستے رہتے تھے جیسا کہ اھٰؤلاء من اللہ علیھم بیننا کے الفاظ تعریضی سے صاف ظاہر ہے۔ لیکن وہ خطاپوش و عطاپاش عالم رحمۃ للعالمین مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ الاکرم منشور الٰہی واعرض عن المشرکین کے مطابق۔ اونکی ان جاہلانہ حرکات پر کوئی توجہ اور اعتنا نہ فرماتا تھا۔ اور نہایت صبر و سکوت اور ثبات و استقلال سے تبلیغ اسلام اور تعلیم ایمان کے فرائض انجام دیتا تھا۔ اوسکے خاموشانہ انداز و طریق تبلیغ نے آہستہ آہستہ تھوڑے دنون کے اندر معتقدین کی معتدبہ جماعت قایم کرلی لیکن اتنی زود کامیابی پر بھی اوسکی خموش استقلال نے اپنی طرف سے بر جوشی کے کسی اظہار کو نہ مصلحت وقت سمجھا اور نہ مناسب مقام اوس کا عزم بالجزم

اوسی استقلال و پاؤ آری سے کام کرتا گیا اور اپنی ترقی اور توسیع تبلیغ کا قدم آگے بڑہاتا گیا۔
لیکن پرجوش معتقدین سے اپنی آرزو کامیابی کے جذبات نہ رک سکے۔ اور وہ اسلام کے امور کو زیادہ مخفی رکھا جانا فطرت عامہ کے اصول معمول کے مطابق اپنی کمزوری۔ اپنا ضعف اور کسر شان سمجھنے لگے۔ اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تبلیغ اسلام کے اعلان پر اصرار کرنے لگے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ خدا کی مصلحت کو خدا جانتا ہے۔ یا اوس کا رسول معمولی طبیعتیں راز دان قدرت نہیں ہوسکتیں اسلئے وہ قدرت کی مصلحتوں کو نہیں سمجھ سکتیں اونکی اصرار پر قدرت کا راز دار منصب رسالت کا ذمہ دار برابر انکار فرماتا گیا۔ وہ انکے اصرار اور اپنے انکار کی حقیقت و مصلحت کو پورے طور سے جانتا تھا اور اوس عمل پیرا ہوتا تھا۔ لیکن عقیدت مندوں کی معمولی طبیعتوں میں حقیقت شناسی کے اتنے جوہر کہاں تھے جو اوسکے منافع اور ضرر کو بخوبی سمجھ سکتے۔ اسکی مثال حضرت ابوبکرؓ کے مصائب کا مفصلہ ذیل قصہ ہے۔ جو حضرت حمزہؓ کے عین اسلام لائے والے دن واقع ہوا جسکو ہم تاریخ الخمیس کی عبارت سے نقل کرتے ہیں۔

وفی المنتقی وکان حمزۃ بن عبد المطلب اسلم یوم ضرب ابوبکر وذلک ان اصحب لرسول الله صلعم ورضی الله عنهم لما اجتمعوا وکانوا تسعة وثلثین رجلا الح ابوبکر علی رسول الله صلعم فی الظهور فقال یا ابابکر انا قلیل فلم یزل یلح علیه حتی ظهر رسول الله فی نواحی المسجد وقام ابوبکر فی الناس خطیبا ورسول الله صلعم جالس وکان اول خطیب دعا الی الله عزوجل والی رسوله وثار المشرکون علی ابوبکر وعلی المسلمین یضربونهم فی نواحی المسجد ضربا شدیدا ووطئوا ابوبکر وضرب ضربا شدیدا ودنا منه الفاسق عتبة بن ربیعة فجعل یضربه بنعلین مخصوفتین ویحرفهما بوجهه واثر علی وجه ابی بکر حتی ما یعرف انفه من وجهه وجاءت بنو تیم فاجلوا المشرکین عن ابی بکر وحملوا ابابکر فی ثوب حتی ادخلوه بیته

جلد اول ص ۳۳۲ مطبوعہ مصر

کتاب منتقی میں مرقوم ہے کہ اسلام حمزہ ابن عبد المطلب اوسروز واقع ہوا جبدن حضرت ابوبکرؓ نے مار کھائی۔ وجہ یہ ہوئی کہ جب اصحاب رسولؐ کی تعداد انتالیس ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ نے جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اصرار کرنا شروع کیا کہ اب آپ ظہور فرمائیں۔ حضرت نے فرمایا اے ابوبکر ابھی ہم قلیل التعداد ہیں لیکن حضرت ابوبکرؓ نہیں مانے اور اپنا اصرار بڑہاتے رہے۔ یہانتک انکا اصرار بڑہکر بالآخر حضرتؐ نے نواحی مسجد میں ظہور فرمایا اور حضرت ابوبکرؓ نے خطبہ پڑہنا شروع کیا اور یہ پہلا خطبہ تھا جو خدا و رسولؐ کی دعوت کے متعلق پڑہا گیا۔ جناب رسولخداؐ خموش بیٹھے ہوئے تھے۔ اسپر گروہ مشرکین میں جو لوگ موقع پر موجود تھے اسقدر ہیجان ہوا کہ وہ سب کے سب حضرت ابوبکرؓ اور دیگر مسلمانوں پر جو موجود تھے۔ ایکبار ٹوٹ پڑے عتبہ بن ربیعہ فاسق نے حضرت ابوبکر کے قریب آکر پاؤں سے جوتے نکالے جو پیوند دار تھے اور اس ترکیب سے مارنا شروع کیا کہ جدہر پیوند ہوتا تھا اوسی کو چہرے کیطرف گہما دیتا تھا جس سے حضرت ابوبکر کا چہرہ ایسا سوج گیا تھا کہ چہرے پر ناک نہیں معلوم ہوتی تھی۔ اس اثنا میں بنو تیم انکے قبیلہ والے آگئے اور مشرکین سے چھڑا کے ایک چادر میں اوٹھا کر انکو گھر لیگئے۔

حضرت ابوبکرؓ کتمان ایمان کی مصلحتوں کو نہیں سمجھتے تھے اس لئے اونھوں نے اسکے اظہار پر اصرار فرمایا حالانکہ جناب رسولخدا ام

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اخفاء وکتمان کی مصلحتون کو سمجھکر انکو انکے غلط اصرار سے برابر سمجھاتے رہے لیکن چونکہ یہ راز دار قدرت اور واقف کار حقیقت نہین تھے۔ اس لئے نہ مانے نتیجہ یہ ہوا کہ خود بھی مصیبت مین پڑے اور دیگر مسلمانون کے لئے مصائب و شدائد کا فتح الباب کر گئے۔

یہ تو تبلیغ اسلام کے جذبات مین معتقدین کی بیجا مبادرت قریش کی اشتعال طبعی خصومت اور اذیت اہل اسلام وبانی اسلام کا باعث ثابت ہوئی ایسی کے ایک دوسرا امر ناعاقبت اندیشانہ طریقہ سے سعد ابن ابی وقاص کے ہاتھون اسلام کی تعمیل واجبات کے متعلق سرزد ہوا۔ جو اوسی تاریخ کی مفصلہ ذیل عبارت سے ظاہر ہے۔

وکان اصحاب رسول اللہ صلعم اذا صلوا ذھبوا الی الشعاب فاستخفوا من قومھم فبینما سعد بن ابی وقاص فی نفر من اصحاب النبی صلعم فی شعب من شعاب مکۃ اذ اظھر علیھم نفر من المشرکین وھم یصلون فناکروھم وعابوا علیھم ما یصنعون حتی قاتلوھم فاقتتلوا فضرب سعد بن ابی وقاص رجلا من المشرکین بلحی من جملھا فشجہ فکان اول دم اھریق فی الاسلام۔

اصحاب رسول خدا صلعم اس زمانہ مین جب نماز پڑھتے تو پہاڑون کی دَرون مین جاکر اپنی قوم سے چھپکر نماز پڑھا کرتے تھے ایکمرتبہ سعد بن ابی وقاص صحابہ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ اودھر سے کفار قریش کا گذر ہوا۔ انلوگون نے انکی نماز پر استہزا و تمسخر کیا۔ یہانتک کہ جانبین سے لڑائی کی نوبت پہونچ گئی چنانچہ سعد بن ابی وقاص نے اونٹ کی ہڈی اوٹھا کر ایک کافر کو مارا جس سے اوسکا سر زخمی ہو گیا یہ پہلا خون ہے جو اسلام مین بہایا گیا۔ جلد دوم ص ۲۱۶

عبد اللہ ابن مسعود صحابی نے بھی آوائل اسلام مین ایسے ہی جرأت بیجا کی تھی جسکی مفصل کیفیت ہم تاریخ طبری کی عبارت سے ذیل مین لکھتے ہین۔

اجتمع یوما اصحاب رسول اللہ صلعم فقالوا واللہ ما سمعت قریش ھذا القرآن یجھر لھا بہ قط فمن رجل یسمعھموہ فقال عبد اللہ بن مسعود انا قالوا انا نخشاھم علیک انما نرید رجلا لہ عشیرۃ یمنعونہ من القوم ان ارادوہ فقال دعونی فان اللہ سیمنعنی قال فغدا ابن مسعود حتی اتی المقام فی الضحی وقریش فی انديتھا حتی قام عند المقام ثم قال بسم اللہ الرحمن الرحیم رافعا بھا صوتہ الرحمن علم القرآن خلق الانسان علمہ البیان ثم استقبلھا یقرءھا فیھا قالوا تاملوا وجعلوا یقولون

ایکبار اصحاب جناب رسولخدا صلعم جمع ہوئے اور آپس مین کہنے لگے کہ ابھی تک قریش نے بلند اور واضح آواز سے قرآن نہین سنا ہی ہم مین سے کون ایسا شخص ہے جو اونکو قرآن بلند آواز سے جاکر سنا دے عبد اللہ ابن مسعود رض بولے وہ مین ہون۔ اصحاب نے کہا تمہاری طرف سے ہمکو خوف ہی اسلئے کہ قریش مین سے کوئی صاحب قبیلہ اوٹھکر تمہارے ارادہ مین تمہارا ساتھ مزاحمت کرے اور تمکو باز رکھے۔ عبد اللہ بولے۔ آپ حضرات مجھے چھوڑ دین خدا میری اعانت کریگا صبح ہوئی تو حرم محترم مین گئے اور مقام ابراہیم پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے بسم اللہ کہی اور سورہ رحمان کی تلاوت شروع کی جب قریش نے سنا تو کہنے لگے کہ ابن ام عبد (عبد اللہ ابن مسعود کا لقب ہی) کیا کہتا ہے سنو تو لوگون نے کہا یہ تو وہی چیز ہے جو محمد صلعم

ما يقول ابن ام عبد ثم قالوا انه ليتلو بعض ما جاء
به محمد فقاموا اليه فجعلوا يضربون فى وجهه وجعل
يقرء حتى بلغ منها ما شاء الله ان يبلغ ثم انصرف
الى اصحابه وقد اثروا بوجهه فقالوا هذا الذى
خشينا عليك قال ما كان اعداء الله اهون علىّ منهم
الان لئن شئتم لاغادينهم غدا بمثلها قالوا لا حسبك
فقد اسمعتهم ما يكرهون ـ تاریخ طبری مطبوعہ جرمن صفحہ ۱۱۸۶

ان لوگون کے زعم کے مطابق نازل ہوئی ہے یہ سنتے ہی تمام قریش اُٹھ کھڑے ہوئے اور عبد اللہ ابن مسعود کے منہ پر سب ملکر مارنے لگے لیکن جہانتک خدا کو ان سے تلاوت قرآن کرانی منظور تھی یہ تلاوت کرچکے جب طلاوت کرچکے تو اصحاب رسول صلعم کے پاس واپس آئے۔ چہرہ پر مار کا نشان بالکل نمایان تھا۔ اصحاب اس حالت سے انھین دیکھکر کہنے لگے کہ ہمکو تمہاری نسبت اسی بات کا اندیشہ تھا عبد اللہ نے کہا کہ دشمنان خدا کی طرف سے یہ امر مجھے بالکل آسان معلوم ہوتا ہے۔ اگر آپ لوگ چاہین تو پھر کل مین اسی طرح کر دکھلاؤن۔ اصحاب نے کہا نہین یہی کافی ہے جس چیز سے وہ کراہیت کرتے تھے وہ تم نے اونکو سُنا دی۔

شبلی صاحب نے بھی اسواقعہ کو اسی حوالہ سے لکھا ہے لیکن اپنے اختصار کے قدیم پیرایہ مین طبری کا حوالہ بھی غلط دیا ہے صفحہ ۱۱۸ کی جگہ ۱۱۸۶ ہونا چاہیئے۔ سیرۃ النبی ج ۱ ص ۱۷۱

یہ واقعات بتلا رہے ہین کہ اسلام کے ابتدائی عقیدتمندون اور معمول پسندون نے۔ راز دار رسالت کے مصالح قیمتی کی قدر و عظمت نہین کی۔ اس لئے کہ وہ اسکے حقیقت شناس نہین تھے اسلامی محدثین و مورخین کے خلوص عقیدت اسوقت ان حضرات کے اِن طرزِ عمل کو جیسا کچھ مستحسن نہ بتلایا ہین۔ اور اونمین سے ایک کو اسلام کا خطیبۂ اول اور دوسرے کو حملۂ اول نہ ظاہر فرمایئن۔ وہ اونکے حُسن عقائد سے متعلق ہے لیکن بخلاف اسکے جب ایک عاقبت بین اور مآل اندیش محقق اِن واقعات پر نگاہ غور ڈالے گا تو اوسکو صاف طور سے معلوم ہوجائیگا کہ اون کے یہ محاسن عقائد باعث مفاسد تھے اونکی یہ مبادرت محض بیجا۔ بیوقت اور بالکل نازیبا تھی۔ یہ ہمت و حوصلہ صریح اشتعال انگیزی تھی اور فتنہ خیزی۔ رسول باربار ان پرجوشیون کے اظہار سے منع فرماتا تھا۔ خدا اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ کہکر معاملات کفار سے کنارہ کشی کی تاکید کر رہا تھا لیکن یہ پُرجوش عقیدتمند کسیکی بھی نہین سُنتے جلتی آگ کے شعلون کو اپنے ہاتھون سے بھڑکاتے ہین اور اُس مین آپ ہی آپ گرے جاتے ہین۔ ان بیجا جراتون کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تمام قریش کے غیض و غضب مین ایک ہیجانی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے۔ اور اسلام و بانی اسلام علیہ السلام کیطرف سے جو وہ ابتک خموشانہ اور غیر سروکارانہ روش اختیار کئے ہوئے تھے اور اسوقت تک اپنے انکار و اکراہ کو صرف جاہلانہ طعن و تشنیع اور وحشیانہ استہزا و تمسخر تک محدود کئے تھے ان واقعات سے اتنا متاثر ہوئے کہ اسلام اور پیغمبر اسلام کی کُھلی کُھلی عداوت اور مخاصمت پر بڑی مستعدی سے آمادہ ہوگئے۔ اور گویا اسیوقت سے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام مسلمانون پر بلاؤ مصیبت کی فتح الباب ہو گئے

شبلی صاحب نے اِن واقعات کو سرے سے مرفوع القلم فرما دیا ہے۔ گویا تاریخی واقعات کی حیثیت ہی نہین رکھتے۔ حالانکہ اِن حالات کو تاریخون سے زیادہ حدیثون نے بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ صاحب تاریخ الخمیس نے ان کو

حدیث کی مشہور و معروف کتاب المنتقی سے نقل کیا ہے - جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اخفا و انزوائی یہ سہ سالہ مدت جس حزم و احتیاط - ہوشیاری اور بیداری سے کاٹی وہ آپ کے استقلال اور ہمت کے کافی ثبوت ہیں - فی الحقیقت یہ رسالت ہی کی ذمہ داری اور نبوت ہی کی قوت و پاداری تھی - اپنی جان کی حفاظت مسلمانوں کے جان و مال کی نگرانی کفار قریش کی مجنونانہ تعریض اور مغرورانہ طعن و تشنیع پر سکوت و خموشی - مزید براں - پرجوش عقیدت مندوں کی بیجا مبادرت اور نازیبا جرأت و ہمت کا ضبط و بسط اتنی اہم ضروریات اور مشکلات کو جناب رسول خدا صلعم بالنفس النفیس تنہا رہکر من احسن الوجوہ طے فرماتے رہے - چنانچہ شبلی صاحب بھی اتنا ضرور اعترافاً لکھتے ہیں -

تین برس تک آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے نہایت رازداری کے ساتھ فرض تبلیغ ادا کیا - ص ۱۵۳

نبوت کا چوتھا سال دعوت قریش

سہ سالہ رسالت اخفا کے انقضا کے بعد - مدبر قدرت نے وقتی تناسب اور مصالح پر نظر کر کے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو انذر عشیرتک الاقربین (اپنی قریب کے رشتہ داروں کو عذاب خدا سے ڈراؤ -) کا حکم محکم نازل فرمایا - جو لوگ تحقیق پسند ہیں اور حقیقت شناس - وہ قدرت کے اِن نظام بالتدریج کی مصلحت و خوبی کو کافی طور سے سمجھتے ہیں حقیقت یہ ہی کہ ایسے نازک وقت میں تبلیغ مذہب کی ادا کاری بالکل رازداری تھی - ہر خاص و عام سے اظہار و اعلان قیام اسلام کیلیے باعث نقصان تھا اور بانی اسلام کیلئے خطرہ جان - بنا برین ابتدا ہی سے اسکے اظہار تبلیغ اور اقرار و تصدیق کا سلسلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے خاندان میں اون ذوات مقدسہ سے آغاز کیا گیا جو آپ سے اقرب ترین تھے اور جنکے خلوص ایمان اور وثوق عہد و پیمان پر خدا اور رسول ص کو یقین تھا وہ بزرگوار - حضرت خدیجہ آپ کی بی بی تھین - آپکے برادر کے بھائی حضرت علی مرتضیٰ اتھی گھر کے پروردہ خاص زید ابن حارثہ تھے - انھیں حضرات سے بالاتفاق جمہور تبلیغ اسلام کی ابتدا فرمائی گئی - ان بزرگوار دن نے فوراً تصدیق رسول ص کر لی اور سب لوگوں سے پہلے مشرف با سلام ہوئے -

مشیت خداوندی نے وہی نظام مصلحت جو ابتدائے تبلیغ میں جاری فرمائے تھے اسوقت بھی نافذ فرمائے اگرچہ اظہار تبلیغ اور اعلان دعوت اسلام کا (انذر عشیرتک الاقربین) حکم صادر ہوچکا تھا - لیکن تاہم اسکے نفاذ کا آغاز بھی اپنے خاص اعزہ و اقارب سے کئے جانے کا خاص طور پر فرمان دیا - اس لئے کہ یگانون پر بیگانون سے زیادہ اعتماد ہوتا ہے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بھی اس حکم خداوندی کی حسب مستعدی اور سرگرمی سے تعمیل فرمائی اسکو ضرور تاہم پہلے شبلی صاحب کی عبارت میں حسب ذیل نقل کرتے ہین اور پھر اوسکے بعد منقدانہ طریقہ سے اصل واقعہ کا انکشاف حقیقت کرتے ہین - صحیح بخاری ص ... کے حوالہ سے لکھا جاتا ہے ،

آنحضرت صلعم نے کوہ صفا پر چڑھ کر پکارا یا معشر قریش لوگ جمع ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ اگر مین تم سے کہوں کہ پہاڑ کی جانب سے ایک لشکر آ رہا ہے

تو تم کو یقین آئیگا؟ سب نے کہا ہاں۔ کیونکہ ہم نے تمکو ہمیشہ سچ بولتے دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا تو میں کہتا ہوں کہ اگر تم ایمان نہ لاؤ گے تو تمپر عذاب شدید نازل ہوگا۔ یہ سنکر سب لوگ جن میں آپ کا چچا ابولہب بھی تھا سخت برہم ہوکر چلے گئے۔

چند روز کے بعد آپ نے حضرت علیؑ سے کہا کہ دعوت کا سامان کرو۔ یہ درحقیقت اسلام کی تبلیغ کا پہلا موقع تھا۔ تمام خاندان عبدالمطلب مدعو کیا گیا۔ حمزہؓ۔ ابوطالبؑ اور عباسؓ سب شریک تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھانے کے بعد کھڑے ہوکر فرمایا کہ میں وہ چیز لیکر آیا ہوں جو تمہارے دین و دنیا دونوں کو کفیل ہے اس بارگران کے اٹھانے میں کون میرا ساتھ دیگا۔ تمام مجلس میں سناٹا تھا۔ دفعتاً حضرت علیؑ نے اٹھکر کہا گو مجھکو آشوب چشم ہے۔ گو میری ٹانگیں تپلی ہیں اور گو میں سب سے نوعمر ہوں۔ تاہم میں آپ کا ساتھ دونگا۔ قریش کے لئے ایک حیرت انگیز منظر تھا کہ دو شخص جن میں ایک سیزدہ سالہ جوان ہے۔ دنیا کی قسمت کا فیصلہ کر رہے ہیں۔ حاضرین کو بیساختہ ہنسی آگئی لیکن آگے چلکر زمانہ نے بتلا دیا کہ یہ سراپا سچ تھا۔ جلد ۱ ص ۱۵۴

ظاہر ہے کہ شبلی صاحب نے اس واقعہ کو صرف صحیح بخاری سے نقل کیا ہے۔ اور کسی تفسیر۔ حدیث اور تاریخ کی کتاب سے نہیں اسلئے کہ آپ کے اصول موضوعہ کے مطابق جس کا عنوان جو ...... آپ نے دیباچہ ہی سے اوٹھایا ہے۔ بخاری سے بڑھکر کوئی دوسری کتاب معتبر نہیں تھی۔ اسکے مقابلہ میں سیرت و تاریخ تو سرے سے فروتر ہیں تو انکا ذکر ہی بیکار ہے۔ ایسے ہی تفسیر حدیث یہانتک کہ بقیہ خمسہ صحاح بھی اسکے مقابل نہیں ہیں گو آپ کے اس طلسم بخاری کی حقیقت ہم آپ کے دیباچہ کے تبصرہ میں پورے طور سے دکھلا چکے ہیں۔ لیکن خاص اس روایت بخاری کی حقیقت حاشیہ زیرین صفحہ کی عبارت میں پوری تفصیل سے لکھتے ہیں۔

لہ چونکہ صحت بخاری کا طلسم شبلی صاحب نے دیباچہ کتاب ہی سے اس غرض و غایت سے باندھا تھا کہ ان عظیم الشان واقعات فضائل و مناقب حضرت علی مرتضیٰ اور جناب رسولخدا کے ساتھ آپ کی افضل ترین قربت۔ رفاقت اور نصرت و حمایت اور نیز اسلام کے ساتھ آپ کی مربیانہ اور محسنانہ شفقت اور خدمت پر پورے طور سے نقاب افگنی کی جائے جس سے دنیائے صحابیت میں مساوات اور تعمیم کے غلط اصول قایم و ثابت ہوں اس بنا پر اس واقعہ کو اور اسکے ایسے تمام واقعات اسلامی کو انواع اقسام کی صنعت و حرفت اور مختلف وضع و قماش کی قلمکاری سے حتی الامکان مٹایا ہی گیا یا ہے اور چھپایا ہے جیسا کہ اس واقعہ اور آیندہ تمام واقعات کے متعلق ہماری تنقیدی عبارت زیر حاشیہ سے پورے طور پر ظاہر ہوگا۔ ہم نے بخاری کے استخفاف اور اختصار واقعہ کے خلاف جن علمائے کبار کی تصنیفات سے اسکے تفصیلی حالات لکھے ہیں۔ اگرچہ اون حضرات کی شہرت اور اعلمیت کسی توثیق کی محتاج نہیں ہے لیکن تاہم اصول کلام اور مزید اطمینان کی غرض سے ہم اونکی توثیق مفصلہ ذیل عبارت حاشیہ میں قلمبند کرتے ہیں ہم نے امام نسائی کے خصائص کی عبارت سب سے پہلے لکھی ہے اس بنا پر پہلے اونکی توثیق ملاحظہ ہو۔

توثیق امام نسائی۔ امام سبکی طبقات الشافعیہ میں لکھتے ہیں۔ قال ابن الطاهر المقدسی سألت سعد بن علی الزنجانی عن رجل ثقة فقلت ضعفه النسائی فقال یا بُنیّ ان لابی عبد الرحمن شرطا فی الرجال اشد من شرط البخاری۔ ابن طاہر مقدسی نے سعد بن علی بن زنجانی سے ایک راوی حدیث کا حال پوچھا اوسنے اوسکی توثیق کی میں نے کہا نسائی نے تو اسکو ضعیف کہا ہے تو سعد نے کہا اے میرے بیٹے عبدالرحمن نسائی کے شرائط رجال بخاری سے زیادہ سخت ہیں۔ اسی طرح طبقات الحفاظ امام سیوطی میں ہے قال الذهبی هو احفظ من مسلم بن حجاج

شبلی صاحب اور اون کے اسلاف۔ بخاری وغیرہم کی اصلی غرض مدعا۔ ان ترکیبون سے کیا تھی؟ وہی حضرت علیؑ کے فضائل و مناقب کا استخفاف۔ اگرچہ سواد اعظم مین یہ مواد عالمگیر ہے لیکن امام بخاری صاحب اس مرض مین آغاز ہی سے مبتلا ہین۔ اور اسکے ساتھ آپ کو شغف خاص ہے ہم دعوت قریش کے واقعہ کو۔ صحاح۔ مسند۔ سنن۔ تفسیر۔ اور تاریخ کی اصلی عبارتون کے ساتھ ذیل مین نقل کرتے ہین جس سے معلوم ہوجاویگا کہ واقعہ کیا ہے اور بخاری صاحب لکھتے ہین کیا۔ سب سے پہلے ہم امام نسائی کے خصائص سے جو اونکی صحیح مین داخل ہے۔ اسکی حقیقت کا انکشاف کرتے ہین۔

عن ربيعة بن ناجذ ان رجلا قال لعلى ابن ابيطالب يا امير المؤمنين لم ورثت ابن عمك دون عمك قال جمع رسول الله صلى الله عليه واله وسلم بنى عبد المطلب فصنع لهم مدا من الطعام قال فاكلوا حتى شبعوا فبقى الطعام كما هو كان لم يمس ثم دعا بغمر فشربوا حتى ترووا وبقى الشراب كان لم يمس ولم يشرب فقال يا بنى عبد المطلب انى بعثت اليكم خاصة والى الناس عامة وقد رايتم ايكم يبايعنى على ان يكون اخى وصاحبى ووارثى فلم يقم

ربیعہ بن ناجذ سے مروی ہے کہ کسی نے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ ہی کیون وارث رسولؐ ہوئے اور آپ کے چچا وارث رسولؐ نہ ہوئے۔ تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ رسولؐ اللہ نے خاندان عبدالمطلب کو بلا کر دعوت دی۔ ایک مد طعام اور ایک پیالہ پانی سے سب کو سیر کر دیا اور کھانا باقی اوسی طرح بچرہا پھر فرمایا اے بنی عبدالمطلب ہم تمہاری طرف خاص طور پر مبعوث ہوئے ہین۔ اور لوگون کیلئے عام طور سے۔ تو کون شخص تم مین سے ہماری بیعت کرتا ہے۔ اس شرط پر کہ وہ ہمارا وارث ہو اور ہمارا صاحب ہو اور ہمارا بھائی ہو یہ ارشاد سنکر کوئی بھی کھڑا نہین ہوا ہم ہر بار کھڑے ہوئے

باقی عبارت حاشیہ ذہبی کہتے ہین کہ وہ نسائی) مسلم بن الحجاج (صاحب صحیح مسلم) سے زیادہ حافظ حدیث تھے۔ علامہ عبدالباقی زرقانی اپنی شرح مین لکھتے ہین النسائی ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب الخراسانی ثم المصری الحافظ احد ائمة المبرزين والاعلام الطوائفين والحفاظ المتقنين حتى قال الذهبى هو احفظ من مسلم ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب خراسانی بعدہ مصری یکے از ائمہ معتبرین علمائے مکرمین اور حفاظ متبحرین مین سے ہین اور بقول ذہبی مسلم سے زیادہ حافظ حدیث ہین۔ علامہ سیوطی تدریب الراوی مین جسکے اکثر حوالے شبلی صاحب نے بھی سیرۃ النبی مین دیے ہین۔ لکھتے ہین۔

قال ابن طاهر المقدسى شرط البخارى ومسلم ان يخرجا الحديث المجمع على ثقة رجاله الى الصحابى المشهور قال العراقى وليس ما قاله بجيد لان النسائى ضعف جماعة اخرج لهم الشيخان اواحدهما۔ ص ۳۰۔ ابن طاہر کہتے ہین کہ شرط بخاری ومسلم یہ ہے کہ وہ ایسی حدیثین روایت کرتے ہین جنکے رجال موثق ہون یا صحابہ کا اجماع ہو۔ عراقی کہتے ہین یہ درست نہین کیونکہ نسائی نے بہت سے ایسے راویون کو ضعیف کر دیا ہے جن سے بخاری ومسلم نے روایت کیا۔ یا صرف بخاری نے یا صرف مسلم نے روایت کی ہے۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ ہم نے یہ روایت خصائص نسائی سے نقل کی ہے یہ صحیح نسائی سے اس بنا پر ہمارا فرض ہے کہ ہم ثابت کر دین کہ خصائص بھی داخل صحیح ہے اور یہ کہ خصائص اوسی صحیح کا ایک جزو خاص ہے اور ایک ہی شے ہے اسکے ثبوت مین ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ابن حجر کی مفصلہ ذیل عبارت۔ وكانه لم يقف عليها والله الموفق (المزى) وافرد عمل يوم وليلة للنسائى عن السنن وهو من جملة كتاب السنن فى رواية ابن الاحمر وابن السيار وكذلك افرد خصائص علىؑ وهو من جملة المناقب فى رواية ابن السيار

الیہ احد فقمت الیہ وکنت اصغر القوم قال اجلس ثم
قالت ثلاث مرات کل ذٰلک اقوم فیقول اجلس حتی
کان فی الثالثۃ ضرب بیدہ علی یدی ثم قال فذلک
ورثت ابن عمی دون عمی　حضائص مطبوعہ مصر جلد ۹ ص ۶۵

حالانکہ ہم سب سے چھوٹے تھے حضرت نے تین بار اس کلام کا اعادہ کیا
لیکن کوئی شخص بجز میرے نہ کھڑا ہوا ہم ہی ہر بار کھڑے ہوئے۔ تو حضرت صلعم
نے اپنا دست مبارک میرے ہاتھ پر مارا حضرت علی بیان فرماتے ہیں کہ ہم
اسی سبب سے اپنے ابن عم کے وارث ہوئے۔ نہ ہمارے عم بزرگوار خصائص مطبوعہ مصر

صحیح بخاری کی عبارت مندرجہ بالا سے خصائص نسائی کی موجودہ عبارت کو ملایا جاوے تو معلوم ہو جائیگا کہ بخاری صاحب نے اپنی خود غرضی سے اس واقعہ کو کیسے مبہم اور مہمل طریقہ سے بیان فرمایا ہے اور اصل واقعہ کو جس سے حضرت علیؑ کی رفاقت نبوی کے حقیقی قول و قرار اور جناب مخبر صادق کی زبانی اونکے مراتب و مدایح کے اظہار ہوتے تھے۔ بالکل مرفوع القلم کر دیا گویا انکا وقوع ہوا ہی نہیں تھا۔

اب مسند امام حنبل کی عبارت ذیل میں ملاحظہ ہو
حدثنا عبد اللہ ثنا ابی اسود بن عامر ثنا شریک عن
الاعمش عن المنہال عن عباد عن عبد اللہ الاسدی
عن علیؑ قال لما انزلت ہذہ الاٰیۃ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ
الْاَقْرَبِیْنَ قال جمع النبیؐ من اہل بیتہ فاجتمع ثلثون

عبد اللہ ابی اسود سے۔ ابی اسود عامر سے۔ عامر شریک سے شریک
اعمش سے۔ اعمش منہال سے منہال عباد سے۔ عباد عبد اللہ اسدی
سے عبد اللہ حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ جب آیہ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ
الْاَقْرَبِیْنَ نازل ہوا تو جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے
گھر کے لوگوں کو جمع کیا وہ لوگ تیس آدمی تھے۔ انلوگوں کی ضیافت

بقیہ حاشیہ
ولم یفرد التفسیر وھو فی روایۃ حمزۃ وحدہ ولا کتاب الملئکۃ ولا الاستعاذۃ والطب وغیر ذٰلک وقد تفرد بذلک راود راؤ فما تبین لی وجہ افرادہ الخصائص وعمل یوم اللیلۃ۔ مزی مصنف تہذیب نے نسائی کی کتاب عمل یوم ولیلۃ کو علحدہ کیا حالانکہ بروایت ابن احمر و ابن سیار وہ بھی کتاب السنن سے ہے۔ اسی طرح خصائص جناب علی مرتضیٰ کو بھی علیحدہ کیا حالانکہ وہ منجملہ جزو مناقب ہے اور نہ علحدہ کیا تفسیر کو نہ کتاب الملائکہ کو نہ کتاب الاستعاذہ کو اور نہ کتاب الطب کو جسکے متعلق ایک ایک راوی منفرد ہوا نسائی سے تو ہمکو اسکی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوئی کہ کتاب الخصائص اور عمل یوم واللیلہ کو کیوں اصل کتاب سے علحدہ کیا گیا۔ تہذیب التہذیب جلد اصفحہ ۶

اب اسکے بعد یہ بھی سن لیا جاوے کہ فضائل علیؑ کا لکھنا انکے وقت میں اتنا بڑا جرم عظیم تھا کہ سوائے قتل کے اوسکی دوسری سزا ہی نہیں تھی۔ چنانچہ نسائی غریب بھی اسی چھپیٹ میں آگئے اور اسی خصائص کے لکھنے کی وجہ سے انکی جان گئی۔ ان کا پورا قصہ ابن حجر کی زبانی ذیل میں ملاحظہ ہو۔ قال ابن عباس سمعت المنصور الفقیہ واحمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی یقولان ابو عبد الرحمن امام من المسلمین وقال محمد بن سعید الباوردی ذکرت النسائی لقاسم المطرز فقال ھو امام ویستحق ان یکون اماما وقال ابو علی النیشاپوری سمعت النسائی الامام بلا مدافعۃ وقال فی موضع رأیت من ائمۃ الحدیث اربعۃ فی زمانی واسفاری اثنان بنیشاپور محمد بن اسحٰق وابراھیم بن ابی طالب والنسائی بمصر وعبدان فی الاھواز وقال مامون المصری خرجنا الی طرطوس واجتمع من الحفاظ عبد اللہ بن احمد ومربع وابو الاذان وکیلجۃ وغیرھم فکتبوا کلھم بانتخاب النسائی وقال ابو الحسین

فاکلوا واشربوا فقال لهم من یضمن عنی دینی و مواعیدی ویکون معی فی الجنۃ ویکون خلیفتی فی اهلی فقال رجل لم یسمه شریك یا رسول اللہ صلعم ان کنت بحرا من یقوم بهذا ثم قال الآخر قال فعرض ذلك علی اهلبیته فقال علی اهلبیته فقال علیؑ انا جاء

کیلئی - اور تمام لوگون نے ملکر کہایا پیا - پہر آپ نے اون لوگون کو مخاطب کرکے کہا کہ تم مین سی کون شخص ضامن ہوتا ہے کہ میرے قرض کو ادا کرے میرے وعدونکو پورا کرے اور میرے ساتھ بہشت مین رہے اور میرا خلیفہ ہو حاضرین مین سے ایک شخص جسکا نام راوی نے نہین لیا اوٹھ کہڑا ہوا اور کہنے لگا کہ آیا یہ کیا ضروری ہے کہ ایک ایسا شخص ضامن کہڑا کیا جاوے آپ نے فرمایا ہان - پہر آپ نے اُسی ارشاد کو اپنے گہر والون پر عرض کیا - بالآخر حضرت علی نے اُٹھکر کہا کہ وہ مین ہون

اگرچہ اِس حدیث مین بہی حقیقت واقعہ پوری تفصیل سے نہین ہے لیکن وہ الفاظ موجود ہین جنکے پڑہنے لکہنے اور سُننے سے امام بخاری اور اونکے معتقدین کو وحشت ہوتی ہے کیونکہ اوسمین خلافت علی کا اظہار و اقرار ہے -

کنز العمال فی سُنن الاقوال والاحوال جلد ۶ ص ۳۹۷ مین اسکی صورت واقعہ یون تحریر ہے -

عن علیؑ قال لما نزلت هذہ الایة وَاَنذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ علی رسول اللہ صلی اللہ علیه و آله وسلم فقال یا علیؑ ان اللہ امرنی ان انذر عشیرتی الاقربین فضقت بذلك ذرعا وعرفت انی متی اباد یهم بهذا الامر اری منه ما اکرہ فصمت علیها حتی جاءنی جبرئیل

حضرت علی مرتضیٰؑ سے مروی ہے کہ جب آیۂ وَاَنذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ جناب رسولخدا صلی اللہ علیه وآله وسلم پر نازل ہوا تو آپ نے مجہسے ارشاد فرمایا کہ یا علیؑ مجہے خدا نے حکم دیا ہے کہ مین اپنی قریبی رشتہ دارون کو عذاب الٰہی سے ڈراؤن لیکن مین نے اس مین چندے توقف کیا اسوجہ سے کہ مجہے گمان ہوا کہ وہ میری ہدایت سے اکراہ کرینگے اور میری بات

من المظفر سمعت مشائخنا بمصر یعترفون لابی عبد الرحمن النسائی بالتقدم والامامة ویصفون من اجتهادہ فی العبادة باللیل والنهار ومواظبته علی الحج والجهاد واقامة السنن الماثورة واحترازہ عن مجالس السلطان وان ذلك لم یزل الی ان استشهد و قال الحاکم سمعت علی بن عمر الحافظ غیر مرة یقول النسائی افقه مشائخ مصر فی عصرہ واعرفهم بالصحیح والسقیم واعلمهم بالرجال فلما بلغ هذا المبلغ حسدوہ فخرج الی الرملة فسئل عن فضائل المعویة فامسك عنه فضربوہ فی الجامع فقال اخرجونی الی مکة فاخرجوہ وهو علیل وتوفی مقتولا شهیدا فقال ابو بکر المامونی سألت عن تصنیفه کتاب الخصائص فقال دخلت دمشق والمنحرف بها عن علی کثیر فصنفت کتاب الخصائص رجاء ان یهدیهم اللہ ثم صنف بعد ذلك کتاب فضائل الصحابة وقرءها علی الناس وقیل له وانا [illegible] لا تخرج فضائل معویة فقال ای شیٔ اخرج اللهم لا تشبع بطنه وسکت السائل - توفی سنہ ۳۰۳ھ

خلاصۂ ترجمہ یہ ہے کہ ابو علی نیشاپوری کہتے ہین کہ نسائی ائمۃ المسلمین سے تہے - پہر کہتے ہین کہ نسائی امام ہین بلا مدافعت - دوسرے مقام پر کہا کہ ہم نے چار آدمیون کو ائمہ حدیث سے دیکہا ہے - محمد بن اسحاق ابراہیم بن ابیطالب نسائی مصر مین - عبدان اہواز مین - مامون مصری کہتے ہین کہ حفاظ حدیث سے عبد اللہ بن احمد - مربع - ابو الاذان کلیجہ وغیرہ جمع ہوئے سب نے کہا نسائی سے انتخاب لکہا کرو - ابو الحسین بن مظفر کہتے ہین ہمارے

فقال یا محمد ان لم تفعل ما تؤمر به یعذبک ربک فاصنع لی
صاعا من طعام واجعل علیه رجل شاة واملاء لنا عسا
من لبن ثم اجمع لی بنی عبد المطلب حتی اکلمهم وابلغ
ما امرت به ففعلت ما امرنی به ثم دعوتهم وهم یومئذ
اربعون رجلا او ینقصونه فیهم اعمامه ابو طالب وحمزة
والعباس وابو لهب فلما اجتمعوا الیه دعانی بالطعام
الذی صنعته لهم فجئت به فلما وضعته تناول النبی
صلی الله علیه واله وسلم خسیت حزیة من اللحم فشقها
باسنانه ثم القاها فی نواحی الصحفة ثم قال کلوا
بسم الله الرحمن الرحیم فاکل القوم حتی نهلوا عنه
ما تری الا اثار اصابعهم والله ان کان الرجل الواحد منهم
لیاکل مثل ما قدمت لجمیعهم ثم قال اسق القوم یا علی

تا نین گے اس بنا پر مین خموش رہا تھا اینکہ پھر جبرئیل نازل ہوئے اور کہنے لگے
خدا فرماتا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر تم نے ایسا نہیں کیا جیسا ہم نے
تم کو حکم دیا ہے تو تم پر تمہارے رب کی طرف سے عذاب کیا جاویگا پس تم
(اے علیؑ) بقدر ایک صاع (یعنی تین سیر پختہ) طعام (روٹیاں) تیار کرو
ایک بکری کا گوشت پکالو۔ اور ایک کاسہ شیر مہیا کرلو۔ اور تمام بنی عبد المطلب
کو ضیافت مین بلالاؤ تاکہ مین اسی مجلس ضیافت مین اون سے کلام کرون اور
جو کچھہ اون کے متعلق حکم ہوا ہے اوسکو بجالاؤن اور اون تک پہونچا دون حضرت
علیؑ فرماتے ہین کہ مین نے حضرت رسولخدا صلعم کے مطابق سب سامان مہیا
کردیا اور تمام بنی عبد المطلب کو بلالایا وہ لوگ شمار مین کم وبیش چالیس آدمی
تھے اور اون مین آنحضرت صلعم کے چچا۔ ابو طالب۔ حمزہ عباس ابو لہب
سب ہی موجود تھے۔ جب یہ سب لوگ جمع ہوگئے۔ تو آنحضرت صلعم نے مجھے
وہ کہانا کہلانے کیلئے حکم دیا جو انلوگون کے لئے تیار ہوا تھا مین جب ان
کہانون کو حضرت کے سامنے لایا تو آپ نے ایک پارچہ گوشت اوٹھایا اور
اپنے دندان مبارک سے کاٹ کر طشت مین رکھدیا اور حاضرین سے کہا لیجئے آپ لوگ

بقیہ عبارت حاشیہ۔ مشائخ بزرگ بسبب امامت اور تقدم نسائی کے قائل تھے۔ اور اونکی عبادت وحج و اجتہاد کی تعریف کیا کرتے تھے اور یہ کہ سنن ماثورہ کی اقامت کرتے تھے اور مجالس سلاطین سے پرہیز کرتے تھے۔ یہی اونکے طریقہ اداب و معاشرت قایم رہے۔ یہانتک کہ شہید ہوئے۔

امام حاکم کہتے ہین کہ مین نے حافظ علی ابن عمر کو چند بار کہتے سنا ہے کہ نسائی فقیہ ترین ہین اپنے زمانہ کے مشائخ مین اور سب سے زیادہ اعلم ہین صحیح وسقیم احوال رجال کے۔ یہ جب اس درجہ ومراتب پر فائز ہوئے تو لوگون نے ان سے حسد کیا جس سے وہ رملہ کیطرف چلے گئے وہان لوگون نے ان سے حسد کیا اور فضائل معویہ کو ان سے پوچھا تو انھون نے سکوت اختیار کیا جس پر سب نے مسجد جامع مین ملکر انکو خوب مارا انھون نے کہا کہ ہمکو مکہ لے چلو۔ وہین انھون نے مقتول وشہید ہوکر وفات کی۔ ابو بکر مامون کہتے ہین کہ ہم نے نسائی سے کتاب خصائص کی وجہ تالیف پوچھی تو کہا کہ جب ہم دمشق مین پہونچے تو وہان کے لوگون کو حضرت علی سے منحرف پایا۔ لہذا اس امید پر کتاب لکھی کہ شاید اونکی ہدایت ہو اسکے بعد فضائل صحابہ لکھے اور سب کے سامنے اوسکو پڑھا تو کسی نے پوچھا کہ معاویہ کے فضائل نہین لکھے تو مین نے اوس سے کہا کہ اوسکی فضیلت کیا لکھی جاوے کیا اللھم لا تشبع بطنہ (خدا کبھی اسکا پیٹ نہ بھرے) لکھدیا جاوے۔ یہ سنکر وہ سائل خموش ہوگیا اور مین بھی چپ ہوگیا۔ نسائی نے ۳۰۳ھ مین وفات پائی۔

فضائل علیؑ کو لکھنا اور معاویہ کے فضائل کو نہ لکھنا۔ انکے قتل کا باعث ہوا محققین غور کرین کہ جب فضائل علیؑ کے استخفاف واسقاط کا اہتمام اتنی مدت الایام سے چلے آتے ہین تو چودہ سو برسون کے بعد آج اصلیت اور حقیقت کا صحیح پتا لگانا کتنا دشوار ہے لیکن یہ بھی حضرت علی کی حقیقت کی دلیل واضح ہے کہ اتنے اہتمام اور اتنی مدت ایام کے بعد اونہین کی کتابون سے اصل حقیقت کا انکشاف ہوجاتا ہے۔

فجئتهم بذلك العُس فشربوا منه حتی رووا منه جمیعا و ایم اللہ ان کان الرجل الواحد منهم لیشرب مثله فلما اراد رسول اللہ صلی اللہ علیه و اٰله وسلم ان یکلمهم بدره ابولهب الی الکلام لقد سحرکم صاحبکم فتفرق القوم ولم یتکلم بهم رسول اللہ فقال الغد یا علی ان هذا الرجل سبقنی الی ما قد سمعت من القول فتفرق القوم قبل ان اکلمهم فعد لنا من الطعام بمثل ما صنعت ثم اجمعهم الیّ قال ففعلت ثم جمعتهم ثم دعانی بالطعام فقربته لهم ففعل کما فعل بالامس فاکلوا حتی ما لهم بشئ حاجة ثم قال اسقهم فجئتهم بذلك العس فشربوا حتی رووا منه

تناول فرمائیں۔ پس تمام لوگون نے کہایا اور سیر ہو گئے۔ اور کھانا ویسا ہی کا ویسا بچ رہا اوسمین اونکی ہاتھون کے نشان تک نہین معلوم ہوتے تھے حضرت علی فرماتے ہین کہ قسم ہے اوس خدا کی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہی کہ وہ کہانا جو سب نے مل کر کہایا تھا مقدار مین اتنا کم تہا کہ اکیلا آدمی اوسے کھا جاتا اسکے بعد آپ نے مجھے حکم دیا انھین سیراب کرو مین نے اونھین وہی دودہ کا شربت پلایا اور وہ سب کے سب سیر ہو گئے اور قسم خدا کی وہ ایک آدمی کے پینے کی مقدار تھا۔ اسکے بعد رسول اللہ صلعم نے کلام کرنیکا قصد کیا اس اثنا مین ابو لہب نے اوٹھکر آپ کا قطع کلام کیا اور قوم سے مخاطب ہو کر کہا کہ تمہارے صاحب نے تم پر جادو کیا۔ یہ سننا تھا کہ تمام قوم کے لوگ متفرق ہو گئے۔ دوسرے دن پہر آپنے

بقیہ عبارت حاشیہ۔ دوسری روایت امام احمد بن حنبل کی ہے۔ علامہ سبکی کی کتاب طبقات الشافعیہ کے صفحہ ۱۹۹ سے لیکر صفحہ ۲۰۱ تک امام احمد بن حنبل کی توثیق مین لکھے گئے ہین۔ بخوف طوالت ہم پوری عبارت نہین لکھ سکتے اور نہ تمام ترجمہ کی نقل کر سکتے ہین صرف اوسکے خلاصہ کو اپنی ضرورت کے لئے مناسب اور کافی سمجھ کر قلمبند کرتے ہین۔ کتاب کچھ ایسی نادر نہین ہے۔ حوالہ موجود ہے ہر شخص پوری عبارت دیکھ لے سکتا ہے امام سبکی کہتے ہین (۱) یہ کتاب (مسند امام احمد بن حنبل) ایک اصل ہے اصول سے اس امت کی (۲) یہ اصل کبیر ہے (۳) مرجع وثیق ہی (۴) بہت سی احادیث سے اسکی حدیثین منتخب کی گئی ہین (۵) یہ مسند امام قرار دیگئی ہی (۶) یہ کتاب معتمد علیہ ہے (۷) ملجا ہے (۸) مستند ہی (۹) امام احمد نے کہا ہی کہ مین نے سات لاکھ حدیثون سے اسکو منتخب کیا ہی (۱۰) امام احمد نے کہا کہ جس چیز مین لوگ اختلاف کرین وہ اس کتاب کی طرف رجوع کرین (۱۱) امام احمد نے کہا جو حدیث اسمین نہو وہ حجت نہین ہو سکتی (۱۲) اسکی تمام حدیثین مستند حجت ہین (۱۳) امام احمد نے کہا ہی کہ ہم نے اس کتاب کو امام بنایا ہی (۱۴) جب کسی حدیث مین اختلاف ہو تو اوسی کیطرف رجوع کرو (۱۵) اس مین اونھین لوگون سے روایت لی گئی ہی جنکی صداقت و دیانت ثابت ہی۔ نہ ایسے شخص سی جسمین کوئی طعن ہو۔ (۱۶) سند اور متن مین پوری احتیاط کیگئی ہے (۱۷) اوسی روایت کو وارد کیا ہی جسکی سندین صحیح تہین۔ آخر مین امام سبکی نے امام ابو موسی کا یہ قول لکھا ہی قال امام ابو موسی ومن الدلیل ان ما اودعة الامام مسنده قد احتاط فیه اسنادا ومتنا لم یورد فیه الا ما صح سنده طبقات الشافعی امام سبکی ص ۲۰۲۔ ترجمہ یعنی امام ابو موسی کہتے ہین کہ امام احمد نے اسناد و متن مین بڑی احتیاط کی اور اوسی روایت حدیث کو وارد کیا ہے جسکی سند صحیح ہے۔

حجۃ اللہ شاہ ولی اللہ صاحب رسالہ انصاف مین لکھتے ہین وجعل ای احمد مسنده میزانا یعرف به حدیث رسول اللہ ص فما وجد فیه ولو بطریق واحد من طرقه فله اصل وما لا فلا اصل له ص ۵ امام احمد نے اپنی مسند کو میزان

جمیعا ثم تکلم رسول اللہ صلعم فقال یا بنی عبد المطلب انی واللہ لا اعلم شابا فی العرب جاء قومہ بافضل مما قد جئتکم بہ انی قد جئتکم بخیر الدنیا والآخرۃ وقد امرنی اللہ تعالیٰ ان ادعوکم الیہ فایکم یوازرنی علی ھذا الامر علی ان یکون اخی ووصی وخلیفتی فیکم فاحجم القوم عنھا جمیعا وقلت وانی لاحدثھم سنا وارمصھم عینا واعظمھم بطنا واحمشھم ساقا انا یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اکون وزیرک علیہ فاخذ برقبتی فقال ان ھذا اخی ووصی وخلیفتی فیکم فاسمعوا لہ واطیعوا فقام القوم یضحکون ویقولون لابی طالب قد امرک ان تسمع وتطیع لعلی[4]

مجھے بلاکر حکم دیا کہ یا علی اس شخص نے میرے کلام پر سبقت کی اور قبل اسکے کہ مین کچھ کہون قوم کے لوگ متفرق ہوکر چلے گئے۔ پھر آج تم ویسا ہی کھانا تیار کرو اور پھر سب لوگون کو بلاؤ پس مین نے آنحضرت صلعم کے حکم کے مطابق آج بھی ویسی ہی سامان کئے جو کل کئے تھے۔ اور پھر ان لوگون کو جاکر بُلا لایا۔ جب مین کھانا لیکر آنحضرت کے پاس آیا تو آپ نے پھر وہی عمل کیا جو کل کیا تھا پس تمام لوگون نے وہ کھانا کھایا اور سیر ہوگئے۔ شربت پیا اور سیراب ہوگئے۔ کھانے سے فراغت ہو چکی تو آنحضرت صلعم نے ارشاد کیا کہ اے اولاد عبد المطلب خدا کی قسم مین جوانان عرب مین کسی شخص کو ایسا نہین جانتا جو میری طرح تمہارے لئے دین و دنیا کی خبر لایا ہو۔ خدا نے مجھے حکم دیا ہی کہ مین تمکو اوسکی طرف بلاؤن۔ پس تم لوگون مین سے اس امر خاص مین میری وزارت کون شخص کرتا ہے[6] حضرت علیؑ کا بیان ہے کہ مین اوس مجمع مین کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ صلعم گو مین ان لوگون مین سب سے کمسن ہون گو میری آنکھین پر آشوب ہین گو میرا پیٹ بڑا ہے میرے ساق پا پتلی ہین لیکن با ایںہمہ مین اس امر مین آپ کا وزیر بننے کے مستعد ہون یہ سُنکر آنحضرت صلعم نے میرے شانے پر ہاتھ رکھکر فرمایا کہ لوگو۔ دیکھو تم لوگون مین یہ میرا بھائی ہے۔ یہ میرا وصی ہو اور یہ میرا خلیفہ ہے اسکی باتونکو سنو اور اسکی اطاعت کرو۔ یہ سنکر تمام لوگ ہنستے ہوئے اوٹھکھڑے ہوئے اور حضرت ابیطالب کو مخاطب کرکے بطور تمسخر کہنے لگے آج سے تم اپنے بیٹے علی کے مطیع و منقاد بنائے گئے۔

بقیہ عبارت حاشیہ بنایا ہے جس سے حدیث رسولؐ پہچانی جاتی ہے تو جو طریق حدیث ایک طریق سے بھی اس مین ہے اوسکی تو اصل ہو۔ اور جو نہین ہے اوسکی کوئی اصل نہین۔

ہندوستان کے امام المتکلمین شاہ عبد العزیز صاحب عجالہ نافعہ مین لکھتے ہین۔ حضرت والد ماجد قدس سرہ میفرمایند کہ مسند امام احمد نزد فقیر ازین طبقہ ثانیہ است وے اصل است در معرفت صحیح وسقیم بوے شناختہ می شود۔ حدیثے راکہ آنرا اصل است انانچہ کہ اورا اصل نیست صفحہ ۶۔ تیسری روایت کنز العمال ملا علی متقی کی ہے جس کا اکثر حوالہ شبلی صاحب نے بھی دیا ہے اور جسکے مصنف کی اس سے بڑھکر اور کیا دلیل ہوسکتی ہے کہ حجۃ الہند شاہ ولی اللہ صاحب ونیز شاہ عبد العزیز صاحب نے انکو اپنے شیوخ مین شمار کیا ہے ہم انکی توثیق مین مزید اطمینان کے لئے کتاب کشف الظنون مسمی جمع الجوامع سیوطی کے بعد اس کتاب کا طولانی ذکر کیا گیا ہے صرف اوسکی عبارت کو ذیل مین لکھتے ہین ان الشیخ العلامۃ علاء الدین علی بن حسام الدین الھندی الشھیر بالمتقی رتب ھذا الکتاب الکبیر کما جامع الصغیر وسماہ کنز العمال فی سنن الاقوال والاحوال ذکر فیہ انہ وقف علی کثیر مما دونہ الائمۃ من کتب الحدیث فلم یر فیہ اکثر جمعا منہ حیث جمع فیہ بین الاصول ستۃ واجاد منع کثرۃ الجدوی وحسن الافادہ شیخ علامہ علاء الدین علی ابن حسام الدین ہندی المشہور متقی نے

سلسل اور مفصل حقیقت حال تو یہ ہے جو کنز العمال کی مندرجہ بالا عبارت سے معلوم ہوئی دیکھنے والے خود دیکھ لینگے اور پڑھنے والے خود سمجھ لینگے کہ ایسے مفصل واقعہ کو محض خود غرضی اور تعصب کی بنا پر۔ خواہ مخواہ قطع و برید کرکے کیسا مہمل مبہم اور مختل بنادیا گیا ہے۔

تفسیر معالم التنزیل میں۔ محی السنۃ۔ امام بغوی صاحب مشکوٰۃ المصابیح۔ بیک الفاظ۔ اس تمام واقعہ کو ویسا ہی لکھتے ہیں جیسا کہ کنز العمال سے ابھی ابھی نقل ہو چکا ہے ذیل میں صرف اونکے سلسلہ رواۃ نقل کئے دیتے ہیں۔ مروی محمد ابن

عن عبد الغفار بن القسم عن المنهال عن عمرو عن عبد الله بن الحارث بن عبد المطلب بن عبد الله بن عباس عن علی ابن ابی طالب۔	محمد بن اسحاق عبد الغفار بن قسم سے۔ وہ منہال سے وہ عمرو سے وہ عبد اللہ بن حارث بن عبد المطلب بن عبد اللہ بن عباس سے اور وہ علی ابن ابیطالب سے معالم التنزیل ص ۶۶۳ مبئی۔

بقیہ عبارت حاشیہ۔ اس کتاب عظیم کو اوسیطرح مرتب کیا ہے جیسی کتاب جامع الصغیر سیوطی مرتب کیگئی ہے اور اس کا نام کنز العمال فی سنن الاقوال والاحوال رکھا گیا ہے اسمین بہت سی ایسی حدیثوں کا ذکر کیا گیا ہے جو ائمہ حدیث کی نظر سے چھوٹ گئی تھیں اور جو فن حدیث کے اصول ستہ کے مطابق قابل نقل تھین اور اس بارے میں مصنف نے بڑی سعی کی ہے اور اوس سے بڑا فائدہ ہوا ہے۔

ملا علی متقی کی توثیق تو ہو چکی۔ مگر ملا متقی نے اس حدیث کو اصلاً علامہ ضیاء مقدسی کی کتاب مختارہ سے ماخوذ کیا ہے۔ اس لئے ضرور ہے کہ اونکی توثیق بھی ذیل میں نقل کی جاوے کشف الظنون میں ہے المختارہ فی الحدیث للحافظ ضیاء الدین محمد بن عبد الواحد المقدسی الحنبلی المتوفی ۶۴۳ھ ثلاث واربعین وستمایۃ التزم فیہ الصحۃ فصحح فیہا الحدیث لم یسبق الی تصحیحہا قال ابن کثیر وھذا الکتاب لم یتم وکان بعض مشائخنا یرجحہ علی مستدرک الحاکم کتاب مختارہ حدیث میں ہے۔ حافظ ضیاء الدین محمد بن عبد الواحد المقدسی الحنبلی المتوفی ۶۴۳ھ کی تصنیف ہے اس میں التزام کیا گیا ہے صحت کا جسمین ان حدیثوں کی ایسی صحت کی ہے جس کے قبل کوئی سابق نہوا۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ کتاب ناتمام رہی ہمارے بعض مشائخ اسکو امام حاکم کی مستدرک پر ترجیح دیتے ہیں۔ تدریب الراوی میں ہے ومنھم الحافظ ضیاء الدین محمد بن عبد الواحد المقدسی جمع کتابا سماہ المختارہ التزم فیہ الصحۃ وذکر فیہا احادیث لم یسبق الی تصحیحہا منجملہ اونکے حافظ ضیاء الدین محمد بن عبد الواحد مقدسی ہیں جنہوں نے ایک کتاب جمع کی ہے جس کا نام مختارہ رکھا ہے اسمین صحت کا ایسا التزام کیا ہے کہ ان سے پہلے کسی نے ایسا التزام نہیں کیا تھا۔

یہی مضمون کتاب التقیید والایضاح۔ زین الدین عراقی۔ اور ضوء لامع سخاوی اور شرح مشکوٰۃ شاہ عبد الحق دہلوی اور اتحاف النبلاء صدیق حسنخان اور قول مستحسن مولوی حسن الزمان صاحب میں بھی موجود ہے جسمیں سب نے تصریح کی ہے کہ کتاب مختارہ کی کل حدیثیں صحیح ہیں۔

چوتھی حدیث امام بغوی کی تفسیر معالم التنزیل کی ہے۔ انکی توثیق بھی ملاحظہ ہو۔ امام ابن تیمیہ منہاج السنۃ میں بذیل تذکرہ ثعلبی لکھتے ہیں فتفسیرہ والکان غالب الاحادیث التی فیہ صحیحۃ ففیہ ما ھو کذب وموضوع باتفاق اھل العلم ولھذا لما اختصرہ ابو محمد الحسین بن مسعود البغوی وکان اعلم بالحدیث والسنۃ والفقہ منہ والثعلبی اعلم باقوال

صحاح، مسند، سنن اور تفسیر کے اسناد ہو چکے۔ اب ایک تاریخ باقی رہی اگرچہ تفسیر معالم التنزیل میں سیرت ابن اسحٰق ہی سے یہ روایت لی گئی ہے اور ہمارے ثبوت کے لئے یہی کافی تہا لیکن جس سلسلہ سے ہم نے اپنے سلسلۂ بیان کو شروع کیا ہے اوس میں ہم کسی اختصار نویسی یا کوتہ قلمی کو پسند نہیں کرتے۔ اسلئے اسی سلسلۂ بیان کو اخیر میں تاریخ طبری کی پوری عبارت ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

قال حدّثنی محمد بن اسحٰق عن عبد الغفار بن القاسم بن المنہال بن عمرو عن عبد اللّٰہ بن الحارث بن نوفل بن الحارث بن عبد المطلب عن عبد اللّٰہ بن عباس عن علی بن ابی طالب قال لما نزلت ھذہ الآیۃ علی رسول اللّٰہ صلعم وانذر عشیرتک الاقربین دعانی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم فقال لی یا علیّ انّ اللّٰہ امرنی ان انذر عشیرتی الاقربین فضقت بذلک ذرعا وعرفت انی متی اباد یھم بھذا الامر اری منھم ما اکرہ فصمت علیہ حتّی جاءنی جبریل فقال یا محمّد انک الّا تفعل ما تؤمر بہ یعذبک ربّک فاصنع لنا صاعا

محمد ابن اسحاق عبد الغفار بن قاسم بن منہال بن عمر سے اور وہ عبد اللہ بن حارث بن نوفل بن حارث بن عبد المطلب سے اور وہ عبد اللہ بن عباس سے اور وہ علی بن ابی طالب سے نقل کرتے ہیں کہ جب آیہ وانذر عشیرتک الاقربین حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا تو آپ نے مجھے بلا کر ارشاد کیا کہ ای علیؑ خدا تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے قریبی رشتہ داروں کو عذاب خدا سے ڈراؤں میں نے اسکی تعمیل میں یہ خیال کر کے چندے توقف کیا کہ وہ لوگ میری ہدایت کو مکروہ جانیں گے تا اینکہ پھر جبرئیل آئے اور مجھسے کہا کہ اے محمد اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو تمہارا پروردگار تم پر عذاب نازل فرمائیگا۔ پس تم اے علی بقدر ایک صاع کے

بقیہ عبارت حاشیہ۔ المفسرین والنحاۃ وقصص الانبیاء فھذہ الامور نقلھا البغوی من الثعلبی واما الحدیث فلم یذکرہ شیئاً من الموضوعات التی رواھا الثعلبی بل یذکر الصحیح منھا ویعزوہ الی البخاری وغیرہ وانہ صنف کتاب الشرح السنۃ وکتاب المصابیح وذکر ما فی الصحیحین والسنن ولم یذکرہ الاحادیث التی یظھر لعلماء الحدیث انھا موضوعۃ کما یفعلہ غیرہ من المفسرین تفسیر ثعلبی میں اگرچہ غالب احادیث صحیح ہیں لیکن بعض حدیثیں موضوع بھی اسمیں داخل ہیں۔ اس لئے جب ابو محمد حسین بن مسعود بغوی نے اوسکو مختصر کیا تو ثعلبی سے صرف اقوال مفسرین ونحاۃ اور قصص الانبیاء کو نقل کیا کیونکہ بغوی علم حدیث سنت اور فقہ میں اعلم تھے بہ نسبت ثعلبی کے کہ وہ اقوال مفسرین کے البتہ اعلم تھے بغوی نے اون حدیثوں کو البتہ نہ لکھا جو موضوعات سے تھیں اور ثعلبی نے اونکو روایت کیا تھا بغوی اوسی کو لکھتے ہیں بخاری وغیرہ سے کیونکہ یہ مصنف ہیں کتاب شرح سنۃ اور کتاب مشکوٰۃ مصابیح کے اور ذکر کیا اوسی کو جو صحیح وسنن میں ہو اور نہ لکھا اون حدیثوں کو جنکی موضوعیت ظاہر ہوئی علماے حدیث کو جیسا کہ اور مفسرین کرتے ہیں۔

آخر میں ہم نے اسکو تاریخ طبری سے نقل کیا ہے۔ طبری کی بھی توثیق ملاحظہ ہو۔ علامہ داودی طبقات المفسرین میں لکھتے ہیں محمد بن جریر بن یزید بن غالب الطبری ابو جعفر رأس المفسرین علی الاطلاق احد الائمۃ جمع من العلوم ما لم یشارکہ فیہ احد من اھل عصرہ وکان حافظا لکتاب اللّٰہ بصیراً بالمعانی فقیھا فی احکام القرآن عالما بالسنن وطرقھا صحیحھا وسقیمھا وناسخھا ومنسوخھا ولہ تصانیف عظیمۃ منھا تفسیر القرآن وھو اجل التفاسیر لم یؤلف مثلہ کما ذکرہ العلماء قاطبۃ وذلک لانہ جمع فیہ بین الروایۃ والدرایۃ ولم یشارکہ فی ذلک احد لا قبلہ ولا بعدہ مولدہ بآمل سنۃ ۲۲۴ ومات یوم الاحد ۳۱۰ھ محمد ابن جریر

من طعام واجعل عليه رجل شاة واملاء لنا عُسًّا من
لبن ثم اجمع لی بنی عبد المطلب حتى اكلمهم وابلغهم ما
امرت به ففعلت ما امرنی به ثم دعوتهم له وهو يومئذ
اربعون رجلا يزيدون رجلا او ينقصونه فيهم اعمامه
ابو طالب وحمزة والعباس وابو لهب فلما اجتمعوا اليه
دعانی بالطعام الذی صنعت لهم فجئت به فلما وضعته
تناول رسول الله صلعم جذية من اللحم فشقها باسنانه
ثم القاها فی نواحی الصحفة ثم قال خذوا بسم الله
فاكل القوم حتى ما لهم بشئ حاجة وما اری الا موضع
ايديهم وايم الله الذی نفس علی بيده ان كان
الرجل الواحد منهم ليأكل ما قدمت لجميعهم ثم قال اسق
القوم فجئتهم بذلك العس فشربوا منه حتى رووا منه
جميعا وايم الله ان كان الرجل الواحد منهم ليشرب منه
فلما اراد رسول الله صلعم ان يكلمهم بدره القوم الی
الكلام لقد سحركم صاحبكم فتفرق القوم ولم يكلمهم رسول الله

کھانا تیار کرو۔ (صاع = ۲ ۱/۲ پختہ سیر) یعنی روٹیاں پکواؤ۔ ایک بکرے کا گوشت
تیار کراؤ۔ اور ایک کاسہ شیر مہیا کرو۔ اور تمام بنی عبدالمطلب کو ضیافت میں
بلا لاؤ۔ تاکہ میں اون سے کلام کروں اور جو کچھ کہ خدا تعالیٰ نے انکے متعلق مجھے
حکم دیا ہے وہ اون تک پہونچا دوں۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ میں نے آپکے ارشاد
کے مطابق سب فراہم کیا۔ اور تمام بنی عبدالمطلب کے لوگوں کو بلا لایا۔ اسدن
وہ لوگ تعداد میں کم و بیش چالیس آدمی تھے اور اونمیں آپ کے چچا ابوطالب حمزہ
عباس اور ابولہب بھی شامل تھے پس جب یہ تمام لوگ جمع ہوگئے تو آپنے کھانا
کھانے کے لئے مجھسے کہا اور میں جو کچھ کھانا پکا تھا لے آیا۔ اور جناب رسولخدا صلعم
کے آگے رکھدیا آپ نے اُسمیں سے ایک پارہ گوشت اوٹھایا اور اسکو اپنے دندان
مبارک سے کاٹ کر طشت میں رکھدیا پھر تمام لوگوں سے ارشاد فرمایا کہ بسم اللہ
آپ لوگ تناول فرمائیں۔ تمام لوگوں نے کھانا شروع کیا یہاں تک کہ خوب سیر
ہو کر کھا چکے اور کھانا ویسا کا ویسا ہی رہگیا اوسمیں اون کے ہاتھوں کا نشان تک
نہیں معلوم ہوتا تھا۔ جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ قسم ہے اُس خدا
کی جسکے قبضہ قدرت میں علیؑ کی جان ہے کہ وہ کھانا جو اتنے لوگوں نے ملکر کھایا ہے
مقدار میں اتنا کم تھا کہ اکیلا آدمی اُسے کھا جاتا اسکے بعد آپ نے مجھے حکم دیا
کہ انہیں سیراب کرو میں نے اونہیں دودھ کا شربت پلایا اور وہ سب کے سب سیر ہوگئے
اور قسم خدا کی وہ ایک آدمی کے پینے کی مقدار تھا۔ اسکے بعد رسول اللہ صلعم نے
کلام کرنیکا ارادہ کیا۔ اس اثنا میں ابولہب نے اوٹھکر آپ کا قطع کلام کر دیا اور قوم
سے مخاطب ہو کر کہا کہ تمہارے دوست نے تم پر سحر کیا۔ یہ سنا تھا کہ تمام قوم لوگ متفرق
ہو کر چلے گئے۔ دوسرے دن پھر آپ نے مجھے بلا کر حکم دیا کہ یا علیؑ اس

بقیہ حاشیہ۔ بن یزید بن غالب الطبری جنکی کنیت ابوجعفر ہے علی الاطلاق راس المفسرین ہیں منجملہ اماموں کے ایک امام ہیں۔ وہ علوم ایسے جمع تھے جنمیں انکا کوئی شریک نہیں تھا۔ حافظ کتاب اللہ تھے صحیح سقیم ناسخ اور منسوخ سے خوب واقف تھے تفسیر تو ایسی لکھی ہے کہ آجتک اوسکے مثل کوئی تفسیر لکھی ہی نہیں گئی کیونکہ انھوں نے اسمیں روایت و درایت دونوں کو جمع کیا ہے جسمیں نہ انکا کوئی شریک نہ انکے قبل ہوا اور نہ انکے پیچھے ولادت مقام آمل ۲۲۴ھ میں ہوئی اور وفات ۳۱۰ھ میں۔

علامہ یافعی مراۃ الجنان میں لکھتے ہیں له مصنفات مليحة فی فنون عديدة تدل علی وسعة علمه وغزارة فضله وكان ثقة فی نقله وتاريخه اصح التواريخ واثبتها فنون عدیدہ میں انکی نہایت عمدہ تصنیفیں ہیں جن سے انکی وسعت علم اور جامعیت فضل و کمال ظاہر ہے نقل احادیث میں معتمد ہیں انکی تاریخ کو صحیح و ثابت ترین تاریخ کہا جاتا ہے۔

مصر کے اہل مطابع کی ایک حیرت خیز حرفت تاریخ طبری کی اس روایت کے متعلق اختفاء حقیقت کی ایک حیرت انگیز حرفت مصر کے اہل مطابع عمل میں لائے ہیں وہ یہ ہے کہ یہ کتاب پہلے جرمن میں چھاپی گئی جسکے مضمون روایت میں حضرت علیؑ کی نسبت آنحضرت صلعم کے خاص الفاظ وصیّی وخلیفتی موجود ہیں جیسا کہ ہم اوپر نقل کر چکے ہیں۔ ملاحظہ طبری مطبوعہ جرمن ص ۱۱۷۳ اسکے بعد اسی مطبوعہ جرمن کی نقل

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال الغد یا علی ان ھذا الرجل سبقنی الی القول فتفرق القوم قبل ان اکلمھم فعد لنا من الطعام بمثل ما صنعت ثم اجمعھم الی قال ففعلت ثم جمعتھم ثم دعانی بالطعام فقربتہ لھم ففعل کما فعل بالامس فاکلوا حتی ما لھم بشیٔ حاجۃ ثم قال اسقھم فجئتھم بذلک العس فشربوا حتی رووا منہ جمیعا ثم تکلم رسول اللہ صلعم فقال یا بنی عبدالمطلب انی واللہ ما اعلم شابا فی العرب جاء قومہ بافضل مما قد جئتکم بہ انی قد جئتکم بخیر الدنیا والاخرۃ وقد امرنی اللہ تعالیٰ ان ادعوکم الیہ فایکم یوازرنی علی ھذا الامر علی ان یکون اخی ووصی وخلیفتی فیکم فاحجم القوم عنہا جمیعا وقلت وانی لاحدثھم سنا وارمصھم عینا واعظمھم بطنا واحمشھم ساقا انا یا نبی اللہ اکون وزیرک علیہ فاخذ برقبتی ثم قال ان ھذا اخی ووصی وخلیفتی فیکم فاسمعوا لہ واطیعوا قال فقام القوم ویقولون لابی طالب قد امرک ان یستمع لابنک ونطیع

شخص نے مجہپر کلام کرنے مین سبقت کی اور قبل اسکے کہ مین کچہہ کہون قوم کے لوگ متفرق ہوکر چلے گئے۔ پس پہر تم آج ویسا ہی کہانا اور سب سامان وہی مہیا کرو۔ اور پہر سب لوگون کو بلا لاؤ۔ مین نے آنحضرت صلعم کے حکم کے مطابق آج بھی ویسی ہی سامان سب مہیا کر لئے اور پہر اون لوگون کو جاکر بلا لایا۔ جب مین کہانا لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا۔ تو آپ نے پہر وہی عمل کیا جو کل کیا تھا۔ تمام لوگون نے وہ کہانا کہایا اور سیر ہو گئے۔ وہ دودہ پیا اور سیراب ہو گئے آب وطعام سے فارغ ہوکر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونھین مخاطب فرماکر کہا کہ اے بنی عبدالمطلب خدا کی قسم مین جوانان عرب مین کسی ایسے شخص کو نہین جانتا کہ وہ خدا کی طرف سے تمہارے پاس تمہارے دین ودنیا کی ایسی خبر لایا ہو جیسی کہ مین۔ اور خدا تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ مین تمہین اسکی طرف بلاؤن پس تم مین سے کون شخص ہے جو اس امر مین میری وزارت کریگا میرا بھائی ہوگا۔ اور تمہارے درمیان میرا خلیفہ ہوگا۔ یہ سنکر تمام لوگ خاموش رہ گئے۔ حضرت علیؑ کا بیان ہے کہ مین اوٹھکر کہڑا ہوا اور کہنے لگا کہ باوجودیکہ مین عمر مین سب سے چہوٹا ہون۔ میری آنکھین پر آشوب ہین میرا پیٹ بڑا ہے۔ میری پنڈلیان پتلی ہین لیکن مین۔ باایں ہمہ۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس امر مین آپ کا وزیر ہون گا۔ یہ سنکر آنحضرت صلعم نے میرے شانہ پر ہاتھ مارکر ارشاد کیا۔ یہ تم لوگون مین میرا بھائی میرا وصی ہے اور میرا خلیفہ ہے

بقیہ حاشیہ۔ مصر کے مطبع مین چھپی چالاک دست اور بخاری پرست اہالیان مطبع کتاب مین ان الفاظ کا دیکھنا اور باقی رکھنا پسند کرکے بالآخر عبارت مین وصی وخلیفتی کی جگہہ کذا وکذا کا لفظ بڑہا دیا۔ امام بخاری بھی اکثر مقام پر ایسے ہی ترکیب برابر عمل مین لاتے ہین طبری مطبوعہ مصر کی عبارت متغیرہ ملاحظہ ہو۔ فایکم یوازرنی علی ھذا الامر علی ان یکون اخی کذا وکذا فاخذ برقبتی ثم قال ان ھذا اخی کذا وکذا فاسمعوا لہ واطیعوا۔ ص ۶۸ جلد ۹۔ افسوس حقیقت کبھی چھپ نہین سکتی۔ وصی وخلیفتی کو تو چھپایا۔ گویا مبتدای علل کو محذوف کر دیا لیکن جبروت حقیقت نے فاسمعوا لہ واطیعوا کو ولیا کا ولیا ہی صحیح وسالم چھڑوا دیا۔ جو اوسی مبتدای علل کی خبر معلول ہے ہی اور منطق کے اصول انطباق مین مسلم ہے کہ جب کسی وجہہ سے کسی جملہ یا فقرہ مین علل واسباب نہ معلوم ہون اور معلول ومسبب اُسکا موجود ہو تو وہی معلول ومسبب اپنی علل کی خبر کیلئے کافی ہوگا۔ اسلئے اگر علل حقیقی۔ وصی وخلیفتی نرہا تو نہ سہی اوسکا معلول اصلی۔ اطاعت اور اوسکی سماعت ومتابعت تو اپنے مقام پر موجود ہے۔ عام اس سے کہ اُس کا عہدہ وزارت وخلافت مرقوم ہو یا نہو۔ تو کیا جب اوسکی سماعت واطاعت کا حکم صریح موجود ہے تو وہ بذاتہ مفترض الاطاعت تسلیم کیا جاویگا۔ چودہ سو برس کے گذر جانے کے بعد بھی آج تک فضائل ومناقب علی کے چھپانے گھٹانے اور مٹانے کی یہی کیفیت ہے۔ پہر ان حضرات کے حقیقی مراتب ومدارج کی حقیقت کیسے معلوم ہو سکتی ہے۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ انھین حقیقت نگاریون کیلئے امام طبری پر شیعیت کا الزام لگایا گیا تھا کہ اونھون نے بہت سی باتین خلاف

اسکی باتون کو سنو اور اسکی اطاعت کرو۔ یہ سنکر تمام لوگ ہنستے ہوئے اور ابیطالب سے یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ تم اب اپنے بیٹے علی کے مطیع و منقاد بنائے گئے۔ اسکی باتون کو سنو اور اسکی اطاعت اختیار کرو۔

اسلام کی اس اعظم ترین اور اولین واقعہ کی تفصیلی حالت یہ تھی۔ جسکو ہم نے اپنے متعدد اور متواتر ماخذون سے اوپر نقل کردی یہ واقعہ ہر طریقہ سے دعوت اسلام اور تبلیغ ایمان کا پہلا زینہ تھا۔ اسکی اہمیت تو اسی سے ظاہر ہے کہ بقول ابن اسحاق امام طبری اور امام بغوی وغیرہم۔ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ذرا سا توقف فرمانے کیلئے عتابانہ تہدید نازل فرمائی گئی تھی۔ اور اس خیال سے آنحضرت صلعم سخت متاثر ہو کر اسکی تعمیل مین پھر جس سرگرمی اور مستعدی اور جس سامان و اہتمام سے ایکبار نہین دو۲ دو۲ بار مصروف ہوئے وہ روئداد واقعہ سے ثابت ہے۔ اگرچہ پہلی بار بدبخت ابولہب کی حرفت سے آپ کو اسکے مقصد مین کچھ بھی کامیابی نہین ہوئی لیکن۔ حکم خداوندی کی عظمت و جلال اور آپ کے ہمت و استقلال نے آپ کو ذرا بھی بیدل نہو نیدیا اور دوسرے دن اوسی اہتمام و انتظام سے منشاء خداوندی کے مطابق اس حکم الٰہی کو انجام دیا۔ اس تفصیل کو بخاری صاحب کے اقتصار اور شبلی صاحب کے اختصار سے مقابلہ کیا جاوے تو خود غرضی نفسانیت اور عصبیت کے اسرار ہویدا اور آشکار ہو جائین گے اور وہ مفسدہ انگیز اغراض و اسباب بھی ثابت ہو جائین گے جسکی بنا پر اس واقعہ کو اس اختصار۔ استخفاف اور قطع و برید کے خاص طریقہ سے نقل کیا گیا۔ کیونکہ صرف اسلئے کہ اسکی تفصیل تعمیم و مساوات کے اصول موضوعہ کو بالکل رد و باطل کردیتی تھی اور جناب علی مرتضیٰ ع کے فضائل و مناقب کو آغاز اسلام سے۔ دائرہ امت خیر الانام علیہ السلام مین خاص رسول اللہ ص کی زبانی عام اس سے کہ وہ تنہا جز

بقیہ حاشیہ۔ عقائد جنھین اونکو نہ لکھنا چاہیئے تھا۔ لکھدی ہین لیکن بذات خاص اونکی اور اونکی تصانیف کی عظمت و اہمیت ایسی ہی تھی کہ اونکی متروک کردینے سے بہت سے عقائد کی مفید اور ضروری مطالب و مقاصد نیست و نابود ہو جاتے شبلی صاحب نے دیباچہ مین ان امور پر بہت اختصار کیسا تھ روشنی ڈالی ہے اور ہم اونہین کے حاشیہ مختصرہ کی نقل پر اکتفا کرتے ہین۔

بعض محدثین (سلیمانی) نے طبری کی نسبت لکھا ہی کہ وہ شیعون کیلئے حدیثین وضع کیا کرتے تھے۔ لیکن علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال مین لکھا ہے هذا رجم بالظن الكاذب بل ابن جرير من كبار ائمة الاسلام المعتمدين یہ جھوٹی بدگمانی ہے۔ بلکہ واقعہ یہ ہی کہ ابن جریر اسلام کے معتمد امامون مین سے ایک بڑے امام تھے۔ ذہبی نے اس موقع پر لکھا ہی کہ ان مین فی الجملہ تشیع تھا لیکن مضر نہین۔ تمام مستند اور مفصل تاریخین مثلاً تاریخ کامل ابن اثیر ابن خلدون ابو الفدا وغیرہ اوسی سے ماخوذ ہین اور اسی کی مختصرات ہین۔ سیرۃ النبی دیباچہ ص ۲۰

اب ہم حسب الوعدہ بخاری کی اون روایتون کی حقیقت دکھلاتے ہین جنکو اونھون نے دعوت قریش کے متعلق اپنی صحیح مین درج کیا ہی پہلی روایت یون ہی عن ابن عباس لما نزلت وانذر عشيرتك الاقربين جعل النبي ينادي يا بني فهر يا بني عدي لبطون قريش وعن ابن عباس قال لما نزلت وانذر عشيرتك الاقربين جعل النبي يدعوهم قبائل قبائل وعن ابو هريرة ان النبي قال يا بني عبد مناف اشتروا انفسكم من الله يا بني عبد المطلب اشتروا انفسكم من الله يا بني ام زبير بن العوام عمة رسول الله يا فاطمة بنت محمد اشتري انفسكم من الله لا املك لكما شيئا سلوني من مالي ما شئتما الخ

ہون یا انصار۔ صحابہ ہون یا غیر صحابہ۔ ارجح اور افضل ثابت کرتی تھی سب سے زیادہ دہشت خیز اور خوف انگیز تو اسمین خلیفتی کا لفظ تھا۔ جس کا زبان رسول سے اقرار و اعلان شرف صحابیت اور صحابہ کی خلافت کا بنا بنایا گھروندا ملیامیٹ کر دیتا اور اصول عقائد کے تمام مصنوعی اغراض و مقاصد کو خاک مین ملا دیتا۔ تو پھر ایسی حالت مین بخاری صاحب اور اونکے ہمخیال علما و محدثین ایسے سادہ لوح نہین تھے۔ جو اپنے اسلاف کی اتنی کی کرائی کارروائی پر پانی پھیر دیتے اور ع ما از چراغ خویش در خانہ سوختیم کی نظیر و مثال بننے کے مطابق بخاری صاحب نے حسب ضرورت جس داؤ پیچ اور کتربیونت سے اس واقعہ کو اپنی صحیح کے متعدد مقامات پر لکھا ہے۔ یا اونکے ہمخیال محدثین نے جن جن ترکیبون اور چالون سے اس واقعہ کو نقل کیا ہے اوسکو ہم نے تفصیل سے حاشیہ زیرین کی عبارت مین محض عبرت ناظرین کے خیال سے لکھدیا ہے۔ اس لئے ہم اس کی نسبت یہان کچھہ زیادہ تفصیل سے نہین لکھین گے۔

بقیہ عبارت حاشیہ۔ عباس سے مروی ہے کہ جب آیہ انذر عشیرتک الاقربین نازل ہوا تو حضرت نے پکارنا شروع کیا! ای بنی فہر ای بنی عدی ہر ہر بطن قریش کو۔ دوسری روایت ہی ابن عباس سے کہ آپ نے ہر ہر قبیلہ کو پکارنا شروع کیا تیسری حضرت ابوہریرہ سے کہ حضرت نے فرمایا ای بنی عبد مناف اپنے نفسونکو خدا سے خرید کرلو ای بنی عبدالمطلب اپنی نفسونکو خدا سے خرید کرلو۔ ای مادر زبیر ابن العوام اور ای فاطمہ بنت محمدؐ اپنے نفسونکو خدا سے خرید کرلو کہ ہم تمہارے لئے کسی امر کے مالک نہین ہین۔ جو چاہو تم میرے مال سے لے لو۔

اب اسکی شرح اور جرح فتح الباری کے ان الفاظ مین ملاحظہ ہو۔ وھذہ القصۃ ان کانت وقعت فی صدر الاسلام بمکۃ فلم یدرکہا ابن عباس لانہ قبل الھجرۃ بثلاث سنین ولا ابوھریرۃ لانہ لسلم بالمدینۃ وفی نداء فاطمۃ یومئذ ایضا ما یقتضی اخر القصۃ لانھا کانت حینئذ صغیرۃ او مراھقۃ وان کان ابوھریرۃ حضرھا ولا یناسب لترجمۃ لانہ انما اسلم بعد الھجرۃ ببدۃ والذی یظھر ان ذلک وقع مرتین مرۃ فی صدر الاسلام وروایۃ ابن عباس وابوھریرۃ لہا من مراسیل الصحابۃ وھذا الموافق للترجمۃ من جہۃ دخولہا فی مبتدء السیرۃ النبویۃ ویؤید بذلک ما سیاتی من ابولہب کان حاضر لذلک وھو مات فی ایام البدر ومرۃ بعد ذلک حیث یکن ان تدعی فیہ فاطمۃ او یظھر ذلک ابوھریرۃ وابن عباس ج ۳ ص ۳۱ یعنی اگر یہ قصہ ابتدائے اسلام مین مکہ مین واقع ہوا تو ابن عباس شریک واقعہ نہین تھے کیونکہ وہ تو نبوت سے صرف تین برس قبل پیدا ہوئے تھے اور نہ ابوہریرہ ہی تھے۔ کیونکہ وہ تو مدینہ مین مسلمان ہوئے ہین پھر حضرت فاطمہؑ کو پکارنا بھی مقتضی تاخیر قصہ ہے کیونکہ وہ تو اسوقت بہت چھوٹی تھین یا کچھہ ہوش والی تھین اور اگر ابوہریرہ حاضر تھے۔ تو ترجمہ کے مناسب یہ روایت نہین ہے۔ کیونکہ وہ تو ایک مدت کے بعد اسلام لائے اور ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصہ دو مرتبہ ہوا ایک مرتبہ ابتدائے اسلام مین۔ کیونکہ ابولہب سے بھی خطاب ہے اور وہ قریب جنگ بدر مرا ہے۔ تو یہ روایت مراسیل صحابہ سے ہوگی۔ اور دوسری بار مدینہ مین واقع ہوا تب دعوت فاطمہ اور شرکت ابن عباس و ابوہریرہ ممکن ہوسکتی ہے۔ اب تو کسی کو اس روایت کی عدم صحت مین کلام ہو ہی نہین سکتا کیونکہ اسکا اصل راوی وہ شخص ہے جو اسوقت پیدا ہی نہین ہوا تھا۔ نہ وہ اس مجمع مین آیا تھا اور نہ اسلام لایا تھا۔ پھر بخاری کی روایت کیسے صحیح ہوسکتی ہے۔

صرف اتنا اور اضافہ کر دینگے کہ شبلی صاحب نے مقدمہ کتاب مین ترجیح حدیث علی السیرۃ اور ترجیح بخاری علی سائر الصحاح کی نسبت جو اتنا طومار باندھا تھا اور یہ بتلایا تھا کہ سیرت رسول ص کے متعلق تمام مرویات کو احادیث سے مستخرج کرنا چاہیئے۔ اور وہ حدیثین بھی کون جو صحیح بخاری مین مندرج ہون۔ اوسکی اصلی غرض اور گویا اوس مبتدا کی اب خبر معلوم ہوئی بقول شبلی صاحب ؎ ہمہ ورق کہ سیہ گشت و مدعا اینجا است ٭

ہان جن مقاصد و عقائد کے اصول پر شبلی صاحب نے اپنی کتاب کی تدوین فرمائی ہے اور جن احادیث موضوعہ و مصنوعہ سے اوسکو مرتب فرمایا ہے اونکے لئے وہ بذات خاص مجبور و مامور ہین۔ دوسرے لوگ یا وہ جو اصول تحقیق و انصاف کے مسلک پر قایم ہین۔ اسکے لئے کیون مجبور و معذور کئے جایئن گے۔ طبری پر جو تشیع کا الزام لگایا گیا۔ اور پھر باوجود الزام۔ اونکو سواد اعظم کی امامت سے خارج نہین فرمایا گیا۔ جس کا ذکر گو کیسا ہی مختصر ہو۔ آپنے بھی اپنے دیباچہ کتاب ص ۲۰ مین کیا ہے۔ اوس کا خاص باعث یہی تھا کہ امام موصوف نے تحقیق و انصاف کی روسے اس واقعہ کو اور اسکے ایسے اکثر واقعات کو جن سے آپکے اصول تعمیم و مساوات کی تردید و تغلیط ہوتی تھی۔ اپنی کتاب مین نقل کر دیا۔ لیکن چونکہ طبری کی تاریخ و تفسیر کو خصوصاً طبقہ متقدمین مین جو اہمیت و افضلیت حاصل ہے وہ ہرگز

بقیہ عبارت حاشیہ روایت مین اتصال ضروری ہے کہ جو شخص راوی ہو وہ راوی اول سے ملا ہو۔ یہان راوی اول ہی ندارد ہے۔ کیونکہ ابن عباس اور ابو ہریرہ خود تو موجود ہی نہ تھے اب رہا یہ خیال کہ دوسرے سے سنا ہو تو وہ نام بھی مذکور نہین ہے۔ لہذا روایت ہی ساقط ہو گئی۔

ابن حجر نے بخاری پرستی کے اصول پر یہ بات تو بنادی کہ دو مرتبہ ایسا ہوا ہوگا لیکن اسکی کوئی سند نہین دی۔ اور پھر آگے چلکر اقرار بھی کر دیا کہ دو مرتبہ نزول آیہ ماننا خلاف اصل ہے پھر اس ماننے سے مخالفت حکم الٰہی لازم آتی ہے۔ کیونکہ حکم ہے عشیرہ اقربین کے انذار کا اور آپ پکارتے ہین دور کے رشتہ والون کو کیونکہ پہلے نام لیا ہے بنی فہر کا جس سے بارہ پشتون کا فاصلہ ہے۔ پھر نام لیا ہی بنی عدی کا جن سے آٹھ یا نو پشت کا فاصلہ ہے۔ ابن حجر اسکی یون تاویل فرماتے ہین۔ وندائہ للقبائل قریش قبل عشیرۃ الاقربین لکون انذار عشیرتہ ولدخول قریش کلّہم فی اقاربہ وکان انذار العشیرۃ نقع بالطبع ویکون انذار غیرہم بطریق الاولی ص ۱۸ سم حضرت نے قریب والون کو چھوڑکر دور کے قبائل والون کو اسلئے ندا دی کہ اپنے عشیرہ کا انذار مکرر ہو جائے اور نیز اسلئے کہ قریش کلّہم حضرت کے اقارب سے تھے۔ یہ معلوم ہو جائے اور اس لئے کہ انذار عشیرہ کا بالطبع واقع ہوتا ہی اور غیر کا انذار بطریق اولی ہوتا ہے

اس سے یہ ضرور ثابت ہو گیا کہ حضرت کو حکم تھا انذار اقربین کا اور حضرت نے اسکے خلاف تعمیل کی تو کیا کوئی مسلمان اسکو قبول کر سکتا ہے کہ اگر انذار اقرب سے انذار ابعد بھی حاصل ہوتا تو لازم آتا کہ کلام خدا (نعوذ باللہ) لغو ہو۔ جس نے انذار اقربین کا حکم دیا۔ حالانکہ عام طور سے بھی دیکھا جاتا ہی کہ جو حکم عام کیلئے ہوتا ہے خواص اپنے آپ کو اوس سے بری جانتے ہین اور اگر یہی مساوات عام مانی جاتی ہے تو جعلنا شعوباً و قبائل لتعارفوا کی تمیز و تخصیص کا حکم منصوص کیون دیا جاتا۔ کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ جو قرابت بنی ہاشم کو آنحضرت ص کے ساتھ تھی وہی

اسکے متروک کردیے جانے کی مجوز نہین ہوئی- کیونکہ اگر ایسا کیا جاتا تو سواد اعظم مین گویا تاریخ و تفسیر کا خاتمہ ہوجاتا اس بناپروہ بھی رکھ لیے گئے اور اونکی تفسیر و تاریخ بھی- آخر مین ہمکو یہ لکھدینا بھی نہایت ضروری ہے کہ صحیح بخاری اور اونکی ہمخیال و ہم مذاق محدثین کے علاوہ دیگر مفسرین و محدثین نے بھی اسی تفصیل و تصریح کے ساتھ اس واقعہ کو اپنی اپنی تالیفات مین درج کیا ہے جس تفصیل سے امام محی السنۃ بغوی امام المغازی والسیرۃ ابن اسحاق اور امام طبری وغیرہم نے نقل فرمایا ہے- اونکی کتابون کے نام مندرجہ ذیل ہین-

تفسیر خازن- تفسیر سراج المنیر- تفسیر ثعلبی- تفسیر واحدی- تفسیر ابن مردویہ- تفسیر ابن ابی حاتم- کنز العمال دلائل النبوۃ- حلیۃ الاولیا- ذخیرۃ المآل عجیلی- مختارہ ضیاء مقدسی- تہذیب الآثار طبری- کتاب الاکتفا- تاریخ کامل ابن اثیر- تاریخ ابو الفدا- تاریخ روضۃ الصفا- تاریخ حبیب السیر- معارج النبوۃ- مدارج النبوۃ- ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہ صاحب-

تبلیغ اسلام کے اس عظیم ترین واقعہ کو جس پر گویا اساس اسلام قایم ہوئی- شبلی صاحب نے چند الفاظ مین لکھکر تمام کردیا- ہم جانتے ہین یہ آپ کی اختصار پسندی اور کوتہ قلمی کا خاص مقام ہے- اور ان واقعات و حالات کی تشریحات و تفصیلات کی راہون سے آپ ہمیشہ خموشی اور عجلت کے ساتھ نکل جاتے ہین لیکن نکلنے نہین پاتے

بقیہ عبارت حاشیہ بقرابت بنی عدی اور بنی تیم کو بھی آپ کے ساتھ تھی- بخاری کی اس قلمکاری سے اصل غرض تو یہی تھی کہ کسی نہ کسی طرح بنی عدی اور بنی تیم کو بھی آپ کی قرابتداری مین داخل کردین-

اب رہی یہ بحث کہ بخاری کی یہ حدیث مرسل ہے انھون نے اسکے لئے جو مخصوص باب باندھا ہے اُسکے الفاظ یہ ہین باب من انتسب الی ابائہ فی الاسلام والجاہلیۃ (باب اون لوگون کے حال مین جو جاہلیت و اسلام مین آپ کے آبا کرام کے ساتھ تعلق نسبی رکھتے تھے) تو دنا معقول ہے- کیونکہ اختلاف ہے تو اسمین کہ از راہ مفاخرت اور مشاجرت نو پشت تک انتساب ناجائز ہے یا جائز کیونکہ امام احمد اور ابو یعلی نے روایت کی ہے کہ جو شخص اپنی نسبت کرے اپنے آبا ے کفار کیطرف نو پشت تک- جس سے مفاخرت مقصود ہو تو وہ دسواں جہنم مین ہے مگر یہ مضمون اس عنوان سے نہین سمجھا جاتا- پھر ایسی بات باندھنے سے کیا فائدہ- پھر جتنی حدیثین اس باب مین لکھین وہ سب اس عنوان سے خارج ہوگئین **حدیث اول** مین حضرت ؐ نے فرمایا ہے- کریم ابن کریم ابن یوسف بن اسحاق ابن ابراہیم **دوسری حدیث** مین فرمایا ہے انا ابن عبد المطلب **تیسری حدیث** مین فرمایا ہے- یا بنی فہر یا بنی عدی **چوتھی حدیث** مین کہا ہے- یا بنی عبد مناف- یا بنی عبد المطلب- یا صفیہ بنت عبد المطلب یا فاطمہ بنت محمد ؐ ان تمام روایتون کو اس باب سے کوئی تعلق نہین پھر ایسی روایتون کے لانے سے کیا فائدہ- کیونکہ مدار سند اتصال پر ہے اور یہان اتصال ہی ندارد ہے-

اب دوسری حدیث ملاحظہ ہو باب قولہ وانذر عشیرتک الاقربین واخفض جناحک اعنی جانبک حدثنا عمر بن حفص بن غیاث قال حدثنا الاعمش قال حدثنی عمرو بن مرۃ عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال لما نزلت

حقیقت سد راہ ہوجاتی ہے ؎ کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجا ست ۔ ان اسلامی علماء محدثین فضلاء و محققین کو جانے دیجیے جنھوں نے آپ کے خلاف اسکی اہمیت کو اس تفصیل سے لکھا ہم بھی کہتے ہین کہ تقلید اسلاف کے اصول قدیم کے بالکل خلاف کیا لیکن حقیقت تو کسی سے چھپنے والی نہین ۔ اپنا ہو یا پرایا ۔ آپ اسکا کیا علاج کرسکتے تھے ۔ آپ نے تو حتی الامکان بہت روک تھام کی لیکن بالکل ناکامیاب رہے ۔

دعوت قریش اور عیسائی مؤلفین کی تحقیق ۔

حقیقت کا یہ اثر ہوتا ہے کہ چودہ سو برسون کے بعد اسکی عظمت و اہمیت نے آپ کے ایسے مویدین اسلام پر اگر نہین تو مخالفین اسلام کے قلوب پر پورے طور سے اثر کیا اور اتنی مدت دراز کے بعد اس واقعہ کی حیرت خیزی اور تعجب انگیزی ۔ صداقت اور حقیقت کو جیسے اور جتنے الفاظ مین انھون نے بیان کیا ہے ۔ ویسے ہی اور اوتنے الفاظ مین آپ نے نہین ۔ وجہ یہ تھی کہ وہ حقیقت پسند تھے اور آپ اپنے مطلب کے غرضمند ۔ ہم ان کے چند اقوال و مختار ذیل مین قلمبند کرتے ہین ۔

بقیہ عبارات حاشیہ ۔ وانذر عشیرتک الاقربین صعد النبیؐ علی الصفا فجعل ینادی یا بنی فہر یا بنی عدی لبطون قریش حتی اجتمعوا فجعل الرجل اذا لم یستطع ان یخرج ارسل رسولا لینظر ما ھو فجاء ابو لھب و قریش فقال ارأیتکم لو اخبرتکم ان خیلا بالوادی ترید ان تغیر علیکم اکنتم مصدقی قالوا نعم ما جربنا علیک الا صدقا قال فانی نذیر لکم بین یدی عذاب شدید فقال ابو لھب تبا لک سائر الیوم لھذا جمعتنا فنزلت تبت یدا ابی لھب وتب ما اغنی عنہ مالہ وما کسب حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعیب عن الزھری قال اخبرنا سعید بن المسیب و ابو سلمۃ بن عبد الرحمن ان ابا ھریرۃ قال قام رسول اللہ صلعم حین انزل اللہ وانذر عشیرتک الاقربین قال یا معشر قریش او کلمۃ نحوھا اشتروا انفسکم لا اغنی عنکم من اللہ شیئا یا عباس ابن عبد المطلب لا اغنی عنک من اللہ شیئا و یا صفیۃ عمۃ رسول اللہ لا اغنی عنک شیئا تابعہ اصبغ عن ابن وھب عن یونس عن شھاب صفحہ ۱۷ ۔ جلد ۳ صحیح بخاری شریف

مضمون وہی ہے جو اوپر پہلی روایتون مین لکھا گیا ۔ اس لئے ترجمہ کی طوالت بےضرورت ہے ان روایات کا اختلاف کو صرف ملاحظہ فرمایئے پہلی روایت باب المناقب مین ہے کہ جب آیۂ انذر عشیرتک الاقربین نازل ہوی تو حضرت پکارنے لگے اے بنی فہر ۔ اے بنی عدی اور شاخہائے قریش (۱) یہان صرف یہ ہے جو صحیح روایت اول ہے کہ حضرت کوہ صفا پر چڑھ کر پکارنے لگے جو صریح مخالف روایت اول ہے (۲) روایت اول مین کوئی ذکر انکے اجماع وغیرہ کا نہین ہے اور اس روایت مین یہ اہتمام دکھلایا گیا ہے کہ جو آ نہین سکتا تھا وہ اپنا قاصد بھیج دیتا تھا اور نام کسی کا بھی نہین بتلایا گیا سوائے ابولہب کے (۳) روایت اول مین کوئی ذکر حضرت کے کلام یا گفتگو کرنے کا نہین ہے اور یہان ابو لہب کا آنا اور حضرت سے وجہ ندا دریافت کرنا اور پھر ایسی سخت کلامی کرنا کہ ابو لہب کے بارے مین سورہ تبت یدا کا نازل ہونا (۴) روایت اول مین جو ابو ہریرہ سے منقول ہے اوسمین فرزندان عبد مناف و عبد المطلب کے بعد حضرت صفیہ اور جناب سیدہ کا نام ہے اور یہان حضرت عباس کا نام بڑھا دیا گیا (۵) روایت اوّل مین جناب سیدہ اور صفیہ دونوں سے فرماتے ہین کہ جو چاہو میرے مال مین سے مطالبہ کرو ۔ صرف یہ خطاب یہان جناب سیدہ سے ہوتا ہے ۔ حضرت صفیہ سے نہین ۔ کیا کوئی ایسی کتاب کو جسکے صرف ایک واقعہ مین اسقدر اختلاف و تناقص موجود ہو صحیح کہسکتا ہے ہرگز نہین ۔ حالانکہ دونون کے راوی اول حضرت عبداللہ بن عباس ہین ۔

مسٹر جان ڈیون پورٹ اپنی کتاب اپالوجی فار محمدؐ اینڈ ہز قران Apology for Mohammed & his Quran مین لکھتے ہین۔
محمد صلعم نے مخالفین کی مخالفت کا کچھ خوف نہ کیا۔ اور دوبارہ چند مہمان اپنے خاص قبیلہ کے جمع کئے۔ اور ان لوگون کے سامنے بھیڑ کا گوشت اور ایک پیالہ دودھ کا رکھا۔ اس بے تکلف ضیافت کی بعد وہ اوٹھے اور اپنے پاکیزہ صفات بیان کرکے اپیچ (جسکی فطرتی خوش بیانی آجتک یادگار ہے) اس درخواست کے ساتھ ختم کی کہ کون تم مین اس بارگران کی برداشت کرنے مین مدد کرے گا۔ اور کون شخص میرا نائب اور وزیر ہوگا جسطرح ہارونؑ موسیٰؑ کے وزیر تھے۔ کل مجمع تعجب کیساتھ سکوت مین ہوگیا اور کسی کو اس مجوزہ عہدہ خوفناک کے قبول کرنیکی جرات نہین ہوئی۔ لیکن نوجوان۔ پرزور علی (محمدؐ کے چچازاد بھائی) نے اوٹھکر اور للکار کر کہا۔ اے نبی اللہ مین آپ کا نائب اور وزیر ہون گا۔ اگرچہ مین درحقیقت ان لوگون سے کمسن ہون اور میری طاقتین ان لوگون کے مقابلہ مین کمزور معلوم ہوتی ہین۔ اے نبی مین انلوگون پر تمہارا نائب ہون گا۔ محمد صلعم نے اپنا ہاتھ علی کے گردن مین ڈالدیا اور اونکو اپنے سینہ سے لگاکر باواز بلند کہا کہ دیکھو میرے بھائی اور میرے وزیر کو۔

مسٹر کارلائل۔ اپنی کتاب ہیروز مین۔ جس کا اکثر حوالہ شبلی صاحب نے بھی دیا ہی۔ لکھتے ہین۔
اگرچہ یہ مجمع جسمین علیؑ کے باپ ابوطالب بھی تھے۔ محمدؐ (صلعم) کا دشمن تھا۔ مگر تاہم سب لوگون کو ایک اوہیڑ عمر کے ان پڑھ

بقیہ عبارت حاشیہ۔ اور حضرت ابوہریرہ ہین۔ اب اسکی شرح مین ابن حجر عسقلانی کی گہرافشانی ملاحظہ ہو ھذا من مراسیل الصحابۃ وبذلک جزم بہ الاسمعیلی لان اباھریرۃ انما اسلم بالمدینۃ وھذہ القصۃ وقعت بمکۃ وابن عباس کان حینئذ مالم یولد واما طفلا۔ یہ حدیث مراسیل صحابہ سے ہی جسکو بلاسند بیان کرتے ہین۔ اسمٰعیلی نے اسکے ساتھ حزم و احتیاط کی ہے کیونکہ ابوہریرہ اسکی بہت دنون کے بعد مدینہ مین اسلام لائے اور یہ واقعہ مکہ مین ہوا۔ اور ابن عباس اوسوقت پیدا بھی نہین ہوئے تھے یا در بہت بچے تھے۔
حدیث مرسل کا ضعف تو ثابت ہوگیا۔ پھر فرمایئے کہ یہ حدیث مندرج صحیح بخاری کیونکر ہوسکتی ہے۔ جس کا راوی شریک واقعہ کیا معنی اوسوقت تک پیدا بھی نہین ہوا تھا۔ دوسرا راوی نہ وہان موجود تھا اور نہ اوسوقت تک مسلمان ہوا تھا۔ اور جس شخص کی دونون آنکھون کے سامنے بلکہ دونون ہاتھون سے یہ واقعہ اور اسکے سامنے سامان فراہم اور انجام دیئے گئے ہین۔ اسکی شہادت عینی کی بخاری صاحب تصدیق نہین فرماتے جسکو باستثنا اونکے۔ سواد اعظم کے تمام محدثین مفسرین صاحب حسن اور مورخین نے بمرتبہ متواتر لکھا ہی اور بیان کیا ہی۔ اب حدیث مرسل اور تفصیلی حقیقت تدریب الراوی امام سیوطی کی۔ جسکا اکثر حوالہ شبلی صاحب اپنی سیرۃ النبی مین دیتے ہین مفصلہ ذیل عبارت ملاحظہ ہو
ثم المرسل حدیث ضعیف لایحتج بہ عند جماھیر المحدثین وللشافعی کما حکاہ عنھم مسلم فی صدر صحیحہ وعبد البر فی التمہید وحکاہ الحاکم عن ابن المسیب ومالک وکثیرا من الفقہاء واصحاب الاصول حدیث مرسل ضعیف ہوتی ہین۔ جن سے احتجاج نہین ہوسکتا۔ جمہور محدثین اور شافعی کا یہی مختار ہے۔ جیسا کہ مسلم نے اپنی صحیح کے شروع مین اور امام عبد البر نے اپنی تمہید مین بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ اور حاکم نے بھی ابن مسیب مالک اور بہت سے فقہا و اصولین کا یہی مسلک بتلایا ہے۔ تدریب الراوی ص ۶۶

آدمی اور ایک سولہ برس کے لڑکے کا یہ فیصلہ کرنا کہ وہ دونون ملکر تمام دنیا کے برخلاف کوشش کرینگے۔ ایک مضحکہ کی بات معلوم ہوئی۔ اور تمام مجمع قہقہہ لگاکر منتشر ہوگیا لیکن ثابت ہوگیا کہ یہ ہنسنے کے لایق بات نہ تھی بلکہ ٹھیک اور درست تھی یہ نوجوان علیؑ ایسا شخص تھا کہ ضرور ہے کہ ہر ایک شخص اوسے پسند کرے اور اس امر سے جو اوپر بیان کیا گیا ہے اور نیز اور باتون سے جو ہمیشہ اوس سے ظہور مین آئین۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک صاحب اخلاق فاضلہ۔ محبت سے بھرا ہوا اور ایسا بہادر شخص تھا کہ جسکی تیزو تند جرأت کے آگے کوئی چیز نہین ٹھہر سکتی تھی۔ اس شخص کی طبیعت مین کچھ عجیب طرز کی جوانمردی تھی۔ شیر سا تو بہادر تھا لیکن باوجود اسکے مزاج مین ایسی نرمی۔ رحم اور سچائی تھی کہ ایک کرسچین نائٹ Knight Christian (عیسائی دیندار مجاہد) کے شایان تھی۔

واشنگٹن آرون اپنی کتاب سکسیسرس آف محمدؐ مین Successors of Mohamed. لکھتے ہین۔

محمد صلعم نے باوجود اپنی پہلی کوشش مین ناکامیاب رہنے کے دوبارہ بنی ہاشم کی ایک جماعت کو اپنے مکان پر جمع کیا اور اونکی ضیافت کی۔ پھر کھڑے ہوکر خدا کے الہامی حکم سے اپنے سلسلہ کے لوگون کو آگاہ کیا اور بآواز بلند فرمایا کہ اے اولاد عبد المطلب جس خدا نے تملوگون کو افضل ترین نعمتین عطا کی ہین اوسکے نام سے تملوگون کو اس دنیا کی برکتین اور

بقیہ عبارت حاشیہ۔ امام نووی لکھتے ہین فی شرح المہذب المرسل لا تحتج بہ عندنا وعند جمہور المحدثین وجماعۃ من الفقہاء وجماہیر اصحاب الاصول والنظر وقالی وحکاہ الحاکم ابو عبد اللہ عن سعید بن المسیب ومالک وجماعۃ اہل الحدیث والفقہاء۔ ص ۵۷۔ امام نووی کہتے ہین کہ مرسل سے احتجاج نہین ہوسکتا۔ نہ ہمارے نزدیک۔ نہ جمہور اصحاب اصول کے نزدیک نہ صاحبان نظر کے نزدیک۔ اور حاکم نے سعید بن المسیب اور مالک وجماعت اہل حدیث وفقہا سے اسی مختار کی حکایت کی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ صرف حضرت علی کی عداوت اور آپ کی فضائل ومناقب چھپانے کی غرض سے بخاری نے روایت متصل کے ہوتے ہوئے مراسیل روایت سے کام لیا۔ مویدین مراسیل بخاری نے جو طوفان تائید بخاری مین اوٹھائے ہین اونکو ہم اگر تفصیل سے لکھین تو بہت طوالت ہوجائیگی فتح المغیث میں (ص ۵۷) اس بحث کو کامل تفصیل سے لکھا ہی اور اخیر مین جب مراسیل صحابہ کی صحت پر تصفیہ ٹھیرا جیسا کہ شبلی صاحب کا بھی مسلک ہے (دیکھو دیباچہ) تو پھر اس تصفیہ پر بھی اتفاق نہوسکا۔ فتح المغیث مین نتیجہ بحث کے موقع پر یہ فیصلہ کن الفاظ مرقوم ہین وبالغ بعضہم فی المضیق فرد مراسیل الصحابہ یہان تک مبالغہ کیا گیا کہ مراسیل صحابہ کو بھی رد کردیا گیا۔ ص ۵۷۔ اس کے ثبوت مین فتح المغیث کی یہ عبارت ملاحظہ ہو۔ انہ قال فی الحدیث ابی عبیدۃ عن عبد اللہ بن مسعود انہ سئل کان عبد اللہ مع النبی صلعم لیلۃ الجن قال لا ابو عبیدہ نے جو عبد اللہ بن مسعود سے روایت کی تو پوچھا گیا کہ عبد اللہ آنحضرت صلعم کے ساتھ لیلۃ الجن مین تھے یا نہین کہا گیا نہین۔ حالانکہ عبد اللہ بن مسعود جلیل القدر صحابی ہین اور قصہ جن داخل قرآن ہے مگر صرف اسوجہ سے کہ وہ اوسوقت آنحضرت صلعم کے ساتھ نہ تھے اسلئے یہ روایت مقطوع قرار پائی۔ تو یہ روایتین ابن عباس اور ابو ہریرہ کی کب قابل قبول ہوسکتی ہین جو اوسوقت پیدا بھی نہین ہوئے تھے اب ایک اور عالم خاص ملاحظہ ہو بعض علمائے اہلسنت اسکے قائل ہوئے ہین کہ حدیث مراسیل حدیث مسند ہے۔ اُسی فتح المغیث مین ہے

آیندہ کی تمام خوبیان بخشتا ہون پس تم مین سے کون شخص میرا بہائی میرا وزیر اور میرا جانشین ہوگا یہ سُنکر سب لوگ خاموش رہ گئے بعض لوگ تعجب کرتے تھے اور بعض بے اعتقادی اور تمسخر سے ہنستے تھے۔ آخرکار علیؑ نے اپنی جوانانہ دلیری کے ساتھ پیغمبر کے حضور مین عرض کی کہ اے پیغمبر صلعم مین حاضر ہون محمد صلعم نے اپنے ہاتھ اس جوان کی گردن مین ڈالدیے اور اونکو اپنے سینہ سے لگاکر باآواز بلند فرمایا کہ تم سب لوگ میرے بھائی میرے وزیر اور میرے جانشین کو دیکھ لو اور اوسکی فرمانبرداری کرو نوجوان علیؑ کے اس جرات و مستعدی پر قریش نے ایک حقارت آمیز قہقہہ لگاکر اس کمسن خلیفہ کے باپ کو (ابیطالب کو) اپنے بیٹے کے سامنے جھکنے اور اوسکی فرمانبرداری کرنے پر ملامت کی۔

مسٹر گبن۔ ایم پی۔ MR GIBBON. M. P اپنی تاریخ اقبال و ادبار روم امپائر مین لکھتے ہین۔

محمد صلعم نے اظہار دعوت مین تامل فرمایا۔ اوسوقت تک کل ۱۴ آدمی ایمان لاچکے تھے۔ لیکن چوتھے برس اونھون نے باعلان اپنی رسالت کی طرف عام دعوت فرمائی اور تصدیق وحدانیت کا نور پھیلانے کی غرض سے اونھون نے خاندان بنی ہاشم سے چالیس آدمیون کو مدعو کیا۔ اور اون کے لئے سامان ضیافت مہیا فرمایا۔ بعدہ اونلوگون کو مخاطب کرکے فرمایا۔ اے دوستو۔ اے عزیزو مین تم لوگون کے لئے افضل ترین نعمتین دین و دنیا کا خزانہ لایا ہون جسکو میرے سوا دوسرا شخص نہین دیسکتا۔ خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ تملوگون کو اوسکی عبادت کی طرف بلاؤن۔ پس تم لوگون مین سے کون میرا رفیق اور وزیر ہوگا پیغمبر صاحب کے اس سوال کا کچھ جواب ندیا گیا۔ حتی کہ وہ حقارت رشک اور تعجب کی خاموشی حضرت علیؑ کی جرأت سے دفع ہوئی۔ جو اسوقت ایک چہاردہ سالہ نوجوان تھے۔ انھون نے عرض کی کہ

بقیہ عبارت حاشیہ۔ صفحہ ۵ مین۔ حتی اختلفوا ھوا علیٰ من المسند او دونہ او مثلہ او تظہر فائدۃ الخلاف عند التعارض والذی ذھب الیہ احمد وکثیر المالکیۃ والمحققون من الحنفیۃ کالطحاوی ابوبکر رازی تقدیم المسند قال ابن عبد البر وشبھوا ذلک بالشھود یکون بعضھم افضل حالا من بعض واقعد واتم معرفۃ و ان کان الکل عدولا جائزی الشھادۃ یعنی اسمین اختلاف ہے کہ مرسل بہتر ہے مسند سے یا کم ہے۔ یا برابر ہے۔ اس اختلاف کا نتیجہ تعارض کیوقت ظاہر ہوتا ہے۔ مذہب احمد اور اکثر مالکیہ اور محققین حنفیہ مثل طحاوی اور ابوبکر رازی یہ ہی کہ حدیث مسند مقدم ہے۔ ابن عبد البر کا قول ہے کہ یہ شاہد ہی گواہی سے کہ بعض گواہی گواہ کی افضل ہوتی ہے بعض سے اگرچہ سب عدول اور جائز الشہادت ہون "اس اختلاف سے یہان یہ معلوم ہوا کہ بعض ایسے بھی عقل کے پورے ہین کہ مرسل کو ترجیح دیتے ہین متصل پر ہان یہ بھی معلوم ہوا کہ محققین کا یہی مذہب ہے کہ حدیث مسند افضل ہے مرسل سے تو اب کوئی بخاری صاحب کی روح سے پوچھے کہ آپ نے حدیث مسند کے ہوتے ہوئے۔ جو آپ کے اوستاد امام حنبل کے مسند مین موجود ہے کیون اوس مسند کو چھوڑا اور اس مرسل کو وجہ صحیح کیا بجز استحقاق حق جناب علی مرتضی اور کون امر باعث تھا۔

اب در احتجاج حدیث مرسل بھی ملاحظہ ہو۔ فتح المغیث مین ہے۔ وعلیٰ من ذلک ما رواہ فی الحلیۃ من طریق ابن مھدی عن ابن ھبیعۃ انہ سمع شیخا من الخوارج یقول بعد ما فات ان ھذہ الاحادیث دین وانظروا عمن یاخذون دینکم وانا کنا اذا ھوینا امرا صیرنا حدیثا انتھیٰ وکذا قال شیخنا ان ھذہ واللہ قاصمۃ الظھر

اے نبی اللہ ص مین ہر طرح اس کام مین آپ کی نصرت اور رفاقت کے لئے حاضر ہون۔ مین مخالفین کی آنکھین نکال لونگا اونکے دانت توڑ ڈالونگا۔ اونکے پیٹ پھاڑ ڈالونگا۔ اے نبی اللہ ص مین آپ کی وزارت کے لئے حاضر ہون محمد صلعم نے علیؑ کے التماس کو جوش کے ساتھ قبول فرمایا اور حاضرین نے ابوطالب کو اپنے لڑکے کے اس عزت پانے پر طنزیہ کلمات کہے

عیسائی مورخین کے مندرجہ بالا بیانات سے ہمارے غرض شہادت واقعہ سے نہین ہے۔ بلکہ شہرت واقعہ سے طالبان تحقیق پر ثابت ہوگیا کہ حقیقت حال پوری تفصیل و تشریح کیساتھ کتنی مشہور و معروف ہے کہ ایشیا سے لیکر یورپ تک تمام صاحبان تحقیق اس سے پورے واقف ہین اور اسلامی مورخین و محدثین کیا۔ غیر مسلم مولفین و محققین نے بھی اصلی ماخذون اور عربی کتابون سے اسکو لیکر اپنی اپنی تالیفات و تصنیفات مین قلمبند فرمایا ہے۔

پھر ہم یاد دلاتے ہین کہ حقیقت کسی کے بھی چھپائے چھپ نہین سکتی۔ اِس لئے کہ حقیقت ہی۔ بخاری صاحب اور اونکے ہمنوا و ہمخیال حضرات نے اسے لاکھ چھپایا۔ اور اسکی معانی و مطالب کو گھٹایا۔ لیکن حقیقت کے جبروت نے اونھین کے ایسے بیشمار علما و محدثین سے تو لکھوا ہی تھا۔ مخالفین اور اغیار سے بھی حقیقت کی تفصیلی واقعات کا اعتراف کرا ہی چھوڑا۔ اب رہی بخاری صاحب کی طلسمی قلمکاری۔ اوسکی حقیقت عبارت حاشیہ سے پورے طور پر واضح اور روشن ہوکر مویدین بخاری کے لئے عبرت آموز ہے

(نبوت کا پانچوان سال)

بقیہ عبارت حاشیہ۔ اللمحتجین بالمرسل اذ بدعۃ الخوارج کانت فی مبدء الاسلام و الصحابۃ متوافرون ثم فی عصر التابعین فمن بعد ھم و ھولاء کانوا اذا استحسنوا امرا جعلوہ حدیثا و اشاعوہ فربما سمع الرجل الشیء فحدث بہ و لم یذکر من حدثہ بہ تحسینا للظن فیحملہ عنہ غیرہ و یجیء الذی یحتج بالمقاطع فیحتج بہ مع کونہ اصلہ ماذکرت فلا حول ولا قوۃ الا باللہ و اما الالزام بتعالیق البخاری فھو قد علم شرطہ فی الرجال و تقییدہ بالصحۃ بخلاف التابعین۔ اس سے بڑھکر تو وہ روایت ہی جو بطریق ابن مہدی ابن لہیعہ سے مروی ہے کہ ایک شخص خارجی کو کہتے ہوئے سنا کہ وہ کہتا تھا۔ یہ حدیثین اصل دین ہین پس دیکھین کہ تم کس سے اپنا دین لیتے ہو۔ کیونکہ ہم لوگون کا قاعدہ تھا۔ کہ جب کوئی بات پسند آتی تو اسکو حدیث بنا لیتے۔ اس بنا پر ہمارے شیخ نے کہا کہ اس حدیث سے پورے طور پر اون لوگون کی کمر توڑ ڈالی ہی جو حدیث مرسل کو حجت جانتے ہین کیونکہ خوارج کی بدعت تو زمانہ صحابہ سے چلے آتے ہین جبکہ صحابہ بکثرت تھے۔ پھر زمانہ تابعین مین بھی اونکی ایسی ہی کثرت تھی۔ اور اونکا دستور تھا کہ جس امر کو پسند کرتے اوسکو حدیث بنا لیتے اور شایع کر دیتے جس سے اکثر ہوتا کہ سننے والے بوجہ حسن ظن کے اوسکو قبول کر لیتے اور دوسرون سے بیان کر دیتے جنکو وہ سنکر غیرون سے بیان کرتے۔ اور پھر اس سے وہ استدلال کرتے جو روایت مقطوع سے استدلال کرتے ہین۔ حالانکہ اونکی اصلیت یہ ہوتی ہی لاحول ولا قوۃ۔ رہ گیا الزام تعالیق بخاری کا۔ تو وہ ایسے شخص ہین کہ اونکا حال شرائط رجال اور قید صحت معلوم ہے بخلاف تابعین کے۔ اس روایت نے جہان یہ بتایا کہ مراسیل سے استدلال بالکل غلط ہے وہان یہ بھی معلوم ہوگیا کہ بخاری کی روایتین اسی قسم کی ہین اور اونکی

کفار قریش کے اسباب مخالفت ہم اوپر لکھ چکے ہین کہ ابتداءً کفار قریش اگرچہ مخالفت اسلام کے صیغہ مین خموش رہتے تھے لیکن اسلام کے نام سے اونکو ایسی فطرتی نفرت تھی کہ اسکے ذرا سے اظہار و اعلان پر چراغ پا ہوجاتے تھے اور دبی ہوئی چنگاریکی طرح فوراً بھڑک اوٹھتے تھے۔ اور غربائے مسلمین پر جو اوسوقت تک محض اونگلیون پر شمار کئے قابل تھے ٹوٹ پڑتے تھے اور اونکی غریب جانون پر قیامت کے ظلم و ستم ڈہاتے تھے تفصیل آگے آتی ہے۔

تفصیل سے پہلے ہمین چاہیے کہ مشرکین قریش کے عام طبقہ مین مخالفت اسلام کے اسباب تلاش کرین اور یکجا کرکے اونکو مفصل اور مسلسل طریقہ سے بتلادین اور دکھلادین کہ ہر شخص اونکی مخالفت کے بیرونی اور اندرونی اسباب کو کما حقہ سمجھ لے حدیث و تاریخ کی کتابون مین یہ اسباب و علل ایک جگہ جمع کرنے کی ترکیب کے خلاف مختلف مقامات مین باہمیت واقعات کی رعایت و مناسبت کے اعتبار سے جمع کئے گئے ہین۔ صاحب رحمۃ العالمین نے مجمل طور سے اور شبلی صاحب نے مفصل طریقہ سے ان تمام توجیہات کو سیرۃ النبی مین مندرج فرمایا ہے۔ ہم اوسی کی نقل و خلاصہ کو اپنے مدعائے بیان کے لئے کافی سمجھکر حسب ذیل لکھتے ہین۔

قریش کی مخالفت اور اوسکے اسباب یہ تھے۔ مکہ کی جو عزت تھی کعبہ کی وجہ سے تھی۔ قریش کا خاندان جو تمام عرب پر مذہبی حکومت رکھتا تھا اوسکی وجہ سے۔ وہ ہمسایگان (جار اللہ) خدا بلکہ آل اللہ[۱]۔ خاندان الٰہی کہلاتے تھے۔

بقیہ عبارت حاشیہ۔ تعلیقات نے زیادہ حیرانی مین سب کو ڈالدیا ہے۔ کیونکہ وہ تنہا ایسی روایتون ہی کو وجہ صحیح نہین کرتے۔ بلکہ اکثر مشایخ بھی خوارج تھے جو اس قسم کی حدیثین پھیلاتے تھے کہ جس قسم کی چاہتے حدیث بنالیتے اور وہ درجہ صحاح ہوجاتی۔ امام مناوی تقریب مین لکھتے ہین۔ السابعۃ من کفر ببدعۃ لم یحتج بہ بالاتفاق ومن لا یکفر قیل لا یحتج بہ مطلقا وقیل یحتج بہ ان لم یکن ممن یستحل الکذب فی نصرۃ مذھبہ او لاھل مذھبہ وحکی عن الشافعی وقیل یحتج بہ ان لم یکن داعیۃ۔ وھذا ھو الاظہر الاعدل وقول الکثیر والاکثر وضعف الاول باحتجاج صاحبی الصحیحین وغیرھما بکثیر من المبتدعۃ غیر الدعاۃ (منقول از تدریب الراوی سیوطی) یعنی جو شخص بوجہ بدعت کافر ہو اوس سے بالاتفاق استدلال نہین ہوسکتا۔ رہے وہ لوگ جو بوجہ بدعت کافر نہین ہوئے۔ اسمین اختلاف ہے بعض مطلقاً مانع ہین بعض جائز بتاتے ہین بشرطیکہ وہ اپنے مذہب یا اہل مذہب کی نصرت مین کذب کو حلال نجانتا ہو۔ یہ قول شافعی کا ہے بعض کہتے ہین کہ اگر وہ اپنے مذہب بدعت کا داعی نہو تو جائز ہے اور اگر داعی ہو تو ناجائز یہی قول اظہر۔ اکثر اور اعدل ہے مگر قول اول اس وجہ سے ضعیف کردیا گیا ہے کہ شیخین نے صحیحین مین اکثر بدعتیون سے روایت کی ہے +

[۱] جار اللہ ہو یا آل اللہ۔ جو چاہین قریش اپنے لئے نام و لقب اختیار کرلین۔ لیکن اس سے ثابت ہے کہ اہل بیت کا مقدس خطاب و القاب اسوقت تک اونھین بزرگوارون تک مخصوص تھا جنکی نسبت مخصوصہ قرآن مجید کے الفاظ منصوصہ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت الخ مین موجود ہین +

بقیہ اس قول سے معلوم ہوا کہ کوئی قاعدہ ہو شیخین کی وجہ خاص سے درست نہین رہ سکتا۔ عدم قبول حدیث مرسل کا قاعدہ بخاری کی وجہ سے شکست ہوا۔ بدعتیون سے روایتون کا رواج صاحبین صحیحین سے ہوا۔ آخر یہ قاعدہ بھی شیخین کی بدولت نہ قایم رہ سکا۔ آخر مین یہ بتایا گیا کہ اگر وہ بدعتی اپنے مذہب کا داعی ہو تو اوسکی روایت نہ لی جائے۔ اسکے متعلق امام سیوطی تدریب الراوی مین لکھتے ہین۔

اسکی صرف وجہ یہ تھی کہ وہ کعبہ کے مجاور اور کلید بردار تھے۔ اس تعلق سے قریش کا کاروبار زیادہ پھیلتا گیا۔ آغاز اسلام میں جو لوگ قریش کے رؤسا اعظم تھے۔ اور جنکے آثار و اقتدار تمام مکہ پر تھا۔ اونکے نام یہ ہیں۔

(۱) ابوسفیان بن حرب۔ معویہ کا باپ۔ حرب فجار میں قریش کا سپہ سالار۔

(۲) ابولہب آنحضرتؐ کا عم نافہم۔

(۳) ابوجہل ولید بن المغیرہ کا بھتیجا اور اپنے قبیلہ کا سردار۔

(۴) ولید بن مغیرہ خالد کا باپ۔ قریش کا رئیس اعظم۔

(۵) عاص ابن وائل عمرو بن عاص کا باپ نہایت کثیر المال کثیر الاولاد اور صاحب اثر تھا۔

(۶) عتبہ بن ربیعہ معاویہ کا نانا۔ نہایت شریف الطبع[۵۱] اور صاحب ریاست تھا۔

ان کے سوا۔ اسود ابن عبدالمطلب۔ اسود بن عبدیغوث۔ نضر بن الحرث بن کلدہ۔ اخنس بن شریق ثقفی ابی بن خلف۔ عقبہ ابن معیط اموی اور ابوالبختری وغیرہم۔ صاحب اثر تسلیم کیے جاتے تھے۔

پہلا سبب۔ اس موقع پر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ خاندان بنی ہاشم اور بنوامیہ[۵۲] برابر کے حریف تھے۔ اور دونوں میں مدت سے رشک و رقابت چلی آتی تھی۔ ناتربیت یافتہ اور تمدن قوموں کا خاصہ ہے کہ کوئی تحریک جو اونکی آبائی

بقیہ عبارات حاشیہ۔ الاول قید جماعۃ قبول غیر الداعیۃ اذا لم یروا ما یقوی بہ عنہ صرح بذلک الحافظ ابو اسحٰق الجوزجانی شیخ ابوداؤد والنسائی قال فی کتابہ المعرفۃ الرجال ومنہم زائغ عن الحق ای عن السنۃ الصادق اللہجۃ فلیس فیہ حیلۃ الا ان یوخذ من حدیثہ مالا یکون منکرا اذا لم یقویہ بدعۃ وبہ جزم شیخ الاسلام فی النخبۃ وقال فی شرحہ ماقال الجوزجانی متجۃ لان البلیۃ التی لہا وحدیث الداعیۃ واداۃ فیما اذا کان ظاہر ہذا المروی یوافق المبتدع ولو لم یکن داعیۃ الثانی قال العراقی اعترض علیہ بان الشیخین ایضا احتجا بعبد الحمید بن عبد الرحمن الحمانی وکان داعیۃ الی الارجاء واجاب بان داؤد قال لیس فی اہل الاہواء اصح حدیثا من الخوارج ص۱۹ یعنی جماعت محدثین نے جو قبول روایت اہل بدعت میں یہ قید لگائی ہے کہ وہ داعی نہو۔ اور ایسی روایت نہ کرے جس سے اوسکی مذہب کی تقویت ہوتی ہو جسکی تصریح کی حافظ ابواسحاق جوزجانی نے جو ابوداؤد اور نسائی کے شیخ ہیں اور شیخ الاسلام نے بھی اسی کے ساتھ جزم کیا ہے اور کہا کہ

---

۵۱ تعجب ہے کہ شبلی صاحب عتبہ بن ربیعہ سے دشمن رسولؐ کو شریف الطبع کے اوصاف سے موصوف تبلاتے ہیں۔ کیا بدر کے واقعات آپ کو فراموش ہو گئے کیا شیبہ اور ولید ابن عتبہ کی اسلام سے مخالفت اور معرکہ بدر میں مشارکت آپ نے خود سیرۃ النبی میں نہیں لکھی ہے۔ انکا تمام خاندان۔ بھائی بیٹا اور سب سے بڑھکر انکی صاحبزادی۔ ہندہ جگرخوار کی خونخواری کے حال پڑھکر کوئی کہہ سکتا ہے یہ لوگ شریف الطبع تھے۔ المؤلف سید اولاد حیدر عفی عنہ

۵۲ شبلی صاحب۔ مساوات فیما بین بنوہاشم اور بنی امیہ کا دعویٰ کرتے ہیں۔ تو حقدار کون تھا اور ناحق کون۔ اسکا بھی اظہار کر دیا جائے لیکن اب ایسا نہیں کر سکتے۔ بنوامیہ کی جانبداری جو آپ کا لازمہ فطرت ہے اور جس کا انتظام آپنے شروع تالیف سے قایم کیا ہے صاف صاف کھل جائیگی اور تعمیم مساوات کا طلسم جو باندھا گیا ہے برباد ہو جائیگا۔ کوئی تاریخ کوئی سیرۃ اس مساوات کو نہیں لکھتی۔ المؤلف۔ سید اولاد حیدر عفی عنہ

رسم و عقاید کے خلاف ہوا اونکو سخت برہم کردیتی تھی اور سکے ساتھ اونکی مخالفت محض زبانی مخالفت نہین ہوتی تھی اور اونکی تشنگی انتقام کو خون کے سوا کوئی چیز نہین بجھا سکتی تھی۔ آج ہندوستان اسقدر مہذب ہوگیا ہے۔ لیکن اب بھی کسی عام مسئلہ مذہبی کی مخالفت کی جائے تو ایک حشر برپا ہو جاتا ہے۔ اور اگر حکومت موجودہ منتظم اور صاحب شروت نہوتی تو اس سرزمین پر خون کا بادل برس چکا تھا۔

دوسرا سبب۔ عرب ایک مدت سے بت پرستی مین مبتلا تھا۔ خلیل بت شکن کی یادگار (کعبہ) مین تین سو ساٹھ معبود تھے جن مین سب سے مقدم تھی ہبل۔ خدائے اعظم تھا۔ یہی بت ہر قسم کے خیر و شر کے مالک تھے۔ پانی برساتے تھے۔ اولاد دیتے تھے۔ معرکہائے جنگ مین فتحین دلاتے تھے۔ خدا یا تو سرے سے نہ تھا۔ یا تھا تو وجود معطل تھا۔ اسلام کا اصل فرض اس طلسم کو فورًا برباد کر دینا تھا۔ لیکن اسکے ساتھ قریش کی عظمت و اقتدار اور عالمگیر اثر کا بھی خاتمہ تھا۔ اسلئے قریش نے شدت سے مخالفت کی اور انہین قبیلوگون کو جسقدر زیادہ نقصان پہونچنے کا اندیشہ تھا وہ اوسیقدر مخالفت مین زیادہ سرگرم تھے۔ قریش کا رئیس اعظم۔ حرب بن امیہ تھا۔ چنانچہ حرب فجار مین وہی سپہ سالار اعظم تھا۔ لیکن حرب کے مرنیکے بعد ابوسفیان اس منصب عظیم کے حاصل کرنے کی قابلیت نہین رکھتا تھا۔ اس لئے ولید بن مغیرہ نے اپنی لیاقت اور اثر سے ریاست حاصل کی تھی۔ ابوجہل اسی کا بھتیجا تھا۔ اور وہ بھی قریش مین اعتبار رکھتا تھا۔ ابوسفیان گو اپنے باپ کا منصب نہ حاصل کر سکا لیکن بنو امیہ کے خاندان کا سردار وہی تھا۔ خاندان ہاشم مین سب سے ممتاز اور کبیر السن ابولہب تھا[۵]

بقیہ عبارت حاشیہ۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ وہ جب ایسی روایت کرے جو اوسکے مذہب کے موافق ہو تو وہ رد کر دی جائے گی۔ عراقی نے کہا کہ اسپر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ شیخین نے تو ایسے ایسے بدعتیون سے بھی روایت کی ہے جو اپنے مذہب خاص کے داعی تھے۔ مثل عمران بن حطان کے جو خارجیون کا داعی تھا۔ اور بخاری و مسلم نے عبدالحمید بن عبدالرحمن حمانی سے استدلال کیا ہے۔ جو مذہب ارجاء کا داعی تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ داؤد کہتے ہین کہ خوارج سے بڑھکر کوئی صادق اللہجہ نہین ہے۔ یہ کیون؟ صرف اسلئے کہ بخاری نے اِن سے روایت لی ہے۔ اصل یہ ہے کہ انسان جسقدر صحیحین کے حالات پر غور کریگا اوسیقدر اوسکی حیرت بڑھتی جائیگی۔ کیونکہ کوئی قاعدہ ایسا نہین ہے کہ محدثین اہلسنت نے ترتیب نہ دیا اور بخاری و مسلم نے اوسکو اپنے طرز عمل سے توڑ نہ دیا کیونکہ دو نمونے تو دیکھ چکے کہ حدیث مرسل عام طور سے ضعیف ہوتی ہے مگر بخاری کا دارومدار زیادہ تر مراسیل پر ہے (۲) اہل بدعت کی عمومًا اور خوارج کی خصوصًا تمام روایتین قابل احتجاج نہین لیکن بخاری نے اسقدر روایتین خوارج سے لین کہ آخر یہ کہنا پڑا کہ خوارج سے زیادہ کوئی صادق اللہجہ نہین کیونکہ ایک نہین صدہا خوارج رواۃ صحیح بخاری سے ہین۔ امام سیوطی نے ایک مختصر سی فہرست خوارج راویان بخاری کی دی ہے جو ذیل مین نقل کی جاتی ہے وکلھم اھل البدعۃ ممن اخرج لھم البخاری ومسلم او احدھما و ھو یہ سب کے سب اہل بدعت تھے اور ان

[۵] ابولہب بنی ہاشم مین کبیر السن ضرور تھا لیکن ممتاز کب تھا؟ اور حضرت ابیطالب کے مقابلہ مین اسکو امتیاز و اعزاز خاندانی کس نے دیا سوائے شبلی صاحب کے اور کس کو بتلایا جائے افسوس ہے اپنی تردید آپ ہی کرتے ہین۔ آگے چلکر اسی ابولہب کے حال مین لکھتے ہین اسنے حرم محترم کے خزانے سے غزال زرین چرا کر بیچ ڈالا تھا۔ چور کو ممتاز کہنا شبلی صاحب کی خاص اصطلاح ہے۔

جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حقیقی چچا تھا۔ قبیلہ سہم میں سب سے زیادہ اثر عاص ابن وائل کا تھا جو نہایت دولتمند اور کثیر الاولاد تھا۔ قریش کی عنان حکومت انھیں کے ہاتھ میں تھی۔ اور یہی لوگ تھے جنھوں نے اسلام کی سخت مخالفت کی قریش کے اور اکابر مثلاً اسود بن عبد المطلب۔ اسود بن عبد یغوث۔ نضر بن الحرث۔ امیہ بن خلف۔ عقبہ بن معیط الاسدی انھیں لوگوں کے زیر اثر تھے۔ اور اسوجہ سے اعدائے اسلام میں اون کے نام ہر جگہہ نمایاں نظر آتے ہیں۔

قریش کا یہ خیال تھا کہ نبوت کا منصب عظیم اگر کسی کو ملتا تو مکہ یا طائف کے کسی رئیس کو ملتا۔ وقالوا لولا نزل ھذا القراٰن علی رجل من القریتان عظیم (وہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن کو اوترنا تھا تو ان دونوں شہروں (مکہ اور طائف) کے رئیس اعظم پر اوترتا (یعنی ولید بن ربیعہ یا ابومسعود ثقفی) عرب میں ریاست کے لئے دولت اور اولاد سب سے ضروری شرط تھی۔ اولاد کی نسبت اکثر وحشی قوموں میں ہندوستان میں بھی) یہ خیال رہا ہی کہ جو شخص صاحب اولاد نہو۔ وہ عالم آخرت کے برکات سے محروم رہتا ہی۔ قریش میں اوصاف مذکورہ کے لحاظ سے جو لوگ ریاست کا استحقاق رکھتے تھے وہ ولید بن مغیرہ امیہ بن خلف۔ عاص بن وائل السہمی اور ابومسعود ثقفی تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اوصاف سے خالی تھے۔ دولت کے غبار سے آپ کا دامن پاک تھا۔ اور اولاد ذکور سال دو سال سے زیادہ زندہ نہیں رہی۔

تیسرا سبب۔ قریش کو عیسائیوں سے بالطبع نفرت تھی جسکی یہ وجہ تھی کہ ابرہۃ الاشرم (شاہ حبش) جو کعبہ ڈہانیکو آیا تھا وہ عیسائی تھا۔ یہی وجہ تھی کہ قریش کو عیسائیوں کے مقابلہ میں پارسیوں کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ ایران اور روم کی جنگ میں ایرانیوں کو فتح ہوئی تو قریش نے نہایت خوشی کا اظہار کیا۔ اور مسلمان دل شکستہ ہوئے۔ چنانچہ یہ آیت اوتری۔

بقیہ عبارت حاشیہ۔ انکے یا کلمہ مسلم و بخاری نے روایت کی ہے۔ نام یہ ہیں۔

ابراہیم بن مہران[1]۔ ایوب بن عائذ الکائی[2]۔ ذر بن عبد اللہ موہبی[3]۔ شبابہ بن سوار[4]۔ عبد الحمید بن عبد الرحمن[5]۔ (ابویحیی) حمانی[6] عبد الحمید بن عبد العزیز[7] بن داؤد عثمان بن غیاث البصری[8]۔ عمر بن ذر[9]۔ عمرو بن مرہ[10]۔ محمد بن حازم[11]۔ ابومعاویۃ الضریر[12]۔ ورقا بن عمیر الیشکری[13]۔ یحیی بن صالح الوحاظی[14]۔ یونس بن بکیر[15] ھؤلاء رموا بالارجاء وھو تاخیر الحکم فی الحکم علی مرتکب الکبائر بالنار۔ یہ لوگ تو وہ تھے جو مذہب ارجا میں داخل تھے اور مرتکبان کبائر کے دخول بالنار کے حکم لگانے میں تاخیر کا حکم دیتے تھے۔) اسحاق بن سوید العدی[16]۔ بہز بن اسد[17]۔ جریر بن عثمان[18]۔ حصین بن نمیر[19] (قاتلان امام حسین علیہ السلام) خالد بن سلمۃ الفافا[20]۔ عبد اللہ بن سالم الاشعری[21]۔ قیس ابن حازم[22] ھؤلاء رموا بالنصب وھو بغض علی و تقدیم غیرہ علیہ یہ وہ لوگ ہیں جو ناصبیت اختیار کر چکے تھے اور ناصبیت بغض علیؑ یعنی غیر کو آپ کے اوپر تقدیم دینے کا نام ہے۔ تدریب الراوی ص ۱۲۰ پھر اُسی کتاب میں ایک صفحہ کے بعد لکھتے ہیں وعکرمہ مولی ابن عباس والولید بن کثیر ھؤلاء اباضیہ وھم الخوارج الذین انکروا علی علی التحکیم و تبرؤا عنہ و من عثمان وذویہ وقاتلہ۔ عکرمہ[23] ابن عباس کا غلام اور ولید بن کثیر[24]۔ خوارج کے فرقہ اباضیہ سے تھے جو تحکیم جناب علی مرتضیٰؑ کے منکر تھے۔ حضرت عثمانؓ سے تبرا کیا اور اون سے مقاتلہ کیا۔ ص ۱۲۱

---

۵۱ ان اوصاف کے ساتھ مکاری۔ عیاری۔ دغابازی اور حیلہ سازی کی خاص صفتیں کیوں چھوڑ دیگئیں۔ قرآن کی جگہہ اینٹیں مینہ برسانا۔ اونٹ کو اونٹنی بتلانا دومۃ الجندل کے فیصلے میں ابوموسیٰ الاشعری کو چکمہ دیکر بیوقوف بنانا سب کچھ تو شبلی صاحب کی پیش نظر ہے۔ المؤلف۔ عفی عنہ

غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۔ فِیْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِيْنَ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِنَصْرِ اللّٰهِ ۔

قریب کے ملک مین رومی مغلوب ہوگئے۔ مغلوب ہونے کے چند سال بعد پھر غالب آجاءینگے۔ خدا ہی کو اختیار ہے پہلے بھی اور پیچھے بھی اور تب مسلمان اللہ کی مدد سے خوشی منائینگے۔

اسلام اور نصرانیت مین بہت سی باتین مشترک تھین۔ سب سے بڑھکر یہ کہ اس زمانہ مین اسلام کا قبلہ بیت المقدس تھا اور مدینہ منورہ مین بھی ایک مدت تک یہی قبلہ رہا۔ ان اسباب سے قریش کو خیال ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیسائیت قایم کرنا چاہتے ہین۔

چوتھا سبب۔ ایک بڑا سبب قبائل کی خاندانی رقابت تھی۔ قریش مین دو قبیلہ نہایت ممتاز اور حریف یکدیگر تھے بنی ہاشم اور بنو امیہ۔ عبدالمطلب نے اپنے زور واثر سے بنو ہاشم کا پلہ بھاری کر دیا تھا۔ لیکن انکے بعد اس خاندان[1] مین کوئی صاحب اثر نہین پیدا ہوا۔ ابوطالب دولت مند نہ تھے۔ عباس دولتمند تھے لیکن فیاض نہ تھے۔ ابولہب بدچلن تھا۔ اس لئے بنو امیہ کا اقتدار بڑھتا جاتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت مین۔ بدر کے سوا باقی تمام لڑائیان ابوسفیان ہی نے برپا کین۔ اور وہی تمام لڑائیون مین رئیس لشکر رہا عقبہ ابن معیط جو سب سے زیادہ آنحضرت صلعم کا دشمن تھا اور جس نے نماز پڑھنے کی حالت مین آپ کے دوش مبارک پر اونٹ کی اوجھ لا ڈالی تھی۔ اُموی تھا۔ بنو امیہ کے بعد جس قبیلہ کو بنی ہاشم سے برابری کا دعوی تھا۔ وہ بنی مخزوم تھے۔ ولید بن مغیرہ اسی خاندان کا رئیس تھا۔ اسلئے اس قبیلہ نے بھی

بقیہ عبارت حاشیہ۔ اب تیسرا قاعدہ بھی ملاحظہ ہو۔ اوسی تدریب الراوی سیوطی مین ہے الثالث الصواب انه لا يقبل رواية الرافضة وساب السلف كما ذكره فی المنصف فی الروضة فی باب القضاء فی مسائل الافتاء مذہب صحیح یہی ہے کہ رافضیون کی اور اونکی جو سلف کا سب کرتے ہین۔ روایت نہ لینی چاہیئے مصنف نے اسکو استفتا رمسائل کے باب مین لکھا ہے امام مسلم نے اس قاعدہ کو بھی توڑ دیا۔ تدریب الراوی مین ہے قال الحاکم کتاب مسلم ملآن الشیعۃ امام حاکم کہتے ہیں کہ صحیح مسلم تو شیعہ راویون سے بھری پڑی ہے اب صحیح مسلم کی توثیق دیکھی جاوے تو اوسی کتاب مین ہے عن ابو علی النیشاپوری شیخ الحاکم قال ما تحت ادیم السماء کتاب اصح من کتاب مسلم ص ۱۲۶۔ ابو علی نیشاپوری امام حاکم کے استاد کہتے ہین کہ آسمان کے نیچے کوئی کتاب صحیح مسلم سے بڑھکر صحیح نہین ہے۔

اب صحیح بخاری وصحیح مسلم مین یہ فرق ثابت ہوا کہ صحیح مسلم شیعہ رواۃ سے بھری پڑی ہے اور صحیح بخاری خوارج کے راویون سے پھر جب ایسے خوارج استاد بخاری ہین اور بخاری اون سے روایت کرتے ہین تو کیسے ممکن ہے کہ وہ کبھی اون روایتون کو لکھین جو فضائل جناب امیرؑ مین

[1] شبلی صاحب تو بیجا ذکر بنی ہاشم کے پیچھے پڑے ہین۔ آپ کا یہ لکھنا کہ عبدالمطلب کے بعد اس خاندان مین کوئی صاحب اثر نہین پیدا ہوا۔ کہان تک صحیح فی الواقع اور تاریخ کے مطابق ہے۔ ایک تو عبدالمطلب کے بعد اونکے گھر مین وہی مقدس ہے (صلعم علیہ وآلہ) جسکی سیرت نگاری کا شرف آپ حاصل کر رہے ہین اسکے قبل گو غلط فہمی ہی سہی۔ آنجناب ابولہب کو اسی گھر مین قریش مین ممتاز بتلا چکے ہین۔ عباس کو متمول اور دولتمند قلمبند کر ہی چکے ابیطالب کی نسبت ابن ہشام ص ۱۲۲ این بزرگ وسید القوم کا اقرار کافرون کا خود موجود ہے مگر ایک بنی امیہ اور اصول تعمیم کی تائید کی ضرورت مین یہ کل سبب کچھ بے اثر ہے۔ المولف عفی عنہ

آنحضرت صلعم کی سخت مخالفت کی۔ ابوجہل کی ایک تقریر سے اس بیان کی پوری تصدیق ہوتی ہے۔ ایک دفعہ اخنس بن شریق ابوجہل کے پاس گیا۔ اور کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے۔ ابوجہل نے کہا کہ ہم اور بنو عبد مناف ہمیشہ حریف مقابل رہے۔ انھوں نے مہمانداریاں کیں تو ہم نے بھی کیں۔ انھوں نے خون بہا دیے۔ تو ہم نے بھی خون بہا دیے انھوں نے بھی فیاضیاں کیں تو ہم نے ان سے بڑھکر کیں۔ یہانتک کہ جب ہم نے کاندھے سے کاندھا ملا دیا تو اب بنی ہاشم پیغمبری کے دعویدار ہیں۔ خدا کی قسم ہم اس پیغمبر پر کبھی ایمان نہیں لا سکتے۔ بحوالہ ابن ہشام ص ۱۰۸ مصر

پانچواں سبب ایک بڑا سبب یہ تھا کہ قریش میں بداخلاقیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ بڑے بڑے ارباب اقتدار نہایت ذلیل بداخلاقیوں کے مرتکب تھے۔ ابولہب جو خاندان بنی ہاشم میں ممتاز تھا۔ اوس نے حرم محترم کے خزانے سے غزال زرین چرا کر بیچ ڈالے تھے۔ اخنس بن شریق جو بنو زہرہ کا حلیف اور رؤسائے عرب میں شمار کیا جاتا تھا۔ نمام و کذاب تھا نضر بن حارث کو جھوٹ بولنے کی سخت عادت تھی۔ اسی طرح اکثر ارباب جاہ مختلف قسم کے اعمال شنیعہ میں گرفتار تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک طرف بت پرستی کی برائیاں کرتے تھے۔ دوسری طرف ان بداخلاقیوں پر سخت وار کرتے تھے۔ اس سے اونکی عظمت و اقتدار کی شہنشاہی تنزل ہوتی جاتی تھی۔ قرآن مجید میں مبہم اور علانیہ ان کا فرون کی شان میں آیتیں نازل ہوتی تھیں۔ گو طریقہ بیان عام ہوتا تھا۔ لیکن لوگ جانتے تھے کہ روئے سخن کس کی طرف ہے

بقیہ عبارت حاشیہ والد ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بخاری نے تفسیر وانذر عشیرتک الاقربین میں اوس روایت کو نہ لیا جو صحیح اور معتمد ہیں اور انکو لیا جو یقیناً غیر صحیح ہیں کیونکہ انکے راوی اول ابن عباس ہیں جو اس واقعہ کے ساتھ آٹھ برس بعد پیدا ہوئے۔ دوسرے ابوہریرہ ہیں جو اس واقعہ کے چودہ یا سترہ برس بعد مدینہ میں آئے اور اسلام لائے پھر یہ روایت کیسے صحیح رہ سکتی ہے اسپر ابن حجر کا یہ احتمال کرنا کہ ممکن ہے یہ آیہ دو مرتبہ نازل ہوا ہو کسقدر خلاف اصل ہے کیونکہ مجبور ہو کر ابن حجر خود لکھتے ہیں لکن الاصل عدم المتکرار النزول وقد صرح فی ھذہ الروایۃ بان ذلک حین وقع نزلت اصل یہی ہے کہ تکرار نہیں واقع ہوئی کیونکہ خود اس روایت میں موجود ہے کہ یہ واقعہ اسیوقت کا ہے جسوقت یہ آیہ مکہ میں نازل ہوا ہے۔ تو پھر کون روایت صحیح مانی جائے۔ حضرت کا کوہ صفا پر چڑھکر پکارنا جیسا کہ اس روایت میں ہے۔ یا پہلی روایت جسمیں دعوت کا ذکر ہے کیونکہ اس روایت میں تو یہی ہے کہ جب یہ آیہ نازل ہوا تو حضرت پکارنے لگے۔ جس سے فوریت ظاہر ہے۔ تو ایک روایت ضرور غلط ہوگی۔

دوسرا طریقہ۔ اور سنیے ابن حجر لکھتے ہیں نحو وقع عند الطبرانی من حدیث ابی امامہ قال لما نزل وانذر عشیرتک الاقربین جمع رسول اللہ صلعم بنی ھاشم ونسائہ واھلہ فقال یا بنی ھاشم اشتروا انفسکم من النار واسعوا فی فکاک رقابکم یا عائشۃ بنت ابوبکر یا حفصہ بنت عمر یا ام سلمہ فذکر حدیثا طویلا فھذا ان ثبت دل علی تعدد القصۃ الاول وقعت بمکۃ لتصریحہ فی حدیث الباب انہ صعد الصفا ولم تکن عائشۃ وحفصۃ وام سلمۃ عندہ ومن ازواجہ الا بالمدینۃ فیجوز ان تکون متاخرۃ عن الاولی فیمکن ان یحضرھا ابوھریرہ وابن عباس ایضا ویحمل قولہ لما نزلت جمع ای بعد ذلک لا ان الجمع وقع علی الفور ولعلہ خص کما سیاتی فی تنزل ثانیا وھو ورھطک منھم المخلصین فخص بذلک بنی ھاشم ونساءہ واللہ اعلم وفی ھذہ الزیادۃ تعقیب علی النووی حیث قال فی شرح مسلم ان البخاری لم یخرجھا اعنی ورھطک منھم المخلصون اعتماداً علی ما فی ھذہ السورۃ واغفل کونھا موجودۃ عند البخاری فی سورۃ تبت ص ۲۰۸ جلد ۸ طبرانی نے ابی امامہ

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍۢ بِنَمِيْمٍ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ عُتُلٍّۢ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ

اور اس شخص کے کہنے میں نہ آ جو بات بات میں قسم کھاتا ہے۔ آبرو باختہ ہے طاعن ہے چغلیاں لگاتا ہے۔ لوگوں کو اچھے کاموں سے روکتا ہے حد سے بڑھ گیا ہے بد ہے تند خو ہے۔ اور ان سب باتوں کو جھوٹا نسب بتاتا ہے اسلئے کہ وہ مالدار ہے اور لڑکوں والا۔

پھر ارشاد ہوتا ہے۔

كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًاۢ بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ

وہ سن رکھے کہ اگر وہ باز نہ آیا۔ تو ہم اوسکی پیشانی کے بال پکڑ کر گھسیٹنگے جو کہ جھوٹی اور خطا کار ہے۔

ممکن تھا کہ وعظ و پند کا نرم طریقہ اختیار کیا جاتا لیکن مدت کی غفلت۔ عربی نخوت۔ دولت و اقتدار کا فخر۔ ریاست کا زعم۔ ان چیزوں کے ہوتے ہوئے جبتک ضرب نہایت سخت نہوتی وہ خبر نہ ہوتے۔ اس لئے بڑے بڑے جبّار اسطرح مخاطب کئے گئے

ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ كَلَّا اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا

ہمکو اور اوسکو تنہا چھوڑ دو میں نے اوسکو پیدا کیا۔ پھر بہت سا مال دیا بیٹے دیئے سامان دیا۔ پھر چاہتا ہے کہ ہم اوسکو اور دیں۔ ہرگز نہیں وہ ہماری آیتوں کا دشمن ہے۔

یہ خطاب ولید بن مغیرہ کی طرف ہے جو قریش کا سرتاج تھا۔ اور یہ الفاظ اوس شخص کی زبانی ادا ہوتے تھے جسکو ظاہری جاہ و اقتدار حاصل نہ تھا لیکن مخالفت کی جو سب سے بڑی وجہ تھی اور جس کا اثر تمام قریش بلکہ تمام عرب پر یکسان تھا۔ یہ تھا کہ جو معبود سیکڑوں برس سے عرب کے حاجت روائے عالم تھے اور جن کے آگے وہ ہر روز پیشانی رگڑتے تھے اسلام انکا نام و نشان مٹاتا تھا۔ اور ان کی شان میں کہتا تھا۔

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ

تم اور جن چیزوں کو تم پوجتے ہو۔ وہ سب دوزخ کے ایندھن ہونگے۔

بقیہ عبارت حاشیہ سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیہ نازل ہوا تو حضرت نے بنی ہاشم کو اور اپنے ازواج کو اور اہل کو جمع کیا اور فرمایا کہ اے بنی ہاشم تم اپنی جانوں کو خدا سے خرید کر لو۔ اور نار سے اپنی آزادی کی سعی کرو۔ اے عائشہ بنت ابی بکرؓ اے حفصہ دختر عمرؓ اے ام سلمہ! اسکے بعد طولانی حدیث کو لکھا ہے پس اگر یہ حدیث ثابت بھی ہو جائے تو دلالت کرتی ہے تعدد واقعہ پر کیونکہ قصہ اولی مکہ میں واقع ہوا جسمین اس امر کی تصریح موجود ہے کہ آنحضرت صلعم نے کوہ صفا پر چڑھکر آواز دی اوسوقت نہ عائشہ موجود تھیں نہ حفصہ اور نہ ام سلمہ۔ کیونکہ یہ سب تو مدینہ میں حضرت کی زوجیت میں آئیں پس ممکن ہے کہ یہ قصہ متاخر ہوا اور اسوقت ابن عباس اور ابوہریرہ کی حاضری بھی ممکن ہے اور حدیث میں موجود ہے کہ حضرت نے سب کو جمع کیا۔ اور شاید کہ پہلے وانذر عشیرتک الاقربین تنہا نازل ہوا۔ جسکے بعد حضرت نے قریش کو جمع کیا پھر تخصیص کی اور اس زیادتی میں تعقیب ہے نووی پر جنھوں نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ بخاری نے وَرَهْطَكَ الْمُخْلَصُوْنَ کی روایت نکی۔ یہ غلطی ہے نووی سے اسوجہ سے ہوئی کہ صرف تفسیر سورہ شعراء پر اعتماد کیا۔ اور اس سے غفلت کی کہ یہ بخاری کے نزدیک سورہ تبت میں موجود ہے۔"

اس شرح سے گویا مقصد بخاری کی تکمیل تو نہ ہوئی کہ فضیلت و خلافت جناب امیرؑ کو بالکل مٹا دیا گیا۔ مگر جامع القرآن حضرت کی بھی

مدت تک قریش کے تحمل کے اسباب ان کے اسباب کے ساتھ جنمیں سے ہر ایک قریش کے سخت مشتعل کردینے کے لئے کافی تھا۔ توقع یہ تھی کہ اعلان دعوت کے ساتھ سخت خونریزیاں شروع ہوجائیں گی لیکن قریش نے تحمل سے کام لیا اور اسکے ناگزیر اسباب تھے قریش خانہ جنگیوں میں بے پناہ ہوچکے تھے۔ اور حرب فجار کے بعد اسقدر عاجز آگئے تھے کہ لڑائی کے نام سے ڈرتے تھے۔ قبیلہ پرستی کی وجہ سے لڑائی صرف اتنی ہی بات پر شروع ہوجاتی تھی کہ کسی قبیلہ کا کوئی آدمی قتل کردیا جائے تو مقتول کا قبیلہ بغیر کسی تحقیق کے انتقام کے لئے کھڑا ہوجاتا تھا۔ اور جبتک بدلا نہ لے لیا جاوے یہ آگ بجھ نہیں سکتی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنا قریش کے لئے نہایت آسان تھا لیکن وہ جانتے تھے کہ بنی ہاشم خون کا انتقام نہ چھوڑینگے۔ تمام مکہ جنگ میں مبتلا ہوجائیگا۔ بہت سے لوگ اسلام لاچکے تھے اور قریباً کوئی قبیلہ ایسا باقی نہیں تھا جسمیں دو ایک آدمی اسلام نہ لاچکے ہوں اسلئے اسلام اگر جرم تھا تو صرف ایک شخص اس کا مجرم نہ تھا۔ بلکہ سیکڑوں تھے اور سب کا استیصال ناممکن تھا۔ سیرۃ النبی ج ۱ ص ۵۵-۱۶۱

کفار قریش کی تمام مخالفتوں کے یہی اسباب تھے۔ جو تفصیل سے لکھے گئے۔ عام اصول فطرت کے مطابق مخالفت کے جتنے مختلف اسباب تھے مخاصمت کی اتنی ہی مختلف اور متفرق صورتیں بھی اختیار کی گئیں۔ ان تمام خیالوں نے سب سے پہلے مخالفت اسلام کی جو تدبیر نکالی اور اوسکو عملی صورت میں لائے وہ اسلام لانیوالوں پر خوبخوار انہ ظلم و تعدی تھی کو تہ اندیش قریش یہ سمجھے تھے کہ ان ترکیبوں سے عام طبقات کو عبرت ہوگی۔ اور جو اسلام لاچکے ہیں وہ دست بردار ہوجائیں گے۔

ان میں سے چند مظلومین اسلام کے احوال ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔

بقیہ عبارت حاشیہ۔ خوب پردہ دری ہوئی۔ کیونکہ یہ آیہ دو مرتبہ نازل ہوا تھا۔ مگر ایک دفعہ کا بالکل نکال دیا گیا۔ حالانکہ صدہا آیتیں مکرر قرآن میں موجود ہیں۔ مگر یہ آیت نہ رہنے پائی۔ دوسرے یہ کہ اسکے ساتھ آیہ ورھطک منہم المخلصین بھی قرآن میں دو مرتبہ نازل ہوا تھا جسپر صحیح مسلم و صحیح بخاری دونوں کا اتفاق ہی لیکن قرآن موجودہ میں اسکا کہیں وجود نہیں۔ توپھر تحریف قرآن میں اہل سنت کو کیا عذر ہوسکتا ہے طرہ تو یہ ہے۔ یہی ابن حجر لکھتے ہیں۔ زاد فی تفسیر تبت روایۃ ابی اسامۃ علی الاعمش بھذا السند ورھطک منہم المخلصین خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی صعد الصفا فھتف یا صباحاہ فقالوا من ھذا فاجتمعوا الیہ فقال ارأیتم ان اخبرتکم ان خیلا تخرج من سفح ھذا الجبل اکنتم مصدقی قالوا ما جربنا علیک کذبا قال فانی نذیر لکم بین یدی عذاب شدید قال ابو لھب تبا لک ما جمعتنا الا لھذا ثم قام فنزلت تبت یدا ابی لھب وقد تب ھکذا قرأھا الاعمش عمرو بن مرۃ قولہ وتب ما اغنی عنہ مالہ وما کسب حدثنا محمد بن سلام واخبرنا ابو معاویۃ حدثنا الاعمش عن عمرو بن مرۃ عن سعید بن جبیر عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خرج الی البطحاء فصعد الی الجبل فنادی یا صباحاہ فاجتمعت الیہ قریش فقال ارأیتم ان حدثتکم ان العدو مصبحکم او ممسیکم اکنتم تصدقونی قالوا نعم قال انی نذیر لکم بین یدی عذاب شدید فقال ابو لھب الھذا جمعتنا تبا لک فنزل اللہ تعالیٰ تبت یدا ابی لھب الی آخرہ یعنی جب آیہ وانذر عشیرتک الاقربین اوترا تو حضرت باہر آئے اور کوہ صفا پر چڑھ گئے اور آواز دی حاضرا

ظالمین قریش اور مظلومین اسلام

سابقین مومنین کی فہرست مظلومین میں نمبر اوّل آل یاسرؓ ہیں جنکے مصائب و شدائد کسیقدر اوپر قلمبند ہو چکے ہیں۔ یہ خاندان کا خاندان طبقہ اوّل کا صاحب ایمان ہے۔ یاسر اصل میں یمن کے رہنے والے تھے۔ پریشان ہو کر مکہ میں چلے آئے۔ ابو حذیفہ مخزومی کی کنیز سمیہ نامی سے عقد کر لیا۔ لڑکے بالے ہو گئے اور پھر یہیں سکونت اختیار کر لی۔ یاسر کی بی بی سمیہؓ یاسر کے دونوں بیٹے عمارؓ اور عبد اللہؓ غرضکہ سارا گھر مشرف باسلام ہو چکا تھا لیکن دولت ایمان کے سوا گھر میں کچھ بھی نہ تھا تمام خاندان عسرت اور ناداری میں بسر کرتا تھا۔ کفار قریش غریب و بے یار سمجھ کر ان پر ٹوٹ پڑے اور ایک ایک کر کے ان غریبوں کو اتنا مارا کہ جینے کے لالے پڑ گئے سراپا مجروح ہو گئے۔ اتفاقاً اسی حالت میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ادھر آنکلے مومنین مخلصین کی یہ مصیبت آپ سے دیکھی نہ گئی لیکن مجبوری ایسی تھی کہ سوائے سکوت و خاموشی کے دوسرا کوئی چارہ نہیں تھا۔ انکی مصیبتناک حالت مشاہدہ فرما کر ارشاد کیا اصبروا یا آل یاسر فان موعدکم الجنۃ (اے آل یاسر صبر کرو تحقیقکہ بہشت تمہاری وعدہ گاہ ہے) کمبخت ابوجہل نے یاسر کی بی بی سمیہ کو نیزے کی نوکین کوچ کوچ کر مار ڈالا۔ غریب یاسر کا بھی ایسی ہی شدید ضربوں سے خاتمہ بالخیر کر دیا گیا۔
سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ ظالمین دیکھ لیں گے انکی کیسی بازگشت ہونیوالی ہے۔

بقیہ عبارت حاشیہ (صبح ہوتے تم پر ٹوٹ پڑنے) لوگوں نے کہا تم کیوں پکارتے ہو۔ غرضکہ سب جمع ہوئے تو حضرت نے کہا کہ اگر ہم تمکو خبر دیں کہ اس پہاڑ کی پشت سے ایک لشکر آیا چاہتا ہے تو تم ہمکو سچا جانو گے سب نے کہا ہم نے تم پر کبھی کذب کا تجربہ نہیں کیا ہی تو حضرتؐ نے فرمایا کہ ہم تم لوگوں کے ڈرانے والے ہیں عذاب شدید سے۔ ابو لہب نے کہا (نعوذ باللہ) تم ہلاک ہو جاؤ۔ کیا اسی لئے تم نے سب لوگوں کو جمع کیا تھا۔ اسپر سورۂ تبت یدا نازل ہوا تبت یدا ابی لھب وتب وقد تب اسی طرح اعمش نے اوس روز پڑھا تھا۔ (مگر قد کا لفظ اب قرآن میں نہیں ہی) اسی ایک روایت کو تین متفرق باب میں لکھا ہے اس سے بخاری صاحب کی خوش سلیقگی ظاہر ہے دوسری یہ کہ ورہطک منہم المخلصین بھی نازل ہوا تھا جو اب قرآن میں نہیں ہے تیسری یہ کہ قد تب نازل ہوا تھا اب صرف تب رہ گیا۔ اس پر بھی تحریف قرآن سے انکار ممکن ہے۔ اور کوئی وجہ اسکی تبلائی جا سکتی ہے کہ ورہطک منہم المخلصین کیوں نکال دیا گیا۔ صرف اس لئے اسمیں بنی ہاشم کی صریح مدح تھی پھر حضرات جامعین قرآن کب اسکو قرآن میں رہنے دیتے اب سورہ تبت کی شان نزول کو دیکھنا چاہیئے کہ آخر یہ سورہ کب نازل ہوا۔ کیونکہ وانذر عشیرتک الاقربین کے نزول کے بعد اسکا نازل ہونا عقلاً بھی ناجائز ہے اور نقلاً بھی عقلاً اس وجہ سے کہ وہ مقام تالیف قلوب تھا کہ حضرتؐ اپنی نبوت کا اعلان کر رہے تھے جو ایک انیا عجیب و غریب امر تھا کہ عرب کے کان بھی اس سے آشنا نہ تھے کہ عرب میں بھی کوئی نبیؐ ہوگا۔ اس لئے حضرت نے اس اہتمام سے اونکی دعوت کی اور نرم الفاظ میں پیغام الٰہی پہونچایا کہ کسی کو متنفر نہ ہونے پائے ایسی حالت میں اسطرح کا سورہ آنا جسمیں ایک شخص کی مذمت ہو کسقدر خلاف عقل ہو نقلاً اس وجہ سے کہ امام سیوطی لباب النقول فی اسباب النزول میں لکھتے ہیں۔ اخرج البخاری وغیرہ عن ابن عباس قال صعد رسول اللہ صلعم ذات یوم علی الصفا فنادی یا صباحاہ فاجتمعت الیہ قریش قال ارائیتم لو اخبرتکم ان العدو مصبحکم او ممسیکم اکنتم تصدقونی قالوا بلی قال فانی نذیر لکم بین یدی عذاب شدید فقال ابو لھب تبا لک

(۲) **خباب بن الارت** - تمیم کے قبیلہ سے تھے - جاہلیت مین غلام بناکر فروخت کیے گئے - اور ام انمار نے خرید لیا - ایسی زمانہ مین اسلام لائے - جب آنحضرت صلعم ارقم کے گھر مین مقیم تھے اور صرف چھ سات شخص اسلام لاچکے تھے قریش نے انھین طرح طرح کی تکلیفین دین - ایکدن کوئلے جلاکر زمین بچھائے - اسپر انکو چت لٹایا - ایک شخص چھاتی پر پاؤن رکھے رہا کہ کروٹ بدلنے نہ پائین - یہانتک کہ کوئلے پیٹھ کے نیچے پڑے پڑے ٹھنڈے ہوگئے - خباب نے مدتون کے بعد یہ واقعہ حضرت عمرؓ کے سامنے بیان کیا اور پیٹھ کھول کر دکھائی کہ برص کے داغ کی طرح بالکل سپید تھی - ابن سعد جلد ۳ - خباب جاہلیت مین لوہار کا کام کرتے تھے بعض لوگون کے ذمہ انکی بقایا تھی - مانگتے تو جواب ملتا کہ جب تک کہ محمد (صلعم) کا انکار نہ کروگے کوڑی نہ ملے گی یہ کہتے کہ نہین جبتک کہ تم مرکے جیو نہین - سیرۃ النبی بحوالہ بخاری ص ۱۹۱

(۳) **حضرت بلال** - یہ وہی بلال ہین جو موذن مشہور ہین حبشی النسل تھے - اور امیہ بن خلف کے غلام تھے جب ٹھیک دوپہر ہوجاتی تو امیہ انکو جلتی بالو پر لٹاتا - اور پتھر کی چٹان انکے سینہ پر رکھدیتا کہ جنبش نہ کرسکے - اکثر گردن مین رسی باندھ لڑکون کو پکڑا دیتا اور وہ مکہ کے پہاڑون پران غریب کو جانورون کی طرح گھسیٹتے پھرتے گردن مین رسیون کے نیل پڑجاتے کبھی یہ ہوتا تھا کہ انکی مشکین باندھ کر زمین پر ڈالدیتے تھے - اور ڈنڈون سے پیٹتے جاتے تھے - ان تمام مارون کے بعد پیٹ کی مار بھی دیجاتی تھی جو سب سے بُری تھی - متواتر کئی کئی دنون تک غریب بے آب ودانہ رکھے جاتے تھے لیکن ان تمام مصائب وشدائد مین بھی وہ اسلام کا سبق نہ بھولے - ہر ہر ضرب پر احد احد کے نعرے لگائے جاتے تھے - بالآخر حضرت ابوبکرؓ نے (اور بروایتے عباس بن عبدالمطلب نے) انکو انکے مالک سے خرید کرکے آزاد کردیا -

---

بقیہ عبارت حاشیہ - الہذا جمعتنا فانزل اللہ تبت یدا ابی لھب دالی آخرہ - بر حاشیہ جلالین ص ۱۱۱ - یعنی بخاری نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلعم ایک روز کوہ صفا پر تشریف لے گئے اور پکارے - یا صباحاہ - قریش جمع ہوئے اور ابولہب نے کہا ہلاکت ہو تمکو تم نے اسی لیے سب کو جمع کیا تھا جسپر یہ آیۃ نازل ہوا (ملخصًا) تو وہ روایت بخاری کی بالکل غلط ہوئی کیونکہ اس سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ دوسرا جسکو وقوعہ وانذر عشیرتک الاقربین سے کوئی تعلق نہین - جو اشتباہ امکان ہے - کیونکہ حضرت تو اکثر موقع پاکر تبلیغ فرمایا کرتے تھے لہذا کسی دوسرے موقع پر اس واقعہ کا پیش آنا ممکن ہے - بخلاف واقعہ وانذر عشیرتک الاقربین کے کہ اوس سے کسی قسم کا تعلق ممکن نہین ہے - اگر دوسری روایت پر نظر کیجاوے تو وہ بھی ممکن ہے اور ابولہب کی مذمت بھی کہ اوس سے کوئی بے ادبی ہوئی ہو - اب یہ دیکھنا ہے کہ یہ واقعہ کس زمانہ کا ہے درمنثور سیوطی جلد ۶ صفحہ ۴۰۸ مین ہے - اخرج ابونعیم فی الدلائل عن ابن عباس ما کان ابولھب الا من کفار قریش ما ھو حتی خرج من الشعب حین تمالات قریش حتی حصرونا فی الشعب وظاھر ھم فلما خرج ابولھب من الشعب لقی ھند بنت عتبہ بن ربیعہ حین فارق قومہ فقال یا بنت عتبہ ھل نصرت اللات والعزی قال نعم فجزاک اللہ خیرا یا ابا عتبہ قال ان محمدا یعدنا اشیاء لا نراھا کائنۃ بعد الموت فما ذاک وضع فی یدی ثم نفخ فی یدیہ ثم قال تبا لکما ما اری فیکما شیئا مما یقول محمد فنزلت تبت یدا ابی لھب قال ابن عباس فحصرنا فی الشعب ثلاث سنین

(۴) صُہَیب رومی - یہ رومی مشہور ہین لیکن درحقیقت رومی نہین تھے - انکے والد سنان نامی کسریٰ کی طرف سے اُبلہ کے حاکم تھے - اور اونکا خاندان موصل مین آباد تھا - ایکدفعہ رومیون نے اس نواح پر حملہ کیا - اور جن لوگون کو قید کرکے لیگئے اون مین صہیب بھی تھے - یہ روم مین پلے تھے اس لئے عربی زبان اچھی طرح بول نہ سکتے تھے - ایک عرب نے انکو خریدا اور مکہ مین لایا - یہان عبداللہ بن جدعان نے انکو خرید کرکے آزاد کردیا - آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب دعوۃ اسلام شروع کی تو یہ اور عمار بن یاسر ایک ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے - آپ نے اسلام کی ترغیب دی اور یہ مسلمان ہوگئے - قریش انکو اسقدر اذیّت دیتے تھے کہ ان کے حواس مختل ہوجاتے تھے - جب انھون نے مدینہ کو ہجرت کرنی چاہی تو قریش نے کہا اپنا سارا مال و متاع چھوڑ جاؤ تو جاسکتے ہو - انھون نے نہایت خوشی سے منظور کرلیا - حضرت عمرؓ جب نماز مین زخمی ہوئے تو اپنی بجائے انھین کو امامت دی تھی -

(۵) ابوفکیہہ - کنیت تھی - افلح نام تھا - صفوان بن امیہ کے غلام تھے - اور حضرت بلال کے ساتھ اسلام لائے تھے امیہ کو جب یہ معلوم ہوا تو اونکے پاؤن مین رسی باندھی اور آدمیون سے کہا گھسیٹتے ہوئے لیجائین اور تپتی ہوئی زمین پر لٹائین - ایک گبریلا راہ مین جارہا تھا - امیہ نے انسے کہا کہ تیرا خدا یہی تو نہین ہے - انھون نے کہا کہ میرا اور تیرا دونون کا خدا اللہ تعالیٰ ہے - اسپر امیہ نے اس زور سے انکا گلا گھونٹا کہ لوگ سمجھے دم نکل گیا - ایک دفعہ انکے سینہ پر اتنا بھاری پتھر رکھدیا کہ انکی زبان نکل پڑی - بحوالہ ابن سعد جلد سوم -

بقیہ عبارت حاشیہ - واقطعوا عنا المیرۃ حتی ان الرجل منا بالنفقۃ فما یبایع حتی یرجع حتی ہلک فینا من ہلک ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء مین ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ابولہب بھی کفار قریش سے تھا جیسا کہ وہ لوگ تھے - یہانتک کہ شعب سے خارج ہوئے جبکہ کفار قریش نے مشورہ کرکے ہم سب کو شعب مین محصور کردیا تھا جب ابولہب شعب سے خارج ہوا اور اپنی قوم سے مفارقت اختیار کی تو ہندہ بنت عتبہ بن ربیعہ سے ملاقات ہوئی تو ابولہب نے پوچھا کہ اے ہندہ تو نے کچھ لات و عزیٰ کی نصرت کی تو کہا کہ ہان - اے ابوعتبہ خدا تمہین جزائے خیر دے - ابولہب نے کہا محمد (صلعم) ہم سے دو باتون کا وعدہ کرتے ہین جنکو ہم نہین جانتے کہ وہ موت کے بعد پورا ہو یا اوس سے اور بعد کہ ابولہب نے اپنے دونون ہاتھون کو پھونکا اور کہا تباً لکما - ہلاکت ہو تم دونون کو - محمد (صلعم) کے وعدون مین سے ہم کچھ نہین پاتے اسپر سورہ تبت یدا نازل ہوا - ابن عباس کہتے ہین کہ ہمکو قریش نے تین برس تک محصور رکھا اور اسطرح کہ ہم سے خرید و فروخت بند کردی کہ ہم کچھ مال خرید کرنے جاتے تو ہمارے ہاتھ کوئی چیز نہ بیچتے - یہانتک کہ ہم مین سے جسکو ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہوگیا -

اس سے معلوم ہوا کہ سورہ تبت یدا کا نزول بعد محاصرہ شعب ابی طالب - جو نبوت کے سنہ مین واقع ہوا لیکن بخاری نے صرف عداوت جناب علی مرتضیٰؑ کی وجہ سے اسکو - وانذر عشیرتک الاقربین کے نزول سے ملحق کردیا - جو عقلاً اور نقلاً کسیطرح بھی ممکن نہین ہے اب دیکھیے محاصرہ شعب ابی طالب کب ہوا بعثت سے تین برس تک تبلیغ مخفی ہوتی رہی - اوسکے بعد واقعہ دعوت قریش (سنہ ۴ نبوت) پیش ہوا پھر اسکے بعد حضرت حمزہؑ اسلام لائے تو جیسا کہ طبری کا بیان ہے فائتمرت بینھم ان یکتبوا بینھم کتاباً یتعاقدون فیہ فلما فعلت ذلک

کفار قریش کا یہ سلوک گھر کے غلاموں اور قوم کے نادار لوگوں تک محدود و موقوف نہیں تھا۔ بلکہ اسلام کے ناقابل العفو جرم میں وہ اپنے عزیزوں اور قرابتداروں کے ساتھ بھی ایسے ہی ظلم و ستم سے پیش آیا کرتے تھے۔

(۶) **حضرت عثمانؓ بن عفان** کے اسلام لانے کی خبر جب اونکے چچا کو ہوئی۔ تو وہ کمبخت حضرت عثمانؓ کو کھجور کی صف میں لپیٹ کر باندھ دیتا اور نیچے سے دھواں دیا کرتا۔

(۷) **زبیرؓ بن العوام**۔ زبیر بن العوام جب اسلام لائے تو اونکے چچا بھی انھیں چٹائی میں لپیٹ کر ان کی ناک میں دھواں دیتے تھے۔

(۸) **مصعبؓ بن عمیر** کے اسلام لانے کی خبر ملنے پر انکے شقیق القلب ماں نے گھر سے نکالدیا تھا۔

(۹) **سعیدؓ بن زید**۔ حضرت عمرؓ کے چچازاد بھائی۔ سعید بن زید جب اسلام لائے تو حضرت عمرؓ نے ان کو رسیّوں سے باندھ کر ڈالدیا۔

(۱۰) **سعد بن وقاصؓ** اگرچہ اپنے قبیلہ میں نہایت معزز اور مقتدر تھے۔ تاہم کفّار کے ظلم و ستم سے محفوظ نہیں تھے بنو اسد اسلام کے جرم میں اِن کو سخت سزائیں دیتے تھے۔

بے رحم اور حد سے زیادہ خونخوار کفار قریش مظلومین اسلام کو ایسی ایسی وحشیانہ سزائیں دیتے تھے کہ اون غریبوں کی ہمت و استقلال کے سوا کوئی اور شے اونکے تحمّل و برداشت کی طاقت نہیں رکھتی تھی۔ اونکی ہمت و استقلال کے سوا یہ بھی اسلام کی صداقت کا عین الکمال تھا۔

بقیہ عبارت حاشیہ۔ قریش الجاءت بنو ھاشم و بنو مطّلب الی ابی طالب فدخلوا معہ فی شعبہ و اجتمعوا الیہ فی شعبہ و خرج من بنی ھاشم ابولھب الی قریش۔ کفار قریش نے پھر آپس میں مفارقت و مخاصمت بنی ہاشم پر عہد کیا اور حلف معاہدہ لکھا۔ اور اسکو خانہ کعبہ پر لٹکایا جب اس کارروائی کی خبر پہونچی تو تمام بنی ہاشم ابوطالب کے پاس آئے اور وہ اون کو لیکر شعب میں داخل ہوئے مگر ابولھب اون سے علیحدہ ہوگیا۔ اور قریش سے جاکر ملحق ہوگیا اس سے معلوم ہوا کہ مفارقت ابولہب کا زمانہ اوسیوقت سے شروع ہوتا ہے جب سے وہ لوگ شعب میں محصور ہوئے۔ تو کیا کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ اگر یہ سورہ (تبت یدا ابی لھب) شروع ہی میں نازل ہوا ہوتا (بقول بخاری صاحب وانذر عشیرتک الاقربین کے ساتھ) تو پھر ابولہب اتنے دنوں تک کبھی حضرت صلعم کے ساتھ رہ سکتا تھا۔ تاریخ خمیس میں مرقوم ہے۔

وفی السنۃ السّابعۃ من النبوّۃ کما فی الحیٰوۃ الحیوان او الثّامن منھا علیٰ ما فی المنتقی تقاسمت قریش و تعاھدوا علیٰ معاداۃ بنی ھاشم و بنی عبدمطلب ص ۳۵۳ بروایت حیواۃ الحیوان ۷ھ سال نبوّت میں اور بروایت منتقی ۸ھ میں قریش نے معاہدہ کیا اور آپس میں قسم کھائی کہ بنو ہاشم اور بنی عبدالمطلب سے عداوت قایم رکھیں تو اس حساب سے نزول سورہ تبت یدا کمیں جاکر ۹ھ یا ۱۰ھ سال میں ہوتا ہے لیکن بخاری صاحب نے ایک فضائل علیؑ کے چھپانے کی ضرورت سے اوسکو نزول آیت وانذر عشیرتک الاقربین سے ملاکر ایسا غارت کیا ہے کہ بالکل قصّہ کا قصہ ہی غلط ہوگیا۔ لاحول ولا قوۃ۔ المؤلف عفی عنہ۔

(۱) مرقومہ بالا مظلومین اسلام سب کے سب مرد تھے۔ ناہنجار ظلمہ قریش نے مسلمان عورتوں کی صنف نازک وضعیف پر بھی رحم نہ کھایا۔ ان مصیبت دیدہ اور آفت رسیدہ عورتوں میں سب سے پہلے جس خاتون کی نہایت وحشیانہ اور بیرحمانہ طریقہ سے جان لی گئی۔ وہ حضرت یاسر کی بی بی سمیہ تھیں اور حضرت عمار بن یاسرؓ کی ماں جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

(۲) لُبَیْنَہ تھیں۔ یہ بیچاری کنیز تھیں۔ حضرت عمر ان بیکس کو مارتے مارتے تھک جاتے تو کہتے تھے۔ میں نے تجھکو رحم کی بنا پر نہیں بلکہ اس وجہ سے تجھے چھوڑدیا ہے کہ میں خود تھک گیا ہوں۔ وہ نہایت استقلال سے جواب دیتیں۔ دیکھو عمر اگر تم اسلام نہ لاؤگے تو تم سے خدا اس کا انتقام لے گا۔

(۳) زنیرہ۔ لبنیہ کی ایسی ہی دوسری کنیز زنیرہ تھیں۔ یہ بھی حضرت عمر کے قبیلہ کی کنیز تھیں حضرت عمر اسلام سے پہلے ان کو جی کھول کر ستاتے۔ ابوجہل نے تو ایک دن ایسی مار ماری کہ غریب کی آنکھیں جاتی رہیں۔

(۴) نہدیہ اور (۵) اُم عُبیس۔ یہ بھی دونوں کنیزیں تھیں۔ اور صرف اسلام کے جرم میں یہ مصیبتیں جھیلی تھیں۔ یہ تمام جلادانہ بیرحمیاں یہ عبرت خیز سفاکیاں ایک مسلمان کو بھی راہ حق سے متزلزل نکرسکیں۔ ایک نصرانی مورخ نے سچ لکھا ہے۔

> عیسائی اسکو یاد رکھیں تو اچھا ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے مسائل نے وہ نشہ دینی آپ کی پیروں میں پیدا کردیا تھا جسکو عیسیٰؑ کے ابتدائی پیروؤں میں تلاش کرنا بیفائدہ ہے۔ جب عیسیٰؑ کو سولی پر لے گئے تو اونکے پیرو بھاگ گئے۔ اونکا نشہ دینی جاتا رہا۔ اور اپنے مقتدا کو موت کے پنجہ میں گرفتار چھوڑکر چلدئیے اسکے برعکس محمد صلعم کے پیرو اپنے مظلوم پیغمبر کے گرد آئے اور آپ کے بچاؤ میں اپنی جانیں خطرہ میں ڈالکر کل دشمنوں پر آپ کو غالب کردیا۔ اپالوجی گاڈفری ہگنس ترجمہ اردو ص ۶۶ - ۶۷

قریش اور آنحضرت صلعم کی مخالفت میں مشورت

کفار قریش اپنی اس تجویز میں کہ مسلمانوں کو اتنا ستایا جاوے کہ وہ اسلام سے دست بردار ہو جائیں۔ اور اونکی اذیتوں کو دیکھکر دوسرے لوگ قبول اسلام پر جرأت نکرسکیں بالکل ناکامیاب رہے۔ تو اب ان بیرحموں نے حضرت رسول خدا صلعم کی ذاتی ایذا رسانیوں کی تدبیریں سوچیں۔ ان ناہنجار تجویزوں کو عملی صورت میں لانیکے لئے اونھوں نے ایک باقاعدہ مجلس مشورت قائم کی جس میں ہر قبائل وعشائر کے پچیس سردار شامل تھے کمال مآل اندیشی کے خیال سے بدبخت ابولہب کو اس مجلس کا صدر منتخب کیا گیا۔ ؎ خدا بہنہ کرے ننگ خاندان نہ کرے۔

اس مفسدہ انگیز مجلس کا پہلا مقصد جو اتفاق رائے کیلئے پیش کیا گیا وہ یہ تھا کہ قبائل بیرونی جو مکہ میں آیا کرتے ہیں اونکو قربت اور صحبت رسول سے بچایا جاوے اور اونکے علیحدہ رکھنے کی یہ ترکیب ہے کہ اون سے آنحضرت صلعم کے متعلق ایسے خاص معائب بیان کئے جاویں کہ وہ خود بالطبع آپ سے متنفر ہو جائیں۔

سب نے اسپر اتفاق کیا کہ آپ کو کاہن مشہور کیا جاوے۔ ولید بن مغیرہ۔ جو قریش مین سب سے زیادہ کہن سال اور تجربہ کار تھا۔ بول اوٹھا مین نے بہت سے کاہنون کو دیکھا ہے۔ کہان کاہنون کی تُک بندیان اور کہان محمد صلعم کے کلام کی معجز نما فصاحت و بلاغت۔ دیکھو ایسی بات نہ کہو کہ قبائل عرب سنتے ہی کہنے لگین کہ غلط الزام لگاتے ہو اور جھوٹ کہتے ہو۔ پھر یہ تجویز ہوئی کہ اچھا کاہن نہین تو مجنون مشہور کیا جاوے۔ ولید نے پھر ٹوکا۔ اور کہا تو بہ کرو محمد کو دیوانگی سے کیا واسطہ اور جنون سے کیا علاقہ۔

پھر یہ بات قرار پائی کہ انھین شاعر بتلایا جائے۔ ولید کو یہ بات بھی پسند نہ آئی۔ اوس نے تمام مجمع کو مخاطب کر کے کہا۔ ہم خود شاعر ہین ہمیشہ شعر کہتے ہین۔ اصناف سخن اور اوصاف فن سے خوب واقف ہین۔ ہم جانتے ہین شعر مین کیا بات ہوتی ہے۔ محمد کے کلمات کو شعر کے لغویات سے کوئی مناسبت نہین۔

پھر اس پر اتفاق ہوا کہ اچھا انہین ساحر کہا جاوے۔ ولید بولا یہ جادو بھی نہین چلیگا۔ کہان محمد کے اخلاق و عادات کی لطافت کہان ساحرون اور شعبدہ گرون کی نجاست۔ محمد (صلعم) کا جمال جہان آرا۔ اونکے محاسن و کمال کا آئینہ ہے۔ جادوگرون کی منحوس صورت اونکی سیہ کاریون کی تصویر ہے۔

اب تو سوچتے سوچتے مجمع کا مجمع تھک گیا۔ سب کے سب عاجز آگئے تو ولید ابن مغیرہ سے کہنے لگے کہ اچھا اب آپ ہی کچھ تجویز کرین اور کوئی مفید تدبیر نکالین۔ ولید نے تمام جلسہ کو مخاطب کر کے کہا کہ اول تو اس امر خاص مین میری سمجھ نہ کچھ آویگا اور اگر کچھ کہون گا بھی تو وہ بالکل سیح ہوگا۔ اور وہ یہ ہے کہ حقیقتاً محمد کے کلام مین ایسی حلاوت ہے اور اوسکی تقریر مین عذب البیانی کی ایسی قدرتی تاثیر ہے کہ باپ بیٹے۔ بھائی بہن اور شوہر و زن مین مفارقت ہو جاتی ہے اور وہ برسون سے تمہاری پیش نظر ہے یہین اوسیقدر تم سے کہونگا اور بس تم سمجھنے والے ہو تو سمجھ جاؤ۔

ولید ابن مغیرہ کی اس تقریر نے تمام جلسہ مین سکوت کا عالم پیدا کر دیا۔ جو کچھ اسنے کہا تھا وہ بالکل سیح تھا اس لئے کسی فرد واحد کو اسکے خلاف مجال سخن نہ ہوئی۔ لیکن وہ سب سے جاہل تھے۔ جہالت سے اب بھی باز نہ آئے۔ اپنے ہی سردار قوم سے پیغمبر برحق کے اوصاف سنکر عبرت پذیر تو ہوئے بلکہ خجالت و شرمندگی کے جاہلانہ غصہ مین پہلے سے بھی زیادہ بھر گئے اور پیچ و تاب کھانے لگے۔ بالآخر اپنی کارگزاریون کے تقاضہ سے سب نے ملکر یہ تدبیر نکالی کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر ممکن طریقہ سے پریشان کیا جاوے اونکی تعلیم کے ہر ہر مقصد کی تضحیک و توہین کی جاوے اور مسلمانون کو تمام مظالم کا نشانہ بنایا جاوے۔

(ابن ہشام جلد اول صفحہ ۹۰ و شفا قاضی عیاض صفحہ ۱۲۹)

قریش کی پہلی وفد ابی طالبؑ کی خدمت مین آنحضرتؐ کی شکایت

شبلی صاحب نے اس مقام پر نہایت مناسب طریقہ سے حقیقت حال کا انکشاف فرمایا ہے لکھتے ہین کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان دعوت کیا اور بت پرستی کی علانیہ مذمت شروع کر دی تو قریش کے چند معززین ابو طالب کے پاس آکر شکایت کی ابو طالب نے نرمی سے سمجھا کر انکو رخصت کر دیا

ادھر قوم و وطن کی انسانی قوتیں مخالفت اسلام کی تدبیریں سوچ رہی تھیں۔ راہیں نکال رہی تھیں۔ ادھر

نبوّت کا چھٹا سال حضرت حمزہؓ کا اسلام لانا

ادھر نظام ربانی جبروتی طاقت اسکی وسعت کے سامان کر رہی تھی۔ شبلی صاحب رقمطراز ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعمام میں حضرت حمزہ کو آپ سے خاص محبت تھی۔ وہ آپ سے دو تین برس بڑے تھے اور ساتھ کھیلے تھے۔ دونوں نے ثوبیہ کا دودھ پیا تھا۔ اور اس رشتہ سے بھائی بھائی تھے۔ وہ ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے لیکن آپ کی ہر ادا کو محبت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اونکا مذاق سپہگری اور شکار افگنی تھا۔ معمول تھا کہ مونہہ اندھیرے تیر کمان لیکر نکل جاتے۔ تمام تمام دن شکار کھیلنے میں مصروف رہتے۔ شام کو واپس آتے تو پہلے حرم میں جاتے طواف کرتے قریش کے رؤسا صحن حرم میں الگ الگ دربار جاکر بیٹھا کرتے تھے۔ حضرت حمزہؓ ان لوگوں سے صاحب سلامت کرتے کبھی کبھی کسی کے پاس بیٹھ جاتے۔ اس طریقہ سے سب سے یارانہ تھا اور سب لوگ انکی قدر و منزلت کرتے تھے

شبلی صاحب نے اس واقعہ کی تمہید کو جس تفصیل سے تحریر فرمایا تھا اوس تصریح سے اصل واقعہ کو نہیں لکھا جس سے معلوم ہوجاتا کہ اون کے اسلام لاتے اور مشرف بایمان ہونیکے خاص اسباب وہی محبت و اخلاص کے جذبات تھے۔ ہم ذیل میں ابن ہشام کے خاص الفاظ سے اصل حقیقت کا انکشاف کرتے ہیں۔

انّ ابا جھل مرّ برسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ والہ وسلم عند الصّفا فآذاہ وشتمہ وقال منہ بعض ما یکرہ من العیب لدینہ والتضعیف لامرہ فلم یکلّمہ رسول اللّٰہ صلعم ومولاۃ عبد اللّٰہ بن جدعان فی مسکن لہا تسمع ذٰلک ثم انصرف عنہ فعمد الی نادٍ من قریش عند الکعبۃ فجلس معھم فلم یلبث حمزۃ بن عبد المطلب ان اقبل متوشّحا قوسہ راجعا من قنص لہ وصاحب قنص یرمیہ ویخرج لہ وکان اذا رجع من قنصہ لم یصل الی اھلہ حتی یطوف بالکعبۃ وکان اذا فعل ذٰلک لم یمرّ علی نادٍ من قریش الا وقف وسلّم وتحدث معھم وکان اعزّ فتی فی قریش واشد شکیمۃ فلما مرّ بالمولاۃ وقد رجع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ

ایکبار ابوجہل نے جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو کوہ صفا پر دیکھا۔ اوس بدبخت نے آپ کو ایذا دی (بروایتے طمانچہ مارا) اور سخت کلامی کی اور بعض کہتے ہیں کہ دین اسلام کی عیب جوئی کی جناب رسول خدا صلعم نے اوسکی بدزبانیوں کا کچھ جواب نہ دیا اور قطعًا خاموش رہے عبد اللہ بن جدعان کی لونڈی جس کا گھر قریب تھا یہ تمام واقعات دیکھ رہی تھی اسکے بعد ابوجہل واپس آیا اور حسب المعمول روساء قریش کے ساتھ کعبہ میں بیٹھ گیا۔ حمزہ بن عبد المطلب کا یہ دستور تھا کہ ہر روز شکار کے لئے باہر جاتے تھے۔ مگر گھر میں جانے سے پہلے خانہ کعبہ کا طواف کر لیتے تھے اسکے بعد امراء قریش سے جو وہاں موجود رہتے تھے صاحب سلامت کرتے تھے اور تھوڑی دیر تک اونکے پاس بیٹھ جاتے تھے اور باتیں کرتے تھے آپ مردمان قریش میں معزز اور ممتاز شمار ہوتے تھے۔

پس اس واقعہ کے دن عبد اللہ بن جدعان کی لونڈی سے ملاقات ہوئی وہ اتفاقًا حضرت حمزہ کے گھر آئی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی

والہ وسلم الی بیتہ فقالت لہ یا اباعمارہ لو رایت ما لقی
ابن اخیک محمدؐ آنفا من ابی الحکم ابن ھشام وجدہ
ھھنا جالسا فاذاہ وسبہ وبلغ منہ ما یکرہ ثم انصرف
عنہ ولم یکلمہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاحتمل
الحمزۃ الغضب لما اراد اللہ بہ من کرامتہ فخرج یسعی لم
تقف علی احد معدا لابی جھل انما لقیہ ان یوقع بھا
فلما دخل المسجد نظر الیہ جالسا فی القوم فاقبل نحوہ
حتی اذا قام علی راسہ رفع القوس فضربہ بھا فشجہ شجۃ
منکرۃ ثم قال اتشتمہ فانا علی دینہ اقول ما یقول فرد
ذلک علی ان استطعت فقامت رجال من بنی مخزوم
الی حمزۃ لینصروا اباجھل فقال ابوجھل دعوا اباعمارۃ
فانی واللہ قد سببت ابن اخیہ سبا قبیحا۔

وہین موجود تھے۔ اوس کنیز نے حضرت حمزہؓ کو مخاطب کر کے کہا اے اباعمارہ (حضرۃ حمزہ کی کنیت ہے) کیا تمہین معلوم نہین کہ جو ابوالحکم ابن ہشام (ابوجہل کی کنیت) نے تمہارے بھتیجے محمد صلعم کے ساتھ کیا کیا ہے۔ دیکھو تو پہلو وہ تو یہین بیٹھے ہوئے ہین۔ اوس نے اونکو ایذادی (طمانچہ مارا) اور سخت گالیان دین اور جو کچھ نہین کہنے کی وہ سب کچھ کہا سُنا۔ اور پھر وہان سے چلا گیا۔ لیکن محمد نے اوسکا جواب تک نہ دیا۔ یہ سنکر حضرت حمزہ کو سخت غصہ آیا اور یہی غصہ اونکے لئے کرامت ایزدی کا باعث ہوا۔ حضرت حمزہ نہایت تیزی سے گھر سے نکلے اور راہ مین کہین نہ ٹھیرے اور داخل کعبہ ہوئے ابوجہل کو دیکھا قوم کے لوگون کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے آپ اوسی غیظ کی حالت مین آگے بڑھتے چلے گئے یہانتک کہ اوسکے سر کے قریب آکر کھڑے ہوگئے۔ اور اپنی آہنی کمان اوٹھاکر اُسکے ضرب شدید لگائی۔ اور مارنے کے بعد اوس سے کہا کہ جس مذہب کو تو برا کہتا ہے مین اسی دین مین داخل ہو گیا۔ اب اگر تیری مجال ہو تو مجھے اُس دین مین داخل ہونے سے باز رکھ لے۔ یہ سُنکر بنی مخزوم کا ایک شخص ابوجہل کی حمایت مین اوٹھ کھڑا ہوا لیکن ابوجہل نے یہ کہکر اوسے فوراً روک دیا کہ ابوعمارہ کو تعرض نہ کرو۔ انکو چھوڑ دو قصور میرا ہے مین نے حقیقتاً ان کے بھتیجے کو بہت بُری بُری گالیان دی ہین۔ ابن ہشام ص ۹۹ مصر

اس واقعہ کی تفصیل نے بتلادیا کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سکوت وصبر نے حضرت حمزہؓ کے جذبات قرابت و یگانگی مین ایسا مفید اور شدید اثر پیدا کر دیا۔ جو حضرت حمزہ کے لئے رشد وہدایت کا باعث ہوا اور بدبخت ابوجہل کے لئے اوسکی سزا و عقوبت کا سبب خاص ؎ چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار ٭

اپنا پھر اپنا ہے۔ کیسا ہی اختلاف ہو اور کتنی ہی مخالفت۔ جب ایسے ناگزیر موقع آجاتے ہین تو تعلقات قلبی و جذبات دلی مین غیر منتحمل تحریک پیدا ہو جاتی ہے اور وہ مخالفت کو حقیقی مواصلت کی صورت مین تبدیل کر دیتی ہے۔ یہ ضرور نہین کہ حمزہ بھی ابولہب ہی کے ایسے شقی اور سنگدل ہو جاتے۔ خداوند عالم کو یہ بھی اپنی مصلحت خاص دکھلا دینی ضرور تھی کہ اوسی گھر مین ایسا بیٹا حمزہ اور عباس کے ایسے خیر خواہ رسولؐ بھی موجود تھے۔ اور ابولہب کا ایسا بدخواہ اور دشمن جان بھی۔

کفار قریش اور رسول اللہ صلعم کی ایذا رسانیان

حضرت حمزہ کے اسلام لانے سے ادہر اسلام کی قوت بڑھی ادہر کفار کی خصومت۔ غریب مسلمان مرد اور عورتونکو جن وحشیانہ طریقہ سے اذیت دیتے تھے اور اون کی غریب جانون پر جس شدت سے ظلم وستم ڈہاتے تھے اوسکی کیفیت اوپر لکھی جاچکی ہے اب اونکی بدبختی اور شامت بڑھتے بڑھتے آنحضرت صلعم کو بھی جسمانی ایذا پہونچانے لگی۔ ان تمام بیرحمیون بدسلوکیون اور ایذا رسانیون کا جواب رسولخدا صلعم کے پاس صرف صبر تھا اور خاموشی

جب کبھی بہت دل بھر آتا تھا تو صرف اتنا ارشاد کردیا کرتے تھے۔ یابنی عبد مناف ای جوار ھذا۔ اے بنی عبد مناف حق ہمسایگی خوب ادا کرتے ہو۔ طبری ۱۱۹۹

ان موذیوں میں الحکم بن ہشام (ابوجہل) عقبہ بن معیط الاموی۔ امیہ بن خلف۔ نوفل ابن خویلد۔ ابوسفیان بن حرب ابوالبختری اور عاص بن وائل السہمی وغیرہم سب سے زیادہ مشہور تھے اور سرگرم۔ ہدایت وارشاد کے وقت کلمات طعن و تشنیع کرنا۔ بیہودہ اور لغو کلمات بکنا۔ ادائے نماز کے وقت تالیاں اور سیٹھیاں بجانا۔ ارکان نماز کی نقلیں اڑانا اور ان پر آوازے کسنا۔ راستہ چلتے میں آنحضرت صلعم کے پیچھے آوارہ لونڈوں کو استہزاو تمسخر کرنیکی غرض خاص سے ساتھ کردینا۔ آپ کے راستہ میں کانٹے ڈالدینا اور راہ چلتے وقت آپ پر گھروں سے کوڑا ڈالدینا۔ ایذائے رسولؐ کے متعلق ظلمہ قریش کی یہ معمولی اور خفیف باتیں تھیں۔ جب ان حرکات سے بھی آپ کے صبر و سکوت اور استقلال و ثبات میں کچھ فرق نہ آیا تو کفار آپکی جسمانی تکلیف و آزار پر تیار ہوئے۔ تاریخ طبری میں مرقوم ہے۔

اقبل ابن ابی معیط و رسول اللہ صلعم عند الکعبۃ فلوی ثوبہ فی عنقہ و خنقہ خنقا شدیدا فقام ابوبکر من خلفہ فوضع یدہ علی منکبہ فدفعہ عن رسول اللہ صلعم قال ابوبکر یاقوم اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ۔

آنحضرت صلعم۔ خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے عقبہ ابن ابی معیط اموی آیا اوس نے اپنی چادر کو آپ لپیٹ کر رسی کے ایسا بنایا اور جب آپ سجدہ میں گئے تو چادر کو آپ کی گردن میں ڈالدیا اور پیچ پر پیچ دینے شروع کئے۔ یہاں تک کہ بڑی سختی کے ساتھ آپ کا دم رکنے لگا۔ حضرت ابوبکرؓ پیچھے سے آگئے۔ اپنے ہاتھ اوس چادر میں ڈالکر آپ کی گردن سے اُسے جدا کردیا اور کہا افسوس ہے اے قوم کے لوگو۔ تم ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے خدا میرا پروردگار ہے۔ طبری۔

اس روایت میں امام ابن القیمؒ زاد المعاد جلد ا ص ۲۹۷ میں اتنا اضافہ اور فرماتے ہیں کہ یہ دیکھکر چند شریر حضرت ابوبکرؓ سے لپٹ گئے۔ اور اونکی خوب زدوکوب کی۔ رحمۃ اللعلمین صفحہ ۴۱

جب ان مصائب پر بھی جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے فرائض تبلیغ اور تعلیم دین الٰہی کی خدمات میں ذرا بھی کمی نہیں کی اور اپنے بے مثال عزم و استقلال سے اون میں ویسے ہی مصروف رہے۔ تو ان بدعقلوں اور کوتہ اندیشوں نے اپنی جہالت و ضلالت کے تقاضوں سے جناب رسول خدا کو تبلیغ اسلام سے روکنے اور باز رکھنے کے لئے دنیاوی ثروت و مال کی ترغیب و تحریص کا ذریعہ سوچا۔ اس بنا پر کہ وہ حقیقت ناشناس سمجھے تھے کہ تبلیغ و توسیع اسلام میں آپ کی یہ تمام سعی و کوشش اور کدوکاوش (نعوذ باللہ) حصول نام و نمود اور وصول دولت و ثروت پر مبنی ہے اس لئے انہوں نے یہ مجلس مشورت منعقد کی۔

کفار قریش اور آنحضرت صلعم کو تبلیغ اسلام سے باز رکھنے کی ترغیب و تحریص

ابن ہشام کی تحقیق میں یہ مجلس مشورت حضرت حمزہؓ کے اسلام لانیکی بعد منعقد ہوئی۔ اِس کا محرک عتبہ بن ربیعہ تھا جو روسائے قریش

مین ایک مرد ممتاز شمار ہوتا تھا۔ چنانچہ ابن ہشام لکھتے ہین

ان عتبة بن ربیعة وکان سیدا قال یوما وهو جالس في نادي قریش ورسول الله صلی الله علیه وآله وسلم جالس في المسجد وحده یا معشر قریش الا اقوم الی محمد فاکلمه واعرض علیه امورا لعله یقبل بعضها فیعطیه ایها ویکف عنا وذلك حین اسلم حمزة و اوصحب رسول الله صلعم یکثرون ویزیدون فقال نعم یا ابا الولید قم الیه فکلمه۔

عتبہ بن ربیعہ جو قریش کا سردار تھا ایک دن اکابر قریش کے ساتھ بیٹھا اور حسن اتفاق سے جناب رسول خدا صلعم بھی مسجد الحرام مین تشریف فرما تھے عتبہ نے قریش کو مخاطب کرکے کہا کہ اگر آپ لوگون کی رائے ہو تو مین اسوقت محمد کے پاس جاؤن اون سے باتین کرون اور چند امور جو مین نے سوچے ہین اون سے پیش کرون شاید وہ میرے کسی امر کو قبول کرلین تو جیسا میرا خیال ہے ہم لوگون کو اون کی طرف سے فراغت ہو جائے۔ سب نے متفق ہوکر کہا ہان اے ابو الولید (عتبہ کی کنیت) جاؤ اور اون سے باتین کرو۔

اب اصل واقعہ جسطرح پیش ہوا اور جو گفتگو عتبہ اور جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان واقع ہوئی۔ وہ ابن ہشام کے الفاظ مین ملاحظہ ہو۔

فقام الیه عتبة حتی جلس الی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فقال یا ابن اخي انك منا حیث قد علمت من السطة في العشیرة والمکان في النسب وانك قد اتیت قومك بامر عظیم فرقت به جماعتهم وسفهت به احلامهم وعبت به آلهتهم ودینهم وکفرت به من مضی من آبائهم فاسمع مني اعرض علیك امورا تنظر فیها لعلك تقبل منها بعضها قال فقال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم قل یا ابا الولید اسمع قال یا ابن اخي ان کنت انما ترید بما جئت من هذا الامر مالا جمعنا لك من اموالنا حتی تکون اکثرنا اموالنا حتی نبرئك منه فانه ربما یرید به شرفا سودناك علینا حتی لا نقطع امرا دونك وان کنت ترید به ملکا ملکناك علینا وان کان هذا الذي یاتیك رئیا تراه لا نستطیع رده عن نفسك طلبنا لك الطب وبذلنا فیه اموالنا حتی نبرئك

عتبہ وہان سے اوٹھا۔ اور رسول اللہ صلعم کے پاس آکر بیٹھ گیا اور کہنے لگا ای میرے بھتیجے تمہارا اقتدار بہت لگو معلوم ہے اور ہم تمہاری قرابت اور شرافت نسبی سے خوب واقف ہین لیکن تم نے تو قوم کی قوم کو ایک امر عظیم مین مبتلا کردیا ہے اونکی تمام جماعتون کو متفرق کردیا ہے اونکو دانشمندونکو بیوقوف بنایا۔ اونکے معبودونکو عیب لگایا اونکے آبا و اجداد کی قدیم نموداریون کو غلط ٹھیرایا لیکن تم اگر میری باتونکو سنو تو مین اپنی چند تجویز کردہ امور تمہارے پاس پیش کرون شاید اونمین سے کوئی امر تمہین پسند آجاوے تو طرفین کیلئے بہتر ہو۔ جناب رسولخدا صلعم نے فرمایا۔ ہان تم کہو مین ضرور سنونگا عتبہ بولا ای میرے بھتیجے۔ اگر ان امور سے تمہاری غرض مال و دولت کا جمع کرنا ہو تو ہم تمکو اسقدر مال دیدین کہ پھر ہم لوگون مین تم سب سے زیادہ مالدار ہو جاؤ۔ اور اگر اونکے ذریعہ سے تمکو اپنا شرف و اقتدار بڑھانا ہے تو ہم سے کہو ہم تم کو اپنا معتبر علیہ اور مقتدر بنالین اور پھر ہم مین سے کوئی فرد واحد تم سے سرتابی نکرسکے۔ اور اگر تم کو حکومت کا خیال ہے تو ہم تمکو اپنا پادشاہ اور حاکم بنالین اور اگر تم اسکے متعلق اپنی طبیعت مین مرض کا حرج پاتے ہو تو ہم سے کہو ہم

منه فانه ربما غلب التابع على الرجل حتى يداوى منه او
كما قال له حتى اذا فرغ عتبة ورسول الله صلى الله عليه وآله وسلم
تسمع منه قال قد افرغت يا ابا الوليد قال نعم قال
فاستمع منى قال افعل فقال بسم الله الرحمن الرحيم
حٰمٓ تنزيل من الرحمن الرحيم كتاب فصلت اياته
قرانا عربيا لقوم يعلمون بشيرا ونذيرا فاعرض اكثرهم
فهم لا يسمعون وقالوا قلوبنا فى اكنة مما تدعونا اليه
ثم مضى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فيها
يقرءها عليه فلما سمعها منه انصت لها والقى يديه
خلف ظهره معتمدا عليهما يسمع منه ثم انتهى رسول
الله صلعم الى السجدة منها فسجد ثم قال قد سمعت يا
ابا الوليد ما سمعت فانت وذاك فقام عتبة الى اصحابه
فقال بعضهم لبعض نحلف بالله لقد جاءكم ابو الوليد
بغير الوجه الذى ذهب به فلما جلس اليهم قالوا ما ورائك
يا ابا الوليد قال ورائى انى سمعت قولا والله ما سمعت
مثله قط والله ما هو بالشعر ولا بالسحر ولا بالكهانة
يا معشر قريش اطيعونى واجعلوها بى وخلوا بين
هذا الرجل وبين ما هو فيه فاعتزلوه فوالله ليكونن
لقوله الذى سمعت منه نبأ فان تصبه العرب فقد كفيتموه بغيركم
وان يظهر على العرب فملكه ملككم وعزه عزكم وكنتم
اسعد الناس به قالوا سحرك والله يا ابا الوليد بلسانه
قال هذا رائى فيه فاصنعوا ما بدا لكم

تمہارے لئے کسی حکیم و طبیب کو تلاش کرلائیں اور اپنی مال و سرمایہ سے تمہارا علاج کرادیں اور تمکو تندرست و صحیح المزاج کرالیں۔ الغرض عتبہ کو جتنا کہنا تھا وہ کہہ چکا۔ اور جناب رسول خدا صلعم اوسکی تمام باتوں کو سُن چکے تو آپ نے فرمایا۔ اے اباولید۔ تم اپنی باتوں کو تمام کرچکے عتبہ بولا ہاں آپنے کہا کہ میری بھی کچھ سُن لو۔ عتبہ نے کہا ہاں کہئے۔ آپ نے فرمایا بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حم (یہ فرمان خدا ہے) رحمان (اور) رحیم کے حضور سے صادر ہوتا ہے یہ قرآن کتاب ہے جس کی باتیں زبان عربی میں سمجھدار لوگوں کے لئے تفصیل کیساتھ بیان کردیگئی ہیں (ماننے والوں کو) خوشنودی خدا کی خوشخبری سناتا اور (منکروں کو عذاب خدا سے) ڈراتا ہے۔ اسپر بھی اکثروں نے مونھ موڑلیا اور وہ (اسکو) سنتے ہی نہیں (اور اے پیغمبر یہ لوگ یہ بھی) کہتے ہیں کہ جس بات کی طرف تم بلاتے ہو۔ ہمارے دل تو اس سے پردوں میں ہیں"

یہانتک جناب رسول خدا صلعم پڑھتے چلے گئے۔ اور عتبہ بن ربیعہ پر ایسی محویت طاری ہوئی کہ غور سے سُننے کیلئے اپنے ہاتھوں کو پیٹھ کے پیچھے باندھ لیا اور بیٹھا سنتا رہا۔ یہانتک کہ آپ نے مقام سجدہ پر پہونچکر سجدہ کیا سجدہ کر اوٹھے تو فرمایا اے ابو ولید تو نے سن لیا جو کچھ تجھے سننا تھا اسی سے تمیز کرلے تو کیا ہے اور یہ کلام کیا ہے۔ یہ سنکر عتبہ وہاں سے بالکل خموش اوٹھا اور اپنے لوگوں کے پاس چلا۔ عتبہ کو آتا دیکھکر اونمیں سے بعض نے بعض سے کہا کہ قسم خدا کی ابو ولید کا چہرہ متغیر اوسوقت کے مقابلہ میں معلوم ہوتا ہے جسوقت وہ ہمارے پاس سے گئے تھے۔ اس اثنا میں عتبہ آگیا اور بیٹھ گیا۔ قریش نے پوچھا ہاں کہو اے ابو ولید اب تمہاری کیا رائے قرار پائی۔ عتبہ بولا تم اگر میری رائے پوچھتے ہو تو قسم خدا کی میں ایسی چیز سننے چلا آتا ہوں جیسی میں نے آجتک کبھی نہیں سُنی تھی۔ اور خدا کی قسم نہ وہ شعر ہے اور نہ سحر ہے۔ نہ وہ شگون ہے نہ وہ ٹوٹکا ہے اور نہ قصہ ہے نہ کہانی اے معشر قریش میری باتوں کو سنو میری رائے پر چلو۔ تو اس شخص سے اور اسکے امور سے بالکل کنارہ کش ہوجاؤ۔ کیونکہ جو چیزیں میں اس شخص سے سن آیا ہوں وہ صرف خبریں ہیں اور ان باتوں اہل عرب آپ ہی اس شخص سے سمجھ لیں گے اور تمہاری مزاحمت کی ضرورت نہوگی۔ اور اگر یہ شخص اہل عرب پر غالب آگیا تب بھی تمہارے حسب خواہ ہوگا کیونکہ اس کا ملک تمہارا ملک ہوگا۔ اور اسکی عزت تمہاری عزت۔ الغرض تم دونوں حالتوں میں خوش قسمت ہوگے یہ سنکر تمام لوگ کہنے لگے اے ابا ولید

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان کا جادو تم پر بھی چلگیا۔ عتبہ نے کہا۔ بات یہ ہے کہ مین نے اپنی رائے کہدی اب تمکو جو اچھا معلوم ہو وہ کرو۔

ہجرت حبشہ۔ نبوت کا ساتوان سال

کفار قریش کو اسلام کی مخالفت مین ناکامیابی پر ناکامیابی ہوتی جاتی تھی۔ حضرت حمزہ کے اسلام لانے سے وہ شکستہ خاطر ہو ہی رہے تھے کہ عتبہ کی سفارت کا برعکس نتیجہ دیکھکر انکا سو ہات کا دل مٹھی بھر کا ہوگیا۔ ان تیرہ قلبون کو اسلام کے انوار حقیقت کی روشنی تھوڑی تھوڑی معلوم ہونے لگی تھی۔ اور وہ براۃ العین اسکی معجز نما صداقت کے مشاہدات کرتے جاتے تھے لیکن جہالت کی سیاہی اور ضلالت کی تیرگی انکی خط تقدیر بنی ہوئی تھی۔ اور فطرتی بیرحمی اور شقاوت پتھر کی لکیر ہو رہی تھی۔ ان مشاہدات کے بعد بھی اسلام کی مخالفت مین اونکی ستمگاری اور خونخواری موقوف نہین ہوئی بلکہ بخلاف اسکی اونکی جور وجفا اور ظلم وایذا اتنی بڑہ گئی کہ آخر کار خدا اور رسول کو غریب مسلمانون کی حفاظت جان ومال کا خاص طور پر انتظام کرنا ہوا۔ ابن ہشام اور طبری لکھتے ہین۔

فقال النبی صلعم لھم لو خرجتم الی ارض الحبشہ فانّ بھا ملکا لا یظلم عندہ احد وھی ارض صدق حتی یجعل اللہ لکم فرجا مما انتم فیہ فخرج عند ذٰلک المسلمین اصحٰب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم الی ارض الحبشہ مخافۃ الفتنۃ وفرارًا الی اللہ بدینھم فیھم فکانت اول ھجرت فی الاسلام ص ابن ہشام

جناب رسول خدا صلعم نے ارشاد کیا کہ تمہارے لئے بہتر ہے کہ یہان سے ملک حبشہ کی طرف چلے جاو کیونکہ وہان کا بادشاہ رحمدل اور انصاف پسند ہے اور اوسکی حکومت مین ایک کو دوسرے پر ظلم کرنیکی مطلق مجال نہین اور اوسکے ملک والے بھی سچے ہین اور متدین۔ تم لوگ وہان قیام کرو تا وقتیکہ خداوند عالم تمکو ان مصائب سے مخلصی عطا فرمائے ارشاد نبوی کے مطابق مسلمانون کی ایک معتدبہ جماعت فتنہ وفساد کی خوف سے اور خدا کی محافظت دین کے خیال سے فرار اختیار کرکے ملک حبش کیطرف چلی گئی۔ اور یہ اسلام مین پہلی ہجرت تھی۔

ملک حبش کو اہل عرب سے جیسی قربت اور تعلق تھا وہ ظاہر ہے حبش قریش کا قدیم مرکز تجارت تھا۔ ابن ہشام نے لکھا ہے کہ منجملہ اور چیزون کے مکہ کا نفیس مال اور بہت بڑا تحفہ چمڑا ہوتا تھا خصوصًا رنگا ہوا چمڑا مکہ اور عمومًا حجاز کی خاص صنعت شمار کیجاتی تھی۔ اور کتابون سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مکہ اور شام سے جو مال تجارت کے لئے حبش کو جاتا تھا وہ علی الاکثر چمڑا ہی ہوتا تھا۔

اہل عرب حبش کے بادشاہ کو نجاشی کہتے تھے۔ نجاشی حبشی زبان کے لفظ نجوش کی تعریب ہے جسکے معنی زبان حبش مین بادشاہ کے ہین۔ موجودہ نجاشی (شاہ حبش کا نام) اصحمہ تھا تجارت کے کاروبار اور ہمیشہ کی آمد ورفت سے اہل عرب کو حبش کے تمام حالات معلوم تھے۔ اسی لئے مظلومین اسلام نے آنحضرت صلعم کے اس فرمان کو جو خاصکر اونھین کی حفاظت جان ومال پر مبنی تھا بسر وچشم قبول کرلیا۔

سب مسلمانوں کا ملکر ایکبار رجانا مصلحت وقت نہیں تھا۔ اس لئے صحابہ کو دوبار ہجرت کرنی ہوئی۔ ایکبار گیارہ آدمیوں کا قافلہ گیا۔ شبلی صاحب نے مفصلہ ذیل صحابہؓ کے نام دیئے ہیں۔

(۱) حضرت عثمانؓ مع اپنی زوجہ محترمہ رقیہ (۲) عتبہ مع اپنی زوجہ سہلہ نامی و پسر ابوحذیفہ نامی (۳) زبیر بن العوام (۴) مصعب بن عمیر (۵) عبدالرحمن بن عوف (۶) ابوسلمہ مخزومی مع زوجہ ام سلمہؓ نامی (۷) عثمان بن مظعون (۸) عامر بن ربیعہ مع زوجہ لیلیٰ نامی (۹) ابوسبرہ بن ابی رہم (۱۰) حاطب بن عمر (۱۱) سہیل بن بیضاء (۱۲) عبداللہ بن مسعود۔

تھوڑے ہی دنوں کے بعد دوسرا قافلہ بھی روانہ ہوا۔ اسمیں تقریباً ۷۱ یا ۷۲ آدمی تھے۔ انکی تاخیر ہجرت کی وجہ انکی عسرت و ناداری تھی کہ وقت پر زاد و راحلہ کا سامان مہیا نہ ہوسکا۔ ان جملہ حضرات کے نام ابن ہشام نے جس تفصیل سے لکھے ہیں وہ ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں۔

(۱) حضرت عثمانؓ اور انکی زوجہ حضرت رقیہ (۲) عمرو ابن سعید بن عاص اور انکی بی بی فاطمہ بنت صفوان (۳) خالد بن سعید بن عاص اور انکی بی بی امینہ یا ہمینہ نامی قبیلہ بنی امیہ سے اتنے آدمی تھے قبیلہ بنی ہاشم سے (۴) حضرت جعفر ابن ابی طالب اور ان کی بی بی اسماء بنت عمیس بنی اسد بن خزیمہ سے (۵) عبداللہ بن جحش (۶) عبیداللہ بن جحش اور انکی بی بی ام حبیبہ بنت ابی سفیان (۷) قیس بن عبداللہ اسدی۔ اور انکی بی بی برکہ بنت یسار غلام ابوسفیان (۸) معیقیب بن ابی فاطمہ بنی عبد شمس سے (۹) ابوحذیفہ بن عتبہ (۱۰) ابوموسیٰ الاشعری حلیف آل عتبہ نوفل بن عبدالمطلب کے قبیلہ سے (۱۱) عتبہ بن غزوان بنی اسد بن عبدالعزیٰ کے قبیلہ سے (۱۲) یزید بن ربیعہ (۱۳) عمرو ابن امیہ بنی عبد قصی سے (۱۴) طیب ابن عمر بنی عبدالدار سے (۱۵) مصعب ابن عمیر (۱۶) سویبط بن ہاشم (۱۷) جہم بن قیس (۱۸) عقیش بن عامر (۱۹) عامر بن ابی وقاص (۲۰) خزیمہ بنت جہم (۲۱) ابوالروم بن عمیر (۲۲) فراس ابن النضر (۲۳) بنی زہرہ سے عبدالرحمن بن عوف (۲۴) عامر بن ابی وقاص (۲۵) ابی وقاص مالک ابن اہیب (۲۶) مطلب بن ازہر اور انکی بی بی رملہ بنی ہذیل سے (۲۷) عبداللہ بن مسعود (۲۸) عتبہ بن مسعود (۲۹) مقداد بن اسود تیم بن زہرہ سے (۳۰) حرث ابن خالد اور انکی بی بی ریطہ (۳۱) عمرو بن عثمان بنی مخزوم سے (۳۲) عبدالاسد اور انکی بی بی ام سلمہ (۳۳) شماس عثمان بن عبد (۳۴) ہبار بن ہضان (۳۵) عبداللہ بن سفیان (۳۶) ہشام بن ابی حذیفہ (۳۷) سلمہ بن ہشام (۳۸) عیاش بن ربیعہ (۳۹) حلیف بنی مخزوم سے معتب ابن عوف (۴۰) بنی جمح سے عثمان بن مظعون (۴۱) سائب ابن عثمان (۴۲) قدامہ بن مظعون (۴۳) عبداللہ بن مظعون (۴۴) حاطب بن حرث اور انکی بی بی فاطمہ بنت مجلل (۴۵) محمد بن حاطب (۴۶) حرث بن حاطب (۴۷) خطاب بن حرث اور انکی بی بی فکیہہ بنت یسار (۴۸) سفیان بن معمر (۴۹) جابر بن سفیان (۵۰) جنادہ بن سفیان اور ان کی بی بی حسینہ (۵۱) انکے مادری بھائی شرحبیل بن حسنہ (۵۲) عثمان بن ربیعہ بنی سہم سے (۵۳) خنیس بن حذافہ (۵۴) عبداللہ بن حرث (۵۵) ہشام بن عاص بن وائل (۵۶) عاص بن وائل (۵۷) قیس بن حذافہ (۵۸) ابوقیس ابن الحرث (۵۹) عبداللہ بن حذافہ (۶۰) حرث بن الحرث (۶۱) معمر بن الحرث (۶۲) بشر ابن حارث

(۶۳) سعید بن عمرو (۶۴) عمیر بن رئاب (۶۵) بنی زبید سے محمیہ بن الجزء بنی عدی بن کعب سے (۶۶) معمر بن عبد اللہ (۶۷) عروہ ابن عبد العزی (۶۸) عدی بن نضلہ (۶۹) نعمان بن عدی (۷۰) عامر بن عدی اور اون کی بی بی لیلی (۷۱) بنی عامر بن لوی سے - ابو سبرہ بن ابی رہم اور اونکی بی بی ام کلثوم بنت سہل (۷۲) عبد اللہ بن مخرمہ (۷۳) عبد اللہ بن سہیل (۷۴) سلیط بن عمرو (۷۵) سکران بن عمرو اور اونکی بی بی سودہ بنت زمعہ (۷۶) مالک بن ربیعہ اور اونکی بی بی عمرہ بنت السعدی (۷۷) ابو حاطب بن عمرو (۷۸) سعد بن خولہ (۷۹) بنی حرث بن فہر سے ابو عبیدہ الجراح (۸۰) سہیل بن بیضا (۸۱) عمرو بن ابی سرح (۸۲) عیاض بن زہیر (۸۳) عمرو بن الحرث (۸۴) عمرو بن عبد غنم (۸۵) سعد بن عبد قیس (۸۶) الحرث بن عبد قیس

ابن ہشام نے تعداد تو اسی کی لکھی ہے لیکن نام گنائے ہین چھیاسی کے - غالبًا اونھون نے حلیف اشخاص کی نامون کو شمار نہین کیا ہے اور اسیطرح شوہرون کے ساتھ اونکی بی بیون کے نام بھی لکھدیے ہین مگر اونکو بھی شمار نہین کیا ہے یہ خواتین شمار مین اٹھارہ آتی ہین ان دونون کے مجموع سے حضرات مہاجرین حبشہ کی کل تعداد ایک سو چار معلوم ہوتی ہے -

مولوی شبلی صاحب بہت صحیح لکھتے ہین کہ عام مورخین کا خیال ہے کہ ہجرت اونھین لوگون نے کی جنکا کوئی حامی اور مددگار نہین تھا لیکن فہرست مہاجرین مین ہر درجہ کے لوگ نظر آتے ہین - حضرت عثمانؓ بنی امیہ سے تھے جو سب سے زیادہ صاحب اقتدار (والدار) خاندان تھا - متعدد بزرگ مثلاً زبیر اور مصعب [۱] خود آنحضرت صلعم کے خاندان سے تھے عبد الرحمن بن عوف اور ابو سبرہ معمولی بزرگ نہین تھے - اس بنا پر زیادہ تر قیاس یہ ہے کہ قریش کے ظلم و ستم بیکسون پر محدود نہ تھے - بلکہ بڑے بڑے خاندان والے بھی اونکے ستم سے محفوظ نہ تھے - ایک عجیب بات یہ ہے کہ جو لوگ سب سے زیادہ مظلوم تھے اور جنکو انگارون کے بستر پر سونا پڑتا تھا یعنی حضرت بلال - عمار - یاسر - وغیرہ - ان لوگون کے نام مہاجرین حبش کی فہرست مین نہین پائے جاتے - یا تو انکی بے سر و سامانی اس حد تک پہونچی تھی کہ سفر کرنا ہی دشوار تھا - یا یہ کہ درد کے لذت آشنا تھے - اور اس لطف کو چھوڑ نہ سکتے تھے ۵ دلم زجور تو آسودہ است و می نالم ÷ کہ غیر پے نبرد لذت خدنگ ترا ÷

ملک حبش مین مہاجرین کا داخلہ کفار قریش ایسے کیا بیٹھے تھے جو مسلمانون کی کسی نقل و حرکت کی خبر پاتے اور خموش رہجاتے - مہاجرین کی روانگی کی خبر ملتی ہی قریش کا ایک دستہ اس قصد و ارادے سے فورًا روانہ ہوا کہ جانیوالون کو راستہ ہی مین گرفتار کر لیا جاوے لیکن جبتک یہ پہونچین پہونچین مہاجرین کشتی پر سوار ہو کر ساحل سے روانہ ہو چکے تھے - اس لئے تعاقب کرنیوالے ناکامیاب واپس آئے - لیکن ناکامی اور محرومی کے بعد بھی وہ اپنی چالون سے باز نہ رہے - جیسا کہ بہت جلد بیان ہوتا ہے -

[۱] خاندان رسالت مین زبیر و مصعب آپ کو یاد آئے اور جعفر ابن ابی طالب کا نام بالکل فراموش ہو گیا - حالانکہ صفیہ کے لڑکون اور ابیطالب کے صاحبزادون مین جو فرق ہے وہ دنیا جانتی ہے اور انمین سے باعتبار علاقہ نسبی کے آنحضرت کیساتھ جتنی قربت ہے وہ شبلی صاحب کی اس کوتہ قلمی سے چھپ نہین سکتی - المؤلف

مہاجرین کو نجاشی شاہ حبش نے اپنے ملک میں نہایت آرام اور امن و امان سے رکھا۔ اور کامل طور پر انکو مذہبی آزادی عنایت کی۔ ابن ہشام حضرت ام المومنین ام سلمہ کا یہ قول خود اونکی زبانی نقل کرتے ہیں۔

لما نزلنا ارض الحبشة جاورنا بها خير جار النجاشي امننا على ديننا وعبدنا الله تعالى لا نؤذى ولا نسمع شيئا نكرهه سیرۃ ابن ہشام ص ۱۱۵

جب ہملوگ ملک حبش میں پہونچے تو نجاشی۔ بادشاہ حبش ہمارے ساتھ برابر حُسن پیش آتا رہا۔ اور ہملوگ پورے امن کے ساتھ اپنے دین پر قائم تھے اور آزادی سے خدائے تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے تھے کوئی ہمیں ایذا نہ دلسکتا تھا اور نہ ہم کوئی مکروہات سنتے تھے۔

شبلی صاحب مہاجرین کے آیندہ واقعات لکھتے ہیں۔

نجاشی کی بدولت مسلمان حبش میں امن و امان سے زندگی بسر کرنے لگے لیکن قریش یہ خبریں سن سن کر پیچ و تاب کھاتے تھے آخر یہ رائے ٹھیری کہ سفارت بھیجی جائے کہ ہمارے مجرموں کو اپنے ملک سے نکال دو۔ عبداللہ بن ربیعہ اور عمرو بن عاص (فاتح مصر) اس کام کے لئے منتخب ہوئے۔ نجاشی اور اوسکے درباریوں میں ایک ایک کے لئے گران بہا تحفے مہیا کئے گئے امام احمد بن حنبل کی مسند میں مسند اہلبیت کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ تحفہ بھی علی الاکثر مکہ کا مشہور چمڑہ تھا۔ غرض نہایت سر و سامان سے یہ سفارت حبش کو روانہ ہوئی۔

یہ سفراء نجاشی سے پہلے درباری پادریوں سے ملے اور اونکی خدمت میں نذریں پیش کیں اور کہا کہ ہمارے چند نادانوں نے ایک نیا مذہب ایجاد کیا ہے ہم نے اونکو نکالدیا۔ تو آپ کے ملک میں بھاگ آئے۔ کل ہم بادشاہ کے دربار میں جو درخواست پیش کریں تو آپ بھی ہماری تائید فرمائیں۔

نجاشی کے دربار میں قریش کی اپیل اسکی تردید میں حضرت جعفرؓ کی تقریر

دوسرے دن سفراء دربار میں گئے۔ اور نجاشی سے درخواست کی کہ ہمارے مجرم ہمارے حوالے کردیئے جائیں۔ درباریوں نے بھی تائید کی۔ نجاشی نے مسلمانوں کو بلا بھیجا۔ اور کہا کہ تم نے یہ کون سا دین ایجاد کیا ہے جو نصرانیت اور بت پرستی دونوں کے مخالف ہے۔

مسلمانوں نے اپنی طرف سے گفتگو کرنے کیلئے حضرت جعفر (حضرت علی کے بھائی) کو انتخاب کیا۔

سفراء قریش کی تردید میں حضرت جعفر نے نجاشی کے سامنے یہ تقریر کی۔

ایھا الملک۔ ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے۔ بت پوجتے تھے مردار کھاتے تھے۔ بدکاریاں کرتے تھے ہمسایوں کو ستاتے تھے۔ بھائی بھائی پر ظلم کرتا تھا۔ قوی لوگ کمزوروں کو کھا جاتے تھے۔ اس اثناء میں ہم میں ایک شخص پیدا ہوا جسکی شرافت اور صدق و دیانت سے ہملوگ پہلے سے واقف تھے اوس نے ہمکو اسلام کی دعوت دی اور یہ سکھلایا کہ ہم پتھروں کو پوجنا چھوڑدیں سچ بولیں۔ خونریزیوں سے باز آئیں یتیموں کا مال نہ کھائیں ہمسایوں کو آرام دیں عفیف عورتوں

پر بدنامی کا داغ نہ لگائیں۔ نماز پڑھیں۔ روزے رکھیں۔ زکوٰۃ دیں۔ ہم اوس پر ایمان لائے شرک اور بت پرستی چھوڑ دی۔ اور تمام اعمال بد سے باز آئے اس جرم پر ہماری قوم ہماری جان کی دشمن بن گئی۔ اور اب ہمکو مجبور کرتی ہے کہ پھر اوسی گمراہی مین واپس جائین
نجاشی نے کہا جو کلام تمہارے پیغمبرؐ پر اوترا ہے کہیں سے پڑہو۔ حضرت جعفرؓ نے سورہ مریم کی چند آیتین سنائین۔ نجاشی پر رقت طاری ہوئی۔ اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے پھر کہا کہ خدا کی قسم یہ کلام اور انجیل ایک چراغ کے پرتو ہین یہ کہکر سفرائے قریش سے کہا کہ تم واپس جاؤ۔ مین ان مظلومین کو کبھی واپس نہ دونگا۔

دوسرے دن عمر عاص نے پھر دربار شاہی مین رسائی حاصل کی۔ اور نجاشی سے کہا حضور آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰؑ کے متعلق کیا اعتقاد رکھتے ہین؟ نجاشی نے مسلمانون کو بلا بھیجا کہ اس سوال کا جواب دین ان لوگون کو تردد ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ کے ابن اللہ ہونے سے انکار کرتے ہین۔ نجاشی عیسائی ہے۔ ناراض ہو جائیگا۔ حضرت جعفرؓ نے کہا کچھ ہو۔ ہم کو سچ بولنا چاہیئے۔ غرض یہ لوگ دربار مین بلائے گئے۔ حاضر ہوئے تو نجاشی نے پوچھا تم لوگ حضرت عیسیٰؑ کی نسبت کیا اعتقاد رکھتے ہو حضرت جعفرؓ نے کہا کہ ہمارے پیغمبر صلعم نے بتلایا ہے کہ عیسیٰؑ خدا کا بندہ اور پیغمبر اور کلمۃ اللہ ہے نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اوٹھا لیا اور کہا واللہ جو تم نے کہا عیسیٰؑ اوس سے اس تنکے کے برابر بھی زیادہ نہین بطریق جو دربار مین موجود تھے نہایت برہم ہوئے نتھنون سے خرخراہٹ کی آواز آنے لگی۔ نجاشی نے اونکے غصہ کی کوئی پروا نہ کی اور قریش کے سفیر بالکل ناکامیاب واپس آئے۔

اس اثنا مین کسی دشمن نے نجاشی کے ملک پر حملہ کیا۔ نجاشی اوس کے مقابلہ کے لئے خود گیا۔ صحابہ نے مشورہ کیا کہ ہم مین سے ایک شخص جائے اور خبر بھیجتا رہے۔ اگر ضرورت ہو تو ہم بھی نجاشی کی مدد کے لئے آئین۔ حضرت زبیرؓ اگرچہ سب سے کمسن تھے لیکن اونھون نے اس خدمت کے لئے اپنے کو پیش کیا۔ مشک کے سہارے دریائے نیل تیر کر رزمگاہ مین پہونچے۔ اوہر صحابہ نجاشی کے لئے خدا سے دعائے فتح کرتے تھے۔ چند روز کے بعد زبیرؓ واپس آئے اور خوشخبری سنائی کہ نجاشی کو خدا نے فتح دی۔

یہان تک حالات لکھکر شبلی صاحب نے عیسائی مصنف مسٹر مارگیولوس کا اعتراض عبارت حاشیہ مین لکھا ہے۔
مارگولوس نے ہجرت حبش کی بھی بڑی نازک اور دور از نظر وجہ تلاش کر کے پیدا کی ہے۔ فرماتے ہین کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ قریش سے عہدہ برا نہین ہو سکتے اور یہ پہلے سنا تھا کہ کعبہ کے گرانے کے لئے ابرہۃ الاشرم جو آیا تھا وہ حبش ہی کا تھا۔ اس لئے انھون نے چاہا کہ بادشاہ حبش سے سازش کر کے اوسکو مکہ پر حملہ کرنیکی ترغیب دین تاکہ قریش کا زور ٹوٹ جائے۔ اس غرض سے ہجرت کا بہانہ کر کے آپ نے اصحاب کو حبش بھیجا لیکن پھر سمجھے کہ نجاشی اگر مکہ مین آیا تو مکہ پر خود قابض ہو جائیگا۔ مجکو کیا ہات آئے گا۔ اس بنا پر اس ارادے سے باز رہے۔ یہ بالکل بے ثبوت بات ہے۔ صرف بے ثبوت لکھدینے سے بے ثبوت ہونیکی دلیل قایم نہین ہوتی۔ آمین کوئی کلام نہین کہ اس متعصب عیسائی مولف کو

وہ سوجھی جو حقیقتاً مشرکین کو بھی نہین سوجھی تھی لیکن مارگولوس کو اس مغویانہ وہم وقیاس کی کوئی سند کوئی حوالہ پیش کرنا ضرور تھا۔ جیسا کہ اس سے قبل اوسنے اپنی اکثر غلط فہمیون کے ثبوت مین ضعیف اور موضوع مرویات اسلامی کو پیش کیا ہے۔ اگر اسلامی سند اوسکے پاس اسکی تائید مین موجود نہین ہے۔ تو اوسکی یہ تعریض نہ ہمارے لئے قابل توجہ ہے اور نہ ہم اسکے ذمہ دار ہین۔ جب مارگیولوس نے کوئی سند پیش نہین کی تو تعصب و نفسانیت کے سوا اوسکے اس مجنونانہ قیاس کی کوئی دوسری وجہ نہین ہوسکتی۔

حضرت عمرؓ کا اسلام لانا سنہ ۶ نبوت

مشرکین قریش اپنی ناکامی اور اسلام کی کامیابی اور ترقی کو اپنی دونون آنکھون سے دیکھ رہے تھے۔ لیکن اپنی جہالت و ضلالت سے ہٹتے نہین تھے۔ انوار اسلام نے قریب قریب اون تمام سیہ کارون کے گھرون مین اپنی روشنی پہونچا دی تھی لیکن اونکی سیہ بختی آجتک اونکو اسکے احساس سے محروم رکھے تھے حضرت حمزہ کے اسلام لانے سے وہ دل شکستہ ہوچکے تھے عمر عاص کی سفارت حبشہ بھی پیام یاس لائی تھی کہ یکایک ایک تازہ مصیبت۔ یک لشدد وشد کی صورتین نمایان ہوئی جسکی انکو سوتے جاگتے نکوئی امید تھی اور نہ توقع یہ مصیبت حضرت عمرؓ کا مشرف باسلام ہونا تھا حضرت عمرؓ کی مخالفت اسلام معمولی نہین تھی۔ اونکی مخالفت کا اثر مظلومین اسلام کے دائرے مین چارون طرف پھیلا ہوا تھا۔ خصوصاً بیچاری اور بیکس مسلمان کنیزان نے بس انکی زدوکوب سے اگر مرین نہین تہین تو مرنے کے بالکل قریب ہوچکی تھین ایسے شدید دشمن اسلام کو رام کرنا قدرت ہی کا کام تھا شبلی صاحب مفصلاً یون رقمطراز ہین۔

حضرت عمرؓ کا ستائیسوان سال تھا کہ آفتاب رسالت طلوع ہوا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے حضرت عمر کے گھرانے مین زید کی وجہ سے توحید کی آواز نامانوس نہین رہی تھی۔ چنانچہ سب سے پہلے زید کے بیٹے سعید اسلام لائے۔ زید کا نکاح حضرت عمرؓ کی بہن فاطمہ سے ہوا تھا۔ اس تعلق سے فاطمہ بھی مسلمان ہوگئین۔ اس خاندان مین ایک اور معزز شخص نعیم ابن عبداللہ نے بھی اسلام قبول کرلیا تھا لیکن حضرت عمرؓ اسلام سے ابھی تک بیگانہ تھے۔ ان کے کان مین جب یہ صدا پہونچی تو سخت برہم ہوئے۔ یہانتک کہ قبیلہ مین جو لوگ اسلام لاچکے تھے اونکے دشمن بنگئے۔ لبینہ انکے خاندان کی کنیز تھی جس نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ اوسکو بے تحاشا مارتے۔ اور مارتے مارتے تھک جاتے تو کہتے کہ دم لے لون تو پھر مارونگا۔ لبینہ کے سوا اور جس جس پر قابو چلتا تھا زدوکوب سے دریغ نہ کرتے تھے لیکن اسلام کا نشہ ایسا تھا کہ جسکو چڑھتا تھا اوترتا نہ تھا۔ ان تمام سختیون پر بھی وہ ایک شخص کو اسلام سے بیدل نہ کرسکے آخر مجبور ہوکر (نعوذ باللہ) خود بانی اسلام کے قتل کا ارادہ کیا۔ تلوار کمر سے باندہی۔ رسول اللہ صلعم کی طرف چلے۔ کارکنان قضا نے کہا ؎

آمدآن یارے کہ ما می خواستیم۔ راہ مین اتفاقاً نعیم بن عبداللہ مل گئے۔ ان کے تیور کو دیکھکر پوچھا خیر ہے؟ بولے کہ محمد صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کا) فیصلہ کرنے جاتا ہوں۔ انھوں نے کہا کہ پہلے اپنے گھر کی خبر لو۔ خود تمھاری بہن اور بہنوئی اسلام لا چکے ہیں فوراً پلٹے اور بہن کے پاس پہونچے وہ قرآن پڑھ رہی تھیں۔ اُنکی آہٹ پاکر چپ ہو گئیں اور قرآن کے اجزا چھپا لئے لیکن آواز انکے کانوں میں پڑ چکی تھی۔ بہن سے پوچھا یہ کیسی آواز تھی بولیں کچھ بھی نہیں۔ انھوں نے کہا میں سُن چکا ہوں تم دونوں مرتد ہو گئے ہو۔ یہ کہکر بہنوئی سے دست و گریبان ہو گئے۔ اور جب انکی بہن بچانے کو آئیں تو انکی بھی خبر لی۔ یہاں تک کہ ان کا تمام جسم لہو لہان ہو گیا لیکن اسلام کی محبت اس سے بالاتر تھی بولیں عمر جو بن آئے کرو لیکن اسلام اب دل سے نکل نہیں سکتا۔ ان الفاظ نے دل پر خاص اثر کیا حضرت عمر نے بہن کی طرف محبت کی نگاہ سے دیکھا۔ انکے جسم سے خون جاری تھا یہ دیکھکر اور بھی رقت ہوئی۔ فرمایا تم لوگ جو پڑھ رہے تھے مجھکو بھی سناؤ۔ فاطمہ نے قرآن کے اجزا لاکر سامنے کر دیئے اوٹھاکر دیکھا تو یہ سورہ تھی۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ | زمین آسمان جو کچھ ہے خدا کی تسبیح پڑھتا ہے اور خدا ہی غالب اور حکمت والا ہے

ایک ایک لفظ پر انکا (حضرت عمر کا) دل مرعوب ہوتا جاتا تھا۔ یہانتک کہ جب اس آیت پر پہونچے تو اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (خدا اور اوسکے رسول پر ایمان لاؤ) تو بے اختیار پکار اوٹھے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے خدا کے کوئی دوسرا خدا نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوسکے رسول ہیں۔

یہ وہ زمانہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارقم کے مکان میں جو کوہ صفا کی تلی میں واقع تھا پناہ گزین تھے حضرت عمر نے آستانہ مبارک پر پہونچکر دستک دی چونکہ شمشیر بکف گئے تھے۔ صحابہ کو تردد ہوا لیکن حضرت حمزہ نے کہا۔ آنے دو مخلصانہ آیا ہے تو بہتر ہے۔ ورنہ اوسی کی تلوار سے اوس کا سر قلم کر دوں گا۔ حضرت عمر نے قدم اندر رکھا تو رسول اللہ صلعم خود آگے بڑھے اور اونکا دامن پکڑ کے کہا۔ کیوں عمر کس ارادے سے آیا ہے۔ نبوت کی پُر جلال آواز نے انکو کپکپا دیا۔ نہایت خضوع کیساتھ عرض کیا (کی) ایمان لانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیساختہ اللہ اکبر پکار اوٹھے۔ اور ساتھ ہی تمام صحابہ نے ملکر اس زور سے اللہ اکبر کا نعرہ مارا کہ مکہ کی تمام پہاڑیاں گونج اٹھیں۔

شبلی صاحب کے عقیدے میں حضرت عمرؓ کے اسلام لانیسے اسلام میں جان بھی آگئی اور خاص شان بھی اسلئے آپ نے اپنے قدیم طریقہ اختصار سے دست بردار ہوکر خاص طور پر تفصیل سے کام لیا ہے لیکن تاہم اپنی خود غرضی کے اصول کو یہاں بھی ترک نفرمایا۔ اصل ماخذ میں جو امور مفید مطلب آپ کے تھے اوتنے تو لکھ گئے باقی القط۔ یہ نہ مؤلف کی شان ہے اور نہ محقق کا انداز بیان۔

آپ نے حضرت عمرؓ کے اسلام لانیکی صورت اس انداز پر کھینچی ہے جس سے یہ امر پایا جاوے کہ موصوف کا اسلام لانا اونکی ذاتی تحقیق اور حسن تعقل کا نتیجہ ثابت ہو۔ جیسا کہ حضرت ابوذر غفاری ابو الطفیل دوسی وغیرہم کی حالات و واقعات سے معلوم ہو چکا ہے۔ حالانکہ ابن ہشام آپ کے اصلی ماخذ کی عبارت اسکے خلاف حقیقت حال بتلاتی ہے اور اسکی

تصریح کو آپ بالقصد اپنے ترجمہ سے نکال دیتے ہیں۔ ابن ہشام کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے خاندان کے لوگوں نے اسلام کی تعلیم خاص رسول اللہ صلعم سے بھی نہیں پائی تھی۔ بلکہ خباب بن الارت کے واسطہ سے اس موقع پر حضرت عمرؓ کے بھی راہنما یہی بزرگ تھے۔ اور حضرت عمرؓ نے بھی انھیں سے اسلام کی خوبی اور باریابی اسلام علیہ السلام کے دربار رسالت تک اپنی باریابی کے متعلق استفسارات کیے تھے۔ اور خباب بن الارت نے انکو تشفی بخش جواب دیکر قبول اسلام اور حصول زیارت حضرت سید الانام پر آمادہ اور تیار کردیا تھا۔ ابن ہشام کی عبارت یہ ہے۔

فرجع عمر عامدا الی اختہ وختنہ وعندھما خباب بن الارت معہ صحیفۃ فیھا طٰہٰ یقرئھا ایاھا فلما احس عمر لغیب خباب فی مخدع لھا اوفی بعض البیت

عمرؓ اپنی بہن اور بہنوئی کی تنبیہ کا قصد صمیم کرکے اسوقت پر پہونچے جب خباب بن ارت اُن دونوں اُنکی بہن اور بہنوئی کو اپنے صحیفہ میں سے جو اُنکے ہمراہ تھا سورۂ طٰہٰ کی آیتیں سنا رہے تھے جب حضرت عمرؓ کے آنیکی آہٹ ملی تو خباب اونکے گھر کی کسی پوشیدہ جگہ میں جا چھپے۔ یا قریب کے کسی مکان میں چھپ گئے۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اس خاندان میں معلّم اسلام خباب بن الارث تھے۔ انھیں کے فیضان تعلیم نے ان لوگوں کو مسلمان بنادیا اتنی عبارت شبلی صاحب نے ترجمہ نہیں کی ہے۔

بھائی بہن میں اجزاے قرآن کے دکھلانے کی نسبت جو مکالمات ہوے وہ ابن ہشام کے الفاظ میں یہ ہیں۔

قال لاختہ اعطینی ھذہ الصحیفۃ التی یقرؤن آنفا انظر ما ھذا الذی جاء بہ محمد وکان عمر کاتبا فلما قال ذلک قالت لہ اختہ انا نخشاک علیھا قال لا تخافی وحلف لھا بآلھتہ لیردنھا اذا قرأھا الیھا فلما قال ذلک طمعت فی اسلامہ فقالت لہ یا اخی انک نجس علی شرکک وانہ لا یمسھا الا الطاھر فقام فاغتسل فاعطتہ الصحیفۃ

حضرت عمرؓ نے اپنی بہن سے کہا کہ وہ صحیفہ جو تم لوگوں پر پڑھا جاتا تھا مجھے دو تو ہم دیکھیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کیا نازل ہوا ہے چونکہ حضرت عمرؓ پڑھنا لکھنا جانتے تھے۔ اسلئے اونھوں نے ایسا کہا یعنی مانگ کر دیکھنا چاہا بہن نے جواب دیا کہ مجھے خوف ہے کہ تم اُسے ضایع کردوگے حضرت عمرؓ بولے تم خوف نہ کرو۔ اور اپنے معبودوں کی قسم کھا کر کہنے لگے کہ ہم اوس صحیفہ کو پڑھکر واپس کردیں گے جب انھوں نے ایسا کہا تو بہن کو انکے اسلام کی توقع ہوئی۔ لیکن کہا بھائی۔ بات یہ ہے کہ تم اپنی شرک کی وجہ سے ابھی تک نجس ہو۔ اور اس صحیفہ کو سواے طاہر شخص کے کوئی دوسرا نہیں چھو سکتا۔ یہ سنکر حضرت عمرؓ اٹھے اور فوراً غسل کر آے تب بہن نے وہ صحیفہ دیا۔

اس عبارت کو بھی شبلی صاحب نے بالکل مرفوع القلم فرمادیا۔ اور حضرت عمرؓ کے قدیم انہماک فی الشرک اور اونکی بہن کے اخلاص فی الاسلام کے متضاد عوالم کو پیش کرنا خلاف غیرت سمجھا۔ لیکن یہ امور انسان کی سعادت اور توفیقات سے متعلق ہوتے ہیں اسمیں نسبی یا سببی قرابت اور خصوصیت کا دخل نہیں ہے۔

اس کے بعد جب خباب بن الارث نے آڑ سے حضرت عمرؓ کو قرآن پڑھتے اور اوسکی روحانی مطالب و معانی سے اثر پذیر

ہوتے ہوئے دیکھ لیا تو ایکبارگی سامنے آگئے۔ باہم جو گفتگو ہوئی وہ یہ ہے۔

فلما سمع ذلك الخباب بن الارث خرج اليها فقال له يا عمر والله لارجوان يكون الله قد خصك بدعوة نبيه فاني سمعته امس وهو يقول اللهم ايد الاسلام بابي الحكم بن هشام او بعمر بن الخطاب فالله الله يا عمر فدلني يا خباب على محمد حتى اتيه فاسلم فقال له خباب هو في بيت عند الصفا معه فيه نفر من اصحابه

جب خباب نے انکو (حضرت عمرؓ کو) ٹھنڈے دل سے قرآن پڑھتے سن لیا تو سامنے آکر کہنے لگے ای عمر مین خیال کرتا ہون کہ خدا نے تجھکو پیغمبر خدا کی دعوت کیلئے خاص طور پر تجویز فرمایا ہے۔ کیونکہ کل ہم نے آنحضرت صلعم کو یہ دعا فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ پروردگار تو اسلام کی حمایت ابی الحکم بن ہشام (ابوجہل) یا عمر بن الخطابؓ کے ذریعہ سے فرما خدا کی قسم یہ بڑا اعزاز ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت عمرؓ بولے کہ اے خباب تم اسی وقت مجھے آنحضرت صلعم کی خدمت مین لیچلو کہ مین اسلام لاؤن خباب نے کہا کہ وہ صفا کے پاس ایک مکان مین مقیم ہین اور آپ کے ساتھ آپ کے چند اصحاب موجود ہین۔ آپ وہین چلے جائین۔ ابن ہشام ص ۱۲۱ مصر

یہ عبارت بھی شبلی صاحب نے اپنی غرض خاص سے قلم زد فرمادی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ خباب بن الارث انکی راہ راست پر لانے۔ رسول اللہ صلعم کا نشان بتلاتے اور اون کے اسلام لانیکے اصلی محرک ہوئے۔

قرآن مجید کے روحانی اثر نے جس طرح حضرت عمرؓ کو مسخر کرلیا اوسکی کیفیت تو اوپر معلوم ہوچکی۔ اب خباب بن الارث کی رہنمائی سے جب مشرف بزیارت ہوئے تو رسالت و نبوت کے تصرفات روحانی نے انکے رام کرنے مین جن عملی ترکیبون سے کام لیا۔ اوسکے نقل و ترجمہ کو بھی شبلی صاحب قلم انداز فرما گئے۔ شاید حضرت عمرؓ کی کسر شان سمجھی گئی۔ اوسکی حقیقت ابن ہشام کی زبانی یون ہے۔

فاذن له الرجل ونهض اليه رسول الله صلعم حتى لقيه بالحجرة فاخذ بحجزته او بمجمع ردائه ثم جبذه جبذة شديدة وقال ما جاء بك يا ابن الخطاب ما ارى ان تنتهي حتى ينزل الله بك قارعة ص ۱۲۰

حضرت عمرؓ آئے۔ اجازت مانگی۔ آنحضرت صلعم کیطرف سے ایک شخص اندر آنیکی اجازت دیدی۔ آنحضرت صلعم خود انکی طرف بڑھے اور یہ حجرے تک آئے تھے کہ آنحضرت صلعم نے انھین دیکھ لیا و بقولے ہاتھ و بقولے انکے گوشہ ردا کو تھا مکر سخت زور سے کھینچا اور پوچھا کیون ابن خطاب آج تم یہان کیسے آئے۔ خدا کی قسم مین دیکھتا ہون کہ تم مین تمام باتون کی انتہا ہوگئی اور آخر خدا نے تمہین دوڑا ہوا یہان بھجوایا۔

نہین معلوم کہ حضرت صلعم کے ان چند الفاظ خطابیہ مین کیسی قیامت کے روحانی اثر تھے۔ اور آپ کے اوس کشش دستی مین کیسی معجز نما تسخیر کی قوت مضمر تھی کہ حضرت عمرؓ سے باوجود اتنی قدیم عداوت و خصومت کے اسموقع پر پیغمبر اسلام کے مقابلہ مین سوائے سرافگنی عجز نمائی اور جبین سائی کے کچھ اور نہ بن پڑا۔ مندرجہ بالا سوال رسالت کے جواب مین نیچی آنکھین کرلین اور کہا۔

جئتك لاؤمن بالله وبرسوله وبما جاء من عند الله

یا حضرت مین تو صرف خدا و رسولؐ اور جو کچھ اوسپر نازل ہوا ہے اون سب پر ایمان لانے کی غرض خاص سے حاضر ہوا ہون۔

حضرت عمرؓ کے اسلام لانیکے متعلق اس روایت سے تو موصوف کی اپنی سعی و کوشش کی جگہہ۔ قدرت کی جبروت۔ رسالت کے روحانی فیوض۔ اور پیارے خباب دلگی ہن اور بہنوئی کی رہنمائی اقید مشترک شامل معلوم ہوتی ہے۔ اس بنا پر شبلی صاحب کا ان استخفاف واقعات سے اگر یہ مدعا تھا کہ وہ حضرت عمرؓ کا اسلام لانا۔ بلا تحریک و مشارکت غیرے ثابت کریں تو وہ اون کے اصلی ماخذ کی عبارات مندرجہ بالا سے کسیطرح ثابت نہیں۔

حضرت عمرؓ کے اسلام لانیکے متعلق دوسری روایت

شبلی صاحب کی قدیم عادت ہے کہ تلاش واقعات میں آپ اوس واقعہ یا روایت کو نقل کرتے ہین جو آپ کے مفید مطلب ہوتی ہین اور ان واقعات و مرویات کو جن سے آپ کا مطلب نہین نکلتا بالکل قلم انداز کر دیتے ہین لیکن اس موقع خاص پر آپ سے سخت غلطی واقع ہوئی ہے۔ آپ نے حضرت عمرؓ کے اسلام لانیوالے واقعہ مین تاریخ ابن ہشام کی صرف پہلی روایت کو تلخیص اور قطع و برید کے بعد ترجمہ کر کے لکھا ہے اور اوس سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے مین کسی کی تحریص و ترغیب کی مداخلت نہین تھی۔ حالانکہ اوپر کی عبارت سے دکھلا دیا گیا ہے کہ موصوف کے اسلام لانیوالے واقعہ مین خباب بن الارث کی تحریک خاص طور پر شامل تھی۔ افسوس ہے کہ شبلی صاحب کی نظر اپنے ماخذ اصلی کی دوسری روایت پر نہین گئی۔ جو اس سے زیادہ اونکے مفید مطلب تھی اور اُس سے ایک گونہ موصوف کی تحقیق خاص نکل سکتی تھی۔

ابن ہشام نے شبلی صاحب کی اختیار کردہ روایت کی نسبت لکھدیا ہے کہ حضرت عمرؓ کے اسلام لانیکے متعلق یہ وہ روایت جو خاص مدینہ کے لوگون مین مشہور ہے۔

فھذا الحدیث الرواۃ من اھل المدینۃ عن اسلام عمرؓ بن الخطاب حین اسلم

حضرت عمرؓ کے اسلام لانیکے وقت کی یہ وہ روایت ہے جسکے راوی مدینہ کے لوگ ہین۔

اس کے بعد ابن ہشام نے موصوف کے اسلام لانیکی وہ روایت نقل کی ہے جو مکہ کے راویون سے منقول و مذکور ہے۔

حدثنی عبد اللہ بن ابی نجیح مکی عن اصحابہ عطاء و مجاھد و اعمن روی ذلک ان اسلام عمر فیما تحدثوا بہ عنہ انہ کان یقول کنت عند الاسلام مباعداً و کنت صاحب الخمر فی الجاھلیۃ احبھا و اشربھا و کان لنا مجلس یجتمع فیہ رجال من قریش بالحزورۃ عند الدور ال عمر بن عبید بن عمران المخزومی قال فخرجت لیلۃ ارید جلسائی اولئک فی مجلسھم ذلک

ابن اسحق کہتے ہین کہ مجھسے عبد اللہ بن نجیح مکی نے اپنے اصحاب عطاء و مجاہد سے اور اونھون نے اپنے راویون سے نقل کی ہے کہ حضرت عمرؓ کے اسلام لانیکے متعلق اونکو علم و دانست مین یہ واقعہ گذرا جیسا کہ خود حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ مین ایام جاہلیت مین اسلام کا سخت مخالف اور شراب پینے کا سخت عادی تھا۔ خوب پیتیا اور پلایا کرتا تھا۔ اور مکانات ال عمر بن عبید بن عمران المخزومی کے قریب ہماری شراب نوشی کی ایک صحبت گاہ قایم تھی جہان بہت سے جوانان قریش جمع ہوا کرتے تھے مین ایکدن کچھ رات گیے

قال فجئتهم فلم اجد فيه منهم احدا قال فقلت لو انی
جئت فلانا الخمار وكان بمكة يبيع الخمر لعلي اجد عنده خمرا
فاشرب منها قال فخرجت فجئته فلم اجده قال فقلت
لو انی جئت الكعبة فطفت بها سبعا او سبعين قال
فجئت المسجد اريد ان اطوف بالكعبة فاذا رسول الله
صلى الله عليه وآله وسلم قائم يصلي وكان اذا صلى استقبل
الشام وجعل الكعبة بينه وبين الشام وكان مصلاه
بين الركنين الركن الاسود والركن اليماني قال فقلت
حين رأيته والله لو اني استمعت من محمد الليلة
حتى اسمع ما يقول فقلت لئن دنوت منه استمع
منه لاروعنه فجئت من قبل الحجر فدخلت تحت ثيابها
فجعلت امشي رويدا ورسول الله صلعم قائم يصلي
يقرء القرآن حتى قمت في قبلته مستقبله ما بيني وبينه
الا ثياب الكعبة قال فلما سمعت القرآن رق له قلبي وبكيت
ودخلني الاسلام فلم ازل قائما في مكاني ذلك حتى
قضى رسول الله صلعم صلاته ثم انصرف وكان اذا
انصرف خرج على دار ابن ابي حسين وكانت طريقه حتى
يجيز على المسعى ثم يسلك بين دار عباس بن عبد المطلب
وبين دار ازهر بن عبد عوف الزهري ثم على دار الا
خنس بن شريق حتى يدخل بيته وبين مسكنه صلى الله
عليه وآله وسلم في دار الرقطاء التي كانت بيدي
معوية بن ابي سفيان قال عمر رضي الله عنه فتبعته
حتى اذا دخل دار عباس ودار ابن ازهر ادركته فلما
سمع رسول الله حسي عرفني فظن رسول الله صلعم
اني انما اتبعته لاوذيه فنهمني ثم قال ما جاء بك يا ابن الخطاب

اس جلسہ گاہ میں جلسہ جمانے کی غرض سے گیا لیکن یہاں پہونچکر میں نے کسی کو بھی
نہ پایا۔ یہ تنہائی دیکھکر میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ شاید یہ لوگ
فلاں خمار مینفروش کی دوکان پر گئے ہونگے جو مکہ میں شراب بنانے اور بیچنے
کیلئے مشہور تھا۔ یہ خیال کرکے میں وہاں چلا اور یہ بھی ارادہ کرلیا کہ اُسی
سے شراب لے کر پی لونگا لیکن اتفاق سے وہ بھی نہ ملا۔ اب مایوس ہوکر میں نے
گھر لوٹنے کا ارادہ کرلیا اور ساتھ ہی اسکے یہ بھی خیال آیا کہ خانہ کعبہ کا
طواف رستہ میں یا ستر بار کرتے چلیں۔ یہ ارادہ کرکے میں داخل مسجد الحرام
ہوا میں نے جوہیں طواف شروع کیا دیکھا کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کھڑے ہوکر نماز پڑھ رہے ہیں اور آپ شام کیطرف مونہہ کئے ہوئے نماز ادا کر رہے
ہیں اور خانہ کعبہ آپ کے اور سمت شام کے درمیان واقع ہے اور اسوقت
آپ کا مصلےٰ رکن اسود اور رکن یمانی کے بیچ میں قایم ہے آپکو دیکھکر
میرے دل میں یہ خیال آیا کہ کاش ہم آج رات کو آپ کی زبان سے وہ آن چیزیں
کو سُن لیتے جنکو ہم اور لوگوں کی زبانی سُنا کرتے ہیں۔ لیکن اسکے ساتھ
ہی یہ خیال آیا کہ آپ کی تلاوت کو بغیر قریب گئے کیسے سُن سکتا ہوں
یہ سنکر میں مقام حجر سے ہوتا ہوا آپ کے قریب آگیا اور ٹہل ٹہل کر آپ کو
سننے لگا۔ آپ اسیطرح نماز میں قایم رہکر تلاوت قرآنمجید فرماتے رہے یہاں تک کہ میں
آپ کے آگے جاکر اسطرح کھڑا ہوگیا کہ مجھ میں اور آپ میں سوائے ثیاب
کعبہ اور کوئی شے حائل نہیں تھی۔ پس میں نے جوہیں آپ کی زبان مبارک
سے قرآن کی سماعت کی فوراً میرے قلب میں رقت پیدا ہوگئی اور میں
بیساختہ رونے لگا۔ اور اسیوقت سے شعشعہ اسلام میرے دل میں
جلوہ افروز ہوا میں کچھ ایسا متاثر ہوا کہ جہاں کھڑا تھا وہیں کھڑا کا کھڑا
رہگیا اور وہاں سے نہ اتر ہلا۔ یہانتک کہ جناب رسول خدا صلعم نے اطمینان سے
اپنی نماز تمام کی اور پھر آپ وہاں سے چلے پھر آپ [۵۱] ابن ابی حسین کے طرف سے
دار عباس بن عبدالمطلب اور دار ابن ازہر بن عبد عوف الزہری کے درمیان
ہوکر پھر دار اخنس بن شریق سے گذر کر اپنے مکان میں داخل ہوئے اور اُن

۵۱ ان دور دراز اور پرپیچ راہوں سے آنحضرت صلعم کے گھر آنے کی وجہ صرف یہی تھی کہ آپ کفار کی ایذادہی کی خیال سی آمد و رفت کیلئے غیر متعارف راہیں اور گلیاں اختیار کرتے تھے المولف

هذه الساعة قال قلت جئت لاؤمن بالله وبرسوله وبما جآء من عند الله قال محمد رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فحمد قال قد هداك الله یا عمر ثم مسح صدری ودعالی بالثبات ثم انصرفت عن رسول الله ودخل رسول الله صلعم بیته قال ابن اسحق والله اعلم ای ذلك۔

دونون آپ کا قیام دارالرقطا رمین تھا۔ جو بعدہ معاویہ بن ابوسفیان کے قبضہ مین آگیا تھا حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ مین آپ کے پیچھے پیچھے چلا۔ اور دار عباس بن عبدالمطلب اور دارابن ازہر کے درمیان آپ سے ملاقی ہوا۔ آنحضرت صلعم کو میرے آنے کی آہٹ مل گئی اور مجھو دیکھکر آپ کو یہ خیال گذرا کہ مین آپ کی ایذادہی کے ارادے سے پیچھے پیچھے آتا ہون آپ نے مجھے آنے سے منع کیا اور ارشاد فرمایا کہ اوپسر خطاب تم اسوقت میرے ساتھ کیون آتے ہو۔ مین نے بیساختہ عرض کی کہ خدا پر۔ اوسکے رسولؐ پر اور اوس شے پر جو نازل فرمائی گئی ہے ایمان لانے کی نیت سے آتا ہون یہ سُنکر آنحضرت صلعم نے خدا کی حمد کی۔ اور پھر مجھسے ارشاد کیا۔ اے عمرؓ خدا نے تمہین ہدایت کی۔ پھر آپ نے میری سینہ پر اپنا دست مبارک رکھکر میرے ثبات ایمان کے لئے دعا فرمائی۔ اسکے بعد مین آنحضرت صلعم کی خدمت سے رخصت ہُوا۔ اور آپ اپنے مکان پر تشریف لیگئے۔

یہ دونون روایتین لکھکر ابن اسحاق کہتے ہین کہ انہ دونون روایتون مین کون صحیح الواقعہ ہے مین نہین کہہ سکتا۔ ابن ہشام جلد اول صفحہ ۱۲۱ مطبوعہ مصر

اس روایت مین حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے متعلق جو کچھہ بیان کیا گیا ہے وہ بہ مقابلہ سابق روایت کے اس امر کا زیادہ مظہر ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے اسلام لانے مین اپنی سعی وکوشش سے کام لیا۔ اور باوجود اپنی قدیم اور عظیم مخالفت اسلام قدرت کیطرف سے جب آپکی ہدایت کے انتظام کئے گئے تو دم بھر مین انکی دشمنانہ مخالفت دوستانہ موافقت ہوگئی اور پھر یسی کہ جس سے یہ کوسون دور رہنا چاہتے تھے صورت دیکھنے کے بھی روادار نہ تھے اوسکے پاس خود دوڑے چلے آئے۔ اور خود بخود کہنے لگے اشهدان لااله الاالله واشهدان محمد رسول الله۔ تعلیم وتلقین کے بعد بھی اصل ہدایت قدرت کا کام ہی وما ابرئ نفسی لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی۔ ہم اپنے نفسونکی بُرائی اوسوقت تک دور نہین کرسکتے تاوقتیکہ پروردگار عالم اس امر اہم پر رحم نہ فرمائے۔ آغاز جزو سیزدہم قرآن مجید سورۂ یوسف۔

حضرت ابیطالب اور قریش کی آخری وفد کُفار قریش اور مشرکین کعبہ کی قسمتون مین سوائے ناکامی کے کچھہ اور نہین تھا حالانکہ وہ اسلام کو اسوقت تک بالکل لاوجود سمجھتے تھے اور اونکا مغرورانہ خیال یہ تھا کہ اسکے تھوڑے بہت موجودہ وجود کو نیست نابود کر بنا بالکل اونکے اختیار مین ہے۔ جسوقت چاہین گے اسکو کالعدم کر دینگے۔ لیکن اسکے خلاف مین اونکی پے درپے ناکامیون نے اونکو چونکا دیا تھا کہ اسلام اپنی بیمقداری مین بھی اتنی قوت اور پائداری رکھتا ہے کہ اونکی کثرت اور جمعیت اون کے خلاف کچھہ بھی نہ کرسکی۔ جماعت قریش کا بالتدریج حلقہ بگوش اسلام ہونا۔ نجاشی کے پاس سے وفد کا محروم و مایوس واپس آنا۔ حضرت حمزہ اور حضرت عمرؓ کا اسلام لانا۔ اسلام کی کامیابی اور اونکی ناکامی کے مشاہد ہو چکے تھے جنکو وہ خود آنکھون سے

دیکھ چکے تھے اس بنا پر پھر قریش نے اپنی مخاصمانہ تدابیر میں استمالت کا طریقہ اختیار کیا۔ اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خود گفتگو کر کے اور حضرت ابیطالب کے ذریعہ سے فہمائش کرا کے آنحضرت صلعم کو تعلیم اسلام سے باز رکھنے کی سعی و کوشش شروع کی اور آنحضرت صلعم سے بالمشافہا گفتگو کرنے سے پہلے اپنی تدبیر کی سلسلہ جنبانی حضرت ابی طالب سے آغاز کی ابن ہشام نے جس تفصیل و ترتیب سے اپنی سیرت میں ان واقعات کو بیان کیا ہی ویسا کسی دوسرے مورخ اور سیرت نگار نے نہیں جمع کیا ہے۔ اس بنا پر ہم ذیل میں اونھین کی تفصیل و ترتیب کو سلسلہ وار نقل کرتے ہیں۔

ثم مشوا الی ابی طالب ان لك سنا و شرفا و منزلتا فينا وانا قد استھنناك من ابن اخيك فلم تنه عنا وانا والله لا نصبر على ھذا من شتم اباۤئنا و تسفيه احلامنا و عيب الھتنا حتى تكفه عنا او ننازله واياك فی ذلك حتى يھلك احد الفريقين او كما قالوا له ثم انصرفوا عنه فعظم على طالب فراق قومه وعدا وتھم ولم يطيب نفسا بالاسلام رسول اللّٰه صلى الله عليه واله وسلم لهم ولا خذلانه اِنّ قريشا حين قالوا لابی طالب ھذه المقالة بعث الى رسول اللّٰه صلعم انه قد بدا العمة وانه خاذله فابق علی و علی نفسك ولا تحملنی من الامر ما لا الطيق قال فظن رسول اللّٰه صلعم يا عم والله لو وضعوا الشمس فی يمينی والقمر فی يساری علی ان اترك ھذه الامر حتى يظھره الله او اھلك فيه ماتركته قال ثم استعبر رسول اللّٰه صلى الله عليه واله وسلم فبكى ثم قام فلما ولّى ناداه ابو طالب فقال اقبل يا ابن اخی قال فاقبل عليه رسول اللّٰه صلى الله عليه واله وسلم فقال اذھب يا ابن اخی فقال ما احببت فوالله لا اسلمك لشیٔ ابدا ۱ صر ۸۹

الغرض قریش ملکر پھر حضرت ابی طالب کے پاس آئے اور کہنے لگے ای ابوطالب ہم لوگون کے آگے آپ کی بڑی عظمت اور قدر و منزلت ہی اور ہم سب ملکر آپ کی پاس یہ عرض کرنے آئے ہین کہ آپ اپنے بھتیجے کو منع کرین اور اگر آپ اونھین منع نہ کرین تو ہم لوگ آپ کو باور کراتے ہین کہ اب ہم لوگون مین اپنے بزرگون کے حق مین برا سننے بیوقوف بنائے جانے۔ اور اپنے معبودون کے عیب کی بیان و اعلان سننے کے ذرا بھی تاب نہین ہی۔ آپ اونھین چپ رہنے کی ہدایت کرین ورنہ ہم اونھین جان سے مار ڈالین گے اور آپ اکیلے ہم لوگون کا کچھ بھی نہ کر سکین گے۔ یہ کہکر وہ لوگ تو چلے گئے اور ابیطالب کو اپنی قوم کی عداوت اور مفارقت بھی گران معلوم ہوتی تھی اور اسیطرح جناب رسولخدا صلعم سے ان لوگون کے کہنے کے موافق ترک تبلیغ اسلام کو کہنا بھی گوارا نہین تھا۔ آخرکار جب یہ لوگ اوٹھکر چلے گئے۔ تو ابیطالب خود آنحضرت صلعم کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ ای جان عم۔ ابھی ابھی تمہاری قوم کے لوگ میرے پاس آئے تھے اور ایسا ایسا کہتے تھے (اونلوگون کی باتون کو دوہرایا) تو میری خیال مین تمھین میری اور اپنی جان کا بھی خیال کرنا چاہیئے مجھپر اتنا بار نہ ڈالو کہ مجھسے نہ اوٹھ سکے یہ سنکر آنحضرت صلعم کو خیال ہوا کہ چچا کی توجہ میری طرف سے کم ہوگئی۔ قریش کی تہدید و ترہیب سے وہ مجھے چھوڑ دینگے اور اپنے ساتھ نہ رکھین گے اور میری حمایت و اعانت سے دست بردار ہو جائین گے یہ چچا کے جواب مین آپ نے ارشاد فرمایا کہ چچا۔ اگر یہ لوگ آفتاب کو میری داہنے ہاتھ پر لا رکھین اور ماہتاب کو بائین ہاتھ پر تب بھی مین اپنے کام سے نہ ہٹونگا اور نہ خدا کے حکم سے ایک حرف بھی کم و بیش کرونگا۔ خواہ وہ لوگ مجھے اس کام مین ہلاک کر ڈالین۔ اتنا فرماکر آنحضرت صلعم پر عبرت و حسرت کی ایسی حالت طاری ہوئی کہ آپ آبدیدہ ہو گئے اور وہان سے اوٹھکر روانہ ہو گئے حضرت ابیطالب نے آپکو جاتا ہوا دیکھکر آواز دی اور واپس بلایا۔ جناب رسولخدا صلعم چچا کی آواز سنکر واپس آئے تو ابیطالب نے

کہا جاؤ۔ جو تم کرتے ہو وہ کرو۔ اور جو تم کہتے ہو وہ کہو۔ مین جبتک زندہ ہون۔ کوئی تم پر دسترس نہین پا سکتا۔

قریش نے۔ ابیطالب سے اپنے معروضہ کے اثر کا دو چار روز تک انتظار دیکھا لیکن اپنی توقع کے خلاف تبلیغ اسلام مین آنحضرت صلعم کی وہی مستعدی اور سرگرمی دیکھی آمین ذرا بھی کمی نہین آئی تھی۔ تو اونکو ایکبار بھی اپنی محرومی کا یقین ہو گیا۔ اور اونہون نے سمجھ لیا کہ قلبی تعلقات ابیطالب کو محمد (صلعم) کی دست برداری پر اوسوقت تک تیار نہین کر سکتے جبتک کہ ہم محمد کے برابر عزیز یا اون سے زیادہ عظیم معاوضہ ابیطالب کے آگے پیش نکرینگے یہ تجویز کرکے ایک دوسری وفد۔ عمارہ بن ولید بن المغیرہ کو ساتھ لیکر ایک نئی فرمایش کرنیکے لئے ابی طالب کے پاس حاضر ہوئے۔ پوری کیفیت ابن ہشام کے الفاظ مین ملاحظہ ہو

ثم ان قریشا حین عرفوا ان ابو طالب قد ابی خذلان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم واسلامہ واجماعہ لفراقہم فی ذلک وعداوتھم مشوا علیہ بعمارۃ بن الولید المغیرۃ فقالوا لہ فیما بلغنی یا ابا طالب ھذا عمارۃ بن الولید انھد فتی فی قریش واجملہ فخذہ فلک عقلہ ونصرہ واتخذہ ولدا فھو لک واسلم الینا ابن اخیک ھذا الذی قد خالف دینک ودین آبائک وفرق جماعۃ قومک وسفہ احلامھم فنقتلہ فانما ھو رجل برجل قال واللہ لبئس ما تسوموننی اتعطوننی ابنکم اغذوہ لکم واعطیکم ابنی تقتلونہ ھذا واللہ ما لا یکون ابدا قال فقال المطعم ابن عدی بن نوفل بن عبد مناف بن قصی واللہ یا ابا طالب لقد انصفک قومک وجھدوا علی التخلص مما تکرھہ فما اراک ترید ان تقبل منھم شیئا فقال ابو طالب للمطعم واللہ ما انصفونی ولکنک قد اجمعت خذلانی ومظاھرۃ القوم علی فاصنع ما بدا لک

جبکہ کفار قریش نے یقین کر لیا کہ ابی طالب آنحضرت صلعم دست بردار ہونگے اور ہمارے تفرقہ جماعت وعداوت کا کوئی خیال نہ کرینگے تو وہ لوگ ایکبار پھر جمع ہوکر عمارہ بن ولید بن المغیرہ کو اپنے ہمراہ لیکر اونکے پاس آئے اور کہنے لگے کہ یہ لڑکا جو تمام قریش مین خوشحال اور خوشجمال ہے حاضر ہے آپ اسکو اپنی تبنیت مین قبول فرمائین اسکی تعلیم و تادیب کرین نصرت و حمایت کرین۔ یہ آپ ہی کا ہوکر رہیگا اور اسکی جگہ اپنے بھتیجے کو جو آپکے بزرگون کے دین کا مخالف ہے اور آپ کی قومی جمعیت مین تفرقہ ڈالتا ہے اور آپ کے دانشمندان قوم کو بیوقوف بناتا ہے ہمکو حوالہ کر دین کہ ہم اوسی مار ڈالین اس امر مین کوئی مضائقہ نہین کیونکہ ایک آدمی کے عوض مین ہم دوسرا آدمی ہم حاضر کر چکے ہین یہ سنکر حضرت ابیطالب نے کہا کہ تم لوگون نے مجھسے کیسی بُری خواہش ظاہر کی ہے تم مجھکو اپنا فرزند اس لئے دیتے ہو کہ مین اسکی ناز و نعم سے پرورش کرون اور اوسکے معاوضہ مین اپنا جگر بند تمہین دیدون کہ تم اسے جاکر قتل کر ڈالو۔ خدا کی قسم یہ تمہاری ایسی فرمایش ہے جو مجھسے کبھی نہین ہو سکتی۔ ابو طالب کا یہ جواب سنکر مطعم ابن عدی بن نوفل بولا کہ ابو طالب تمہاری قوم نے بات انصاف کی کہی ہے۔ اور اون مکروہات سے جسسے تم خوف زدہ ہو اپنی مخلصی چاہی ہے اور مدعا یہ ہو کہ تمہارے خلاف مین کسی امر کے اقدام کے لئے سبقت کرنیوالے نہ ٹہرائے جائین۔ ابو طالب نے جواب دیا کہ خدا کی قسم کبھی قوم کے لوگون نے انصاف کی بات نہین کہی۔ بلکہ تمام لوگون نے میرے ترک کر دئیے جانے اور مجھسے مقابلہ و مظاہرہ کرنے پر اتفاق کر لیا ہے۔ بہتر جو وہ سوچے ہین کرین۔

اس وفد کا نتیجہ سب سے زیادہ قریش کے مقاصد کے خلاف نکلا۔ اور آج تک جو تھوڑی بہت توقع ہم قومیت اور ہم نسبیت کے

خیال پر لگی تھی وہ بالاتمام جاتی رہی۔ حضرت ابوطالب کی جواب صاف سے اونکو یقین ہوگیا کہ اونکی استدعا کو قبول کرلینا حضرت ابیطالب کے لئے قطعی ناممکن ہے مطعم بن عدی نے ابوطالب کی جواب مین قوم کی طرف سے جو ترجمانی کی اوس نے صاف صاف لفظون مین ظاہر کردیا کہ انکار کیحالت مین ابیطالب کے ساتھ قوم بھی مقابلہ و معارضہ کے لئے بالکل تیار ہے۔ ان واقعات سے بآسانی اندازہ کرلیا جاسکتا ہے کہ قریش کس حد تک جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل و ہلاکت پر اور اسلام کی تباہی و غارت پر آمادہ اور مستعد تھے اونکی سرگرمی اور پرجوشی بے خودی کے درجہ تک پہونچی ہوئی تھی کہ اس عالم خود فراموشی مین اونھون نے ایک ایسی مخالف فطرت انسانی استدعا حضرت ابیطالب کی خدمت مین پیش کی تھی جسکو انسان کیا کوئی حیوان بھی قبول نہین کرسکتا تھا حضرت ابی طالب نے جو جواب دیا وہ اسی اصول فطرت کے خلاف ہونیکی بنا پر مبنی تھا لیکن وہ کور عقل ایسے بے خود تھے کہ اسکا ذرا بھی احساس نہ کرسکے مطعم بن عدی بھی جو جہلائے قریش مین معتدل مزاج مشہور تھا۔ اس سے اثر پذیر نہوسکا اور وہ بخلاف اسکے کہ جانبین سے صلح و آشتی کے طریقہ و عنوان پیدا کرے۔ عداوت اور آیندہ محاربت کا اظہار کرنے لگا۔ لیکن حضرت ابیطالب کی خدمات دلی اور تعلقات قلبی اور اونکے استقلال اور عزم بالجزم نے اپنے فرزند کی حمایت و نصرت سے جو زیادہ تر یتیم ابوطالب کے خاص لقب سے مشہور تھا ہاتھ نہ اوٹھایا اور اونکی کثرت اپنی قلت اونکی تمول و مالداری اور اپنی ناداری و عیالداری کی ذرا پروا نکی۔ اور اونکی ایسی ناممکن العمل التماس واستدعا کا ایسا مسکت اور دندان شکن جواب دیا کہ اونکی حال و آیندہ کی تمام امیدین منقطع ہوگئین اور وہ قطعی مایوس ہوکر چلے گئے

قریش اور آنحضرت صلعم سے بالمشافہ گفتگو

سیہ بختان قریش اپنی اس کوشش مین بھی ناکامیاب رہے تو اونکی جہالت نے ایک دوسرے انداز کی معنویانہ تدبیر کیطرف اونکی راہبری کی ابیطالب کیطرف سے قطعی مایوس ہوکر اونھون نے بالنفس النفیس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے مطالبات پیش کئے ابن ہشام نے پوری تفصیل کیساتھ اس واقعہ کو قلمبند کیا ہے۔ اور صاحب رحمۃ للعالمین نے نہایت متانت و وضاحت سے اوسکا تمام و کمال ترجمہ کیا ہے ہم بخوف طوالت ابن ہشام کی اصل عبارت کی نقل کو زاید از ضرورت سمجھتے ہین اور رحمۃ للعالمین کی نقل ترجمہ کو اپنی اظہار مدعا کے لئے ضروری سمجھکر ذیل مین لکھدیتے ہین۔

قریش مکہ نے مشورۃ کی کہ محمد (صلعم) کو قوم کے سامنے بلا کر سمجھانا چاہیے اس مشورت کے بعد اونھون نے نبی صلعم کے پاس کہلا بھیجا کہ کل سرداران قوم آپ سے کچھ بات چیت کرنا چاہتے ہین اور کعبہ مین جمع ہین نبی صلعم خوش خوش وہان گئے کیونکہ آپ کو اونکے ایمان لانے کی بڑی آرزو تھی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہان جاکر بیٹھے تو اونھون نے گفتگو کا آغاز اسطرح کیا۔

اے محمد صلعم ہم نے تجھے بات کرنے کے بلایا ہے۔ خدا کی قسم ہم نہین جانتے کہ کوئی شخص قوم پر اتنی مشکلات لایا ہو جسقدر تم نے اپنی قوم پر ڈال رکھی ہین۔ کوئی برائی ایسی نہین ہے جو تمہاری وجہ سے ہم پر نہ آچکی ہو۔ اب تم یہ بتلاؤ کہ اگر تم اپنے اس نئے دین سے مال جمع کرنا چاہتے ہو تو ہم ابھی تمہارے لئے مال جمع کردین کہ اوتنا ہم مین سے کسی کے پاس روپیہ نکلے

اور اگر شرف وعزت کے خواستگار ہو تو ہم تمہیں اپنا سردار بنالیں اور اگر تم حکومت وسلطنت کے طالب ہو تو تمہیں اپنا بادشاہ مقرر کرلیں۔ اور اگر تم سمجھتے ہو کہ تمہیں جو چیز دکھائی دیتی ہے وہ کوئی جن ہے جو تم پر غالب آگیا ہے۔ تو ہم ٹونے اور ٹوٹکوں کے لئے اپنا مال صرف کریں کہ تم تندرست ہو جاؤ۔ یا قوم کے نزدیک معذور سمجھے جاؤ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے جو کچھ کہا۔ وہ میری حالت کے ذرا بھی مطابق نہیں ہے جو تعلیم لیکر میں آیا ہوں وہ نہ طلب سوال مال کیلئے ہے نہ طلب شرف یا حصول سلطنت کے واسطے ہی۔ بات یہ ہے کہ خدا نے مجھے تمہاری طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے مجھ پر کتاب اوتاری ہے۔ مجھے اپنا بشیر ونذیر بنایا ہے میں نے اپنے پیغام تمکو پہونچا دیے ہیں اور تمہیں بخوبی سمجھا دیا ہے اگر تم میری تعلیمات کو قبول کرلوگے تب وہ تمہارے لئے دنیا وآخرت کا سرمایہ ہے اور اگر رد کروگے تو میں اللہ کے حکم کا انتظار کرونگا کہ وہ میرے لئے اور تمہارے لئے کیا حکم بھیجتا ہے۔

قریش نے کہا اچھا۔ محمدؐ (صلعم) اگر تم ہماری باتوں کو نہیں مانتے تو ایک اور بات سن لو تمکو معلوم ہے ہم لوگ کس سختی سے دن کاٹ رہے ہیں مال ہمارے پاس بہت کم ہے اور گذران بھی سب سے زیادہ تنگ ہے۔ اب تم خدا سے یہ سوال کرو کہ ان پہاڑوں کو ہمارے سامنے سے ہٹا دے تا کہ ہمارا شہر کھل کر میدان ہو جائے نیز ہمارے لئے ایسی نہریں جاری کردے جیسی شام وعراق میں جاری ہیں۔ نیز ہمارے باپ دادا کو زندہ کردے۔ ان زندہ ہونیوالوں میں قصی بن کلاب بھی ضرور ہوں کیونکہ وہ ہمارے سردار تھے۔ اور سچ بولا کرتے تھے۔ ہم ان سے تیری نسبت پوچھ لیں گے۔ اور اگر انہوں نے تیری باتوں کو سچ مان لیا اور تو نے ہمارے دوسرے سوالوں کو بھی پورا کردیا۔ تب ہم بھی تجھے سچا مان لیں گے۔ اور مان لینگے کہ ہاں خدا کے ہاں تیرا بھی کوئی درجہ ہے اور اس نے فی الحقیقت تجھے رسول بنا کر بھیجا ہے جیسا کہ تو کہہ رہا ہے **رسول اللہ** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں ان کاموں کے لئے رسول بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ میں تو اس تعلیم کے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اور میں نے خدا کے وہ پیغامات تمہیں سنائے ہیں اگر تم اس تعلیم کو قبول کروگے تو یہ تمہارے دنیا وآخرت کے لئے سرمایہ ہے اور اگر رد کروگے تو میں خدا کے حکم کا انتظار کرونگا۔ جو کچھ اوسے میرا تمہارا فیصلہ کرنا ہوگا۔ فرمائے گا۔

قریش نے کہا کہ اچھا اگر تم ہمارے لئے کچھ نہیں کرتے تو خود اپنے لئے خدا سے حسب ذیل سوال کرو۔

(۱) خدا ایک فرشتے کو تمہارے ساتھ مقرر کردے جو یہ کہتا رہے کہ یہ شخص سچا ہے اور ہمکو بھی تیری مخالفت سے منع کردے۔

(۲) تم اپنے لئے یہ بھی سوال کرو کہ باغ لگ جائیں۔ بڑے بڑے محل بن جائیں۔ خزانہ میں سونا چاندی جمع ہو جائے جسکی تمہیں ضرورت بھی ہے۔ ابتک تو تم خود بازار میں جاتے اور اپنی معاش تلاش کرتے ہو۔ ایسا ہو جانے کے بعد ہم تمہاری شرف وفضیلت کی پہچان حاصل کرینگے اور تجھے خدا کا رسولؐ سمجھ لیں گے۔ **رسول اللہ** صلعم نے فرمایا میں ایسا نہ کرونگا اور نہ اپنے خدا سے ایسا سوال کرونگا۔ اور ان باتوں کے لئے میں مبعوث نہیں کیا گیا ہوں۔ مجھے تو اللہ نے بشیر ونذیر بنایا ہے تم مان لو تو تمہارے لئے ذخیرہ دارین ہے۔ ورنہ میں صبر کرونگا۔ اور خدا کے فیصلہ کا منتظر رہوں گا۔

قریش نے کہا۔ اچھا۔ تم آسمان کا ٹکڑا توڑ کر ہم پر گرادو۔ کیونکہ تمہارا زعم یہ ہے کہ اگر خدا چاہے تو ایسا کر سکتا ہے جبتک تم ایسا نہ کروگے ہم تم پر ایمان نہیں لائینگے۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا یہ خدا کے اختیار میں ہے اگر وہ چاہے تو تمہارے ساتھ ایسا کر سکتا ہے۔

قریش نے کہا کہ محمدؐ (صلعم) یہ تو بتلاؤ کہ تمہارے خدا نے تمہیں پہلے سے یہ نہ بتلادیا کہ ہم تمہیں بلائینگے ایسے ایسے سوالات پیش کرینگے یہ یہ چیزیں طلب کرینگے۔ ہماری باتوں کا یہ جواب ہے۔ اور خدا کا منشا ایسا کرنے کا ہے چونکہ تمہارے خدا نے ایسا نہیں کہا۔ اسلئے ہم سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے تیری نسبت سُنا ہے وہ صحیح ہے کہ یمامہ میں ایک شخص رہتا ہے جس کا نام رحمٰن ہے وہی تجھے ایسی باتیں سکھلاتا ہے۔ ہم تو رحمٰن پر کبھی ایمان نہ لائینگے۔ محمدؐ (صلعم) یہ بھی سمجھ لو۔ آج ہم نے اپنے سب عذرات تمہیں سُنادیے۔ اب ہم آخر میں تم سے یہ بھی بقسمیہ کہے دیتے ہیں کہ ہم تجھے اس تعلیم کی اشاعت کبھی نہ کرنے دینگے یہانتک کہ ہم سب مرجائیں۔ یا تم مرجاؤ۔

یہانتک بات پہونچی تھی کہ اونمیں سے ایک شخص بول اوٹھا کہ ہم ملائکہ کی پرستش کرتے ہیں جو (نعوذ باللہ) خدا کی بیٹیاں ہیں دوسرا بولا۔ محمدؐ (صلعم) ہم تمہاری باتوں کا یقین نہ کرینگے جبتک کہ خدا اور فرشتے ہمارے سامنے نہ آجائیں۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ آخری بات سنکر اوٹھ کھڑے ہوگئے۔ اور آپ کے ساتھ عبداللہ بن ابو امیہ مغیرہؓ بھی اوٹھ کھڑا ہوا۔ یہ آپ کا پھوپی زاد بھائی۔ عاتکہ بنت عبدالمطلب کا بیٹا تھا۔ اوس نے کہا محمدؐ (صلعم) دیکھو تمہاری قوم نے اپنے لئے کچھ چیزوں کو تم سے چاہا وہ بھی تم نے نہ مانا۔ پھر اونھوں نے چاہا کہ تم خود اپنے لئے ایسی علامات کا اظہار کرو جس سے تمہاری قدر و منزلت کا ثبوت ہوسکتا ہو اسکو بھی تم نے قبول نہیں کیا۔ پھر اونھوں نے اپنے لئے کچھ تھوڑا سا وہ عذاب بھی چاہا جس کا خوف تم دلایا کرتے ہو۔ تم نے اسکا بھی اقرار نہ کیا۔ اب میں بھی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ میں تم پر کبھی ایمان نہ لاؤنگا۔ ہاں اگر تم میرے سامنے آسمان پر زینہ لگا کر چڑھ جاؤ اور پھر میرے سامنے زینہ سے نیچے اوتر آؤ اور تمہارے ساتھ چار فرشتے بھی آئیں اور وہ تمہاری شہادت بھی دیں۔ تب میں ایمان لاسکتا ہوں۔ اور اگر ایسا ہو بھی گیا تو میں تب بھی تم پر ایمان نہ لاؤنگا۔ رحمۃ للعلمین ص ۵۱ بحوالہ ابن ہشام ص ۱۰۱ جلد اول۔

قریش کے ان مکالمات نے ثابت کر دیا کہ کوتہ بینان قریش منصب رسالت کو انسان کے مصنوعات سے سمجھے ہوئے تھے اور اغراض و مقاصد دنیاوی کے اجرا و حصول کا ذریعہ و وسیلہ یقین کرتے تھے۔ اونکے سنگین قلب اور بے حس ادراک اثر پذیری کی قابلیت و صلاحیت سے بالکل خالی تھے۔ وہ زبان رسالت سے اپنے ان تمام توہمات کی حرفاً حرفاً تردید و تغلیط سُن چکے تھے اور اپنی ہی قوم و قبیلہ میں اون سعادتمندوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے جو بلا خیال و گمان ان توہمات باطلہ کے تبلیغ اسلام کو ان تمام اغراض نفسانی سے پاک و صاف یقین کرکے اوس پر ایمان لاچکے تھے۔ الہامات قرآنی اور احکامات ربانی کو سنکر اوسکی پاک اور سچی بشارتوں کو اپنے لئے دین و دنیا کی رفاہ و فلاح کا ذخیرہ سمجھکر طاعت خدا اور اطاعت

رسولؐ کا قلادہ اپنی گردنون مین ڈال چکے تھے۔ وہ ایمان لانے کے وقت نہ رسول اللہ صلعم سے کسی معجزہ یا کرامت کی اظہار کے خواہان ہوئے اور نہ خدا سے اپنے لئے یا اپنے رسولؐ کے لئے دولت و ثروت کے خواستگار۔ صرف اونکے قلب کی صفائی اور توفیق الٰہی اونکی راہنمائی کے لئے کافی تھی۔ اونکے قلوب روشن عقول سلیم اور فہم و ادراک کی صلاحیت نے قرآن مجید کی الہامات اور رسالت کی تعلیمات سے کامل طور پر حصول ایمان اور قبول اسلام کا شرف حاصل کیا۔ بخلاف اونکے ان محرومان قوم و وطن کی جہالت و ضلالت نے انکی طبیعتون سے تعلیمات الٰہی کی تفہیم و ادراک کی تمام قوتین سلب کرلی تھین اور اونکی ظاہر نمایٔیکر انسان کو قلوبٌ لا یفقھون بھا و اذان لا یسمعون بھا و اعین لا یبصرون بھا (اونکے دل تھے مگر اون سے ادراک نہین کرسکتے تھے کان تھے مگر اون سے سُن نہین سکتے تھے آنکھین رکھتے تھے مگر ان سے دیکھ نہین سکتے تھے) کا مصداق بناکر جہاد العقل کا مجسمہ تیار کردیا تھا۔ باعتبار دینیات کے یہ نیم وحشی انسان اپنے گمراہانہ خیالات مین خدا کے بھیجے ہوئے رسولؐ برحق کو ایک ملکی اور قومی شعبدہ گر یا ساحر سے زیادہ نہین سمجھتے تھے۔ اور رسالت و نبوت کے مقدس مقدار کو اپنی جہالت و ضلالت کی معیار پر آزمانا چاہتے تھے اس لیے خدا کے رسول برحق سے طلسم بندی اور شعبدہ بازی کی نسبت عجیب و غریب استفسارات پوچھا کرتے تھے چنانچہ اونکے اس طول و طویل مکالمہ مین بھی انھین لغویات کا ذکر ہے اور کچھ بھی نہین۔ جناب رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایک ایک کرکے اونکے جاہلانہ سوالات کا جس متانت اور سنجیدگی سے جواب دیا وہ آپ کی صداقت رسالت کا کافی اور واضح ثبوت ہے لیکن باوجود اسکے کہ اس وضاحت و صفائی سے تعلیم اسلام کے اغراض و مقاصد اونکے ذہن نشین کرادیے گئے۔ بتلا دیے گئے اور سمجھا دیے گئے تاہم وہ بدبختان ازلی اور محرومان ابدی نہ سمجھنے والے تھے نہ سمجھے۔ صرف یہی امر رسالت کے کمال اور اون جاہلون کے نقص فطرت کے ثبوت کے لئے کافی ہے۔

قریش اور بنی ہاشم سے ترک موالات کا تحریری معاہدہ

مشرکین قریش اور کفار مکہ کی یہ ترکیب بھی کارگر نہ ہوئی۔ اب اونکے دماغ اور اوسکی قوت متخیلہ مین کوئی دوسری تدبیر باقی نہین رہی جسکو وہ از سر نو تعلیم اسلام کے امتناع کی ضرورت سے عملی صورت مین لاتے۔ آخر تھک کر رسول اللہ صلعم کی ایذا رسانی قتل و ہلاکت۔ غریب مسلمانون پر ظلم و ستم جاری رکھے جانے کی قدیم ترکیب نکالی۔ یہ کوئی نئی تجویز نہین تھی۔ یہ تو وہی ترکیب تھی جسکو وہ سالہا سال سے اسلام اور بانی اسلام علیہ السلام کے متعلق جاری اور قائم رکھے تھے۔ ہان اسمین یہ فرق البتہ ہوا کہ پہلے یہ کسیقدر نرمی اور توقف کے ساتھ ظاہر کی جاتی تھی اور اب برابر اور متواتر۔ زیادہ شدت اور سختی کے ساتھ۔

ان واقعات کے تھوڑے دنون بعد مخالفت اسلام اور عداوت حضرت سید الانامؐ کو کفار قریش نے ایک نئی صورت مین دکھلایا۔ جس کیطرف مطعم ابن عدی اپنی تقریر مین حضرت ابی طالب سے اشارہ کرچکا تھا اور وہ بزرگ بنی ہاشم ان کے مخاصمانہ اغراض و مدعا کو بخوبی سمجھکر اونکو جواب بھی دیچکا تھا۔ اور اونکے تمام آیندہ مظالم کو نہایت استقلال و پایداری سے برداشت کرنے کے لئے تیار اور آمادہ ہوچکا تھا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے۔

ابن ہشام اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں۔

فلما رات قریش ان اصحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم قد نزلوا بلداً اصابوا بہ امنا وقراراً وان النجاشی قد منع من لجاء الیہ منھم وان عمر قد اسلم فکان ھو وحمزہ بن عبد المطلب مع رسول اللہ صلعم واصحابہ وجعل الاسلام یفشوا فی قبائل اجتمعوا و ائتمروا ان یکتبوا کتابا یتعاقدون فیہ علی بنی ہاشم و بنی عبد المطلب علی ان لا ینکحوا الیھم ولا ینکحوھم ولا یبیعوھم شیئاً ولا یبتاعوا منھم فلما اجتمعوا لذلک کتبوا فی صحیفۃ ثم تعاھدوا و توثقوا علی ذلک ثم علقوا الصحیفۃ فی جوف الکعبۃ توکیدا علی انفسھم وکان کاتب الصحیفۃ منصور بن عکرمہ بن عامر۔ جلد اول ص ۱۲۲

جب قریش نے دیکھ لیا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم ملک حبشہ میں جا کر بمقابلہ یہاں کے امن و امان سے رہنے لگے اور شاہ حبشہ نے بھی (نجاشی) قریش کی درخواست کو نہیں سنا جو اس سے کیگئی تھی حضرت عمر بھی اسلام لا چکے۔ اور حضرت حمزہ بھی مشرف بایمان ہو گئے اور رفاقت اور صحابیت رسول پر فائز ہو چکے اور اسلام دیگر اقوام وقبائل میں بھی پھیل گیا۔ تو تمام قریش پھر ایک جگہہ جمع ہوئے اور سب نے ملکر بالاتفاق اس مضمون کا ایک معاہدہ لکھا جس کے رو سے اُن لوگوں نے تمام بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب سے اپنے تمام تعلقات اس شرط کے ساتھ ترک کر دیے کہ کوئی شخص انکے ساتھ نکاح کریگا ورنہ وہ انکے ساتھ نکاح کرنے پائیں گے نہ ان کے ساتھ کوئی چیز بیچی جائے گی اور نہ ان سے کوئی چیز خریدی جائیگی اس مضمون کا معاہدہ لکھکر اور اوسپر سختہ عمل کرینگی عہد و پیمان حلفی لیکر اُس تحریر کو وسط کعبہ میں اوسکی عظمت و اہمیت قائم رکھنے کی غرض سے لٹکا دیا اس معاہدہ کو منصور بن عکرمہ بن عامر نے لکھا تھا۔

امام قسطلانی شارح بخاری اور محدث شیرازی نے اس معاہدہ میں اتنی عبارت مشروطہ کا اور اضافہ فرمایا ہے کہ یہ عہد نامہ اپنے تمام شرائط کے ساتھ اوسوقت تک قایم رہیگا جب تک بنی ہاشم محمد صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو قتل کر دیے جانے کی غرض سے قوم کے حوالہ نہ کر دیں۔ مواہب لدنیہ قسطلانی اور روضۃ الاحباب محدث شیرازی جلد اول مطبوعہ لکھنو ص ۱۳۷

اس میں کوئی کلام نہیں کہ کفار قریش اور مشرکین مکہ نے بنی ہاشم کے تباہ و برباد کرنیکی یہ آخری تدبیر سوچی تھی۔ جو انسان کی زندگی کے لئے لا انتہا تکلیف دہ اور ضرر رساں تھی اور اسمیں بھی شک نہیں کہ اس تجویز و ترکیب سے اونکا مدعا یہی تھا کہ بنی ہاشم ضروریات روزمرہ کے نہ ملنے کی وجہ سے تنگ اور عاجز آ کر یا تو قریش کے آگے اپنی اطاعت و متابعت کی گردنیں ڈالدینگے۔ اسلام اور بانی اسلام علیہ السلام کی حمایت ورفاقت سے دست بردار ہو جائینگے۔ یا مکہ سے خارج البلد ہو جائینگے اور پھر خوف و ہراس سے مکہ کے پاس آنے کا خیال بھی نہ کرینگے دونوں حالتوں میں انکا مقصود حاصل تھا۔

شعب ابی طالب کی ۳ سالہ قید

(یکم محرم ۷ سال نبوت)

کفار اپنی ترکیب میں تھے اور قدرت اپنی تدبیر میں۔ ابن ہشام اسکے آگے لکھتے ہیں۔

فلما فعلت ذلک قریش انحازت بنی ہاشم

جب قریش نے یہ عہد و پیمان کیا تو تمام بنی ہاشم اور بنی مطلب حضرت

بنو المطلب الی ابی طالب بن عبد المطلب فد خلوا معہ فی شعبہ فاجتمعوا الیہ وخرج من بنی ہاشم ابو لہب الی قریش فظاھرھم	ابی طالب کے پاس جمع ہوئے اور آپ ان لوگوں کو اپنے ہمراہ لیکر اپنے شعب میں جو شعب ابی طالب مشہور تھا چلے آئے۔ اور بنو ہاشم سے صرف ابو لہب قریش کے ساتھ رہ گیا۔

شعب ابیطالب اصل پہاڑ کا ایک درہ تھا جو خاندان بنی ہاشم کا موروثی تھا۔

حقیقت میں حضرت ابی طالب کا صبر و سکوت اور ایسے سخت مظالم کے مقابلہ میں انکی ضبط و خاموشی انکی ہمت و استقلال کی عدیم النظیر مثال قایم کرتی ہے۔ ورنہ ذرا سے اشارہ پر خون کے دریا بہنے لگتے لیکن یہ امور جان رسول کی حفاظت اور دین اسلام کی اجرا و اقامت کے لئے جسقدر ضرر رسان تھے انکو وہ پورے طور سے جانتے تھے اور حقیقت میں منشا قدرت اور مقتضائے مصلحت بھی یہی تھا جیسا کہ بہت جلد نتیجہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

باتفاق جمہور (تاریخ و حدیث) رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور انکے تمام خاندان نے شعب ابیطالب میں کامل تین برس تک جس مصیبت و شدت میں دن کاٹے اور راتیں گذاریں انکا بیان دشوار ہے۔ اور کیونکر نہو۔ کھانا پینا بند آنا جانا ترک۔ خرید و فروخت موقوف شعب سے قدم باہر نکالنا دشوار۔ یہ ترک موالات کا ہیکو تھی جس دوام کی پوری سزا تھی غریب محصورین جنمیں خورد سال بچے اور شکستہ پا عورتیں بھی شامل تھیں۔ ایسا وقت آلگا تھا کہ دانہ دانہ کو محتاج تھے اتنی مجال تو تھی ہی نہیں کہ شہر میں جاکر ضروریات روزمرہ کی چیزیں لائیں اور اگر جراُت کرکے جائیں بھی تو دیتا کون ہے؟ اس مجبوری سے محاصرین کو تلاش آذوقہ کے لئے اطراف مکہ میں دور دور تک نکلنا پڑتا تھا اور صبح سے شام تک ان غریبوں کو لنتصیب مایصیب جو کچھ مل جاتا تھا۔ وہ رات کو گھر میں لاکر دن بھر کے بھوکے بال بچوں کو کھلاتا ہوتا تھا

علامہ ابو جعفر اسکافی جو علامہ ابن الحدید شارح نہج البلاغت کے اوستاد اور شیخ تھے لکھتے ہیں۔

"تلاش آذوقہ کی خدمت ان ایام میں خاصکر حضرت علی مرتضیٰ کے سپرد تھی یہ علی الصباح شعب سے نکلکر حوالی مکہ کی آبادیوں میں دور دور تک نکلجاتے تھے اور وہاں سے جو گیہوں اور کھجوریں جو کچھ میسر آتا تھا اپنی پشت پر رکھکر لاتے تھے وہ بھی کبھی یہ چیزیں ملتی تھیں اور کبھی نہیں۔ کیونکہ ظالمان قریش مکہ کی بیرونی آبادیوں میں جاکر منع کر آتے تھے۔ اسلئے علی الاکثر فاقہ گذرتے تھے۔ اور شدت گرسنگی و تشنگی سے گرفتاران مصیبت کی غریب جانیں ہونٹھوں تک آپہونچی تھیں۔"

علامہ ابن القیم اپنی کتاب زاد المعاد جلد اول ص ۹۹ میں لکھتے ہیں۔ کہ بنی ہاشم کے بچے بھوک کے مارے اس زور سے روتے تھے کہ انکو رونے کی آوازیں گھاٹی کے باہر تک سنائی دیتی تھیں۔ امام قسطلانی شارح بخاری کا بیان ہے کہ بنی ہاشم کے بچوں کے رونے کی آوازیں رات کے سناٹے میں تمام شہر میں سنائی دیتی تھی اور سنگدل و بیرحم قریش سنتے تھے اور ہنسا کرتے تھے اور انواع و اقسام کے طعن و تشنیع کیا کرتے تھے شبلی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ تین برس تک بنو ہاشم نے اس حصار میں بسر کی یہ زمانہ

ایسا سخت گذرا کہ طلح (نام درخت) کے پتے کھا کھا کر بسر کرتے تھے۔ سیرۃ النبی جلد اول ص ۱۷۹
قریش کی ایسی سخت قدغن تھی اور ایسی شدید روک تھام۔ ان مصیبت زدوں مین سے جو شخص چھپ چھپا کر تلاش رزق مین باہر نکل جاتا تھا اور سوء اتفاق سے قریش اُسے دیکھ پاتے تھے تو سخت تعذیب پہونچاتے تھے۔ موسم حج مین بیرونی قبائل سے اگر یہ لوگ خرید و فروخت کی کوشش کرتے تھے تو یہ ظلمہ وقت نہایت سختی سے اونھین منع کرتے تھے اور باز رکھتے تھے۔

تکلیفین تو انتی تھین اور مصیبتین ایسی اور حامی و مددگار ایک بھی نہین لیکن صد آفرین ہے اون مظلومین کے صبر سکوت پہ ہزار احسنت ہے ان محصورین کے استقلال و پا داری پر اگر کسی شخص پر چھٹی دو چار دن کے لئے ایسی مصیبتین پڑ جاتین تو وہ گھبرا کر یا تو جان دے والتا یا ظلمہ وقت کی اطاعت کر لیتا۔ ان غریبون پر تو اس آفت و مصیبت مین پورے تین برس گذر گئے۔ لیکن انکے پاے استقامت مین ذرا بھی جنبش نہوئی۔ وہ خدا کے بھیجے ہوئے سچے رسولؐ کی حمایت و رفاقت پر یقین اور خدای قادر و توانا کی نصرت و امداد پر توکل کئے ہوئے خموش بیٹھے رہے۔ اور ان تمام مصائب کو۔ رضاً بقضآیہٖ و تسلیماً لامرہٖ کہہ کہہ کر جھیل گئے اور شکایت کیسی اور گلہ کیسا۔ کسی فرد واحد نے موہنہ سے اُف بھی نہ کی۔

محصورین کی ہمت و استقلال کی تو یہ کیفیت تھی۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے فرائض تبلیغ مین انہماک و محویت کی یہ حالت تھی کہ باوجود ان تمام شدائد کے۔ آپ محاصرہ کی موجودہ ضیق النفسی کی عالم مین بھی ہدایت و ارشاد سے باز رہے بلکہ عزلت و انزوا کی یہ خاص صحبتون مین آپ کو اس کی ادا کاری کا بہتر موقع مل گیا۔ معتقدیان اسلام رات کے پردے مین مخالفین کی آنکھین بچا کر اور چھپ چھپا کر خدمت مین حاضر ہوتے تھے اور اوس معلم ربانی سے تعلیم ایمانی حاصل کرتے تھے۔ ابن ہشام لکھتے ہین

ورسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم یدعوا قومہ لیلا ونھارًا سرًا وجھارًا منادیا بامر اللہ	جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح و شام۔ مخفی اور علانیہ طور پر امر خدا کی طرف قوم کی دعوت کیا کرتے تھے۔

سہ سالہ قید سخت سے مخلصی

(سنہ ۱۰ سال نبوت)

کامل تین برسون کے گذر جانے کے بعد بھی چاہے سنگدل اور بیرحم مشرکین قریش کی ستمگاریان دھیمی پڑ ہین ہون یا انکی جور و جفا اور ظلم و ایذا مین ذرا بھی کمی آئی ہو۔ نہین وہ معاملات مین ویسے ہی ویسے ہی سخت و شدید تھے شعب ابیطالب کے آفت دیدہ اور مصیبت رسیدہ محصورین کی تکلیف و شدت کا خیال کر کے مکہ کے وہ معتدل مزاج لوگ جنکو انکی مصیبتون کا کسیقدر احساس ہو چلا تھا اور بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب سے قرابت اور رشتہ مندی کا بھی واسطہ تھا کبھی کچھ تحائف کبھی کوئی کھانے پینے کی چیزین نہایت ہوشیاری اور احتیاط کے ساتھ مخفی طور پر پہونچا دیتے تھے لیکن ساتھ ہی اسکے قریش دیکھ پاتے تو فوراً لیجانے والے سے چھین کر اوسے کھا جاتے تھے۔ یا اپنے گھر لیجاتے تھے اور نہین تو اوسے ضایع اور نقصان کر دیتے تھے

غرض ہر حال مین اوس چیز کو غریب محصورین تک پہونچنے نہ دیتے تھے۔

چنانچہ ابن ہشام ان مین سے اخیر واقعہ کی یہ کیفیت لکھتے ہین۔

فاقاموا علیٰ ذلک سنین اوثلاثا حتی جهدوا الا یصل الیهم شیٔ الا سرا ومستخفیا به من اراد صلتهم من قریش وقد کان ابوجهل بن هشام فیما یذکرون لقی حکیم بن حزام بن خویلد بن اسد معه غلام یحمل طعام یریدبه عمته خدیجة بنت خویلد وهی عند رسول الله صلعم ومعه بالشعب فتعلق به وقال اتذهب بالطعام الی بنی هاشم والله لاتبرح انت وطعامک حتی افضحک بمکة فجاء ابوالبختری بن هشام بن الحرث بن اسد فقال مالک وله فقال یحمل الطعام الی بنی هاشم فقال ابوالبختری طعام کان لعمته عنده بعثت الیه افتمنعه ان یاتیها بطعامها خل سبیل الرجل قال فابی ابوجهل حتی نال احدهما من صاحبه فاخذ ابوالبختری لحی بعیر فضربه به فشجه ووطئه وطاءً شدیدًا ص ۱۲۳

جب بنی ہاشم پر اس قید و مصیبت مین دو برس یا تین برس گذر گئے کہ اونکے قریب و رشتہ مند لوگ کچھ اونکی پاس بھیجنا چاہتے تھے تو نہایت خفیہ طور پر بڑی احتیاط سے بھیجتے تھے چنانچہ ایکبار کا ذکر ہے کہ ابوجہل نے حکیم بن حزام بن خویلد بن اسد کو مع اونکی غلام کے دیکھا جسکے سر پر وہ کچھ از قسم طعام کہوانے اپنی عمہ حضرت خدیجہ ع کے واسطے۔ جو جناب رسالتمآب صلعم کے ہمراہ شعب مین تشریف رکھتی تھین۔ لئے جاتے تھے۔ یہ دیکھکر ابوجہل اُن سے لپٹ گیا اور کہنے لگا تو بنی ہاشم کے لئے کھانا لئے جاتا ہے مین تجھے کبھی نہ جانے دونگا اور تمام مکہ مین فضیحت کئے بغیر تجھے نہ چھوڑونگا۔ اس اثنا مین ابوالبختری بن ہشام بن حرث بن اسد آگیا اور اوس نے ابوجہل سے پوچھا کہ تم مین اور اس مین کیا قضیہ پیش ہے ابوجہل نے جوابًا کہا دیکھتے ہو یہ بنی ہاشم کیلئے کھانا لیے جاتا ہے۔ ابوالبختری بولا تو کیا ہوا اوسکی عمہ اون لوگون (بنی ہاشم) کے ساتھ ہے وہ اوسکے لئے کھانا لئے جاتا ہے کہ اوسکو پہونچادے۔ تو تمکو کیا ایسی پڑی ہے کہ تم اوسکی راہ روکتے ہو آدمی کی راہ چھوڑدو اور اسکو جانے دو ابوجہل نے انکار کیا اور راستہ نہین دیا بلکہ اپنے دو رفیقون مین سے ایک کو پکارا۔ اس زبردستی کو دیکھکر ابوالبختری کو بھی غصہ آگیا ایک اونٹ کی ہڈی پڑی تھی اوٹھائی اور ابوجہل کے سر پر اوس سے ایک ضرب شدید لگائی ''

یہ ہین قدرت کے انتظام اور مشیت کے احکام۔ ہم پہلے لکھہ آئے ہین کہ کفار اپنی ترکیب مین تھے اور قدرت اپنی تدبیر مین تین برس پہلے دنیا نے کفار قریش کی آمادگی اور مستعدی کا وہ عالم بھی دیکھا تھا جس ہماہمی سے یہ معاہدہ لکھا گیا تھا کعبہ مین آویزان کیا گیا تھا اسکے شرائط پر قایم رہنے کے لئے فردًا فردًا قسمین کھائی گئین تھین حلف اوٹھائے گئے تھے۔ اور آج جبروت قدرت کا یہ نظارہ اور جلوہ آرائی بھی پیش نظر ہے کہ باوجودیکہ وہ معاہدہ کعبہ مین ابھی تک لٹک رہا ہے۔ مگر اوسکے لکھنے والے۔ اوسکی ادائے شرائط پر غلیظ قسمین کہانے والے اوس بیرحمانہ اور ظالمانہ تحریک کی حقیقت کو سمجھکر آپس مین ایک دوسرے کو ظالم اور جابر کہہ رہے ہین جن امور کو قطعی ممنوع کر چکے تھے اوسکی اجرا و تعمیل کو اپنے ہی دست و زبان سے جاری کر رہے ہین ابوالبختری سا دشمن رسولؐ ابوجہل کے ایسے اپنے قدیم رفیق اور رئیس قوم کو اس امر کی ممانعت کے لئے ہڈیون سے مارتا ہے اور مجرم ٹھہراتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جن زبانون سے اس تحریر کی تجویز کی گئی تہی اور قسمین کہائی گئین تھین اونھین زبانون سے یہ غلط، معطل اور مفسدہ انگیز ٹھہرایا گیا۔

یہ کرشمہ قدرت نہین تو اور کیا ہے۔ یہ واقعہ پوری تفصیل کے ساتھ ابن ہشام جلد اول ص۔ ۱۳۰ مین مندرج ہے شبلی صاحب نے اسکا خلاصہ لکھا ہے اوسکی مفصلہ ذیل نقل کو ہم اپنے مدعاے بیان کے لئے کافی سمجھتے ہین۔

متصل تین برس تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام آل ہاشم نے یہ مصیبتین جھیلین بالآخر دشمنون ہی کو رحم آیا اور خود انھین کی طرف سے ان معاہدہ کے توڑنے کی تحریک ہوئی ہشام مخزومی خاندان بنی ہاشم کا قریبی رشتہ دار اور اپنے قبیلہ مین ممتاز تھا۔ وہ چوری چھپے بنو ہاشم کو غلہ وغیرہ بھیجا کرتا تھا ایک دن وہ زبیر کے پاس جو عبد المطلب کے نواسے تھے گیا اور کہا کیون زبیر تمکو یہ پسند ہے کہ تم کھاؤ پیو۔ ہر قسم کا لطف اوٹھاؤ۔ اور تمہارے ماموں (ابی طالب) کو ایک دانہ نصیب نہو زبیر نے کہا۔ کیا کرون تنہا ہون۔ ایک شخص بھی میرا ساتھ دے تو مین اس ظالمانہ معاہدے کو ابھی پھاڑ کر پھینکدون ہشام نے کہا مین موجود ہون۔ دونون ملکر مطعم ابن عدی کے پاس گئے بختری (ابو البختری) ابن ہشام اور زمعہ بن الاسود نے بھی ساتھ دیا دوسرے دن سب ملکر حرم میں گئے۔ زبیر نے سب لوگون کو مخاطب کرکے کہا اے اہل مکہ یہ کیا انصاف ہے لوگ آرام سے بسر کرین اور بنی ہاشم کو آب و دانہ نصیب نہو۔ خدا کی قسم جب تک یہ ظالمانہ معاہدہ چاک نہ کردیا جائے گا مین باز نہ آونگا ابو جہل برابر سے بولا ہرگز اس معاہدہ کو کوئی ہاتھ نہین لگا سکتا۔ زمعہ نے کہا تو جھوٹ کہتا ہے جب یہ لکھا گیا تھا اسوقت بھی ہم راضی نہین تھے غرض مطعم نے ہاتھ بڑھا کر دستاویز چاک کرڈالی ع خوب شد اسباب خود بینی شکست۔

مطعم ابن عدی۔ عدی ابن قیس۔ زمعہ ابن اسود (حضرت ام سلمہؓ کے پہلے شوہر) اور ابو البختری اور زبیر ہتیار باندھکر بنو ہاشم کے پاس گئے۔ اور اونکو درہ سے نکال لائے۔

قدرت کا یہ عجیب نظارہ تھا۔ خدا کی شان وہی لوگ جنھون نے یہ عہد کیا تھا کہ جبتک بنی ہاشم محمد صلعم کو قتل کردینے کے لئے ہمین حوالہ نہ کردینگے اس معاہدے سے انحراف ناممکن ہے۔ آج وہی لوگ اوسی معاہدے کو اپنے ہاتھون سے چاک کرکے محمد صلعم کو تمام بنی ہاشم کے ساتھ اپنی تلوارون کے سایہ مین لیکر درہ کوہ سے گھر تک بحفاظت تمام پہونچا دیتے ہین[۱] اس سے بڑھکر اسلام کی حقانیت۔ اور بانی اسلام علیہ السلام کی روحانیت کے اور کیا ثبوت ہوسکتے ہین اللھم صل علی محمدؐ وآل محمدؐ۔

معززین قریش اور مشرکین مکہ نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بی اختیاری بیمقداری اور بیکسی و بے یاری کے اظہار کیغرض خاص سے۔ آپ کو۔ آپ کے تمام خاندان کے ساتھ درہ کوہ مین محصور کر رکھا تھا۔ یہ تجویز بظاہر انسانی تدبیر تو ضرور تھی

[۱] کمال افسوس ہے کہ کفار قریش کو ان محصورین بنی ہاشم پر بالآخر ایسا رحم آیا کہ خود چھڑا کر گھر پہونچا دیا لیکن سنہ ۶۱ ہجری مین آج سے تقریباً ۱۳ سو برس بعد انھین کی اولاد و احفاد کو جو اوسوقت مسلمان ہو چکے تھے اور صاحب ایمان کہلاتے تھے ارض کربلا کے محصورین بنی ہاشم پر جس مین سبط رسول الثقلین حضرت امام حسین علیہ السلام بھی داخل تھے۔ ذرا بھی رحم نہ آیا اور اونکی ہزارون کی تعداد مین کسی فرد واحد کو خدا و رسول کے نام پر اتنا ترس نہ آیا کہ تین دن کی بھوک پیاس مین بس قیامت کے محاصرے سے نکل کر اونکے گھر تک پہونچا دیتا اسی مقام پر کہنا پڑتا ہی ع ہیچ کافر نہ کند انچہ مسلمان کردند۔ المولف عفی عنہ۔

لیکن حقیقتاً وحشیانہ مظالم تھے اور حیوانی تعذیب۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے برحق پیغمبر تھے۔ اور خدا کی نیابت میں اُسکا پیام ان کفار و مشرکین کو پہونچاتے تھے جو ان مشرکین کے جاہلانہ اور گمراہانہ اغراض و مقاصد کے خلاف ہوتا تھا۔ اس لئے وہ آپ کے مخالف تھے اور اسی مخالفت کی بنا پر آپ کو درہ کوہ میں پہونچا دیے جانے۔ اور آپ کے خاندان بھر سے ترک تعلقات کئے جانیکی ایسی بیرحمانہ اور ظالمانہ سزا تجویز کی تھی جس سے صریحاً آپ کی ذاتی تحقیر و توہین منظور تھی لیکن ان کور عقلوں کی اس غلط اور گمراہانہ تجویز و ترکیب کا نتیجہ قدرت کی حسن تدبیر سے ظہور پذیر ہوا وہ دنیا نے آنکھوں سے دیکھ لیا۔ اور پوری تفصیل سے اوپر بیان ہو چکا ہے۔

معراج اب قدرت الٰہی کے لئے اپنے رسول برحق (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تحقیر و توہین کے ازالہ کلی کا سامان اعلان بھی ضروری تھا۔ اور عادت الٰہی بھی ہمیشہ سے یونہی جاری ہے کہ انبیا و مرسلین کے گروہ مخصوصین میں۔ بلا و مصیبت کے بعد اونکے مراتب و مدارج میں نمایاں اضافہ کیا جاتا ہے۔ اس لئے بروایت ابن سعد خداوند عالم نے شعب ابیطالب کی مصیبت سے مخلصی کے بعد۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رتبہ معراج جسمانی عطا فرماکر آپ کی خاص مرتبہ افزائی فرمائی اور راتوں رات کرشمۂ قدرت نے آپ کو برأۃ العین تمام ملکوت سمٰوٰت کی سیر کرائی۔ جسکی خبر آیہ وافی ہدایہ۔

سُبْحَانَ الَّذِيْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ (آغاز سورہ بنی اسرائیل جزو ۱۵)

وہ خدا (عجز و درماندگی کے عیب سے) پاک ہے جو اپنے بندہ (محمدؐ) کو راتوں رات مسجد حرام (یعنی خانہ کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک لیگیا جسکی گرداگرد ہم نے (دنیا و دین) کی برکتیں دے رکھی ہیں (اسمیں) اونکے جانے سے مقصود یہ تھا کہ ہم اونکو اپنی (قدرت) کے نمونے کی سیر کرائیں اور اونکو بعض اسرار غیب معلوم ہوں) ورنہ اصل سننے والا دیکھنے والا (یعنی غیب دان) وہی خدا ہے۔ ترجمہ شمس العلما حافظ نذیر احمد صاحب

سے پورے طور پر ہویدا و آشکار ہے۔

واقعہ معراج کے تعین سال میں اختلاف ہے لیکن علی الاکثر محدثین و مورخین نے سنہ ۱۱ نبوت پر اتفاق کیا ہے اور شبلی صاحب نے ابن سعد ہی کے مختار پر اعتبار فرمایا ہے ابتدا سے لیکر اسوقت تک علما و حکمائے اسلام میں یہ واقعہ تاریخی حیثیت سے زیادہ بحث معقول و منقول کی صورت میں دکھلایا گیا ہے جانبین سے خوب خوب طبع آزمائیاں اور خامہ فرسائیاں ہوئی ہیں اسکی پوری حقیقت اپنے حد تعقل کے مطابق تو ہم اس سلسلہ کی پانچوین جلد میں پوری تفصیل سے لکھیں گے۔ ان شاء اللہ المستعان۔ لیکن تمہیداً حسب ذیل اشارہ کردینا ضروری اور مناسب مقام ہے۔

قدرت الٰہی کو جب اوسکے تمام صفات و تصرفات کے ساتھ ہم اور ہمارے علما و حکما تسلیم کر چکے ہیں اور اس سے بھی زیادہ تا ممکنات کو مشاہدہ عینی اور بدیہیات یقینی کے برابر مان چکے ہیں تو پھر جبروت قدرت کے اس سہل اور آسان مظاہر کو مشکل دشوار اور خارج از امکان کیسے کہہ سکتے ہیں۔ سرسید احمد خان مرحوم کو اس مسئلہ میں خاص طور پر تامل رہا ہے اور اونہوں نے بڑے شد و مد اور رد و کد سے خطبات احمدیہ میں معراج کی تمام مرویات مندرجہ کتب اسلامیہ کی تردید و تکذیب فرمائی ہے

گویا معراج جسمانی کے تمام دلائل و براہین کو غلط ٹھیرا کرام المومنین حضرت عائشہ اور امیر معاویہ کی مرویات پر اپنا مختار قایم کیا ہی اور اس واقعہ کو ایک خواب کے پیمانہ پر معمولاً سمجھ لیا ہے۔ حالانکہ یہ دونوں مرویات اعتبار کردہ سید صاحب۔ حدیثوں کے اصول تنقید کے مطابق مراسیل اور موقوف الاسناد احادیث ثابت ہوتی ہین کیونکہ وقت وقوع اسکا سنہ ۱ سال نبوت ثابت ہوتا ہے جسکو سید صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں۔ تو پھر اسوقت حضرت عائشہ شرف زوجیت مین آئی کہان تھین۔ غالبًا جناب صدیقہ کبری خدیجہ بقید حیات تھین۔ اس لئے انکا بیان کیسے صحیح اور قابل اعتبار ہوگا۔ یہی حالت معاویہ صاحب کی ہے وہ شاید اگر پیدا ہو چکے بھی ہون تو دودھ پیتے ہون گے اسلئے قابل الروایات نہین۔ اور اصول تنقید احادیث کی رو سے توشہ ہجری تک جبتک یہ اسلام سے مشرف نہو لئے کسی مسلمان کے آگے قابل الروایات ہو بھی نہین سکتے۔ اسکے علاوہ قاعدہ تنقید کی مطابق یہ دونون حضرات اگر موجود بھی ہون اور قابل الروایت بھی ہون تاہم شریک واقعہ نہین تھے جو جسم مطہر رسول کو بستر مبارک پر نہ پا دیکھ سکے ہون۔ کیونکہ باتفاق جمہور واقعہ معراج مکہ معظمہ مین حضرت ام ہانی بنت ابی طالب کے گھر مین واقع ہوا۔ ابن اثیر ابن ہشام قسطلانی وغیرہم)

تیسرے راوی حسن بصری ہین۔ جو صحابی بھی نہین۔ تابعی ہین۔ اور یقینًا اسوقت پیدا بھی نہین ہوئے تھے اس لئے ثابت ہوگیا کہ ان حضرات مین سے کوئی صاحب شریک واقعہ نہین تھے اس بنا پر کسی کا بیان نہ قابل اندراج ہو سکتا ہی نہ لائق احتجاج۔

سید صاحب اپنے خاص اصول طبعی کے مطابق اپنی عقل و ادراک سے پہلے ہر واقعہ مین حکمای عقل کی نقل کیطرف متوجہ ہوتے ہین۔ وہ بھی حکمائے یونان کے خشک فلسفہ و حکمت پر سب سے بڑی غلط فہمی جو تحقیقات دینیات مین آپ کو واقع ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ ہر اسلامی واقعہ کو یورپ کے علما و حکما کے اصول تالیف کے مطابق اوتارنا چاہتے ہین اور تمام مرویات قدیمہ اسلام کو مندرجات کتب قدیمہ کے موافق تلاش کرتے ہین اسی وجہ سے آپ نے بہت سی مرویات اسلامی کی تکذیب و تغلیط محض اسی بنیاد پر کر دی ہے کہ مرویات توریت اسکے مخالف ہین۔ جیسا کہ ذبیح اسحقؑ اور حقیقت حجر الاسود اور نعوذ باللہ سنگ پرستی طریقہ عبادت اولاد ابراہیم۔

ہم کہتے ہین کہ سید صاحب مرحوم نے بڑی غلطی کی کہ اس واقعہ معراج کی حقیقت کو بھی اپنے دستور و عادت کی مطابق توریت مین نہ دیکھ لیا۔ کہ اوسمین انبیا کو حصول معراج کی کیا صورت تبلائی گئی ہی سفر تکوین مین حضرت یعقوبؑ کی معراج اور سفر تاریخ مین حضرت سلیمانؑ کی معراج۔ آسمان پر زینہ لگا کر تبلائی گئی ہے نہین معلوم کہان قدیم الہامی مرویات پر ہماری سید صاحب مرحوم کون سی دلیل قوی رکھتے ہتے۔

ہم اپنی تلمیحانہ تمہید مین معراج کے متعلق صرف اتنی ہی بیان کو اس مقام پر کافی سمجھتے ہین حکما و علمای اسلام مین یہ بحث و مسئلہ ہمیشہ معرکۃ الآرا رہا ہے۔ امام رازی۔ امام غزالی محقق طوسی اور ملا عبد الرزاق لاہجی وغیرہم نے بڑی بڑی معقولی بحث اس موضوع پر لکھی ہین۔ اور ہر قرینہ سے معراج جسمانی اور اوسکی معقولیت کے تمام مشاہدات کو عین امکان ثابت کیا ہے ملاحظہ

معراج القدس مضامین عالیہ ۔ تجرید اور گوہر مراد لیکن ان تمام حضرات کے بیانات و اکتشافات سے زیادہ سہل اور عام فہم مضامین میں شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے معراج کے تمام مقاصد و مشاہد کو بتلایا ہے اور سمجھایا ہے اونکی خاص عبارت مع ترجمہ ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔

واسری به الی المسجد الاقصی ثم الی السدرة المنتهی والی ما شاء الله وکل ذلک بجسده صلی الله علیه وآله وسلم فی الیقظة ولکن ذلک فی موطن هو برزخ بین المثال والشهادة جامع الاحکامهما فظهر علی الجسد احکام الروح وتمثل الروح والمعانی الروحیة الاجساد ولذلک بان لکل واقعة من تلک الوقائع تعبیر۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسجد اقصیٰ تک پھر سدرۃ المنتہیٰ تک اور جہاں تک کہ خدا نے چاہا سیر کرائی گئی ۔ یہ سب کچھ جسم کے ساتھ بیداری میں تھا لیکن سمجھ رکھنا چاہیئے کہ یہ ایک مقام ہے جو عالم مثال اور شہادت کے درمیان واقع ہے ۔ اور ہر دو عالم مذکورہ کے احکام کا جامع ہے جسم پر اس عالم میں روح کے احکام ظاہر ہوئے اور روح و معانی نے جسم قبول کرکے تمثیل اختیار کی اس لئے ان تمام واقعات میں ہر ایک واقعہ کے واسطے ایک خاص معنی ہے اور تعبیر۔

واما رکوب البراق فحقیقته استواء نفسه النطقیة علی النسمة التی هی الکمال الحیوانی فاستوی راکبا علی البراق کما غلبت احکام نفسه النطقیة علی البهمیة وتسلط علیها۔

براق پر سوار ہونے کی حقیقت یہ ہے کہ نفس ناطقہ نسمہ پر جو کمال حیوانی ہے غالب آجائے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم براق پر اسی خوبی سے سوار ہوئے جس طرح آپ کے نفس انسانی کے احکام قوت بہیمیہ پر غالب اور مستلط ہیں۔

واما سرآئه الی المسجد الاقصی فلانه محل ظهور شعائر الله ومتعلق همم الملأ الاعلی ومطمح انظار الانبیآء علیهم السلام فکانه کوة علی الملکوة

مسجد اقصیٰ تک کی سیر اس لیے ہے کہ وہ شعائر اللہ کے ظہور کا محل ہے ملاء اعلیٰ کی ہمتیں اس سے متعلق ہیں اور وہ انبیاء علیہم السلام کی نگاہوں کی نظرگاہ ہے ۔ گویا وہ ملکوت کا ایک قبہ ہے۔

واما ملاقاته مع الانبیآء صلوة الله علیهم ومفاخرته معهم فحقیقتها اجتماعهم من حیث ارتباطهم بحظیرة القدس وظهور ما اختص به من بینهم من وجوه الکمال۔

انبیاء علیہم السلام سے ملاقات اور مفاخرت کی حقیقت یہ ہے کہ حظیرۃ القدس سے جو اونکو اجتماعی ربط و ضبط حاصل ہے اور اجتماعی امور کا نہایت کاملیت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تمام جگہ ظہور ہوا۔

واما رقیه الی السموات سمآء بعد سمآء فحقیقته الانسلاخ الی مستوی الرحمٰن منزلة بعد منزلة ومعرفة حال الملئکة الموکلة بها ومن یلحق بهم من افاضل البشر والتدبیر الذی اوحاه

آسمانوں پر یکے بعد دیگرے چڑھنے کی حقیقت یہ ہے کہ درجہ بدرجہ تعلقات طبعی سے نکل کر مستوی (جائے استقرار) رحمٰن کی طرف جانا ہے نیز اون فرشتوں کی حالت سے معرفت حاصل ہونا ۔ آنحضرت صلعم اور آپ کی امت کے بزرگان قوم کے قریب تر رہنے پر مامور ہیں ۔ نیز تدبیر کلیہ کی شناخت

الله فيها والاختصام الذي يحصل في ملائها
واما بكاء موسى فليس بحسد ولكن مثال لفقدة
عموم الدعوة وبقاء كمال لم يحصل مما هو في وجهه
واما سدرة المنتهى فشجرة الكون وترتب بعضها
على بعض والجماعها في تدبير واحد كاجماع الشجرة
في الغادية والنامية ونحوهما ولم تمثل حيوانا لان
التدبير الجملي الاجمالي الشبيه بالسياسة الكلية
افراده وانما اشبه الاشياء الشجرة دون الحيوان
فان الحيوان فيه قوى تفصيلية وللارادة فيه ادمج من
سنن الطبيعية ـ
واما الانهار في اصلها رحمة فائضة في الملكوت
حذاء الشهادة وحيوة ونماء فلذلك تعين هناك
بعض الامور النافعة وبالشهادة كالنيل و
الفرات ـ
واما الانوار التي غشيتها فتدليات الهية و
تدبيرات رحمانية تلعلعت في الشهادة حيثما استعدت
لها ـ واما البيت المعمور فحقيقة التجلي الالهي الذي
يتوجه اليه سجدات البشر وتضرعاتهم يتمثل بيتا
على حذو ما عندهم من الكعبة وبيت المقدس
وامر خمس صلوة بلسان التجوز لانها خمسون
باعتبار الثواب ـ ثم اوضح الله مراده تدريجا ليعلم
ان الحرج مدفوع ان النعمة كاملة وتمثل هذا
المعنى مستندا الى موسى عليه السلام فانه
اكثر الانبياء ومعالجة للامة ومعرفته لسياستها

اور ان امور کی دریافت جن پر ملائکہ مقربین عرش مسابقت کیا کرتے ہیں۔
گریہ موسیٰ ع واضح ہو کہ گریہ موسیٰ ع سے حسد کا اظہار مراد نہیں بلکہ اظہار
اس امر کا ہے کہ اونکی رسالت تمام دنیا کے لئے عام نہ تھی اور یہ کمال آپ ہی
جو موسیٰ کو ملا نہیں تھا سدرۃ المنتہیٰ درخت عالم ہے کہ ایک چیز دوسری
وجود پر مترتب اور یہ سب کے سب تدبیر واحد کے اندر جمع ہیں جیسا کہ درخت کا بھی
غذا و نمو میں بھی حال ہے۔ واضح رہے کہ کسی حیوان سے اسکی تمثیل نہیں دیگئی کیونکہ
وہ تدبیر کلیا جمالیہ جو سیاست کلیہ سے مشابہت رکھتی ہے وہ بھی مفرد ہی اسکی
بہترین مشابہت اسکی درخت میں پائی جاتی ہے کہ ایک ہی تنہ پر مختلف قسم
کی شاخیں ڈالیاں اور پتے ہوتے ہیں اور غذا و نمو میں برابر مستفیض ہیں اور
حیوانوں میں یہ مشابہت پائی نہیں جاتی کیونکہ انسان میں قوائے تفصیلیہ بھی ہیں اور وہ
ارادہ بھی رکھتے ہیں اور یہ سنن طبعیہ سے زیادہ صریح ہیں۔
دریائے آسمانی کی اصل خدا کی رحمت فائضہ ہے۔ جو عالم الملکوت میں عالم
شہادت کے محاذی موجود ہے نیز حیات و نمو بھی اسی میں داخل ہیں اسی لئے
ظاہری اسباب نافعہ مثل نیل و فرات وغیرہ کا تعین فرمایا گیا ہے۔
انوار التجلیات۔ رہے وہ انوار جنہوں نے اسے ڈھانپ لیا وہ تدلیات حقانی اور تدبیرات
ربانی ہیں جو عالم ظہور میں جلوہ گستر اور نور بیز ہیں۔ جہاں تک اس عالم میں انکی استعداد پائی جاتی ہے
بیت المعمور کی حقیقت وہ تجلی ہے جسکی طرف بندگان خدا کی دعائیں
اور سجدے رجوع کرتا ہے اور وہ خانہ کعبہ و بیت المقدس کے محاذ میں ہے جیسا کہ ان
لوگوں کا ان ہر دو کی بابت اعتقاد ہے۔ ایک گھر کی تمثیل لئے ہوئے ہے
پانچ وقتوں کی نماز کا تقرر بھی زبان تجوزی سے تھا ہی لیکن
ثواب کے اعتبار سے یہ پانچ پچاس کے برابر ہیں۔ گویا خداوند عالم نے
آہستہ آہستہ یہ سمجھایا ہے کہ ثواب تو ۵۰ کے برابر کامل ہے اور حرج مرج
اوٹھا دیا گیا ہے۔ یہ مطلب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سند سے متمثل کیا گیا
ہے کیونکہ جناب ممدوح بہت سے انبیاء علیہ السلام سے امت کی اصلاح
ودرستی اور اصول سیاست اور شناخت و معرفت امت میں بڑھے ہوئے ہیں۔

شاہ صاحب کی مرقومہ بالا عبارت کو مشاہدات معراج کی اصلی حقیقت سمجھکر ہم نے نہین لکھا ہی بلکہ اس کی نقل سے ہمارا مدعای خاص یہ ہے کہ حکمت و فلسفہ کے موجودہ زمانہ ارتداد مین جو معراج جسمانی کے محال ہونیکی متعلق دعوی کئی جاتے ہین اونکو قریب العقل و الامکان ثابت کردین ورنہ معراج کے مشاہدات غیبیات قدرت کے ایسے نازک اسرار ربانی ہین جنکا تحمل الفاظ انسانی نہین کرسکتے۔

صاحب رحمۃ العالمین نے خاتمہ بحث پر جو عبارت حاشیہ لکھی ہے ہم اُس سے پورا اتفاق کرتے ہین اور ذیل مین نقل کرکے بحث معراج کو تمام کردیتے ہین اور یہان اسیقدر بیان کو کافی سمجھتے ہین۔ صاحب رحمۃ للعالمین لکھتے ہین۔

علامہ ابن القیم لکھتے ہین۔ حضرت عائشہ و معویہ و امام حسن بصری سے مروی ہے کہ اسرار روح مبارک کو ہوا تھا اور جسم مبارک اپنی جگہہ سے مفقود نہین ہوا تھا۔ علامہ موصوف (ابن القیم) کہتے ہین کہ اسرا روحی اور خواب مین بہت فرق ہے۔ اسرا روحی سے مراد تو یہی ہے کہ رُوح مبارک کو ان جملہ مقامات کی سیر کرائی گئی۔ اور خواب مین یہ بات نہین ہوتی۔ یہ درجہ اتم اکمل۔ اشرف اعلیٰ ہے۔ علماء کے ایک گروہ کا قول ہے کہ اسرا ربدن اور روح کے ساتھ تھا۔ زاد المعاد ابن القیم صفحہ ۳۰۱۔

واضح ہو کہ عروج جسدی کا انکار آجکل کے فلسفہ خشک کے اعتبار پر فضول ہے کیونکہ جس قادر مطلق نے اجرام سماویہ کے بھاری بھرکم اجسام کو بمقام رکھا ہے اور عین خلاء مین اونکو قایم کیا ہے وہ جسم انسان کے جرم صغیر کو خلاء مین لیجانے کی بھی ضرور قدرت رکھتا ہے۔ آجکل اوکسیجن (OXYGINE) کی طاقت سے ہوائی جہاز اور اون جہازون کے اندر آدمی برابر اُڑ رہے ہین۔ اس لئے خداوند کریم کا اپنے نبی کریم کو سواری براق۔ جو البرق سے مشتق اور الکٹرسٹی (ELECTERICITY) کی طاقت مخفیہ کی جانب اشارہ کُن ہے ملکوت السمٰوات کی سیر کرانا کچھ بھی مستبعد نہین۔ رحمۃ اللعالمین ۹۹

براق اور معراج کی گویا تمام بحث کو میر وحید صاحب مرحوم لکھنوی نے اپنے ایک مصرعہ مین لکھکر تمام کردیا ہے۔ جو براق کی صفت مین فرمایا گیا ہے ؎ کہنے کو براق اصل مین خالق کی کشش تھی۔

وجوب نماز پنجگانہ معراج سے واپسی کے بعد اُمت اسلامیہ پر پانچ وقتون کی نماز واجب کی گئی۔ وجوب نماز کے تعیُّن کی نسبت علماء دین مین اختلاف ہے۔ بیکار کا اختلاف ہے تحقیق کی جاتی ہے تو یہ اختلاف اصل نماز کے وجوب مین یا اوسکے تعین اوقات مین نہین ہے رکعات کی نسبت اختلاف ہے۔ ورنہ اصل دو رکعتی نماز فجر اور عصر کی تو بعثت کے وقت ہی سے واجب کردیگئی تھی۔ اور ترکیب نماز بھی ناموس آلٰہی نے اوسیوقت تعلیم کردی تھی۔ جسوقت وہ وحی آلٰہی لیکر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا تھا جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔

اگر اون علماء کے اقوال پر اعتبار کیا جاتا ہے جو متعلق وجوب نماز کو واقعہ معراج تک کھینچ لیجاتے ہین تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قریب قریب دس سال تک جو آنحضرت صلعم کا تنہا یا مخصوص صحابہ کے ساتھ ایک مدت تک مخفی طور پر نماز پڑھنے کی دو ایک روایات نہین متعدد اور کثیر التعداد واقعات بالکل جھوٹے اور کالعدم ثابت ہو جاینگے۔ اور دس برس تک اہل اسلام اور بانی اسلام خود (نعوذ باللہ) بے نماز رہیجائینگے۔ پھر یہ بھی تبلا دینا ضروری ہو جائیگا کہ جب نماز کی ترکیب عبادت

نہیں بھی تو رسول اور اہل اسلام کا اتنی مدت تک کیا طریقہ عبادت تھا۔ اگر یہ کہا جاوے کہ وہ زمانہ رسولؐ کا بغیر کسی عبادت کے گذرا تو سراسر مناقص شان رسالت ہوا اور قطعی ناممکن ہے۔ اس بنا پر ان علمائے محققین کا محققانہ قول بالکل صحیح اور فی الواقع ہے کہ وجوب نماز کا حکم نزول قرآن اور حصول رسالت کے ساتھ ساتھ ہوا۔ بلکہ خدا کے فرشتے نے رسول خدا صلعم کو ترکیب نماز کے ساتھ ہی ترکیب وضو بھی بتلائی کیونکہ ہر نماز کے ساتھ وضو بھی (اگر ضرورت ہے) واجب ہے۔ طبری

لیکن حقیقت یہ ہے کہ پہلے صرف دو وقتوں کی دو رکعتی نماز ادا ہوتی تھی۔ اور بعثت کے زمانہ سے لیکر وقوع معراج تک ایسی ہی اور اتنی ہی نمازیں پڑھی جاتی تھیں۔ معراج میں نماز پنجگانہ اور رکعات چہارگانہ کا حکم ملا۔ اور اوسیوقت سے ظہر عصر اور عشا کی چار رکعتی نماز واجب ہو گئی۔

حضرت ابیطالب اور جناب خدیجہ ع کی وفات

اسلام کی تاریخ میں نبوت کا دسواں سال جسقدر اسلام کی ترقیات و توسیعات کے لئے خاص طور پر مشہور اور نمایاں ہے اوسیقدر یہ سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ورود مصائب و آلام اور نزول حزن وملال کے لئے بھی خاصکر مشہور اور مذکور ہے۔ اعظم ترین مصائب جو آنحضرت صلعم کو پیش آئے وہ حضرت ابی طالب کے ایسے مشفق و مربی عم نامدار اور محسن و مددگار کا ایک بار سر سے اوٹھ جانا تھا۔

پھر اوسکے چند ہی روزوں کے بعد جناب صدیقہ کبریٰ حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کے ایسی بی بی سے ہمیشہ کے لئے مفارقت نصیب ہوئی۔ رضا بقضائہ و تسلیماً لامرہ

حضرت خدیجہ کبریٰ وہ عظیم المراتب محترمہ تھیں اور وہ جلیل المناقب معظمہ جن مقدسہ نے خاص رسول اللہ صلعم کے قول کے مطابق اوسوقت سے آپ کا ساتھ دیا جب کوئی شخص آپ کا ساتھ دینے والا نہیں تھا اوسوقت میں آپ کی تصدیق فرمائی جب کوئی شخص آپ کی تصدیق رسالت کرنیوالا نہیں تھا۔ اوس زمانہ میں اپنے مال و دولت سے آپ کی نصرت و اعانت فرمائی۔ جسوقت ایک پیسہ سے بھی کوئی شخص آپ کی مدد کرنے والا نہیں تھا۔ ان تمام اوصاف مخصوصہ پر مستزاد یہ تھا کہ آپ کی نو بیبیوں میں سے مدعائے زوجیت اصلاً کسی سے بھی آنحضرت صلعم کو حاصل نہیں ہوا جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد اور آپ کے خاندان رسالت اور دودمان نبوت کا نام و نشان انھیں کے بطن سے ابدالاباد تک قائم رہا۔

جس طرح کفار قریش اور مشرکین کعبہ رسالت کے قبل ہی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت و امانت کا اعتبار کرکے الامین کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ اسی طرح جناب خدیجہ ع کو انکی عصمت و حیا کے احترام سے الطاہرہ کے القاب خاص سے ہمیشہ یاد کرتے تھے۔

شبلی صاحب ان واقعات کے متعلق لکھتے ہیں۔

ابوطالب کی وفات کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اون کے پاس تشریف لے گئے ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ[1] پہلے سے

[1] اگر بقول شبلی صاحب ابوطالب ریاست قریش اور امارت مکہ پر قائم نہیں تھے تو ابوجہل اور ابن امیہ سے معزز رئیس قریش اور متمولین مکہ کا انکی عیادت کو آنا

وہاں موجود تھے۔ آپ نے فرمایا مرتے مرتے لا الہ الا اللہ کہہ لیجئے کہ مین خدا کے ہاں آپ کے ایمان کی شہادت دون۔ ابوجہل اور ابن امیہ نے کہا کیا تم عبدالمطلب کے دین سے پھر جاؤ گے بالآخر ابوطالب نے کہا کہ مین عبدالمطلب کے دین پر قرار ہون۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کیطرف خطاب کر کے کہا مین وہ کلمہ کہدیتا لیکن قریش کہین گے کہ موت سے ڈر گیا۔ آپ نے فرمایا کہ مین آپ کے لئے دعائے مغفرت کرونگا جبتک کہ خدا مجھکو اس سے منع نہ فرماوے۔

یہ بخاری اور مسلم کی روایت ہے ابن اسحق کی روایت ہے کہ مرتے وقت ابیطالب کے ہونٹھ ہل رہے تھے۔ حضرت عباس نے جو اوس وقت کافر تھے کان لگا کر سنا تو آنحضرت صلعم سے کہا کہ تم نے جس کلمہ کے لئے کہا تھا ابوطالب وہی کہہ رہے ہین۔

اس بنا پر ابوطالب کے اسلام مین اختلاف ہے لیکن چونکہ بخاری کی یہ روایت عموماً صحیح مانی جاتی ہے اسلئے محدثین زیادہ تر اونکے کفر ہی کے قائل ہین۔ لیکن محدثانہ حیثیت سے بخاری کی یہ روایت قابل حجت نہین کہ آخر راوی مسیب ہین جو فتح مکہ مین اسلام لائے اور ابوطالب کی وفات کے وقت موجود نہین تھے اسی بنا پر علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح مین لکھا ہے کہ یہ روایت مرسل ہے ابن اسحاق کے سلسلہ مین عباس ابن عبداللہ ابن معبد در عبداللہ ابن عباس ہین اور دونون ثقہ ہین لیکن بیچ کا ایک راوی یہان بھی رہ گیا ہے اس بنا پر دونون روایتون کے درجہ استناد مین چندان فرق نہین۔

ابوطالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لیئے جو جان نثاریان کین اوس سے کون انکار کرسکتا ہے وہ اپنے جگر گوشون تک کو آپ کے اوپر نثار کرتے تھے۔ آپ کی محبت مین تمام عرب کو اپنا دشمن بنا لیا۔ آپ کی خاطر محصور ہوئے۔ فاقے اوٹھائے شہر سے نکالے گئے تین تین برس تک آب و دانہ بند رہا کیا یہ محبت یہ جوش یہ جان نثاریان سب ضایع جائینگی۔

ابوطالب آنحضرت صلعم سے ۳۵ برس عمر مین بڑے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ان سے نہایت محبت تھی ایک دفعہ وہ بیمار پڑے۔ آنحضرت صلعم انکی عیادت کے لئے گئے تو اونھون نے کہا کہ بھتیجے جس خدا نے تجھکو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اس سے دعا نہین مانگتا کہ مجھکو اچھا کردے۔ آپ نے دعا کی اور وہ اچھے ہوگئے آنحضرت صلعم سے کہا خدا تیرا کہنا مانتا ہے آپ نے فرمایا اگر آپ بھی خدا کا کہنا مانین تو وہ بھی آپ کا کہنا مانے سیرۃ النبی ج ۱ ص ۱۸۲

چونکہ شبلی صاحب نجات ابیطالب کے متوقع اور اونکی باایمان ہونیکے موید ہین اس لئے ہمکو حضرت ابیطالب کے ایمان لانیکے متعلق بحث کرنا منظور نہین ہے۔ کیونکہ اونکے صاحب ایمان ہونیکے ثبوت مین متعدد کتابیں ہم سے صدہا برس پیشتر تیار ہو چکی ہین۔ اور خود سواد اعظم کے اکابر علماء و محدثین نے اس مسئلہ مین اپنے مخالفین کی تمام غلط فہمیون کی مدلل اور مفصل طور پر پوری تردید کردی ہے کہ اب اوسمین کسی کو عذر و کلام کی ذرا بھی گنجایش باقی نہین ہے علامہ سیوطی کے خاص دو رسالون کے علاوہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ خصوصًا ایسی حالت مین جب اونکی استدعا و استرضا کو خلاف اونھون نے آنحضرت صلعم کی حمایت و رفاقت سے ہاتھ نہ اوٹھایا بیشک کہ شعب کے سہ سالہ مصائب شدائد اپنی بوڑھی جان پر برداشت کرلئے نتیجہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ شبلی صاحب کی یہ غلط بیانی صرف بنی امیہ کی مدد رسانی تھی اور فضائل بنی ہاشم سے روگردانی۔ اللہ باقی من کل فانی۔ المولف عفی عنہ

عمدۃ المطالب - محمد بن طلحۃ الشافی - مطالب السئول اور توضیح الدلائل - محمد بن یوسف اور اسنی المطالب فی نجات ابیطالب مفتی احمد بن زینی دحلان متولی مسجد الحرام - مکہ معظمہ - جو امام الحرمین سید محمد بن رسول الشہیر بعلامہ برزنجی کی کتاب کا خلاصہ ہے یہ تمام تصنیفات و تالیفات اسی موضوع خاص پر مرتب ہو چکی ہیں۔

لیکن باوجود اسکے کہ شبلی صاحب نے اپنی مذکورہ بالا رائے میں مؤلفین مرقوم الصدر کی تائید کی ہے مگر تاہم آپ کا طرز بیان بہت مبہم کا مبہم رہ گیا ہے۔ ہمکو آپ کی ابہام کی ابھی صفائی ضروری نہیں ہے۔ بلکہ آپ کی قدیم کوتہ قلمی کی شکایت سے شکایت بھی نہیں۔ کیونکہ یہ آپ کی عادت ہے خصوصًا بنی ہاشم کے حالات میں اور انسان عادت سے مجبور ہے کیونکہ وہ طبیعتہ الثانیہ ہو جاتی ہے۔

بہرحال شبلی صاحب نے بہت بڑی فروگذاشت یہ کی کہ حضرت ابیطالب کی اوس وصیت کی نقل کیطرف توجہ نہیں کی۔ جو اونھوں نے تمام اکابر قریش کے مجمع میں اپنے بستر مرگ پر اپنے مرنے سے بالکل قریب بیان کی تھی اور جسکو قریب قریب تمام علماء محدثین اور مورخین نے نقل کیا ہے۔ اوس کے نقل و مطالعہ سے آپ کو اونکے ایمان و اسلام کا پورا پتا لگ جاتا ہے۔ ہم امام برزنجی کی عبارت والفاظ میں اوسکو حسب ذیل نقل کر دیتے ہیں۔

یا معشر قریش انتم صفوۃ اللہ من خلقہ وقلب العرب فیکم السید المتاع وفیکم المقدام الشجاع والواسع الباع واعلموا انکم لم تترکوا للعرب فی المأثر نصیبا الا احرزتموہ ولا شرفا الا ادرکتموہ فلکم بذلک علی الناس الفضیلۃ ولہم بہ الیکم الوسیلۃ والناس لکم حرب وعلی حربکم الب وانی اوصیکم بتعظیم ہذہ البنیہ یعنی الکعبۃ فان فیہا مرضات للرب وقواما للمعاش وثباتا للوطاۃ وصلوا ارحامکم فان فی صلۃ الرحم منساءۃ ای فسحۃ فی الاجل وزیادۃ فی العدد واترکوا البغی والعقوق ففیہما ہلکت القرون قبلکم اجیبوا الداعی واعطوا السائل فان فیہما اشرف الحیات والممات وعلیکم بصدق الحدیث واداء الامانۃ فان فیہا محبۃ فی الخاص ومکرمۃ فی العام واوصیکم بمحمد خیرا فانہ الامین فی قریش والصدیق فی العرب وہو الجامع

اے گروہ قریش تم مخلوقات خدا میں برگزیدہ ہو۔ اور عرب کے دل ہو سردار قابل اتباع۔ اور دلاور فراخ سینہ تم میں سے ہوتے ہیں تم جانتے ہو کہ عرب کی خوبیوں میں سے کوئی ایسا حصہ نہیں چھوڑا کہ جو تم نے نہ جمع کر لیا ہو اور کوئی ایسی فضیلت نہیں باقی رہی جو تمکو نہ مل گئی ہو اسی سبب سے تم لوگوں پر فضیلت رکھتے ہو اور لوگ تمہارا وسیلہ ڈھونڈتے ہیں۔ لوگ تمہارے لئے لڑنے والے اور تمہارے آلات حرب ہیں میں تمہیں اس مکان یعنی کعبہ کی تعظیم کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ اس میں پروردگار عالم کی خوشنودی۔ روزی کا سہارا اور سامان کی درستی ہے اور صلہ رحم اختیار کرو کیونکہ صلہ رحم میں کشائش ہے اپنی عمر کی زیادتی اور نسل کی کثرت۔ بغاوت اور نافرمانی کو ترک کرو کہ ان دونوں کے سبب تم سے پہلے بہت سے قرن (قومیں) ہلاک ہو چکے۔ (مذہب حقہ کے) دعوت کرنے والے کی سنو اور سائل کی حاجت پوری کرو کیونکہ ان دونوں میں شرف حیات و ممات ہے اور تمہیں سچ بولنا اور امانت کا ادا کرنا لازم ہے کیونکہ ان دونوں باتوں کے سبب سے خواص میں محبت ہوتی ہے اور عوام میں عزت اور میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت تمکو وصیت کرتا ہوں کہ

لکل ما اوصیکم بہ وقد جاء بامر قبلہ الجنان وانکرہ اللسان
مخافۃ الشنان وایم اللہ کانی انظر الی صعالیک العرب
واھل الاطراف والمستضعفین من الناس قد اجابوا
دعوتہ وصدقوا کلمتہ وعظموا امرہ فخاض بھم غمرات
الموت فصارت رؤساء قریش وصنادیدھا اذنابا و
دورھا خرابا وضعفاءھا اربابا اذا اعظمھم علیہ
احوجھم الیہ وابعدھم منہ احظاھم عندہ قد محضتہ
العرب ودادھا واعطتہ قیادھا یا معشر قریش
کونوا لہ ولاۃ ولحزبہ حماۃ وفی روایۃ دونکم وابن
ابیکم کونوا لہ ولاۃ ولحزبہ حماۃ واللہ لا یسلک احد
سبیلہ الا رشد ولا اخذ احد بھدیہ الا سعد ولو کان
لنفسی مدۃ ولاجلی تاخیر لکففت عنہ الہزاہز
ولدفعت عنہ الدواھی وقال لھم مرۃ لن تزالوا
بخیر ما سمعتم من محمدؐ وما اتبعتم امرہ فاطیعوہ
ترشدوا

وہ امین قریش ہے اور صدیق عرب اور جن باتون کی مین نے تمہین وصیت کی ہے وہ اُن تمام اوصاف کا جامع ہے وہ ایسا امر لیکر آیا ہے جسے دل تو قبول کرتا ہے مگر زبان بخوف طعن انکار کرتی ہے۔ خدا کی قسم مین گویا عرب کے فقیرون قرب وجوار کے باشندون اور کمزور لوگون کو دیکھتا ہون کہ انہون نے اوسکی منادی قبول کرلی ہے۔ انلوگون نے اوسکے کلام کو برحق مان لیا ہے اور اوسکے حکم کو بزرگ سمجھ لیا ہے اور وہ انکو لیکر موت کی بھنور مین کود پڑا ہے اور وہ لوگ قریش کے سردار بن گئے ہین اور قریش کی سردار سب ادنی درجہ کے ہوگئے ہین اونکے مکان تک برباد ہوگئے ہین اور وہ جو زبردست تھے زیر دست ہوگئے ہین۔ جو لوگ اپنے آپ کو محمدؐ سے بڑھکر سمجھتے تھے وہ اوسکے محتاج بن گئے ہین اور جو اوس سے دور تھے قریب آگئے ہین اعراب بادیہ نے اوسکی خالص دوستی اختیار کرلی ہے اور اپنی آپ کو اوسکے اختیار مین دیدیا ہے۔ اے گروہ قریش اوسکے دوست بنجاؤ اور اوسکے گروہ کے حامی بنجاؤ اور ایک روایت مین یون ہے کہ تمہین اور تمہارے بھائیون کو لازم ہے کہ اوسکی دوست بنجاؤ اور اوسکے گروہ کے حامی ہوجاؤ اور قسم بخدا کوئی ایسا نہین ہے جو اوسکی راہ چلے اور نیکی نہ پائے اور اوسکا ہدیہ قبول کرے اور سعید ہوجائے اور اگر میری زندگی مین کچھ دیر لگتی اور میری عمر کچھ اور رہوتی تو مین ہر قسم کی تکالیف ومصائب وشدائد کو اوس سے دور کرتا۔ اور ایک بار قریش سے یہ بھی کہا کہ جبتک تم محمدؐ کی سنتے رہوگے اور اوسکے احکام کی پیروی کیے جاؤگے تمہارے لئے بہتری ہی بہتری رہے گی۔ لہذا اوسکی اطاعت کرو کہ رشید ہوجاؤ۔ منقولاً عن قاضی ذینی دحلان مین کتاب اسنی المطالب ص ۱۷۷

حضرت ابیطالب کے یہ الفاظ وصیت ہین جو صاف تبلا رہے ہین کہ انکا کہنے والا۔ ان کا اداکرنیوالا۔ اوسوقت کی مسلمانون سے محبت عقیدت اور حمایت اسلام مین اگر بڑھا نہین تہا تو کسیطرح کم بھی نہین تھا۔

اب ہم حسب الوعدہ شبلی صاحب کی مبہم عبارت اور دو محل فیصلہ کا انکشاف کرتے ہین۔

خیریت ہے کہ شبلی صاحب نے اپنے اس ابہام فی الکلام کی وجہ خود لکھدی ہے۔ لکھتے ہین کہ۔ اس بناپر روایت بخاری اور ابن ہشام کے اختلافات دکھلاکر) ابوطالب کے اسلام مین اختلاف ہے لیکن چونکہ بخاری کی روایت عموماً صحیح ترمانی جاتی ہے اس لئے محدثین زیادہ تران کے کفر ہی کے قائل ہین

اس سے معلوم ہوگیا کہ آپ ایمان ابوطالب کے قائل ضرور ہین لیکن بخاری صاحب کے خوف سے اقرار واعلان

نہین کر سکتے۔ تو سوال یہی کہ پھر آپ کے اس بیان سے ایک تحقیق کے طالب کو کیا فائدہ پہونچا۔ اور وہ کہان تک اصل حقیقت معلوم کر سکا؟ آپ کی آخری رائے دیکھکر وہ اتنا کہہ سکتا ہے کہ آپ موید بن اسلام ابوطالب کے ہمخیال ہین لیکن آپ خود محقق ہین۔ جانتے ہین کہ طالبان تحقیق کو کسی شخص خاص کی ذاتی رائے کے معلوم کرنے سے تسکین نہین ہوتی تاوقتیکہ وہ اپنے مدعائے تحقیق کی حقیقت اور اصلیت کو مع اونکے تمام اسباب وعلل کے پورے طور سے نہ حاصل کر لے آپ کی دو رخی رائے اور اوسکی اہمیت اوسکو معلوم ہوگئی۔ جو اون دونون روایتون پر مبنی ہے۔ ایک مسلم و بخاری کی روایت پر جو ایمان ابیطالب کے مخالف ہے۔ دوسری سیرت ابن اسحاق کی روایت پر۔ جو ایمان ابی طالب کی موید اور مثبت ہے۔

آپ نے ان متضاد مرویات کو جمع کر کے کوئی فیصلہ کن رائے تو دی نہین۔ وہی ترجیح بخاری والا قدیم مسئلہ پیش کر دیا جس کا عنوان ایسے ہی مقامات کی ضرورت خاص کے لحاظ سے آپ نے اپنے دیباچہ کتاب ہی سے آغاز کیا تھا اور ہم نے بھی آپ کے دیباچہ کے تبصرہ مین شروع ہی سے آپ کے اس حفظ ماتقدم ہوشیاری اور قلمکاری کا مفصل اور مدلل طریقہ سے انکشاف حقیقت کر دیا ہے۔

کیون صاحب۔ ایک ایسا شخص بستر مرگ پر مر رہا ہے جو آپ کے نزدیک مسلمان بھی نہین اوسکے اعزہ اور احباب اوسکو آخری بار ہمیشہ کے لئے رخصت کرنیکی ضرورت سے اوسکے پاس جمع ہین۔ باہم گفتگو ہو رہی ہے تو اس واقعہ اور اسکے ایسے تمام واقعات کو سیرت و تاریخ کے موضوع سے تعلق ہوگا۔ یا آپ کی حدیث و اصول کی کتابون سے؟ اور ان تمام واقعات شخصی یا قومی کی حقیقت معلوم کرنیکے لئے آپ سیرت و تاریخ کا مطالعہ فرمائین گے۔ یا حدیث و تفسیر کی تالیفات کو دیکھین گے۔ کبھی کوئی شخص سیرت و تاریخ کے ہوتے ہوئے ان امور کی اطلاع وعلم کے لئے حدیث و تفسیر کی کتابون کو نہین دیکھے گا۔ یہی تو آپ کی غرض خاص تھی کہ آپنے ان خصوصیات سیر و تاریخ کی تحقیق کو حدیث ہی کی کتابون مین اور خصوصاً بخاری و مسلم مین دیکھنے اور اعتبار کرنے کی طرف خاص طور پر توجہ دلائی ہے۔ اس لئے اصول تحقیق کی بنا پر اس واقعہ کی نسبت سیرت ابن اسحاق کی روایت پر اعتبار کیا جائیگا اور اوسکے مقابلہ مین بخاری و مسلم کی مرویات پر کوئی توجہ نہین کی جائے گی۔ کیونکہ سیرۃ ابن اسحاق بخاری و مسلم سے اتنی قدیم ہے کہ اوس کی تدوین کے وقت علم الحدیث کا نام بھی نہین تھا۔ بخاری و مسلم کجا۔

اب اصول تنقید سے بھی دیکھئے تو ابن اسحق کی روایت مین کوئی نقص نہین پایا جاتا۔ آپ خود لکھتے ہین۔ عباس بن عبد اللہ بن معبد اور عبد اللہ بن عباس۔ دونون ثقہ ہین۔ لیکن بیچ کا ایک راوی یہان بھی رہ گیا ہے۔ ہم کہتے ہین کہ نہین رہا ہے۔ کیونکہ ابن اسحاق نے عباس بن عبد اللہ بن معبد کے بعد لکھدیا ہے عن بعض اھلہ (اپنے گھر والون مین سے کسی کی زبانی) ممکن ہے کہ عباس ابن عبد اللہ کو وقت پر نام نہ یاد رہا ہو۔ تو جب عن بعض اہلہ موجود ہی۔ تو ایک راوی دوسرا تو موجود ہی۔ سلسلہ منقطع کیسے ہوا اور بیچ کا راوی رہ کیسے گیا؟ ایسی مثالین آپ علی الاکثر تمام محدثون کے سلسلہ رواۃ مین پائین گے۔ چنانچہ ابن سعد تو اکثر اپنی اسناد کی نقل قال بعض اھل العلم سے شروع کر دیتے ہین اور برابر اونکی روایتین نقل ہوتی ہین۔

عباس ابن عبد اللہ کی نسبت آپ وضع حدیث کا گمان کر ہی نہین سکتے کیونکہ خود لکھ چکے ہین کہ عبد اللہ بن عباس اور عباس

بن عبداللہ دو لو ثقہ ہین۔ اس بنا پر آپ کو تسلیم کر لینا ہو گا کہ عباس ابن عبداللہ نے اپنے بعض عزیز کا حوالہ دیدیا ہے اور نام نہین بتلایا صرف اس وجہ سے کہ اوسوقت اونکو نام نہین یاد رہا۔ پھر جب آپ کا معتبر اور معتمد علیہ شخص یہ کہتا ہی کہ مین نے اپنے عزیز خاص سے سُنا ہے اور صرف نام نہین لیتا ہے تو کیا اوس کا یہ بیان آپ کے نزدیک قابل اعتبار نہو گا؟ پھر جب آپ کسیطرح اوسکے بیان کو قابل استرداد نہین ٹھہرا سکتے تو آپ کا عن بعض اہلہ کی موجودگی ہین یہ بیدھڑک کہدینا کہ بیچ کا ایک راوی رہگیا ہی کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ اس لئے یہ ضرور قابل تسلیم ہو گا کہ عباس بن عبداللہ نے اپنے ایک عزیز سے اور اوس نے عبداللہ بن عباس سے اور انھون نے اپنے پدر بزرگوار عباس ابن عبدالمطلب سے سُنا ہو۔ حقیقت کی نظر سے دیکھئے تو ابن اسحٰق کی روایت اول سے آخر تک متصل ہے۔ مفصل اور مسلسل اور کہین سے بھی منقطع اور موقوف نہین۔

اب اسکے مقابلہ مین۔ بخاری اور مسلم کی روایت اور اونکی حقیقت۔ شبلی صاحب خود معترفانہ طور پر تحریر فرماتے ہین کہ بخاری کی یہ روایت چندان قابل احتجاج نہین کہ آخر راوی ابو مسیب ہے جو فتح مکہ مین اسلام لائے اور ابو طالب کی وفات کے وقت موجود نہین تھے۔ اسی بنا پر علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح مین لکھا ہے کہ یہ حدیث مرسل ہی" جب اس روایت کی حقیقت حال اور کیفیت رجال سے آپ واقف ہو چکے تھے اور اسکے ساتھ ہی ابن اسحاق کی روایت کے متعلق یہ ثابت ہو چکا تھا کہ اسکے راوی بخلاف مسلم و بخاری کے ثقہ ہین اور یہ بطور مرفوع متصل مروی ہوئی ہے۔ تو پھر آپ نے صاف صاف لفظون مین یکسو فیصلہ کیون نہ کر دیا اور بتلا دیا کہ ایمان ابی طالب کے مسئلہ مین اختلاف بیکار ہے۔ ابن اسحاق کی روایت سے اونکا ایمان لانا حقیقی طور پر ثابت ہے۔ کیونکہ ابن اسحاق کی روایت کے متعلق آپ اپنا پورا اطمینان کر چکے ہین۔ ایک درمیان کے راوی رہجانے کا جو گمان کیا گیا تھا وہ بھی غلط نکلا۔ راوی موجود ہے۔ مگر راوی اول کو اوسکے نام کی جگہ اوسکی خصوصیت یاد رہی کہ وہ اسکے گھر والون مین سے تھا تو اس روایت کا یہ اتنا سا نقص بھی جاتا رہا۔ ان تمام دلائل سے ابن اسحٰق کی روایت عقلاً و نقلاً بالکل صحیح اور فی الواقع ہے۔

لیکن با اینہمہ ایک صحیحین کی اور اوسمین بھی بخاری کی قلمکاری نے اسلام کے ہر واقعہ کی حقیقت ہی بدل دی ہے اور آپ حضرات نے عقیدتمندانہ طور پر تقلید اسلاف کے زیر اثر ہو کر اور مؤلف و محقق کے اصلی فرائض کے خلاف اونھین کی تائید و توثیق مین دفتر کے دفتر سیاہ کر ڈالے۔ ابھی ابھی دعوت قریش کے واقعہ مین محض استخفاف فضائل علیؑ کی غرض سے بخاری نے جیسی جیسی طلسمی قلمکاریان وکھلائی ہین اونکی پوری حقیقت کا صفحات گذشتہ کی عبارات زیرین حاشیہ مین پورا انکشاف کر دیا گیا ہے اسواقعہ مین بھی جہانتک حقیقت کی نظر ڈالی جاتی ہے حضرات مسلم و بخاری کی قلمکاری ہی ثابت ہوتی ہے۔

اتنا لکھکر۔ اب ہم اس بحث کے دوسرے پہلو کیطرف متوجہ ہوتے ہین۔

اگر تھوڑی دیر کے لئے ہم بخاری اور مسلم صاحب کی مرویات پر اعتبار کر لین تو ہمکو یہ دیکھنا چاہیئے کہ ان روایات مین حضرت ابیطالب نے کن الفاظ مین انکار ایمان کیا ہی تحقیق سے معلوم ہوتا ہی کہ بخاری و مسلم نے ابو طالب کے اس کلمہ کو کہ مین عبدالمطلب کے

دین پر مرتا ہوں - انکار ایمان سمجھا ہے - اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلم و بخاری حضرت عبدالمطلب کے ایمان کے بھی قائل نہیں ہیں اور اونکا کافر مرنا بھی (نعوذ باللہ) صحیح تسلیم کرتے ہیں - حالانکہ او بدو نو علما کا یہ قول جمہور علما و محدثین کی مختار متفقہ سے بالکل مخالف ہے شرح زرقانی میں حضرت عبدالمطلب کے با ایمان قضا کرنے کی بڑی طولانی بحث صفحہ ۱۹۷ سے شروع ہو کر صفحہ ۲۲۹ پر تمام ہے اور نتیجہ بحث میں حضرت عبدالمطلب کو تمام عمر دین حنیف پر ثابت اور مسلک توحید پر قایم تبلایا ہے اور خاتمہ بحث پر اکثر محدثین و محققین کے اقوال سے واقعہ اصحاب الفیل اور ہزیمت ابرہۃ الاشرم کے متعلق آپ کو صاحب کرامات تسلیم کیا ہے اور خود شبلی صاحب نے بھی دیباچہ میں مفصلہ ذیل واقعہ کو انکے موحد ہونیکے ثبوت میں نقل فرمایا ہے -

ابن ندیم نے لکھا ہی کہ میں نے مامون الرشید کے کتبخانہ میں ایک دستاویز دیکھی تھی جو عبدالمطلب ابن ہاشم (آنحضرت صلعم کے جد امجد) کے ہات کی لکھی تھی - اوسکے الفاظ یہ تھے -

حق عبد المطلب بن هاشم من اهل مكة علی فلان بن فلان الحميری[۱] من اهل وزل صنعاء عليه الف درهم فضة كيلا بالحديدة ومتی دعاه بها اجابه شهد الله والملكان -	یہ عبدالمطلب بن ہاشم کا جو مکہ کا باشندہ ہے قرضہ فلان ابن فلان حمیری پر ہے - جو صنعاء (یمن کے علاقہ میں شہر) اوزال کا رہنے والا ہے یہ چاندی کے ہزار درم ہیں جب طلب کیا جائیگا وہ ادا کر دے گا - خدا اور اوس کے دو فرشتے گواہ ہیں -

جب شبلی صاحب کے ان اعترافات اور مذکورہ بالا علما و محدثین کی مذکورہ بالا تحقیقات سے حضرت عبدالمطلب کا دین دین حنیف اور مسلک توحید ثابت ہوتا ہے اور انہیں مسالک پر اونھوں نے دنیا سے رحلت فرمائی - تو اب ابی طالب کا انتقال فرماتے وقت یہ اقرار کرنا جسکو خود صاحب صحیحین مسلم و بخاری لکھتے ہیں کہ میں دین عبدالمطلب پر مرتا ہوں کیسے (نعوذ باللہ) اونکے کافر مرنیکی دلیل ہو سکتا ہی - کیونکہ دین عبدالمطلب جب دین حنیف اور شرع توحید ثابت ہو چکا اور یہی اونکے ثبوت ایمان کیلئے کافی تسلیم کر لیا گیا - تو پھر دین و ایمان ابیطالب میں جو باقرار اونکے عین دین و ایمان عبدالمطلب ہے کسی کو کیا عذر و کلام ہو سکتا ہے ہم اس سے زیادہ بحث نہیں لکھیں گے تحقیق مزید کے لئے عمدۃ المطالب - مطالب السؤل - اسنی المطالب تالیفات

[۱] ہم اس موقع پر شبلی صاحب کو اونکی مندرجہ بالا بحث کیپچ کارادی رہگیا ہی یاد دلاتے ہیں کہ راوی رہا نہیں - ذکر موجود ہے نام نہیں یاد رہا - جیسا کہ ابن ندیم کو پوری عبارت دستاویز (ہینڈ نوٹ) یاد رہی لیکن قرض گیرندہ کا نام یاد نہیں رہا - تو کیا اس سے دستاویز کا وجود ہی غائب کر دیا جائیگا - علی الاکثر کتابوں میں محدثین کا بھی دستور پایا جاتا ہی (چنانچہ ابن ندیم نے بھی وہی قدیم طریقہ نقل اختیار کیا ہی اور اس دستاویز میں قرض لینے والے کا نام چونکہ سہو ہو گیا ہے اسلئے فلان بن فلان لکھدیا لیکن تاہم حمیری کا لفظ لکھکر اوسکی قومیت تبلا دی - اسی طرح ابن اسحاق کے راوی کو اپنے اوس عزیز کا نام وقت پر یاد نہ رہا مگر شخصیت اور خصوصیت ضرور یاد تھی - اس لئے بعض اہلہ لکھدیا تو کیا برا کیا - بخاری صاحب تو اکثر نقل احادیث میں فلان بن فلان اور کذا و کذا کی اشارت سے برابر کام لیتے ہیں - المولف عفی عنہ

امام سبکی- قرطبی- شعرانی اور علامہ شبیمی اور امام سیوطی کے رسالجات کی طرف جو نجات ابای کرام آنحضرت صلعم کے موضوع خاص پر لکھے گئے ہین- رجوع کرنا چاہیئے۔

بعد ابیطالب رسول اللہ کے مصائب ان دونون پے در پے صدمات نے جناب رسالتمابؐ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بیحد متردد اور مضطر بنا رکھا تھا۔ رسولخدا صلعم کا گھر اجڑ گیا تھا حضرت ابی طالب کے الیسا مربی اور سرپرست سر سے اوٹھ گیا لیکن بدخواہ- بد رواور ظالم کفار قریش کی دلی مرادین بر آئین- تمنا ئین پوری ہوئین- اب نہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو مین حضرت خدیجۃ الکبری (سلام اللہ علیہا) کی الیسی ہمدرد و غم مین ہر وقت کی شریک ورفیق بی بی باقی ہے- جو تردد- فکر اور رنج وغم مین آپ کو تسکین وتشفی دے اور نہ سرپر حضرت ابیطالبؑ کے الیسا عم بزرگوار اور پرستار قایم ہے جو ظالمین مکہ اور مشرکین قریش کے مہلک حملون سے آپ کو بچائے اور نصرت وحمایت فرمائے- اونکی انھین خصوصیات کی رعایت سے آنحضرت صلعم یتیم عبداللہ کی جگہ یتیم ابی طالب کے لقب خاص سے مشہور تھے- ان کے اوٹھ جانے سے مخالفین کو آپ کی ایذا رسانی کی عملی ترکیبون مین پوری آزادی مل گئی- اور اب اونکو تامل وتحمل کی کوئی ضرورت یا مجبوری باقی نہین رہی اسوقت تک اونکو جو کچھ تامل ہوتا تھا وہ صرف حضرت ابی طالب کی عظمت اور ذاتی وجاہت کے سبب سے جسکو وہ اپنی وفد کی پیش کرنے کی ہر موقع مین اپنی تقریرون کیساتھ معترفانہ طور پر ظاہر کر چکے تھے- اب وہ نہین رہے تو یہ مجبوری بھی نہین رہی- اور اب وہ کمال آزادی وبیباکی سے آنحضرت صلعم کی ایذا دہی اور تکلیف رسانی مین سرگرم اور مستعد ہو گئے- یہانتک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکہ مین رہنا دشوار ہو گیا۔ آپ اونکی اس دلیری اور جرات کے سبب کو خوب جانتے تھے- اوسوقت جناب ابیطالب کی شفقت ومرحمت مربیانہ کو یاد فرماکر اکثر ارشاد فرمایا کرتے تھے

یا عمّوما اسرع ما وجدت فقدک　　اے عم بزرگوار آپ کے بعد جو مجھپر آنیوالی تھی کیسی جلد آپڑی اسنی المطالب ص ۲۶ مطبوعہ دہلی۔

جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان مصائب وشدائد متواترہ سے ایسے متاسف اور متاثر ہوئے تھے کہ آپ نے ان اعظم ترین مصائب کی خاص رعائت سے اس سال کا نام عام الحزن رکھا تھا۔ جو آج تک اسلام کی کتب تاریخ وحدیث مین منقول وذکور چلا آتا ہے شبلی صاحب رقمطراز ہین

ابوطالب اور خدیجہ کے اوٹھ جانے کے بعد قریش کو کس کا پاس تھا- اب وہ نہایت بیرحمی وبیباکی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ستاتے تھے- ایک دفعہ آپ راہ مین جارہے تھے کہ ایک شقی نے آکر فرق مبارک پر خاک ڈالدی اسی حالت مین آپ گھر مین تشریف لائے- آپ کی صاحبزادی نے دیکھا تو پانی لیکر آئین- سر دہوتی تھین اور جوش محبت سے روتی جاتی تھین- آپ نے فرمایا- جان پدر- روؤ نہین- خدا تیرے باپ کو بچالے گا- طبری وابن ہشام۔

سفر طائف اور رسول اللہ صلعم کی مصیبتین باوجود اسکے کہ آنحضرت صلعم کو متواتر صدمات پیش آئے مخالفین قریش اور معاندین مکہ نے گھر مین رہنا دشوار کردیا اونکے ہر وقت کے ظلم وستم سے بچنا دشوار ہو گیا- نہ جای ماندن نہ پای رفتن

کی نوبت پہونچگئی۔ مگر باایں ہمہ جس منصب عظیم کے لئے آنحضرت صلعم منجانب اللہ مبعوث فرمائے گئے تھے جس عہدہ جلیل کی تبلیغ وتعلیم کے لئے اور تنظیم وتعلیم پر مامور کئے گئے تھے اوسکے انجام دہی اور ادا کاری مین سر مو فرق نہ آیا۔

اتنے حزن وملال اور ایسے اضطراب وانتشار کے عالم مین بھی آنحضرت صلعم کو ہمہ اُسی کی فکر تھی اور اوسی کا خیال یہ تو ظاہر تھا کہ مکہ معظمہ مین رہکر دعوت اسلام مین مخالفت قریش کی وجہہ خاص سے جسقدر دشواریان اور مشکلین پیش آتی تھین اب وہ اسقدر شدید اور ناقابل برداشت ہوگئی تھین کہ گویا آنحضرت صلعم کو مکہ مین رہکر اپنے امور مین آئندہ کامیابی کی کوئی امید باقی نہین رہی تھی اس بنا پر ضرور تھا کہ اب بیرجات مین خود تشریف لیجاکر بالنفس النفیس اسکے لئے کوشش فرماتے۔ اس تجویز مین سب سے پہلے آپ طائف مین تشریف لیگئے شبلی صاحب سفر طائف کے حالات مفصلہ ذیل عبارت مین لکھتے ہین۔

اہل مکہ سے تو قطعی ناامیدی تھی۔ اس لئے آپ نے ارادہ فرمایا کہ طائف تشریف لیجائین اور وہان دعوت اسلام فرمائین طائف مین بڑے بڑے امرا اور صاحب اثر رہتے تھے۔ ان مین عمیر کا خاندان رئیس القبائل تھا۔ یہ تین بھائی تھے۔ عبدیالیل مسعود اور حبیب۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انکے پاس گئے۔ اور اسلام کی دعوت دی۔ ان تینون نے جواب دیے وہ نہایت عبرت انگیز تھے۔ ایک نے کہا کہ اگر تجھکو خدا نے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے تو کعبہ کا پردہ (عظمت) چاک کر رہا ہے دوسرے نے کہا کیا خدا کو پیغمبری کے لئے تیرے سوا اور کوئی نہین ملتا تھا۔ تیسرے نے کہا مین بہرحال تجھسے بات نہین کرسکتا۔ تو اگر سچا ہی تو تجھسے گفتگو کرنا خلاف ادب ہے۔ اور اگر جھوٹا ہے تو گفتگو کے قابل ہی نہین۔

ان بدبختون نے اسی پر اکتفا نہین کی۔ طائف کے بازاریون کو اوبھار دیا کہ آپ کی ہنسی اڑائین۔ شہر کے اوباش ہر طرف سے ٹوٹ پڑے۔ یہ مجمع دو رویہ صف باندھ کر کھڑا ہوا۔ جب آپ ادوہر سے نکلے تو آپ کے پاؤن پر پتھر مارنا شروع کیا۔ یہانتک کہ آپ کی جوتیان خون مین بھر گئین جب آپ زخمون سے چور ہوکر بیٹھ جاتے تو بازو تھامکر کھڑا کردیتے جب آپ پھر چلنے لگتے تو پھر پتھر برساتے اور ساتھ ساتھ تالیان بجاتے جاتے۔ آخر آپ نے ایک باغ مین انگور کی ٹٹیون مین پناہ لی۔ یہ باغ عتبہ بن ربیعہ کا تھا۔ جو باوجود کفر کے شریف الطبع اور نیک نفس تھا اوس نے آپ کو اس حالت مین دیکھکر تو اپنے غلام کے ہات جسکا نام عداس تھا۔ انگور کا خوشہ ایک کشتی مین لگاکر بھیجا۔ اس سفر مین زید بن حارثہ بھی ساتھ تھے۔ سیرۃ النبی ص ۱۸۳

بیان مین اختصار شبلی صاحب کو اسقدر پسند ہی کہ وہ عبارت واقعات مین اس کی مناسبت وغیر مناسبت کا اور کبھی خیال نہین فرماتے۔ اسوجہ سے کوتہ رقمی کا موجود شعار آپ کے بیان مین ابہام پیدا کردیتا ہی۔ اسکے علاوہ نقل ترجمہ مین بھی آپ اپنے اصلی ماخذ سے اوسیقدر ترجمہ کرتے ہین جسقدر اپنے مفید مطلب پاتے ہین۔ باقی ندارد۔ حالانکہ آپ کے اوسی قلم زدہ حصہ روایت سے ارشاد رسالت کے روحانی آثار ثابت ہوتے تھے۔ تینون رئیسان ثقیف کے جواب مین لسان رسالت سے جو ارشاد کیا گیا وہ بالکل مرفوع القلم فرمادیا گیا۔ حالانکہ طبری مین جو آپ کا مستند ماخذ ہے۔ آنحضرت صلعم کا یہ خوش اخلاقانہ جواب اس عبارت مین لکھا ہوا موجود ہے۔

وقد یئس من خیر ثقیف وقد قال لھم فیما ذکر لی اذ فعلتم ما فعلتم واکتموا وکرہ رسول اللہ صلعم ان یبلغ قومہ عنہ فیذئرھم ذلک علیہ ص ۱۲۰ جز من

جب آپ روسا ثقیف کی ہدایت کی طرف سے بالکل مایوس ہوگئے تو آپ نے اون سے کہا کہ اب مین تم سے صرف یہ چاہتا ہون کہ اپنی خیالات اپنے ہی پاس رکھو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ خیالات دوسرون کے بھڑکانیکا بھی سبب بن جائین۔

ایسے دردانگیز مصائب اوٹھا کر اوس صبر مجسم اور رحمت عالم نے بارگاہ احدیت مین اپنی مصیبت کے اظہار اور عطاے ہمت و استقلال علی المصائب کی غرض خاص سے جو دعا فرمائی ہے اوسکے حرف حرف سے خدا کی جبروت و جلال اور آپ کی شان عبدیت اور تواضع و انکساری ہویدا و آشکار ہے۔ افسوس ہے کہ شبلی صاحب کے اختصار نے رسالت کے اس معیار کو بھی عام نگاہون سے پوشیدہ رکھا۔ حالانکہ آپ کے تینون ماخذ۔ مواہب لدنیہ۔ طبری اور ابن ہشام مین موجود ہے ہم زبان اقدس کے ان دعائیہ فقرات کو ابن ہشام کے الفاظ مین حسب ذیل لکھتے ہین۔

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زخمون سے چور۔ چلنے سے مجبور ہو کر عتبہ ابن ربیعہ کے باغ مین بیٹھ گئے تھوڑی دیر دم لے کر کچھ اطمینان ہوا تو یہ دعا فرمائی۔

اللھم الیک اشکو ضعف قوتی وقلۃ حیلتی وھوانی علی الناس یا ارحم الراحمین انت رب المستضعفین و انت ربی الی من تکلنی الی بعید یتجھمنی او الی عدو ملکتہ امری ان لم یکن علی غضب فلا ابالی ولکن عافیتک ھی اوسع لی اعوذ بنور وجھک الذی اشرقت لہ الظلمات وصلح امر الدنیا والاخرۃ من ان ینزل بی غضبک او یحل علی سخطک لک العتبی حتی ترضی لاحول ولاقوۃ الا بک

الٰہی۔ اپنی کمزوری بے سروسامانی اور لوگون کے تحقیر کرنے کی نسبت مین تیرے سامنے فریاد کرتا ہون۔ تو سب رحم کرنے والون سے زیادہ رحم کرنیوالا ہے۔ اور درماندہ عاجزون کا مالک ہے اور میرا مالک بھی تو ہی ہے مجھے اب کس کے سپرد کیا جاتا ہے؟ کیا بیگانہ ترش رو کے؟ یا اوس دشمن کے حوالہ کیا جاتا ہے جو کام پر قابو رکھتا ہے؟ لیکن جب مجھپر تیرا غضب نہین تو مجھے اوسکی پروا کچھ نہین کیونکہ تیری عافیت میرے لئے زیادہ و زیادہ وسیع ہے۔ مین تیری ذات سے پناہ مانگتا ہون جس سے سب تاریکیان روشن ہو جاتی ہین اور دین و دنیا کے کام درست ہو جاتے ہین کہ تیرا غضب مجھپر اوترے یا تیری نارضامندی مجھپر وارد ہو۔ مجھے تیری ہی رضامندی اور خوشنودی درکار ہے اور نیکی کرنے یا بدی سے بچنے کی طاقت مجھے تیری ہی طرف سے ملتی ہے۔ طبری ۱۰۱۲ ص

ایک عیسائی کا اقرار رسالت

اب ہم شبلی صاحب کے اوس قلمزد حصہ روایت کو اوسکے اصل ماخذ سے لکھتے ہین جسمین عتبہ بن ربیعہ کا آپ کی خدمت مین اپنے غلام عداس نامی کے ہات خوشہ انگور کا تحفہ بھیجنا۔ عداس کا جو مذہباً عیسائی تھا آپ کی صبر و تحمل اور اخلاق پاکیزہ کا مشاہدہ کر کے آپ کی رسالت کا اقرار کرنا۔ اور مشرف باسلام ہونا تفصیل سے درج ہے۔ افسوس ہے کہ آپکی اختصار پسندی آپ کی کوتہ رقمی۔ کتنے مفید مطالب و مقاصد کو۔ باوجودیکہ اصلی ماخذون مین مرقوم ہین قلمزد کر دیتی ہے۔ طبری اور ابن ہشام اس واقعہ کو مفصلہ ذیل عبارت مین لکھتے ہین۔

فلما رای ابنا ربیعہ عتبہ وشیبہ ما لقی تحرکت لہ رحمھما
فدعوا لہ غلاما نصرانیا یقال لہ عداس فقالا لہ خذ
قطفا من ھذا العنب وضعہ فی ذلک الطبق ثم اذھب
بہ الی ذلک الرجل فقل لہ یاکل منہ ففعل عداس ثم
اقبل بہ حتی وضعہ بین یدی رسول اللہ صلعم فلما
وضع رسول اللہ صلعم یدہ قال بسم اللہ ثم اکل فنظر
عداس الی وجھہ ثم قال واللہ ان ھذا الکلام ما
یقولہ اھل ھذہ البلاد قال لہ رسول اللہ صلعم ومن
اھل ای البلاد انت یا عداس وما دینک قال انا نصرانی
وانا رجل من اھل نینوی فقال لہ رسول اللہ صلعم
امن قریۃ الرجل الصالح یونس بن متی قال لہ وما یدریک
ما یونس بن متی قال رسول اللہ صلعم ذلک اخی کان نبیا
وانا نبی فاکب عداس علی رسول اللہ صلعم یقبل راسہ
ویدیہ ورجلیہ قال یقول ابنا ربیعہ احدھما لصاحبہ
اما غلامک فقد افسدہ علیک فلما جاءھما عداس
قالا لہ ویلک یا عداس مالک تقبل راس ھذا الرجل ویدیہ
وقدمیہ قال یا سیدی ما فی الارض خیر من ھذا الرجل
لقد خبرنی بامر لا یعلمہ الا نبی فقالا ویحک یا
عداس لا یصرفنک عن دینک فان دینک خیر من دینہ

طبری ص ۱۲۰۴ جز من

جب عتبہ وشیبہ پسران ربیعہ نے آپ کا (آنحضرت صلعم) یہ حال دیکھا تو رحم کھاکر اپنے غلام نصرانی عداس نامی کو بلایا اور کہا کہ انگور کا ایک خوشہ کشتی میں لگا کر اس شخص کو دیدے۔ غلام حسب حکم کے مطابق خوشہ انگور ایک کشتی میں لگا کر حضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ کے سامنے رکھدیا آپ نے انگوروں کی طرف دست مطہر بڑھایا اور زبان مبارک سے پہلے بسم اللہ فرمایا پھر انگور کھانے شروع کردیے۔ عداس نے نہایت حیرت سے جناب رسالتمآب صلعم کی طرف دیکھا اور پھر کہا یہ تو ایسا کلام ہے کہ یہاں کے باشندے ایسا کبھی نہیں کہا کرتے نبی صلعم نے پوچھا۔ عداس تم کہاں کے باشندے ہو اور تمہارا کیا مذہب ہے عداس نے جواب دیا میں نینوی کا رہنے والا اور عیسائی مذہب کا آدمی ہوں آنحضرت صلعم نے فرمایا تم مرد صالح یونس بن متی کے شہر کے رہنے والے عداس نے کہا آپ اونھیں کیا جانتے ہیں۔ رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا سبحان اللہ وہ تو میرے بھائی ہیں۔ میں بھی نبی اللہ ہوں اور وہ بھی نبی اللہ تھے۔ عداس یہ سنتے ہی رسول اللہ صلعم کے قدم پر گر پڑا اور آپ کے فرق مطہر اور دست پائے مبارک کے پے درپے بوسے لئے۔ عتبہ اور شیبہ دور سے غلام کی اس حیرت انگیز عقیدت کو دیکھکر اپنے دل میں کہنے لگے کہ لو غلام تو ہاتھوں سے گیا اتنے میں عداس لوٹ کر آگیا۔ تو اوس سے کہنے لگے۔ کم بخت تجھے کیا ہوگیا تھا کہ بلا سبب اس شخص کے ہاتھ پاؤں چومنے لگا۔ عداس بولا حضور والا اس شخص سے بہتر۔ آج کوئی دوسرا شخص روئے زمین پر نہیں ہے اس نے مجھے وہ خبر بتلائی ہے کہ جو سوا نبی اللہ کوئی دوسرا شخص کبھی نہیں بتلا سکتا۔ دونوں نے ملکر عداس کو زور سے ڈانٹا اور کہا کہ خبردار کہیں اسکے پیچھے اپنا دین چھوڑ بیٹھے تیرا دین تو اوسکے دین سے خود بہتر ہے۔

رسالت کے ارشاد وہدایت کا اتنا عظیم الشان معتبر اور پر اثر واقعہ اور شبلی صاحب کے ایسے محقق کے قلم سے قلم زد کردیا جائے تعجب ہے۔ تعجب پر تعجب تو یہ ہے کہ سیرۃ النبی کی تالیف میں زیادہ تر عیسائیت ہی سے استدلال کیا گیا ہے اور پھر ایسے مقام میں عیسائیت کی خام اور ناقص تعلیم کے مقابلہ میں اسلام کی کامل اور موثر تلقین و ہدایت کے واقعات دکھلائے گئے ہیں۔ لیکن یہ واقعہ جو ہر قرینہ اور عنوان سے قابل استدلال تھا کیونکر قلم انداز کردیا گیا؟ اس کا ظاہری سبب سوائے مولف کی عدم تحقیق واقعات

اور کوتہ فہمی کے انداز خاص کے اور کچھ معلوم نہیں ہوتا۔

ہم اس سے پہلے اسلام لانے والے عیسائی کے حالات کو خاتمہ تک پہونچا دینا ضرورت اور مناسبت مقام دونوں اعتبار سے مفید سمجھتے ہیں۔ زرقانی اس کا مآل خیر ان الفاظ میں لکھتے ہیں۔

فاکب عداس علی یدیہ و راسہ و رجلیہ یقبلھا و اسلم رضی اللہ عنہ وھو معدود فی الصحابۃ وفی سیرۃ التیمی (ابن عقبۃ التیمی) انہ قال اشھد انک عبد اللہ و رسولہ۔

عداس آنحضرت صلعم پر جھک گیا آپ کے فرق مطہر اور دست و پائے مبارک کے بوسے لئے اور اسلام لایا۔ خدا تعالیٰ اوس سے راضی ہو سیرۃ التیمی کے مصنف علامہ ابن عقبہ التیمی لکھتے ہیں کہ عداس نے اسلام لانیکے وقت اقرار کیا کہ آپ خدا کے بندے اور رسولؐ ہیں۔

امام سہیلی کی روض الانف میں عداس کا آئندہ حال یوں لکھا ہے۔

ذکر ان عداسا لما اراد سیداہ الخروج الی بدر امراہ بالخروج معھما فقال لھما اقتال ذلک الرجل الذی رایت بحائطکما تریدان واللہ ما تقوم لہ الجبال فقالا لہ ویحک یا عداس سحرک بلسانہ وفی الاصابۃ قیل قتل عداس ببدر وقیل رجع ومات۔

عداس کا حال یہ ہے کہ غزوہ بدر میں شریک ہونے کے لئے اوسکے دونوں آقا عتبہ و شیبہ پسران ربیعہ آمادہ ہوئے تو اسکو بھی ہمراہ چلنے کا حکم دیا۔ اس نے کہا۔ کیا آپ لوگ اوس شخص سے جنگ کرنیکے لئے جاتے ہیں جسکو میں آپکے احاطہ باغ میں دیکھ چکا ہوں قسم خدا کی اوسکو پہاڑ تو ہلا ہی نہیں سکتے۔ عتبہ و شیبہ نے جواب دیا کہ اے ہو تجھ پر اوس شخص نے اپنی زبان سے تجھ پر جادو کر دیا ہے۔ اصابہ میں لکھا ہے کہ عداس جنگ میں مارا گیا اور ایک قول ہے کہ جنگ بدر کے بعد زندہ رہا اور اپنی موت سے مرا

افسوس ہے کہ جب شبلی صاحب سلسلہ بیان میں ایسے ایسے ضروری واقعات کو قلم انداز فرما دیں تو پھر آپ کے سلسلہ کلام کو تمام اور تفصیل بیان کو کیسے کامل کہا جائیگا۔ یہ تو غیر مربوط۔ ناسلسل اور غیر مکمل طریقہ تحریر ثابت ہوگا۔

سفر طائف اور زید بن حارثہ کی رفاقت

شبلی صاحب نے زید کے حالات میں صرف اتنا لکھدیا کہ اس سفر میں یہ بھی شریک تھے۔ اس سے زائد کچھ نہ لکھا ہم آپ کی اس کمی کو پورا کئے دیتے ہیں۔

اس مقام پر (طائف میں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وعظ فرمانے کے عین موقع پر کفاروں نے اتنے پتھر برسائے کہ آپ چوٹ کے صدمے سے بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ زید بن حارثہ نے آپ کو اپنی پیٹھ پر اوٹھایا اور آبادی سے باہر لے گئے مونھ پر پانی کے چھینٹے دیے تو ہوش آیا۔ رحمۃ للعالمین ص ۷۵

قیام طائف کی نسبت کچھ بھی شبلی صاحب نہیں لکھتے اور نہ اوسکے ایام و وقت وقوع بتلاتے ہیں ابن سعد دس روز کی مدت بتلاتے ہیں۔ اور ماہ شوال کا عشرہ آخر بیسویں تاریخ سے لیکر تیسویں تک ابتداء ثبوت قرار دیتے ہیں۔ اونکے الفاظ یہ ہیں

فخرج الی الطائف ومعہ زید بن حارثۃ وذلک فی لیال بقین من شوال سنۃ عشر من حین نبیئ رسول اللہ صلعم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف کیطرف تشریف لے گئے اس سفر میں وہ زید بن حارثہ بھی شریک تھے شوال کا مہینہ تھا اور عشرہ آخر بیسویں

فاقام بالطائف عشرۃ ایام	تاریخ کے بعد) کے ایام۔ نبوت کا دسوان سال تھا۔ آپ نے دس روز تک طائف مین قیام فرمایا۔

کسی واقعہ کی نسبت تعیین وقت اور تعداد ایام کا نہ لکھنا مؤلف کے لئے اور خاصکر اوس مؤلف کے لئے جو تاریخی واقعات کی تدوین کرتا ہو یا سیرت کے حالات کی ترتیب دیتا ہو۔ نہایت شکایت کے قابل ہے اور اصول تالیف سے اوسکی ناواقفیت کی دلیل ہے۔ متقدمین سے زیادہ متاخرین اسکے پابند ہین لیکن شبلی صاحب اسکی ضرورت نہین سمجھتے۔

سفر طائف کے متعلق شبلی صاحب نے دو عیسائی مؤلفین کی مختلف رائین دکھلائی ہین وہ ضروری الذکر ہین اور حسب ذیل لکھی جاتی ہین۔

کیا عجیب بات ہے کہ ایک ہی واقعہ دو مختلف نگاہون کو کس طرح مختلف نظر آتا ہے۔ مرگولوس نے (العوذ باللہ) آنحضرت صلعم کے اس سفر کو سوء تدبیر مین داخل کیا ہے۔ وہ کہتے ہین کہ طائف مکہ سے بالکل قریب اور اونکے زیر اثر تھا اور وہان روساء مکہ کے باغ تھے جسکی وجہ سے اونکی آمد و رفت رہتی تھی۔ جب مکہ کے تمام روسا آنحضرت صلعم کے خلاف تھے تو طائف کے لوگون سے کیا امید ہوسکتی تھی لیکن سر ولیم میور صاحب لکھتے ہین کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روز اعتقاد اور اعتماد علی النفس تھا کہ باوجود تمام ناکامیون کے وہ تنہا ایک مخالف شہر مین بیخوف چلے گئے اور تبلیغ اسلام کا فرض ادا کیا الفضل ماشہدت بہ الاعداء آ غ۔

کسقدر عبرتناک ہے کہ شبلی صاحب سر ولیم میور کی جدید تصدیق کو تو اس سرگرمی سے تائید اسلام مین نقل فرماتے ہین۔ اور عداس رضی اللہ عنہ کی قدیم شہادت ایمان اور توثیق اسلام کو باوجودیکہ اصل ماخذون مین تفصیل سے درج ہے۔ مرفوع القلم کرتے ہین۔

سفر طائف مین گو بظاہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناکامیابی ہوئی اور نخوار کفار کے ہاتھون سخت ترین مصائب وشداد اوٹھاتے ہوئے لیکن باایمہ اگر نگاہ غور سے دیکھا جائے تو ہدایات وارشاد کی تبلیغی کوششین بیکار نہین گیئین اتنے غیر متحمل ظلم وجفا اور ستم وایذا پر اس جگرداری اور بردباری سے صبر و سکوت اختیار کرنے نے ظالمین کفار و مشرکین قریش کے دل مین آپ کے استقلال فی تبلیغ الرسالت اور استقرار فی تعلیم الامت کے ثبوت النفس کا نجر کردیے اور وہ سمجھ گئے کہ آپ کو اپنے فرائض منصبی کی ادا کاریون کے مقابلہ مین نہ جان جانے کی پرواہ ہے اور نہ ستائے جانیکی فکر۔

طائف سے واپس ہوتے ہوئے کسی شخص کے سوال کے جواب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ مین اون لوگون کی تباہی و بربادی کے لئے کیون بددعا کرون۔ اگر یہ لوگ خدا پر ایمان نہین لائے تو کیا ہوا۔ امید ہے کہ آیندہ انکی نسلین ضرور خدائے یکتا پر ایمان لانے والی ثابت ہونگی۔ رحمۃ العالمین ص ۵۸ بحوالہ صحیح مسلم عن ام المؤمنین حضرت عائشہ۔

یہی رحمت العلمین ہونیکی شان اور یہی سید المرسلین ہونیکی دلیل۔ یہ تو اس سفر کے ظاہری اثر تھے جو مخالفین کے قلوب پر جگہ

تھے اب ان کو تبیعون نے ہدایت و ارشاد و رسالت کے روحانی اثر کو بھی عداس کے واقعہ سے برأۃ العین مشاہدہ کر لیا کہ وہ بلا تحریک و ترغیب زبان مبارک سے دو لفظون کا جملہ بسم اللہ سنکر اسقدر متاثر ہوا کہ دم کے دم مین کہان تو پکا عیسائی تھا پکا مسلمان ہوگیا۔ اور بلا خوف و ہراس و بے وسواس بلند آواز سے اشہد انک عبدہ و رسولہ کہکر آپ کی رسالت کی تصدیق کرنے لگا۔ ھذا فضل اللہ یوتیہ من یشآء۔

طائف سے مکہ مین واپس ہونیکے وقت دشواریان۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تبلیغی خدمات مکہ ہی تک منحصر نہین تھے یا طائف ہی تک جاکر ختم ہونے والے نہین تھے۔ آپ نے دس روز تک طائف مین متواتر صدمات اوٹھائے اور اون پر کمال استقلال صبر فرمایا۔ گیارہوین دن طائف سے نخلہ مین چلے آئے وہ بارہ روز یہان بھی قیام رہا پھر وہان سے حرا مین تشریف لائے یہان پہونچکر ستمگاران طائف کی طرح کفاران مکہ سے بھی ایذا رسانی کا خوف آیا کیونکہ اصلاً دونون ایک تھے اور اونکی امارت و وجاہت کے زیر اثر وہان کے تمام باشندے تھے۔ اس بنا پر آپکو اندیشہ تہا کہ مراجعت مکہ کے وقت مشرکین قریش بھی وہی منظر پیش کرین۔ جو ظالمین طائف دس روز پیشتر پیش کرچکے ہین موجودہ قرائن و اسباب بھی اسکا شبہہ دلا رہے تھے کیونکہ آپ مکہ کے معاونین و معتقدین سے مکہ خالی ہوچکا تھا۔ جناب خدیجۃ الکبریٰ اوٹھ چکی تھین حضرت ابو طالب انتقال فرماچکے تھے۔ اور بقول شبلی صاحب اب ان لوگون کے بعد قریش کو کس کا پاس تھا باقی رہی ضعفائے مسلمین کی جماعت جسمین گو حضرت حمزہ اور حضرت عمرؓ کے ایسے لوگ بھی ضرور تھے مگر ان مین سے ایک بھی کفار کے بڑھتی ہوئی قوت کی مدافعت پر قادر نہین تھا انھین قرائن کو مد نظر رکھکر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مقام حرا سے جیسا کہ شبلی صاحب تحریر فرماتے ہین مطعم ابن عدی کے پاس پیغام بھیجا کہ "اگر تم مجھے اپنی حمایت مین لینے کا وعدہ کرو تو مین مکہ مین آنے کا قصد کرون" مطعم نے آپ کا پیام سنتے ہی قبول کرلیا کیونکہ عرب کا قدیم دستور تھا کہ وہ دشمن سے دشمن کی بھی درخواست اعانت و نصرت کو نامنظور نہین کرتے تھے پھر اسیوقت مطعم بن عدی نے اپنے بیٹون کو سامنے بلاکر حکم دیا کہ مسلح ہوکر حرم محترم مین چلے جاؤ۔ محمد صلعم آتے ہین۔ خبردار کوئی فرد واحد اونسے مزاحم نہ ہونے پائے۔ بیٹے تو باپ کا حکم پاکر کعبہ مین گئے۔ اور اسی اثنا مین رسول اللہ صلعم شہر مین داخل ہوئے تو مطعم بن عدی اپنے ناقہ پر سوار ہوکر آپ کے ہمراہ ہولیا۔ اور باواز بلند پکار پکار کر کہنے لگا کہ مین نے محمد صلعم کو اپنی حمایت و ضمانت مین لیا ہے اور مین انکا حامی ہون۔ کوئی شخص بھی آپ سے مزاحم ہوا۔ آپ باطمینان تمام خرامان خرامان خانہ کعبہ مین تشریف لائے طواف کیا۔ نماز پڑھی پھر دولتسرا مین تشریف لائے امام قسطلانی اور ابن سعد کا بیان ہے کہ مطعم اور اوسکے بیٹے۔ آپ کو تلوارون کے سایہ مین لائے اور گھر تک پہونچا گئے۔

یہ ہے جبروت لاتناہیہ کی قدرت اور مشیت الٰہیہ کی ندرت کہ اوس نے مخالفین و معاندین سے اسوقت وہ خدمت کرائی جو معتقدین و موئدین کے خاص فرائض تھے۔ ان اللہ بالغ امرہ و ھو علیٰ کل شئ قدیر۔

مختلف مواقع پر قبائل عرب مین اسلام کی تبلیغ

حدیث و سیر کی تمام کتابین بتلاتی ہین کہ مکہ مین واپسی کے بعد بھی تبلیغ اسلام کا سلسلہ مکہ مین رہکر اور بیرونجات مین جاکر ہمیشہ جاری اور قائم رکھا جاتا تھا۔

قبائل کے علاوہ اون تمام مقامات پرجہان عرب مین سالانہ میلے اور تجارت کی بری بڑی منڈیان لگتی تھین اور وہان عرب کے قدیم تمدن کے مطابق ملک کے بڑے بڑے امراء۔ روساء شعراء اور فصحا جمع ہوکر اپنی فصاحت و بلاغت کے کمالات دکھلاتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبلیغ اسلام اور ہدایت عام کی ضرورت خاص سے وہان خود تشریف لیجاتے تھے۔ اور مقیم ہوکر بندگان خدا کو خدا کے احکام پہونچاتے تھے۔ طبری اور ابن ہشام نے ان میلون اور منڈیون مین سے خاص طور پر عکاظ۔ مجنہ اور ذوالمجاز کا نام لکھا ہے۔ اور قبائل عرب مین بنو عامر۔ محارب۔ فزارہ۔ غسان۔ مرۃ۔ حنیفہ۔ سلیم۔ عبس۔ بنونصر۔ کندہ۔ کلب۔ حارث۔ بن کعب۔ عذرہ اور حضارمہ کے نام تبلائے ہین۔

ان تمام قبائل کے پاس آپ بالنفس النفیس تشریف لیجاتے تھے۔ اور قبول اسلام کی دعوت فرماتے تھے لیکن بدبخت ابولہب بھی سراغ لگاکر ہر مقام پر اور ہر قبیلہ مین آپ سے پہلے یا آپ کے ہمراہ پہونچ جاتا تھا اور جب آپ کسی جماعت مین موعظت فرماتے تھے۔ تو یہ کمبخت آپ کے ساتھ ہی تقریر کرتا اور نعوذ باللہ کہتا کہ تم لوگ انکی باتون کو ہرگز نہ سننا اور نہ اُن کی کسی قول و عہد پر اعتبار کرنا۔ یہ تو مدت ہوئی دین عرب سے برگشتہ ہوگئے ہین اور ہمیشہ جھوٹ بولنے کے عادی ہوگئے ہین۔

ہم ان قبائل مین سے چند قبائل کے واقعات طبری اور ابن ہشام سے خلاصہ کرکے ذیل مین لکھتے ہین۔

قبیلہ بنو حنیفہ۔ یہ قبیلہ یمامہ مین آباد تھا۔ عرب کا مشہور مسیلمہ کذاب جسنے جہالت و گمراہی کے زعم مین نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ اسی قبیلہ کا سردار تھا۔

قبیلہ بنو ذہل بن شیبان کے پاس جب آپ تشریف لیگئے تو حضرت ابوبکرؓ بھی ہمراہ تھے۔ مفروق سردار قبیلہ تھا حضرت ابوبکرؓ نے آنحضرت صلعم کی معرفی کرائی اور کہا تم نے کسی پیغمبر کا تذکرہ سنا ہے وہ آپ ہی ہین مفروق نے آنحضرت صلعم کی طرف رُخ کرکے پوچھا۔ برادر قریش۔ آپ کیا یقین کرتے ہین اور کیا تلقین فرماتے ہین ارشاد فرمایا۔ خدا ایک ہے اور مین اوس کا پیغمبر ہون پھر یہ آیتین سنائین۔

قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم ان لا تشرکوا بہ شیئا وبالوالدین احسانا ولا تقتلوا اولادکم من املاق نحن نرزقکم وایاھم ولا تقربوا الفواحش ما ظھر منھا وما بطن ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق ذلکم وصاکم بہ لعلکم تعقلون

اے پیغمبر کہدو کہ مین تمہین سناؤن کہ خدا نے کیا چیزین حرام کی ہین یہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ والدین کا حق خدمت ادا کرو اور اپنے بچون کو افلاس کی وجہ سے نہ قتل کر ڈالو ہم تمکو اور اونکو دونوں کو روزی دینگے فحش باتون کے پاس نہ جاؤ۔ وہ ظاہر ہون یا پوشیدہ اور آدمی کی جان جسکو خدا نے حرام کیا ہے ہلاک نہ کرو یہی خدا کی ہدایتین ہین کہ تم اون پر سمجھکر عمل کرو۔

اس قبیلہ کے حقیقتاً تین رئیس تھے۔ مفروق مثنیٰ اور ہانی بن قبیصہ اور وہ سب کے سب آپ کی تشریف آوری کے موقع پر موجود تھے۔ ان لوگون نے زبان مبارک سے ان آیات قرآنی کو سُنکر صدائے احسنت بلند کی لیکن جب اقرار اسلام کا

وقت آیا تو ان الفاظ مین اپنی مجبوری ظاہر کی کہ مدت کا خاندانی دین دفعتاً چھوڑ دینا زود اعتقادی کا الزام لائے گا اسکے علاوہ ہمارا قبیلہ کسرائے فارس کے زیر اثر ہے۔ اور جانبین سے حال مین معاہدہ ہوچکا ہے کہ شاہ ایران کے بعد ہم لوگ کسی دوسرے حاکم یا فرمانروا کے زیر اثر نہ آئین گے۔ یہ کلام سنکر نہایت متانت اور خاموشی سے آنحضرت صلعم نے اونکی حقیقت بیانی کی تحسین کی اور فرمایا تو یہ۔ خیر۔ خدا کا دین ہے تو خدا اوسکی آپ مدد کریگا۔ روض الانف سہیلی باسناد قاسم بن ثابت۔

قبیلہ بنو عامر کے پاس تشریف لے گئے اور اونکو موعظت فرمانے لگے۔ تو اثنائے تقریر مین فراس نامی ایک شخص اوس قبیلہ کا آپ کے مدعا اور حسن بیان کو سنکر دوسرے لوگون سے کہنے لگا کہ اگر یہ شخص مجھکو ہاتھ آجائے تو مین اسکے ذریعہ سے تمام عرب کو اپنے زیر اثر کر لون۔ یہ کہکر جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخاطب ہوا اور پوچھنے لگا کہ یہ تو بتلائیے کہ اگر ہم سب آپ کا ساتھ دین اور آپ اپنے تمام مخالفین پر غالب آجایئن تو کیا آپ کے بعد آپ کی ریاست ہمکو مل سکتی ہے؟ ارشاد ہوا کہ یہ خدا کی بات ہے اور خدا ہی کے ہاتھ ہے۔ اگر وہ چاہے تو دے سکتا ہے اوس نے کہا۔ واہ۔ واہ آج تو ہم اپنے سینے قدر اندازان عرب کے سامنے ہدف بنایئن اور حکومت دوسرے لے اڑین۔ ہمین غرض نہین۔

قبیلہ کندہ مین تشریف لیگئے۔ سردار قبیلہ کا نام ملیح تھا۔ موعظت فرمائی لیکن کسی کو بھی قبول اسلام کی توفیق نہوئی۔

قبیلہ بنی عبدالدار مین پہونچے تو ارشاد کیا کہ تمہارے جد اعلی کا نام عبداللہ تھا۔ تم لوگ بھی اسم بامسمی ہوجاؤ۔ تو تمہارے دین و دنیا کے لئے بہتر ہوگا لیکن کوئی بھی شنوا نہین ہوا۔

قبیلہ بنو حنیفہ کی کیفیت اوپر بیان ہوچکی ہے۔ تمام ارباب تاریخ و حدیث کا اسپر اتفاق ہے کہ ان تمام قبائل مین سب سے بدتر طریق پر اسی قبیلہ نے آپ کا انکار کیا۔ مگر سبحان اللہ۔ اس خلق مجسم نے سوائے کلمہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ کے دوسرا کوئی کلمہ زبان مبارک سے نہ نکالو۔

اگرچہ ان تمام قبائل مین تبلیغ اسلام کی متواتر کوشش فرمائی گئی اور ہر فرد واحد کو دین الٓہی کی بشارت پہونچائی گئی۔ لیکن بظاہر کہین بھی کامیابی نہ ہوئی۔ اوپر بیان ہوچکا ہے کہ ان تمام قبیلون کے دورے مین بدبخت ابولہب ساتھ ساتھ ہوتا تھا اور روز روز ہر مجمع مین اور ہر موقع پر آپ کی تقریر کی تردید کرتا جاتا تھا۔ اور اوسکے مغویانہ بیان کے مطابق جاہل اہل قبائل اوسی کی سنتے تھے اور مانتے تھے۔ اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد و ہدایت کو ذرا خیال مین نہ لاتے تھے اس لئے کفار قریش کو یہ چاہیتا تھا کہ وہ ان حالتون کو دیکھکر مخالفت اسلام کی طرف سے خموش رہجاتے اور سمجھ لیتے کہ ابولہب کی مفسدہ انگیزیون سے اسلام کا دائرہ تبلیغ روز بروز تنگ ہوتا جاتا ہے اور بیرونجات مین ایکقدم بھی آگے نہین بڑھتا۔

طائف سے واپسی پر رسول اللہ کی مصیبتین

کفار قریش ایسے کیا تھے کہ پیغمبر اسلام کی طرف سے ایک دم کے لئے بھی خموش رہتے۔ ہم اوپر بیان کرچکے ہین کہ مطعم بن عدی کی ضمانت و حمایت مین طائف سے لوٹ کر آپ مکہ مین داخل ہوئے تھے۔ ورنہ کسی شخص خاص کی حمایت و ضمانت بغیر آپ مکہ مین اپنے داخلہ کو پرخطر سمجھتے تھے قریش کی مخالفت اس حد تک

پہونچی ہوئی تھی۔ اونکی اس دلیری اور جرأت کا باعث صرف ابیطالب کے ایسے حامی اور مربی کا رسول اللہ صلعم کے سر سے اوٹھ جانا تھا۔ شبلی صاحب نے تفصیل سے اسوقت کے حالات کو لکھا ہے۔ ہم اونھیں کی نقل عبارت پر اکتفا کرتے ہین۔

قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخت مخالفت کی اور چاہا کہ آپ کو اسقدر ستائین کہ آپ مجبور ہو کر تبلیغ اسلام سے دست بردار ہو جائین۔ سوء اتفاق سے جو کفار آپ کے ہمسایہ تھے وہ ابوجہل۔ ابولہب۔ اسود بن عبدیغوث ولید بن مغیرہ۔ امیہ بن حلف منبہہ بن الحجاج عقبہ ابن معیط حکم بن ابی العاص تھے اور یہی سب سے بڑھکر آپ کی دشمن تھے۔ (ابن سعد طبقات ج ۱ ص ۱۳۴) یہ لوگ آپ کی راہ مین کانٹے بچھاتے تھے نماز پڑہتے وقت ہنسی اوڑاتے۔ سجدے مین آپ کی گردن پر اوجھڑی لاکر ڈالدیتے گلے مین چادر ڈالکر اس زور سے کھینچتے کہ گردن مبارک مین بدھیان پڑجاتین آپ کی روحانی قوت اثر کو دیکھکر لوگ جادوگر کہتے۔ دعوی نبوت کو سنکر مجنون کہتے باہر نکلتے تو شریر لڑکے پیچھے پیچھے غول باندھکر چلتے (مسند امام احمد حنبل ج ۱ ص ۲۰۳) نماز جماعت مین قرآن زور سے پڑہتے تو قرآن۔ قرآن کے بھیجنے والے (خدا) اور قرآن کے لانے والے رسولؐ کو گالیان دیتے (بخاری شریف ص ۶۸۶)

ایک دفعہ آپ حرم مین نماز پڑھ رہے تھے۔ رؤسائے قریش بھی موجود تھے۔ ابوجہل نے کہا کاش اسوقت کوئی جاتا۔ اور اونٹ کی اوجھ نجاست سمیت اوٹھا لاتا کہ جب محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سجدے مین جاتے تو اونکی گردن پر ڈالدیتا عقبہ ابن معیط نے کہا یہ خدمت مین انجام دیتا ہون۔ چنانچہ اوجھ لاکر آپ کی گردن پر ڈالدی۔ قریش مارے خوشی کے ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے کسی نے جاکر حضرت فاطمہ (سلام اللہ علیہا) کو خبر کی۔ وہ اگرچہ اوسوقت پانچ چھہ برس کی تھین لیکن جوش محبت سے دوڑی آئین۔ اور اوجھ کو ہٹا کر عقبہ کو برا بھلا کہا اور بد دعائین دین۔ بخاری باب الطہارت وصحیح مسلم و زرقانی جلد اول ص ۲۹۴

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کہین کسی مجمع مین دعوت اسلام کا وعظ فرماتے تھے تو ابولہب۔ آپ کے ساتھ رہتا تھا برابر سے کہتا جاتا تھا کہ یہ جھوٹ کہتا ہے۔ ایک صحابی کا بیان ہے کہ ایکدفعہ جب مین اسلام نہین لایا تھا کہ آنحضرت صلعم بازار ذوالمجاز مین گئے اور مجمع مین گھسکر لوگون سے کہا کہ لا الٰہ الا اللہ کہو۔ ابوجہل آپ پر خاک پھینکتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ اسکے فریب مین نہ آنا۔ یہ چاہتا ہے کہ تم لوگ لات وعزی کی پرستش چھوڑ دو (مسند امام احمد حنبل جلد ۴ ص ۶۳)

طائف مین کفار نے آپ کو جو اذیتین پہونچائین اونکا بیان آگے آئے گا۔

ایکدفعہ آپ حرم کعبہ مین نماز پڑہتے تھے۔ عقبہ نے آپ کی گردن مین چادر لپیٹ کر نہایت زور سے کھینچی اتفاقاً حضرت ابوبکرؓ آگئے اور آپ کا شانہ پکڑ کر عقبہ کے ہاتھ سے چھڑایا۔ اور کہا ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو صرف یہ کہتا ہے کہ خدا ایک ہے [1]

[1] افسوس ہے شبلی صاحب نے ایک ایک کرکے قریش کے تمام چھوٹے بڑے مظالم کو بیان کردیا۔ مگر مشرکین کی جماعت کا اوس ناز یبا کردار کو ذرا بھی نہین لکھا جسکی پوری تفصیل قرآن مجید کے آیہ اِنَّا کَفَیۡنٰکَ الۡمُسۡتَہۡزِءِیۡنَ کی تفسیر مین اور سورۂ اِنَّاۤ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ کی شان نزول مین نہایت وضاحت کے ساتھ مرقوم ہے۔ اگر آپ نے کسی عذر خاص سے مرفوع القلم فرمادیا تو ہم معمولاً آپ کی کمی کو پورا کئے دیتے ہین۔

واقعہ یہ ہے کہ آپ کے بچے خصوصاً اولاد ذکور کمسنی مین سب کے سب جان بحق تسلیم ہوگئے۔ اور کوئی اولاد نرینہ باقی نہ رہی تو کفار جو ہر وقت ہر قسم کی عیب جوئی کیا کرتے تھے۔

جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دشمنی مین نہایت سرگرم تھے اور رات دن اسی شغل مین رہتے تھے اونکے نام جیسا کہ ابن سعد نے طبقات مین لکھے ہین حسب ذیل ہین۔ ابو جہل۔ ابو لہب۔ اسود بن عبد یغوث۔ حارث بن قیس بن عدی۔ ولید بن مغیرہ۔ امیہ۔ ابی بن خلف۔ ابو قیس بن فاکہ بن المغیرہ۔ عاص بن وائل۔ نضر بن حارث منبہ بن الحجاج۔ زہیر بن ابی امیہ سائب بن صیفی۔ اسود بن الاسد۔ عاص بن سعید ابن العاص۔ عاص بن ہاشم عقبہ بن معیط ابن الاسدی ہذلی حکم ابن العاص اور عدی بن حمرا۔ یہ سب کے سب آنحضرت صلعم کے ہمسایہ اور ان مین سے اکثر صاحب جاہ واقتدار تھے۔

مصائب پر رسول اللہ ﷺ کا صبر یہ جو کچھ ہوا۔ نہایت دردانگیز اور حسرت خیز تھا لیکن تعجب انگیز نہ تھا۔ دنیا کی تاریخ مین کوئی ایسی مثال نہین ہے کہ ناما نوس اجنبی صدائین رغبت سے سن لی گئی ہون۔ حضرت نوح علیہ السلام کو سیکڑون برس تک قوم کی نفرت اور وحشت کا سامنا رہا۔ یونان دنیا کی شایستگی کا معلم اول ہے۔ تاہم اسکے حکمت کدہ مین سقراط کو زہر کا پیالہ پینا پڑا حضرت عیسی علیہ السلام کو دار ورسن کا منظر پیش آیا۔ اس بنا پر عرب اور قریش نے جو کچھ کیا وہ سلسلہ واقعات کی غیر معمولی کڑی نہ تھی لیکن غور طلب یہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا کیا؟ سقراط پیالہ پیکر فنا ہو گیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ایک قیامت خیز طوفان کی استدعا کی اور دنیا کا ایک بڑا حصہ برباد ہو گیا حضرت عیسی علیہ السلام تین چالیس شخصون کی مختصر جماعت پیدا کر کے بروایت نصاری سولی پر چڑھ گئے لیکن سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرض ان سب سے بالاتر تھا۔

خباب بن الارت نے قریش کی ایذا رسانی سے تنگ آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین عرض کی کہ آپ انکے حق مین بددعا کیون نہین فرماتے آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ فرمایا کہ تم سے پہلے وہ لوگ گذرے ہین جنکے سر پر آرے چلائے جاتے تھے اور چیرڈالے جاتے تھے۔ تاہم وہ اپنے فرض سے باز نہ آئے۔ خدا اس کام کو پورا کرے گا۔ یہانتک کہ شتر سوار صنعا سے حضرموت تک سفر کریگا۔ اور اوسکو سوائے خدا کے اور کسی کا ڈر نہو گا۔ کیا یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری نہین ہوئی؟ سیرۃ النبی جلد اول

ضرور پوری ہوئی۔ اور پوری حقیقت اور واقعیت کے ساتھ پوری ہوئی۔ دنیا اور اہل دنیا نے دیکھ لیا کہ آپ کے زمانہ حیات ہی مین نبی عربی صلعم نے اس بشارت ایزدی کو کامل کر دکھلایا۔ زبان رسالت اس پیشینگوئی کے متعلق اور وَمَا يَنطِقُ إِلَّا وَحْيٌ کے مطابق بالکل ترجمان قدرت ثابت ہو گئی۔ اب بھی مخالفین تعصب ونفسانیت سے تصدیق اسلام وبانی اسلام علیہ السلام کی نسبت عذر وکلام کرین تو انکار بدیہیات کے سوا اور کیا کہا جاوے۔ اور بدیہیات سے انکار کرنیوالا حیوان لایعقل سے زیادہ نہین سمجھا جاسکتا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ دیگر اور جن مین عاص بن وائل اور عقبہ ابن معیط الاموی اور ابوسفیان ابن حرب کے نام خصوصیت کے ساتھ بتلائے جاتے ہین۔ اس امر خاص کے لئے آپ کو ابتر کہنے لگے۔ کیونکہ محاورہ عرب مین لاولد کو تعریضاً ابتر کہا کرتے تھے۔ انکی تعریض کو سنکر آنحضرت صلعم بیحد محزون وملول خاطر ہوئے۔ خدا نے اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ کی بشارت پہونچائی اور حقیقت کی دائمی مثال دکھلائی کہ آج روئے زمین پر پیغمبر کی اولاد اور اونکے نام لیوا بیحد بیشمار ہین اور بنو امیہ وبنو سہم کی کوئی یادگار باقی نہین اور اگر کوئی ہو بھی تو شرم وعار سے اقرار پر تیار نہو گا۔ المولف عفی عنہ

شبلی صاحب نے اپنے اس سوال کے جواب میں کہ انبیاء و مرسلین سابقین کے مقابلہ میں سرورِ عالم نے کیا کیا؟ صرف حضرت نوح ع اور جناب عیسیٰ ع کے استقلال کی مثال دکھلائی ہے۔ حالانکہ مدعائے بحث سے اونکے حالات کو مناسبت نہیں کیونکہ مدعا و سلسلہ بیان تو ایسی مثال چاہتا ہے کہ رنج و ایذا ظلم و جفا کے مقابلہ میں سوائے صبر و رضا کے شکوہ و بددعا نہ کی جائے۔ حالانکہ حضرت نوح ع نے اپنی امت کے مظالم سے تنگ آکر بددعا کی قرآن مجید میں اوسکے یہ الفاظ ہیں۔

وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا إِنَّكَ إِن تَذَرْهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا

اور نوح نے (اونکے حق میں) یہ بددعا کی کہ (اے میرے) پروردگار (ان) کافروں میں سے کسی شخص کو بھی (زندہ) نہ چھوڑ کہ روئے زمین پر بستا نظر آئے کیونکہ تو اگر انھیں رہنے دیگا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کرینگے اور ان سے جو نسل چلے گی وہ بھی بدکار اور کٹّے کافر ہی ہوں گے۔

اب دیکھئے ظالمین امت کے ان مظالم سے تنگ آکر ایسے موقعوں پر ہمارے سرورِ عالم روحنا له الفداء نے کیا ارشاد فرمایا؟ جو طائف میں جو آپ پر ظلم و ستم کئے گئے اور جیسے اور جتنے مصائب اوٹھائے گئے وہ اعظم ترین مصائب ہیں۔ انسان کیلئے بالکل ناقابل برداشت لیکن ان ظالمین کی ستمگاریوں اور کفر کرداریوں کے جواب میں کہا تو یہ، کہ میں ان لوگوں کی تباہی و بربادی کے لئے کیوں بددعا کروں۔ صرف اس لئے کہ ہمارے کہنے سے یہ ایمان نہیں لائے۔ اگر یہ ایمان نہیں لائے تو کیا ہوا۔ یقین ہے کہ انکی آیندہ نسلیں ضرور خدائے واحد پر ایمان لانے والی ہونگی۔ صحیح مسلم باسناد حضرت عائشہ جلد پنجم ۵

حضرت نوح ع کو اپنی امت ناشنوا کی آیندہ نسلیں میں برابر کافر ہی کافر ہونیکا اندیشہ ہے۔ بخلاف انکے سید المرسلین و خاتم النبیین کو مشرکین قریش کے اعقاب و اسلاف کے موحدین نکلنے پر یقین کامل ہے۔ اسی لئے حضرت نوح ع ہاتھ اوٹھا کر بددعا کرتے ہیں اور جناب محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء سر جھکا کر صبر فرما جاتے ہیں۔ اسی سے ہر شخص بآسانی سمجھ لیگا کہ حضرت نوح کا صبر استقلال۔ تسلیہ قلب اور سکینۂ الٰہی بڑھا ہوا تھا یا ہمارے سرورِ عالم کا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال بھی ناقص ہے۔ صلیب پر چڑھتے چڑھتے۔ جناب عیسیٰ بن مریم کے لبہائے معجز نما سے یہ فقرے نکل ہی پڑے ایلی ایلی لما سبقتنی میرے خدا تو نے بھی مجھے چھوڑ دیا۔ یہ فقرات آجتک انجیل کے تمام مطبوعہ اور مترجمہ نسخوں میں مرقوم ہیں لیکن ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احد کی لڑائی میں سخت مجروح ہو کر دندان مبارک کے ٹوٹ جانے اور بہت خون بہ جانے کی وجہ سے ایک گڈھے میں گر کر بھی ظالمین قریش کے ان مظالم و شدائد کا کوئی شکوہ یا گلہ نہیں کیا۔ صرف کہا تو یہ رَبِّ اهْدِ قَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ پروردگار میری قوم کو ہدایت فرما کہ وہ نہیں جانتے ہیں۔

مرقومۂ بالا حضرت عیسیٰ کے فقرات سے معلوم ہوتا ہے کہ اون کے پائے استقلال بھی جنبش میں آگئے لیکن رسول عربی صلعم کے استقرار و ثبات میں سرمو کمی نہیں آئی۔ دعا کی بددعا نہ کی۔ جو کلمات ارشاد فرمائے وہ ہدایت کئے جانے کے فقرات دعائیہ ہی ثابت ہوتے ہیں۔

شبلی صاحب نے غور نہیں کیا۔ اور نہ تفحص حالات فرمایا۔ نوح اور عیسیٰ علیہما السلام پر موقوف نہیں۔ انبیائے سابقین

علیہم السلام کے مقدس دائرے مین صحابہ حضرات کو قریب قریب ایسے ہی غلطی پیش آئے ہین اور اون بزرگوارون نے محض بشریت کے تقاضے سے مختلف موقعوں پر اس طرح لبہائے شکایت کھولے ہین لیکن سرور عالم نے ان امور مین ہمیشہ سے احتیاط مدنظر رکھی اور سخت سے سخت مصیبتون کے وقت مین بھی سوائے صبر و سکوت کے حرف شکایت زبان مبارک سے نہ نکالے اور آپ کے اس حلم و وقار اور صبر و استقرار نے آپ کے خلق مجسم اور رحمت عالم ہونیکی پوری شان دکھلا دی۔

مدینہ منورہ اور قبائل انصار

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ

خدا ہی اپنی رسالت کی جائے ودیعت کا بہتر جاننے والا ہے

شجرۂ طیبہ رسالت کی نشو و نما تو ریگستان مکہ سے ہوئی لیکن تیرہ برسون کے بعد یہ نخل مقدس نخلستان مدینہ منورہ مین منتقل ہو کر بارآور ہوا۔ وادی فاران انوار رسالت کی تجلی گاہ تو ضرور تھا۔ مگر اوسکی جلوہ فرمائی کا ابدی مرکز یثرب کی خاک پاک تھی۔ توحید کی تعلیم مکہ سے ضرور آغاز ہوئی۔ مگر تیرہ برسون کی شبانہ روز کوششون کے بعد مسلمانون کی ایک مختصر سی جماعت سے زیادہ تیار نہ ہو سکی اسلام کی دعوت پر عام صدائے لبیک اہل یثرب ہی کی خوش قسمتی کے ساتھ مخصوص تھی۔

مدینہ کا اصلی نام یثرب تھا۔ بنی عمالقہ مین یثرب نامی رئیس القبیلہ نے اس شہر کو اپنے نام سے آباد کیا تھا جیسا کہ جلد اول مین بیان ہو چکا ہے۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قیام کے وقت سے اس کا نام مدینۃ النبی ہو گیا اور فی الحال کثرت استعمال سے مدینہ ہو کر رہ گیا۔ جلد اول مین بیان ہو چکا ہے کہ بخت نصر کے وقت مین بیت المقدس کی تباہی و بربادی کے وقت قوم یہود پریشان و سرگشتہ ہو کر دور دراز اقطاع عالم مین جا کر پناہ گزین ہوئی انھین ایام مین یہودیون کے اکثر قبائل اسطرف آ کر آباد ہو گئے اور رفتہ رفتہ انکی نسلون نے اس تمام علاقے کو اپنے زیر اثر کر لیا۔ اور وہان کے اصلی اور قدیم باشندون کی حکومت بھی حاصل کر لی انھون نے اپنے زور اقتدار سے قرب و جوار مین اپنے چھوٹے چھوٹے قلعے بھی بنا لیے۔ انکی امارت و اقتدار کا اثر حوالی یثرب سے بڑھکر وادی القریٰ، تیما اور ارض خیبر تک پھیل گیا۔

انصار کی تحقیق خاص مین شبلی صاحب رقمطراز ہین:۔

انصار اصل مین یمن کے رہنے والے تھے اور قحطان (جرہم اولیٰ) کی اولاد سے تھے۔ یمن مین جب مشہور سیلاب آیا جس کو سیل عرم کہتے ہین تو یہ لوگ یمن سے نکل کر مدینہ مین آباد ہوئے۔ یہ دو بھائی تھے۔ اوس اور خزرج۔ تمام انصار انھین دو خاندان سے ہین۔ یہ خاندان جب یثرب مین آیا۔ تو یہود نہایت اقتدار اور اثر رکھتے تھے۔ آس پاس کے تمام مضافات اونکے قبضہ مین تھے۔ اور دولت و مال سے مالا مال تھے۔ چونکہ آل و اولاد کی کثرت سے بیس پچیس قبیلہ بن گئے تھے اسلیئے دور دور تک بستیاں بسالی تہین۔ انصار کچھ زمانہ تک الگ رہے۔ لیکن انکا زور و اثر دیکھکر بالآخران کے حلیف بن گئے ایک مدت تک یہ حالت قایم

رہی۔ لیکن اب انصار کا خاندان بھی پھیلتا جاتا تھا۔ اور اقتدار حاصل کرتا جاتا تھا۔ یہود نے پیش بینی کے لحاظ سے ان سے معاہدہ توڑ ڈالا۔ یہودیون مین ایک رئیس فطیون پیدا ہوا جو نہایت عیاش اور بدکار تھا۔ اوسنے یہ حکم دیا کہ جو دوشیزہ لڑکی بیاہی جاوے پہلے اسکے شبستان عیش مین آے۔ یہود نے اسکو گوارا کر لیا تھا لیکن جب انصار کی نوبت آئی تو اونھون نے سرتابی کی۔ اس زمانہ مین انصار کا سردار ایک شخص مالک ابن عجلان تھا۔ اس کی بہن کی شادی ہوئی تو وہ عین شادی کے دن گھر سے نکلی اور اپنے بھائی مالک ابن عجلان کے سامنے سے بے پردہ گذری۔ مالک کو غیرت آئی اور اوٹھکر گھر مین آیا۔ اور بہن کو سخت ملامت کی۔ اوس نے کہا ہان لیکن کل جو ہوگا اس سے بھی بڑہکر ہے دوسرے دن حسب دستور جب مالک کی بہن دولھن بنکر فطیون کی خلوت گاہ مین گئی تو مالک بھی زنانے کپڑے پہنکر سہیلیون کے ساتھ گیا اور فطیون کو قتل کر کے شام کو بھاگ گیا۔ یہان غسانیون کی حکومت تھی اور ابوجبیلہ حکمران تھا اس نے یہ حالات سُنے تو ایک فوج گران لیکر آیا اور اوس و خزرج کے روسا کو بلوا کر اونکو خلعت اور صلے دیے۔ پھر رؤسائے یہود کی دعوت کی اور ایک ایک کو دہوکے سے قتل کرا دیا یہود کا زور اب ٹوٹ گیا اور انصار نے نئے سر سے قوت حاصل کی بحوالہ

وفا الوفا سمہودی۔

انصار نے مدینہ اور حوالئے مدینہ مین کثرت سے چھوٹے چھوٹے قلعے بنائے اوس اور خزرج ایک مدت تک باہم متحد رہے لیکن پھر عرب کی فطرت کے مطابق خانہ جنگیان شروع ہو گئین۔ اور سخت خونریز لڑائیان ہوئین سب سے آخر لڑائی مین جس کو بعاث کہتے ہین اس زور سے معرکہ پڑا کہ دونون خاندانون کے تمام نامور لڑ لڑ کر مر گئے انصار اب اسقدر ضعیف ہو گئے کہ انھون نے قریش کے پاس سفارت بھیجی کہ ہمکو حلیف بنا لیجئے لیکن ابوجہل نے معاملہ درہم برہم کر دیا۔ انصار گو بت پرست تھے۔ تاہم یہود سے میل جول تھا اس لئے نبوّت اور کتب آسمانی سے گوش آشنا تھے یہود سے گو انصار ایک گونہ رقابت رکھتے تھے۔ لیکن اونکے فضل و کمال علمی کے معترف تھے۔

یہود نے مدینہ مین جو علمی مدارس قایم کئے تھے جنکو بیت المدارس کہتے تھے (بخاری وغیرہ مین بھی یہی نام مذکور ہین) ان مین توراۃ کی تعلیم ہوتی تھی اس سے ان پر یہود کے علمی تفوق کا خواہ مخواہ اثر پڑتا تھا۔ یہان تک کہ انصار مین جنکی اولاد زندہ نہین رہتی تھی وہ منت مانتا تھا کہ بچہ زندہ رہیگا تو یہودی بنایا جائیگا۔ یہودی عموماً یقین رکھتے تھے کہ ایک پیغمبر ابھی اور آنیوالا ہے۔ اس بنا پر سب سے پہلا شخص جو اسلام سے مشرف ہوا۔ قبیلہ انصار مین سوید بن صامت نامی ایک شخص بہت بڑا شاعر اور شجاع و دلیر مشہور تھا علمی فضل و کمال مین اپنی شہرت رکھتا تھا کہ اپنے قوم و قبیلہ مین ہمیشہ کامل کے لقب سے خاص طور پر پکارا جاتا تھا۔ شبلی صاحب کہتے ہین کہ اوسکو امثال لقمان کا نسخہ ہاتھ آگیا تھا جسکو وہ کتاب آسمانی سمجھتا تھا۔ وہ ایکدفعہ حج کو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوسکے حالات سُنے تو خود اوس کے پاس تشریف لیگئے اوس نے امثال لقمان پڑہکر سنایا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس اس سے بہتر چیز ہے یہ کہکر قرآن مجید کی چند آیتین پڑہین۔ سوید نے تحسین کی اگرچہ وہ مدینہ واپس آکر جنگ بعاث مین مارا گیا لیکن اسلام کا معتقد ہو چکا تھا۔

کہا شبلی صاحب کا یہ خیال بالکل صحیح ہے اور فی الواقع کہ سوید کے میلان اسلام کا اثر انصار پر پڑ چکا تھا اور اس میں کوئی کلام نہیں کہ قرائن اور واقعات بالاتفاق ثابت کرتے ہیں کہ انصار کے وسیع دائرے میں اسلام کی تحریک سوید سے آغاز ہوئی۔ سوید کے بعد اسی قبیلہ میں ایک دوسرا سعید پیدا ہوا جس کا نام ایاس بن معاذ ہے یہ بزرگ گویا تحریک اسلام کے مؤید ثانی تھے۔

عقبہ اولیٰ میں انصار مدینہ کی بیعت

ایاس کے حالات میں شبلی صاحب لکھتے ہیں۔ اوس و خزرج کے معرکوں میں اوس کو جب شکست ہوئی تو اوسکے عمائد قریش کے پاس گئے کہ خزرج کے مقابلہ میں اونکو حلیف بنائیں۔ اس سفارت میں ایاس بن معاذ بھی داخل تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کو ان لوگوں کا آنا معلوم ہوا تو آپ اونکے پاس تشریف لیگئے[۱]۔ اور قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھکر سنائیں۔ اس نے ساتھیوں سے کہا کہ خدا کی قسم تم جس غرض سے آئے ہو۔ یہ کام اوس سے بہتر ہے۔ لیکن قافلہ سالار یعنی ابو الجیش نے کنکریاں اوٹھا کر اونکے موتہہ پر ماریں اور کہا کہ ہم اس کام کے لئے نہیں آئے ہیں۔ اسکے بعد بغاث کا معرکہ پیش آگیا اور ایاس آنحضرت صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی ہجرت سے پہلے انتقال کر گئے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ مرتے وقت اونکی زبان سے تکبیر جاری تھی۔

شبلی صاحب نے اپنی عجلت رقمی اور کوتہ قلمی کے اصول پر ایاس کی تعلیم اسلام کے متعلق صرف ترتیل قرآن بتلائی ہے یعنی جب آنحضرت صلعم نے اس موقع پر قریش کی جماعت کے سامنے جس میں ایاس بھی شامل تھا صرف قرآن مجید کی چند آیتیں پڑہیں اور وہی ایاس بن معاذ کی ہدایت کے لئے کافی ہوگئیں، حالانکہ تاریخ طبری کی عبارت جو آپ کا ماخذ اصلی ہے وہ صاف صاف لفظوں میں بتلا رہی ہے کہ اصول اسلام کے پورے عقائد ایاس اور انصار کی جماعت کے سامنے پیش کئے گئے تھے اور اون کی طرف دعوت فرمائی گئی تھی طبری کے الفاظ یہ ہیں۔

قال انا رسول اللہ صلعم بعثنی الی العباد ادعوھم الی اللہ ولا یشرکوا بہ شیئًا وانزل علی الکتاب ثم ذکر لھم الاسلام وتلا علیھم القرآن ص ۱۲۰۹	جناب رسولخدا صلعم نے فرمایا کہ معاشر انصار۔ آگاہ ہو۔ میں خدا کا رسول ہوں اور بندگان الٰہی کی طرف اس لئے مبعوث کیا گیا ہوں کہ بندگان خدا کو خدائے یکتا کی طرف بلاؤں۔ خدا کی عبادت کرو۔ اور کسی کو اوسکا شریک نہ بناؤ۔ اور مجہپر کتاب نازل فرمائی گئی ہے۔

پھر آپ نے اصول اسلام بتلائے اور قرآن پڑہکر سنایا۔ ص ۱۲۰۹

[۱] آنحضرت صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کا یہ تشریف لیجانا کیا تھا بخوف کفار و ایذاے مشرکین کے خیال و لحاظ سے کمال حزم و احتیاط کے ساتھ رات کی عین تاریکی میں جب شہر میں چاروں طرف سناٹا ہو گیا اور اندرونی و بیرونی آدمیوں کی آمد و رفت موقوف ہو گئی۔ تو آپ شہر سے باہر نکلا اور قبائل انصار ساکنین مدینہ سے ان کی قیام گاہ پر ملے اور اونکو پہاڑ کی ایک گھاٹی میں لے گئے اور وہاں تبلیغ اسلام کی تحریک پیش کی اس لئے اس بیعت کا نام بیعت عقبہ رکھا گیا۔ عربی میں عقبہ پہاڑ کی گھاٹی کو کہتے ہیں۔

المؤلف عفی عنہ

اسی طرح انصار مدینہ کے اس اول مسلم کے خاتمہ کو بھی آپ نے قطع و برید کے ساتھ لکھا ہے۔ اور اختصار پسندی کے اصول پر صرف اتنا لکھدیا ہے کہ مرتے وقت ایاس کے زبان پر تکبیر جاری تھی۔ حالانکہ آپ کا اصلی ماخذ بتلا رہا ہے کہ صرف تکبیر (اللہ اکبر) ہی نہیں۔ بلکہ تہلیل (لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ) اور تسبیح (سبحان اللہ) اور تحمید (الحمد للہ) کی صاف صدائیں جاری تھیں طبری ص ۱۲۰۹ مطبوعہ جرمن۔

خدمات تبلیغ کے طریقہ ادا کاری میں بیان ہو چکا ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایام حج میں مختلف قبائل و عشائر کے پاس جاکر قبول اسلام کی ہدایت فرماتے تھے۔ اور شرک و بت پرستی سے بچنے اور خدائے واحد کی عبادت کرنے کی تعلیم دیتے تھے۔ امسال یعنی رجب ۱۱ نبوی میں آپ متعدد قبائل کے پاس تشریف لے گئے۔ عقبہ کے پاس جہاں اب مسجد عقبہ واقع ہے۔ جناب رسول خدا صلعم کو چند اشخاص نظر آئے۔ جو قبیلہ خزرج سے تھے۔ آپ نے ان سے پہلے ان کے نام و نسب دریافت کئے پھر انھیں دعوت اسلام دی۔ اصول ایمان بتلائے۔ اور قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھ کر سنائیں ان سعادتمندوں پر الفاظ ربانی نے ایسے روحانی اثر دکھلائے کہ بے خود ہو کر ایک نے دوسرے کی طرف دیکھا اور شوق اسلام کے تقاضہ سے کہنے لگے کہ دیکھو کہیں ایسا نہ ہو کہ اس مفاخرت و شرفیابی میں قبائل یہود تم پر سبقت لیجائیں۔ یہ کہکر حاضرین انصار نے بیک وقت و بیکبار اسلام قبول کیا۔

مولوی شبلی صاحب نے خواہ مخواہ یہاں بھی مختصر نویسی سے کام لیا۔ حالانکہ یہ مقامات خاص تفصیل کے ہیں۔ ہر مقام پر قرآن مجید اور ارشاد رسالت کے روحانی جذبات کو کسی قبیلہ کی قبولیت اسلام کے ثبوت میں پیش کر دینا کام نہیں آتا خصوصاً مخالفین اسلام کے لئے دلیل و حجت نہیں ہوتا تحقیق کا متلاشی قبیلہ خزرج کی ان سعادتمندوں کے اتنے جلد ایمان لانیکے اسباب و حقیقت ضرور تلاش کریگا۔ اور آپ سے وجہ و اسباب دریافت کریگا۔ آپ کچھ نہیں جانتے اور نہ بتلاتے ہیں کیا جواب دیں گے۔ حالانکہ آپ کے ماخذ اصلی میں صاف صاف موجود ہے۔ لیکن آپ کی خود غرضانہ کوتہ قلمی اور عجلت رقمی سب کو القط کئے جاتی ہے۔ اور صاف صاف بتلاتی ہے کہ انصار کی خصوصیات آپ کے نزدیک قابل ذکر نہیں۔ مہاجرین البتہ اور ان میں بھی مخصوصین حضرات کے حالات قابل اندراج ہیں جنکی تفصیل و بیان میں آپ نے پوری توجہ اور وسعت نظری سے کام لیا ہے۔ جب یہ انداز تالیف اور شان تصنیف ہے تو آپ سے ماخذ اصلی کے صحیح نقل و ترجمہ کی کیا امید کیجا سکتی ہے

بہرحال۔ اب ہم تاریخ طبری کی اصلی عبارت سے اس واقعہ کی پوری حقیقت ذیل میں لکھکر بتلا دیتے ہیں کہ ان سعادتمندان انصار نے کیوں اتنی عجلت کے ساتھ اسلام سے شرفیابی حاصل کی۔ طبری کے تفصیلی الفاظ ملاحظہ ہوں۔

قالوا لما لقیهم رسول اللہ صلعم قال لهم من انتم قالوا نفر من الخزرج قال امن موالی الیهود قالوا بلی قال فجلسوا معه فدعاهم الی اللہ عزوجل

جب خزرج کے ان لوگوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملاقات کی تو پوچھا کہ آپ کون حضرات ہیں وہ بولے ہم قبیلہ خزرج کے آدمی ہیں دریافت فرمایا کہ آپ لوگ قوم یہود کے تابع اور زیر اثر ہیں جواب ملا

وعرض علیہم الاسلام وتلا علیہم القرآن قال وکان مما صنع اللہ لہم بہ فی الاسلام ان یہود اکانوا معہم ببلادہم وکانوا اہل کتاب وعلم وکانوا اہل شرک واصحاب فسق واوثان وکانوا قد عزّوہم ببلادہم فکانوا اذا کان بینہم شیٔ قالوا لہم ان نبیا الآن مبعوث قد اظل زمانہ نتبعہ ونقتلکم معہ قتل عاد وارم فلما کلم رسول اللہ اولٰئک النفر ودعاہم الی اللہ قال بعضہم لبعض تعلمن واللہ انہ النبی الذی توعد کم بہ یہود فلا یسبقنکم الیہ فاجابوہ فیما دعاہم الیہ بان صدقوہ وقبلوا منہ ما عرض علیہم من الاسلام وقالوا لہ انا قد ترکنا قومنا ولا قوم بینہم من العداوۃ والشر ما بینہم وعسی اللہ ان یجمعہم بک وسنقدم علیہم فندعوہم الی امرک ونعرض علیہم الذی اجبناک الیہ من ہذا الدین فان یجمعہم اللہ علیہ فلا رجل اعزّ منک طبری ص ۱۲۱۰

ہان۔ ارشاد ہوا کہ اچھا آپ لوگ تھوڑی دیر کے لئے بیٹھ جاءین مجھکو آپ سے کچھہ باتین کرنی ہین۔ وہ لوگ بیٹھ گئے اور آنحضرت صلعم نے اونکو خداے عزوجل کیطرف بلایا اور دین اسلام تبلایا اور قرآن مجید تلاوت فرمایا اور آپ کے اس طرزِ عمل سے اونکے دلون مین پورا اثر ہوا کیونکہ یہود جو اونکے ساتھ اونکے شہر مین بستے تھے وہ اہل کتاب بھی تھے اور صاحب علم و ادراک بھی اور انصار اوسوقت تک مشرک تھے اور بت پرست۔ اور اِس بنا پر انصار شہر کے یہودیون کی بڑی عزت کرتے تھے۔ اور یہود اکثر کہا کرتے تھے کہ ایک پیغمبر آنیوالا ہے اور اوسکے ظہور کا زمانہ قریب ہے لوگ اوسکی متابعت کرینگے اور تملوگونکو مثل قوم عاد وارم کے غارت و قتل کرینگے۔ اتنا علم تو اونہین پہلے ہی سے تھا اب اسوقت جب آنحضرت صلعم سے گفتگو ہوئی اور دین خدا کی دعوت دیگئی تو قبولیت کے اثر سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگا اور کہنے لگا خدا کی قسم یقین کرلو کہ یہ پیغمبر وہی ہے جس کا ذکر و وعدہ یہود تم سے کر چکے ہین کہین ایسا نہو کہ اس امر مین وہ تم سے سبقت لیجاءین۔ پھر یکزبان ہوکر سب نے آنحضرت صلعم کی دعوت قبول کی اور جو جو امور متعلق دین اسلام تبلائے گئے وہ سب منظور کر لئے۔ اور آپ کے سامنے سب نے متفق اللفظ ہوکر اقرار کیا کہ ہم لوگون نے اسوقت سے اپنے شعار قومی کو ترک کیا۔ اور آج سے کبھی شر و فساد کی طرف سبقت نہ کرینگے۔ اور خداے تعالی آپ کی برکت سے ہم لوگون مین باہمی اتفاق پیدا کردے۔ اور جب ہم یہان سے اپنی قوم کے پاس لوٹکر جاءین گے تو آپ کے احکام و ارشاد کے طرف اپنے ہمقوم لوگون کو دعوت دینگے اور وہ تمام اصول اسلام جو آپ نے ہمین تعلیم دیے ہین اور ہم نے قبول کرلیے ہین اونھین تبلاءین گے یہان تک کہ خداے تبارک و تعالی اون لوگون کو قبول اسلام کی توفیق دے اور وہ اوسے قبول کرلین اور آپ یقین کرلین کہ اب ہملوگون کے نزدیک کوئی شخص آپ سے زیادہ معزز نہین ہے۔

اس عبارت سے ثابت ہوگیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی خبر اور آپ کے اوصاف کی اطلاع قبیلہ انصار کو یہود کے ذریعہ سے معلوم ہو چکی تھی اور یہی وجہ خاص اور سبب اصلی تھا کہ اونھون نے آپ کی زبان مبارک سے ہدایت و ارشاد کے الفاظ سنکر اور یہود کے بیان کردہ صفات کے بالکل مطابق پاکر بیساختہ کہدیا انہ النبی الذی توعد کم بہ یہود تو وہی نبی ہے جس کا وعدہ یہود تم سے کر چکے ہین۔ ہم نے طبری کی پوری عبارت بھی لکھدی اور اوس کا ترجمہ بھی صرف اس لئے کہ اسکے نہ لکھنے سے

جو ابہام شبلی صاحب کے بیان میں رہ گیا ہے اور جو آگے چلکر بہت سے اوہام و مفاسد کا باعث ہوتا صاف ہو جائے۔

یہ سعادتمندان انصار شمار میں چھ تھے اور قوم خزرج کے قبیلہ بنی نجار سے تھے شبلی صاحب نے اونکے نام حسب ذیل بتلائے ہیں۔

(۱) ابو الہیثم بن تیہان (۲) اسعد بن زرارہ (۳) عوف بن حرث (۴) رافع بن مالک بن عجلان (اسوقت تک جتنا قرآن اوتر چکا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھین کو عنایت فرمایا۔ یہ بزرگ جنگ احد مین شہید ہوئے)

(۵) قطبہ بن عامر (جنگ یمامہ بزمانہ خلافت شہید ہوئے) جابر بن عبداللہ (۶) بہت کبیر السن ہوئے۔ احادیث کثیرہ کے راوی ہین واقعہ کربلا کے بعد تک زندہ رہے) اور قبر مطہر حضرت امام حسین علیہ السلام کے اوّل زائر ہین)

یہ خوش قسمت انصار دولت ایمان سے مشرف ہوکر جب مدینہ مین واپس گئی تو اونھون نے اہل وطن کے سامنے سب سے گرانمایہ تحفہ اور بیش بہا ہدیہ پیش کیا وہ دین اسلام کی دعوت تھی۔ اونھون نے اس تحریک کو اس انداز سے آغاز کیا جس انداز سے وہ علمائے یہود کی زبانی سُن چکے تھے کہ ایک نبی آنے والا ہے۔ پھر آنحضرت صلعم سے مشرف ہوئے اور دین اسلام کو قبول کر لینے کے سارے واقعات سُنانے کی بعد کہنے لگے کہ وہ نبی جس کا تمام عالم کو انتظار رہتا آگیا۔ ہماری آنکھون نے اوس کا دیدار دیکھا اور ہمارے کانون نے اوسکے پاک کلام سُنے اور اوس نے ہمکو ہمیشہ زندہ رہنے والے خدا سے ملا دیا۔ دنیا کی زندگی اور موت اب ہمارے سامنے بالکل ہیچ ہے۔ اسلام کے ان مبلغین اولین کی بشارت کا یہ اثر ہوا کہ تھوڑے دنون کے بعد قوم انصار کا کوئی گھر ایسا نہین چھوٹا جسمین جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر نہ ہوتا ہو۔ اوسی سال کے آخر مین یہ نتیجہ نکلا کہ قوم انصار کے بارہ ۱۲ بزرگوار مکہ مین آکر مشرف باسلام ہوئے تفصیل حسب ذیل ہے۔

عقبہ ثانی کی بیعت

(۱۲ سالہ سال نبوت)

۱۲ سالہ سال نبوت کے ایام حج مین مفصلہ ذیل قوم انصار کے بزرگوار مکہ مین آئے۔ اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت مین حاضر ہوکر سعادت اسلام اور دولت ایمان سے بہرہ اندوز ہوئے۔ اونکے نام نامی یہ ہین۔

(۱) ابو امامہ (۲) عوف بن الحارث (۳) رافع بن مالک (۴) طبقہ بن عامر (۵) عقبہ بن عامر (۶) معاذ بن حرث (۷) ذکوان بن عبد قیس (۸) خالد بن مخلّد (۹) عبادہ بن صامت (۱۰) عباس بن عبادہ (۱۱) ابو الہیثم (۱۲) عویم بن ساعدہ

حسب ذیل شرائط پر اصول اسلام کے مطابق یہ حضرات جناب ختمی مرتبت علیہ السلام کے دست حق پرست پر شرفیاب بیعت ہوئے۔

(۱) ہم خدائے واحد کی عبادت کیا کرینگے اور اوسکی ذات واحد مین کسی کو اوسکا شریک نہ بنائین گے۔

(۲) ہم چوری اور زنا نہین کرینگے۔
(۳) ہم اپنی اولاد (لڑکیون) کو قتل نہین کرینگے۔
(۴) ہم کسی پر جھوٹی تہمت نہین لگائینگے اور نہ کسی کی چغلی اور غیبت کیا کرینگے۔
(۵) ہم کسی امر معروف مین معصیت نہین کرینگے۔
(۶) ہم ہمیشہ احکام رسالت کی تصدیق کیا کرینگے اور ہمیشہ مطیع و فرمانبردار رہین گے۔
جب ان لوگون نے خدمت رسالت مین خلوص نیت و عقیدت شرائط بالا پر عہد و پیمان شرعیہ کرلیے تو اون سے بطور موعظت ارشاد فرمایا گیا۔

فان وفیتم فلکم الجنۃ وان غشیتم شیئا من ذلک فاخذتم بحدہ فی الدنیا فھو کفارۃ لہ وان سترتم علیہ الی یوم القیامۃ فامرکم الی اللہ ان شاء عذبکم وان شاء غفرلکم

اگر تم لوگون نے ان شرائط کو پورا کیا۔ تو تم بہشت برین کے مستحق ہوگے اور اگر ان مین سے کسی چیز کی بھی فروگذاشت کی تو قابل مواخذہ ہوگے اور اوسکے لئے دنیا مین تم پر حدود شرعیہ جاری ہونگے۔ اور وہ کفارہ ہین۔ اور اگر تم نے اپنے گناہون کو چھپائے رکھا تو پھر قیامت تک تم پر اسکا مواخذہ باقی رہ جائیگا۔ اور پھر خدائے تبارک و تعالیٰ کو اختیار ہوگا۔ چاہے وہ تم پر عذاب کرے چاہے بخشدے۔

مصعب ابن عمیر کی تبلیغی خدمات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کے خلوص و عقیدت سے مدینہ مین تبلیغ اسلام کی وسعت اور کامیابی کا پورا یقین کرلیا۔ اور اون عقیدتمندون نے اپنے اور اپنی باقیماندہ قوم و قبائل کی تعلیم و ہدایت کی غرض سے آنحضرت صلعم کی خدمت مین یہ استدعا پیش کی کہ کوئی مبلغ اور معلم اسلام اونکے ہمراہ کردیا جائے۔ اس بنا پر آپ نے مصعب بن عمیر کو جو ہاشم بن عبدمناف کے پوتے اور آپ کے قریبی رشتہ دار تھے اور سابقین اسلام کے ممتازین مین داخل تھے۔ احکام اسلام سکھلانے اور اصول دین بتلانے کی غرض سے انکے ساتھ بھیجدیا۔

ابتداءً مصعب بن عمیر بہت خوشحال تھے اور نہایت آرام پسند۔ مکہ مین انکی سواری جلوس کے ساتھ نکلا کرتی تھی۔ یہ گھوڑے پر سوار ہوتے تھے اور آگے پیچھے مسلح غلامون کے دستے رہا کرتے تھے۔ جسم پر ہمیشہ بیش قیمت لباس ہوتا تھا معمولی لباس مین کسی نے انکو کبھی نہ دیکھا۔ لیکن جب اسلام سے مشرف ہوئے تو ان تمام ظاہری اور فانی نمائشات کی حقیقت معلوم ہوگئی۔ پھر تو انکی یہ حالت ہوگئی کہ جب مدینہ مین خدمت تبلیغ پر مامور ہوکر آئے تو تمام گلیون کوچون مین صرف ایک کمل کا ٹکڑا کمر سے لپیٹے اور دوسرا ٹکڑا کاندھے پر ڈالے دین حق کی منادی کیا کرتے تھے۔ اسلام مین اصلی تاجدار حقیقی مجاہد کی یہی شان ہے۔

مصعب مدینہ مین تبلیغ اسلام کی منصب پر مقرر ہوکر آئے تو اسعد بن زرارہ کے یہان مقیم ہوئے۔ اہل مدینہ نے بڑے اعزاز و اکرام سے انکو اپنا مہمان کیا۔ اور ہر شخص خلوص اسلام کے تقاضہ سے انکی خدمت کو اپنا شرف تعین کرنے لگا مصعب نے جس مستعدی اور سرگرمی سے تبلیغ اسلام اور تعلیم ایمان کے فرائض خاص مدینہ اور اوسکے قرب و جوار مین ادا کئے وہ اپنی آپ مثال

ثابت ہوتے ہین۔ انکی تعلیم اتنے وسیع پیمانے پر مشہور ہوئی کہ مدینہ کے تمام لوگ انکو المقری (معلم) کے لقب سے پکارنے لگے
تاریخ ابن ہشام اور طبری مین آنکی خدمات تبلیغ کی نسبت لکھا ہے۔

ایک دن مصعب اور اسعد بن زرارہ۔ مدینہ کے مشہور و معروف کنوئین۔ بیر مرق پر بیٹھے ہوئے یہ غور کر رہے تھے کہ بنی ظفر اور بنی عبد الاشہل کو دائرۂ اسلام مین لانیکی کیا ترکیب کی جاوے۔ سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر ان دونون قبیلون کے سردار تھے۔ یہ دونون ابھی تک مشرف باسلام نہین ہوئے تھے۔ اور جب تک کہ یہ دونون شرفیاب اسلام نہو لین انکی ماتحتی اور زیر اثر قبائل کا اسلام لانا دشوار تھا۔ انکے اس مشورے اور باہمانہ گفتگو کی خبر سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر کو بھی معلوم ہوگئی تو سعد فوراً اوٹھے اور اسید کے پاس پہونچے اور کہنے لگے کہ تم کس خواب غفلت مین آلودہ ہو۔ قوم کی قوم قبیلہ کا قبیلہ ہاتھ سے نکلا جارہا ہے مصعب ابن عمیر جو مکہ سے نئے دین کا مبلغ بنکر آیا ہے۔ وہ اور اوسکے ساتھ اسعد دونو ملکر ہمارے قبیلہ کے سادہ لوح لوگون کو بہکار ہے ہین تمہین چاہیئے کہ فوراً جاکر نہایت سختی سے منع کرو اور صاف لفظون مین تاکید تمام ان سے کہدو کہ وہ دونون آج سے ہمارے محلہ مین قدم نہ رکھین ورنہ اچھا نہ ہوگا۔ سعد۔ مین خود جاتا لیکن بات یہ ہے کہ اسعد بن زرارہ میرا خالہ زاد بھائی ہے تم جانتے ہو کہ میری ذراسی فہمائش پر خانہ جنگی شروع ہوجائیگی۔ اسید نے کہا کوئی مضائقہ نہین مین تنہا جاکر اس قضیہ کا خود تصفیہ کئے آتا ہون یہ کہا اور ہتیار باندہ لئے۔ اور سیدھے بیر مرق کی طرف روانہ ہوگئے اسعد دور سے اسید بن حضیر کو آتا دیکھکر مصعب بن عمیر سے کہنے لگا کہ دیکھلو یہ قبیلہ کا سردار آرہا ہے خدا کرے وہ تمہاری بات مان جائے۔ مصعب بولے اگر وہ آگیا اور ذرا دیر بھی بیٹھ گیا اور اوس نے میری باتون کو صرف سُن لیا تو پھر وہ میرے قابو مین آجائے گا۔ اتنے مین اسید بھی آپہونچا اور اسید نے پہلے کھڑے ہوکر اسعد اور مصعب کو خوب صلواتین سنائین۔ پہر کہا تم لوگ ہمارے قبیلہ کے کم عقل لوگون مین احمق بنانے کے لئے آئے ہو۔ مصعب نے نہایت نرمی اور سنجیدگی سے جواب مین کہا کہ آپ جب آگئے ہین تو تھوڑی دیر کے لئے بیٹھ بھی جائین اور میری عرض و استدعا سن لین اور مطبوع طبع ہو تو مان لین ورنہ اوسکو میرے پاس چھوڑ دین۔ اسید نے کہا۔ خیر کہو۔ اس مین حرج ہی کیا ہے مین تھوڑی دیر کے لئے بیٹھ جاتا ہون۔ یہ کہکر اسید بیٹھ گیا اور مصعب نے نہایت متانت اور وضاحت سے پہلے اونکو اصول اخلاق و ایمان تبلائے پھر قرآن مجید کے چند آیات پڑہکر سنائے۔ اسید اونکی تمام باتون کو پورے اطمینان اور خموشی کے ساتھ سنتا رہا۔ جب وہ اپنے کلام کو ختم کر چکا تو اسید وہ اسید ہی نہین تھا فوراً مصعب سے کہنے لگا کہ اچھا یہ تو بتاؤ کہ جب کوئی شخص پہلے پہلے تمہارا دین قبول کرتا ہے تو تم کس ترکیب سے اوسکو اپنے دین مین لے آتے ہو۔ مصعب نے کہا کچھ نہین اوسے غسل کراتے ہین۔ پاک و پاکیزہ کپڑے پنہاتے ہین پہر کلمۂ شہادت پڑہاکر دو رکعت نماز نوافل پڑہا دیتے ہین۔ اسید یہ سنکر اوٹھا۔ فوراً غسل کیا کپڑے دہوئے اور مصعب کے پاس آپہونچا مصعب نے کلمہ پڑہاکر دو رکعت نماز پڑہا دی۔ جب اسید اسطرح مشرف باسلام ہوچکا تو مصعب سے کہنے لگا کہ ابھی میرے پیچھے ایک شخص اور ہے مین اوسے بھی ابھی جاکر تمہارے پاس بھیجے دیتا ہون۔ یاد رکھو۔ اگر تم نے اوسے مسلمان بنالیا تو مدینہ بھر مین

پھر کوئی فرد واحد تمہارا مخالف نہ رہے گا۔ اتنا کہکر اسید وہانسے اوٹھا اور سعد کے پاس پہونچا سعد نے اوسکو آتا دیکھکر فوراً اوسکے موجودہ تغیر کو پہچان لیا اور چلا کر کہنے لگا۔ اسید جس رنگ مین تم یہان سے گئے تھے وہ رنگ تمہارے چہرے پر باقی نہین رہا۔ کہو خیر تو ہے۔ اسید کہنے لگے اوندونو کو تو مین نے لطور خود سمجھا دیا ہے اور اون سے اقرار لے لیا ہے کہ وہ ہمارے منشاء و مشورت کے بغیر کوئی کام نہین کرینگے۔ مگر وہان تو ایک دوسرا قصہ پیش ہوگیا۔ بنو حارثہ ایکبارگی وہان پہونچگئی اور وہ تمہاری مخالفت کی بنا پر تمہارے خالہ زاد بھائی۔ اسعد بن زرارہ کے قتل کر دینے پر بالکل آمادہ اور طیار کھڑے ہین۔ جاؤ اور بھائی کی جلد خبر لو۔ یہ سنکر اب سعد بن معاذ کو ٹھہرنے یا کوئی بات کرنے کا وقت کہان تھا نہایت عجلت سے اوٹھا اور مسلح ہوکر بڑی سرعت سے موقع پر روانہ ہوا۔ مگر چلتے چلتے اسید ابن حضیر سے اتنا ضرور کہتا گیا کہ افسوس ہے۔ اسید تم سے کوئی کام پورا نہ ہوا

سعد بن معاذ جب یہان پہونچے تو کچھ بھی نہ تھا مصعب بن عمیر اور اسعد بن زرارہ اطمینان سے بیٹھے باتین کر رہے تھے۔ اب سعد کو اسید کی اس حکمت عملی کی ترکیب معلوم ہوگئی۔ اور اوس نے سمجھہ لیا کہ اسید کو صرف میرا یہان بھیجدینا مقصود تھا اور کچھہ نہین یہ سوچکر وہ اوندونو آدمیون کے قریب آکر کھڑا ہوگیا اور اسید کی طرح دونون کو برا بھلا کہنے لگا اور آخر کلام مین اسعد سے تہدیداً یہ بھی کہا کہ اگر تو ہمارے تمہارے درمیان قرابت و عزیزداری کا واسطہ نہوتا تو تمہارے مجال نہوتی کہ تم ہمارے محلہ مین قدم دہرتے۔ اسعد نے آہستہ مصعب سے کہا کہ یہ قبیلہ کے راس الرئیس ہین۔ اگر تم نے انکو قابو مین کر لیا تو پھر سارا مدینہ تمہارا مطیع ہے مصعب نے کہا انشاء اللہ۔

مصعب رؤسائے انصار کا مزاجدان تو ہو ہی گیا تھا۔ سعد کے ساتھ بھی اوس نے اپنی گفتگو کا وہی انداز رکھا جو اسید کے ساتھہ رکھا تھا۔ نہایت آہستگی اور نرمی سے کہا کہ آپ ذرا بیٹھ جائیے جو مین عرض کرتا ہون اوسے سن لیجئے۔ اگر مطبوع خاطر ہو تو خیر ورنہ مجھے کوئی اصرار نہین۔ سعد نے بھی اسید کی طرح کہا کیا مضائقہ ہے۔ یہ کہا اور بیٹھ گیا۔ مصعب نے اوسی طرح اپنی تقریر کا سلسلہ شروع کیا۔ پہلے اسلام کی خوبیان پھر اصول تبلائے اور اسکے بعد قرآن مجید کی آیتین تلاوت فرمائین۔ مصعب کی تقریر سنکر بن معاذ کی ساری حرارت ٹھنڈی ہوگئی نتیجہ وہی ہوا جو اسید کا۔ یہ بھی اوٹھے نہائے دہوئے کپڑے بدلے اور حلقہ اسلام مین داخل ہوگئے ہذا فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

سعد بن معاذ اسید سے زیادہ پر جوش اور سرگرم اوٹھے مصعب سے رخصت ہوکر جب اپنے قبیلہ کے پاس آئے تو اونھون نے تمام قبیلہ کے لوگون کو اپنے پاس بلایا اور اون کے سامنے صاف صاف لفظون مین اپنے اسلام لانے کا اعلان کیا اور اون سے کہا کہ مین تو اسلام لا چکا۔ اب تم اپنی کہو۔ تمام قبیلہ نے کہا کہ تم ہمارے سردار ہو۔ ہر امر مین تمہاری رائے ہماری رائے سے بہتر اور اعلیٰ ہے۔ سعد بن معاذ بولے تلمیحات و اشارات سے کام نہین چلتا۔ مین تو اب تاوقتیکہ تم مشرف باسلام نہ ہو جاؤ کسی ایک مرد یا عورت سے بات کرنا بھی اپنے لئے حرام جانتا ہون یہ سننا تھا کہ قبیلہ کا قبیلہ مسلمان ہوگیا

جو موجود نہ تھے وہ صبح سے شام تک آتے رہے اور اسلام لاتے رہے رات کی نماز کے بعد جب قبیلہ کا جائزہ لیا گیا تو قبیلہ بنی عبدالاشہل میں ایک فرد واحد بھی ایسا نہیں بچا جو اسلام نہ لاچکا ہو۔

افسوس ہے کہ عربی ماخذون نے انصار کے اس خلوص اور جہد فی الاسلام مین صفحون کے صفحے بھر دئیے ہین لیکن شبلی صاحب کے اختصار نے انکو بڑی ہوشیاری اور کفایت شعاری سے صرف دو تین سطرون مین تمام کر دیا ہے۔ لیکن باینہمہ اتنا لکھکر ضرور اقرار کر دیا ہے کہ مدینہ سے قبا تک تمام اسلام پھیل گیا۔ صرف خطمہ۔ وائل اور واقف کے چند قبائل باقی رہ گئے۔ سیرۃ النبی ج ۱ ص ۱۲۹

انصار اور رسول اللہ کو ہجرت مدینہ کی دعوت

اخلاص مندان انصار مین ہمت و حوصلہ کی اتنی افزایش ہوئی کہ سال آیندہ انھون نے اپنے عقیدت مندوں کے پچہتر ۷۵ آدمیون کی ایک وفد تیار کی اور اونکو بسر کردگی مصعب ابن عمیر موسم حج مین حجاج مدینہ کے ساتھ اس غرض خاص سے بھیجا کہ وہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدینہ مین تشریف لانیکی خاص طور پر دعوت دین۔

عقیدت مندان انصار کی یہ وفد جسمین نصیبہ اور اسماء دو عورتین بھی شامل تھین۔ حجاج مدینہ کے ساتھ مکہ مین داخل ہوئین ہم اوپر لکھ آئے ہین کہ ظلم و خوف کفار سے اسلام لانا گویا جان سے ہاتھ دھونا تھا اس بنا پر بڑے حزم و احتیاط اور پوری رازداری اور ہوشیاری سے کام لینا ہوتا تھا۔ اور یہ تمام امور اتنے مخفی طور سے کئے جاتے تھے کہ سوائے خاص عقیدتمندان اسلام کے کسی اور کو ان امور کی کانون کان خبر بھی نہین ہوتی تھی۔

چونکہ شبلی صاحب نے ان معاملات کے اخفا و رازداری کی اہمیت کو اپنے مفید مطلب نہین سمجہا ہے اس لئے بیعت ہائے عقبہ کے ان مخفی اور رازدارانہ طریقہ کے اظہار و اندراج کو حسب العادت مرفوع القلم فرما دیا ہے لیکن ہم اسکے انکشاف حقیقت کو موجودہ اور آیندہ واقعات ہجرت کے لئے نہایت ضروری اور مفید سمجھتے ہین اس لئے تاریخ طبری کی مفصلہ ذیل عبارت سے اسکی پوری کیفیت درج کرتے ہین۔

ثم ان مصعب بن عمیر رجع الی مکۃ وخرج من خرج من الانصار المسلمین الی الموسم الحج مع حجاج قومھم من اھل الشرک حتّٰی قدموا مکۃ فواعدوا رسول اللہ صلعم العقبہ من اوسط ایام التشریق حین اراد اللہ بھم ما اراد من کرامتہ والنصر لنبیّہ صلعم ولاعزاز الاسلام واھلہ واذلال الشرک واھلہ قال الکعب

مصعب بن عمیر اون انصار مسلمین کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور اون جماعت مسلمین کے ہمراہ مدینہ کے مشرکین بھی تھے جو حج کے قصد سے مکہ مین آئے تھے یہ لوگ مکہ مین آئے اور جناب رسولخدا صلعم سے ملاقات کا وعدہ لیا گیا آنحضرت نے گیارہوین تاریخ (اوسط ایام تشریق) رات کو ان سے ملنے کا وعدہ فرمایا اور اس روز و تاریخ کو مشیت ایزدی نے اپنے پیغمبر کے اظہار کرامت و نصرت اور اسلام کی افزونی عزت و منزلت کے لئے قرار دیا تھا کعب کا بیان ہے کہ جب ہم لوگ

فلما فرغنا من الحج وكانت الليلة التي واعدنا رسول الله صلعم ومعنا عبد الله بن عمرو ابو الجابر واخبرناه وكنا نكتم معنا من المشركين من قومنا امرنا فكلمناه وقلنا له يا ابا جابر انك سيد من ساداتنا وشريف من اشرافنا وانا نرغب بك عما انت فيه ان تكون حطبا بالنار غدا ثم دعوناه الى الاسلام واخبرناه بميعاد رسول الله صلى الله عليه واله وسلم ايانا العقبة قال فاسلم معنا العقبة وكان نقيبا فنمنا تلك الليلة مع قومنا في رحالنا حتى مضى ثلث الليل خرجنا من رحالنا لميعاد رسول الله صلعم نتسلل مستخفين تسلل القطاء حتى اجتمعنا في الشعب عند العقبة ونحن سبعون رجلا ومعهم امراتان من نسائهم نسيبة بنت كعب ام عمارة واسماء بنت عمرو بن عدي فاجتمعنا بالشعب ننتظر رسول الله صلى الله عليه واله وسلم حتى جاءنا ومعه عمه عباس بن عبد المطلب

طبری جز من ۔ ص ۱۲۲۰

مناسک حج سے فارغ ہو چکے تو وہی رات تھی جس رات کو آنحضرت صلعم نے ہملوگون کو مشرف باسلام فرمانے کا وعدہ کیا تھا اور ہملوگون کے ساتھ عبد اللہ ابن عمر جنکی کنیت ابو جابر تھی۔ وہ اوسوقت تک اسلام نہین لائے تھے لیکن ہم نے اونکو اس امر کی خبر کردی تھی اور ہملوگ اس امر کو مشرکین سے جو ہمارے ساتھ آگئے تھے چھپاتے تھے اور بڑی احتیاط سے پوشیدہ رکھتے تھے۔ لیکن ابو جابر سے ہم نے خاص طور پر اسکو کہدیا کہ اے ابو جابر تم ہمارے سردار اور اشراف قوم وقبیلہ ہو۔ اور ہمکو یہ گوارا نہین کہ تم آخرت مین ہمکو جہنم کا ایندھن دیکھین یا ہوتے دین یہ کہکر ہم نے اونکو اسلام کی دعوت دی اور یہ بھی کہا کہ اسی درۂ کوہ کی طرف آج رسول اللہ صلعم نے تشریف لانے اور بیعت اسلام سے مشرف فرمانے کا وعدہ کیا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ابو جابر مسلمان ہوگئے اور ہمارے نقیب مقرر ہوئے۔ اسکی تفصیل یہ ہے کہ اس گفتگو کے بعد ہملوگ رات کو سو رہے اور جب تین حصہ رات چلی گئی۔ تو ہم لوگ اپنی قیام گاہ سے اوٹھے اور ایک ایک شخص نہایت آہستگی کے ساتھ پاؤن دبا دبا کر مثل پرندۂ قطار کے اُس گھاٹی کی طرف چلا۔ اور اسی طرح ہم سب لوگ جمع ہوئے اُسوقت ہم لوگ دو عورتین ملا کر مجموعاً ستر آدمی تھے عورتون مین ایک کا نام نسیبہ بنت کعب اور کنیت ام عمارہ تھی اور دوسری کا نام اسما بنت عمرو بن عدی۔ ہملوگ اوس پہاڑ کے درے مین بیٹھے انتظار کرتے تھے کہ آنحضرت صلعم مع اپنے عم محترم عباس ابن عبد المطلب کے تشریف لائے۔

طبری کی اس عبارت نے ثابت کردیا کہ یہ امور کس رازداری اور ہوشیاری سے عمل مین لائے جاتے تھے اور سوائے ان معتمدین ومعتبرین خاص کے جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اعتبار ہوتا تھا۔ با ایمان لانے والون کو اپنے جن ہمراز احباب پر اعتماد واطمینان کلّی ہوتا تھا سوائے اون کے اور کسی سے اشارتًا یا کنایتًا ان امور کا ذکر نہین کیا جاتا تھا۔

اسی کے ساتھ حضرت عباس کی شرکت وہمراہی سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ وہ معدودے چند حضرات بنی ہاشم جو اسوقت تک بظاہر اسلام نہین لائے تھے لیکن قرابت اور یگانگی کی فطرتی اور حقیقی تعلقات کی وجہ سے آنحضرت صلعم کے نزدیک بمقابلہ دیگر مسلمین کے زیادہ معتمد اور معتبر تھے۔ اسی لئے اونکو ایسی سخت رازداری کے اوقات مین اونکے اخلاص واتحاد پر پورا اعتماد کرکے اونکو اپنا رفیق وہمراز بنایا گیا۔

افسوس ہے کہ شبلی صاحب نے آنحضرت صلعم کے احباب خاص کی گذشتہ فہرست مین حضرت عباس کیا کسی بنی ہاشم کا نام نہین دیا۔ اور محض بیرونی اشخاص کو احباب خاص مین داخل کردیا ہے جس پر ہم مفصل بحث کر چکے ہین۔

اب ہم ان واقعات کو شبلی صاحب کی زبانی ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

اگلے سال ۷۲ شخص حج کے زمانے میں آئے اور اپنے ساتھیوں سے (جو بت پرست تھے) چھپکر بمقام منیٰ (عقبہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس موقع پر حضرت عباس بھی جو اسوقت تک ایمان نہیں لائے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔ انھوں نے انصار سے خطاب کرکے کہا کہ گروہ خزرج۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے خاندان میں معزز اور محترم ہیں۔ دشمنوں کے مقابلہ میں ہم ہمیشہ انکے سینہ سپر رہے اب وہ تمہارے پاس جانا چاہتے ہیں۔ اگر مرتے دم تک انکا ساتھ دے سکو تو بہتر ورنہ ابھی سے جواب دیدو۔ براء نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف خطاب کرکے کہا ہم لوگ تلوار کی گود میں پلے ہیں۔ وہ اسی قدر کہنے پائے تھے کہ ابوالہیثم نے بات کاٹ کر کہا۔ یا رسول اللہ صلعم۔ ہم سے اور یہود سے تعلقات ہیں بیعت کے بعد یہ تعلقات ٹوٹ جائیں گے۔ ایسا تو نہو کہ جب آپ کو قوت اور اقتدار حاصل ہو جائے تو آپ ہم کو چھوڑ کر وطن چلے جائیں۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا نہیں۔ تمہارا خون میرا خون ہے تم میرے ہو اور میں تمہارا ہوں۔

آنحضرتؐ نے جن باتوں پر انصار سے بیعت لی یہ تھیں۔ شرک۔ چوری۔ زنا۔ قتل اولاد اور افترا کے مرتکب نہونگے اور اچھی بات جو رسولؐ کہیں گے اوس سے سرتابی نکرینگے۔[ل]

جب انصار بیعت کر رہے تھے تو اسعد بن زرارہ نے کھڑے ہوکر کہا بھائیو یہ بھی خبر ہے کہ کس چیز پر بیعت کر رہے ہو یہ عرب وعجم اور جن وانس سے اعلان جنگ ہے۔ سب نے کہا۔ ہاں۔ ہم اسی پر بیعت کر رہے ہیں۔

مفصلہ ذیل بارہ ۱۲ اشخاص جو نقیب انتخاب کئے گئے رئیس القبائل تھے انکا اسلام قبول کرنا تمام اسلام کا قبول کرنا تھا۔

[ل] شبلی صاحب لکھتے ہیں کہ یہ شرائط صحیح بخاری کی روایت ہے۔ سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے کہ یہ عقبہ اولیٰ کے شرائط میں۔ اخیر بیعت اس بات پر ہوگی کہ انصار آپ کی جان کی حفاظت کرینگے"۔ شبلی صاحب کی نظر اگر وسیع ہوتی تو آپ یہ تفریق وتخصیص نہ قائم کرتے اور سمجھ لیتے کہ منع عن الشرک والسرقۃ والزنا۔ والاجتناب عن قتل الاولاد والافتراء وغیر ذلک۔ یہ تمام شرائط اسلام کے ابتدائی اصول دین میں انکا اقرار ہر بیعت میں بقصد مشترک لیا گیا ہے فتح مکہ کی اخیر بیعت میں بھی بیعت کرنیوالوں سے بھی اقرار لیے گئے تھے۔ اس بنا پر یہ اصول ہر بیعت کے شرائط مخصوصہ کے ساتھ عام طور سے مشترک ہیں اس لئے بخاری نے عقبہ ثانیہ میں بھی انکو لکھدیا۔ اور اہل سیرت نے اس خیال سے کہ بیعت اولیٰ کے ذکر میں انکو لکھ چکے ہیں۔ انکو تو نہ لکھا مگر مخصوص شرط کو اس غرض سے قلمبند کردیا کہ اسکا تکرار نہیں کیا گیا تھا۔ شبلی صاحب یہیں سے فن تاریخ وسیرت اور فن حدیث کے اصول مختلفہ کو سمجھ لیں۔

لیکن بخاری کے شرط اخیر کہ رسول اللہ صلعم جو اچھی بات کہیں گے اوس سے سرتابی نہ کرینگے اسکو البتہ کسی تاریخ وسیر کے مولف نے نہیں لکھا ہے۔ اور سمجھ میں نہیں آتا کہ خدا کا رسولؐ اچھی باتوں کو چھوڑ کر کبھی بُری باتوں کو بھی بتلاتا ہو جو صریح تنقیص شان رسالت ہے اس قسم کی بیعت مشروط اور اطاعت مخصوصہ تو حکم عام اطیعوا اللہ واطیعوا الرسولؐ کے بالکل مخالف ہے۔ فافہم وتدبر

المؤلف

(۱) اسید بن حضیرؓ۔ جنگ بعاث میں انکے باپ اوس کے سردار تھے۔

(۲) ابوالہیثمؓ بن تیہان۔

(۳) سعد بن خثیمہؓ۔ جنگ بدر میں شہید ہوئے۔

(۴) اسعد بن زرارہؓ۔ انکا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ یہ امام نماز تھے۔

(۵) سعد بن الربیعؓ۔ جنگ احد میں قدم رسالت پر جان دیکر شہید ہوئے۔

(۶) عبداللہ بن رواحہؓ۔ مشہور شاعر ہیں۔ جنگ موتہ میں شہید ہوئے۔

(۷) سعد بن عبادہؓ۔ معزز اور مشہور صحابی ہیں سقیفہ بنی ساعدہ میں انہیں نے پہلے خلافت کا دعوی کیا تھا۔

(۸) منذر بن عمرؓ۔ جنگ بیر معونہ میں شہید ہوئے۔

(۹)۔ براء بن معرورؓ۔ بیعت عقبہ میں انصار کی طرف سے انہیں نے تقریر کی تھی۔ آنحضرت صلعم کی ہجرت سے قبل انتقال کر گئے۔

(۱۰) عبداللہ بن عمرؓ۔ جنگ احد میں شہید ہوئے۔

(۱۱) عبادہ بن صامتؓ۔ مشہور صحابی ہیں۔ ان سے اکثر حدیثیں مروی ہیں۔

(۱۲) رافع بن مالکؓ۔ جنگ احد میں شہید ہوئے۔

یہ بارہ شخص جو نقیب انتخاب کئے گئے تھے رئیس القبائل تھے انکا اسلام قبول کرنا تمام انصار کا اسلام قبول کرنا تھا صبح کو مکہ میں اس بیعت کی خبر پھیلی۔ قریش انصار کے پاس آئے اور شکایت کی۔ انصار کے ساتھ جو بت پرست تھے اونکو اس بیعت کی خبر نہ تھی اونہوں نے تکذیب کی کہ اگر ایسا ہوتا تو ہم سے کیونکر چھپ سکتا تھا۔

سعد بن عبادہ پر قریش کے مظالم

شبلی صاحب کی کوتہ قلمی کا کوئی علاج نہیں۔ حالانکہ اس سے سلسلہ واقعات میں اسقاط و ابہام واقع ہو جاتے ہیں جو شان تالیف اور رتبہ مؤلف کے مخالف ہے۔ آپ نے اوپر کے تینے حالات لکھکر۔ مابعد کے تمام واقعات مرفوع القلم فرمادئیے معمولی دیکھنے والے یہی سمجھیں گے کہ مسلمین انصار پر اسکے بعد کوئی سختی یا تشدد نہیں گذرا وہ ٹھنڈے ٹھنڈے اپنے گھر چلے گئے اور قریش نے بھی بت پرستان مدینہ سے استفسار کرنے کے بعد ان لوگوں سے کچھ مواخذہ نہیں کیا اور قطعی دست بردار ہو گئے۔ حالانکہ یہ سراسر خلاف حقیقت ہے ظلمہ قریش نے مشرکین مدینہ کے بیانات لینے کے بعد بھی انصار کی طرف سے اپنی تلاش و سراغ رسانی کا سلسلہ موقوف نہیں کیا اور مسلمین انصار سے دو آدمیونکو گرفتار کر لیا جن میں ایک سعد بن عبادہ تھے ان پر جو مظالم ہوئے وہ بہت جلد بیان ہوتے ہیں۔

افسوس ہے کہ ان قابل الذکر واقعات کو جو انصار کے سلسلہ حالات کے جزو آخر اور ضروری الذکر تھے صرف اسلئے قلم زد کر دئیے گئے کہ شبلی صاحب کے خود غرضانہ موضوع تالیف کے اصول خاص میں انصار کے اخبار و اذکار قابل استخفاف و استنکار

نہیں خصوصًا سعد بن عبادہ تھے جو بقول شبلی صاحب اول دعویدار خلافت ہوئے تھے اور ایسی ناقابل عفو جرم کے مجرم تھے۔

سعد بن عبادہ کی داستان مصیبت ابن ہشام کی زبانی حسب ذیل ہے۔

وخرجوا في طلب القوم فادركوا سعد بن عبادة باذاخر و المنذر بن عمرو اخا بني ساعدة ابن كعب ابن الخزرج وكلاهما كان نقيبا فاما المنذر فاعجز القوم واما سعد فاخذوه فربطوا يديه الى عنقه بنسع رحله ثم اقبلوا به حتى ادخلوه مكة يضربونه ويجذبونه بجمته وكان ذا شعر كثير قال۔ اسعد اني لفي ايديهم اذا طلع علي نفر من قريش فيهم رجل وضيء ابيض شعشاع حلو من الرجال قال سعد بن عبادة قلت في نفسي لان يك عند احد من القوم خير فعند هذا فلما دنا مني دفع يده فلكمني لكمة شديدة قال قلت في نفسي لا والله ما عندهم بعد هذا من خير قال فوالله اني لفي ايديهم يسحبونني اذا اذا اوى لي رجل ممن كان معهم قال ويحك اما بينك و بين احد من قريش جوار ولا عهد قال قلت بلى والله لقد كنت اجير لجبير بن مطعم تجارة وامنعهم ممن اراد ظلمهم ببلادي وللحرث بن حرب ايضا قال ويحك فاهتف باسم الرجلين واذكر ما بينك وبينهما قال ففعلت و خرج ذلك الرجل اليهما فوجدهما في المسجد عند الكعبة فقال لهما ان رجلا من الخزرج الان يضرب بالابطح ليهتف بكما و يذكر ان بينه وبينكما جوارا قالا ومن هو قال سعد بن عبادة قالا صدق والله ان كان ليجير لنا تجارنا ويمنعهم ان يظلموا ببلده قال فجاءا فخلصا سعدا من ايديهم فانطلق

ص ۱۵۵

یہ ثابت قدم شخص یثرب کو چلا گیا۔

قریش کو دن نکلنے کے بعد کچھ بھنک سی معلوم ہوئی وہ اہل یثرب کی تلاش میں نکلے۔ لیکن انکا قافلہ صبح ہی روانہ ہو چکا تھا۔ قریش نے سعد بن عبادہ اور منذر بن عمرؓ کو وہاں پایا۔ منذر تو بھاگ نکلا اور انکے ہاتھ نہ آیا۔ مگر سعد بن عبادہ کو انھوں نے پکڑ لیا اوسکی سواری کے اونٹ کا تنگ کھولکر اوسکی مشکیں باندھیں مکہ میں لاکر انھیں مارتے تھے۔ اونکے سر کے لمبے لمبے بالوں کو کھینچتے پھرتے تھے۔ یہ سعد بن عبادہ وہی ہیں جنکو جناب رسول خدا صلعم نے نقیب اسلام مقرر فرمایا تھا۔ یہ اپنا واقعہ آپ بیان کرتے ہیں لیکہ کہتے ہیں کہ جب قریش مجھے مار رہے تھے تو ایک سرخ و سفید اور شیریں شمائل شخص میرے پاس سے گذرا اوسے دیکھکر میرے دل میں خیال ہوا کہ اگر اس قوم میں سے کسی شخص سے میری بھلائی ہوسکتی ہے تو وہ یہی ہوگا لیکن جب وہ میرے پاس آیا تو اوس نے میرے مونھ پر بڑے زور سے طمانچہ لگایا۔ اسوقت مجھے یقین آگیا کہ ان لوگوں میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس سے خیر کی امید کیجائے۔ اتنے میں ایک شخص اور آیا اوس نے میرے حال پر ترس کھایا اور کہا کیا قریش میں سے کسی کے ساتھ تجھکو شناسائی اور ربط نہیں ہے اور کسی شخص سے بھی تجھے پیمان عہد و پیمان نہیں ہے میں نے کہا ہاں جبیر ابن مطعم اور حرث بن حرب جو عبد مناف کے پوتے ہیں۔ وہ تجارت کے لئے میرے یہاں برابر جایا کرتے ہیں میرے اونکے شناسائی بھی ہے اور عہد و پیمان بھی ہیں میں نے اکثر اونکے جان و مال کی حفاظت کی ہے اور اوس شخص نے کہا پھر اونہیں دونوں آدمیوں کی دہائی کیوں نہیں دیتا اور اونکو اپنی نصرت و حمایت کے لئے کیوں نہیں بلاتا۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا پھر وہی شخص اونہیں ڈھونڈھ کے پاس گیا اور کہا کہ قبیلہ خزرج کا ایک آدمی گرفتار ہوکر مار کھاتا ہے اور غریب تمہارے نام لیکر پکارتا ہے۔ ان دونوں نے پوچھا وہ کون ہے اور اوسکا کیا نام ہے اوس نے بتلایا کہ وہ سعد بن عبادہ نام بتلاتا ہے۔ وہ دونوں بولے ہاں ہاں اوسکا ہم دونوں آدمیوں پر احسان ہے پھر وہ موقع پر آ پہونچے اور مجھ کو چھڑا دیا۔ اھ

صاحب رحمۃ للعالمین اس واقعہ کے متعلق ذیل کی عبارت حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

سعد بن عبادہ کے حال سے کیا نتیجہ نکلتا ہے، کیا سبق ملتا ہے؟ یہی کہ اسلام کے ساتھ ہی خدا کی طرف سے آزمائش شروع ہو جاتی ہے۔ بھوک پیاس کی آزمائش۔ قوم و ملک کی عداوت کی آزمائش۔ ضرر جسمانی اور نقصان مال کی آزمائش وغیرہ وغیرہ اور جب کوئی شخص ان آزمائشوں میں پورا اترتا ہے تب وہ خدا کے اوس ابدی وعدے کا مستحق ٹھہر جاتا ہے جو قرآن و انجیل و توراۃ میں مومنین سے کیا گیا ہے کہ اسکی دنیا بھی عمدہ ہوگی اور آخرت بھی عمدہ ہوگی۔ ملخصاً از کتاب رحمۃ اللعالمین ص ۷۶)

مرقومہ بالا عبارت سے ہر شخص باسانی سمجھ لے سکتا ہے کہ ایک مولف نے اس واقعہ کو زائد از ضرورت سمجھکر مرفوع القلم کر دیا ہے اسکے خلاف دوسرے محقق نے اسکی نقل و تفصیل کو ضروری الذکر سمجھکر اس شرح و بسط سے قلمبند کیا ہے ظاہر ہے کہ مولف اول کی رائے اسکے مرفوع القلم کر دینے کی نسبت ضرور اوسکی اپنی ذاتی اغراض پر مبنی تھی اور مولف آخر نے بغیر کسی ذاتی اغراض و مطالب کے۔ صرف اسلام کی صداقت اور متقدمین اسلام کے استقلال و استقامت کے اظہار مدعا کو پیش نظر رکھکر اس واقعہ کو پوری تصریح کے ساتھ لکھ دیا ہے اگر تنہا شبلی صاحب نے اس پر اعتنا نہ فرمائی تو کیا سعد بن عبادہ کے اسلامی خدمات اسلام کی تمام کتابوں میں محفوظ ہیں اور ان شاء اللہ ابدالآباد تک قایم و برقرار رہیں گے

صحابہ کو ہجرت مدینہ کی اجازت

شبلی صاحب رقمطراز ہیں۔

مدینہ کو اسلام میں پناہ حاصل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے صحابہ کو اجازت دی کہ مکہ سے ہجرت کر جائیں قریش کو معلوم ہوا تو اونہوں نے روک ٹوک شروع کی لیکن چوری چھپے لوگوں نے ہجرت شروع کر دی رفتہ رفتہ اکثر صحابہ چلے گئے۔ صرف آنحضرت صلعم حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ رہ گئے۔ جو لوگ مفلسی سے مجبور تھے وہ مدت تک نہ جا سکے یہ آیت اونہیں کی شان میں ہے۔

وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا	کمزور مرد۔ عورتیں اور بچے۔ جو یہ کہتے ہیں کہ اے خدا ہم کو اس شہر سے نکال لے کہ یہاں کے لوگ بڑے ظالم ہیں۔

شبلی صاحب جسطرح خاص خاص موقع پر کوتہ قلمی کے دلدادہ ہیں اسی طرح خاص خاص حضرات کے گرویدہ بھی ہیں اونکے ذکر اخبار میں آپ کا کلک بیان بہت ہی وسیع البیان ہو جاتا ہے۔ چونکہ اس واقعہ اور اس سے پہلے کے واقعہ میں خاصکر وہ حضرات اور اونکے خدمات ہیں جن سے آپ کو کم تعلق ہے۔ اس لئے سرے سے یہ واقعات ہی فرد بیان سے خارج کر دیے گئے لیکن ایک آزاد مولف اور خاصکر ایسے محقق کو جو بلا واسطہ و تعلق آزادی سے صرف اسلام کے واقعات کی ترتیب دیتا ہے اس تخصیص و تعقید اور قطع و برید کی ضرورت نہیں شبلی صاحب کے خلاف مولوی سید سلیمان صاحب مولف رحمۃ للعالمین نے ان واقعات کو مفصلہ ذیل عبارت میں کس تفصیل سے بیان کیا ہے۔

عقبہ ثانیہ کی بیعت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اون مسلمانوں کو جو مکہ سے ابھی باہر نہیں گئے تھے لیکن

اب جو ان پر اتنے ظلم و ستم ہونے لگے تھے کہ پیارا وطن انکے لئے آگ کا بھاڑ بن گیا تھا۔ یثرب چلے جانے کی اجازت دیدی۔ ان ایمان والون کو گھر بار۔ خویش و اقارب۔ باپ بھائی اور زن و فرزند کے چھوڑنے کا کوئی غم نہ تھا بلکہ خوشی یہی تھی کہ یثرب جاکر خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت پوری آزادی سے کرین گے۔ ان ہجرت کرنے والون اور گھر چھوڑنے والون کو قریش مکہ کی سخت مزاحمت کا مقابلہ کرنا پڑا تھا۔

صہیب رومی پر مظالم صہیب رومی رضی اللہ عنہ جب ہجرت کر کے جانے لگے تو کفار نے انھین آگھیرا اور کہا صہیب جب تو مکہ مین آیا تھا تو مفلس قلاش تھا۔ یہان ٹہیر کر تو نے ہزارون کمائے۔ آج یہان سے جاتا ہے اور چاہتا ہے یہان سے سب مال و زر لے کر چلا جائے۔ تو ایسا کبھی ہونے کا نہین۔ صہیب نے کہا اچھا۔ اگر مین سب اپنا مال و متاع تمہین دیدون تب تو مجھے جانے دو گے۔ قریش بولے ہان۔ حضرت صہیب نے سارا مال اوسیوقت دیدیا اور دامن جھاڑ کر مدینہ کو روانہ ہو گئے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سنکر فرمایا صہیب نے اس سودے مین نفع کثیر کمایا۔ بحوالہ ابن ہشام ص ۱۶۸

حضرت اُم سلمہ پر مظالم۔ حضرت ام سلمہ کہتی ہین کہ میرے شوہر ابو سلمہ نے ہجرت کا ارادہ کیا مجھے اونٹ پر بٹھلایا میری گود مین میرا بچہ سلمہ تھا۔ جب ہم چلے تو بنو مغیرہ نے آکر ابو سلمہ کو گھیر لیا۔ کہا تو جاسکتا ہے مگر ہمارے لڑکے کو نہین لیجا سکتا۔ اب بنو اسد بھی آگئے اونہون نے ابو سلمہ سے کہا کہ تو جا سکتا ہے۔ مگر بچہ کو جو ہمارے قبیلہ سے ہے تو نہین لے جا سکتا۔ غرض اونہون نے ابو سلمہ سے اونٹ کی مہار لے کر اونٹ بٹھلا دیا۔ بنو الاسد تو گود کے بچہ کو مان کی گود سے چھین کر لے گئے اور بنو مغیرہ ام سلمہ رض کو لے آئے۔ ابو سلمہ جو دین کے لئے ہجرت کو فرض سمجھتے تھے زن اور بچہ کے بغیر مدینہ کو روانہ ہو گئے۔ اُم سلمہ روز شام کو اوس جگہ پہونچ جاتین جہان وہ بچہ اور شوہر سے الگ کی گئین تھین۔ گھنٹون رو رو کر واپس آتین۔ ایک سال تک اسی طرح روتے چلاتے گذر گیا۔ آخر اونکے چچا زاد بھائی کو رحم آیا۔ اور ہر دو قبائل سے کہہ سن کر ام سلمہ کو اجازت دلوادی کہ اپنے شوہر کے پاس چلی جائین بچہ بھی اونکو واپس دیدیا گیا۔ یہ تنہا مدینہ چلی گئین ابن ہشام ۱۶۵

ہشام بن عاص اور عیاش پر مظالم حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ عیاش اور ہشام بھی میرے ساتھ مکہ سے مدینہ چلے عیاش تو روانگی کے وقت جائے مقررہ پر پہونچ گئے مگر ہشام کی بابتہ کفار کو خبر لگ گئی اونکو قریش نے قید کر لیا عیاش مدینہ جا پہونچے کہ ابو جہل مع اپنے برادر حرث کے مدینہ پہونچا۔ عیاش اسکے چچیرے بھائی تھے۔ اور تینون کی مان ایک تھی۔ ابو جہل اور حرث نے کہا کہ تمہارے بعد والدہ کی بُری حالت ہو رہی ہے۔ اوس نے قسم کھائی ہے کہ عیاش کا مونہہ دیکھنے تک نہ سر مین کنگھی کرونگی نہ سایہ مین بیٹھونگی اس لئے بھائی تم چلو اور مان کو تسکین دیکر چلے آنا۔ حضرت عمر فاروق رض نے کہا عیاش مجھے تو یہ فریب معلوم ہوتا ہے تمہاری مان کے سر مین اگر جوئین پڑ گئی تو وہ آپ کنگھی کر لیگی۔ اور اگر مکہ کی دہوپ سخت لگی تو وہ خود ہی سایہ مین بیٹھ جائے گی۔ میری تو یہ رائے ہے کہ تمہین جانا نہین چاہئیے۔ عیاش بولے نہین مین والدہ کی قسم پوری کر کے واپس آجاؤنگا۔ عمر فاروق نے کہا اگر اچھا یہی رائے ہے تو میرا ناقہ لیتے جاؤ بہت تیز رفتار ہے اگر راستہ مین تمہین کہین بھی ان سے شبہہ گذرے تو تم اس ناقہ پر نہایت آسانی

سے انکی گرفت سے بچ کر آسکو گے۔ عیاش نے ناقے لیا یہ تنہا چل کھڑے ہوئے ایک روز راہ میں مکہ کے قریب ابوجہل نے کہا ہمارا اونٹ تو تمہارے ناقہ کے ساتھ چلتے چلتے تھک گیا بہتر ہے کہ تم مجھے اپنے ساتھ سوار کرلو۔ عیاش بولا بہتر جب عیاش نے ناقہ بٹھلایا تو دونوں صاحبوں نے اوسے پکڑ لیا مشکیں کس لیں اور اسی طرح مکہ میں داخل ہوئے۔ یہ دونوں بڑے فخر سے کہتے تھے کہ دیکھو بیوقوفوں کو یوں سزا دیا کرتے ہیں۔ اب انکو بھی ہشام بن عاص کے ساتھ قید کر دیا۔ جب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ پہونچ لئے تب حضور کی تمنا پوری کرنے کے لئے ولید بن مغیرہ مکہ میں آئے۔ زندان خانہ سے دونوں کو شبا شب نکال کرلے گئے۔ ابن ہشام ص ۱۹۲ ج ۱

ان واقعات سے مہاجرین سابقین کے مصائب و شدائد جو حکم خدا و رسول کی بجا آوری میں ان مظلوموں کو ظلمہ وقت کے ہاتھوں اوٹھانے ہوئے تفصیل کے ساتھ ثابت ہو گئے۔ کیا ان میں سے ایک بھی شبلی صاحب کے لئے قابل الذکر نہیں تھا۔

ہجرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واقعات

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکَ بِالْھِجْرَۃِ

۱۳ سال نبوت ۱ سنہ ہجری

یہ واقعہ تمام تر بخاری صاحب کی مضمون آفرینی اور شبلی صاحب کی قلم آرائی کا نمونہ ہے اور اگر زیادہ تحقیق کی جائے تو علماء محدثین سواد اعظم کے طباعیوں کا کامل دفتر جنکے مواد و اجزا کی ترتیب و تجمیع تو خلافت راشدہ کے وقت ہی سے آغاز ہوئی تھی لیکن امیر معاویہ کی دوران حکومت میں اونکے فرمان شاہی کے ذریعوں سے ان تمام موضوعات کا اصل عقائد میں داخل ہونا اور ارکان اسلام تسلیم کیا جانا۔ تمام قلمرو اسلامی میں مشتہر اور نافذ کیا گیا۔ اور آئندہ حکومت امویہ و عباسیہ نے اسکو استقرار حکومت کا سب سے بڑا ضروری اور مستحکم ذریعہ یقین کرکے اس اہمیت کے ساتھ جاری کرایا کہ یہ موضوعات اور مصنوعات حقیقی واقعات اور اصلی حالات پر سبقت لے گئے۔ لیکن باوجود اس قدر طول و طویل انتظام و اہتمام حکومت کے اسکی حقیقت اور اصلیت زمانہ سے نہ مٹنے والی تھی نہ مٹی تفصیل قریب آتی ہے چونکہ ہمکو اس روایت کا تنقیدانہ طریقہ سے انکشاف حقیقت کرنا ہے اسلئے ہم شبلی صاحب کی پوری عبارت حسب ذیل نقل کر دیتے ہیں۔

نبوت کا تیرہواں ۱۳ سال شروع ہوا۔ اور اکثر صحابہ مدینہ میں پہونچ چکے تو وحی الٰہی کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی مدینہ کا عزم فرمایا۔ یہ داستان نہایت پُر اثر ہے۔ اور اسی وجہ سے[۱] امام بخاری رح نے بھی باوجود اختصار پسندی نے اسکو خوب پھیلا کر لکھا ہے اور حضرت عائشہ رض کی زبانی لکھا ہے۔ حضرت عائشہ رض کو اسوقت چھ سات برس کی تھیں لیکن انکا بیان درحقیقت خود رسول اللہ صلعم کا اور حضرت ابوبکر رض کا بیان ہے کہ اونھیں سے سنا ہوگا اور ابتدائے واقعہ میں خود بھی موجود

[۱] میری تمہیدی عبارت بیان کے ثبوت میں شبلی صاحب کا مرقومہ بالا عنوان کہ یہ پراثر داستان ہے امام بخاری صاحب نے باوجود اختصار پسندی کے اسکو

تھیں۔ قریش نے دیکھا کہ اب مسلمان مدینہ میں جاکر طاقت پکڑتے جاتے ہیں اور اونکا اسلام پھیلتا جاتا ہے۔ اس بنا پر اونھوں نے دارالندوہ میں جو دارالشوریٰ تھا اجلاس عام کیا۔ ہر قبیلہ کے رؤسا یعنی عتبہ۔ ابوسفیان۔ مطعم۔ نضر بن حارث بن کلدہ ابوالبختری۔ ابن ہشام۔ ربیعہ بن اسود۔ بن مطلب۔ حکیم بن حزام۔ ابوجہل منبہ بن منبہ۔ امیہ بن خلف وغیرہ وغیرہ سب شریک تھے۔ ان لوگوں نے مختلف رائیں پیش کیں۔ ایک نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پاؤں میں زنجیر ڈال کر مکان میں بند کر دیا جاوے۔ دوسرے نے کہا۔ جلاوطن کر دینا کافی ہے ابوجہل نے کہا ہر قبیلہ سے ایک شخص منتخب ہو اور پورا مجمع ایک ساتھ ملکر تلواروں سے اونکا خاتمہ کر دے اس صورت میں اُنکا خون تمام قبائل میں بٹ جاویگا۔ اور آل ہاشم اکیلے تمام قبائل کا مقابلہ نہ کر سکیں گے۔ آخر اسی رائے پر اتفاق عام ہو گیا۔ اور جھٹ پٹے سے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آستانہ مبارک کا محاصرہ کر لیا۔ اہل عرب زنانہ مکان کے اندر گھُسنا معیوب سمجھتے تھے اس لئے باہر کھڑے رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر نکلیں تو یہ فرض ادا کیا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریش کو اسدرجہ کی عداوت تھی تاہم آپکی دیانت پر یہ اعتماد تھا کہ جس شخص کو کچھ مال یا اسباب امانت رکھنا ہوتا تھا آپ ہی کے پاس رکھوا آتا تھا۔ اسوقت بھی آپ کے پاس بہت سی امانتیں جمع تھیں آپکو قریش کے ارادے کی خبر مل چکی تھی۔ اس بنا پر جناب امیرؑ کو بلا کر فرمایا کہ مجھکو ہجرت کا حکم آچکا ہے آج میں مدینہ روانہ ہو جاؤنگا تم میرے پلنگ پر میری چادر اوڑھ کر سو رہو۔ صبح کو سب کی امانتیں جاکر واپس دے آنا یہ سخت خطرہ کا موقع تھا۔ جناب امیرؑ کو معلوم ہو چکا تھا کہ قریش آپ کے قتل کا ارادہ کر چکے ہیں اور آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بستر خواب قتل گاہ کی زمین ہے لیکن فاتح خیبر کے لئے قتل گاہ فرش گل تھا۔

بقیہ عبارت صفحہ گذشتہ خوب پھیلا کر لکھا ہے۔ وغیرہ وغیرہ کافی ہے شبلی صاحب خود بتلائیں کہ خاص اسواقعہ مختصر نویسی کی جگہ طول رقمی کیوں اختیار کی گئی اور تنگ بیانی کی جگہ وسعت بیانی سے کیوں کام لیا گیا؟ وہی ضرورت خاص اغراض نفسی۔ العاقل تکفیہ الاشارہ۔ شبلی صاحب ہر پہلو پر خیال فرما چکے ہیں اور حضرت عائشہؓ کی کم عمری اور عدم صلاحیت نقل حدیث کا کس مزے سے فیصلہ کر دیتے ہیں کہ آنحضرتؐ اور حضرت ابوبکرؓ سے سنا ہوگا۔ یہ ہوگا۔ کیا معنی۔ معلوم ہوا کہ ان حدیثوں کے سمع میں آپ بھی ابتک مشکوک ہیں اور انکے استماع حدیث کو یقینی طور پر نہیں۔ بلکہ بطریقہ احتمال جانتے ہیں۔ اب دوسری طرف متوجہ ہوجئے اگر بفرض محال ایک حقیقت کا طالب ان حدیثوں کی نسبت حضرت عائشہ کے استماع کو صحیح بھی یقین کر لے تو اعتراض یہ پیدا ہوگا کہ خصائص حضرت ابوبکرؓ ثابت کرنیکے لئے مرویات حضرت عائشہ کہاں تک قابل اعتبار ہو سکتی ہیں کیونکہ آپ خوب جانتے ہیں کہ ہبہ فدک والے معاملے ہیں۔ حضرت علیؑ کی شہادت دربارہ خلافت میں قابل وثوق نہیں سمجھی گئی اسلئے کہ باپ کا قول بیٹوں کے اثبات حقوق میں قابل اعتبار نہیں ہو سکتا پھر وہی اصول وحدود شہادت یہاں بھی قایم ہونگے اور شبلی صاحب نے تو اس اصول کی اس سختی کے ساتھ پابندی کی ہے کہ ایسی روایتوں کو بلا تعلقات سببی ونسبی۔ صرف ارادت وعقیدت کی یکجہتی کی وجہ سے ساقط الاعتبار کر دیا ہے۔ چنانچہ بذیل ذکر غزوہ خیبر رقمطراز ہیں۔ طبری میں روایت ہے کہ جب خیبری قلعہ سے نکلے تو حضرت عمر کے پاؤں نہ جم سکے اور آنحضرت صلعم کی خدمت میں شکایت کی کہ فوج نے نامردی کی لیکن فوج نے انکی نسبت خود بھی شکایت کی۔ اس روایت کو طبری نے جس سلسلہ سند سے روایت کی ہے اوسکے راوی عوف ہیں انکو بہت سے لوگوں نے ثقہ کہا ہے لیکن بندار جب انکی روایت بیان کرتے تھے تو وہ کہتے تھے کہ وہ رافضی اور شیطان تھا۔ یہ لفظ بہت سخت ہے لیکن انکی شیعیت سب کو تسلیم ہے اور گو شیعہ

ہجرت سے دو تین پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوپہر کے وقت حضرت ابوبکرؓ کے گھر پر گئے دستور کے مواقق دروازے پر دستک دی۔ اجازت کے بعد گھر میں تشریف لے گئے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا کہ کچھ مشورہ کرنا ہے سب کو ہٹادو۔ بولے کہ یہاں آپ کے حرم کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ اوسوقت حضرت عائشہؓ سے شادی ہوچکی تھی حضرت ابوبکرؓ نے نہایت بیتابی سے کہا میرا باپ آپ پر فدا ہو۔ کیا مجھکو بھی ہمراہی کا شرف حاصل ہوگا ارشاد ہوا۔ ہاں۔ حضرت ابوبکرؓ نے ہجرت کے لئے چار مہینہ سے دو انٹنیاں ببول کی پتیاں کھلا کھلا کر تیار کر رکھی تھیں۔ عرض کی کہ ان میں سے ایک آپ پسند فرمائیں محسن عالم کو کسی کا احسان گوارا نہیں ہوسکتا تھا ارشاد ہوا۔ اچھا مگر بقیمت۔ حضرت ابوبکر نے مجبوراً قبول کیا۔ حضرت عائشہؓ اوسوقت کمسن تھیں۔ انکی بڑی بہن اسماءؓ جو عبداللہ بن زبیرؓ کی ماں تھیں سفر کا سامان کیا۔ دو تین دن کا کھانا ناشتہ دان میں رکھا۔ نطاق جس کو عورتیں کمر سے لپیٹی رہتی ہیں پھاڑ کر اوس سے ناشتہ دان کا مونھہ باندھا۔ یہ وہ شرف تھا جسکی وجہ سے آجتک انکو ذات النطاقین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے

کفار نے جب آپ کے گھر کا محاصرہ کیا اور رات زیادہ گذر گئی تو قدرت نے اونکو بیخبر کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انکو سوتا چھوڑ کر باہر آئے۔ کعبہ کو دیکھا اور فرمایا تو مجھکو تمام دنیا سے زیادہ عزیز ہے لیکن تیرے فرزند مجھکو رہنے نہیں دیتے۔ حضرت ابوبکرؓ سے پہلے قرارداد ہوچکی تھی دونوں صاحب پہلے جبل ثور کے غار میں پوشیدہ ہوئے یہ غار آج بھی موجود ہے اور بوسہ گاہ خلائق ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کے بیٹے عبداللہ جو نوخیز جوان تھے شب کو غار میں ساتھ سوتے صبح مونھہ اندھیرے شہر میں چلے جاتے اور پتہ لگاتے کہ قریش کیا مشورہ کر رہے ہیں؟ جو کچھ خبر ملتی شام کو آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کرتے۔ حضرت ابوبکرؓ کا غلام کچھ رات گئے بکریاں چرا کر لاتا۔ آپ اور حضرت ابی بکرؓ ان کا دودھ پی لیتے۔ تین دن تک صرف یہی غذا تھی لیکن ابن ہشام نے لکھا ہے کہ روزانہ شام کو اسماءؓ گھر سے کھانا پکا کر غار میں پہونچا آتی تھیں۔ اسیطرح تین راتیں غار میں گذریں۔ بحوالہ بخاری

باب الہجرت و مزید حالات منقول من باب مناقب المہاجرین۔

صبح کو قریش کی آنکھیں کھلیں تو پلنگ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بجائے جناب امیرؑ تھے۔ ظالموں نے انکو پکڑا اور حرم میں لیجا کر تھوڑی دیر محبوس رکھا اور چھوڑ دیا پھر آنحضرت صلعم کی تلاش میں نکلے۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے غار کے دہانہ تک آگئے۔ آہٹ پاکر حضرت ابوبکرؓ غمزدہ ہوئے اور آنحضرت صلعم سے عرض کی کہ اب دشمن اسقدر قریب آگئے ہیں کہ اگر اپنے قدم پر اونکی نظر جائے تو ہمکو دیکھ لیں گے آپ نے فرمایا لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا گھبراؤ نہیں خدا ہمارے ساتھ ہے۔

بقیہ عبارت صفحہ گذشتہ۔ ہونا بے اعتباری کی دلیل نہیں لیکن یہ ظاہر ہے کہ جس روایت میں حضرت عمرؓ کے بھاگنے کا واقعہ بیان کیا جائے شیعہ کی زبان سے اوس کا کیا رتبہ رہجاتا ہے۔ سیرۃ النبی جلد اول ص ۲۵۶

اب شبلی صاحب کے اختیار کردہ اصول تنقید کے اور نیز اوس مختار سلف قدیم کے حضرت عائشہؓ کی یہ تمام مرویات نہ کبھی قابل التفات ہوسکتی ہیں اور نہ لائق اعتبار حقیقت شناس اور انصاف پسند تو انچہ بر خود نپسندی بر دیگران مپسند کے اصول زرین پر عمل پیرا ہوکر ان تمام واقعات مرویات کو موضوعات کا طومار سمجھیں گے جیسا عنقریب ظاہر ہوتا ہے۔ المؤلف عفی عنہ

بھر حال چوتھے دن۔ آپ غار سے نکلے عبداللہ بن اریقط ایک کافر جسپر اعتماد تھا رہنمائی کے لئے اجرت پر مقرر کیا گیا وہ آگے آگے راستہ بتاتا جاتا تھا۔ ایک دن رات برابر چلے گئے۔ دوسرے دن دوپہر کے وقت دھوپ سخت ہوگئی تو حضرت ابوبکرؓ نے چاہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سایہ مین آرام فرمالین۔ چارون طرف نظر ڈالی۔ ایک چٹان کے نیچے سایہ نظر آیا۔ سواری سے اوترکر زمین جھاڑی۔ پھر اپنی چادر بچھائی۔ آنحضرت صلعم نے آرام فرمایا تو تلاش مین نکلے کہ کہین کچھ کھانے کو مل جائے تو لائین۔ پاس ہی ایک چرواہا بکریان چرا رہا تھا۔ اوس سے کہا ایک بکری کا تھن گرد وغبار سے صاف کرائے۔ پھر اوسکے ہاتھ صاف کرائے اور دودھ دوہایا۔ دودھ کے برتن پر کپڑا لپیٹ دیا کہ گرد نہ پڑنے پائے۔ دودھ لے کر آنحضرت صلعم کے پاس آئے اور تھوڑا سا پانی ملاکر پیش کیا۔ آپ نے پیکر فرمایا کیا ابھی چلنے کا وقت نہین آیا۔ آفتاب اب ڈھل چکا تھا۔ اسلئے آپ وہان سے روانہ ہوئے۔ یہ پوری تفصیل حرف بحرف صحیح بخاری باب مناقب المہاجرین مین ہے ہم نے تمام جزئیات اس لئے نقل کئے ہین کہ اس سے حضرت ابوبکرؓ کی صفائی پسندی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

سراقہ کا قصہ قریش نے اشتہار دیا تھا کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا ابوبکرؓ کو گرفتار کرلائے گا اوسکو ایک خون بہا کے برابر (یعنی سو اونٹ) انعام دیا جاوے گا۔ سُراقہ بن جعشم نے سنا تو انعام کی اُمید مین نکلے عین اوس حالت مین کہ آپ روانہ ہو رہے تھے اوس نے آپ کو دیکھ لیا۔ اور گھوڑا دوڑا کر قریب آگیا لیکن گھوڑے نے ٹھوکر کھائی وہ گر پڑا۔ ترکش سے فال کے تیر نکالے کہ حملہ کرنا چاہیے یا نہین۔ جواب مین نہین نکلا لیکن سو اونٹون کا گران بہا معاوضہ ایسا نہ تھا کہ تیر کی بات مان لی جاوے۔ دوبارہ گھوڑے پر سوار ہوا اور آگے بڑھا۔ ابکی بار گھوڑے کے پاؤن گھٹنون تک زمین مین دہنس گئے۔ گھوڑے پر سے اوتر پڑا۔ اور پھر فال دیکھی۔ اب بھی وہی جواب تھا۔ لیکن مکرر تجربہ نے اوسکی ہمت پست کردی اور یقین ہوگیا کہ یہ کچھ اور آثار ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر قریش کے اشتہار کا واقعہ سنایا۔ اور درخواست کی کہ مجھکو امن کی تحریر لکھدیجئے۔ حضرت ابوبکر کے غلام عامر بن فہیرہ نے چمڑے کے ٹکڑے پر فرمان امن لکھدیا۔

عبارت حاشیہ زیرین ۲ سراقہ بعد مین اسلام لائے۔ اور جب ایران فتح ہوا اور کسری کے زیورات لوٹ مین آئے تو حضرت عمرؓ نے انھین کو وہ زیورات پہنا کر عالم کی نیرنگی کا تماشا دیکھا۔

ایضاً حاشیہ زیرین ۳ (صحیح بخاری باب الہجرت النبی صلعم) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ پریشانی مین بھی دوات وقلم ساتھ رہتا تھا۔

حسن اتفاق سے ہے کہ حضرت زبیرؓ شام سے تجارت کا مال لیکر آرہے تھے۔ اونھون نے آنحضرت صلعم اور حضرت ابوبکرؓ کی خدمت مین چند کپڑے پیش کئے۔ جو اوس بے سروسامانی مین غنیمت تھے (سیرۃ النبی جلد اول از صفحہ ۲۹۶ تا صفحہ ۳۰۰)

بخاری کی مرویات ہجرت کی حقیقت کا انکشاف

شبلی صاحب تو امام بخاری کے ترجمان ہین ۵ انچہ اوستاد ازل گفت ہمان می گویم لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ شبلی صاحب

نے تمام رطب و یابس جو کچھ بھی صحیح بخاری مین ذخیرہ پایا اکھٹا کر دیا۔ اتنا تو ضرور ہے کہ بمقابلہ اون لغویات و حشویات کی جو طبرانی و دیلمی سہیلی اور سمہودی وغیرہم نے انبار کیے ہین۔ یہ طومار کم ہے لیکن تاہم تحقیق کا طالب جب ہجرت کی حقیقت۔ اوسکی اصلی ضرورت اوسکے وقت وقوع کی موجودہ حالت کفار قریش کی بے انتہا مخالفت قتل رسول اللہ پر اونکی مشورت اور اوسکے اقدام کی صورت اور جان رسولؐ کی خدا کی طرف سے رازدارانہ محافظت وغیرہ ان تمام اسباب و علل اور چارون طرف کے حالات و واقعات پر غائر نظر ڈالتا ہے۔ اوسکے ساتھ بخاری کی ان مرویات کو اون سے ملاتا ہے تو یہ داستان کی داستان گو بقول شبلی صاحب کتنی ہی پر اثر اور کیسی ہی پر لطف نہ ہو بالکل واقعہ کے خلاف مصلحت کے برعکس مناسبت وقتی کی منافی ثابت ہوتی ہے تفصیل آگے آتی ہے بخاری کے دونون باب کے (باب الہجرت النبی و باب المناقب المہاجرین) ہر ہر جزئیات کی تفصیل کو جسکو شبلی صاحب نے بلفظہ نقل فرمانے کا اعتراف فرمایا ہے۔ پڑھ جایئے تو معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واقعات ہجرت تو نہین ہین۔ حضرت ابوبکرؓ کی صدیقیت اور صحابیت۔ حمایت اور رفاقت۔ خدمات اور رسولؐ پر احسانات کے رنگا رنگ مرقعون کا فیسی البم تیار کیا گیا ہے۔ جب اس طلسمی مرقع مین جناب رسالت مآب صلعم کے پیکر نورانی کی زیارت کی جاتی ہے تو اوس پر حضرت ابوبکرؓ کے احسان و امتنان کی زیر باری اور انکی مشورت و ہدایت کی متابعت کا رنگ ایک طرف افشائے راز خداوندی اور مصلحت و مناسبت وقتی سے خلاف ورزی کا گہرا سٹید پڑا ہوا دوسری طرف صاف صاف نظر آتا ہے۔

بخاری صاحب تو فضائل و مناقب حضرت ابوبکرؓ کی مضمون آفرینیون مین اور شبلی صاحب اونکی ریزہ چینیون مین اتنے محو ہو گئے کہ حقیقت نویسی سے کوئی واسطہ ہی نہین رکھا۔ واقعہ تو تاریخ اسلام کا اتنا بڑا عظیم الشان ہی لیکن آپ حضرات کے بیان مین نہ کہین اسکے سال و ماہ وقوع کا پتا ملتا ہے اور نہ تاریخ و روز وقوع کا نشان پایا جاتا ہے اگر صحیح بخاری سیرت و تاریخ کے موضوع کی کتاب نہ تھی تو سیرۃ النبیؐ جلد اول تو ضرور اس صنف خاص کی تصنیف تھی۔ اس مین اسکی عدم موجودگی شبلی صاحب کے ایسے فاضل محقق کے لئے کیسی شرمناک فروگذاشت قرار پاتی ہے۔

ہم اوپر لکھ آئے ہین کہ اس موقع پر آپ نے بخاری صاحب کی بالکل ترجمانی فرمائی ہے۔ جو صاحبان تحقیق کی نگاہون مین تقلید غلط سے بھی فروتر ہے۔ اسی بنا پر آپ نے جو بخاری مین لکھا پایا ہے۔ عربی سے اُردو مین نقل و ترجمہ کر دیا۔ دریافت حقیقت اور تلاش اصلیت سے کوئی واسطہ نہین۔ اس موقع پر شبلی صاحب نے حقیقتاً اپنی تالیف کی وقعت اور مؤلف ہونے کی حیثیت اور بھی گرا دی ہے۔ آپ کے دیباچہ کے عنوان اور اوسکی تحریری شان کو پڑھا جاوے اور اس موقع کے انداز تالیف اور طرز بیان سے ملایا جائے تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان دونون تحریرون کا لکھنے والا ایک ہی شخص ہے۔

لیکن ہر امر کے لئے ایک سبب خاص ہوتا ہے۔ شبلی صاحب کی اس فروگذاشت کا سبب خاص یہی رہی ہے جو اوپر بیان ہو چکا ہے کہ امام بخاری کی متابعت اور تقلید اسلاف کی مطابقت مین محو ہو کر آپ اپنی مؤلفانہ اور محققانہ شان و حقیقت بھی بھول گئے۔ اور سیرت و تاریخ کی کتاب لکھتے ہوئے اتنے بڑے عظیم واقعہ کی تعیین ماہ و سال کو ترک

فرما گئے۔ حالانکہ تمہیدی عبارت میں صحابہ کو حکم ہجرت دیے جانے کے موقع پر اتنا لکھ چکے تھے کہ نبوت کا تیرہواں سال شروع سال تھا۔ ص ۱۹۶۔

لیکن راس المہاجرین سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاص ہجرت کی تفصیل کرتے وقت آپ کو نہ دن کا خیال ہا نہ ماہ وسال کا۔ اگر ماہ وتاریخ وروز نہیں لکھا تھا تو صرف اوسی عبارت مندرجہ کا اعادہ کر دیا ہوتا کہ نبوت کا تیرہواں سال شروع تھا۔ یہ تمام اسباب وعلل بتلا رہے ہیں کہ آپ کو واقعیت کے ساتھ دلچسپی نہیں ہے بلکہ آپ کسی خاص امر کی طرف اسکے متعلق زیادہ متوجہ ہیں۔

بہر حال شبلی صاحب کو بخاری صاحب کی نقل وترجمانی کرنا ہے اور ہمکو سیرت وتاریخ کے موضوع پر اپنی تالیف کو ترتیب دینا ہے اس لئے اس واقعہ کی تفصیل سے پہلے ہم اسکے وقوع کی تعیین ماہ وسال کو ضروری سمجھتے ہیں اور لکھکر بتلا دیتے ہیں کہ دنیائے اسلام میں ہجرت رسول اللہ صلعم کا عظیم الشان واقعہ چھبیسویں تاریخ ماہ صفر کا دن تمام ہو کر روز پنجشنبہ ۱۳ سال نبوت مطابق ۱۲ ستمبر ۶۲۲ء میں ظہور پذیر ہوا بقول شبلی صاحب ۵ ہم ورق کہ سیہ گشت مدعا اینجاست۔

تمیدًا اتنا لکھکر ہم اصل واقعات کے انکشاف حقیقت کی طرف رجوع کرتے ہیں اور امام بخاری کی مضمون تراشی اور شبلی صاحب کی نقاشی کی اصلیت مفصلہ ذیل عبارت تنقیدی میں دکھلاتے ہیں:۔

واقعہ شب ہجرت حقیقتاً سر عظیم تھا۔ شبلی صاحب اور اونکے اسلاف قدیم نے عقبہ کی دونوں بیعتوں کے واقعات کو بڑے حزم واحتیاط اور کمال ہوشیاری اور رازداری سے تعمیل کیا جانا لکھا ہے۔ مگر واقعہ ہجرت کو جو اوسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے اور اُن دونوں واقعات کے صرف دو مہینوں بعد ظہور پذیر ہوتا ہے ایسا عام کر دیا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلا حزم واحتیاط ہر کس وناکس سے اتنے بڑے راز الٰہی کو افشا کرتے پھرتے ہیں۔ حالانکہ صورت حال بتلا رہی ہے کہ انصار مدینہ کی بیعت کرنے کی خبر پاکر جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کفار قریش کی مخالفت رسول اللہ صلعم پہلے سے بھی کہیں زیادہ بڑھ گئی تھی۔ تو کیا معمولی سے معمولی عقل ودماغ والا شخص بھی کہہ سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایسا مدبر وحکیم آلہی اور خدا کا راز دار وامین۔ جو تمام دنیا کے لوگوں سے بہتر موقع شناس اور مصلحت اندیش ہو وہ اسطرح اتنے بڑے اور ضروری راز آلہی کو عام طور سے فاش کر دے کہ قبل از نزول حکم ہجرت۔ بروایتے چار روز اور بروایتے مہینوں پیشتر اپنے راز سے لوگوں کو آگاہ کر دے۔ اس بنا پر قبل وبعد حکم ہجرت اس سر عظیم آلہی کا افشا کر دینا ذات مقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صریح اتہام ہے۔

حضرت ابوبکرؓ کے گھر آکر ہجرت کے متعلق مشورت اور انتظام

اس روایت کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت دوپہر کے وقت حضرت ابوبکرؓ کے یہاں تشریف لائے اور اس واقعہ کی اطلاع دی۔ ابوبکرؓ نے کہا ہمکو بھی ساتھ لیجئے آپ نے منظور کر لیا۔ لیکن افسوس بخاری صاحب کی یہ روایت اسقدر خلاف واقعیت لوقوع ہوئی تھی کہ آخر ابن حجر عسقلانی شارح بخاری کے ایسے موید ومقلد بخاری نے بھی اس واقعہ کو بالتمامہ خلاف واقع اور ساقط از اعتبار سمجھا۔ اونکی عبارت حسب ذیل ہے۔

ولابن عباس حدیث اخر لعلہا امس بالمراد اخرجہ احمد والحاکم من طریق عمرو بن میمون عنہ قال کان المشرکون یرمون علیا وھم یظنون انہ النبی صلعم فجاء ابوبکر فقال یا رسول اللہ صلعم فقال لہ علی انہ انطلق نحو بئر میمون فادرکہ قال فانطلق ابوبکر فدخل معہ الغار الحدیث واصلہ فی الترمذی والنسائی ۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری

ابن عباسؓ کی دوسری روایت زیادہ مناسب واقعہ ہے اس مقام سے جسکو امام احمدؒ بن حنبل اور امام حاکم نے عمروؓ بن میمون سے روایت کی ہے کہ بعد تشریف بری جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشرکین حضرت علیؑ پر پتھر برسا رہے تھے یہ سمجھکر کہ رسول اللہ لیٹے ہوئے ہیں کہ اتنے میں حضرت ابوبکرؓ آئے اور جناب امیرؑ کو آنحضرت سمجھکر کہا یا رسول اللہ تو حضرت علیؑ نے فرمایا رسول اللہ صلعم تو بیر میمون کی طرف تشریف لے گئے تم بھی جاکر مل جاؤ ابوبکرؓ ادھر روانہ ہوئے اور حضرت کے ساتھ داخل غار ہوئے۔ الحدیث اور اصل اسکی ترمذی اور نسائی میں ہے۔

اب نہ بخاری صاحب موجود ہیں جو بتلائیں اور نہ شبلی صاحب ہیں جو ارشاد فرمائیں کہ اس روایت ترمذی و نسائی کے سامنے آپ حضرات کی داستان طرازی اور افسانہ سازی کیا ہوئی کیونکہ آپ حضرات نے حقیقت و اصلیت واقعہ کے خلاف صرف اپنے معتقدانہ اصول کی بنا پر جن قصص و حکایات کے عنوان باندہے تھے اور پھر اون سے شاخ در شاخ مضامین تراشے تھے۔ وہ اصلاً و عقلاً کچھ بھی نہیں تھے۔ کیونکہ ابن حجر شارح بخاری کی مرقومہ بالا عبارت سے صاف طور پر ثابت ہوگیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے حقیقتاً نہ حضرت ابوبکرؓ کو کسی قسم کی اطلاع دی تھی اور نہ اون سے صلاح و مشورت کی تھی۔ کیونکہ دفعتاً حکم ہجرت آجانے کے بعد آپ کو ان امور کے لئے وقت کہاں تھا۔ جیسا کہ بہت جلد سلسلہ بیان سے آئندہ معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ حکم ہجرت پاتے ہی آنحضرت صلعم فوراً غار کی طرف روانہ ہوگئے۔ حضرت ابوبکرؓ آپ کی تشریف لے جانے کے بعد محض بطریق معمول آئے۔ اور جناب امیرؑ کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سبز چادر اوڑہے ہوئے لیٹے تھے۔ رسول اللہ سمجھی اور یا رسول اللہ کہکر پکارا۔ جناب امیر انکی غلط فہمی کو سمجھہ گئے۔ فرمایا جناب رسالتمآب صلعم تو بیر میمون کی طرف تشریف لے گئے اگر تمہیں خواہش ہو تو جاؤ۔ جب آخر وقت تک آنحضرت صلعم کی نقل و حرکت کی کوئی خبر و اطلاع حضرت ابوبکرؓ کو ہونا اس روایت سے ثابت نہیں ہوتی ہے تو آنحضرت صلعم کا انکے گھر جانا۔ مشورہ فرمانا۔ وغیرہ وغیرہ تمام مکالمات اور انتظامات جو کتابوں میں منقول ہیں۔ رسول اللہ صلعم پر صریح اتہام نہیں تو اور کیا۔ رہا اب اس امر کا ثبوت کہ حضرت ابوبکرؓ کی عدم اطلاع کی یہ حالت جو ابن حجر کے اس روایت سے ثابت ہوتی ہے وہ صرف ابن حجر نے بطریق منفرد لکھی ہے۔ یا اور محدثین و مورخین نے بھی بطور تواتر اپنی اپنی تصنیفات میں درج کیا ہے اسکے متعلق مفصلہ ذیل اسناد ملاحظہ ہوں۔

لیکن پہلے یہ سمجھہ لینا چاہیئے کہ ابن حجرؒ نے موجودہ روایت کو امام احمدؒ بن حنبل اور امام حاکمؒ کے اسناد سے لکھا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا ہے ان دونوں امامان حدیث نے اس واقعہ کو مختصر الفاظ میں بیان کیا ہے اور اصل عبارت حدیث کو صحیحین۔ ترمذی و نسائی سے مستخرج و مستنبط بتلایا ہے اس بنا پر یہ روایت امام ترمذیؒ۔ امام نسائی منجملہ کتب صحاح اور امام احمد بن حنبل اور امام حاکم۔ مجموعاً پانچ حجۃ الائمہ کبار محدثین کی مصدقہ و مسلمہ تو ثابت ہوگئی اب چھٹی سند اسکی تفسیر درمنثور امام سیوطیؒ

جلد دوم ص ۲۴۴ کی حسب ذیل عبارت مین ملاحظہ کی جاوے۔

اخرج ابن مردویه وابونعیم فی دلائل النبوۃ عن ابن عباس قال لما خرج رسول اللہ من اللیل لحق بغار ثور قال و اتبعه ابوبکر فلما سمع رسول اللہ من خلفه خاف ان یکون الطلب فلما رای ذلك ابوبکر تنحنح فلما سمع ذلك رسول اللہ عرفه فقام له حتی تبعه فاتیا الغار ذلك۔ درمنثور ج ۳ ص ۲۴۴

ابن مردویہ اور ابونعیم نے دلائل النبوۃ مین لکھا ہے کہ جب آنحضرت صلعم شب کو مکان سے باہر نکلے اور قریب غار پہونچے تو آپ کے پیچھے ابوبکرؓ بھی آرہے تھے۔ حضرتؐ نے جب انکی آہٹ سنی تو خوف ہوا کہ کوئی پکڑنے والا تو نہو ابوبکرؓ نے کھکھارا تو حضرتؐ نے آواز سے پہچانا اور رکھڑے ہوگئے یہانتک کہ دونون وہان سے ساتھ ہوگئے اور پھر اوسی طرح غار تک پہونچے۔

اس روایت نے تو بخاری صاحب کی قلمکاریون کی اور قلعی کھولدی اور بتلادیا کہ حضرت ابوبکرؓ کی شرکت یا رفاقت جو کچھ بھی تھی وہ آنحضرت صلعم کی اجازت سے تھی نہ آپ کی مرضی سے۔ بلکہ یہ آپ کے بلا رضا و اجازت آپ کے ساتھ ہولیے تھے اسی لئے انکی آہٹ پاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان پر دشمن کے تعاقب کرنے کا گمان پیدا ہوا جسکو خود حضرت ابوبکرؓ بھی سمجھ گئے اور کھکھار دیے۔ اب یہ کون پوچھے کہ بقول زرقانی مہینون پیشتر اور بروایت بخاری و شبلی صاحب ہجرت سے دو تین روز پیشتر جو رسول اللہ صلعم اور حضرت ابوبکرؓ کے فیمابین ہجرت کے متعلق صلاح و مشورت ہوئی تھی اوسکا نتیجہ کیا یہی تھا کہ ایک کو دوسرے کی نقل و حرکت کی خبر تک نہو۔ اور ایسی لاعلمی ہو کہ ضرورت معلومہ کے لئے وقت موعودہ پر حضرت ابوبکر کو آتے ہوئے دیکھکر بھی آنحضرت صلعم نہ پہچان سکین۔

امام بیہقی کی عبارت بھی اسی درمنثور ص ۲۴۱ مین ملاحظہ ہو۔

اخرج البیهقی فی الدلائل وابن عساکر عن حلیه بن محصن العبدی قال قلت لعمر بن الخطاب انت خیر من ابوبکرؓ فبکی قال واللہ للیلة من ابی بکر ویوم خیر من عمر هل لك ان احدثك بلیلة ویومه قال قلت نعم یا امیر المومنین قال اما لیله فلما خرج رسول اللہ هاربا من مکة لیلاً فتبعه ابوبکر فجعل یمشی مرة امامه ومرة خلفا ومرة عن یمینه ومرة عن یساره۔

بیہقی دلائل النبوۃ مین اور ابن عساکر حلیہ بن محصن عبدی سے روایت کرتے ہین کہ ہم نے عمرؓ سے کہا آپ بہتر ہین ابوبکر سے؟ تو حضرت عمر رونے لگے اور کہنے لگے قسم خدا کی ابوبکرؓ کی ایک رات اور ایک دن بہتر ہے عمرؓ سے۔ رات تو وہ کہ جس شب کو حضرت مکہ سے گریزان ہوئے ہین تو ابوبکرؓ نے تعاقب کیا اور آگے کبھی ہو جاتے تھے۔ اور کبھی آپ کے پیچھے چلنے لگتے تھے کبھی داہنے طرف چلنے لگتے تھے اور کبھی بائین طرف ہو جاتے تھے۔

دیکھئے۔ حضرت عمرؓ کی اس روایت نے بھی بخاری والی مشورت اور مجالست اور انتظام و اہتمام سفر وغیرہ کی تمام بندشون پر خاک ڈالدی اور کچھہ ذکر نہ کیا۔

اب تیسری روایت اون مرقومہ بالا پانچ روایتون کے علاوہ تاریخ طبری کی حسب ذیل ہے۔

انّ ابابکر اتی علیّا فسئلہ عن نبی اللہ فاخبرہ انہ لحق بالغار من ثور وقال ان کان لک فیہ حاجۃ فالحقہ فخرج ابوبکر مسرعا فلحق نبی اللہ فی الطّریق فسمع رسول اللہ جرس ابی بکر فی ظلمۃ اللیل فحسبہ من المشرکین فاسرع رسول اللہ المشی فانقطع قبال نعلہ ففلق ابھامہ حجر فکثر دمھا واسرع السّعی فخاف ابوبکر ان یشق علی رسول اللہ فرفع صوتہ وتکلم فعرفہ رسول اللہ صلعم فقام اتاہ فانطلقا ورجل رسول اللہ تستنّ دما حتی انتھی الی الغار الصّبح ۔ تاریخ طبری ص ۲۴۴ مصر

حضرت ابوبکر حضرت علی کے پاس آئے اور حضرت رسولخدا صلعم کا حال دریافت کیا حضرت علی نے کہا کہ حضرتؐ غار ثور کی طرف تشریف لے گئے اگر تم کو کچھ مطلب ہو تو جاکر آپ سے مل جاؤ۔ حضرت ابوبکر نہایت سرعت سے اودھر چلے حضرتؐ کو انکے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی تو آپ نے انکو کوئی مشرک تعاقب کنندہ خیال کیا اور اس وجہ سے آپ دوڑکر چلنے لگے۔ یہانتک کہ نعلین مبارک کے آگے والا بند ٹوٹ گیا اور حضرتؐ کا انگوٹھہ شگافتہ ہوگیا۔ جس سے بہت سا خون بہا۔ مگر باینہمہ آپ دوڑتے جاتے تھے تب ابوبکرؓ کو خوف ہوا کہ حضرتؐ کو اس سے بھی زیادہ تکلیف و صدمہ پہونچے تو ابوبکرؓ نے اپنی آواز بلند کی تو آنحضرتؐ صلعم انکو پہچان کر کھڑے ہوگئے یہانتک کہ ابوبکر بھی آگئے اور ساتھ ساتھ چلے اور رسول اللہ صلعم کے پاؤں سے خون جاری تھا یہانتک کہ صبح ہوتے غار تک پہونچے طبری جلد دوم

اصل واقعہ تو یہ ہے جسکی اصلی صورت بدل کر مصنوعات و موضوعات کے رنگارنگ نقاب چڑھائے گئے ہین۔ اور انھین رنگ آمیزیون کی وجہ سے بخاری صاحب کی مرویات کو تاریخ و سیرت کے مندرجات پر ترجیح دی گئی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ بخاری صاحب کو حقیقت واقعہ کے استحفاظ سے زیادہ استحکام عقائد کی ضرورت تھی۔ جسکے لئے وہ ذمہ دار تھے بخلاف انکے ایک سیرت نویس اور تاریخ نگار کی نظر واقعہ کی اصلیت اور حقیقت پر رہے گی۔ وہ کسی واقعہ کی تفصیل و بیان مین حفظان عقاید وغیرہ کا پابند نہین تو پھر مویدان بخاری کی تمناؤن کے خلاف طبری کی روایت و عبارت مین ان افسانہ سازیون کا کہان نشان ملسکیگا اسلئے ضرور تھا کہ حدیثون کی مرویات کو تاریخون کے واقعات پر ترجیح دیجاوے لیکن مشکل یہ پڑی کہ حدیثون مین اور خصوصًا صحیحین ترمذی و نسائی مین بھی یہ روایتین موجود ہین۔ اس مجبوری سے صحیح بخاری کو جملہ صحاح پر ترجیح دینی ضرور ہوگئی اب جب اتنی متواتر شہادتون سے واقعہ ہجرت کی اصل حقیقت معلوم ہوگئی تو ہر شخص بآسانی سمجھ لیگا کہ امام بخاری نے اصل واقعہ کو چھپایا اور اوسکی جگہ ایسی روایت بنائی جو نہ نقلاً ثابت ہوسکتی ہے اور نہ عقلاً۔

نقل کی حقیقت تو نقل ہوچکی اب عقل کی یہ صورت ہے کہ کوئی معمولی عقل و فہم والا شخص بھی نہین یقین کرسکتا کہ ایسے وقت مین جو آنحضرت صلعم پر انتہائے مصیبت کا تھا کہ ایک طرف ظلم کفار سے خود تنگ تھے۔ دوسری طرف یہ سامان پیش نظر تھے کہ آپ کے قتل کئے جانیکی تمام ترکیبین تیار ہوچکی تھین۔ پانچ قبیلون کے بے رحم قاتل منتخب ہوچکے تھے دولتسرا کا محاصرہ ہوچکا تھا کہ ہجرت کا حکم پہونچا۔ ایسے تنگ وقت پر خوف عالم اور قیامت خیز موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسکی فرصت کہان تھی کہ حضرت یہ سب سامان کرتے ابوبکرؓ کے گھر جاتے اور اطمینان سے سفر ہجرت کے متعلق مشورہ فرماتے۔

اب وقت کی تنگی کا ثبوت تفسیر معالم التنزیل کی مفصلہ ذیل عبارت مین ملاحظہ ہو۔

فاتی جبریل النبی صلعم فاخبرہ بذلک (الشوریٰ)
المشرکین وامرہ ان لا یبیت فی مضجعہ الذی کان یبیت
فیہ فاذن اللہ لہ عند ذلک الخروج الی المدینۃ فامر
رسول اللہ صلعم علی بن ابی طالب ان ینام فی مضجعہ
وقال ابوالشیخ ببردی ھذا فانہ لن یخلص الیک
منھم شئ تکرھہ ثم خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ
والہ وسلم فاخذ قبضۃ من تراب فاخذ اللہ
ابصارھم عنہ فجعل ینثر التراب علی رؤسھم وھو
یقرء انا جعلنا فی اعناقھم اغلالا الی قولہ
فھم لا تبصرون ۔ معالم التنزیل

جب کفار نے مشورہ (شوریٰ) قتل آنحضرت (ص) تو حضرت جبرئیلؑ نے اگر خبر دی
اور کہا کہ آج کی رات جہاں آپ سوتے ہیں وہاں نہ سوئیے کیونکہ خدا نے اسیوقت
آپ کو مدینہ چلے جانے کے لئے حکم دیا ہے اوسیوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ و
والہ وسلم نے جناب علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو حکم دیا کہ ہماری خوابگاہ پر
سو رہو اور ہماری چادر اوڑھ لو تمہیں کوئی نقصان نہ پہونچیگا۔ پھر جناب رسالتمآب
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے باہر نکل آئے اور ایک مٹھی خاک اون لوگوں
پر جو بیت الشرف کا محاصرہ کئے تھے) ڈالدی۔ خدا نے اونکی آنکھوں کا
اندھا کر دیا کہ وہ آپ کو تشریف لیجاتے ہوئے مطلق نہ دیکھ سکے اور آنحضرت
صلعم یہ آیہ۔ انا جعلنا فی اعناقھم اغلالا تا فھم لا یبصرون تلاوت
فرماتے ہوئے نکل گئے۔

معالم التنزیل کی مرقومہ بالا عبارت نے فی الحقیقت حال کا پورا انکشاف کر دیا اور بتلا دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اتنا وقت کہاں تھا۔ اور وقت نزول حکم ہجرت سے ایک لمحہ پہلے آپ کو اسکی خبر کب تھی کہ آپ اسکی نسبت کسی سے صلاح و مشورت کرتے یا سفر کا انتظام فرماتے۔ تفسیر قرآن کی عبارت صاف صاف بتلا رہی ہے کہ نزول حکم ہجرت تک آپ کو اسکا مطلق علم نہیں تھا۔ دفعتاً ہجرت کا حکم آتا ہے اور فوراً مدینہ چلے جانیکا فرمان صادر ہوتا ہے اور آپ اوسی وقت حضرت علی مرتضیٰ کو اپنی خوابگاہ پر سلا کر اور اپنی ردائے مبارک اوڑھا کر دولتسرا سے بقصد مدینہ غار ثور کیطرف تشریف لیجاتے ہیں چشم زدن میں تو سب کچھ ہو جاتا ہے حکم بھی آتا ہے تعمیل بھی ہو جاتی ہے اور آپ حسب الحکم اوسیوقت بقصد مدینہ گھر سے باہر نکل جاتے ہیں پھر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اتنا وقت کہاں رہتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس جائیں اونکو اس امر کی اطلاع دیں رفاقت و مشارکت سفر کی بشارت پہونچائیں۔ فیمابین سفر کرنے کی صلاح و مشورت ہو۔ راحلہ اور زاد راہ کے انتظام درست ہوں۔ گھر کے دونوں پروردہ ناقے پیش ہوں قیمت چکائی جائے۔ بقول واقدی ناشتہ کے لئے ایک پوری بکری کا گوشت بھونا جائے اور ساتھ کیا جائے۔ ان تمام افسانہ تراشیوں کو اوسوقت کی حالت اضطراب اور عالم انتشار۔ حکم الٰہی کے فوری نزول اور اوس کی فوری تعمیل کی مصلحت خاص ہے جس سے صرف حفاظت جان رسولؐ مقصود تھی۔ کوئی مناسبت اور کوئی تعلق نہیں پایا جاتا ہے اور کیا کوئی سر میں دماغ اور دماغ میں عقل رکھنے والا شخص کبھی ایسا گمان بھی کر سکتا ہے کہ جس امر عظیم کو مدبر قدرت نے اس استخفاء و رازداری سے مخفی رکھا ہو کہ وقت نزول حکم تک اوسکی اطلاع رسولؐ کو ایسے امین و رازدار کو نہ کی ہو۔ اور نزول حکم کے ساتھ فوری تعمیل کی تاکید بھی فرما دی ہو وہ راز عظیم اس بے پروائی۔ بیباکی اور آزادی سے طشت از بام کیا جائے۔

جب طالبان تحقیق اس راز عظیم کی اہمیت کو ایک طرف رکھتے ہیں اور بخاری صاحب کی زبانی اسکی عملی صورت کو دوسری طرف

رکھتے ہین اور فیما بین مصلحت خداوندی اور مناسبت وقتی کو پیش نظر رکھکر مقابلہ کرتے ہین تو بین صاف صاف ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ تمام فسانہ سازیان اور افترا پردازیان صرف حضرت ابوبکرؓ کی مدح سرائی و مرتبہ افزائی کی غرض خاص سے کی گئی ہین۔ ورنہ ان موضوعات کی نہ کوئی اصلیت ہے اور نہ ان مصنوعات کی کوئی حقیقت ہے۔

سب سے زیادہ حسرت و عبرت تو اسلام کے اون علمائے کبار کی ناعاقبت اندیشی پر یہ ہے کہ جو واقعہ قرآن مجید کے الفاظ ربانی مین بایں صراحت مذکور ہو اوسکو بھی یہ حضرات ایسی رنگ آمیزی سے بیان کرتے ہین کہ اونکی تمام تفصیل و بیان فسانہ عجائب کی داستان معلوم ہوتی ہے۔

خداوند عالم اس واقعہ کو سورۂ انفال مین بایں الفاظ ارشاد فرماتا ہے۔

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ

جسوقت کافر لوگ تم سے مکر کرتے تھے کہ تم کو قید کر لین یا قتل کر دین یا خارج البلد کر دین اور وہ مکر کرتے تھے اور خدا اونکی مکر کا جو بدلہ دیتا تھا اور وہ بہتر جواب دینے والا ہے مکرین کا۔

مشرکین کے جواب مکر مین جب مدبر قدرت اس عجلت و سرعت کے ساتھ اپنی حکمت و تدبیر کو عمل مین لا رہا ہے تو پھر اوسوقت اتنی گنجایش کہان باقی رہتی ہے اور اتنا موقعہ کہان ہاتھ آتا ہے کہ آنحضرت صلعم حضرت ابوبکرؓ کے پاس جائین مشورہ فرمائین یا سامان سفر وغیرہ درست کرائین۔ بلکہ تدبیر الٰہی کا مقتضا و مدعا تو اسیقدر تھا کہ آپ حضرت علیؑ کو بستر مبارک پر سلا کر و لتسرائے عالی سے جتنا جلد ممکن ہو نکل جائین اور آیندہ اپنے تمام معاملات کو تدبیر الٰہی کے حوالہ فرمائین۔ نعم المولیٰ و نعم النصیر خدا ہی سب سے اچھا رفیق اور سب سے بہتر مددگار ہے یہی شان رسالت بھی تھی اور یہی شایان رسالت بھی۔ جیساکہ معالم التنزیل کی مرقومہ بالا عبارت سے معلوم ہو چکا اور مفصلہ ذیل عبارت سے اور بھی بالتفصیل معلوم ہو جائیگا۔

وخلف علیا بمکۃ حتّٰی یودی عنہ الودایع التی قبلہا وکانت الودایع یودع عندہ لصدقہ وامانتہ وبات المشرکون یحرسون علیا فی فراش رسول اللّٰہ صلعم یحسبون انہ النّبی فلمّا اصبحوا ثاروا الیہ فرأوا علیا فقال این صاحبک قال لا ادری فاقتفوا اثرہ وارسلوا فی طلبہ۔ معالم التنزیل ص ۲۶۱

حضرت علی کو اپنا قایم مقام کیا کہ جو امانتین حضرت صلعم کے پاس لوگون کی تھین اونکو ادا کر دین کیونکہ آنحضرت ص کی صدق و امانت پر اعتبار کر کے لوگ اپنی امانتین آپ کے پاس رکھوا دیا کرتے تھے اور مشرکین قریش رسول اللّٰہ ص پر علیؑ کا پہرہ دے رہے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہی نبیؐ خدا ہین۔ جب صبح ہوئی تو سب کفار دوڑ کر متوجہ ہوئے چادر اوٹھائی تو دیکھا علیؑ ابن ابیطالب ہین۔ پوچھا تمہارے آقا کہان گئے فرمایا ہم نہین جانتے تو سب لوگ حضرت کا نشان لگاتے ہوئے چلے اور لوگون کو حضرت کی جستجو مین روانہ کیا۔

ہم نے قرآن اور تفسیر دونون کی عبارتون کو لکھدیا۔ اب ان عبارتون کو بخاری صاحب کی نوتراشیدہ مضامین سے ملایا جاویگا تو صاف طور سے ظاہر ہو جاویگا کہ اس واقعہ کے متعلق تفسیر قرآن کی عبارت۔ مکر کفار کے جواب مین صرف تدبیر الٰہی اور حضرت علیؑ کی ایثار نفسی کے واقعات بیان کرتی ہے۔ بخلاف اسکے بخاری صاحب حضرت ابوبکرؓ کی مدح و ثنا کی داستان سنائے جاتے ہین حقیقت واقعہ کی اصلی صورت کو چھپائے جاتے ہین اور تمام و کمال واقعات مین حضرت علیؑ کی ان عدیم المثال اور فوق الکمال خدمات کا

کہیں ذکر بھی نہیں کرتے۔ نام بھی نہیں لیتے اب تو تمام اسلامی دنیا نے بخاری صاحب کی خود غرضانہ جانبداری اور طرفدارانہ قلمکاری کو دیکھ لیا اور سمجھ لیا ہے[۱]

اب اس روایت بخاری کے دوسرے موضوعات کے انکشافات حسب ذیل ملاحظہ ہوں۔

اسی روایت کا دوسرا طریقہ اسناد — بخاری صاحب باب الہجرت میں دوسری روایت یوں شروع کرتے ہیں قال ابن شہاب۔ اسناد تدارد کہاں ابن شہاب (غالباً امام زہری) کہاں زمانہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اب سوال یہ ہے کہ بخاری نے کس سے سنا خیریت سے آپ تو ابن شہاب یا زہری کے وقت میں پیدا بھی نہیں ہوئے تھے ابن حجر صاحب شارح بخاری کو جب کچھ کہتے سنتے نہ بنا تو بالآخر مجبور ہو کر اوسکی شرح میں لکھدیا بالاسناد المذکور یعنی اوسی سند سابقہ سے جو اوپر والی روایت میں مذکور ہے۔

---

[۱] استغفراللہ۔ بخاری کی کتنی حقیقت اور اون کا کیا وجود۔ جو اصابیت یا حقیقت کو چھپا دیں اور وہ چھپی رہے۔ ملاحظہ ہو امام فخر الدین رازی کی عبارت جو اونہوں نے اس واقعہ کے متعلق تفسیر کبیر میں قلمبند فرمائی ہے۔ بات علی ابن ابیطالب علی فراش رسول اللہ لیلۃ خروجہ الی الغار ویروی انہ نام علی فراشہ قام جبریل عند راسہ ومیکال عند رجلیہ وجبرئیل ینادی بخ بخ من مثلک یا بن ابی طالب یباھی اللہ بک الملٰئکۃ ونزلت الآیۃ وَمَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَہُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ یعنی جب حضرت علی بن ابیطالب شب ہجرت فرش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سوئے تو حضرت جبرئیل (بغرض محافظت) آپ کے سرہانے تھے اور میکائیل پائنتی اور جبرئیل ندا کرتے تھے مبارک ہو مبارک کون ہے مثل تیرے اے پسر ابیطالب کہ خدا تیری ذات سے مباہات کرتا ہے ملائکہ پر پھر یہ آیت (مرقومہ) اوتری۔

تفسیر کے بعد تاریخ و حدیث کی شہادتیں بھی ملاحظہ ہوں: تاریخ خمیس جلد اول ص ۳۶۷ میں مرقوم ہے قال الغزالی فی الاحیاء ان لیلۃ بات علی بن ابی طالب علی فراش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوحی اللہ تعالیٰ الی جبریل ومیکائیل انی اخیت بینکما وجعلت عمر احد کما اطول من عمر الاخرۃ فایکما یوثر صاحبہ بالحیاۃ فاختار کلاھما الحیاۃ فاحیاہ فاوحی اللہ الیھما افلا کنتما مثل علی بن ابی طالب اخیت بینہ وبین محمد فبات علی علی فراشہ یفدیہ بنفسہ ویوثرہ بالحیاۃ اھبطا الارض فاحفظاہ من عدوہ فکان جبریل عند راسہ ومیکائیل عند رجلیہ ینادی بخ بخ من مثلک یا بن ابیطالب تباھی بک الملٰئکۃ فانزل اللہ تعالیٰ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَہُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ امام غزالی احیاء العلوم میں لکھتے ہیں کہ جناب امیر فرش رسول صلعم پر سوئے تو خدا نے حضرت جبرئیل و میکائیل پر وحی کی کہ ہم نے تم دونوں کو بھائی بنایا اور ایک کی عمر کو دوسرے سے طولانی کی اب کون تم میں ایسا ہے جو اپنی جان کو دوسرے پر فدا کرتا ہے تو دونوں نے زندگی ہی کو پسند کیا تو پھر خدا نے وحی بھیجی کہ کیوں تم لوگ مثل علی بن ابیطالب کے نہیں بنجاتے کہ ہم نے اون میں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مواخات قایم کی تو آج علی نے اپنی جان کو اون پر نثار کر دیا ہے اور اونکی حیات کو اپنی حیات پر اختیار کر لیا ہے۔ اب تم دونوں زمین کیطرف جاؤ اور اونکی حفاظت کرو۔ حضرت جبرئیل سرہانے آکر استادہ ہوئے اور میکائیل پائنتی کی طرف آکھڑے ہوئے اور پکارتے تھے کہ کوئی شخص ہو سکتا ہے مثل تمہارے اے علی ابن ابی طالب کہ خداوند عالم تمہارے سبب سے فرشتوں پر مباہات کرتا ہے اور یہ آیہ نازل کیا کہ آدمیوں میں ایک ایسا شخص بھی ہے جو اپنی جان کو رضائے الٰہی کے لئے بیچ ڈالتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔

سوائے اسکے حقیقتاً جواب ہی کیا تھا؟ اگرچہ سیاق و سباق عبارت سے کتنا ہی خلاف ہو لیکن افسوس تو یہ ہے کہ اس جواب پر بھی کوئی دلیل نہ لاسکے کیونکہ بخاری کی عادت معلوم ہے وہ اکثر روایات مقطوع لاتے ہیں تو پھر ابن حجر باسنادہ المذکور کیسے لکھ سکتے ہیں۔ چنانچہ آگے چلکر اسی کی شرح میں خود لکھتے ہیں وقد افرد عائذ فی المغازی من طریق الولید بن محمد عن الزھری کہ عائذ نے مغازی میں اسکو بطور افراد ذکر کیا ہے بواسطہ ولید بن محمد کے زہری سے اور روایت زیر بحث میں راوی دوسرا ہے۔ تو پھر اونہیں کی تحریر و اقرار کے مطابق باسناد المذکور کا لکھنا کیسے صحیح ہوسکتا ہے اور اسلئے بخاری کی یہ اور اس سے پہلی والی حدیث کیسے ایک ہوسکتی ہے۔

اسناد کے اعتبار سے روایت کی مقدار تو اتنی معلوم ہوئی اب واقعہ کی حقیقت و صداقت بھی ملاحظہ ہو۔

قولہ انما ھم اھلک - قال انما ھم اھلک. حضرت ابوبکرؓ نے آنحضرت صلعم کے اذن طلبی کے جواب میں کہا (یہ لوگ آپ کے

خلاف واقع ہے۔ | سب آپ کے اہل ہیں۔ بالکل خلاف واقع ہے۔ خیر حضرت عائشہؓ سے تو نکاح ہوچکا تھا اور وہ زوجہ کی تعریف کے اندر آچکی تھیں۔ مگر اسماء بنت ابی بکر کیونکر آنحضرت صلعم کے اہل میں کیسے داخل ہوسکتی تھیں۔ حضرت ابوبکرؓ کے اصل خطاب سے تو بخاری صاحب کا نقل جواب زیادہ تعجب انگیز ہے۔ حالانکہ علماء و محدثین کے دیگر اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے کبھی ان الفاظ میں آپ کو جواب ہی نہیں دیا (ملاحظہ ہو زرقانی جلد اوّل) یہ بخاری صاحب کی حضرت ابوبکر کی زائد از ضرورت مدح سرائی ہے جس نے ممدوح کی عظمت کو بڑھایا کیا اور بھی گھٹا دیا۔ حالانکہ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ ہشام ابن عروہ وغیرہ۔ اپنی روایتوں میں حضرت ابوبکرؓ کا جواب صاف صاف ان الفاظ میں لکھتے ہیں وھما ابنتای میری دو تو بیٹیاں ہیں جو ہر طریقہ اور قرینہ سے بالکل مناسب اور فی الواقع ہے۔ اب صاحبان عقل و بصیرت خود تمیز کرلیں کہ بخاری کی روایت موافق واقع اور مناسب حال ہے یا ہشام بن عروہ اور دیگر راویان حدیث کی۔ حدیثیں امام بخاری کی یہ قلمکاریاں صرف حضرت ابوبکرؓ کی رسوخیت اور حضرت عائشہؓ کی خصوصیت کے اظہار کی بنا پر تھیں لیکن افسوس کہ وہ کبھی پوری نہ ہوسکیں۔ انکے ان طلسمی موضوعات کا پردہ فوراً دوسرے راویوں نے چاک کرڈالا۔ اتنا تمہیداً و تنقیداً لکھکر ہم اس روایت موضوعہ کی آئندہ حقیقت کا انکشاف کرتے ہیں۔

اونٹوں کا ہدیہ پیش کرنا | اونٹوں کے ہدیہ کے متعلق بخاری صاحب لکھتے ہیں قال ابوبکر فخذ بابی انت وامی یا رسول اللہ الآخرہ حضرت ابوبکرؓ نے کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں میرے دونوں اونٹوں میں سے ایک اونٹ لے لیا جاوے۔ ابن حجر صاحب اسپر حاشیہ چڑھاتے ہیں۔

زاد ابن اسحاق قال لا ارکب بعیرا لیس ھو لی قال ھو لک ولکن بالثمن الذی ابتعتھا بہ قال اخذتھا بکذا وکذا قال اخذتھا بذلک	ابن اسحاق نے یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا ہم اس اونٹ پر نہ سوار ہونگے جو ہمارا مال نہ ہو ابوبکرؓ نے کہا وہ تو آپ ہی کا ہے حضرتؐ نے کہا بشرطیکہ وہ قیمت لے لو جس قیمت پر تم نے لیا ہے ابوبکرؓ نے کہا ہم نے اس قیمت پر لیا ہے حضرتؐ نے فرمایا اچھا ہم نے اس قیمت پر لیا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ بہرحال ہماری غرض بیان سے ذکر فضائل و مناقب جناب امیر نہیں ہے بلکہ صرف یہ دکھلانا ہے کہ بخاری صاحب کیسے دیانتدار ہیں کہ جو واقعہ متواترات سے ہے یعنی حضرت علیؑ کا فرش رسول اللہ صلعم پر سونا اور آیہ ومن یشری کا نازل ہونا اور جسپر تمام واقعہ ہجرت کا دار و مدار ہے اسکو تو نسیاً منسیاً کرگئے اور جو واقعہ بالکل خلاف واقعہ ہے اور خاص آپ ہی کی نقاشی اور مضمون تراشی ہے اسی کو تمام صحیح میں بھر دیا۔ المولف عفی عنہ

دوسری روایت امام طبرانی کی ہے اسماء بنت عمیس سے۔ اوسمین یون بیان ہے کہ حضرت نے ابوبکرؓ سے جواباً یہ ارشاد کیا کہ ہم بقیمت لے سکتے ہین۔ ابوبکرؓ نے کہا اگر چاہئے تو قیمت دیدیجئے۔

امام واقدی کا قول ہے کہ قیمت آٹھ سو دینار ہوئے اور یہ وہی اونٹنی ہے جس کا نام قصویٰ ہے۔ یعنی بنی قشیر سے جو آنحضرت صلعم کے بعد تک زندہ رہی۔ لیکن ابن اسحاق بتلاتے ہین کہ وہ ناقہ جذعا تھا جو اہل بنی حریش سے تھا۔ امام ابن حبان کا بھی یہی مختار ہے۔

شاہ عبدالحق صاحبؒ محدث دہلوی اسکے متعلق مدارج النبوۃ مین لکھتے ہین۔

ابوبکرؓ را دو شتر بود کہ بچہار صد درم و در روایتے بہشتصد درم خریدہ و در مدت چہار ماہ آنرا علف دادہ فربہ ساختہ نگاہداشتہ بود ہر دو را پیش آوردہ تا یکے را آنحضرتؐ قبول فرماید۔ فرمود قبول کردم الا بشرطیکہ ابتیاع پس بہشتصد درم آن ناقہ را از ابوبکرؓ صدیق خرید۔ و اما آنکہ حکمت در خریدن ناقہ از ابوبکرؓ صدیق باوجود نہایت صدق و ادعائے اتحاد و سابقًا انفاق ابوبکرؓ صدیق اموال کثیر را بر آنحضرت صلعم آن بود کہ نخواست کہ در راہ خدا استمداد و استعانت از کسے جوید۔ چنانچہ خلاصہ اشارہ آیہ لَا یُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ناظر است۔

مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۴۷،

حضرت ابوبکرؓ کے دو اونٹ تھے جنکو انھون نے چار سو درم پر اور بروایتے آٹھ سو درم پر خریدا تھا اور چار مہینون تک چارہ وغیرہ کھلا کر خوب تیار کرکے اپنے پاس رکھ لیا تھا۔ اسموقع پر دونون کو آنحضرت صلعم کی خدمت مین بطور ہدیہ پیش کیا۔ آپ نے فرمایا کہ مین انھین قیمت دیکر البتہ قبول کرسکتا ہون پس نو سو درم پر آنحضرت صلعم نے انکو حضرت ابوبکرؓ سے خرید لیا۔ اور حضرت ابوبکر سے باوجود انکی رسوخیت اور اعتماد و سابقہ اتحاد و انفاق اموال وغیرہ کی بلا قیمت نہین لیا۔ خریدے لینے مین حکمت یہ تھی کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہین چاہتے تھے کہ خدا کی راہ مین کسی شخص کی استمداد و استعانت قبول کرین چنانچہ آیہ ولا یشرک (اپنے پروردگار کی عبادت مین کسی کو اپنا شریک نہ بنائو) مین اسکی طرف خاص اشارہ موجود ہے۔

محدث دہلوی کی مرقومہ بالا عبارت سے اس واقعہ مین جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرکت فی العبادت مین اسقدر حزم و احتیاط ثابت ہوا اور اس بنا پر شاہ عبدالحق صاحب آیہ قرآنی سے اس عمل رسول کی مطابقت فرماکر صدائے احتجاج و استدلال بلند فرمائین۔ بخلاف انکے بخاری صاحب اور انکے ایسے مدح سرایان حضرت ابوبکر خاص اقوال و افعال رسول صلعم سے حضرت ابوبکر کی ان امور عبادت مین شرکت ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگائین۔ اور اپنے موضوعات و مصنوعات کے سر لفلک طوفان اوٹھائین۔

یہ تو ظاہر ہے کہ خالص توحید کی تعلیم کے متعلق معلم اسلام علیہ السلام نے ہر بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے امور مین بھی شرک کے تمام شعبون سے بچنے اور احتیاط کامل رکھنے کا جس تاکید کے ساتھ حکم فرمایا ہے وہ جمہور کا مسلمہ ہے اس اصول مسلمہ کے خلاف۔ نعوذ باللہ وہی نفس قدسی برکت خود اپنی اس خالص عبادت مین کیسی دوسرے کی شرکت کو گوارا

فرما سکتا ہے۔ جو اوسکی شان رسالت کے نقیض اور اوسکی تعلیم و ہدایت کے خلاف واقع ہو۔ افسوس ہے کہ عقیدتمندان حضرت ابوبکر نے ان موضوعات کی ترکیب و ترتیب کیوقت حقیقت رسالت کو پیش نظر نہین رکھا اور اوسکے وقار و عظمت کو قابل اعتبار نہ سمجھا۔ بخاری کی غلط نگاری سے جہان رسالت کی نقیض و منافی اتنی باتین معلوم ہوئین۔ وہان ایک امر مفید بھی ثابت ہو گیا اور یہ بھی کرشمہ قدرت ہے کہ بخاری نے ایسی روایت لکھدی جس سے ہمیشہ کے لئے جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ابوبکر کے بار احسان سے سبکدوشی مل گئی۔ اگر وہ بنظر عقیدت حضرت ابوبکر ادائے قیمت کی شرط اپنے طومار موضوعات مین نہ لکھتے تو اون کا کوئی کیا کر لیتا اور انکا صاف صاف لفظون مین اس شرط کو لکھدینا تمام خالص مسلمانون کی منت گذاری کا باعث ہے۔ اسکے اندراج سے آنحضرت صلعم کے استغنا۔ توکل۔ صبر و رضا۔ جو خاص اوصاف رسالت ہے پورے طور سے معلوم اور ثابت ہو گیا کہ آپ باوجود اس مصیبت کے کہ گھر سے بے یار و مددگار اور بلا ساز و سامان نکلے۔ مگر تاہم یہ کسیطرح گوارا نفرمایا کہ کسی کا اونٹ بلا قیمت یا مستعار لے کر خدا کی راہ مین دو قدم بھی راستہ طے کیا جاوے۔

جس رسول برحق ص نے اپنے عم نامدار (ابیطالب) کے بار احسان کو بھی (حضرت علیؑ کو اپنی تربیت و پرورش مین لے کر) اپنے ذمہ باقی رکھنا جائز نہ رکھا۔ حالانکہ درحقیقت وہ کوئی بار نہ تھا۔ بلکہ باپ کے بعد چچا کے فرائض مین داخل تھا بھلا وہ ایسے شخص کا کیونکر احسان قبول کر لے سکتا تھا جو خود اپنی قوم اور قبیلہ مین کوئی امتیاز خاص نہین رکھتا تھا۔

جس رسول غیور نے (ابی سلول) کے ایک کرتہ کا احسان جو آپ کے ایک عم نامدار (حضرت عباس) کے ساتھ کیا گیا تھا اپنے ذمہ باقی نہ رکھا اور اوس شخص معطی کو اپنے پیراہن کا کفن دیکر اوتار پھینکا۔ وہ ایک محض غیر ممیز شخص کا احسان اور خصوصًا خدا کے خاص کامون کے متعلق کیسے گوارا کر سکتا تھا۔

بہرحال جب شاہ عبدالحق صاحب دہلوی کے ایسے عالم فاضل اور محقق کامل کو اسکا اقرار ہے کہ جناب رسول خدا صلعم نے نہ چاہا کہ خدا کی راہ مین کسی کی امداد و اعانت کو قبول کرین۔ اسلئے حضرت ابوبکر سے بلا قیمت ناقہ نہ لیا تو اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ ہرگز آنحضرت صلعم نے بطیب خاطر حضرت ابوبکرؓ کو اپنے ساتھ نہ لیا کیونکہ ساتھ لے کر کسی کو غار مین جانا یقینًا لَا تُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا کا منافی ہے۔ کیونکہ یہ تو ایسا شرک ہے جو ان الشرک لا یغفر کا مرادف ہے۔ کیونکہ جس امر کو خداوند عالم نے ایسے راز مین رکھا کہ سوائے رسول کے اور اوسکو بھی عین وقت پر اور کسی کو اوس سے آگاہ نہین کیا اوسکی نسبت کون کہہ سکتا ہے کہ امین رسالت نے اوس سر الٰہی کو یون فاش کر دیا ہوگا۔

ان قرائن اور نیز خود بخاری کی روایت کی بدولت اب اس روایت کی موضوعیت واضح ہو گئی۔ کیونکہ جب بلا قیمت کسی کا اونٹ لینا گوارا نہ ہوا اور منافی لا تشرک بعبادۃ ربہ احدا سمجھا گیا تو اوسی راہ خدا کے کامون مین کسی دوسرے کو بالقصد والارادہ ساتھ لینا جو توجہ اور استغراق الی اللہ مین فرق ڈالنے کا باعث ہو۔ بالکل خلاف آیہ مذکورہ بالا اور صریح مخالف عقل اور منافی حقیقت ہے۔ جیسے کہ اس مخالف عمل کا عامل خود رسول اللہ ص کی ذات مبارک بتلائی جاتی ہے۔

بخاری صاحب کی قلمکاریوں کی کن کن اداؤں کی تعریف کی جائے۔ آپ کی موزونیت بیان کی۔ یا مناسبت مقام اور حقیقت کلام کی۔ اسی اونٹ والے قصہ میں آنکھیں بند کر کے یہ عبارت لکھنے کو تو لکھ گئے۔ وعلف راحلتین کا متاعندہ ورق السمرۃ وھو الخبط اربعۃ اشھر یعنی حضرت ابوبکر نے اپنے دونوں اونٹوں کو چار مہینوں تک ببول کے پتے کھلائے۔

سب کو جانے دیجئے ایک ابن حجر نے۔ جن سے بڑھکر بخاری کا معتقد و موید ہونا دشوار ہے انکے اس جملہ میں تین اعتراض وارد کئے ہیں اول یہ کہ ورق سمرہ کی شرح زہری نے کی تھی۔ بخط بخاری نے اسکو بھی جزو روایت بناکر داخل حدیث اور مندرج صحیح کردیا۔ حالانکہ یہ خاص الخاص زہری کا قول ہے۔ نہ حضرت عائشہ اور نہ عروہ اصل راویان حدیث کا۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ چار مہینہ کی مدت بیان کی کہ چار مہینوں تک اونٹ کو چارہ کھلاتے رہے وقد تقدم فی اول الباب ان بین العقبۃ الثانیۃ و ھجرتہ شھرین و بعض شھر علی التحریر پہلے باب میں مذکور ہو چکا ہے کہ عقبۂ ثانیہ اور ہجرت آنحضرت صلعم میں صرف دو مہینوں کا ایک مہینہ بنا بر بعض مدت ہوئی۔ پھر بخاری صاحب کے یہ چار مہینے کہاں سے آ گئے۔

اسی طرح خریداری شتر میں ایک نکتہ یہ بھی سب سے زیادہ لطیف ہے اور قابل دید۔ شاہ عبدالحق صاحب کی اوپر عبارت لکھدی گئی ہے جسمیں یہ عبارت صاف صاف موجود ہے۔ ابوبکرؓ را دو شتر بود کہ چہار صد درم و در روایتی ہشتصد درم خریدہ چہار ماہ آنرا علف دادہ ہر دو را پیش آوردہ تا یکے را آنحضرتؐ قبول فرماید۔ فرمود قبول کردم ولیکن بشرط ابتیاع پس بہ ہشتصد درم آن ناقہ را از ابوبکرؓ خرید۔ اس عبارت سے ظاہر ہو گیا کہ ان اونٹوں کی اصلی قیمت ایک روایت سے چار سو درم اور دوسری روایت سے آٹھ سو درم۔ اب۔ تا یکے را آنحضرتؐ قبول فرماید۔ کی عبارت نے صاف کر دیا کہ ایک ناقہ کی خریداری کی گئی اور یہی حضرت ابوبکرؓ کی خواہش بھی تھی۔ اور ضرورت و مناسبت وقت بھی یہی بتلاتی ہے۔ غرضکہ مسلم ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایک ناقہ خریدا لیکن۔ بہ ہشتصد درم آن ناقہ را از ابوبکرؓ خرید۔ کی تصریح نے ثابت کر دیا کہ نو سو درم پر وہ ناقہ خریدا گیا۔ اب دیکھئے اگر چار سو درم والی روایت صحیح ہے جسمیں منقول ہے کہ چار سو میں دونوں ناقے خریدے گئے تھے اور ادنمیں کا ایک ناقہ رسول اللہ صلعم کے ہاتھ نو سو روپیہ پر بیچا گیا تو گویا چوگنی قیمت سے بھی زاید لی گئی۔ اور اگر آٹھ سو درم والی روایت پر اعتبار کیا جائے تو ایک ناقہ کی اصلی قیمت چار سو درم ہوتی ہے اور رسول اللہ صلعم سے چار سو کے بدلے نو سو پورے گنوائے گئے۔

اور اگر کوئی عقل سے خالی یہ کہے کہ نہیں دونوں ناقوں کی خریداری کی گئی تھی۔ حالانکہ الیسا دعویٰ سراسر عقل و نقل دونوں کے خلاف ہے لیکن بفرض محال اگر تھوڑی دیر کے لئے ہم اسے تسلیم بھی کرلیں کہ اوس محسن عالم نے دونوں ناقے خریدے۔ ایک اپنے لئے رکھا اور ایک حضرت ابوبکرؓ کو دیدیا۔ تاہم حضرت ابوبکرؓ کا ادنا یہی اوپر سو روپیہ کا نفع پا جانا ثابت ہوتا ہے اور سوا ازین المقت

کیا حضرت ابوبکرؓ کے اس خلوص عقیدت اور محبت رسولؐ کا یہی تقاضہ تھا کہ ایسی مصیبت میں بھی رعایت و مروت کی جگہ رسول اللہ صلعم سے نفع کا لین دین کیا جائے۔ کیا حسن رفاقت ہے اور کیسی اچھی صدیقیت۔

اب اس تمام نقاشی اور افسانہ تراشی کا خلاصہ حقیقت بھی ملاحظہ فرمایا جائے۔ امام جلال الدین السیوطی تفسیر در منثور جلد دوم صفحہ ۲۴۳ میں لکھتے ہیں۔

فمكث هو وابو بكر فی الغار ثلثة ايام يختلف اليهم بالطعام عامر بن فهيرة وعلی يجهزهم فاشتروا ثلاثة اباعير من اهل البحرين واستاجر لهم دليلا فلما كان بعض الليل من الليلة الثالثة اتاهم علی بالابل والدليل وركب رسول الله ورکب ابو بکر اخری فتوجھوا نحو المدينة

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکر تین روز تک غار میں ٹھیرے رہے اور عامر بن فہیرہ اونکے لئے کھانا لاتا اور علیؑ اونکے کھانے کا سامان کرتے رہے پس آپ نے (علیؑ نے) تین اونٹ بحرین کے اونٹوں میں سے خریدے اور ایک راہ نما کو اجرت پر مقرر کیا جب تیسری رات کا کچھ حصہ گذرا تو حضرت علی اونٹ اور راہبر کو ساتھ لائے ایک اونٹ پر رسول اللہ صلعم اور ایک اونٹ پر ابوبکر سوار ہوکر مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے۔

۵ ای بسا آرزو کہ خاک شدہ۔ مرقومہ بالا روایت نے تو سرے سے بخاری صاحب کی تمام تمناؤں کا خون اور اونکی نیرنگ مضمون کو بالکل دگرگون کردیا حقیقت کا انکشاف اور تمام موضوعات و مصنوعات کا مطلع صاف ہوگیا ایکی کا پردہ اوٹھتے ہی حقیقت بین نگاہوں نے دیکھ لیا کہ جس طرح نہ رسول اللہ صلعم قبل از ہجرت حضرت ابوبکرؓ کے گھر گئے۔ نہ مشورت ہوئی۔ نہ اونکو ساتھ لیا۔ اسی طرح نہ اونٹ پیش کئے گئے۔ نہ خریدے گئے اور نہ کوئی راہنما مقرر کیا گیا اور نہ زاد راہ وغیرہ حضرت ابوبکرؓ کے گھر سے ہمراہ کیا گیا۔ ان تمام ضروریات سفر کا انتظام اوسی نفس قدسی کے سپرد کئے گئے جو خدا کے آگے رازدار قدرت ثابت ہوچکا تھا اور جسکی امانت و حمایت میں رسول اللہ صلعم کی جان اوسکے استحفاظ کی اصلی ترکیب اور ہجرت کا راز سپرد کیا گیا تھا۔ اور اوسی نے تن تنہا ہوکر بالنفس النفیس شہنشاہ رسالت کے استحفاظ جان کے ساتھ آپ کے آرام سفر کا بھی تمام انتظام درست فرمائے اور وقت موعودہ پر اونکو آپ کی خدمت میں پہونچادیا اور جو رفیق قدیم شعب ابی طالب کے درہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آب و طعام کا انتظام کرتا رہا (دیکھو رسالہ نقیب ابو جعفر اسکافی) وہی غار ثور میں بھی آپ کو آب و غذا بھجواتا رہا۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی مرتضیٰ علیہ التحیۃ والثنا کو صرف اپنی جان کا فدیہ بناکر چھوڑ نہیں چلے گئے تھے۔ بلکہ اوس رازدار قدرت اور فدیہ رسالت کو اپنی اور اوسکی حفاظت جان کا یقین دلاکر اور اپنے تمام امور متعلقہ ادائے امانت و اموال اہالیان مکہ بحفاظت پرگیان عصمت۔ زاد و راحلہ سفر غرض جملہ سامان و ضروریات کی فراہمی و درستی کے انتظام حوالے اور سپرد فرمائے گئے تھے۔ اس بنا پر جو کچھ جناب علی مرتضیٰؑ نے انجام دیا وہ حرف بحرف حکم رسول اللہ تھا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ملاحظہ ہو تاریخ طبری جلد دوم کی مفصلہ ذیل عبارت۔

وارسل الی بطعام واستاجر لی دليلا يدلنی بطريق المدينة واشتر لی راحلة ثم مضی رسول الله صلعم

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانب غار روانہ ہوئے تو حضرت علی مرتضیٰ سے ارشاد فرمایا کہ ہمکو کھانا بھیج دینا اور ایک راہ نما کو اجرت پر مقرر کرنا جو ہمکو مدینہ

واعمی اللہ ابصار الذین کانوا یرصدونہ عنہ وخرج علیھم رسول اللہ صلعم - طبری جلد دوم ص ۱۲۴۴ مطبوعہ مصر	کی راہ پر لے چلے۔ اور ایک سواری ہمارے لئے خرید لینا یہ کہکر آپ روانہ ہوئے۔ اور رفقائے کافرونکو اندھا کر دیا۔

اب تو واقعہ ہجرت کے اون تمام طومار موضوعات کا پورا انکشاف ہوگیا۔ جو حقیقتاً عہد معاویہ کے مصنوعات ہین جو امیر صاحب کی شاہی فرامین اور سلطنت کے حکم و آئین کے ذریعے سے تیار و مرتب کئے گئے تھے۔ اور جنکی ترتیب و تدوین مین خزانون کے خزانے لٹائے گئے تھے بخاری پر منحصر نہین سواد اعظم کے تمام علمائے سلف تقلید عقاید کے پیچھے پڑکر انھین موضوعات کے ریزہ چین ہین۔ چونکہ ان مرویات موضوعہ مین۔ درجات و خدمات حضرت علی مرتضیٰؑ کا استیصال یا کم سے کم اون کے مماثل واقعات کا بیان کرنا معاویہ کے فرمان شاہی کے ذریعہ سے ہر راوی کا فرض اولین تھا۔ (دیکھو کتاب) الاحادیث امام الحسن المدائنی) اس بنا پر واقعہ ہجرت کے متعلق جتنی مرویات صحیح طور پر حضرت علیؑ مرتضیٰ کے خدمات و درجات کا اظہار کرتی ہین وہ بالکل دفتر اصل و نقل سے کالعدم کرکے اوسکے مماثل موجودہ موضوعات تیار کر دیئے گئے اور معاون سلطنتون نے اپنے استحکام سلطنت کی ضرورت سے انھین کے اجراء و نقل مین برابر تائیدین بھی کین اور تاکیدین بھی۔ لیکن استخفاف حقوق کے اتنے انتظام کے بعد بھی حقیقت کے نور اور اصلیت کے جوہر نہ چھپنے والے تھے نہ چھپے۔ حقیقت حال اکثر کتب معتبرہ مین اوسوقت سے لےکر اسوقت تک برابر نقل و اندراج ہوتی آئی ہے اور ہوتی رہے گی۔ جیسا کہ ہمارے حوالہ مندرجہ بالا سے ثابت ہو چکا۔

مسئلہ زیر بحث مین ہم اس سے زیادہ اپنا وقت رائگان کرنا نہین چاہتے۔ کیونکہ ابھی تو ہجرت کے ان موضوعات کے کتنے میدان پڑے ہین جنکے خس و خاشاک اپنے مقام پر صاف کئے جائین گے۔ واقعات ہجرت کے اولین مرویات کی تنقید کو تمام کرکے ہم اپنے آیندہ بیان کی تفصیل کی طرف متوجہ ہوتے ہین۔

فرش رسولؐ پر علیؑ کا استقلال

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابو بکر کے ہمراہ غار مین کچھہ رات رہے داخل ہوئے جناب رسولخدا صلعم کے متعلق یہ کہنا کہ آپ پر کوئی اضطرابی عالم طاری تھا۔ بالکل منافی شان رسالت ہے اسلئے کہ وحی الٰہی کے ذریعہ سے آپ کو آپ کے استحفاظ جان کا یقین کامل دلا دیا گیا تھا۔ پھر یقین کے بعد اس کے متعلق تامّل و تزلزل ذات رسولؐ سے بالکل ناممکن الوقوع ہے۔ اس بنا پر جو مرویات ان امور کا اظہار کرتی ہین وہ عام اس سے کیسی ہی صحیح سے صحیح حدیث کی کتاب مین ہون ہرگز اعتبار کے قابل نہین ہین۔

الغرض۔ آپ حضرت ابو بکرؓ کے ہمراہ غار مین تشریف لائے اور خدا کا نام لیکر اور اوسکی تنہا حمایت و رفاقت پر تکیہ کرکے بیٹھ گئے۔ صبح ہوگئی ظلمہ وقت جو سر شام سے خانہ رسالت کا محاصرہ کئے تھے ایکبارگی خوابگاہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ٹوٹ پڑے۔ اپنی کیفر کردارون کی تعمیل کے شوق مین سونیوالے کے موتہہ سے جسے وہ یقیناً رسول اللہ سمجھے ہوئے تھے۔ ردائے سبز کا گوشہ ہٹایا تو مصطفیٰؐ کی جا پر نفس مصطفیٰؐ سوتا ملا۔ اس مشاہدہ کے بعد کفار کی قسمتون مین

حیرت۔حسرت اور ناکامی کے سوا کچھ ہی کیا۔شرم وخجالت مٹانے کی غرض سے حضرت علی مرتضیٰ سے پوچھا این صاحبک تمہارے صاحب (آقا) کہان گئے۔جواب ملا۔

قال لا ادری او رقیبا کنت علیہ طبری ۱۲۳۴۔ مین نہین جانتا۔کیا تم انکو میرے سپرد کر گئے تھے جو پوچھتے ہو۔

صحیح نسائی مین ہے کہ حضرت علیؑ پر تیر چلائے گئے۔طبری لکھتے ہین کہ حضرت علیؑ کا مندرجۂ بالا جواب سنکر کفار نے انکو گرفتار کرلیا۔اور خانہ کعبہ مین تھوڑی دیر تک بٹھلائے رکھکر چھوڑدیا۔طبری ص ۱۲۳۲

یہ تمام روایتین اگرچہ مختلف الفاظ وعبارت مین مذکور ہین لیکن مدعا سب کا ایک ہی ہے۔یعنی حضرت علیؑ کی پاداری استقلال اور کمال رازداری کا اظہار۔عام اس سے کہ آپ پر کیسی ہی اور کتنی ہی تکلیف جسمانی نہ پہونچائی گئی ہو لیکن تاہم اوس حقیقی جان نثار اور سچے رازدار نے رسولؐ کا نشان نہ بتلایا نہ بتلایا۔بلکہ اونکے سوال کرنے پر ایسا مسکت جواب ارشاد فرمایا کہ اون مین پھر کسی ایک کو بھی بار دیگر تحریک وتعریض کی مطلق جرأت نہین ہوئی۔یہ ہے اس مجاہد فی سبیل اللہ کے کمال استقلال کی عدیم النظیر مثال۔

انبیاے سابقین اور امم ماضیین کے حالات پر عبور رکھنے والے حضرات جناب عیسٰی ابن مریم کی گرفتاری والی روایت مین اونکے حواری یہودا کے کردار واطوار سے پوری اطلاع رکھتے ہین جسنے محض تیس روپیون کی لالچ مین پڑکر دشمنون کی خونخوار جماعت کو آپ کے قیام اور اوس مقام کا پورا نشان بتلادیا جہان آپ ان خونخوارون کے خوف سے حکم خدا کے مطابق پوشیدہ تھے۔کیا کوئی عیسائی محمدؐ (صلعم) کے اس جان نثار حواری کے اس استقلال ورازداری کی مثال حواریون عیسیٰ مین پیدا کرسکتا ہے؟ یہودا پر منحصر نہین۔ہم نے تو شمعون اور فطرس کی جان نثاری اور استقامت وپاداری کی حقیقت بھی دکھلاکر پوری اور مفصل بحث کے ساتھ سراج المبین فی تاریخ امیر المومنین جلد اول مین قلمبند کردی ہے۔جوان مقاصد کے موضوع خاص پر لکھی گئی ہے۔

بہر حال۔باتفاق جمہور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چار دن تک غار ثور مین مقیم رہے اور جیسا کہ بیان ہوچکا ہے جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام حسب الحکم چارون دن برابر آب وطعام نہایت رازداری اور ہوشیاری سے پہونچاتے رہے چار دن گذرجانے کے بعد حسب الہدایت سواری کے اونٹ اور راہبر بھی وقت مقررہ پر بھیجدیا گیا۔ان حالات کے متعلق ہم جناب رسولخدا صلعم کے ہجرت فرمانے اور غار ثور تک صحیح وسلامت پہونچ جانے تک کے تمام حالات بیان کرچکے۔اب ہم اس سے آیندہ کے واقعات شبلی صاحب کی زبانی ذیل مین لکھتے ہین۔

غار مین حضرت ابوبکرؓ کی گریہ وزاری

صبح کو قریش کی آنکھین کھلین تو آنحضرت صلعم کی جگہ پلنگ پر جناب امیرؑ تھے ظالمون نے آپ کو پکڑا اور حرم مین لیجاکر تھوڑی دیر محبوس رکھا اور چھوڑدیا۔پھر آنحضرتؐ کی تلاش مین نکلے۔ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے غار کے موہنہ تک آگئے۔آہٹ پاکر حضرت ابوبکرؓ غمزدہ ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ اب دشمن

اسقدر قریب آگئے کہ اگر اپنے قدم پر اونکی نظر پڑ جائے تو ہمکو دیکھ لین گے۔ آپ نے فرمایا لا تحزن ان اللہ معنا۔ گھبراؤ نہین۔ خدا ہمارے ساتھ ہے۔

تعجب ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کو باوجود اسکے کہ ہجرت کے متعلق اتنے قبل سے ہر قسم کی اطلاع وحقیقت معلوم تھی اور بشارت نبویہ کے مطابق اس کا بھی یقین ہوچکا تھا کہ مدبر قدرت نے استحفاظ جان کی غرض خاص سے یہ تدبیر اختیار کی ہے اور اس طریقہ سے آپ حقیقی طور پر ظلم وجفائے کفار سے بالکل محفوظ ومصئون رہین گے۔ لیکن تاہم یہ اضطرار وبیقراری یا گریہ وزاری اپر طاری تھی معلوم ہوتا ہے کہ تاثر بعدیقیت پر عناصر بشریت ضرورت سے زاید غالب تھی۔ بخلاف آپ کے اوس جان نثار شیدائی اور وفادار فدائی کے حال پر غور کیا جاوے جو فرش رسول پر کفار کی خونخوار تلوارون کے نیچے خموش لیٹا ہوا شام سے صبح تک آرام سے سوتا رہا۔ حالانکہ ان سے زیادہ اوسکی جان خطرہ مین تھی۔ اور اوس طولانی عرصہ مین ایک لمحہ کے لئے بھی بیقرار نہ ہوا۔ حالانکہ واقعات یہ بتلا رہے ہین کہ حضرت علیؑ کی طرح بقول شبلی صاحب حضرت ابوبکر کو بھی ہجرت کے تمام واقعات معلوم ہے لیکن حضرت ابوبکر بیقرار ہوجاتے ہین اور ایسا کہ رسول اللہ صلعم کو اطمینان دلانے اور چپ کرانے کی ضرورت ہوجاتی ہے۔ مگر حضرت علیؑ باوجود اتنے خطرون کے بھی نہ بیتاب ہوتے ہین اور نہ بیقرار۔ نہ آپ پر حسرت ویاس کا اثر ہوتا ہے اور نہ اضطراب والتہاب کا احساس حقیقت شناس محققین اسی ایک واقعہ سے دونون بزرگون کے استقلال۔ ثبات اور پایداری کے فرق مابہ الامتیاز معلوم کرلے سکتے ہین۔

تنقیداً اتنا عرض کرکے ہم پھر اپنے اصل بیان کی طرف رجوع کرتے ہین۔ مولوی شبلی صاحب آگے لکھتے ہین۔

حضرت ابوبکر اور رسول اللہ صلعم کی خدمت

چوتھے دن آپ غار سے نکلے۔ عبداللہ بن اریقط ایک کافر جسپر اعتماد تھا رہنمائی کیلئے اجرت پہ مقرر کرلیا گیا تھا۔ وہ آگے آگے رستہ بتاتا جاتا تھا۔ ایکدن رات برابر چلے گئے دوسرے دن دوپہر کے وقت دہوپ سخت ہوگئی تو حضرت ابوبکر نے چاہا کہ رسول اللہؐ صلعم سایہ مین آرام فرمالین چارو طرف نظر ڈالی ایک چٹان کے نیچے سایہ نظر آیا۔ سواری سے اوترکر زمین جہاڑی پھر اپنی چادر بچھائی۔ انحضرت صلعم نے آرام فرمایا تو تلاش مین نکلے کہ کہین کچھ کھانیکو مل جائے تو لائین۔ پاس ایک چرواہا بکریان چرا رہا تھا۔ اوس سے کہا کہ ایک بکری کا تھن گرد وغبار سے صاف کردے پھر اوس کے ہاتھ صاف کراکے اور دودہ دہوایا۔ برتن کے موتھہ پر کپڑا لپیٹ دیا کہ گرد نہ پڑنے پائے دودہ لیکر انحضرت صلعم کے پاس آئے اور تھوڑا سا پانی ملاکر پیش کیا آپ نے پی کر فرمایا کیا ابھی چلنے کا وقت نہین آیا۔ سیرۃ النبی ج ا۔

اس روایت کو حضرت ابوبکر کی سیرت مین لکھنا زیادہ مناسب تھا لیکن شبلی صاحب نے اپنی ضرورت خاص سے سیرۃ رسولؐ

صلعم میں اسکو ضم کر دیا لیکن افسوس ہے کہ صرف بخاری کے تنہا استناد سے کام لیا۔ اور تاریخ وسیرت کے کسی ماخذ کو نہ دیکھا جنہیں کہین اس کا نام ونشان نہیں ہے۔ یہی وہ ضرورت اور مناسبت خاص ہے جسکی وجہ سے آغاز مقدمہ ہی سے صحیح بخاری کی مرویات کو تمام دنیا پر ترجیح دی گئی ہے۔ حالانکہ اسکی سراپا موضوعیت کی حقیقت تنقید بخاری جلد چہارم ص ۹۴ مین ملاحظہ ہو المختصر۔ دنیا کے تاریخ وسیرت مین اول تو اس روایت کا نام ونشان نہیں ہے۔ اگر کتب حدیث مین حسن عقیدت کی بنا پر اس کا وجود تسلیم بھی کر لیا جاوے تو حضرت ابوبکرؓ کے یہ حالات خادمانہ حقوق خدمت کی انجام دہی سے آگے نہیں بڑھتے اور یہ موصوف الیہ کا اوسوقت فرض اولین تھا۔ باقی رہا دہنے والون کے ہاتھون کا دُھلوا لینا اور برتن کے موتھہ پر کپڑا باندھ دینا جن سے آپ نے حضرت ابوبکرؓ کی صفائی طبیعت پر خاص طور سے استدلال فرمایا ہے تو یہ عموماً ہر صاحب تمیز وشعور کی طبیعت کا خاصہ ہے۔ یہ کوئی ایسی اعجوبہ روزگار یا خلاف فطرۃ بات نہ تھی جسے آپ خرق عادت سمجھکر اس خصوصیت کے ساتھ اور اس تفصیل کے ساتھ لکھنے پر تیار ہو گئے۔ اس سے کہین زیادہ مناسب مقام وہ روایت تھی جو قریب قریب تمام حدیث سیرت اور تاریخ کی کتابون مین مندرج ہے۔ صاحب رحمۃ اللعالمین امام ابن قیم کے اسناد سے لکھتے ہین۔

واقعۂ خیمۂ ام معبد | غار سے نکل کر پہلے ہی دن اس مبارک قافلہ (پیغمبرؐ ابوبکرؓ اور راہنما) کا گذر خیمۂ ام معبد پر ہوا یہ عورت قوم خزاعہ سے تھی۔ مسافرون کی خبر گیری اور اونکی تواضع کے لئے مشہور تھی۔ سر راہ پانی پلایا کرتی تھی اور مسافر وہان ٹھیر کر ستایا کرتے تھے یہان پہونچکر بڑہیا سے پوچھا کہ اس کے پاس کوئی چیز کہانے کی ہے۔ وہ بولی نہین۔ اگر کوئی شے موجود ہوتی تو دریافت کرنے سے پہلے مین خود حاضر کر دیتی۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیمہ کے ایک گوشہ مین ایک بکری بندہی دیکھی۔ پوچھا یہ بکری کیون بندہی ہے ام معبد نے کہا کمزور ہے۔ ریوڑ کے ساتھ نہین چل سکتی۔ نبی صلعم نے فرمایا اجازت ہے ہم اسے دودہ لین۔ ام معبد نے جواب دیا اگر حضور کو دودہ معلوم ہوتا ہے تو دودہ لین۔ نبی صلعم نے بسم اللہ کہکر بکری کے تھنون کو ہاتھ لگایا۔ برتن مانگا وہ ایسا بھر گیا کہ چھلکنے لگا یہ دودہ آنحضرتؐ اور آپکے ساتھیون نے پی لیا دوسری دفعہ پھر بکری کو دوہا گیا اور یہ بھی ہمراہیون نے پی لیا تیسری دفعہ پھر برتن بھر گیا اور وہ ام معبد کیلئے چھوڑ دیا گیا اور آگے کو روانہ ہوئے کچھ دیر کے بعد ام معبد کا شوہر آیا خیمہ مین دودہ کا بھرا برتن دیکھکر حیران ہوا کہ یہ کہان سے آیا۔ ام معبد نے کہا ایک متبرک شخص یہان آیا تھا اور یہ دودہ اوسی کے قدوم کا نتیجہ ہے۔ وہ بولا۔ یہ تو وہی صاحب قریش ہے جسکی مجھے تلاش تھی اچھا تم ذرا اوسکی توصیف (حلیہ) تو بیان کرو۔ ام معبد نے نہایت مفصل طور پر آپ کا حلیہ بیان کیا۔ تو اوسکا شوہر سنکر بولا کہ یہ تو ضرور صاحب قریش ہے۔ مین جاکر اوس سے ضرور ملونگا۔

مکہ سے باہر کے بدوی لوگ غیر مسلم قبائل مین آنحضرت صلعم کو صاحب قریش کہتے تھے۔ رحمۃ العالمین ص ۸۰-۸۲۔

شبلی صاحب نے ایسی مفصل روایت کی موجودگی مین ایک ایسے واقعہ کو قلمبند فرما دیا جو اصلاً موضوع اور نقلاً خلاف موضوع ہے۔ جس سے شان رسالت کا کوئی وقار قایم ہوتا ہے اور نہ کوئی اقتدار۔ اسناد کے اعتبار سے ام معبد کی روایت اتنی مشہور اور متواتر ہے کہ تاریخ وسیرت کی کتابون سے لیکر حدیث وتفسیر تک کی کتابون مین مندرج ہے اور خود شبلی صاحب کی اعتبار کردہ

تاریخ وحدیث کے قدیم ماخذوں میں کم وبیش طریقہ سے مذکور ومسطور ہے۔ طبری۔ ابن سعد۔ زرقانی۔ تاریخ الخمیس۔ ربیع الابرار وغیرہ تمام کتابوں میں مرقوم ہے۔

اب رہا یہ امر کہ ایسے مشہور واقعہ کو شبلی صاحب نے کیا سمجھکر مرفوع القلم فرمایا۔ اسکی صاف وجہ یہی ہے آپ کی یوروپین مصنفین کی تقلید اور اپنی موجودہ تالیف کو کسی نہ کسی طرح فلسفہ تاریخ سے مشہور کئے جانیکی اُمید تھی، اس واقعہ میں چونکہ رسالت کے تاثر روحانیت معلوم ہوتے ہیں۔ اس بنا پر آپ کے قدیم واہمہ نے کہ یوروپین مصنفین آپ کے مضامین پر خلاف عقل ہونیکا اعتراض کرینگے آپ کے قلم کو روک لیا۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ کسی خاص بزرگ کے کوئی تخصیصی حالات اس روایت سے نہیں ظاہر ہوتے تھے جن کے اندراج حالات سے آپ کو شغف خاص حاصل ہے اور جنکی اشاعت واقامت کی بنا پر اس طرز خاص کی سیرۃ النبی مرتب کرنیکی آپ کو ضرورت لاحق ہوئی ہے۔

امام ابن القیم نے تو اتنی ہی تفصیل پر اس روایت کو ختم کر دیا ہے لیکن تلاش وتحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ علامہ موصوف نے بھی اس طولانی واقعہ کے آخری حصہ کو کسی غرض خاص سے مرفوع القلم فرما دیا ہے۔ ہم انکے متروکہ حصہ کو تاریخ الخمیس کی عبارت سے ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

روی الزمخشری فی ربیع الابرار عن هند بنت الجون نزل رسول اللہ صلعم خیمۃ خالتہ ام معبد فقام من رقدتہ فدعا بماء فغسل یدیہ ثم تمضمض ومجّ فی عوسجۃ الی جانب الخیمۃ فاصبحنا وهی کاعظم دوحۃ وجاءت بثمر کاعظم ما یکون فی لون الورس ورائحۃ العنبر وطعم الشهد ما اکل منها جائع الا شبع ولا ظمأن الا روی ولا سقیم الا بری ولا اکل من ورقها بعیر ولا شاۃ الا درّ لبنها فکنا نسمیها المبارکۃ ویاتینا ناس من البوادی من یستسقی بها ویتزودون منها حتی اصبحنا ذات یوم وقد تساقط ثمرها وصغر ورقها ففزعنا فما راعنا الا نعی رسول اللہ صلعم ثم انها بعد ثلاثین سنۃ اصبحت ذات شوك من اسفلها الی اعلاها وتساقط ثمرها وذهبت نضرتها فما شعرنا الا بقتل امیر المؤمنین علیؓ فما اثمرت بعد ذلك وکنا ننتفع بورقها ثم اصبحنا واذا بها وقد نبع

علامہ زمخشری (صاحب تفسیر کشاف) ربیع الابرار میں ہند بنت جون سے روایت کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلعم میری خالہ اُم معبد کے خیمہ پر اوترے، تو حضرت کچھ خواب کرنیکے بعد بیدار ہوئے اور پانی طلب کر کے ہاتھ دہوئے اور کلی کی اور گوشہ خیمہ کیطرف ببول کا ایک چھوٹا سا درخت تھا حضرت نے اپنی کلی کا پانی اوسی پر پھینکدیا۔ دوسرے روز وہ ایک عظیم الشان درخت ہو گیا اور نہایت بڑے بڑے پھل اوس میں لگے۔ جو زرد رنگ کے تھے وہ عرب میں خوشبودار گھاس ہوتی اور کپڑا رنگنے کے کام میں آتی ہے اوس سے عنبر کی خوشبو آتی تھی اور اوس کا مزا مثل شہد کے ہوتا تھا جسے بھوکا کھا لیتا تو سیر ہو جاتا تھا اور پیاسا سیراب ہو جاتا۔ اور بیمار شفا پا جاتا اور اگر اونٹ یا بکری اوسکی پتی کھا لیتی تو اون کے دودھ کثرت سے ہوتا۔ ہم لوگ اوسکو مبارکہ کہتے تھے، اطراف وجوانب سے لوگ آتے اور اوس سے شفا پاتے اور تبرک سمجھکر لے جاتے۔ ایک روز صبح کو مبارکہ کو گیا دیکھتے ہیں کہ اوسکے پھول گرنے لگے اور اوس کے پتے چھوٹے ہونے لگے۔ اس حالت سے ہم لوگوں کو بڑا خوف معلوم ہوا کہ اتنے میں خبر رحلت جناب رسول خدا صلعم معلوم ہوئی اسکے تیس برس بعد کیا دیکھتے ہیں کہ جڑ سے ڈال تک اوس میں کانٹے لگ گئے ہیں اور پھل سب گر گئے اور اوس کی تازگی جاتی رہی

من ساقها دم عبيط وقد ذبل ورقه فبينا نحن فرعون محزون اذا اناخبر مقتل الحسين بن علي وليست الشجرة على اقدالك وذهبت والعجب كيف لم يشتهر امر هذه الشجرة كما اشتهر امر الشاة في قصة هي اعلى القصص

جلد اول ص ۳۷۷

اتنے میں خبر شہادت امیرالمومنین علیؑ آئی۔ پھر اوس کے بعد اوس درخت نے پھل نہیں دیئے بلکہ صرف اوس کے پتوں سے ہملوگ فائدہ اوٹھاتے تھے۔ تھوڑے دنوں بعد کیا دیکھا کہ اوس درخت کے سامنے سے خون تازہ جوش مار رہا ہے اور کل پتے اوسکے خشک ہو گئے ہیں اس اثنا میں حضرت امام حسینؑ کی شہادت کی خبر ملی۔ بعد اسکے وہ درخت بالکل خشک ہو گیا اور تعجب ہے کہ اس درخت کا قصہ کیوں نہ مشہور ہوا۔ حالانکہ بکری والے قصہ سے یہ بہتر قصہ تھا۔

ہم نے اس روایت کی پوری حقیقت لکھدی ہے طالبان تحقیق بہ آسانی سمجھ لیں گے کہ اسکے نقل و استخراج میں اپنا اپنے مطلب کے مطابق علمائے ناقلین و مستخرجین نے کس درجہ تک تلخیص اور قطع و برید کر کے اپنے مولفانہ تدین کی شان کو قایم رکھا ہے اکثر نے تو اس کو سرے سے ذکر کے قابل ہی نہیں سمجھا بعض جو اسکو اسکی اہمیت کی بنا پر قابل ذکر سمجھے وہ صرف کرامت رسول صلعم تک اسکو لکھکر رہ گئے۔ جیسے ابن القیم وغیرہ۔ انھیں میں اکثر ایسے منصف مزاج اور عدالت پسند بھی نکل آئے۔ جنھوں نے تقلید اسلاف اور تائید عقائد کی پابندی سے قطع نظر کر کے اسکو لفظاً لفظاً اور حرفاً حرفاً لکھدیا ہے۔ جیسا علامہ زمخشری صاحب تفسیر کشاف اور علامہ حسین دیاربکری۔ صاحب تاریخ الخمیس۔

اب یہ دیکھنا ہے کہ اُن علماء و محدثین کو بالآخر اس روایت کے پورے نقل کر دینے میں کون سی وقت اور کون سی مجبوری سدراہ تھی؟ وجہ بالکل ظاہر ہے اور سبب بالکل صاف۔ اور وہ یہ ہے کہ آخر حصہ روایت سے اہلبیت علیہم السلام کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور یہ موجودہ عقاید کے سراسر مخالف تھی کہ اوسکی نقل کیجاوے یا بیان کر کے اعلان کیا جاوے اس لیئے اوس حصۂ حدیث کو نسیاً منسیاً کر دینا ہی بہتر تھا۔ کیونکہ کوشش تو یہ ہے کہ واقعہ ہجرت کے تمام دفتر کے ہیرو اکیلے حضرت ابوبکر ہی ثابت ہوں اور کوئی دوسرا نہیں۔ لیکن افسوس سوچنے والے یہ نہ سوچے اور سمجھنے والے یہ نہ سمجھے کہ اسکے استخفاف سے صرف اہلبیت علیہم السلام کے فضائل ہی نہیں پوشیدہ ہوتے بلکہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت بڑی کرامت بھی تو صفحہ روزگار سے مٹی جاتی ہے۔ اور یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ فضیلت اہلبیتؑ اصلاً ہے کیا۔ فضیلت و کرامت رسول صلعم کا ایک جزو۔

اس روایت کے استخفاف پر اتنا تعجب نہیں ہوتا ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ امام بخاری صاحب نے تو اپنی صحیح میں فرش رسول اللہ صلعم پر حضرت علی مرتضیٰؑ کے سونے والا واقعہ کو بھی جو تمام اہل اسلام کا مسلمہ ہے نہ لکھا اور اس پر بھی اونکی کتاب صحیح کی صحیح ہے۔ بخاری کے خیال و تدین کے ایسے خیال والے ناقلین حدیث اور مولفین اخبار جب موجود ہوں تب علامہ زمخشری کی یہ تعجبانہ شکایت کا کہ ایسی روایت جو اعلیٰ قصص ہے اور بکری والی روایت سے زیادہ مہتم بالشان اور ضروری البیان ہے۔ کیوں نہ مرقوم ہوگئی۔ کیا جواب دیا جاوے لیکن بات یہ ہے

جیسا کہ ہم برابر اپنے سلسلۂ بیان میں دکھلاتے آئے ہیں کہ حقیقت اور اصلیت کسی کے مٹائے مٹی ہے اور کسی کے چھپائے نہ چھپی ہے۔ ابن القیم اور ان کے ہم خیال علماء و محدثین کی ایک جماعت نے اپنی ضرورت خاص سے چھپایا۔ مگر پھر اسکی حقیقت اونھین کی جماعت میں سے علامہ زمخشری۔ امام قسطلانی اور زرقانی وغیرہم کے ایسے لوگون کو پہنچ لائی جنھون نے اسکو صرف تمام و کمال لکھا ہی نہین بلکہ اسکے چھپانے والے اور نہ لکھنے والون کی عدم تدین کا پردہ بھی فاش کردیا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

بہرحال جب امام بخاری اور علامہ ابن القیم کے ایسے اوستادان و نقادان فن نے اس حدیث کو نہین لکھا تو غریب شبلی صاحب کس شمار و قطار مین ہین۔ جو اس کی نقل پر جرأت کرتے۔ اس بناپر اونکی سیرت بھی اس واقعہ کی صورت حال سے بالکل خالی ہے۔

سراقہ بن جشعم کا قصہ اس کے آگے شبلی صاحب فرماتے ہین قریش نے اشتہار دیا تھا کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا حضرت ابوبکرؓ کو گرفتار کرکے لائے گا اوسکو ایک خون بہا کے برابر (یعنی سو اونٹ) انعام دیا جائیگا۔ سراقہ ابن جشعم نے سنا تو انعام کی امید پر نکلے عین اس حالت مین کہ آپ (غار سے) روانہ ہورہے تھے اوس نے آپکو دیکھ لیا اور گھوڑا دوڑا کر قریب آگیا لیکن گھوڑے نے ٹھوکر کھائی۔ وہ گر پڑا۔ ترکش سے فال کے تیر نکالے کہ حملہ کرنا چاہیئے یا نہین جواب مین نہین نکلا لیکن سو اونٹون کا گرانبہا معاوضہ ایسا نہ تھا کہ تیر کی بات مان لی جائے دوبارہ گھوڑے پر سوار ہوا اور آگے بڑھا اب کی گھوڑے کے دونون گھٹنون تک زمین مین دہنس گئے گھوڑے سے اوتر پڑا اور پھر فال دیکھی۔ اب بھی وہی جواب تھا لیکن بکرّر نتیجہ نے اوسکی ہمت پست کردی اور یقین ہوگیا کہ یہ کچھ اور آثار ہین آنحضرت صلعم کے پاس آکر قریش کے اشتہار کا واقعہ سنایا اور درخواست کی کہ مجھکو امن کی تحریر لکھ دیجیے حضرت ابوبکر کے غلام عامر بن فہیرہ نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر فرمان امن لکھدیا۔ بحوالہ صحیح بخاری۔

شبلی صاحب چونکہ اپنی تاریخ مین بالکل صحیح بخاری کی ترجمانی کرتے ہین اور علم تاریخ مین بخاری کے مبلغ معلومات معلوم اس لئے ایک تاریخ نویس اور سیرت نگار کو نہ اونکی تقلید کی ضرورت ہے اور نہ تنقید کی حاجت۔ لیکن حقیقت شناس اشخاص آپ کے اقرار کردہ جزئیات کے جانبدارانہ اور خود غرضانہ اضافات کو فوراً پہچان لے گا۔ کیونکہ آپ اپنی حاشیہ والی عبارت مین خود لکھکر اقرار کرچکے ہین کہ یہ پوری تفصیل حرف بحرف صحیح بخاری باب مناقب المہاجرین مین ہے ہم نے تمام جزئیات اس لئے نقل کین کہ حضرت ابوبکرؓ کی صفائی پسندی کا بھی اندازہ ہوتا ہے" اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ پریشانی مین بھی قلم دوات ساتھ رہتا تھا۔

آپ امام بخاری کے اعتبار پر اور وہ اپنے حفظان عقائد کی بنیاد پر آنحضرت صلعم کی گرفتاری کے ساتھ حضرت ابوبکر کو اشتہار گرفتاری مین خواہ مخواہ داخل کرلین تو اسکے آپ اور وہ خاصکر جوابدہ ہین لیکن تاریخ و سیر پر نظر رکھنے والا

جب کسی تاریخ وسیر میں حضرت ابوبکر کا نام نہیں پائے گا۔ وہ آپ کی ان جزئیات بخاری کی نقل کی حقیقت، ضرورت کو کماحقہ سمجھ جائے گا۔

اسی طرح عامر بن فہیرہ کا ایسے عالم اضطراب میں کہ جب لباس تک جسم پر بھاری ہو رہا تھا دوات و قلم ساتھ رکھنے۔ اور امن نامہ لکھ دینے کی حقیقت ہے جسکو صرف آپ ہی کے ایسا الشا پرداز قابل نقل و اندراج سمجھے گا۔ دوسرا نہیں۔ اسلئے کہ تاریخ وسیر کی کتابوں میں جہاں واقعات کے حقیقی موضوع پر لکھی گئی ہیں سراقہ کا واقعہ وہیں تک مندرج ہے جہاں تک کہ وہ مشاہدہ کرامت کے بعد توبہ وانابت کرتا ہے اور اسکے بعد کچھ بھی نہیں۔ یہ امام بخاری صاحب کی وہی جزئیات ہیں جنکے ذکر و نقل کے مفید مطلب ہونے کی بنا پر آپ کو انکے اندراج کی بڑی ضرورت ہے۔ اور انھیں جزئیات مخصوصہ کی بنا پر آپ نے تمام دنیا کی کتابوں پر صحیح بخاری کی مرویات کو ترجیح دی ہے اور اپنی کتاب کے عنوان ہی سے اسکا سامان باندھا۔

عامر بن فہیرہ کی حقیقت حال اسی طرح عامر بن فہیرہ کو حضرت ابوبکر کا صرف غلام لکھدیا ہے اور ان سے انکے دیگر تعلقات کو نہ بتلایا۔ یہ بھی مولفانہ تدین کے خلاف ہے۔ اسمیں کوئی کلام نہیں کہ عامر اصلاً حضرت ابوبکرؓ کی ملکیت میں تھے اور یہ اکیلے ہی انکی ملکیت میں نہ تھے۔ بلکہ انکی ماں بھی۔ لیکن تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ ماں کی ملکیت آگے چلکر زوجیت کے مرتبہ پر پہونچ گئی اور انکی ملکیت نے ابنیت اور تبنیت کی صورت اختیار کی۔ اور پھر ان تعلقات قربت کی رعایت سے آزاد بھی کر دیے گئے تو اتنے تغیرات کے بعد تملیک کا دعویٰ باقی کہاں رہا۔ تاریخ طبری کی مفصلہ ذیل عبارت انکی حقیقت حال پر پوری روشنی ڈالتی ہے۔

وکان عامر بن فہیرۃ مولدا من مولدی الازد کان الطفیل بن عبد اللہ بن سخبرۃ وھو ابو الحارث بن الطفیل وکان اخا عائشۃ بنت ابی بکر و عبد الرحمن بن ابی بکر لامھما فاسلم عامر بن فہیرۃ وھو مملوک لھم فاشتراہ ابو بکر فاعتقہ وکان حسن الاسلام

عامر بن فہیرہ اصلاً قبیلہ ازد کے آدمی تھے۔ اور طفیل بن عبد اللہ بن سخبرہ کے بیٹے تھے۔ انکی کنیت ابو الحارث تھی یہ حضرت عائشہ بنت ابی بکر اور عبد الرحمن بن ابی بکر کے بھائی تھے کیونکہ ان سب کی ماں ایک تھیں جب مسلمان ہوئی تو حضرت ابوبکر نے انکو خرید فرمایا۔ پھر آزاد کر دیا۔ ان کا اسلام مستحسن شمار ہوتا ہے۔ ص ۱۲۳۶

مرقومہ بالا عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ عامر کی ماں کسی وجہ سے انکو لے کر مکہ میں آئیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے انکی ماں کو انکے ساتھ خرید لیا۔ ماں کے ساتھ عقد فرمالیا۔ انکے بطن سے آپ کے ہاں حضرت عائشہؓ اور عبد الرحمن پیدا ہوئے۔ عامر بن فہیرہ اس اثنا میں مشرف باسلام ہوئے۔ تو حضرت ابوبکر نے انکو خدا کی راہ میں آزاد کر دیا۔ شبلی صاحب کو لازم تھا کہ علاقہ ملکیت تک عامر کی معرفت کو نہ تمام کر دیتے۔ بلکہ واقفیت عام کے لئے ضروری تھا کہ مفصلہ بالا واسطہ قرابت کو بھی بتلا دیتے۔ مرقومہ بالا مضامین تنقیدی کو تمام کر کے ہم پھر اپنے سلسلہ بیان پر آجاتے ہیں۔

سفر مدینہ کی منزلیں

سراقہ کا واقعہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت سراقہ کو تو قلادہ عقیدت گردن میں ڈال کر لوٹ گئے کو واپس گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کی طرف روانہ ہوئے طبری۔ ابن سعد نے مکہ سے لیکر مدینہ تک اون تمام منزلوں کو نام بنام گنوا دیا ہے جہاں جہاں آپ نے دوران سفر میں قیام فرمایا تھا۔ اسوقت عرب کے ملکی نقشہ میں اونکا نام و نشان بھی نہیں لیکن صرف اونکا نام لکھدیتا عقیدتمندون کی دلچسپی کے لئے کافی ہوگا۔ ابن سعد نے ان منزلوں کے یہ نام تبلائے ہیں (١) خرار۔ (٢) ثنیۃ المرۃ۔ (٣) لقف۔ (٤) مدلجہ۔ (٥) مرجح۔ (٦) حداید۔ (٧) اذاخر۔ (٨) رابغ (یہ مقام آج بھی حجاج کے راستہ پر آتا ہے یہان آپ نے مغرب کی نماز پڑھی تھی) (٩) ذا سلم۔ (١٠) عثانیہ۔ (١١) فاجہ۔ (١٢) عرج۔ (١٣) جداوات۔ (١٤) رکوبہ۔ (١٥) عقیق۔ (١٦) جثجاثہ۔

مدینہ مین نزول رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

سعادتمندان انصار مدینہ میں تشریف آوری کی خبر پاچکے تھے۔ صبح سے شام تک روزانہ قدوم میمنت لزوم کا انتظار ہورہا تھا اور ہر روز کی ناکامی عالم انتظار کو حدود انتشار تک بڑھا رہی تھی عقیدتمندون کی جماعت بیرون شہر جاکر روزانہ چشم براہ رہتی تھی اور واپس آتی تھی۔ ایکدن زاید از وقت انتظار کرکے معتقدین کا گروہ واپس آرہا تھا کہ یکایک ایک یہودی نے اپنے قلعہ کی بلندی سے دیکھکر اورانداز سے شان رسالت پہچان کر آواز دی۔ اہل عرب! تم جس بزرگ کے استقبال کو روز آتے ہو دیکھو وہ آگیا۔ اس آواز کا کانون میں آنا تھا کہ عقیدتمندون کے نعرہ تکبیر سے شہر کا شہر گونج اوٹھا۔

انصار کے پرجوش اور اخلاص مند قبیلے پہلے سے بھی زیادہ سرگرم عقیدت ہوکر بڑی طیاریوں کے ساتھ لباسہائے فاخرہ پہنے اور ہتیار جسموں پر سجے اپنے مقدس مہمان حضرت پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رسم استقبال کے لئے نکلے انکے حسن عقیدت کی تو یہ حالت تھی اوہر مدینہ کے بالائی حصہ پر جو اصل شہر سے تقریبًا تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور جسے عالیہ اور قبا بھی کہتے ہیں انصار کے بہت سے ممتاز اور معزز خاندان آباد تھے۔ ان خاندانون میں عمر ابن عوف کا خاندان سب سے زیادہ ممتاز تھا۔ جسکے رئیس القبیلہ کلثوم ابن الہدم تھے۔

قبا میں نزول رسالت

قبا میں موکب رسالت آٹھوین ربیع الاولی ١٣ نبوت یا سنہ ١ ہجرت بروز دوشنبہ مطابق ٢٣ ستمبر ٦٢٢ء کو پہونچا۔ عقیدتمندان قبا نے شرف ناصیہ سائی حاصل کرنے کے بعد مفاخر دعوت و مہمانی کی عزت افزائی کے لئے بھی درخواست کی بطیب خاطر منظور فرمائی گئی۔ اور کلثوم ابن الہدم کے مہمان ہوئے۔ خاص انکی عزت افزائی کا یہ سبب تھا کہ صحابہ مہاجرین۔ جو آپ سے پہلے مکہ سے نکل آئے تھے وہ سب کے سب اسوقت تک انھین کے مہمان تھے جنمین ابو عبیدہ مقداد۔ خباب۔ سہیل۔ صفوان۔ عیاض۔ عبداللہ بن مخرمہ۔ وہب ابن سعد۔ معمر بن ابی سرح اور عمیر بن عوف وغیرہم شامل تھے کلثوم ابن الہدم کے مکان میں قیام فرمانے کے متعلق تو گویا تمام تاریخون کا اتفاق ہے اور شبلی صاحب نے بھی اسی کو اپنا مختار قرار دیا ہے۔ لیکن طبری۔ ابن ہشام اور ابن سعد کی مرویات سے ثابت ہوتا ہے کہ کلثوم کے مکان میں جناب

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف آب وطعام اور خواب وآرام فرماتے تھے ارشاد وہدایت اور دیگر تعلیم و دینیات وغیرہ کی صحبتیں سعد بن خثیمہ کے مکان میں منعقد ہوا کرتی تھیں جو کلثوم بن الہدم کے مکان سے ملا ہوا تھا کلثوم کے مکان میں جگہ تنگ تھی ۔ اور سعد کا مکان بہت کشادہ تھا ۔ اور اونکے اہل وعیال بھی نہیں تھے ۔ اسعد محض تنہا رہتے تھے ۔ مدینہ اور قرب وجوار کے لوگ جوق جوق ہر وقت زیارت کے لئے حاضر رہتے تھے ۔ اور باریاب خدمت ہوا کرتے تھے ۔ ہر وقت مخلصین کا ہجوم تھا اور معتقدین کا ازدحام اسی لئے اسعد بن خثیمہ کا مکان دربار رسالت کے لئے تجویز کیا گیا تھا ۔

ابن ہشام لکھتے ہیں ۔

انما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اذا اخرج من منزل کلثوم بن ھدم جلس للناس فی دار سعد بن خثیمہ وذلک انہ کان عزبا لا اھل لہ وکان منزل العزاب من اصحاب رسول اللہ صلعم من المھاجرین فمن ھنالک ص ۱۰۷	جب آپ کلثوم بن ہدم کے مکان سے باہر ہوئے تو آپ نے لوگوں کی سعد خثیمہ کے مکان میں مجلس منعقد کی کیونکہ سعد ابن خثیمہ صاحب عیال نہیں تھے اور اصحاب مہاجرین بھی یہیں مقیم تھے اونکے ساتھ بھی عیال نہیں تھے ۔ اسلئے اس مکان کو منزل العزاب کہتے تھے ۔

عربی میں عزب اوسکو کہتے ہیں جسکے عیال نہیں ہوتے ۔

دربار رسالت ہر وقت مخلصین کی کثرت سے بھرا رہتا تھا ۔ باری باری سے عقیدت مند مشرف بزیارت ہوتے تھے کلمات ہدایت وارشاد سنتے تھے ۔ صداقت وحقیقت بیانی سے متاثر ہو کر اسلام کی دولت اور ایمان کی نعمت پاتے تھے عطائے الٰہی کا شکر نعمت ادا کرتے تھے ۔ اور رسول خدا صلعم پر سلام و درود بھیجکر رخصت ہو جاتے تھے ۔ ہر روز کیا ۔ ہر وقت یہی عالم پیش نظر رہا کرتے تھے ۔ ابن سعد لکھتے ہیں کہ سعد بن خثیمہ کے مکان میں جو عامۃ المسلمین کے مجمع عام میں تقریر فرمائی گئی اوس کے آخری فقرات یہ تھے ۔

یا ایھا الناس افشوا السلام واطعموا الطعام وصلوا الارحام وصلوا والناس نیام وادخلوا الجنۃ بالسلام	ایھا الناس ۔ اسلام کی اشاعت کرو ۔ محتاج و مساکین کو کھلاؤ صلہ رحم کو بجالاؤ ۔ نمازیں پڑھا کرو حالانکہ اور لوگ اوس وقت تک پڑے سوتے رہیں اور ان نیک اعمال کے آخر میں سلامتی کے ساتھ بہشت بریں میں داخل ہو جاؤ ۔ طبقات ابن سعد ص ۱۵۹ ۔ جز من ج ۱

قبا میں حضرت علی مرتضیٰ کا ورود قبا میں جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تشریف لائے تین روز گذرے تھے کہ حضرت علی مرتضیٰ بھی مکہ سے پا پیادہ چلکر خدمت بابرکت میں حاضر ہو گئے ۔ زرقانی اس مہاجر ومجاہد فی سبیل اللہ کی وہ حالت جس صورت سے وہ خدمت رسول میں حاضر ہوا ہے ۔ اس طرح لکھتے ہیں ۔

وکان علی یسیر باللیل ویختفی بالنھار وقد نقبت قدماہ	جناب علی مرتضیٰ ع راتوں کو چلتے تھے اور خوف کفار سے دنکو چھپے رہتے تھے

فمسحهما النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و دعا لہ بالشفاء
فبرئتا فی الحال وما اشتکاھما بعد الیوم قط ص ۲۴۲

جب حاضر خدمت ہوئے تو تکلیف پیادہ پائی سے آپ کے دونوں پاؤں
زخمی ہو گئے تھے آنحضرت صلعم نے آپ کا یہ حال مشاہدہ فرما کر آپکے پاؤں کو
دست مبارک سے چھو کر دعائے شفا کی۔ آپ کے پاؤں اچھے ہو گئے اور پھر آپ کو مطلق شکایت نہیں ہوئی

واقعات ہجرت کے متعلق جناب امیر علیہ السلام کی جتنی خدمتیں ہیں وہ اپنی آپ نظیر ثابت ہوتی ہیں۔ مکّہ سے مدینہ تک کی پیادہ پائی بھی صاف صاف اپنی ندرت اور یکتائی تبلا رہی ہے۔

قبا میں تشریف آوری کے تین دن بعد جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں ایک مسجد کی بنیاد ڈالی جو جبک مسجد قبا کے نام سے مشہور ہو کر مصلائے مومنین ہے۔

شبلی صاحب نے قیام قبا کے حالات میں انہیں سے کسی واقعہ کو نہ لکھا۔ آپ کی عجلت رقمی بہت سے ضروری اور قابل الذکر واقعات تاریخی کو مرفوع القلم فرماتی چلی جاتی ہے۔ اگر آپ کی تقلید و تاسی میں دو چار کتابیں اس انداز طریقہ کی اور لکھی گئیں تو امید ہے کہ سیرۃ الرسول اور تاریخ اسلام کے بہت سے واقعات نیست و نابود ہو جائیں گے۔

قبا کے ایام قیام میں علما نے اختلاف کیا ہے لیکن تاریخ و سیرت کا زیادہ تر اس قول پر اعتبار ہے کہ جناب رسولخدا صلعم نے چودہ دن تک مقام قبا میں قیام فرمایا اور جمعہ کے دن بائیسویں ربیع الاول کو مدینہ کیطرف نہضت فرمائی قبیلہ بنی سلیم کے پاس پہونچے تھے کہ نماز جمعہ کا وقت آگیا مرکب روک دیا گیا اور وہیں بنی سلیم کے ساتھ نماز جمعہ ادا فرمائی گئی۔ جماعت میں سو آدمی شریک تھے۔ تمام تاریخ و سیر کا اس پر اتفاق ہے کہ بلاد اسلامی میں یہ پہلا جمعہ ہے جو پڑھا گیا اور پہلا خطبہ ہے جو نماز جمعہ میں بیان فرمایا گیا۔ ہم تاریخ طبری سے اس مقدس خطبہ کی پوری عبارت ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

خطبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم
فی اول جمعۃ جمعہا بالمدینۃ فی بنی سالم بن عوف

الحمد للہ۔ احمدہ و استعینہ و استغفرہ و استھدیہ و اومن بہ ولا اکفرہ۔ و اعادی من یکفرہ و اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و ان محمدا عبدہ و رسولہ ارسلہ بالھدی والنور والموعظۃ علی فترۃ من الرسل وقلۃ من العلم وضلالۃ من الناس وانقطاع من الزمان ودنو من الساعۃ وقرب من الاجل من یطع اللہ ورسولہ فقد رشد ومن یعصہما فقد غوی وفرط وضل ضلالا بعیدا۔ واوصیکم بتقوی اللہ فانہ خیر ما اوصی بہ المسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا سب سے پہلا خطبہ جو مدینہ
پہونچکر بنی سالم بن عوف کے قبیلہ میں پڑھا گیا

حمد و ستایش خدا کے لئے ہے میں اوسکی حمد کرتا ہوں مدد بخشش اور ہدایت اوسی سے چاہتا ہوں۔ میرا ایمان اوسی پر ہے۔ میں اوسکی نافرمانی نہیں کرتا اور نافرمانی کرنیوالوں سے عداوت رکھتا ہوں۔ میری شہادت یہ ہے کہ خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ یکتا ہے اوسکا کوئی شریک نہیں محمدؐ اوسکا بندہ اور رسول ہے اوسی نے محمدؐ کو ہدایت۔ نور اور نصیحت کے ساتھ ایسے زمانہ میں بھیجا ہے جبکہ مدتوں سے کوئی رسول دنیا میں نہیں آیا تھا۔ علم گھٹ گیا۔ گمراہی بڑھ گئی وہ آخری زمانے میں قیامت کے قریب اور موت کی نزدیکی کے وقت بھیجا گیا ہے جو کوئی خدا اور رسولؐ کی اطاعت کرتا ہے وہی راہ یاب ہے اور جسنے ان کا حکم نہ مانا

المسلم یحضہ علی الاخرۃ وان یامرہ بالتقوی اللہ فاحذروا
ماحذرکم اللہ من نفسہ ولا افضل من ذلک نصیحۃ ولا
افضل من ذلک ذکرا وان تقوی اللہ لمن عمل علی وجل و
مخافۃ من ربہ عون صدق علی ما تبغون من امر الاخرۃ و
من یصلح الذی بینہ وبین اللہ من امرہ فی السر والعلانیۃ
لاینوی بذلک الا وجہ اللہ یکن لہ ذکرا فی عاجل امرہ
وذخرا فی ما بعد الموت حین یفتقر المرء الی ما قدم وما
کان سوی ذلک یَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَیْنَہٗ وَبَیْنَہَا اَمَدًا بَعِیْدًا وَ
یُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفْسَہٗ وَاللّٰہُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ۔ والذی صدق
قولہ وانجز وعدہ لاخلف لذلک فانہ یقول عزوجل
مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ وَمَا اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ فاتقوا اللہ
فی عاجل امرکم واجلہ فی السر والعلانیۃ فانہ من یتق
اللہ یکفر عنہ سیاتہ ویعظم لہ اجرا ومن یتق اللہ
فقد فاز فوزا عظیما وان تقوی اللہ یوقی مقتہ ویوقی
عقوبتہ ویوقی سخطہ وان تقوی اللہ یبیض الوجوہ
ویرضی الرب ویرفع الدرجۃ خذوا حظکم ولا تفرطوا
فی جنب اللہ۔ قد علمکم اللہ کتابہ ونہج لکم سبیلہ
لِیَعْلَمَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَیَعْلَمَ الْکٰذِبِیْنَ فاحسنوا کما احسن
اللہ الیکم وعادوا اعداء اللہ وجاھدوا فی اللہ حق
جہادہ ھو اجتباکم وسماکم المسلمین لیھلک من ھلک
عن بینۃ ویحیی من حی عن بینۃ ولا قوۃ الا باللہ فاکثروا
ذکر اللہ واعملوا لما بعد الیوم فانہ من یصلح ما بینہ و
بین اللہ یکفہ اللہ ما بینہ وبین الناس ذلک بان
اللہ یقضی علی الناس ولا یقضون علیہ ویملک من
الناس ولا یملکون منہ۔ اللہ اکبر ولا قوۃ الا باللہ
العلی العظیم۔

وہ بھٹک گیا اور درجہ سے گر گیا اور سخت گمراہی میں پھنس گیا ہے مسلمانو!
میں تمہیں اللہ سے تقوی کی وصیت کرتا ہوں بہترین وصیت جو مسلمان
مسلمان کو کر سکتا ہے یہ ہی کہ اوسے آخرۃ کے لئے آمادہ کرنے اور اللہ سے
تقوی کی لئے کہے۔ لوگو جن باتوں سے خدا نے تمہیں پرہیز کرنیکو کہا ہوا نسے
بچتے رہو اس سے بڑھکر نہ کوئی نصیحت ہو اور نہ کوئی ذکر ہے یاد رکھو کہ امور آخرت
کے بارے میں اس شخص کے لئے جو خدا سے ڈر کر کام کر رہا ہے تقوی بہترین
مددگار ثابت ہوگا اور جب کوئی شخص اپنے اور خدا کے درمیان کا معاملہ خفیہ
و ظاہر میں درست کر لیگا اور ایسا کرنے میں اوسکی نیت خالص ہوگی تو ایسا کرنا
اوسکے لئے دنیا میں ذکر اور موت کے بعد ذخیرہ بنجائیگا لیکن اگر کوئی نہیں
کرتا تو اسکا ذکر اس آیت میں ہے انسان پسند کریگا اور اوسکے اعمال اس سے
کہ دور ہی رکھے جاویں۔ خدا تمکو اپنے طرف سے ڈراتا ہے اور خدا تو اپنی بندون
پر نہایت مہربان ہے اور جس شخص نے خدا کے حکم کو سچ جانا اور اس کے وعدون
کو پورا کیا تو اسکی بابتہ یہ ارشاد ہی ہمارے ہان بات نہیں بدلتی اور ہم اپنی نا چیز بندون
پر ظلم نہیں کرتے مسلمانو۔ اپنے موجودہ اور آئندہ ظاہر و خفیہ کامون میں اللہ سے
تقوی کو پیش نظر رکھو کیونکہ تقوی والون کی بدیان چھوڑ دی جاتی ہین اور اجر
بڑھا دیا جاتا ہے تقوی والے وہ ہین جو بہت بڑی مراد کو پہونچ جائین گے یہ
تقوی ہی ہے جو اللہ کی بیزاری عذاب اور غصہ کو دور کر دیتا ہی۔ یہ تقوی ہی ہے
جو چہرہ کو درخشان۔ پروردگار کو خوشنود اور درجہ کو بلند کر دیتا ہے۔
مسلمانو نعمت الہی میں اپنا حصہ لیلو۔ لیکن حقوق الہی میں فروگذاشت
نکرو۔ خدا نے اسی لئے تمکو اپنی کتاب سکھلائی اور اپنا راستہ دکھلایا ہی کہ راستون
اور کاذبین کو الگ الگ کر دیا جاوے لوگو خدا نے تمہارے ساتھ عمدہ برتاؤ کیا ہی تم
بھی لوگون کے ساتھ ایسا ہی کرو۔ جو خدا کے دشمن ہین اونھیں دشمن سمجھو اور
اللہ کے رستے میں پوری ہمت اور توجہ سے کوشش کرو۔ اوسنے تم کو برگزیدہ بنایا
اور تمہارا نام مسلمان رکھا ہے تاکہ ہلاک ہونیوالا بھی روشن دلائل پر ہلاک
ہو اور زندہ رہنے والا بھی روشن دلائل پر زندگی کرے

کرے اور یہ سب اللہ کی مدد سے ممکن ہے۔ لوگو اللہ کا ذکر کرو اور آیندہ زندگی کے لئے عمل کرو کیونکہ جو شخص اپنے اور خدا کے درمیان کا معاملہ درست کر لیتا ہے اللہ تعالی اوس کے اور لوگون کے درمیان کے معاملون کو درست کر دیتا ہے۔ ہان خدا بندہ پر حکم چلاتا ہے لیکن اوس پر کسی کا حکم نہین چلتا خدا بندون کا مالک ہے اور بندون کا اوس پر کچھہ اختیار نہین۔ خدا سب سے بڑا ہے۔ اور ہم کو نیکی کی طاقت اسی عظمت والے سے ملتی ہے۔

مدینہ مین داخلہ بنی سلیم کی قیامگاہ سے مدینہ کتنا دور ہی تھا جمعہ کی جماعت و خطبہ سے فراغت فرما کر موکب رسالت نہضت فرما ہوا اور شہر کے جنوبی جانب سے سلطان رسالت کا نزول اجلال ہوا داخلہ شاندار ضرور تھا لیکن یہ شان دنیاوی ساز و سامان اور نمائشی طریقہ و عنوان سے بالکل معرا تھی۔ تاہم اتنی سادگی اور سنجیدگی کے ساتھ بھی ایسی ہیبت و جلال تھی کہ بڑے بڑے جگرداروں کے دل سطوت و عظمت سے ہلے جاتے تھے پیغمبر اسلام اپنے ناقہ قصوی پر سوار تھے اور مہاجرین سابقین صحابہ کبار اور اعوان و انصار بڑے قرینے اور سلیقے سے صفین باندہے پیچھے پیچھے تکبیرون کے نعرے مارتے ہوئے خرامان خرامان چلے آتے تھے۔ شائقین اور منتظرین کے ہجوم کا یہ عالم تھا کہ ہر مقام و راہ پر لوٹے ہے جوان اور بچے۔ عورتین اور لڑکیان جمال ہمیشال کی شوق زیارت مین گھرون سے بیتاب ہوکر نکل پڑی تھین اور ہمہ تن دیدہ انتظار بنکر آمد آمد کی منتظر کھڑی تھی۔ اور تکبیرون کے نعرے سنکر یہ بھی ویسی ہی تکبیرون کی پرجوش آوازین بلند کرتی تھین یہان تک کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہر مین بخیر و خوبی داخل ہو گئے۔ داخلہ رسالت کی اس عظمت و جلال کو دیکھکر کتب سابقہ کی بشارت کے جاننے والون کو یقین ہو گیا کہ بے شک یہ وہی مقدس بزرگوار ہے جسکی آمد آمد کی خوشخبری حبقوق نبیؑ نے ان الفاظ مین پہونچائی ہے۔

اللہ جنوب سے اور وہ جو مقدس ہے کوہ فاران سے آیا۔ اوسکی شوکت سے آسمان چھپ گیا اور زمین اوسکی حمد سے معمور ہو گئی۔ (حبقوق نبیؑ کی کتاب۔ باب ۳۔ درس ۳)

جنوب سے آنے کی ندرت اور فاران سے آنے کی خصوصیت صاف صاف بتلا رہی ہے کہ یہ نبی موعود جسکی بشارت مرقومہ بالا آیۃ مین درج ہے سوائے پیغمبر عرب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوسرا ہو نہین سکتا۔

انصار کی وہ لڑکیان جو مکہ مین براہ راست آنحضرت صلعم کے دست حق پرست پر بیعت لا چکی تھین یا اسکے بعد مصعب ابن عمیر کی تبلیغ و تعلیم سے مشرف باسلام ہوئی تھین۔ ذیل کے اشعار مین ترانہ سنج تھین۔

اشرق البدر علینا	من ثنیات الوداع	واجب الشکر علینا	ما دعی للہ داع
ہم پر چاند نکل آیا ہے	کوہ وداع کی گھاٹیون سے	ہم پر خدا کا شکر واجب ہے	جبتک دعا مانگنے والے دعا مانگین
انہا المبعوث فینا	جئت بالامر المطاع	نحن جوار من بنی النجار	یا حبذا محمدًا من جار
اے خدا کی طرف سے ہمارے اوپر مبعوث	ہو کر آنیوالے اپنے احکام کے ساتھ آیا	ہم بنی نجار کی لڑکیان ہین	محمد صلعم ہمارے کیلئے اچھے ہمسایہ ہین

معصوم اور صغیر السن لڑکیون کی ترانہ سنجی سے آپ بہت متاثر ہوئے۔ انکی طرف نگاہ شفقت اوٹھا کر ارشاد فرمایا گیا۔ کیا حقیقتاً تم مجھے چاہتی ہو سب نے عرض کی۔ جی ہان۔ ارشاد ہوا تو یاد رکھو مین بھی تمہین دل سے چاہتا ہون۔

حضرت ابوایوب انصاری کے گھر مین قیام

کوکب رسالت جب اوس مقام پر پہونچا جہان مسجد نبوی موجود ہے۔ اسی مقام سے ملا ہوا حضرت ابوایوب انصاری کا مکان تھا۔ یہ قبیلہ بنی نجار سے تھے شائقین کے ہجوم اور معتقدین کے اژدحام سے یہان قدم رکھنے کے لئے جگہ نہین تھی ہر شخص رسول اللہ صلعم کی مہمانی کی شرفیابی کے لئے گرا پڑتا تھا۔ لیکن بقول ہٰذا فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء یہ خدا کا فضل ہے جسکو چاہے وہ عطا فرمائے۔ ابوایوب انصاری کو اس شرف مخصوص کے عطا ہونے کی نسبت علماء محدثین نے مختلف ذرایع اور اسباب بتلائے ہین۔

اکثر یہ لکھتے ہین کہ تصفیہ کے لئے قرعہ ڈالا گیا اور انھین کے نام نکلا۔ اکثر کا یہ قول ہے کہ چونکہ ہر شخص اپنے گھر مین اوتارنے کا متمنی تھا اس لئے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میرے ناقہ کو چھوڑ دو وہ خدا کی طرف سے مامور ہے چنانچہ ناقہ حضرت ابوایوب انصاری کے مکان کے سامنے جا کر بیٹھ گیا۔ اس بنا پر آپ نے انہین کے گھر پر قیام فرمایا لیکن صحیح مسلم باب الہجرت مین ہے کہ جب لوگون مین آپ کی میزبانی کے متعلق اختلاف ہوا تو آپ نے کہا کہ مین بنی نجار کے ہان اوترونگا جو بنی عبدالمطلب کے ماموں ہین۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمداً ایسا کیا تھا حضرت ابوایوب اسی خاندان سے تھے امام بخاری نے تاریخ صغیر مین تصریح کی ہے کہ ابوایوب کے گھر اوترنا اسی قرابت کی وجہ سے تھا۔ سیرۃ النبی ج ۱ ص ۲۰۴

حضرت ابوایوب انصاری نے جس خلوص و عقیدت سے اپنے مقدس مہمان کی خدمت کی ہے وہ اپنی آپ مثال ثابت ہوتی ہے۔ تاریخ ابن ہشام مین ہے۔

قال ابوایوب لما نزل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم فی بیتی نزل فی السفل وانا وام ایوب فی العلو فقلت لہ یا نبی اللّٰہ بابی انت وامی انی لاکرہ واعظم ان اکون فوقک وتکون تحتی فاظہر انت تکن فی العلو وننزل نحن فنکون فی السفل فقال یا ابا ایوب ان ارفق بنا وبمن یغشانا ان تکون فی سفل البیت قال فکان رسول اللّٰہ صلعم فی سفلہ وکنا فوقہ فی المسکن فلقد انکسر حب لنا فیہ ماء فقمت انا وام ایوب بقطیفۃ لنا ما لنا لحاف غیرہا ننشف بہا الماء تخوفا ان یقطر علی رسول اللّٰہ صلعم منہ شی فیؤذیہ قال وکنا نصنع لہ العشاء ثم نبعث الیہ فاذا رد علینا فضلہ تیممت انا وام ایوب موضع یدہ فاکلنا منہ نبتغی بذلک البرکۃ

ابوایوب ناقل ہین کہ جب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر مین مقیم ہوئے تو مین نے آپکو بالاخانہ پر اوتارنا چاہا لیکن آپ نے معتقدین کے خیال سے نیچے ہی کے حصہ مین اقامت فرمائی۔ آخرکار مین بھی مجبور ہو گیا۔ اتفاق سے رات کے وقت پانی کا برتن ٹوٹ گیا۔ ہم میان بی بی فوراً اوٹھے۔ اور صرف ایک ہی لحاف ہم لوگون کے پاس اوڑھنے کو تھا اوسکو پانی پر ڈالکر بالکل پانی جذب کر لیا اس خیال سے کہ پانی نیچے ٹپک کر ایذائے رسول کا باعث نہو۔ ابوایوب بیان کرتے ہین کہ ہم دونون وقت کھانا آپ کے لئے تیار کر کے خدمت مین حاضر کرتے تھے اور جو کچھ بچ رہتا تھا اوسکو ہم میان بی بی تبرکاً کھا لیتے تھے اور یمن و برکت کے خیال سے جہان جہان آپ کے دست مبارک کا نشان معلوم ہوتا تھا وہان وہان ہم دونون اپنا ہاتھ کھانے مین ڈالتے تھے۔

ابن ہشام۔ مصر۔ ص ۱۷۶

مسجد نبوی کی تعمیر

مدینہ میں تشریف آوری کے بعد سب سے پہلا کام جو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے آغاز فرمایا وہ ایک مسجد کی تعمیر تھی۔ سات مہینہ تک ایک انصار کے افتادہ مکان میں جو کسی وقت میں مالک مکان کی جانوروں کی رہنے کی جگہ تھی نماز جماعت ہوا کرتی تھی لیکن یہ مقام عقیدت مندوں کے مصلے اور بندوں کی عبادت کے لئے کسی طریقہ سے موزون نہیں تھا حضرت ابو ایوب انصاری کے مکان سے ملی ہوئی انصار کی ایک زمین تھی جو بہت زمانہ سے افتادہ پڑی ہوئی تھی اوسمیں کچھ پرانی قبرین تھیں اور کچھ کھجور کے درخت تھے۔ اوسکی زمین سوائے کھجور سکھلانے جانے کے اور کسی کام میں نہیں آتی تھی شہنشاہ رسالت نے اسی قطعہ زمین کو مسجود عالم ہونے کے لئے منتخب فرمایا۔ انصار کے ممتازین بلائے گئے اور اون سے مدعا بیان کیا گیا۔ وہ فوراً بلا قیمت و معاوضہ نذر کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ آپ نے بلا قیمت لینے سے انکار کیا۔ چونکہ پہلے معلوم ہو چکا تھا کہ اسکے اصل مالک قبیلہ انصار کے دو یتیم بچے ہیں لہٰذا ان دونوں یتیموں کو بلایا گیا وہ دونوں بچے اون دنوں معاذ بن عفراء کی تولیت میں تھے۔ جب یہ دونوں لڑکے حاضر خدمت ہوئے اور اون سے زمین کے لئے ارشاد کیا گیا تو انھوں نے بھی وہی جواب دیا جو اونکے ولی معاذ پہلے عرض خدمت کر چکے تھے لیکن جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بلا قیمت لینے سے قطعی انکار کر دیا۔ بالآخر قیمت عدل طے پائی اور حضرت ابو ایوب انصاری نے اپنے سرمایہ سے وہ قیمت طے کر دی۔ سیرۃ النبی بحوالہ صحیح بخاری و عینی شرح بخاری جلد ۲ ص ۵۷ و زرقانی

حضرت عمار بن یاسر رض کے اعلیٰ خدمات

جب زمین کا معاملہ بمصالحت و مسالمت تمام ہو گیا تو جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے مسجد کی بنیاد ڈالی اور معمولی مزدوروں کی طرح کام کرنے لگے شہنشاہ عالم کی یہ عملی شان دیکھکر پھر کسی مسلمان کو اتنی تاب کہاں تھی کہ وہ اس سعادت سے بہرہ اندوز نہ ہو۔ تمامی صحابہ مہاجرین اور انصار معتقدین جن میں بڑے بڑے رئیس اور دولتمندان قبائل بھی شامل تھے پھوڑے اور کدال لیکر مور و ملخ کی طرح ٹوٹ پڑے۔ اور مٹی کھودنے اوٹھانے اور پھینکنے کا کام کرنے لگے کیسی خالص عقیدت اور کامل ارادت کا منظر تھا جن ناز پروردہ جسموں پر عباہائے زرین ہوتی تھیں۔ وہ گرد و غبار سے اٹے تھے جن سرداروں کے سروں پر عمامہائے قیمتی دیکھے جاتے تھے اون پر مٹی کے ڈھیلے ایک پر دو دو تین تین رکھے ہوئے تھے اور وہ نہایت مفاخرت سے اس ادنی خدمت کو سعادت عظمیٰ سمجھکر بطیب خاطر انجام دے رہے تھے یہ کیا تھا؟ اونکی بےمثال عقیدت اور لاجواب خلوص نیت اس خدمت میں حضرت عمار بن یاسر سب سے زیادہ ممتاز تسلیم کئے گئے ہیں۔ ابن ہشام لکھتے ہیں۔

ذکر سفیان بن عیینۃ عن ذکریا عن الشعبی اول من بنی المسجد عمار بن یاسر

سفیان بن عیینہ ذکریا سے اور ذکریا امام شعبی سے نقل کرتے ہیں کہ پہلا شخص جسنے بنائے مسجد میں ہاتھ لگایا وہ عمار بن یاسر ہیں۔

ہم اس بزرگوار کی خدمات جسکی نقل کو شبلی صاحب نے عمداً قلم زد کر دیا ہے۔ امام قسطلانی شارح بخاری اور علامہ زرقانی کی مفصلہ ذیل عبارت مصدقہ سے نقل کرتے ہیں۔

وکان المسلمون یحملون لبنۃ لبنۃ وکان عمار بن یاسر ینقل لبنتین لبنۃ عنه ولبنۃ عن النبی صلعم فقال له علیه

تمام مسلمان ایک ایک اینٹ اوٹھاتے تھے اور عمار بن یاسر دو دو اینٹ ایک اپنے حصہ کی اور ایک جناب رسولخدا صلعم کے حصہ کی آنحضرت صلعم نے

السلام بعد مسح ظهره ونفض التراب عنه للناس اجرا ولك اجران واخر زادك من الدنيا شربة لبن وتقتلك الفئة الباغية وروى البخاري في بعض نسخه ومسلم والترمذي وغيرهم مرفوعا ويح عمار تقتله الفئة الباغية يدعوهم الى الجنة ويدعونه الى النار۔ زرقانی ص ۳۴۱

ان کی پیٹھ پر دست مبارک رکھکر اور گرد و غبار جھاڑ کر ارشاد فرمایا کہ سب کیلئے ایک ثواب ہے اور تمہارے لئے دو ثواب ہیں اور دنیا میں تیری آخری غذا دودھ ہوگا۔ اور بخاری نے اپنے بعض نسخوں میں اور مسلم و ترمذی وغیرہ نے باسناد مرفوع لکھا ہے کہ آپ نے اس موقع پر یہ بھی فرمادیا تھا کہ تجھکو فرقہ باغیہ قتل کریگا دران حالیکہ تو ان کو جنت کی طرف بلاتا ہوگا اور وہ لوگ تجھے دوزخ کی طرف بلاتے ہونگے۔ زرقانی ص ۳۴۱

اس بشارت نبویہ کے حصول سعادت کی توجیہ میں علامہ زرقانی کی حسب ذیل عبارت ملاحظہ ہو۔

(لأنه عليه السلام ابتدأ ينقل ترغيبا لهم) الصحابة في العمل ويقول هذا البيت لعبد الله بن رواحة ؎

اللهم ان لا اجر الا اجر الآخرة فارحم الانصار والمهاجرة

وقال علي بن ابي طالب ؏ لا يستوي من يعمر المساجد يدأب فيها قائما وقاعدا ؏ ومن يرى عن التراب حائدا۔ قال على ذلك مطابيه كما هو عادة الجماعة اذا اجتمعوا على عمل وليس ذلك طعنا وعند البيهقي عن الحسن لما بنى النبي صلعم المسجد اعانه اصحابه وهو معهم يتناول اللبن حتى اغبر صدره وكان عثمان بن مظعون رجلا متنطعا فيحا في بها عن ثوبه فاذا وضعها نفض كمه ونظر الى ثوبه فان اصابه شيء من التراب نفضه فنظر اليه علي بن ابي طالب فانشد يقول ؎ لا يستوي الخ فسمعها عمار بن ياسر فجعل يرتجزها ولا يدري من يعني بها فمر بعثمان فقال يا ابن سمية لأعرفن بمن تعرض ومعه حديدة فقال لتكفن او لاعترضن بها وجهك فسمعه صلى الله عليه وآله وسلم فغضب ثم قالوا لعمار بن ياسر انه قد غضب فيك ونخاف ان ينزل فينا قرآن فقال ارضيه كما غضب فقال يا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ما لي ولاصحابك قال صلعم ما لك ولهم قال يريدون قتلي يحملون

بنانے کے مسجد میں پہلی اینٹ اوٹھانیکے ابتدا جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دست مبارک سے کی اس لئے کہ اوروں کیلئے تحریک و ترغیب کا باعث ہوجائے آپ اینٹ اوٹھانیکے وقت عبد اللہ بن رواحہ کا یہ شعر پڑھتے جاتے تھے ؎ پروردگار تو مہاجرین و انصار پر رحم فرما اور اجر آخرت جو اصل اجر ہے عنایت فرما۔ آنحضرت صلعم کو سنکر حضرت علی نے یہ شعر نظم کرکے پڑھا ؎ اوسکا کوئی ہمسر نہیں ہے جو مسجد بناتا ہے اس ارادے سے کہ اوس میں کھڑے بیٹھے عمل خیر بجا لائے اور خاک کی طرف اپنا میلان خاطر رکھے۔ جناب علی مرتضی نے یہ اشعار بالکل ا غرض خاص سے پڑھے تھی جیسا کہ عام دستور ہے کہ کام کرتے وقت دل لگی کے لئے شعر پڑھتے جاتے ہیں اس سے غرض آپ کی کسی پر طعن کی نہیں تھی بیہقی حسن بصری کے استاد سے لکھتے ہیں کہ جب جناب رسالتمآب صلعم نے مسجد کی تعمیر شروع کی تو تمام صحابہ نے آپکی اعانت کی اور سب اینٹ مٹی وغیرہ ڈھونے لگے اسوجہ سے اونکے سینے خاک سے آلودہ ہوگئے۔ ایک صحابی عثمان بن مظعون نامی نفاست پسند بزرگ تھے کسی مٹی اوٹھانیوالے سے مٹی یا گارا گر پڑا اور وہ انکے کپڑوں میں بھر گیا۔ انھوں نے اپنے کپڑوں کی طرف نظر کی اس خیال سے کہ مٹی سے کپڑے آلودہ تو نہیں ہوگئے جناب علی مرتضی نے انکی طرف نظر فرمائی اور شعر مذکورہ بالا پڑھا۔ حضرت عمار یاسر نے اس شعر کو یاد کرلیا اور پڑھنے لگے۔ عثمان بن مظعون کو برا لگا اور مضمون سمجھ گئے عمار سے کہا کہ میں تمہاری تعریض کو خوب سمجھتا ہوں اور ہاتھ میں اسوقت ایک لوہے کا عصا تھا اوسے دکھلا کر عمار یاسر سے کہنے لگے کہ اگر تم

لبنة لبنة وتحملون علیّ لبنتین فاخذ رسول اللّٰه صلی
اللّٰه علیه واٰله وسلم بیده وطاف به المسجد و
جعل یمسح وفرته ویقول یا بن سمیّة لیسوا
بالذین یقتلونک تقتلک الفئة الباغیة
زرقانی ج ۱ ص ۴۴۴

اپنی تعریض کو نہ چھوڑو گے تو مین اسے تمہارے مونھہ پر دے مارونگا۔ جناب
رسولخدا صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے سُن لیا سخت برہم ہوئے۔ یہ دیکھکر
لوگ عمارؓ سے کہنے لگے کہ دیکھو آنحضرتؐ تم سے خفا ہو گئے قریب ہے کہ
تمہاری شان مین کوئی قرآن کی آیت نازل ہو۔ عمارؓ نے جوابدیا کوئی
مضائقہ نہیں ہین آپ کے غصہ پر بھی راضی ہون۔ یہ سنکر عمارؓ نے
پکارکر عرض کی یا رسول اللہؐ آپ کے اصحاب میرے پیچھے پڑگئے ہین ارشاد ہوا کیسے؟ عرض کی وہ تُلے ہوئے ہین کہ مجھے مار ڈالین آپ تو ایک ایک اینٹ اوٹھاتے ہین اور مجھپر وہ دو دو اینٹین لاد دیتے ہین یہ سنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے عمارؓ کا ہاتھ تھام لیا بنیاد مسجد کا طواف کرایا۔ اپنے ہاتھون سے انکی گرد جھاڑی اور ارشاد فرمایا یا ابن سمیّہ یہ لوگ تمہین قتل نہین کرینگے۔ تمکو تو ایک فرقہ باغی قتل کریگا۔

اسی کا خلاصہ تاریخ ابن ہشام مین ان الفاظ کے ساتھ درج ہے۔

فاخذ ھا (اشعار علی ابن ابی طالبؑ) عمار بن یاسر فجعل
یرتجز ھا فلما اکثر ظن رجل من اصحاب رسول اللّٰه
صلی اللّٰه علیه واٰله وسلم انه انما یعرض به وقال
رجل منهم یابن سمیّه واللّٰه انی لاراني ساعرض
ھذہ العصا لانفک قال وفی یده عصا قال فغضب
رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه واٰله وسلم ثم قال مالهم
ولعمار یدعوھم الی الجنة ویدعونه الی النار ان عمارؓ
اجلدة ما بین عینی وانفی فاذا بلغ ذلک من الرجل
فلم یستبق فاجتنبوه ص ۱۷۶ ج ۱ مطبوعہ مصر

عمار بن یاسر نے ان اشعار علی بن ابی طالبؑ کو یاد کر لیا اور اوسکو پڑھنے
لگے۔ اصحاب رسول اللہ صلعم مین سے اکثر لوگون کو یہ اشعار سنکر خیال ہوا کہ
عمارؓ ہم پر تعریض کرتے ہین اونمین سے ایک شخص بول اوٹھا کہ ای ابن سمیّہ
قسم خدا کی مین تمہارے اس تعریض کو سمجھتا ہون اور اس کا جواب یہ ہے کہ یہ
عصا تمہاری ناک پر دے مارون اوسوقت اوسکے ہاتھ مین عصا موجود تھا
جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم یہ سنکر بہت خفا ہوئے اور لوگون سے کہنے
لگے کہ تم لوگون کو کیا ہو گیا ہے پھر عمار سے ارشاد فرمایا کہ تم انکو جنت کیطرف
بلاؤ گے اور یہ تمہین دوزخ کی طرف بلائین گے تحقیق کہ عمار بن یاسر میری
آنکھون اور میری ناک کے درمیان کی جلد ہے جب آپ کا یہ ارشاد لوگون نے
سنا تو پھر کسی نے سبقت نہین کی اور سب نے اجتناب اختیار کیا۔

محدث شیرازیؒ اسکے متعلق روضۃ الاحباب مین یہ عبارت قلمبند کرتے ہین۔

عمار بن یاسرؓ این رجز را یاد گرفت از زبان علی مرتضیٰؑ کرم اللّٰه
وجہہ وخشت می کشید ومیخواند۔ یکے از صحابہ نشستہ بود کار
نمیکرد پنداشت کہ عمار تعریض بوے میکند بغضب رفت
وعصائے در دست داشت گفت اے عمار خاموش میشوی
والا ترا باین عصا بزنم سید المرسلین صلی اللّٰه علیہ وآلہ وسلم شنید

عمارؓ یاسر نے حضرت علی مرتضیٰؑ کا یہ رجز یاد کر لیا اینٹ اوٹھاتے تھے
اور یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے۔ صحابہ مین ایک شخص بیٹھا تھا اور کام
نہین کرتا تھا اوس نے خیال کیا کہ عمار ہم پر تعریض کرتے ہین اُسکو
غصہ آیا۔ اوسکے ہاتھ مین اوسوقت عصا موجود تھا عصا دکھلا کر
عمار سے کہنے لگے چپ رہو نہین تو اسی عصا سے تمہاری ناک

کہ آن مرد با عماران سخن گفت فرمود عمار ہر دو دیدہ من است یعنی نزد من مانند ہر دو دیدہ من است و در صحیح بخاری مروی است کہ یاران در آن روز خشت میکشیدند یک یک و عمار دو دو خشت بر میداشت و در روایتے آنکہ یک خشت از قبل خود و یک از قبل پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و آنسرور خاک از سر او پاک میکرد و میفرمود ویح یا عمار تقتلک الفئۃ الباغیۃ یدعوھم الی الجنۃ ویدعونک الی النار فقال عمار اعوذ باللہ من الفتن ۔ روضۃ الاحباب مطبوعہ لکھنو جلد اول صفحہ ۲۰۱

تو روکو دونگا جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس مرد کی کلام کو جو اوس نے عمار سے کہے تھے سن لیا۔ آپ نے عمار کے حق مین کہا کہ عمار میری دونون آنکھون کے برابر ہے صحیح بخاری مین مروی ہے کہ اوس دن ہر صحابی ایک ایک اینٹ اوٹھاتا تھا اور عمار دو دو اینٹین روایت مین ہی کہ ایک اینٹ اپنے لئے اور ایک اینٹ رسول خدا صلعم کے لئے۔ آنحضرت صلعم خاک اونکے سر سے پاک کرتے تھے اور کہتے تھے عمار تجھے فرقہ باغیہ قتل کریگا تو اونہین جنت کیطرف اور وہ تمہین دوزخ کیطرف بلائین گے عمار نے کہا خدا فتنہ سے پناہ مین رکھے

جناب عمار یاسر کی تفصیل احوال سے چونکہ شبلی صاحب کے عقاید کی غلط فہمیون کا انکشاف ہوتا تھا اسلئے اسے دفتر بیمعنی سمجھکر قلم انداز فرما دیا گیا۔ نہین معلوم اس موقع پر بخاری صاحب کی تقلید سے کیون دست برداری اختیار کیگئی حضرت ابو بکر رض کے حالات مین تو بخاری صاحب کی ہر ہر جزئیات کی نقل قلمبند کیگئی تھی لیکن یہ واقعہ باوجودیکہ اوسی صحیح بخاری مین ایک سے زیادہ مقام پر موجود ہے کیون نہین لکھا گیا۔ آخر اس کا کوئی سبب ہے؟ وہی ہے جو اوپر ہم لکھ چکے ہین

ازواج مطہرات کے لئے مکانات کی تعمیر۔

حضرت عمار بن یاسر کی تفصیل خدمات کو ختم کر کے ہم اپنے آیندہ سلسلہ بیان پر آجاتے ہین۔ مسجد نبوی م کا کام اسی سرگرمی اور مستعدی سے برابر جاری رہا۔ سات مہینون مین مسجد اور ازواج مطہرات کے مکانات تیار ہو گئے۔ مسجد نبوی اور حرم مصطفوی کی عمارتین۔ اونکی ساخت اور اونکی شکل و صورت عمارت کے اعتبار سے کیسی تھی۔ ہم اوسکو شبلی صاحب کے الفاظ مین حسب ذیل بیان کرتے ہین۔

یہ مسجد ہر قسم کے تکلفات سے بری اور اسلام کی سادگی کی تصویر تھی۔ یعنی کچی اینٹون کی دیوارین برگ خرما کے چھپر کھجور کے ستون تھے۔ قبلہ بیت المقدس کی طرف رکھا گیا لیکن جب قبلہ بدل کر کعبہ کی طرف بدل گیا تو شمالی جانب ایک دروازہ نیا قایم کر دیا گیا فرش چونکہ بالکل خام تھا بارش مین کیچڑ ہو جاتی تھی۔ ایک دفعہ صحابہ رض نماز کے لئے آئے تو کنکریان لیتے آئے اور اپنی اپنی نشستگاہ پر بچھا لین۔ آنحضرت صلعم نے پسند فرمایا اور سنگریزون کا فرش بنوا دیا۔

مسجد کے سرے پر ایک مسقف چبوترہ تھا جو **صُفّہ** کہلاتا تھا۔ یہ اون لوگون کے لیے تھا جو اسلام لائے تھے اور گھر بار نہین رکھتے تھے۔

مسجد نبوی جب تیار ہو گئی تو مسجد سے متصل ہی آپ نے ازواج مطہرات کے لئے مکانات بنوائے۔ اوسوقت تک حضرت سودہ اور حضرت عائشہ رض نکاح مین آچکی تھین اسلئے دو ہی حجرے بنے جب اور ازواج آ گئیں تو اور مکانات بنتے گئے سیہ مکانات کچی اینٹون کے تھے ان مین سے پانچ کھجور کی ٹٹیون سے بنے تھے جو حجرے اینٹون کے تھے اونکے اندر وفی حجرے

بھی ٹٹیون کے تھے۔ ترتیب یہ تھی کہ حضرت ام سلمہؓ۔ ام حبیبہؓ۔ زینبؓ۔ جویریہؓ۔ میمونہؓ اور زینبؓ بنت حجش کے مکانات شامی جانب تھے۔ اور حضرت عائشہؓ صفیہؓ اور سودہؓ مقابل جانب تھین۔

یہ مکانات مسجد سے اسقدر متصل تھے کہ جب آپ مسجد مین اعتکاف مین ہوتے تو مسجد سے سر نکال دیتے اور ازواج مطہرات گھر مین بیٹھے بیٹھے آپ کے بال دہو دیتی تھین۔ یہ مکانات چھ چھ سات سات ہاتھ چوڑے اور دس دس ہاتھ لانبے تھے چھت اتنی اونچی تھی کہ آدمی کھڑے ہوکر چھت چھو لیتا تھا۔ دروازون پر کمبل کا پردا پڑا رہتا تھا۔ راتون کو چراغ نہین جلتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمسایہ مین جو انصار رہتے تھے اون مین سعد بن عبادہ، سعد بن معاذ، عمارہ بن حزم اور ابو ایوب رئیس اور دولتمند تھے۔ یہ لوگ آنحضرت صلعم کی خدمت مین دودہ بھیجدیا کرتے تھے اور اوسی پر آپ بسر کیا کرتے تھے سعد بن عبادہ نے التزام کیا تھا کہ رات کے کھانے پر ہمیشہ اپنے ہان سے ایک بڑا بادیہ بھیجا کرتے تھے جسمین کبھی سالن کبھی دودہ اور کبھی گھی ہوا کرتا تھا۔ سیرۃ النبیؐ ص ۲۰۶

ایجاد اذان | مسجد نبوی بنکر تیار ہوگئی۔ اور پانچون وقتون کی نمازین جماعت سے پڑہی جانے لگین۔ لیکن چونکہ اعلان نماز کا اسوقت تک کوئی باقاعدہ انتظام نہین تہا اس لئے لوگ آگے پیچھے آیا کرتے تھے۔ جو جسوقت آگیا اوس نے نماز پڑہ لی نتیجہ یہ ہوتا تہا کہ جماعت کی نماز پڑہنے والون کی تعداد بہت کم ہوتی تھی اور فرادہ نماز پڑہنے والے کثیر التعداد ہوتے تھے۔ اسلام نے چونکہ عبادت آلہی کے تمام سنجیدہ طریقون مین اجتماع و اتحاد کے اصول کو مدنظر رکھا ہے اسلئے یہ تفرق و پراگندگی طبع انسانی کی ناپسندیدگی کا باعث ہوئی۔ تمام مسلمانون کو اس بناپر مسجد مین بیک وقت آنے اور بیک بار با جماعت نماز پڑہنے کے سہل اور عام پسند طریقہ اعلان وقت جاری فرمانے کی تجویز فرمائی گئی۔ جو پہلے ہی سے ایمائے مشیت اور منشاء قدرت ثابت ہوچکا تھا اور جس منشائے قدرت کا نفاذ و اجراء عمارت مسجد کی تکمیل تک رکا ہوا تھا اس بناپر ایک دن حضرت بلالؓ کو بلایا گیا۔ اذان کے ارکان تعلیم کئے گئے اور ارشاد فرمایا گیا کہ آج سے ہر نماز کے وقت اسی طرح نماز کا اعلان کیا جاوے کہ ہر شخص آواز سنکر نماز با جماعت ادا کرنے کے لئے مسجد مین چلا آئے۔ اتفاق سے عبد اللہ بن زید صحابی اوسوقت بیٹھے ہوئے تھے انھون نے عرض کی کہ چند روز قبل مین نے خواب مین بھی یہی طریقہ اذان دیکھا ہے۔ اُسی دن سے اذان کا طریقہ۔ جو حقیقتاً وقت نماز کا اصلی اعلان ہے جاری اور قایم ہوگیا۔

واقعہ تناہی ہر اور حقیقت اسیقدر۔ اب آگے چلکر اس سادے واقعہ مین جیسی جیسی رنگ آمیزیان کی گئین وہ شبلی صاحب کے الفاظ مین حسب ذیل بیان کی جاتی ہین۔

اسوقت تک کسی خاص علامت نہونے کی وجہ سے نماز جماعت کا کوئی انتظام نہ تھا۔ لوگ آگے پیچھے آتے اور جو جسوقت آتا نماز پڑہ لیتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ پسند نہ تھا۔ آپ نے ارادہ فرمایا کہ کچھ لوگ مقرر کئے جائین جو وقت پر لوگونکو گھرون سے بلا لاوین لیکن اسمین زحمت تھی۔ صحابہ کو بلاکر مشورہ کیا۔ لوگون نے مختلف رائین دین کسی نے کہا نماز کیوقت مسجد پر ایک علم

کھڑا کر دیا جائے لوگ دیکھکر آتے جائینگے آپ نے یہ طریقہ بھی ناپسند فرمایا۔ عیسائیون اور یہودیون کے ہان اعلان نماز کے جو طریقے ہین وہ بھی عرض کئے گئے لیکن آپ نے حضرت عمرؓ کی رائے پسند کی اور حضرت بلال کو حکم دیا کہ اذان دین۔ اس سے ایک طرف تو نماز کی اطلاع عام ہوجاتی تھی۔ دوسرے دن مین پانچ مرتبہ دعوت اسلام کا اعلان ہوجاتا تھا۔ صحاح ستہ کی بعض کتابون مین ہے کہ اذان کی تجویز عبداللہ بن زید نے پیش کی تھی۔ جو اونھون نے خواب مین دیکھی تھی۔ اور ایک روایت مین ہے کہ حضرت عمرؓ کو بھی خواب مین توارد ہوا لیکن صحیح بخاری کی روایت کے مقابلہ مین کسی کو ترجیح نہین دی جاسکتی ہے بخاری مین صاف تصریح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بوق اور ناقوس کی تجویزین پیش کی گئین لیکن حضرت عمرؓ نے اذان کی تجویز پیش کی اور آپ نے اسی کے موافق حضرت بلال کو بلاکر اذان کا حکم دیا۔ خواب کا ذکر نہین۔ سیرۃ النبیؐ ص ۲۰۷

واقعیت تو اتنی ہی تھی جسکو ہم ابتدا مین لکھکر دکھلا چکے۔ اب شبلی صاحب اور بخاری صاحب اپنی اپنی ضرورت ہای خاص سے اس واقعہ کو جس شکل و انداز مین چاہین بدل دین۔ لیکن حقیقت شناس حضرات ان قلمکاریون کو خوب جانتے ہین ؎

بہر طوریکہ خواہی جامہ می پوش ٭ من انداز قدت را می شناسم

ابھی ابھی واقعہ ہجرت مین جیسی جیسی قلمکاریان کی گئین تھین اونکی حقیقت کا پورا انکشاف کر دیا گیا ہے۔ اون مین اگر حضرت ابوبکرؓ کے خصائص قایم کرنیکی ضرورت لاحق تھی تو اس واقعہ اذان مین حضرت عمرؓ کی اصابت رائے کی بنیاد رکھنی تھی اور تقلید اسلاف اور استحفاظ عقاید کے اعتبار سے ان امور کی ابتدا آغاز اسلام کے انھین واقعات سے نہایت ضروری تھی نہین تو ان خصوصیات کی قدامت مین نقص واقع ہوتا۔ یہی وہ ضرورتین تھین جنہون نے ان واقعات مین ان موضوعات و مصنوعات کے دفتر کے دفتر سیاہ کر ڈالے ہین۔ واقعات ہجرت مین حضرت ابوبکر کے خصائص داخل کئے ہین اور واقعات اذان مین حضرت عمر کی خصوصیات شامل کر دیے گئے ہین حالانکہ حقیقت کی تلاش کی جائے تو معلوم ہوجائے کہ ان خارجی مداخلت کو حقیقت و واقعیت سے کوئی واسطہ نہین۔

شبلی صاحب کی رفتار تحقیق تو بخاری صاحب تک ختم ہے اور حقیقتاً سوائے امام بخاری کے نہ اونکے لئے کوئی وسیلہ ہے اور نہ کوئی حیلہ۔ اسیوجہ سے عنوان کتاب ہی سے اونکا دامن تھاما گیا ہے۔ اور یہان بھی صاف صاف لفظون مین لکھدیا گیا ہے

جب اس اعتراف کے ساتھ کہ صحاح کی اور کتابون نے بخاری کے خلاف اس واقعہ کو بیان کیا ہے یہ تحکمانہ فیصلہ کیا جاتا ہے کہ بخاری کے مقابلہ مین کسی کو ترجیح نہین دیجاسکتی تو آپ سے حقیقت نگاری اور صداقت بیانی کی کیا توقع کی جاسکتی ہے اب نہین معلوم کہ اس موقع پر دونون مختلف مرویات کے رجال و رواۃ کی تنقید سے کیون کام نہین لیا گیا کہ دونون کے ضعف و استحکام کی حقیقت کھل جاتی لیکن شبلی صاحب ایسے کیا ہین جو اس مقام پر تحقیق رجال سے کام لین گے وہ تو اپنی اور بخاری صاحب کی ظاہری شہرت اور نمایشی جامعیت سے عوام کو مرعوب بنانا چاہتے ہین لیکن حقیقت مین اور اصل واقعہ یہ ہے کہ واقفکار حضرات نہ ان ترکیبون سے اثر پذیر ہوئے ہین۔ اور نہ ہوسکتے ہین۔ اس واقعہ کی حقیقت کا کامل انکشاف علامہ احمد بن خطیب قسطلانی۔ شارح بخاری شریف نے اپنے کتاب مواہب لدنیہ مین بڑی فراخ حوصلگی سے کر دیا ہے ہم اونہین کے

صحاح ستہ کی بعض کتابون مین ہے کہ اذان کی تجویز عبداللہ بن زید نے پیش کی تھی جو اونھون نے خواب مین دیکھی تھی اور ایک روایت مین ہے کہ حضرت عمرؓ کو بھی خواب مین توارد ہوا لیکن صحیح بخاری کی روایت کے مقابلہ مین کسی کو ترجیح نہین دیجا سکتی ۱۲

مفصلہ ذیل عبارت کو نقل کرتے ہیں۔

وكان الناس كما في السير وغيرها لما يجتمعون الى الصلوة لتحين مواقيتها من غير دعوة واخرج ابن سعد في الطبقات من مراسيل سعد بن المسيّب ان بلالا كان ينادي للصلواة الصلوة جامعة وشاور صلى الله عليه وآله وسلم اصحابه فيما يجمعهم له صلوة وذلك فيما قيل في السنة الثانية فقال بعضهم ناقوس كناقوس النصارى وقال آخرون بوق كبوق اليهود وقال بعضهم بل توقد نارا وترفعها فاذا راها الناس اقبلوا الى الصلوة ورای عبد الله بن زيد بن ثعلبه بن عبد ربّه في منامه رجلا فعلّمه الاذان و الاقامة فلمّا اصبح اتى النبي صلعم فاخبره بما رائ كما عند ابي داود وفي رواية معاذ بن جبل عند الامام احمد قال يا رسول الله اني رائت فيما يرى النائم ولو قلت اني لم اكن نائما لصدقت[له] فاستقبل القبلة فقال الله اكبر مثنى مثنى حتى فرغ من الاذان الحديث فقال فقمت مع بلال فجعلت القيه عليه يؤذن قال فسمع بذلك عمر بن الخطاب رضي الله عنه وهو في بيته فخرج يجرّ رداءه يقول والذي بعثك بالحق يا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم لقد رائيت مثل ما رائ ووقع في الاوسط للطبراني ان ابا بكر ايضا راى الاذان وفي

جیسا کہ سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے لوگ بغیر اذان کے بقصد نماز نماز کے وقت جمع ہو جایا کرتے تھے اور ابن سعد نے طبقات میں مراسیل سعید بن مسیب سے لکھا ہے کہ بلال صرف نماز کے وقت الصلوۃ جامع کی ندا بلند کر دیتے تھے جناب رسولخدا صلعم نے جب اذان کی نسبت صحابہ سے مشورہ کی کہ کس طریقہ سے لوگ نماز کے واسطے جمع کئے جاویں۔ یہ واقعہ ۲ھ ہجری کا بتلایا جاتا ہے تو بعضوں نے ناقوس بجانے کی جیسا کہ نصاریٰ ناقوس بجاتے ہیں تجویز پیش کی اور بعضوں سے آخر لوگوں نے بوق بجانے کی جیسا کہ یہود بجاتے ہیں۔ بعضوں نے کہا نہیں بلکہ نماز کے وقت آگ روشن کر دیجائے کہ لوگ اسے دیکھکر مسجد میں جمع ہو جائیں عبد اللہ بن زید بن ثعلبہ بن عبد ربّہ انصاری نے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ نے انکو اذان واقامت کی تعلیم کی اور صبح ہوئی (روز مشورت اذان) تو آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر جو دیکھا تھا بیان کیا اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک معاذ بن جبل نے عرض کی یا رسول اللہ صلعم ہم نے بھی خواب کی حالت میں جیسا کہ سونیوالے دیکھتے ہیں یہی دیکھا ہے اور اگر کوئی شخص کہے کہ تم اوسوقت سوتے نہیں تھے تو ایسا کہنے والا بھی سچ کہتا ہوگا کہ میں نے ایک شخص کو سبز کپڑے پہنے ہوئے دیکھا پس وہ قبلہ رو کھڑا ہو گیا اور اوس نے اللہ اکبر کہا پھر اسی طرح تمام ارکان اذان دو دو مرتبہ کہے اور اذان تمام ہوگئی جناب رسولخدا صلعم نے فرمایا تمہارا یہ خواب سچ ہے ان شاء اللہ۔ جاؤ بلال کے ساتھ کھڑے ہو۔ لوگوں نے کہا جس نے خواب اذان دیکھا ہے اُسی سے اذان کہلائی جائے آپ نے فرمایا بلال کی آواز بلند تر ہے معاذ کا بیان ہے کہ میں بلال کے ساتھ کھڑا ہوا اور اذان کہنے لگا میری صدائے اذان کو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے سنکر اپنے گھر سے بعجلت تمام وکمال سرعت

[له] قال السيوطي يظهر من هذا ان يحمل على الحالة التي تعتري ارباب الاحوال ويشاهدون ما يشاهدون ويسمعون ما يسمعون والصحابة رؤس ارباب الاحوال امام سیوطی کہتے ہیں کہ اس سے ظاہر ہے کہ ناقلین خواب پر وہ حالت طاری تھی جو ارباب حال پر طاری ہوتی ہے اور وہ اُس حالت میں جو دیکھنا ہے دیکھتے اور جو سننا ہے سنتے ہیں اور صحابہ ارباب احوال کے رئیس ہیں المؤلف عفی عنہ۔

الوسیط للغزالی رواہ بضعة عشر رجلا وعبارة الجیلی فی شرح التنبیة اربعة عشر وفی سیرة المغلطائی انہ راہ سبعة من الانصار وقال الحافظ الفضل بن حجر رح فی فتح الباری ولا یثبت شی من ذلك الا لعبد اللہ بن زید وقصة عمر جاءت فی بعض الطرق۔

زرقانی شرح مواہب اللدنیہ ص ۴۵۴

اس حالت خاص مین داخل مسجد ہوئے کہ اونکی روا زمین پر کھنچتی چلی جاتی تھی جناب رسولخدا صلعم سے عرض کی کہ قسم اوس خدا کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے مین نے بھی خواب مین ایسا ہی دیکھا ہے اور طبرانی کی معجم اوسط مین مروی ہے کہ حضرت ابوبکر نے بھی خواب مین ایسا ہی دیکھا تھا اور امام غزالی کی استناد سے بسیط مین ہے کہ دس آدمیون سے زیادہ لوگون نے ایسے ہی خواب دیکھے تھے اور علامہ جیلی شرح تنبیہ مین لکھتے ہین کہ (۱۴) چودہ آدمی ایسے ہی خواب کے مدعی ہوئے ہین اور سیرۃ مغلطائی مین ہے کہ انصار سے سات آدمیون نے اس کا دعویٰ کیا اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق مین صرف عبداللہ بن زید کی روایت ثابت ہے اور حضرت عمرؓ کا قصہ بعض طرق مین آیا ہے۔

مواہب لدنیہ قسطلانی کی مرقومہ بالا عبارت نے حقیقت کا پورا انکشاف کر دیا اور سوائے عبداللہ بن زید کے خواب کے جو محض اتفاقی طور پر واقع ہوا تھا سب کو بے اصل ثابت کر دیا۔ حضرت عمر کی مداخلت کو جسے بخاری صاحب نے خواہ مخواہ عبداللہ بن زید کے واقعہ پر ترجیح دینی چاہی ہے۔ اوسکی حقیقت و حیثیت بھی خود اونھین کے شارح حافظ ابن حجر کی عبارت سے ظاہر ہوگئی جسکی نسبت وہ صرف یہ لکھکر کہ بعض طرق مین انکے خواب کا بھی ذکر آگیا ہے اور کوئی وزن و اہمیت نہین دیتے۔

بخاری صاحب کی طرح طبرانی صاحب نے بھی معجم اوسط مین حضرت ابوبکر کے شامل کر دینے کی بھی کوشش کی تھی۔ کیونکہ اونکی خوش عقیدگی کی نظر فاضل و مفضول کی دلیل اور وقوع خلافت کی ترتیب کی طرف منعطف ہوئی تھی۔ ان عقیدتمندانہ اضافات کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس سلسلہ ادخال فی بدء الاذان مین پھر تو یہان تک ترقی ہوئی کہ صرف انصار مین معاذ سے لیکر بروایت امام غزالی دس آدمیون سے زیادہ اور بروایت علامہ جیلی چودہ (۱۴) آدمی اسکے شرف اولیت کے مدعی ہوئے امور تخصیص کو خواہ مخواہ معمول کے اصول پر تعمیم کے طریقہ مین داخل کرنے سے یہی مفاسد پیدا ہوتے ہین۔

جانبداروں کے ان طومار ناپیدا کنار کو اکٹھا کر کے آخر کار امام ابن حجر کو فتح الباری مین لکھ دینا پڑا۔

ولا یثبت شی من ذلك الا لعبد اللہ بن زید | سوای عبداللہ بن زید اور کسی کیلئے بھی ان مین سے کوئی شے ثابت نہین ہوتی

اب فرمایئے شبلی صاحب کا یہ حکمانہ فیصلہ کہ بمقابلہ روایت بخاری اور کسی کی روایت قابل اعتبار نہین کہان گیا۔

جب بذات خاص شارح بخاری اصل روایت بخاری کی مجہولیت اس زور و شور سے ثابت کر رہے ہین اور حضرت عمرؓ کے قصہ کے بارے مین لکھتے ہین تو اتنا کہ بعض طرق مین اس کا ذکر آیا ہے۔

جو صورت حال حضرت عمر کی داستان خواب کی معاذ کی زبانی مسند امام ابن حنبل کے اسناد سے لکھی گئی ہے وہ صاف صاف بتلا رہی ہے کہ اگر بفرض محال انکا قصہ خواب بھی صحیح مان لیا جاوے تو نوشتہ بعد از جنگ کی صورت رکھتا ہے کیونکہ عبداللہ بن زید اور معاذ دونون کے بعد آکر یہ اپنا خواب دہراتے ہین۔ اس صورت مین شبلی صاحب کا یہ دعویٰ کہ واقعہ

حضرت عمرؓ بالکل صحیح ہے کیونکہ وہ صحیح بخاری مین داخل ہے اور شارح بخاری امام قسطلانی کا یہ آخر فیصلہ کہ سوائے عبداللہ بن زیدؓ کے خواب کے اور کسی کے خواب دیکھنے کا واقعہ ثابت ہی نہین محققین و مصنفین زمانہ کی نگاہون سے اب پوشیدہ نہین رہسکتا۔ وہ حضرات خود ہی تسلیم کرلینگے کہ کس کے قول مین حقیقت ہے اور کس کی رائے مین جانبدارانہ اضافات کا ذخیرہ ہے۔

ان تمام اضافات کا جو اصل مدعا ہے وہ ہم اپنی تمہیدی عبارت مین اوپر لکھ چکے ہین۔ یہ سب اصول عقائد کے استحکام کی غلط کوششون کے نتیجے ہین جنکی ابتدا ایجاد اذان کے متعلق حضرت عمرؓ کے اوصاف اضافی سے کی گئی ہے اور آگے چلکر اس مداخلت مین اتنی ترقی کیگئی ہے کہ (نعوذ باللہ) نزول وحی کو بھی آپ ہی کی مشورت اور تجویز و رائے پر محمول و موقوف ٹھیرایا گیا ہے۔ جسکو ہم اوسکے خاص مقام پر تفصیل سے بیان کرینگے۔

اب اس بحث کے متعلق ہمکو حکم اذان کی اصل حقیقت دکھلادینی باقی ہے وہ علامہ زرقانیؒ کی زبانی حسب ذیل ہے

فی قوله علیه السلام انها الرؤیا حق ثم بنی حکم الاذان علیها و هل کان ذلك عن وحی من الله له ام لا اجاب بانه صلی الله علیه و آله وسلم قد اریه لیلة الاسریٰ فروی البزار فی مسنده عن علی ابن ابی طالب قال لما اراد الله ان یعلم رسوله الاذان جاء جبریلؑ بدابة یقال له البراق فرکبها حتی اتی الحجاب الذی یلی الرحمن فبینما هو کذلك اذ خرج ملك من الحجاب فقال یا جبریل من هذا قال والذی بعثك فی الحق بالحق انی لاقرب الخلق مکانا وان هذا الملك ما رأیته منذ خلقت قبل ساعتی هذه فقال الملك الله اکبر فقیل من وراء الحجاب صدق عبدی انا اکبر انا اکبر ذکر بقیة الاذان وقال السهیلی وهذا اقوی من الوحی فلما تاخر امر الاذان الی المدینة واراد اعلام الناس بوقت الصلوٰة تلبث الوحی حتی رای عبد الله بن زید الرؤیا فوافقت ما رای صلعم فلذلك قال انها الرؤیا الحق ان شاء الله زرقانی ج ۱ ص ۳۵۵

جناب رسولخدا صلعم کے اس حکم کی شرح مین کہ آپ نے عبداللہ بن زید کا خواب سنکر آپ نے ارشاد فرمایا کہ تیرا خواب سچ ہے۔ یہ بتلایا گیا ہے کہ آپکے اس حکم سے بنائے اذان قایم ہوتی ہے اگر یہ فرمان بذریعہ وحی ہے تو واجب الاذعان ہے اور اگر تعبیر ہے تو اذان واجب نہین ہوسکتی۔ اسکے وجوب کے متعلق امام بزار نے اپنی مسند مین حضرت علی بن ابیطالبؑ سے یہ روایت کی ہے کہ جب خدا تعالیٰ کا یہ ارادہ ہوا کہ اپنے رسول صلعم کو اذان کا طریقہ بتلائے تو حضرت جبرئیل براق لیکر آئے اور معراج کی رات کو آپ کو حجاب قدس تک لیگئے وہان آپنے ایک فرشتہ کو دیکھکر حضرت جبرئیلؑ سے پوچھا کہ یہ کون ہے۔ جبرئیلؑ نے جواب دیا یہ مجھسے زیادہ مقرب الٰہی ہے اور قسم اوس خدا کی جسنے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے مین نے اپنے وقت خلقت سے آج تک سوائے اسوقت کے اسکو نہین دیکھا ہے یہ سنکر اُس ملک نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر حجاب قدس سے فوراً آواز پیدا ہوئی کہ یہ میرا بندہ سچ کہتا ہے مین اکبر ہون مین اکبر ہون اُسی طرح اوس فرشتہ نے تمام اذان کے ارکان ختم کئے اور ہر بار حجاب قدس سے ندائے تصدیق و اجابت پیدا ہوئی۔ امام سہیلی مصنف روضۃ الانف کہتے ہین کہ پہلے ترکیب اذان کا بذریعہ وحی نازل ہونا زیادہ قوی الاسناد ہے لیکن حکم اسکا قیام مدینہ تک اوٹھا رکھا گیا یعنی اوسوقت تک اسکا اجرا ملتوی رہا۔ یہان اکر تمام اہل اسلام کو وقت نماز سے اطلاع دینے کیلئے

جاری فرمایا گیا۔ یہانتک کہ عبداللہ نے خواب مین دیکھا اور آپ سے بیان کیا اور اسی بنا پر آپ نے اونکی خواب کی تصدیق فرمائی اور ارشاد کیا تمہارا خواب برحق اور سچا ہے۔

اپکی مرقومہ بالا عبارت سے مفصل طور پر ابتداے اذان کی حقیقت کا انکشاف ہوگیا اور ثابت ہوگیا کہ مثل نماز و وضو کے اذان کی تعلیم بھی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بذریعہ وحی پہونچائی گئی تھی۔ اسمین کسی کی راے و مشورت کو دخل نہین تھا لیکن آپ نے جیسا کہ امام سہیلی لکھتے ہین تا حصول اطمینان اعلان حکم اذان کو مناسب وقت اور مصلحت نہ سمجھا تا اینکہ قیام مدینہ مین تعمیر مسجد کی تکمیل کے بعد آپ نے اسکے نفاذ و اجرا کو ضروری سمجھکر صحابہ سے اسکا ذکر فرمایا ہر شخص نے اپنی مقدار عقل کے مطابق جواب دیا۔ انھین جواب دینے والون مین عبداللہ بن زید نے اپنے خواب کا بھی ذکر کیا جو حسن اتفاق سے تعلیم وحی کے موافق تھا اس لئے اونکے خواب کی تصدیق فرمائی گئی۔ اوسی دن سے حکم وحی کے مطابق حضرت بلال کو اذان دینے کا حکم دیا گیا جو اسوقت تک جاری ہے۔

علماء محدثین کی جانبداریون اور طرح طرح کی قلمکاریون نے اسکو کہان سے کہان پہونچا دیا۔ گویا رسول اللہ صلعم اسوقت تک ارکان اذان سے واقف نہ تھے یہ تو بالکل صحابہ کی مشورت و تعلیم تھی جس نے رسول اللہ صلعم کو اذان کی ترکیب اور اوسکے اجرا کی ضرورت بتلائی۔ ہم اپنے دیباچہ کتاب مین لکھہ آئے ہین کہ رسالت صحابیت اور خلافت کا ایک مقدمہ تیار کیا گیا ہے اور اس سے زیادہ نہین۔ چنانچہ یہ تمام موضوعات اوسی عقائد کے بنیادی پتھر ہین جو ابتداے رسالت کے ساتھ ساتھ رکھے جاتے ہین۔

شبلی صاحب نے باوجود اتنی وسیع النظری کے روض الانف امام سہیلی کی اس عبارت کو جسے وہ اپنے دیباچہ مین معتبر ترین سیرت ٹھہرا چکے ہین کیون نہ لکھا حقیقت یہ ہے کہ شبلی صاحب کو اسکے استنباط و نقل مین یکبارہ دو مجبوریان پیش آگئین اول تو یہ کہ اس کا اندراج ان تمام مصنوعات کی حقیقت کا انکشاف کر دیتا۔ دوسری یہ کہ چونکہ اس تفصیل مین آنحضرت صلعم کے معارف روحانیت کا ذکر تھا۔ اوسکی نقل آپ کے فلسفہ تاریخ کے موضوع کے خلاف واقع ہوتی تھی اس بنا پر چند لفظون ہی سے اسکا قطع القلم کر دینا آپ کیلئے ضروری تھا لیکن باینہمہ شبلی صاحب کو اسکا خیال نہ آیا کہ وہ سیرۃ النبی لکھہ رہے ہین کسی معمولی آدمی کی سوانح عمری نہین اسلئے اوسکے حالات و واقعات مین علی الاکثر روحانیت کا اظہار اور قرآنیت کا اقرار کئے بغیر نہین کام چل سکتا چونکہ واقعات مذکورۂ بالا نے ابتداے اذان کو تعلیم روحانیت ہی کے ذریعہ سے ثابت کر دیا ہے اسلئے یہی روحانیت عین فلسفہ اذان ہے اور وہی اسکی تاریخ کا فلسفہ یقین کیا جائیگا۔

مہاجرین و انصار کے درمیان صیغہ اُخوت

مہاجرین جس مصیبت اور پریشانی مین مکہ سے نکل کر مدینہ پہونچے تھے وہ ظاہر ہے۔ وہ غریب اپنی جانون کے سوا کچھہ بھی اپنے ہمراہ نہین لائے تھے۔ جو کچھ بھی سرمایہ تھا وہ گھر چھوڑ آئے تھے کفار قریش سے جان بچا کر چلے آئے یہی تمام دنیا کی دولت تھی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ مہاجرین حقیقتاً کوئی بہت بڑی خوشحال اور دولتمند قوم تو تھی ہی نہین علی الاکثر اونمین مفلوک الحال تھے اور نادار۔ مگر باینہمہ اونمین بعض متمول بھی تھے اور خوشحال بھی لیکن مکہ سے

ہجرت کرتے وقت اونپر ایسی بے بسی کا عالم طاری تھا کہ وہ بیک بینی و دو گوش گھر سے نکل کر اور قریش سے جان بچا کر مدینہ چلے آتے کے سوا اوسوقت کچھ بھی نہ کر سکے۔ اس لئے جب وہ مدینہ میں پہونچے تو اون کے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ انصار کی فیاضی اور مہمان نوازی اونکی تمام ضرورتوں کی کفیل تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری تک پینتیس یا چالیس مہاجر آچکے تھے اور سب کے سب رئیسان انصار کے مہمان تھے اور اس کشادہ دلی اور فراخ حوصلگی کے ساتھ انصار اونکی خدمت کرتے تھے کہ ان غریب الوطنوں کو گھر کا لطف آتا تھا۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تشریف آوری کے وقت جب ان حضرات کو دیکھا تو اونکو مکہ سے زیادہ یہان خوشحال پایا لیکن با اینہمہ سرور عالم نے اتحاد دینی اور اتفاق ایمانی کے اصول سے اس ضیافت و مہمانی کو حقوق اخوانی کے مضبوط رشتہ وحدت و یکجہتی میں منسلک فرمادیا۔

ابن ہشام اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ عقد مواخاۃ کا انتظام آنحضرت صلعم نے تعمیر مسجد کے بعد فرمایا اور انس بن مالک کے مکان میں مہاجرین و انصار کو جمع فرما کر باہمہ اخوت کا صیغہ جاری فرمایا۔ ابن ہشام نے ان لوگوں کی طویل اور پر تفصیل فہرست لکھی ہے۔ شبلی صاحب نے اوس کا خلاصہ کر کے مشاہیر مہاجرین و انصار کے نام لکھے ہیں ہم اوتھیں کے مفصلہ ذیل خلاصہ و انتخاب کو نقل کر دیتے ہیں

نام مہاجر	نام انصار
حضرت ابوبکر رض	خارجہ بن زید
حضرت عثمان رض	اوس بن ثابت رض
زبیر بن عوام رض	سلامہ بن وقش رض
عمار بن یاسر رض	حذیفہ بن یمان رض
سلمان الفارسی رض	ابو درداء رض
ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ	عباد بن بشر رض

نام مہاجر	نام انصار
حضرت عمر رض	عتبان بن مالک رض
ابو عبیدہ جراح رض	سعد بن معاذ رض
مصعب ابن عمیر رض	ابو ایوب انصاری رض
ابوذر غفاری رض	منذر بن عمر رض
حضرت بلال رض	ابو رویحہ رض
سعید بن زید رض	ابی بن کعب رض

مواخات کا رشتہ بظاہر ایک عارضی ضرورت کے لئے قایم کیا گیا تھا کہ بے خانمان مہاجرین کا چند روزہ انتظام ہوجائے لیکن درحقیقت یہ عظیم الشان اغراض اسلام کی تکمیل کا سامان تھا۔ سیرۃ النبی ج

شبلی صاحب نے حسب العادت جب اسکی تفصیل بخاری شریف میں نہیں پائی تو بالآخر مجبور ہوکہ تاریخ ابن ہشام کے انتخاب پر عمل پیرا ہوئے۔ اور کیونکر نہوتے جبکہ تاریخ و سیر کے خاص موضوع پر کتاب لکھ رہے تھے۔ اگر اسوقت تقلید بخاری مدنظر رکھتے تھے۔ تو تاریخی حیثیت سے ایک عظیم الشان واقعہ اسلامی کا سراپا سقوط ہوجاتا تھا۔ اس مجبوری پر تھوڑی دیر کے لئے صحیح بخاری بند کردی گئی۔ نہیں معلوم مولوی صاحب کا وہ اصول کہ سیر و تاریخ کی کتابوں پر صحیح روایات حدیثیہ

اور احادیث مین مرویات صحاح کو اور صحاح مین مرویات بخاری کو ترجیح حاصل ہے۔ اور جسکو آپ نے بڑے طمطراق سے دیباچہ کتاب مین لکھا ہے۔ اور تمام کتاب مین اسی عملدرآمد پر کاربند فرما ہوئے ہین۔ اسوقت کہان گیا۔ اور کیا ہوا؟ مانا کہ صحیح بخاری مین نہین تھا اور صحاح سے لکھا ہوتا۔ اور اگر اپنے ایجاد کردہ اصول ترجیح پر اصرار تھا تو اس واقعہ کو لکھا ہی نہ ہوتا۔ اسلئے کہ بخاری شریف مین نہین تھا یہ انداز تحریر تو مولفانہ ذی اعتباری اور وضعداری کی شان کے بالکل خلاف ہے۔

مگر نہین سباوجود اسکے کہ اپنے اصول مقررہ سے خلاف ورزی اختیار فرمائی گئی۔ لیکن تاہم تعلیم و تقلید بخاری کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹا اور عام اس سے کہ اس نقل انتخاب مین بھی اصل عبارت کے نقل ماخذ مین تحریف ہوتی ہو یا صریح تدلیس۔ جس مقصد کا اس موقع خاص پر اسقاط و اخفاء منظور خاطر تھا وہ کرہی دیا گیا۔ وہ کیا تھا؟ **اسقاط ذکر علیؑ** تاریخ ابن ہشام سے آپ کی نقل کردہ انتخابی فہرست دیکھ لی جائے حضرت علی مرتضیٰؑ کا نام نامی خصوصًا اور سائر بنی ہاشم کے اسمائے گرامی عمومًا کہین بھی پائے نہین جاتے۔ ملاحظہ ہو جلد اول ص ۲۱۱

کیا عقد مواخاۃ کے انتظام مین یہ حضرات مستثنیٰ فرما دیے گئے تھے یا فی الحقیقت آپکی طرح ابن ہشام نے بھی انکا ذکر نہین کیا ہے۔ اس کی تحقیق مین جب ابن ہشام کی اصلی عبارت دیکھی جاتی ہے تو اُنکی فہرست مین سرنامہ انہین بزرگوارون کے اسماے مقدس لکھے پائے جاتے ہین۔ ہم عبرت ناظرین کے لیئے ابن ہشام کی اصلی عبارت ذیل مین لکھے دیتے ہین۔

آخی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بین اصحابہ من المہاجرین والانصار فقال فیما بلغنا ونعوذ باللہ ان تقول علیہ ما لم یقل تآخوا فی اللہ اخوین اخوین ثم اخذ بید علی بن ابی طالب فقال ہذا اخی فکان رسول اللہ سید المرسلین وامام المتقین ورسول رب العالمین الذی لیس لہ خطیر ولا نظیر من العباد وعلی بن ابی طالب اخوین وکان حمزۃ بن عبد المطلب اسد اللہ واسد رسولہ وعم رسول اللہ صلعم وزید بن حارثہ مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اخوین والیہ اوصی حمزۃ یوم احد حین حضر القتال ان حدث بہ حادث الموت وجعفر بن ابی طالب ذی الجناحین

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جماعت صحابہ مین مہاجرین و انصار کے درمیان عقد مواخاۃ کی تنظیم کا ارادہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ مجھے خدا کا حکم آیا ہے اور اگر نعوذ باللہ جو مین کبھی تم سے ایسی بات کہون جو مجھسے نہ کہی گئی ہو کہ مین تم لوگون کے درمیان صیغۂ اخوت جاری کرون اور تم لوگون کو بھائی بھائی بنا دون۔ اسکے بعد آپنے حضرت علی بن ابیطالب کا ہاتھ تھام لیا اور فرمایا یہ میرا بھائی ہے کیونکہ رسول اللہ صلعم سید المرسلین امام المتقین اور رسول رب العالمین تھے اور بندون مین کوئی شخص سوائے حضرت علی ابن ابیطالب کے رسول اللہ کا نظیر اور مماثل فی القدر والمنزلت نہین ہوسکتا تھا۔ اس بنا پر یہ دونون بزرگوار بھائی بھائی بنے اور حضرت حمزہ جو اسد اللہ اور اسد رسول کے لقب مخصوص سے ملقب تھے اور جناب رسولخدا کے عم نامدار تھے زید بن حارثہ کے ساتھ جو آپکے غلام تھے بھائی بنے چنانچہ جنگ احد مین زخمی ہوکر قریب وفات حضرت

ط خطیر مثلہ فی القدر والمنزلت۔ قدر و منزلت مین کسی کا مماثل۔ صراح مطبوعہ کلکتہ ص ۳۸۶

الطیار فی الجنۃ ومعاذ بن جبل اخوابنی سلمۃ اخوین
قال ابن ھشام وکان جعفر ابن ابی طالب یومئذ
غائبا بارض الحبشۃ۔

تاریخ ابن ھشام مجلد اول صفحہ
۱۸۹ مطبوعہ بولاق مصر

حمزہ ہی کو وصیت فرمائی تھی اور جعفر ابن ابی طالب جن کا لقب ذوالجناحین (دو بازو والے) اور طیار فی الجنۃ (بہشت میں اڑنیوالے) تھا معاذ بن جبل۔ انصار۔ کے۔ جو بنی سلمہ کے بھائی ہوتے تھے بھائی بنائے گئے۔

ابن ہشام کا بیان ہے کہ حضرت جعفر طیار بن ابی طالب اوسوقت تک ملک حبش میں مقیم تھے۔

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جعفر طیار کا معاملہ بھی اس موقع پر ایسا ہی تھا۔ جیسا حضرت عثمان کے غائبانہ میں بیعت رضوان کے عقد کا واقعہ بتلایا جاتا ہے۔

ان تمام واقعات دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ شبلی صاحب بخاری صاحب کے ساتھ ساتھ قدم اور قلم اُٹھا رہے ہیں اور جو عنوان کہ دیباچہ کتاب سے اوٹھایا گیا ہے اوسکی شرط تقلید و متابعت حرفاً حرفاً اور لفظاً لفظاً ادا فرما رہے ہیں اور وہ کیا ہے؟ استخفاف خصائص بنی ہاشم عموماً اور اسقاط و احذاف فضائل علی خصوصاً سبقت فی الاسلام کے ابتدائی حالات میں جو بخاری صاحب نے قلمکاریاں کیں اور آپ نے جن جن پہلوؤں سے اونکی جانبداری کے حقوق ادا فرمائے وہ اوپر بیان ہو چکے۔ دعوت قریش کی حقیقت حال کو بخاری صاحب نے جن جن اقسام کے مختلف فیہ الفاظ و عبارت کے ساتھ خلط مبحث کردیا اور کسی طرح خلیفتی و وزیری فیکم کے الفاظ کو متن حدیث میں لکھنا گوارا نہ فرمایا اور آپ نے بھی اوسکو آمنّا و صدّقنا کہکر حرف بحرف نقل کر ڈالا اوسکی بھی مفصل اور مکمل تنقید اوپر قلمبند ہو چکی ہے ابھی ابھی واقعہ ہجرت میں فرش رسولؐ پر حضرت علیؑ کے سونے کی عظیم الشان اور متفق علیہ واقعہ کو بخاری صاحب نے قطعی مرفوع القلم فرما دیا اور کہیں اوس کا ذکر تک نہیں کیا۔ لیکن چونکہ بخاری کی یہ ایسی صریح حق پوشی تھی کہ آپ بھی اسکے اقدام پر جرأت نہ کرسکے۔ مجبوراً آپ کو لکھنا ہی پڑا۔ اگر آپ اسی ایک واقعہ پر غائر نظر ڈالتے تو آپ کو بخاری کی معیار صحت کا پورا اندازہ ہو جاتا۔ لیکن آپ کو خود منظور نہ تھا۔

ان تمام واقعات کے بعد عقد مواخات کا مرقومہ بالا واقعہ ہے بخاری صاحب ایسے کیا تھے جو ٹھنڈے دل سے حضرت علیؓ کی ان خصوصیات کو لکھتے لیکن جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ یہ واقعہ چونکہ اسلام کی تاریخ اتحاد کا نہایت عظیم الشان اور قابل الذکر واقعہ تھا اور اسکے حذف و اسقاط سے ابتدائے اسلام کے اکثر واقعات غیر مسلسل اور نامکمل رہجاتے اس مجبوری سے آپ نے عارضی طور پر تقلید بخاری سے دست برداری اختیار کی اور تاریخ ابن ہشام سے اس واقعہ کو لکھا۔ لیکن تاہم اصل مدعا کو ہاتھ سے نہ چھوڑا اور فضائل و خصائص علیؑ کی عبارت خاص کو باوجودیکہ ماخذ اصلی میں موجود تھا نکال ہی ڈالا جیسا کہ مفصل طور پر اوپر بیان ہو چکا۔ اس سے بڑھکر مؤلف کے لئے کونسا شرمناک واقعہ ہو سکتا ہے

استغفر اللہ ربی۔

اگر شبلی صاحب ابھی تک اس واقعہ کو صرف ایک تاریخی واقعہ سمجھے ہین اور اسکے استخراج و استنباط کو محدثین و مفسرین کا مختار نہین یقین کرتے تو ہم ذیل مین صرف اون علماء محدثین اور اونکی کتابون کے نام لکھے دیتے ہین جنھون نے اس واقعہ کو بطریق حدیث مندرج فرمایا ہے۔

امام احمد بن حنبل نے مناقب مین امام نسائی نے خصائص مین امام ابی شیبہ نے مسند مین امام حاکم نے مستدرک مین۔ امام عبد البر نے استیعاب مین۔ طبرانی نے معجم مین امام سیوطی نے جمع الجوامع مین امام دارقطنی نے مسند مین ملا علی متقی نے کنز العمال مین۔ فقیہ ابو الحسن معازلی نے مناقب مین اور امام دیلمی اور امام ابن مردویہ نے اپنی اپنی مناقب مین اس واقعہ کی تفصیل مختلف الفاظ و عبارت کے ساتھ قلمبند فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہو ارجح المطالب فی عد مناقب علی ابن ابی طالبؑ مولفہ خواجہ عبید اللہ امرتسری مطبوعہ لاہور ص ۴۸۵

اپنی تنقیدی عبارت کو تمام کر کے اب ہم شبلی صاحب کے بقیہ مضامین کو جو انصار مدینہ کی فیاضی، عالی ہمتی خلوص و محبت اور حقوق اخوت کے صاف و شفاف آئینے ہین۔ ذیل مین درج کرتے ہین۔

یہ رشتہ اخوت بھائی چارہ۔ یا (BROTHERHOOD) بالکل حقیقی رشتہ بنگیا۔ کوئی انصاری مرتا تھا تو اوسکی جائداد و مال مہاجر کو ملتا تھا اور بھائی بند محروم رہتے تھے (بحوالہ صحیح بخاری کتاب التفسیر)	مہاجرین و انصار کے باہمانہ سلوک

یہ اس فرمان الٰہی کی تعمیل تھی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ (سورۂ انفال رکوع آخر)	جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور خدا کی راہ مین جان و مال سے جہاد کیا اور وہ لوگ جنھون نے اونکو پناہ دی اور اون کی مدد کی یہ لوگ باہم بھائی بھائی ہین۔

جنگ بدر کے بعد جب مہاجرین کو اعانت کی ضرورت نہ رہی تو یہ آیت اوتری۔

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ	ارباب وراثت ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہین۔

اوسوقت سے یہ قاعدہ جاتا رہا۔ چنانچہ کتب تفسیر و حدیث مین یہ تصریح مذکور ہے۔

سنہ ۴ ہجری مین بنو نضیر جب جلاوطن ہوئے اور انکی زمین اور نخلستان قبضہ مین آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کو بلا کر فرمایا کہ مہاجرین نادار ہین اگر تمہاری مرضی ہو تو یہ مقبوضات تنہا اونھین کو دیدئے جائین۔ اور تم اپنے اپنے نخلستان واپس لے لو۔ انصار نے عرض کی کہ نہین ہمارے نخلستان ہمارے بھائیون ہی کے قبضہ مین رہنے دیجئے اور نئے بھی اونھین کو عنایت فرما دیجئے۔ بحوالہ فتوح البلدان مطبوعہ یورپ ص ۲۲۰

دنیا انصار کے اس ایثار پر ہمیشہ ناز کرے گی لیکن یہ بھی دیکھو کہ مہاجرین نے کیا کیا؟ سعد بن الربیع نے جب

عبدالرحمن بن عوف کو ایک ایک چیز کا جائزہ دیکر نصف لے لینے کی درخواست کی تو اونھوں نے کہا کہ خدا یہ سب آپ کو مبارک کرے۔ مجھکو صرف بازار کا راستہ بتا دیجئے۔ اونھوں نے سُوق قینقاع کا جو مشہور بازار تھا جاکر راستہ بتا دیا۔ انھوں نے کچھ گھی کچھ پنیر خریدا اور شام تک خرید و فروخت کی۔ چند روز مین اتنا سرمایہ ہوگیا کہ شادی کر لی (صحیح بخاری مین یہ واقعہ دو مختلف موقعوں پر مذکور ہے۔) رفتہ رفتہ انکی تجارت کو یہ ترقی ہوئی کہ خود ان کا قول تھا کہ خاک پر ہاتھ ڈالتا ہون تو سونا بنجاتی ہے ان کا اسباب تجارت سات سات سو اونٹون پر لدکر آتا تھا اور جس دن مدینہ مین پہونچتا تھا تمام شہر مین دہوم مچ جاتی تھی۔ اصابہ فی معرفۃ الصحابہ

بعض صحابہ نے دوکانین کھولین۔ حضرت ابوبکرؓ کا کارخانہ سُنح مین تھا۔ جہان وہ کپڑے کی تجارت کرتے تھے (ابن سعد جلد ۳ ص ۱۳۰) حضرت عثمان بنو قینقاع کے بازار مین کھجور کی خرید و فروخت کیا کرتے تھے (مسند امام احمد حنبل) حضرت عمرؓ بھی تجارت مین مشغول ہوگئے تھے اور شاید اس تجارت کی وسعت ایران تک پہونچ گئی تھی اور صحابہ نے بھی اسی قسم کی چھوٹی بڑی تجارت شروع کر دی تھی۔ صحیح بخاری مین روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ پر جب لوگون نے کثرت روایت پر اعتراض کیا اور صحابہ تو اسقدر روایت نہین کرتے تو اونھون نے کہا اس مین میرا کیا قصور۔ اور لوگ بازار مین تجارت کرتے تھے اور مین رات دن بارگاہ نبوت مین حاضر رہتا تھا۔

پھر جب خیبر فتح ہوا تو تمام مہاجرین نے نخلستان نے یہ انصار کو واپس کر دیے۔ صحیح مسلم باب الجہاد مین ہے۔

انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لما فرغ من قتال اھل خیبر وانصرف الی المدینۃ ردّ المہاجرون الی الانصار منائحھم التی کانوا منحوھم من ثمارھم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب جنگ خیبر سے فارغ ہوئے اور مدینہ تشریف لائے تو مہاجرین نے انصار کے عطیے جو نخلستان کی صورت مین تھے واپس کر دیے۔

مہاجرین کے رہنے کے لئے مکانات کا یہ انتظام ہوا کہ انصار نے اپنے گھرون کے آس پاس جو افتادہ زمینین تھین اونکو دیدین اور جنکے پاس زمینین نہ تھین اونھون نے اپنے مسکونہ مکانات دیدیئے سب سے پہلے حارثہ بن نعمان نے اپنی زمین پیش کی۔ بنو زہرہ مسجد نبوی کے عقب مین آباد ہوئے۔ عبدالرحمن بن عوف نے یہان ایک قلعہ (جسکو گڑھی کہنا زیادہ موزون ہوگا) بنوایا حضرت زبیر بن العوام کو ایک وسیع زمین ہاتھ آئی حضرت عثمانؓ مقداد۔ عبداللہ کو انصار نے اپنے مکانات کے پہلو مین زمینین دین (معجم البلدان ذکر مدینہ) انصار نے مہاجرین کی مہمانی کا جو حق ادا کیا دنیا کی تاریخ مین اُسکی نظیر نہین ملتی بحرین جب فتح ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کو بلاکر فرمایا کہ مین اسکو انصار مین تقسیم کر دینا چاہتا ہون اونھون نے عرض کی کہ پہلے ہمارے بھائیون (مہاجرون) کو اتنی ہی زمین عنایت فرما لیجئے تب ہم بھی لینا منظور کرین گے صحیح بخاری باب فضائل انصار۔

ایک دفعہ ایک فاقہ زدہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین آیا کہ سخت بھوکا ہون۔ آپ نے گھر مین دریافت کیا کچھ کھانے کو ہے۔ جواب آیا صرف پانی ہے۔ آپ نے حاضرین کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کوئی ہے جو اِن کو اپنا مہمان

بنائے - ابوطلحہ نے عرض کی میں حاضر ہوں - غرضکہ وہ اپنے گھر لیوا گئے - لیکن وہاں بھی برکت تھی - بیوی نے کہا صرف بچوں کا کھانا موجود ہے - اونھوں نے بیوی سے کہا چراغ بجھا دو اور وہی کھانا مہمان کے سامنے لاکر رکھدو - تینوں ساتھ کھانے پر بیٹھے - میاں بیوی بھوکے بیٹھے رہے اور اسی طرح خالی ہاتھ چلاتے رہے کہ گویا کھارہے ہیں اسی واقعہ کے بارے میں یہ آیت اوتری ہے لہ

وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ | گو اون پر خود تنگی ہو تاہم اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں -

اصحاب صفہ | انصار و مہاجرین کی عام جماعت مسلمین میں اہل صفہ بھی داخل ہیں شبلی صاحب ان کی حقیقت یوں لکھتے ہیں -

صفہ - اسلامی لغت کا ایک متداول لفظ ہے - گو اسکی حقیقت سے لوگ اچھی طرح واقف نہیں صفہ سائبان کو کہتے ہیں یہ ایک سائبان تھا جو مسجد نبوی کے ایک کنارے پر مسجد سے ملا ہوا تیار کیا گیا تھا صحابہ میں اکثر تو مشاغل دینی کے ساتھ ہر قسم کے کاروبار یعنی تجارت و زراعت بھی کرتے تھے لیکن چند لوگوں نے اپنی زندگی صرف عبادت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تربیت پذیری پر نذر کردی تھی - ان لوگوں کے بال بچے نہ تھے اور جب شادی کرلیتے تھے تو اس حلقہ سے نکل آتے تھے - انہیں سے ایک ٹولی تو دن کو جنگل سے لکڑیاں لاکر اور اون کو بیچکر اپنے بھائیوں کے لئے کچھ کھانا مہیا کرلیتی - یہ لوگ دن کو بارگاہ نبوت میں حاضر رہتے اور حدیثیں سنتے اور رات کو اوسی چبوترہ (صفہ) پر پڑ رہتے - حضرت ابوہریرہ بھی انھیں لوگوں میں تھے - ان میں سے کسی کے پاس چادر اور تہمد دونوں چیزیں کبھی ایک ساتھ مہیا نہ ہوسکیں - چادر کو گلے سے اسطرح باندھ لیتے تھے کہ پاؤں تک لٹک آتی تھی اکثر انصار کھجور کی پھلی ہوئی شاخیں توڑ کر لاتے اور چھت میں لگا دیتے - جو ٹپک ٹپک کر گرتیں اور یہ اوٹھا اوٹھا کر کھاتے کبھی دو دو دن کھانے کو نہ ملتا تھا اکثر ایسا ہوتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مسجد میں تشریف لاتے اور نماز پڑھاتے یہ لوگ اکثر شریک نماز ہوتے لیکن بھوک اور ضعف سے عین نماز کی حالت میں گر پڑتے باہر کے لوگ آتے انکو دیکھتے تو سمجھتے کہ یہ دیوانے ہیں (بحوالہ صحیح ترمذی باب معیشۃ النبی ص)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس جب کہیں سے کوئی صدقہ کا کھانا آتا تو مسلم اون کے پاس بھیجدیتے اور جب دعوت کا کھانا آتا تو ان کو بلالیتے اور انکے ساتھ بیٹھکر کھاتے - اکثر ایسا ہوتا کہ راتوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم انکو مہاجرین و انصار پر تقسیم کردیتے یعنی اپنے مقدور کے موافق ہر شخص ایک ایک دو دو کو اپنے ساتھ لیجائے - اور اونکو کھانا کھلائے - حضرت سعد بن عبادہ نہایت فیاض اور دولتمند تھے وہ کبھی کبھی اسی اسی مہمانوں کو

لہ شبلی صاحب نے اس مضمون میں مہاجرین کو انصار کی احسانمندیوں سے سبکدوش کرنیکی بیحد کوشش کی مگر بالآخر بیکار ثابت ہوئی - آیہ مبارکہ قرآنی نے ایثار انصار ہی کا پلہ بھاری کر دکھلایا آپ کا یہ حفظ ما تقدم اور پیش بندی سقیفہ میں بحث ترجیح مہاجر علی الانصار کو قوت دینے کیلئے عمل میں لائی گئی تھی المولف

اپنے ساتھ لیجایا کرتے تھے - بحوالہ زرقانی ذکر اصحاب صفہ مسجد نبی سیرۃ النبی جلد اول ص ۲۱۵

یہودان مدینہ

مورخین عرب کا بیان ہے کہ مدینہ کے یہودی نسلاً یہود تھے اور اس تقریب سے عرب مین آئے تھے کہ موسے علیہ السلام نے انکو قوم عمالقہ سے جنگ عالقہ کیلئے بھیجا تھا لیکن تاریخی قرائن سے اسکی تصدیق نہین ہوتی یہود گو تمام دنیا مین پھیلے لیکن انھون نے کہین اپنے نام نہین بدلے - آج بھی جہان ہین اسرائیلی ہی نام رکھتے ہین بخلاف اسکے عرب کے یہودون کے نام نضیر قینقاع - مرحب حارث وغیرہ ہوتے تھے جو خالص عربی نام ہین یہود عموماً بزدل اور دنی الطبع ہوتے ہین - چنانچہ جب حضرت موسیٰ ع نے ان سے لڑنیکو کہا تو بولے -

اِذۡهَبۡ اَنۡتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوۡنَ | تم اپنے خدا کے ساتھ جاؤ اور لڑو ہم یہین بیٹھے رہین گے۔

بخلاف انکے عرب کے یہودی نہایت دلیر شجاع اور بہادر تھے - ان قرائن عقلی کے علاوہ ایک بڑے مورخ (یعقوبی) نے صاف تصریح کی ہے کہ قریظہ اور نضیر عرب تھے جو یہودی بن گئے تھے -

ثم كانت وقعة بنى نضير وهم فخذ من جذام الا انهم تهودوا وكذلك قريظة | پھر بنی نضیر کا واقعہ ہوا - یہ قبیلہ جذام کا ایک خاندان تھا لیکن یہودی ہو گیا تھا - اسی طرح قریظہ بھی -

مورخ سعودی نے بھی کتاب الاشراف والتنبیہ مین ایک روایت لکھی ہے کہ یہ جذام کے قبیلہ سے تھے کسی زمانہ مین عمالقہ سے اور انکی بت پرستی سے بیزار ہو کر حضرت موسیٰ ع پر ایمان لائے اور شام سے نقل مکان کر کے حجاز مین چلے آئے مسٹر مارگیولوس نے یہود کے متعلق تفصیل سے محققانہ بحث کی ہے - انکا میلان رائے یہ ہے اور غالباً صحیح ہے کہ یہودان مدینہ و بیرونجات کی بڑی آبادی مین ایک دو خاندان اصلی یہود بھی تھے - عرب جو یہود ہوتے گئے وہ بھی انھین مین شامل ہوتے گئے۔

خاص مدینہ اور اوسکے اطراف مین یہود کے تین قبیلے تھے - بنو قینقاع - بنو نضیر اور بنو قریظہ - ان لوگون نے مضبوط برج اور قلعہ بنا رکھے تھے - انصار کے جو دو قبیلے تھے اوس اور خزرج - اپنین باہم جو آخر معرکہ ہوا تھا (جنگ بعاث) اوس نے انصار کا زور بالکل توڑ دیا تھا - یہود اس مقصد کو ہمیشہ پیش نظر رکھتے تھے کہ انصار باہم کبھی متحد ہونے پایئن - ان اسباب کی بنا پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ مین تشریف لائے تو پہلا کام یہ تھا کہ یہود اور مسلمانون کے تعلقات واضح اور منضبط ہو جایئن - آپ نے انصار اور یہود کو بلا کر حسب ذیل شرائط پر ایک معاہدہ لکھوایا - جسکو دونون فریق نے منظور کیا یہ معاہدہ ابن ہشام مین پورا لکھا ہے اوس کا خلاصہ یہ ہے -

مسلمانان اور یہودان مدینہ مین باہمانہ معاہدہ

(۱) خون بہا اور فدیہ کا جو طریقہ پہلے سے چلا آتا ہے اب بھی قایم رہے گا۔

(۲) یہود کو مذہبی آزادی حاصل ہوگی اور اون کے مذہبی امور سے کوئی تعرض نہین کیا جائے گا۔

(۳) یہود اور مسلمان باہم دوستانہ برتاؤ رکھین گے۔

(۴) یہود یا مسلمانون کو کسی سے لڑائی پیش آئے گی تو ایک فریق دوسرے فریق کی مدد کریگا۔

(۵) کوئی فریق قریش کو امان نہ دے گا۔

(۶) مدینہ پر کوئی حملہ ہوگا تو دونون فریق شریک یکدیگر ہون گے۔

(۷) کسی دشمن سے اگر ایک فریق صلح کریگا تو دوسرا بھی شریک صلح ہوگا لیکن مذہبی لڑائی اس سے مستثنیٰ رہے گی۔

یہودیون کا اس معاہدہ پر بطور ظاہر اقرار و دستخط ہو گیا۔ لیکن اونکے اس اقرار و اعتراف کو اون کے قلب و باطن سے کوئی تعلق نہین تھا جیسا کہ بہت جلد ثابت ہوتا ہے۔

اسلام سے یہود کا تنفر

حقیقت حال یہ ہے کہ جب سے خدا کے نبی برحق حضرت موسیٰ علی نبینا و آلہ و علیہ السلام نے اپنے وعظ مین یہود کو یہ بشارت پہونچائی تھی کہ خدا موسیٰؑ کے بھائیون مین سے موسیٰؑ جیسا نبی پیدا کریگا اوسوقت سے یہودیہ امید کئے ہوئے تھے، اور اسی امید پر مدینہ مین ٹھیرے ہوئے تھے کہ بنی اسمٰعیل مین پیدا ہونے والا نبیؐ یہود کے ادبار قومی کو دور کرنیوالا۔ انکی گذشتہ شان و شوکت۔ حکومت و سلطنت کو دوبارہ زندہ کرنے والا ہوگا، اور جب سے یہود کو شام سے نکال کر ذلت و غلامی کے گڑھون مین ڈالدیا گیا تھا۔ اسی وقت سے نبی موعود کے ظہور پر اونکی آنکھین اور بھی زیادہ لگی ہوئی تھین۔ اب اسمٰعیلی نبی کا مدینہ مین تشریف لانا سنکر یہودی بہت خوش ہوئے تھے۔ یہ حالت کسی نہ کسی طرح جنگ بدر تک قایم رہی لیکن جب انھون نے دیکھا کہ یہ تو مسیح کو راستباز ٹھیراتا اونکی تعلیم کو سچی بتلاتا مسیح پر ایمان لانے کو اسلام کا ضروری اور جزو لاینفک قرار دیتا اور اونکی بزرگی کرکے یہودیون کو انصاف سے ملزم ٹھیراتا ہے تو اوسوقت سے سب یہودی نبی صلعم کے دشمن ہوگئے۔

مسلمانون سے عیسائیون کی نفرت

عیسائی بھی خال خال مدینہ اور اوسکے مضافات مین آباد تھے۔ مجموعی حیثیت سے عیسائی نہ شمار مین یہود کے برابر تھے اور نہ مال و اقتدار مین اونکے مقابل تھے لیکن تاہم ملک کی آبادی انکی تعداد افراد سے خالی بھی نہین تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ظہور فرمانے اور مدینہ مین تشریف لانے سے یہ بھی پہلے بہت خوش اور مطمئن ہوئے اس لئے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علی نبینا و آلہ و علیہ السلام اپنے سب سے آخری وعظ مین ایک بشارت دینے والے کے آنیکی خبر دے گئے تھے جو دنیا کے ساتھ ہمیشہ رہے گا (اوسکی رسالت آخر اور ہمیشہ دنیا مین قایم رہیگی) اور جو دنیا کو سب چیزین سکھلائیگا اور تمام عیسائیون کو اوسی کے حکم پر چلنے کی تاکید فرمائی تھی۔ اسلئے عیسائی بھی اس نبیؐ کا انتظار کر رہے تھے جو یہود سے اون کے ظلمون کا بدلہ لینے والا عیسائیون کو جلال بخشنے والا مسیح کی صداقت ظاہر کرنے والا ہوگا۔ لیکن جب انھون نے دیکھا کہ نبی صلعم نے عیسائیون کے خود ساختہ مسائل ابنیت۔ تثلیث کفارہ رہبانیت اور یورپ کے الٰہی اقتدارات[۱] کا رد کیا تو وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دشمن ہوگئی رحمۃ العلمین ص ۹۵

[۱] ڈاکٹر ڈریپر DR DRAPPER نے اپنی کتاب موسومہ مذہب اور سائنس مین جسکا ترجمہ مولوی ظفر علی خان۔ بی۔ اے۔ نے کیا ہے لکھا ہے۔

شبلی صاحب نے جو معاہدہ کی عبارت ابن ہشام کی اصلی عبارت سے خلاصہ کرکے لکھی ہے وہ بالکل مبہم رہ گئی ہے اسلئے اوسکا انکشاف ہمارے لئے بہت ضروری ہے۔ اس بنا پر ہم ابن ہشام کی اصلی عبارت سے ذیل مین اس معاہدہ کے تمام شرائط کو حسب ذیل قلمبند کرتے ہین۔

(۱) هذا الكتاب من محمد النبی صلعم بين المومنين والمسلمين من قريش ويثرب من تبعهم فلحق بهم وجاهد معهم	یہ تحریر ہے محمد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانب سے مسلمانون کے درمیان جو قریش یا یثرب کے باشندے ہین اور اون لوگون کے ساتھ جو مسلمانون کے ساتھ متحد اور کاروبار مین اونکے شامل ہین۔
(۲) انهم امة واحدة	(۲) یہ سب لوگ ایک ہی قوم سمجھے جائین گے۔
(۳) ان يهود بنی عوف امة مع المومنين۔	(۳) بنی عوف کے یہودی مسلمانون کے ساتھ ایک قوم شمار ہونگے
(۴) وان بينهم النصر على من حارب اهل هذه الصحيفة	(۴) جو کوئی ان معاہد قومون کے ساتھ جنگ کریگا مسلمان معاہدہ والون کی نصرت کرینگے۔
(۵) وان بينهم النصح والنصيحة والبر دون الاثم	(۵) مسلمانون کے تعلقات معاہد قومون کے ساتھ خیر خواہی۔ خیر اندیشی اور فائدہ رسانی کے ہونگے۔ ضرر اور گناہ کے نہونگے
(۶) وان اليهود ينفقون مع المومنين ما داموا محاربين۔	(۶) یہودی مسلمانون کے ساتھ ایام جنگ مین مصارف جنگ دین گے
(۷) وان بطانة يهود كانفسهم۔	(۷) یہودیون کے حقوق جانبدارانہ قومون کے حقوق کے برابر سمجھے جائنگے
(۸) وانه یاثم امرء لحليفة۔	(۸) کوئی شخص اپنے معاہد قوم کے ساتھ مخالفانہ کارروائی نہین کریگا۔
(۹) وان النصر للمظلوم	(۹) مظلوم کی ہمیشہ مدد کی جائے گی۔
(۱۰) وان يثرب حرام جوفها لاهل هذه الصحيفة	(۱۰) مدینہ کا اندر کشت و خون کرنا اس معاہدہ کی رو سے سب لوگون پر حرام ہوگا
(۱۱) وان الجار كالنفس غير مضار ولا اثم۔	(۱۱) ہمسایہ قومین بھی معاہد قومون کی ایسی سمجھی جائین گی۔ تا وقتیکہ وہ ضرر رسان اور عامل گناہ نہ ثابت ہون۔
(۱۲) وانه ما كان بين اهل هذه الصحيفة من حدث او اشتجار يخاف فساده فان مرده الى الله عزوجل والى محمد النبی صلی الله عليه واله وسلم۔ ابن ہشام جلد اول مطبوعہ بولاق مصر صفحہ ۱۷۸	(۱۲) معاہدہ والی قومون کے اندر اگر کوئی ایسی بات یا جھگڑا پیدا ہوجائیگا جس مین آیندہ فساد کا خوف ہوگا۔ تو اس امر کا فیصلہ خدائے بزرگ و برتر اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کیا جائیگا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کہ عیسائی مذہب ابتدا مین سالہا سال تک تین اصول کی تعلیم کرتا رہا۔ حق اللہ یعنی انسان کو چاہیئے کہ خدائے بزرگ و برتر کی تعظیم کرے۔ حق الذات یعنی انسان کو چاہیئے کہ ذاتی طور پر نیک رہے حق العباد یعنی لازم ہے کہ انسان اپنے ابنائے جنس کے ساتھ بھلائی کرے اسکے بعد ڈاکٹر صاحب موصوف نے لکھا ہے کہ اون ترمیمات کا صحیح اندازہ لگانے کے لئے جو عیسائی مذہب مین آگے چلکر بیرونی آمیزش سے پیدا ہوئین اور آجتک قائم ہین اول ترتلین کی تحریر مرقومہ سنہ ۲۰۲ء دیکھنا چاہیئے جو اس نے قیصر سیویرس کے زمانہ مین جبکہ عیسائیون پر طرح طرح کے

راس المنافقین عبداللہ ابن ابی سلول

مدینہ کے حالات کا اندازہ کرنے کے لئے ناظرین کو راس المنافقین عبداللہ بن ابی سلول کے حالات پر بھی مجمل طور پر نظر ڈال لینی ضرور ہے۔ یہودان مدینہ کے سوا مدینہ مین ایک ممتاز اور بااثر شخص بھی یہ تھا اوس و خزرج کے قبیلون پر اس کا پورا رعب تھا اور اسکو پوری توقع تھی کہ ان طاقتور قبیلون کے مدد سے مدینہ کی سب سے اعلیٰ طاقت مین ہی بن جاؤنگا۔ جب اوس نے دیکھا کہ اوس و خزرج مسلمان ہو رہے ہین تو خود بھی (بعد از جنگ بدر) بظاہر مسلمانون سے مل گیا لیکن جب اوس نے دیکھا کہ یہودی نبی صلعم کے خلاف ہو گئے ہین تو اوس نے چاہا کہ یہودیون پر بھی اس کا اثر قایم رہے اور مسلمان ہو جانیوالے قبائل بھی بدستور سابق اسکے زیر اثر رہین۔ اس لئے اوس نے یہ رویہ اختیار کیا کہ مسلمانون مین بیٹھکر اونسے اپنی رفاقت کا اقرار کرتا اور دیگر اقوام کے سامنے اونکے ساتھ اپنے اتحاد و رفاقت و صداقت کا دعویٰ کیا کرتا تھا اور چونکہ فی الحقیقت اسلام کو وہ اپنی آرزوؤن کا پامال کنندہ سمجھتا تھا اس لئے جب موقع ملتا تو مسلمانون کی ضرر رسانی سے دریغ نہ کرتا۔ اسلام مین اوسکے گروہ کا نام منافقین تھا اور وہ راس المنافقین کے نام سے مشہور تھا۔

مدینہ کی یہ حالت تھی۔ اور اوس سے ظاہر ہے کہ اسلام کی دعوت اور منادی کے لئے اس جگہ بھی بہت سی دشواریون کا سامنا تھا ایک منصف اور غور پسند طبیعت فیصلہ کر سکتی ہے کہ ان سب مواقع پر غالب آجانا اسلام کی صداقت کی عمدہ دلیل ہے۔ اشاعت اسلام مین جو کامیابی آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو مدینہ مین بمقابلہ مکہ معظمہ ہوئی اوسکا ذکر قرآن نے پہلی ہی سے بطور پیشین گوئی فرما دیا تھا وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ پچھلا تیرے پہلے سے بہتر ہوگا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ظلم ہو رہے تھے۔ بمقام روما قلمبند کی تھی۔ اس تحریر مین تثلیث کا ذکر نہین ہے (گویا مسئلہ تثلیث تین سو صدی عیسوی تک عیسائیون کے عقاید مین داخل نہین تھا۔ یہ تیسری صدی کی عموماً اور کونسل نیس کی خصوصاً مصنوعات ثابت ہوتا ہے) اور کفارہ کا تو رد پایا جاتا ہے (عیسائیون کے عقائد مین مسئلہ کفارہ کی حقیقت یہ ہو کہ اونکے عقائد مین حضرت عیسیٰ کی شہادت اونکی امت کی تمام اعمال کا کفارہ ہو گئی۔ اور اب امت سے کسی پرسش اعمال کی ضرورت باقی نہین) کیونکہ اوسکے الفاظ یہ ہین۔ خدا نے انسان کی اعمال حسنہ و سیئہ کے لحاظ سے جزا و سزا مقرر کی ہے جو نیک ہون گے اونھین لذت جاودانی عطا فرمائے گا۔ اور جو بد ہونگے اونھین ابدی شعلون مین جھونک دیگا۔ ڈاکٹر ڈریپر نے پھر لکھا ہے۔ قیصر قسطنطین کے عہد مین عیسائیت مین بت پرستی شامل ہو گئی اور پادریون کی پہلی کونسل اوسی کی صدارت مین ۳۲۵ء مین قایم ہوئی پھر کاونسلون کے انعقاد کی رسم پڑ گئی۔ ہر ایک کونسل مذہب اور اعتقاد مین نئی نئی ترمیمات و اصلاحات عمل مین لانی لگی۔ اس لیئے ہم نے جو متن مین لفظ عیسائیون کے خود ساختہ مسائل درج کیا ہو وہ بالکل صحیح ہے یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ نبی صلعم نے جن مسائل مین اصلاح فرمائی تھی آہستہ آہستہ جزاً جزاً مختلف طریقہ پر عیسائیون کے مختلف فرقون نے بھی اون اصلاحات کو قبول کر لیا ہے اور اپنے مذہب کا جزو بنا لیا ہے اگرچہ وہ ابتک (بھی اس سچے محسن رسول اللہ صلعم کے شکر گذار نہین بنے مثلاً عیسائیون کا فرقہ یونیٹیرین وہ مسیح کو ابن اللہ نہین تسلیم کرتا۔ پراٹسٹینٹ۔ فرقہ اسلام کے بعد عیسائیون مین پیدا ہوا جو رہبانیت اور پوپ کے الٰہی اقتدار کا سخت منکر ہے

رحمۃ للعلمین ص ۹۵ و ۹۶

سنہ ۱ ہجری کے متفرق واقعات

ہجرت کا پہلا سال تمام ہوگیا۔ اس سال کے تمام مشہور اور قابل الذکر واقعات پوری تفصیل سے اوپر بیان ہو چکے۔ متفرق واقعات جو اپنی خاص اہمیت اور نیز تاریخی حیثیت سے ذکر کے قابل ہیں وہ یہ ہیں۔

دو رئیسان انصار کلثوم بن ہدم اور اسعد بن زرارہ کی وفات۔

اس سال انصار میں سے دو نہایت معزز شخصوں نے جو مقربین خاص میں سے تھے وفات پائی۔ کلثوم بن الہدم اور اسعد بن زرارہ۔ کلثوم۔ وہ شخص ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب یہاں تشریف لائے تو انہیں کے مکان میں ٹھہرے اکثر بڑے بڑے صحابہ بھی انہی کے گھر اترے تھے۔

اسعد بن زرارہ اون چھ شخصوں میں سے ہیں جنہوں نے سب سے پہلے مکہ میں جاکر آنحضرت صلعم کے ہاتھ پر بیعت کی اور ابن سعد کی روایت کے مطابق اون چھ شخصوں میں سے جس نے سب سے پہلے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا یہی اسعد تھے۔ یہ فخر بھی انھیں کو حاصل ہے کہ مکہ سے مدینہ میں آکر سب سے پہلے انھیں نے جمعہ کی نماز قایم کی۔ چونکہ یہ قبیلہ بنی نجار کے نقیب تھے اسلئے انکی وفات کے بعد اس قبیلہ نے آنحضرت صلعم سے درخواست کی کہ اونکی جگہ کوئی شخص اس منصب پر بحال کیا جاوے چونکہ یہ احتمال تھا کہ کوئی شخص مقرر ہوگا تو اوروں کو رشک ہوگا۔ اس لئے آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ میں خود تمہارا نقیب ہوں۔ چونکہ آپ کا ننہال اسی قبیلہ میں تھا اسلئے اور قبائل کو رشک اور منافست کا موقع نہیں تھا۔

اسعد کی وفات کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سخت صدمہ ہوا منافقین اور یہود نے یہ طعنہ دینا شروع کیا کہ محمد صلعم اگر پیغمبر ہوتے تو اونکو یہ صدمہ نہ پہونچتا۔ آپ نے سنا تو فرمایا لَا اَمْلِكُ لِنَفْسِي وَلَا لِصَاحِبِي مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا میں اپنے ساتھیوں کے لئے خدا کے ہاں کوئی اختیار نہیں رکھتا۔ طبری ۱۲۶۱

یہ عجیب اتفاق ہے کہ عین اسی زمانہ میں دو بڑے رئیسان کفر نے بھی وفات پائی۔ خالد بن ولید کے باپ ولید بن المغیرہ نے اور عمرو عاص کے باپ عاص بن وائل السہمی نے۔

اسی زمانہ میں عبداللہ ابن زبیر بھی پیدا ہوئے۔ اور تاریخ طبری کے مطابق مختار بن ابو عبیدہ ثقفی اور زیاد بن سمیہ جسکو آگے چلکر امیر معاویہ نے سیاسی ضرورت سے زیاد بن ابوسفیان بنالیا بھی پیدا ہوئے۔

اب تک نمازوں میں صرف دو دو رکعتیں تھیں۔ اب ظہر، عصر اور عشا میں چار چار ہوگئیں لیکن سفر کے لئے اب بھی وہی رہیں

سنہ ۲ ہجری

تحویل قبلہ شعبان سنہ ۲ھ

ہجرت کا دوسرا سال شروع ہوا۔ اس سال تاریخ اسلامی میں دو عظیم الشان واقعات ظہور پذیر ہوئے ایک سمت قبلہ تبدیل ہوا دوسرے یہ کہ مخالفین اسلام نے اسلام کے استیصال اور مسلمانوں کے قتل عام کرنے کیلئے علانیہ تلواریں نکال لیں اور مسلمانوں کو اونکی مدافعت اور اپنی جان و مال اور اہل و عیال کی حفاظت خود اختیاری میں اونکی خونخواریوں کا جواب دینا پڑا۔

تعریف قبلہ اور اوسکی تعیین و تبدیل کے متعلق مولوی شبلی صاحب نے نہایت قابلانہ اور محققانہ تفصیل و تصریح قلمبند فرمائی ہے ہم اوسی کی مفصلہ ذیل نقل کو اپنے مدعائے بیان کے لئے کافی سمجھتے ہین۔

ہر گروہ اور ہر مذہب کے لئے ایک امتیازی شعار ہوتا ہے جسکے بغیر اُس قوم کی مستقل ہستی نہین قایم رہسکتی اسلام نے یہ شعار قبلہ نماز قرار دیا جو اصل مقصد کے علاوہ اور بہت سے حکم و اسرار کا جامع ہے۔ اسلام کا خاص نمایان وصف مساوات عام جمہوریت اور توحید عمل ہے یعنی تمام مسلمان یکسان اور متحد المحبتہ نظر آئین۔ مذہب اسلام کا رکن اعظم نماز ہے جس سے ہر روز پانچ وقت کام پڑتا ہے۔ نماز کی اصلی صورت یہ ہے کہ جمعیت اور افراد کثیر کے ساتھ ادا کی جائے لیکن اسطرح کہ ہزارون اور لاکھون اشخاص کی متفرد ہستیان مٹ کر ایک ہستی بن جائے اسی بنا پر نماز جماعت مین ایک امام ہوتا ہے کہ مقتدیون کی ایک ایک حرکت اوسکے اشارون سے وابستہ ہوتی ہے اس لئے ضرور ہے کہ سب کا مرجع عمل بھی ایک نظر آئے یہی اصول ہے جسکی بنا پر نماز کے لئے ایک خاص قبلہ قرار پایا اور اس شعار کا دائرہ اسقدر وسیع کیا گیا کہ اس قبلہ کیطرف رُخ کرنا ہی کفر کے دائرے سے نکل آتا ہے۔

اب صرف یہ بحث باقی رہی کہ قبلہ کس سمت قرار دیا جاوے۔ یہودی اور عیسائی بیت المقدس کو قبلہ سمجھتے تھے کیونکہ اونکی قومی اور مذہبی ہستی بیت المقدس سے وابستہ تھی لیکن ابراہیم بُت شکن کے جانشین کے لئے صرف کعبہ قبلہ ہوسکتا تھا جو اوس موحد اعظم کی یادگار اور توحید خالص کا سب سے بڑا مظہر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تک مکہ مین تھے۔ دو ضرورتین ایک ساتھ درپیش تھین۔ ملت ابراہیمی کی تاسیس و تجدید کے لحاظ سے کعبہ کیطرف رخ کرنے کی ضرورت تھی لیکن مشکل یہ تھی کہ قبلہ کی جو اصلی غرض تھی یعنی امتیاز و اختصاص وہ نہین حاصل ہوتی تھی۔ کیونکہ مشرکین اور کفار بھی کعبہ ہی کو اپنا قبلہ سمجھتے تھے۔ اس بنا پر آنحضرت صلعم مقام ابراہیم پر نماز پڑھتے تھے جس کا رُخ بیت المقدس کی طرف تھا۔ اسطرح دونون قبیلہ سامنے آجاتے تھے مدینہ مین دو گروہ آباد تھے۔ مشرکین جن کا قبلہ کعبہ تھا اور اہل کتاب جو بیت المقدس کیطرف نماز ادا کرتے تھے شرک کے مقابلہ مین یہودیت اور نصرانیت دونون کو ترجیح تھی۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مدت یعنی تقریباً سولہ مہینون تک بیت المقدس کیطرف نماز ادا کی لیکن جب مدینہ مین اسلام زیادہ پھیل گیا تو اب کوئی ضرورت نہ تھی کہ اصل قبلہ کو چھوڑکر دوسری طرف رُخ کیا جاتا۔ اس بنا پر یہ آیت اوتری اور دفعتاً قبلہ بدل گیا۔

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ	تم اپنا مونہہ مسجد الحرام کی طرف پھیر دو اور جہان کہین رہو اوسی طرف پھیر دو۔

تحویل قبلہ نے یہودیون کو سخت برہم کردیا اونکو مشرکین کے مقابلہ مین مذہبی تفوق کا دعویٰ تھا۔ اور اسلام سے پہلے مشرکین بھی اونکے مذہبی امتیاز کے معترف تھے یہان تک کہ (جیسا کہ ابوداؤد مین روایت ہے) جنلوگون کی اولاد زندہ نہین

رہی تھی۔ وہ یقین مانتے تھے کہ بچہ زندہ رہیگا تو ہم اوسکو یہودی بنا دینگے۔ اسلام نے اونکے مذہبی اعزاز کو صدمہ پہونچایا تاہم چونکہ اب تک اسلام کا قبلہ بیت المقدس ہی تھا اس لئے وہ فخر کرتے تھے کہ اسلام بھی انھیں کے قبلہ کیطرف رُخ کرتا ہے۔ جب اسلام نے قبلہ بھی بدلدیا تو اونکی ناراضی اور برہمی کا پیالہ لبریز ہوگیا اونھوں نے یہ طعنہ دینا شروع کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر بات میں ہماری مخالفت کرنا چاہتے ہیں اسی لئے قبلہ بھی مخالفت کے ارادے سے بدلدیا ہے دودلے اور ضعیف الایمان مسلمانوں کو بھی یہ بات کھٹکتی تھی کہ قبلہ بدلنے کی چیز نہیں اور اس سے بے استقلالی اور تزلزل اعتقاد کا اظہار ہوتا ہے۔ اس بنا پر قبلہ کی اصلیت اور ضرورت اور تحویل قبلہ کے متعلق چند آیتیں اوتریں جن سے یہ مشکلیں حل ہوجاتی ہیں۔

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّاهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا قُلْ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ ۚ وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ ۗ

سفہا یہ اعتراض کرینگے کہ مسلمانوں کا جو قبلہ تھا اوس سے اونکو کس نے پھیر دیا کہدو کہ مشرق و مغرب سب خدا ہی کا ہے تیرا جو پہلے قبلہ تھا (کعبہ) اوسکو جو ہم نے پھر قبلہ کردیا تو اوسکی یہ وجہ ہے کہ یہ معلوم ہوجائے کہ پیغمبر کا پیرو کون ہے۔ اور پیچھے پھر جانیوالا کون ہے اور بے شبہ یہ قبلہ نہایت گراں اور ناگوار ہے بجز اون لوگوں کے جن کو خدا نے ہدایت کی ہے۔

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ

پورب پچھم رُخ کرنا ثواب کی بات نہیں ثواب تو یہ ہے کہ آدمی خدا پر قیامت پر ملائکہ پر خدا کی کتابوں پر پیغمبروں پر ایمان لائے اور خدا کی محبت میں عزیزوں کو یتیموں کو مسکینوں کو مسافروں کو سائلوں کو اور اپنے غلاموں کو اپنی دولت دے ڈالے۔

ان آیتوں میں پہلے خدا نے یہ بتلایا کہ قبلہ خود کوئی مقصد بالذات چیز نہیں۔ خدا کی عبادت کے لئے پورب پچھم سب برابر ہیں خدا ہر جگہ ہے۔ ہر سمت ہے۔ ہر طرف ہے پھر قبلہ کی تعیین کی ضرورت بتلائی کہ وہ اختصاصی شعار ہے اور اصلی اور نمائشی مسلمانوں کو الگ کردیتا ہے۔ بہت سے یہودی بھی جو منافقانہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے اور مسلمانوں کے ساتھ نماز میں بھی شرکت کرتے تھے یہ اسلام کے مار آستین تھے۔ لیکن جب قبلہ بیت المقدس کے بجائے کعبہ سے بدل گیا تو نفاق کا راز فاش ہوگیا۔ کوئی یہودی کسی طرح یہ گوارا نہیں کرسکتا تھا کہ جو چیز اسکی قومیت۔ مذہب بلکہ اسکی ہستی کی بنیاد ہے (یعنی بیت المقدس) اس سے اس کا رشتہ ٹوٹ جائے پھر خدا نے اس نکتہ کو زیادہ واضح کردیا کہ کسی خاص قبلہ کی طرف رُخ کرنا اصلی ثواب نہیں۔ بلکہ ثواب درحقیقت ایمان اور اعمال صالحہ کا نام ہے سیرۃ النبی جلد اول صفحہ ۲۱۹-۲۲۱

شبلی صاحب نے قبلہ کی فلسفی تو تفصیل سے لکھدی لیکن اسکی تاریخی واقعیت اور کیفیت کا نام تک

نہین لیا - آپ کی مرقومہ بالا عبارت کو پڑھکر ہر شخص قبلہ کی تعریف حقیقت اور ضرورت کو تو ضرور سمجھ جائیگا لیکن اسکے متعلق کہ سوا ۱۶ سترہ مہینون تک قبلہ ایک رُخ رہکر دوسرے رُخ پر کیسے بدلا - کہان بدلا - اور کس وقت و کس حالت مین بدلا یہ کچھ بھی معلوم نہ کرسکے گا - حالانکہ آپ جب تاریخ و سیرت کے موضوع پر اپنی تصنیف مرتب کر رہے تھے تو آپ کا فرض اولین تھا کہ اسکے مقام وقوع وقت وقوع حالت اور صورت وقوع کو بھی اوسی تنظیم و ترتیب واقعات کے سلسلہ سے بیان فرما دیتے جس ترتیب و سلسلہ سے اور واقعات قلمبند فرمائے گئے ہین اور ترتیب سیرت و تاریخ کے اعتبار سے جب تک یہ کمی پوری نہ فرمائی جائیگی - اسلامی قبلہ کی تحویل و تعیین کی نسبت آپ کی موجودہ تحریر ناکافی اور غیر مکمل ٹھہرائی جائے گی -

اب ہم آپ کی فروگذاشتہ امور متعلق بتحویل قبلہ کی تفصیلی کیفیت ذیل مین لکھدیتے ہین - ابن ہشام اور طبری اسکے سال وماہ و روز وقوع کی نسبت لکھتے ہین -

صرفت القبلۃ یوم الثلثاء فی شعبان علی راس ثمانیۃ عشر شھرا من مقدم رسول اللہ صلعم المدینۃ وعن ابن سعد للنصف الشعبان

قبلہ کی تحویل شعبان کے مہینہ مین منگل کے دن - مدینہ مین آنحضرت صلعم کی تشریف آوری کے اٹھارہ مہینے بعد واقع ہوئی اور ابن سعد کے مواقف ۱۵ شعبان تھی -

تحویل قبلہ کی صورت - حالت اور کیفیت ہم مواہب لدنیہ - تاریخ مدینہ اور شرح زرقانی سے ذیل مین نقل کرتے ہین تاریخ مدینہ امام نورالدین سمہودی کے فارسی ترجمہ کی اصلی عبارت حسب ذیل ہے -

ارجح آنست کہ تحویل قبلہ در مسجد قبلتین بودہ منقول است کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود کہ زیارت کردم اُم بشر را در بنی سلیم پس او برائے ما و برائے ایشان کہ ہمراہ بودند طعام درست دادہ - و وقت ظہر در آمد - آنحضرت صلعم با اصحاب خود در موضع مسجد قبلتین نماز ظہر میگزارد و چون دو رکعت نماز کرد مامور شد کہ رو بکعبہ کند - پس آنحضرت صلعم روے مبارک خود سوے کعبہ گردانیدہ - ہمین قبلہ است کہ خدا تعالی میفرماید فلنولینک قبلۃ ترضھا

قول مرجح یہی ہے کہ تحویل قبلہ کا واقعہ مسجد قبلتین مین واقع ہوا منقول ہے کہ جناب رسول خدا صلعم محلہ بنی سلیم مین اُم بشر کے گھر ضیافت مین مع صحابہ کے تشریف رکھتے تھے - وہین آپ کو ظہر کی نماز کا وقت ہوگیا - آپ نے صحابہ کے ساتھ اوس مقام پر جہان مسجد قبلتین اب تک موجود ہے نماز پڑھنی شروع کی دو رکعت نماز پڑھ چکے تھے کہ حالت نماز ہی مین تبدیل قبلہ کا حکم نازل ہوگیا اور اسی وقت آپ نے اپنا روئے مبارک کعبہ کی طرف پھیر دیا - جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ ہم نے تجھکو اوس قبلہ کی طرف پھیر دیا جس سے تو راضی تھا -

ترجمہ تاریخ مدینہ امام سمہودی فارسی (قلمی) زرقانی مطبوعہ مصر جلد دوم ص ۳۸۵ - محدث شیرازی نے بھی روضۃ الاحباب مین باختلاف الفاظ یہی صورت واقعہ بتلائی ہے - روضۃ الاحباب جلد اول مطبوعہ لکھنؤ ص ۲۱۱

اسی موقع مبارک پر مسجد قبلتین کی عمارت آجتک اپنی تقدیس تخصیص کو بتلا رہی ہے - تحویل واقعہ کی اصلی

واقعیت اور حقیقی صورت و کیفیت یہی تھی جو اوپر بیان کی گئی۔

سلسلہ غزوات

سلسلۂ غزوات شبلی صاحب نے اس عنوان سے غزوات کی نقل و تفصیل سے پہلے ایک طویل مضمون لکھا ہے جو اپنے مطالب و مقاصد کے اعتبار سے تفصیل غزوات کی تمہید ہے لیکن بعض مقامات مین ناتمام اور بعض مقامات مین آپ کے بیانات استدلال مبہم رہ گئے ہین۔ اپنے اس نقص کو شبلی صاحب ابتدا ہی سے خود سمجھ گئے ہین چنانچہ اس عنوان کے آغاز ہی سے حاشیہ مین بہ معذرتانہ عبارت قلمبند فرماتے ہین۔

غزوات کا سلسلہ جن اسباب سے واقع ہوا اور جس قسم کے واقعات پیش آئے اونکے لیئے ہم نے ایک مستقل عنوان قایم کیا ہے کیونکہ وہ ضمنی طریقہ سے ادا نہین ہوسکتے لیکن یہ عنوان اچھی طرح سے اوسوقت ذہن نشین ہوسکتا ہے کہ ایک دفعہ تمام واقعات سرسری نظر سے گذر جائین۔ اس لیئے ہم نے اسکو تمام غزوات کے بعد لکھا ہے ناظرین ابھی سے اسکا خیال رکھین صفحہ ۲۲۲

یہ کوئی ترکیب ہے اور کوئی ترکیب تالیف۔ بیان تو یہان ہے اور مدعا دو کامل جلدون کے پڑھ جانے کے بعد سمجھ مین آئیگا۔ واقعات تو سلسلہ بیان مین ایک مقام پر جمع کردیے گئے اور لکھدیے گئے ہین لیکن اونکے اسباب علل اور توجیہات و توضیحات وقوع کتاب کی دوسری اور تیسری جلدون کے مطالعہ پر موقوف کردی گئین ہین۔ شاید شبلی صاحب نے اپنی تالیفات کے لیئے یہ انداز خاص اختیار فرمایا ہو۔ لیکن اسوقت تک سیرت و تاریخ کی جتنی۔ عربی۔ فارسی اور اردو کی کتابین میرے پیش نظر ہین اون مین سے کسی ایک مین بھی یہ ترتیب پائی نہین جاتی عارضی طور پر کسی بیرونی مضامین کی مناسبت وقتی یا ضرورت امتثالی کے حائل ہوجانے سے اگر کسی کتاب کے سلسلہ عنوان مین کوئی تفصل واقع ہوگیا ہو۔ تو یہ اور بات ہے لیکن کسی مصنف نے اپنی تصنیف مین یہ انداز ترتیب نہین قایم رکھا ہے کہ ایک ہی عنوان و مضمون کو ایک مقام پر ناقص ناکامل یا مبہم چھوڑکر اوسکی تکمیل۔ توجیہہ اور دیگر انکشافات دوسرے یا تیسرے حصہ مین قلمبند کیے گئے ہون۔ یہ تاریخ و سیر کے واقعات نہ ہوئے بوستان خیال کے فسانجات ہوئے کہ پہلی جلد مین ایک قصہ کا آغاز ہے تو دوسری مین تشبیب اور تیسری اور چوتھی جلد مین کہین جاکر نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔

تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اپنی اس شان بیان مین بھی امام بخاری صاحب کی تقلید نہین چھوڑی ہے اونکی صحیح بھی تمام تر اسی ترتیب و ترکیب غلط سے بھری پڑی ہے۔ ایک باب مین ایک حدیث کچھ حصہ تک بیان کردی گئی ہے پھر دوسرے تیسرے یا چوتھے باب و فصل مین جاکر اوسکے باقیماندہ حصہ کا اندراج کیا گیا ہے۔

بہرحال اتنا تمہیداً لکھکر ہم شبلی صاحب کی بے ترتیبی و ترکیبی کی آیندہ صورت حال پیش کرتے ہین۔ یہ عبارت

معذرت لکھکر آپ اپنے عنوان تمہید کو ان الفاظ مین لکھتے ہین۔

کیا عجیب بات ہے ارباب سیر مغازی کی داستان جسقدر درازنفسی اور بلند آہنگی سے بیان کرتے ہین یوروپ اوسی قدر اوسکو زیادہ شوق سے جی لگا کر سنتا ہے اور چاہتا ہے کہ یہ داستان اور پھیلتی جائے۔ کیونکہ اوسکو اسلام کے جور وستم کا جو مرقع آراستہ کرنا ہے اوسکے نقش و نگار کے لیے۔ لہو کے چند قطرے نہین بلکہ چشمہائے خون درکار ہین۔ یوروپ کے تمام مورخین نے سیرت نبوی کو اس انداز مین لکھا ہے کہ وہ لڑائی کا ایک مسلسل سلسلہ ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ لوگ زبردستی مسلمان بنائے جائین۔

مولوی شبلی صاحب کے انتشار تحریر اور اضطرار ترتیب مضامین کی اصلی وجہ کھل گئی۔ وہی آپ کا قدیم عارضہ توہم یوروپین مصنفین سے آپکی تخویف و مرعوبیت اور اون کے مطالبات و اعتراضات کے جوابات مستدلانہ طریقہ سے پیش کرنے مین آپ کا عجز و ضعف اور آپ کی سپراندازی اور سرافگندگی۔ جو ہم تمام ایسے مقامات پر دکھلاتے اور بتلاتے چلے آتے ہین یہان بھی عارض حال ہو گیا۔ آپ کا اضطراب۔ آپ کی پراگندگی اسی سے ظاہر ہے کہ عیسائی مصنفین کے یہ اعتراضات آغاز مدعا سے آپ کے دل مین کھٹک رہے تھے۔ اونکی تردید کچھہ تمہید مین ضمنا بیان کی گئی پھر تشفی خود نہ ہوئی تو حاشیہ مین عبارت معذرت لکھکر آیندہ تسکین کا یقین دلایا گیا۔ پھر خدا خدا کر کے جنگ بدر کے صاف صاف اور سیدھے سادے (بقول آپ کے) حالات لکھکر مخالفین کو اسلام کی جہاد کی گویا اصلی شان اور حقیقی عملی صورت دکھلائی گئی ہے۔ لیکن افسوس پھر بھی آپ کو اپنے بیان سے اطمینان نہو سکا تو غزوہ بدر پر ایک تبصرہ لکھا۔ اب خدا جانے اسکے بعد بھی آپ کو اپنے بیان سے پوری تسکین ہوئی یا نہین العلم عند اللہ۔

اتنے اضطراب کا باعث کیا تھا؟ وہی مرعوبیت اور استدلال کا غلط طریقہ۔ جو اس موقع پر بھی حسب العادت اوسی زور و شور سے اوٹھایا گیا ہے جیسے اور مقامات پر اور تزلہ بضعیف می ریزد۔ مرویات سیرت کو تنہا مخالفین کے ان تمام اعتراضات کا باعث ہر ممکن و ناممکن طریقہ سے ٹھیرایا گیا ہے جنہون نے غزوات اسلامی کو جنگ دفاعی ثابت کرنیکے ساتھ عموماً جنگ بدر کے متعلق خصوصاً یہ لکھدیا ہے کہ اس غزوہ کی غرض خاص قافلہ قریش کا لوٹ لینا تھا جو ماتحتی ابوسفیان اسباب تجارت بیچکر ملک شام سے واپس آ رہا تھا۔

اہل سیرت و تاریخ نے متفقا اگر ایسا کیا تو بڑی غلطی کی لیکن ہم نے آپ کے استدلال کی تفصیل سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اس غلطی مین اگر واقعی غلطی ہے تو اکیلے سیرت والے ہی ملزم نہین ہین۔ بلکہ آپ ہی کے اقرار و اعتراف کے مطابق امام بخاری بھی اس جرم کے مجرم ثابت ہوتے ہین۔ آپ خود خاتمہ بحث مین۔ ص ۲۶۵ پر رقمطراز ہین۔

گو اب یہ امر قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ غزوہ بدر کا سبب کاروان تجارت پر حملہ کرنا نہ تھا۔ تاہم اس گرہ کا کھولنا ضرور ہے کہ ایسے صاف اور صریح واقعہ کے متعلق تمام ارباب سیر نے متفقا کیون غلطی کی اور صحیح بخاری وغیرہ مین تصریحات

کیون پائی جاتی ہین کہ بدر کی ابتدا قافلہ ہی پر حملہ کرنے کی غرض سے ہوئی تھی۔

جب خود صحیح بخاری وغیرہ مین بقول آپ کے یہ تصریحات موجود ہین۔ گو اونکی وجوہ آیندہ چلکر آپ جو نہ ثابت کرین لیکن سیرت کے علاوہ۔ حدیثون کی کتابون مین اور علی الخصوص صحاح کی کتابون مین بھی اوسکا وجود قایم ہے تو ایک تحقیق کنندہ ضرور کہدیگا کہ اب اہل سیرت کو اکیلے اس الزام کا ملزم اور اس جرم کا مجرم بنانے کا آپ کو کوئی حق باقی نہین رہا اب شبلی صاحب کا وہ طومار بیان کہ یورپ مین مصنفین کے تمام اعتراضات والزامات کے باعث اکیلے اہل سیرت ہین کہان ثابت ہو سکا۔ سیاہ کرنے کو صفحے کے صفحے سیاہ کر ڈالے گئے۔ اور آخیر مین ان طومار کی بناپر جو فیصلہ کیا گیا وہ صاف صاف تبلا رہا ہے کہ اصل حقیقت کے سمجھنے مین فریقین (اہل سیرت واحادیث) کو غلط فہمی واقع ہوگئی ہے جسطرح ارباب سیر اصل مقصود تک نہین پہونچے اوسی طرح اہل احادیث بھی اسکی اصلی تفہیم نہ کرسکے۔ اسی کے ساتھ آپ کی عبارت فیصلہ سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ اس غلط فہمی کی ابتدا دراصل ارباب تاریخ وحدیث ہی سے نہین ہوئی ہے بلکہ اسکا آغاز حقیقتاً صحابہ ہی کے خاص زمانہ سے ہوا ہے اور وہی حضرات جو ان واقعات کے اصل راوی ہین وہی اسکے اصل باعث کو نہ خود سمجھ سکے نہ دوسرون کو سمجھا سکے۔ اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ ارباب سیر ہون یا اصحاب حدیث وتفسیر سب کے سب علوم صحابہ کے ریزہ چین ہین پھر جب انھین حضرات نے کسی امر کے سمجھنے مین ابتداً غلطی کی تو اون کے سامعین وناقلین سے اوسکی جوابدہی کیسے لی جاسکتی ہے۔ ہمارے اِس بیان پر شبلی صاحب کے مفصلہ ذیل الفاظ فیصلہ خود شاہد ہین۔

اصل یہ ہے کہ اصول جنگ کے موافق اکثر غزوات مین یہ ظاہر نہین کیا جاتا تھا کہ کدھر جانا اور کس غرض سے جانا مقصود ہے صحیح بخاری غزوہ تبوک مین حضرت کعب بن مالک کا جو مشہور صحابی ہین اونکا قول نقل کیا ہے۔

ولم یکن رسول اللہ صلعم یرید غزوۃ الا ورّٰی بغیرھا	آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی غزوہ کا ارادہ فرماتے تھے تو کسی اور موقع کا توریہ فرماتے تھے۔

توریہ کے معنی شارحین بخاری نے یہ لکھے ہین کہ آپ ایسے موقع پر مبہم اور محتمل المعنیین الفاظ استعمال فرماتے تھے۔ (گو میرے نزدیک یہ کلیہ اس معنی مین صحیح نہین) تاہم واقعات کے استقصا سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ بعض موقعون پر واقعہ اس طرح مبہم رکھا جاتا تھا کہ لوگ مختلف قیاس پیدا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جنگ بدر مین سعد بن خیثمہ کو پہلے ہی معلوم ہوگیا تھا کہ قافلہ نہین بلکہ فوج کا مقابلہ ہے۔ بخلاف انکے صحیح بخاری مین انھی کعب بن مالک کا قول منقول ہے کہ بدر مین صرف قافلہ سے تعرض کرنا مقصود تھا۔ دیباچہ مین ہم لکھ آئے ہین کہ راوی جسمین صحابہ بھی داخل ہین بہت سے موقعون پر جو واقعہ بیان کرتا ہے وہ حقیقت مین واقعہ نہین ہوتا۔ بلکہ اوسکا اپنا استنباط ہوتا ہے یعنی اوس نے اسکو ایسا ہی سمجھا ہے۔ بدر مین بھی یہی صورت پیش آئی۔ اور اس لئے یہ کوئی تعجب کی بات نہین کہ صحابہؓ نے

مختلف قیاس کئے۔ اور جو قیاس مذاق عام کے مناسب تھا۔ وہی پھیل گیا۔ سیرۃ النبی نتیجہ غزوہ بدر جلد اول ص ۲۶۶
اتنی سی بات کے لئے ہمارے شبلی صاحب نے اپنی کتاب کے چوالیس (از ۲۲۲ صفحہ تا ۲۶۶) صفحات لکھ ڈالے۔ اگر آغاز ہی میں اسکا اظہار کردیا ہوتا تو اس طومار بیکار کی ضرورت نہیں تھی۔ ہر شخص یہ سمجھکر مطمئن ہوجاتا کہ بعض صحابہ کو جو اسکے اصل راوی ہیں۔ اسکے اصلی سبب کے بیان کرنے میں غلط فہمی واقع ہوگئی ہے اور یہ ان کے قیاس کی خطا ہے۔ اور اسی کے ساتھ وہ یہ بھی دیکھکر اطمینان کامل کرلیتا کہ انھیں صحابہ کے طبقہ میں ایسے لوگ بھی ہیں جو اسکے حقیقی اسباب وعلل کو بخوبی جانتے ہیں اور وہی امر بتلاتے ہیں جو اس واقعہ میں حقیقتاً تدبیر قدرت اور تجویز رسالت کا عین مقصود تھا۔ چنانچہ آپ (شبلی صاحب) خود لکھتے ہیں۔

امام احمد بن حنبل نے مسند میں۔ ابن ابی شیبہ نے مصنف میں۔ ابن جریر نے طبری تاریخ میں اور بیہقی نے دلائل میں روایت کی ہے اور اسکو صحیح لکھا ہے۔ اور اسکے راوی معرکہ بدر کے ہیرو اسد اللہ الغالب علیؑ بن ابیطالب ہیں۔

عن علیؑ قال لما قدمنا المدینۃ اصبنا ثمارها فاجتویناها واصابنا بها وعك وكان النبی صلعم يتخبر عن بدر فلما بلغنا ان المشركین قد اقبلوا سار رسول اللہ صلعم الی بدر وبدر بئر فسبقنا المشرکین الیها

حضرت علی فرماتے ہیں کہ جب ہم لوگ مدینہ میں آئے تو وہاں کے پھل کھانے کو ملے۔ جو ہمارے موافق مزاج نہ تھے۔ اس لئے ہم لوگ بیمار پڑ گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدر کو پوچھا کرتے تھے جب ہمکو خبر ملی کہ مشرکین آرہے ہیں تو رسول صلعم بدر کو چلے۔ بدر ایک کنوئیں کا نام ہے جہاں ہم مشرکین سے پہلے پہونچ گئے۔

اس میں صاف تصریح ہے کہ مشرکین مکہ کے حملہ کی خبر سنکر آپ نکلے تھے اور بدر پہ آکر قیام فرمایا تھا اس پوری حدیث میں ابوسفیان کے قافلہ تجارت کا ذکر تک نہیں ہے۔ سیرۃ النبی جلد اول ص ۲۵۸

اس بناپر جو امور آپ نے نتیجہ میں دکھلائے ہیں وہ اگر آپنے اس بحث کے مقدمہ میں دکھلا دیے ہوتے تو اتنی طوالت کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی یہ آپ کی سعی بیکار ثابت ہوئی۔ اور اگر کچھ مفید کار ثابت بھی ہوئی تو صرف اہل اسلام کے لئے جو حضرات ناقلین یعنی صحابہ اولین کے غلط استنباط اور پھر انھیں حضرات میں بعض بزرگواروں کے صحیح انکشافات سے صحیح واقعات پڑھکر اس امر کی حقیقت سے پورے مطمئن ہوگئے لیکن مخالفین ومعترضین اسلام کی تسکین وتشفی تو ان ہیچ آپ استدلالی سے مطلق نہیں ہوئی کیونکہ وہ آپ کی رواۃ اولین یا آخرین کے غلط استنباط اور غیر صحیح قیاسات کی جوابدہ نہیں۔ وہ تو آپ کی کتاب اور آپ ہی کی مرویات سے اپنا استدلال پیش کرتے ہیں وہ نہیں جانتے کہ آپ کی کون کتاب صحیح ہے اور کون غلط؟ وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ آپ کا کون راوی صحیح قیاس واستنباط کرتا ہے اور کون غلط؟ ہم برابر دکھلاتے اور بتلاتے آتے ہیں کہ مخالفین اسلام کے مقابلہ میں شبلی صاحب کا یہ طریقہ استدلال کہ ہماری

یہ روایت صحیح ہے اور وہ غلط - یہ کتاب مستند ہے - وہ غیر مستند - ہمارا یہ راوی صحیح قیاس استنباط کرتا ہے اور وہ غلط قیاس و استنباط کرتا ہے - مخالف کے لئے کبھی حجت نہین ہو سکتا - بلکہ بجاے اسکے اونکو اونھین کے احکام و عمل کی مثالین امور زیر بحث کے متعلق اونھین کی کتابون سے دکھلانی چاہئین اور اونھین کے اقوال و احکام سے اونکو معقول کرنا چاہئے افسوس ہے کہ اگر اس بحث کو ہم یہین سے ابھی شروع کر دینگے تو ہمارے سلسلہ بیان مین ذکر قبل از وقت کا نقص پیدا ہو جائیگا اور پھر میرے تمہیدی مضامین بھی شبلی صاحب کی طویل تمہید کے مرادف بن جائینگے - اس لئے ہم مخالفین کے جواب مین انبیاے سابقین کے احکام و عمل فی الجہاد کی چند مثالین ذیل مین لکھے دیتے ہین اسلئے کہ معترضین کا سارا اعتراض ان امور کی نسبت جیسا کہ آپ لکھتے ہین یہ ہے کہ اشاعت اسلام کو بزور شمشیر ظالمانہ اور جابرانہ طریقہ سے دکھلائین - تو اصل مقصود معترضین کا ہمارے احکام اور عمل فی الجہاد کی شدت اور سختی کا اظہار ہے ہماری مفصلہ ذیل مثالین قرآن اور حامل قرآن علیہ السلام کے احکام و عمل فی الجہاد اور ان امور مین حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علی نبینا و آلہ و علیہما السلام کے احکام و عمل فی الجہاد کے باہمی فرق مابہ الامتیاز کو بخوبی بتلا دینگی اور وہ یہ ہین -

یہود و نصاریٰ کے حکم و عمل فی الجہاد کی مثالین

توریت کی کتاب الاعداد باب ۳۱ - آیت ۱ - ۵۴ مین مرقوم ہے -

موسیٰ علیہ السلام کے حکم سے بنی اسرائیل نے مدیان کی عورتون اور بچون کو اسیر کیا - اونکی مویشی بھیڑ بکری اور مال و اسباب کو لوٹ لیا اونکے پانچ بادشاہون کو قتل کر ڈالا - اور اونکے سارے شہرون کو جنمین وہ رہتے تھے اور اونکے سب قلعون کو جلا کر پھونک دیا -

پھر موسیٰ بنی اسرائیل پر خفا ہوا اور اون سے کہنے لگا کہ کیا اب تک تم نے سب عورتون (اسیر شدہ کو) جیتا رکھا ہے - تم اونکے بچون کو جتنے بھی ہون ایک ایک کر کے قتل کر ڈالو اور ہر ایک ایسی عورت کو جو مرد کی صحبت سے واقف ہو چکی ہو اوسکو جان سے مار ڈالو لیکن اون مین وہ لڑکیان جو مرد کی صحبت سے واقف نہین ہوئین ہین اونکو اپنے (مصرف کے) لئے زندہ رکھو -

یہ تو توریت کے حکم اور عمل فی الجہاد کی مثال کا صرف ایک نمونہ تھا جو دکھلا دیا گیا - اب حضرت عیسیٰ کا خاص حکم جہاد انجیل مقدس مین تبلیغ دین کے متعلق خاص اونھین کی زبانی ملاحظہ ہو -

انجیل متی - باب ۱۰ - آیت ۳۴ مین مندرج ہے -

اے بنی اسرائیل - یہ مت سمجھو کہ مین زمین پر صلح کرانے آیا ہون - صلح کرانے نہین آیا بلکہ تلوار چلوانے کو آیا ہون -

پھر اپنے آخر وعظ مین حواریون سے ارشاد ہوتا ہے - انجیل متی باب ۲۷

کپڑون اور لتون اور نقدی کے بدلے ہتیار خرید کر مسلح ہو جاتے جاؤ۔

ان احکام و عملیات کی موجودگی مین جنکی کثیر التعداد مثالین ہمارے پیش نظر ہین اور جنکو ہم اپنے اپنے مقامات مناسبت لکھینگے کوئی مخالف اسلام ہو۔ یہودی یا عیسائی۔ ہمارے رسولؐ برحق۔ رحمت مطلق کے احکام دعمل فی الجہاد کی مثالون کو جو انکے مقابلہ مین اذیت نہین رحمت۔ انتقام نہین عین انعام ثابت ہوتے ہین۔ موتھ نہین کہول سکتے وہ اپنی انصاف کی زبان سے کہدین اور بتلا دین کہ یہ طرز عمل جو حضرت موسیٰ علی نبینا و آلہ و علیہ السلام نے کفار کے ساتھ جہاد مین اختیار کئے اور مغلوبین کے ساتھ انتقام لینے کے لئے جو احکام بنی اسرائیل کو پہونچائے کیا اس امر کی تصدیق نہین کرتے کہ مذہب موسوی بزور شمشیر پھیلایا گیا ہم بطور احتجاج اونکو بتلائے دیتے ہین کہ اگر وہ ان مثالون پر تعصب و نفسانیت سے نہین عدالت و دیانت سے غور کرینگے تو اونکو حضرت موسیٰؑ کے اس عمل و حکم و شدت کا اعتراف کرنا پڑیگا اور اسی اقرار و اعتراف کی ساتھ اونکو اسلام اور بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایسے نرم اور مترحجانہ طریقہ اجتہاد پر جو نہایت صفائی کے ساتھ ہر معرکہ جنگ مین بالکل مدافعانہ ثابت ہوتے چلے آئے ہین۔ نہ جارحانہ مخاصمانہ کسی قسم کے اعتراض کا کوئی حق باقی نہین رہے گا۔

یہ تو حضرت موسیٰؑ کی عمل جہاد کی مثال تھی اسیطرح عیسائی معترضین حضرت عیسیٰؑ کے مرقومہ بالا احکام کو نظر انصاف سے دیکھکر بتلا دین کہ آپ کے اس حکم سے جو تبلیغ دین کے ابتدا ہی مین فرمایا گیا تھا کہ مین تم مین صلح کرانے نہین آیا بلکہ تلوار چلوانے آیا ہون۔ کیا یہ اس حکم سے یقینی طور پر مستفاد نہین ہوتا کہ اگر حضرت عیسیٰؑ کو ضرورت تبلیغ دین اور تاسیس ملک و قوم کی غرض سے کافرون اور دین الٰہی کے منکرون کے مقابلہ مین جہاد کا موقع ملتا تو وہ کس شدت اور سختی کے ساتھ تلوار چلواتے۔ کیا کوئی شخص بعد اسکے کہ آپ خود فرما چکے ہین مجھسے صلح کی امید نہ رکھو۔ مین روے زمین پر صلح کرانے نہین آیا۔ پھر آپ کی ذات مقدس سے نعوذ باللہ بندگان الٰہی کے طبقہ عام مین امن امان یا صلح و آشتی کی کیون توقع کر سکتا تھا؟ بخلاف ان احکام کے سید المرسلین رحمۃ للعٰلمین کی تبلیغ دین کے واقعات کو آغاز سے دیکھو پڑھو اور غور کرو تو ثابت ہوتا ہے کہ جس دین کی تبلیغ کی آپ ابتدا فرماتے ہین اوس کا نام ہی اسلام ہے جسکے معنی سلامتی عام ہے۔ اور مسلم کی حقیقی تعریف یہی ہے ومن استسلم من یدہ ولسانہ مسلمان دراصل وہی ہو جسکے دست و زبان سے لوگ صحیح و سلامت رہین۔

ہم بار دیگر احتجاج کے طور پر تمام عیسائی مورخین اور یورپ مین محققین سے استفسار کرتے ہین کہ کیا وہ اسلام کی کسی معتبر یا غیر معتبر کتاب سے ثابت کر سکتے ہین کہ فاتحین اسلام نے کسی معرکہ مین اپنے مغلوبین کے اہل و عیال کے ساتھ ایسے ظالمانہ اور جابرانہ برتاؤ کئے ہین[۵] جیسے بنی اسرائیل نے اہل مدیان کے بال بچون کے ساتھ اختیار کئے۔ اور

[۵] یہود و نصاریٰ ان احکام توریت و انجیل کی شدت و سختی کو جن معنون مین نہ لین اور انکی جو تاویلین نہ قائم کرین۔ اونکے لئے اہل اسلام جوابدہ نہین ہو سکتے۔ لیکن مسلمانون کے عقائد مین یہ احکام عین بمنشاء قدرت تھے۔ جو ان کفار ان قوم اور دشمنان الٰہی کی کیفر کردار یون اور

جب تک وہ ایسی مثالین کتب اسلام سے زمانہ رسول مین عمل فی الجہاد کی نہین دکھلاتے اونکو کہنا اور ماننا پڑیگا کہ جہان دونون مین حضرت موسیٰؑ کے طرز عمل سے پیغمبر عربؐ کے مسالک ترحم۔ رعایات اور انسانی ہمدردی پر زیادہ اور بدرجہا اولیٰ مبنی تھے ایسی صورت حال مین معترضین کے تمام اعتراضات خود اونھین کے اسلاف کی حرکات و عملیات پر عاید حال ہوتے ہین اور اسلام کا دامن ان تمام الزامات سے بالکل پاک و صاف ہے۔

یہان تک تو ہم نے شبلی صاحب کی غیر مفید تمہید کی تنقید لکھی۔ اب ہم اصل مقصد کیطرف رجوع کرتے ہین۔

شبلی صاحب غزوات رسولؐ کے اسباب و علل قایم کرتے ہین۔ اور اپنے اس مدعا کی تصریح و تفصیل مین اصل مقصد سے ابعاد در جا پڑے ہین۔ جیسا کہ مرقومہ بالا بحث سے ظاہر ہوا لیکن وقوع غزوات کی جو ضرورتین اور مجبوریان قلمبند کیگئی ہین وہ بالکل صحیح اور فی الواقع ہین اور وہی اسلامی تاریخ و حدیث کی کتابون مین بھی مرقوم ہین۔

لیکن تاہم ان توجیہات کی تصریحات مین نقص رہ گیا ہے کہ ان تمام غزوات و سرایات۔ حملات قریش کی تجسس و تلاش اور سراغرسانیون کے واقعات پر محمول فرمائے گئے ہین حالانکہ علی الاکثر امین ایسے غزوات پائے جاتے ہین

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ اور بدکاریون کی صورت سزا مین اوپر نازل ہوئے سے انصاف کیا گیا مکافات نہین۔ حضرت موسیٰؑ کو جن کفار کے ساتھ اس سختی سے جہاد کا حکم نازل ہوا وہ اپنی شامت اعمالیون سے ایسے ہی بدکار ہونگے اور اون کی بدکاریان بھی ایسی ہی درجہ انتہا پر پہونچی ہوئی ہونگی کہ خدا ارحم الراحمین کو بھی جو ابتداء آفرینش عالم سے اسوقت تک کافرین کو نزول عذاب مین برابر مہلت دیتا رہا جیسا کہ امم سابقہ کے واقعات اور سوانحات سے ثابت ہے لیکن بخلاف اسکے۔ اب اس قوم کی بدکاری اور کیفر کرداری اوس ارحم الراحمین کے نزدیک ذرا بھی رحم و رعایت کے قابل نہین تھی اور حقیقتاً اون کی نسل کا باقی رکھنا ہی دنیا مین بندگان الٰہی کے لئے ہزارون مفاسد کا یقینی باعث تھا اسی وجہ سے اس صورت عمل فی الجہاد مین اونکے کامل استیصال کا علی الاعلان فرمان دیدیا گیا۔ جو تنظیم شریعت۔ تاسیس قوم و ملک اور ترتیب اخلاق و تہذیب۔ غرض ہر طریقہ اور قرینہ سے بالکل صحیح اور جائز تھا بالکل اسیطرح حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ کا وہ ارشاد جو اوپر لکھا گیا ہے اوس موقع۔ ضرورت اور اوس ناشنوا قوم یہود کی ضلالت اور شقاوت سے پورا مطابق ہو جاتا ہے۔ جن لوگون نے کتب سابقہ مین حضرت عیسیٰؑ اور یہود کے حالات پڑھے ہین وہ بخوبی واقف ہین کہ اس گمراہ اور ناشنوا قوم یہود نے ایک دن بھی آپکے ارشاد و تعلیم کو توجہ اور التفات کے کانون سے نہ سنا۔ آخرکار عیسائیون کے عقائد کے مطابق آپ کو مصلوب کر دیا۔ ایسی کافر کیش اور خونخوار قوم کی بدکاریون کے مقابلہ مین آپ کا یہ ارشاد اونکی تباہی و بربادی کی بالکل سچی اور مطابق واقع پیشین گوئی ہے۔ جو دوسری صدی عیسوی سے لیکر تیسری اور چوتھی صدی عیسوی تک طرطوس قسطنطنین اور سلاطین انطاکیہ عیسائی حکمرانون کی خونخوار تلوارون سے اس قوم کے تمام لوگون کو اوٹھانا پڑا یہ اس بنا پر جو اوس نبی برحق نے فرمایا وہ اوس خونخوار اور کفار قوم کے آگے آیا۔

المولف سید اولاد حیدر

جو اقوام وقبائل گرد ونواح سے اسلام کے ساتھ شریک معاہدت ہونیکی غرض خاص سے اختیار فرمائے گئے تھے۔ ان امور کی توضیح وتنقیح کے لئے جب تک پھر اوس مقدس عہدنامہ کی بعض خاص شرائط کی تفصیل کیجائے۔ جسکو ہم اوپر لکھ چکے ہین تب تک ان امور کی حقیقت کا پورا انکشاف دشوار ہے۔ اس لئے ہم اپنے موجودہ سلسلۂ بیان مین اوس مبارک عہدنامہ کی بعض شرائط کی تفصیل حسب ذیل بیان کرتے ہین۔

چونکہ اس مقدس معاہدہ کی ایک شرط خاص یہی تھی وان الجار کالنفس غیر مضار ولا اثم ہمسایہ قومین بھی معاہدہ قومون کے برابر سمجھی جاینگی تا وقتیکہ وہ اپنے لئے ضرر رسان اور خدا کی گنہگار نہ ثابت ہون۔ اس شرط کی بنا پر ضرور تھا کہ اون سے بھی داخل معاہدہ ہونے کے لئے سلسلہ جنبانی کی جائے۔ ایک تو امن وامان اور صلح وآشتی کے عام انتظام کی استحکام کی ضرورت سے اور دوسری قریش کی مخاصمانہ فریب دہی وسازش سے محفوظ رکھنے کی مصلحت سے گرد وپیش کی قومون کو اس معاہدے مین شریک کرلینا نہایت ضروری تھا۔ اسکی تعمیل وتکمیل مین اتنی اہمیت تھی کہ ان مین سے اکثر نمودار اور ممتاز قبائل کے پاس خدا کا پیغمبر برحق بالنفس النفیس صلح عام کے پیغام لیکر گیا۔ اور ان مین سے جو اتنی اہمیت نہین رکھتے تھے۔ اونکی تعمیل کے لئے صحابہ بھیجدیے جاتے تھے۔ اسی تخصیص عملی کی بنا پر ارباب سیرت وحدیث نے۔ رسول اللہ صلعم کی خود جو گی والے واقعات کو اپنی اصطلاح خاص مین غزوات کے نام سے لکھا ہے اور جن مین آپ موجود نہ تھے۔ اونکو سرایا۔

ہم اپنے موجودہ بیان مین صرف غزوات کی تفصیل مثال کی ضرورت سے مندرج کرتے ہین۔

غزوات مین بالاتفاق تاریخ وحدیث غزوہ ودان یا غزوہ ابوا۔ جو اوسی کا دوسرا نام ہے۔ پہلا غزوہ رسول تبلایا گیا ہے۔

غزوہ ودان یا غزوہ ابوا قبیلہ بنی حمزہ بن بکر بن عبد مناف موضع ودان مین مقیم تھا۔ ودان۔ جحفہ سے ایک دن کی راہ پر واقع ہے اور مقام ابوا یہان سے کم وبیش آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے جہان آپ کی والدہ ماجدہ علیہا مکرمہ حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا کا مزار مقدس ہے اور مدینہ منورہ یہان سے اسی میل ہے۔ یہان بنی حمزہ اور بنو مزینہ کے قبائل قریب ہی قریب مختلف قطعات ریگستان مین آباد تھے۔ اس بنا پر ان دونون قبیلون کی یکبار شرکت ضروری تھی۔ اسی غرض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بالنفس النفیس مدینہ سے معدودے چند اصحاب کے ہمراہ اسی میل تک کی زحمت سفر گوارا فرمائی ودان مین پہونچے۔ قبائل سے ملے اور معاہدے کے متعلق گفتگو کی چونکہ تمام باتین صفائی اور سچائی کے ساتھ کی گئین اس لئے دونون قبائل شرائط معاہدے پر فورًا راضی ہوگئے۔ دونون قومون کے سردار وحکمران عمر بن مخشری القمری نے معاہدہ لکھا لینے اور اپنی تمام قوم وقبیلہ کیطرف سے دستخط کردے۔ اس معاہدے کے الفاظ یہ تھے۔

هذا كتاب من محمد رسول الله لبني حمزة انهم امنون على اموالهم وانفسهم وان لهم النصر على من رامهم الا ان يحاربوا في دين الله ما بل بحر صوفة وان النبي اذا دعاهم

یہ محمد رسول اللہ صلعم کی تحریر ہے بنو حمزہ کے لئے۔ ان لوگون کا جان ومال محفوظ رکھا جائیگا جو شخص ان پر حملہ کریگا اوسکے مقابلہ مین انکی مدد کیجائیگی بجز اوس صورت کے کہ یہ لوگ مذہب کے مقابلہ مین لڑین اور پیغمبر جب انکو مدد کے لئے بلائین گے تو یہ فورًا

نصرۃ اجابوہ۔

چلے آئیں گے۔ زرقانی بحوالہ روض الانف سہیلی ص ۴۳

غزوۂ بواط

انھیں کے ایسا بواط کے کوہستانی قبائل کے ساتھ بھی معاہدہ کیا گیا۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بذات خاص ۱۲ ربیع الاول ۲ سنہ ہجری کو اون کے مرکزی مقام رضوی تک تشریف لے گئے۔ ان اطراف میں قبائل جہنی آباد تھے اونکے تمام سرداران قوم کو جمع کر کے شرائط و فوائد عہدنامہ سمجھائے اور اونکو بھی شریک معاہدہ فرما لیا گیا۔

غزوہ ذو العشیرہ

جمادی الآخر ۲ سنہ ہجری میں بنو مدلج کے قبیلہ کو شریک معاہدہ کر لیا گیا۔ اسکی تفصیل کیفیت یہ ہے کہ مدینہ کے قرب و جوار کے تمام قبائل میں بنو مدلج کا قبیلہ امتیاز خاص رکھتا تھا۔ وہ کثیر التعداد بھی تھے۔ اور خوشحال و صاحب جائداد بھی۔ ذو العشیرہ کا انکا مقام سکونت تھا جو ینبوع اور مدینہ کے درمیان واقع ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ممتاز صحابہؓ کے ساتھ خود تشریف لے گئے۔ سرداران قوم کو جمع کر کے جب انکو اس معاہدہ کے فوائد و منافع سمجھائے تو یہ لوگ بھی فورًا آپ کے ساتھ اس معاہدے میں شریک ہو گئے۔

اسی مقام میں حضرت علی مرتضیٰ کی کنیت ابو تراب قرار پائی۔

اسی موقع پر حضرت علی مرتضیٰ کی کنیت ابو تراب قرار پائی۔ امام قسطلانی۔ زرقانی اور ابن ہشام وطبری ارباب حدیث و تاریخ باتفاق خود ہا اس کی حقیقت یون بیان کرتے ہین۔

حدثنی یزید بن محمد بن خشیم المحاربی عن محمد بن کعب القرظی عن محمد بن خشیم ابو یزید عن عمار بن یاسر قال کنت انا و علی بن ابی طالب رفیقین فی غزوۃ العشیرۃ فلما نزلها رسول اللہ صلعم و اقام بها رأینا اناسا من بنی مدلج یعملون فی عین لهم وفی نخل فقال علی بن ابی طالب یا ابا الیقظان هل لك فی ان ناتی هؤلاء القوم فننظر كیف یعملون قال قلت ان شئت قال فجئناهم فنظرنا الی عملهم ساعة ثم غشینا النوم فانطلقت انا و علی حتی اضطجعنا فی الصور من النخل وفی دقعا من التراب فنمنا فواللہ ما اهبنا الا رسول اللہ صلعم یحرکنا برجله وقد تتربنا من تلك الدقعاء التی نمنا فیه فیومئذ قال رسول صلعم لعلی بن ابی طالب قم یا ابا تراب لما یری علیه من التراب ثم قال الا احدثکما باشقی الناس رجلین قلنا بلی یا رسول اللہ قال احیمر ثمود الذی

محمد بن کعب قرظی سے اور وہ ابو یزید سے اور وہ عمار بن یاسرؓ سے بیان کرتے ہین کہ حضرت عمارؓ نے کہا کہ ہم اور حضرت علی بن ابیطالب غزوہ ذو العشیرہ مین ساتھ تھے جب جناب رسول خدا صلعم یہان تشریف لائے اور مقیم ہوئے تو ہم لوگون نے وہان بنی مدلج کے لوگون کو اپنے چشمہ آب کے نخلستان مین کام کرتے ہوئے دیکھا تو علی ابن ابیطالب نے مجھسے کہا کہ ای ابو یقظان (کنیت عمار بن یاسرؓ) کیا تم یہ دیکھنا نہین چاہتے کہ یہ لوگ کسطرح اپنے نخلستان مین کام کر رہے ہین مین نے کہا ہان مین ضرور دیکھنا چاہتا ہون یہ کہکر ہم دونون آدمی اون لوگون تک گئے اور تھوڑی دیر تک انکے کامونکو دیکھتے رہے پھر ہملوگونکو نیند آنے لگی تو ہم لوگ وہان سے واپس آئے اور ایک درخت کے نیچے ننگی زمین پر لیٹ گئے اور سو گئے اور پھر اتنی دیر تک سوتے رہگئے کہ آنحضرت صلعم نے آکر اور اپنے پائے مبارک سے ٹھوکر لگا کر ہم دونون کو جگایا اور ہم لوگون کے جسم سے گرد و غبار جو بھر گیا تھا دور فرمایا۔ پھر ہم دونون سے خطاب کر کے ارشاد کیا کہ تم چاہتے ہو ہم تم دونون کو دنیا کے دو شقی ترین مردم کے حال سے آگاہ کرین۔ ہم نے عرض کی جی ہان۔ آپ نے فرمایا دنیا مین

عقر الناقة والذی یضربك یا علی علی ھذه ووضع یده علی قرنه حتی یبل منها ھذه واخذ بلحیته۔
ابن ہشام جلد دوم۔ مصر ص ۶

وہ شخص شقی ترین ہیں ایک تو احمیر ثمود جو ناقہ صالح کا قاتل گذرا ہے۔ اور علیؑ کی طرف خطاب کرکے دوسرا شخص وہ ہے یا علی جو تم پر ضرب لگائے گا اور یہ کہکر آپ نے حضرت علی علیہ السلام کے سر پر ہاتھ رکھکر موضع ضرب کو بتلا دیا۔ پھر ریش مبارک ہاتھوں سے تھام کر فرمایا کہ تمہاری ریش بھی ضربت کے خون سے رنگین ہو جائے گی۔

یوروپ کے متعصبین مورخین جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صرف اس تنظیم و تاسیس ملک و قوم کو انصاف کی ٹھنڈی نگاہوں سے دیکھیں تو وہ بلا تحریک خود یقین کرلیں گے کہ جس مقدس بزرگوار کو وہ تلوار سے دین پھیلانے کے لئے ملزم ٹھہراتے ہیں۔ وہ تو اپنی ابتدائے تبلیغ سے بندگان الٰہی میں امن و امان اور صلح و آشتی کے خود جاکر انتظام کر رہا ہے۔

یہاں تو رحمۃ للعالمین روئے زمین پر بندگان الٰہی کو تباہی و بربادی سے بچانے۔ اونکو عام صلح و آرام کی راہوں پر لگانیکے لئے بالنفس النفیس دور و دراز سفر کی زحمتیں اوٹھاکر یہ انتظام اہتمام کر رہا تھا۔ وہاں یہ بھی دیکھ لینا چاہیئے کہ آپ کے جان و ایمان کے مخالف کفار قریش کن خیالوں میں تھے اور کیا سامان کر رہے تھے۔

قریش کی مکارانہ سازشیں

تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ عین اوسوقت جب آپ نواح مدینہ میں امن و امان عامہ کا انتظام قایم کر رہے تھے۔ قبائل کی خانہ جنگیاں شب و روز کی خونریزیاں موقوف فرما رہے تھے۔ ملک و قوم میں رفع فساد کی انسداد کر رہے تھے اوسیوقت مکہ اور دور دور تک اطراف و جوانب میں کفار قریش معاہدہ اتحاد و اتفاق کے عوض میں نفاق و فساد امن عام اور صلح و آرام کی جگہ مخالفت اسلام اور مسلمانوں کے قتل عام کی آگ پھیلا رہے تھے۔ اونکی تمام مغویانہ اشتعال و تحریکات کا رخ اسلام اور بانی اسلام علیہ السلام کی طرف تھا۔ حالانکہ اسلام کامل چودہ برس تک اونکے سخت ترین مظالم کو صبر و استقامت سے برداشت کرکے اون سے تین سو میل کی مسافت پر دور جاکر پناہ گزین ہوا تھا۔ جہاں نہ انکے قوم کے لوگ تھے نہ انکا ملک و دیار تھا اور نہ ان سے کوئی کاروبار تھا۔ لیکن اس بے تعلقی اور بے سروکاری پر بھی کفار مکہ اور مشرکین قریش کے دلوں سے اسلام کی مخالفت کا کانٹا نہیں نکلتا تھا مخالفت اسلام تو اون اشقیائے ازلی کے دلوں سے لگی تھی اور وہ سب کے سب ہر وقت اسلام کے مٹا دینے کی فکروں میں ہمہ تن مصروف رہتے تھے۔ قریش اس معاندہ مقدسہ کے انتظام کو سنکر پہلے سے بھی زیادہ چراغ پا ہو گئے۔ اور مکہ سے لے کر مدینہ تک کے تقریباً تمام قبائل و عشائر اسلام کے خلاف اپنی مفسدہ انگیزیوں کے جال پھیلانے لگے۔

عبداللہ بن ابی سلول

قریش نے سب سے پہلے یہودان مدینہ کو ایک طرف اوبھارنا چاہا۔ دوسری طرف عبداللہ ابن ابی سلول کے ذریعہ سے انصار کے مسلمان قبیلوں میں نفاق پھیلانے کی کوشش کی یہودان مدینہ کی سازش سے چونکہ قبیلہ انصار کی نا اتفاقی استحکام اسلام کے لئے زیادہ مضر ثابت ہونیوالی تھی اس لئے ہم سب سے پہلے عبداللہ بن ابی سلول کی سازش کے حالات ذیل میں قلمبند کرتے ہیں۔

سعادتمندان انصار میں جو اوس و خزرج کی نسل کے نامور یادگار تھے۔ عبداللہ بن ابی سلول وہ بدبخت تھا جو اپنے چند

بدقسمت ہمراہیون کے ساتھ ابھی تک دولت اسلام سے محروم تھا حقیقت مین یہ شخص بڑا ہی چالباز اور جعلساز تھا اور انتہا درجہ کا فتنہ پرداز۔ اس مین کوئی کلام نہین کہ یہ اپنی چالاکیون اور فریب بازیون کی بدولت انصار کے تمام قبیلہ کو ایک گونہ اپنے قابو مین کرلیا تھا۔ اور اوس کا یہ اثر کچھ انصار ہی کے قبیلون تک محدود نہین تہا بلکہ عام باشندگان مدینہ بھی اوسکے اثر سے خالی نہین تھے جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے اوسکو اپنی قومی اثری اور ذہنی اقتداری پر پوری امید تھی کہ اوس وخزرج اندونون قبیلون کی قوت واحد ایک دن میری ہی ذات مین جمع ہوجائیگی۔ اور اونکے تمام قوت واقتدار کا مرکز اصلی میری ہی ذات تسلیم کی جائیگی۔ تاریخ مدینہ کی بعض مرویات سے اسکے عروج واقبال کی یہان تک حالت پہونچی ہوئی معلوم ہوتی ہے کہ جس سال مدینہ مین نزول اسلام ہوا اُسی سال انصار کے دونون قبیلون مین اس کے سردار قبیلہ مقرر کیے جانیکی بہت بڑی مجلس ہونے والی تھی لیکن ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔ اسلام کے متبرک قدم کے آتے ہی اسکی تمام تمناؤن کا خاتمہ ہوگیا جب اسنے دیکھا کہ اوس خزرج کے تمام افراد قبیلہ بڑی مفاخرت اور حسن عقیدت سے مشرف باسلام ہورہے ہین اور اب اون مین سے کوئی بھی اسکی طرف نگاہ توجہ نہین کرتا۔ تو گو بظاہر اسلام کا مطیع بنگیا اور اس خیال مین رہا کہ اگر قبائل انصار سے میرا اثر جاتا رہا تو قبائل یہود پر ابھی ویسا ہی اثر باقی ہے اور یہود سے اسلام کی اطاعت بالکل خلاف امید ہے اس لیئے نصف کیا بلکہ زاید حصہ آبادی مدینہ کی حکومت میرے قبضۂ اختیار واقتدار سے کبھی جانے والی نہین ہے مگر تھوڑے ہی دنون کے بعد جب یہود بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ معاہدہ صلح مین شریک ہوگئے تو اوسکی یہ رہی سہی امید بھی جاتی رہی اور وہ دونون طرف سے مایوس ہوگیا۔

ان متواتر ناکامیون اور مایوسیون کے بعد بھی وہ اپنی چالون سے باز نہ آیا۔ وہ بڑی چالاکی سے اہل اسلام کا ہمخیال و ہمکلام بنارہا۔ اس لیئے کہ اس ظاہری اتفاق سے مسلمانون اور یہودیون مین اسکا اعتبار بنا رہے گا لیکن جب موقع پاتا تہا تو یہودیون اور دیگر قبیلہ والون کو اسلام کے خلاف ابھارا کرتا تہا قریش کو عبداللہ بن ابی سلول کے اس رویہ کی خبر ملی تو وہ تو ان ذرایع پر ہمہ تن گوش برآواز تھے۔ اور اپنی تمام مخالفانہ اور معنویانہ ترکیبون کا اسی کو اپنا آلہ بنایا۔ اور مدینہ مین یہودیون سے پہلے اسی کو مضمون ذیل کا خط لکہا۔

انکم اویتم صاحبنا وانا نقسم باللہ لتقاتلنہ او لتخرجنہ اولنسیرن الیکم باجمعنا حتے نقتل مقاتلتکم و نستبیح نساءکم۔ سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۶۷ باب التفسیر	تم لوگون نے ہمارے آدمی کو اپنے ہان ٹہرالیا ہے۔ اب تمہارا فرض یہ ہے کہ تم ہماری طرف سے ہوکر اوس سے لڑو اور اگر اس پر قدرت نہین رکہتے تو اپنے شہر اور اپنے قبیلہ سے اوسکو باہر نکال دو۔ ورنہ سمجھ لو کہ قریش نے اکٹھا

ہوکر قسم کھالی ہے کہ ہم سب مل کر تمہارے شہر اور تمہارے قبائل پر حملہ کردینگے۔ تمہارے جوانون کو قتل کردینگے اور تمہاری عورتون کو اپنے قبضہ مین لائین گے۔

دیوانہ را ہوئے بس است۔ اتنی اشتعال پر عبداللہ بن ابی چراغ پا ہوگیا۔ اور اپنے ہمراہیون کے ساتھ فوراً مسلمانون کی

غارت و تباہی اور کشت خون پر آمادہ ہوگیا۔ اسمین کوئی کلام نہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابتدائے انتظام امن عام کے لئے یہ مفسدہ انگیزی کس حد تک مضر ثابت ہوتی۔ مگر مصلح عالم نے فوراً اصلاح کرلی۔ وہ خُلق مجسم یہ خبر پاکر خود اً بالنفس النفیس عبداللہ بن ابی کے پاس چلا آیا۔ اور اوسکو سمجھایا اور فہمایش کے طور پر نہایت متانت سے ارشاد فرمایا کہ کیا تم خود اپنے بھائیوں اور بیٹوں سے لڑنے اور اونکے خون کے گرنے پر آمادہ ہو۔ کیا یہ خبر سچ ہے کہ تم اون سے لڑو گے؟ حقیقت کے یہ دو جملے کافی تھے۔ عبداللہ اصل مدعا کو سمجھ گیا اور پھر قریش کے خط کی طرف ذرا بھی متوجہ نہ ہوا۔

یہ ہین رسالت کے حقیقی اور روحانی آثار جنھون نے چشم زدن مین قریش کے فریب اور عبداللہ بن ابی کے ارادون کو بالکل بے اثر کردیا۔ اگر ابتدا ہی مین عبداللہ اس مفسدہ انگیزی سے باز رکھا جاتا تو جانبین سے تلوارین کھینچکر اسلام آج ہی تمام ہوجاتا۔

اسوقت تو عبداللہ ابن ابی سلول نے بظاہر اسلام سے اپنی صفائی کرلی لیکن اوسکے دل مین اسلام کی طرف سے کسل لگی کی لگی رہی۔ غزوہ بدر سے چند روز پیشتر قبیلہ بنو الحارث مین تشریف لے جانے کی ضرورت پیش آئی۔ حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خچر پر سوار ہوکر معدودے چند اصحاب کے ساتھ تشریف لے چلے رستہ مین ایک مقام پر عبداللہ بن ابی۔ اپنے گروہ منافقین کے ساتھ جن مین یہودان مدینہ بھی داخل تھے۔ اور بعض مسلمان بھی شامل تھے بیٹھا تھا آپ کی سواری اوسکے پاس سے ہوکر گذری۔ تو اوس نے بنظر کراہت اپنے مونھہ پر کپڑا ڈال لیا۔ حقارت کے طنز آمیز لہجہ مین کہا۔ محمدؐ۔ گرد نہ اوڑاؤ۔ آنحضرت صلعم نے فوراً سواری روک لی۔ مجمع کو سلام کیا۔ اسکے بعد قرآن مجید کی چند آیتین پڑھکر سنائین عبداللہ کو اور بھی برا معلوم ہوا۔ کہنے لگا اے شخص مجھے یہ ہرگز پسند نہین۔ اگر تمھارا کلام سچ بھی ہو تو اوسکو ہماری مجلس مین نہ پڑھا کرو۔ اس سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ ہان جو کوئی تمھارے پاس جائے اوسے تم البتہ سنایا کرو۔ آپ کے ہمراہیون کو اس منافق کے ان حقارت آمیز کلام پر سخت طیش آگیا۔ فوراً اسب کے سب دست بقبضہ ہوگئے لیکن رحمت عالمؐ نے خلق مجسمؐ کی پوری شان دکھلادی اور فوراً جانبین مین صفائی کرادی۔ بخاری باب السلام علی جماعت فیھا المسلم و الکافر۔

یہودیون سے قریش کی خفیہ سازش

جب عبداللہ ابن سلول سے مخاصمت اسلام کی ترکیب چلتی نظر نہ آئی۔ تو قریش نے خفیہ طور پر یہودان مدینہ سے اپنی سازشون کی ریشہ دوانیان آغاز کین اور اسمین اونھین کامیابی ہوئی۔ جیسا کہ معاملات یہود سے آیندہ معلوم ہوگا۔ یہ عہد شکن اور غدار قوم حضرت موسیٰؑ کے وقت ہی سے عہد شکنی اور خلاف وعدگی مکاری اور جعلسازی کے لئے بدنام چلی آتی ہے۔ ان لوگون سے ان اقسام کی کارروائی اور بیوفائی خلاف امید نہین ہوسکتی۔

مسلمانوں کو دھمکی

کفار قریش جب یہودان مدینہ کو اپنے دام مین لاچکے تو اونکی مخاصمانہ پر جوشی اور خصوصاً اس سازش مین اونکی کامیابی۔ اپنے راز کو چھپا نہ سکی۔ اونھون نے بڑے زورون مین اپنے ہمقوم و قبیلہ مہاجرین سے کہلا بھیجا کہ کہین تم انصار مدینہ کے بل بوتے پر نہ مغرور ہوجانا۔ اور یہ نہ سمجھنا کہ تم مکہ سے جان بچا کر صاف نکل آئے ہو۔ ہم مدینہ ہی مین آکر

تمارا نام و نشان مٹا ڈالین گے۔ رحمۃ العلمین ص ۱۰۰ ج ۱

اس پیغام انتقام کو پاکر اہل اسلام خبردار اور اون کی طرف سے پہلے سے زیادہ ہوشیار ہو گئے۔

حملات قریش کے خطرے اور معاہد قومون کی محافظت

یہودیون سے ساز باز کر کے مشرکین قریش نے اپنی مفسدہ انگیزیون کو عملی صورت مین لے آنیکی یہ ترکیب نکالی کہ سو سو پچاس پچاس آدمیون کی مختلف ٹکڑیان بنا بنا کر اون قبائل پر چھاپہ مارنے لوٹنے اور اونکے جان و مال کو غارت کرنے کے لئے روانہ کرنی شروع کر دین جو اسلام کے ساتھ معاہدے مین شریک ہو چکے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو جب ان خونریز حملات کی خبر لگی تو آپ نے شرائط معاہدہ کے مطابق اون تمام قبائل کی حفاظت و حمایت جان و مال کی غرض خاص سے صحابہ کی چھوٹی چھوٹی جماعتین بنا کر روانہ کین شبلی صاحب نے ان تمام سرایا کی تفصیل بطور اجمال ایک ہی مقام پر کر دی ہے۔ اسلئے کہ آپ غزوات و سرایات کی واستانین کو بلند آہنگی اور وسیع البیانی سے سننا نہین چاہتے اور وہ اس خاص سبب سے کہ یوروپ اس کو بڑے شوق سے سنتا ہے۔

(دیکھو تمہید سلسلہ غزوات سیرت النبی ج جلد اول)

لیکن اسلام با دل دردمند آپ سے اور یوروپ والون دونون سے بزبان حال کہتا ہے۔

داستان غم دل ہوش مین آ لون تو کہون ؎ سننے والا کوئی پہلو مین بٹھا لون تو کہون

غزوات رسول کی طرح سرایا کی تفصیل حقیقت بھی سیرت و تاریخ کی تمام اسلامی کتابون مین درج ہے۔ اور سرایا کے حالات و واقعات علیحدہ علیحدہ تفصیل سے بیان کئے گئے ہین لیکن شبلی صاحب اوسکی تفصیل کرنا نہین چاہتے اس لئے ہم بھی اونھین کے قدم بقدم چلتے ہین اور اجمالاً جو کچھ ان سرایا کے متعلق تحریر فرمایا گیا ہے اوسی کو حرف بحرف ذیل مین نقل کرتے ہین۔

ابواء کی مہم سے پہلے جو صفر ۲ھ ہجری مین واقع ہوا ہے۔ اور جس مین آپ نے خود شرکت فرمائی ہے۔ ارباب سِیَر نے تین مہمون کا ذکر کیا ہے جنکو ان کی زبان (اصطلاح) مین سریہ کہتے ہین۔ سریہ حمزہؓ سریہ عبیدہ بن الحارث اور سریہ سعد بن وقاص۔ لیکن انمین سے کسی مہم مین کوئی کشت و خون نہین ہوا۔ یا بیچ بچاؤ ہو گیا۔ یا بچکر نکل آئے۔ سیرۃ النبی ص ۲۲۶ ج ۱

لیکن قریش کی سفاک خونریز اور بیباک قوم ایسی کیا تھی جو اس روک تھام اور بیچ بچاؤ کے معاملات کو اپنے خیال مین لاتی۔ اونکی سفاکی آزادی اور بیباکی۔ اونکی خونخواری اور مردم آزاری۔ ویسی ہی کی ویسی ہی بنی رہی استیصال اسلام کا جنون اور مسلمانون کا قتل عام اور بیگناہ خون اونکی گردنون پر سوار تھا اور وہ اپنی ان بدمستیون اور بدکاریون کے نشہ مین اندھے بنے ہوئے اور برابر بڑھتے ہوئے مدینہ کی طرف چلے آ رہے تھے۔ یمن سے مکہ اور مکہ سے عقبہ تک گویا مدینہ کی نصف راہ مین جتنے قوم و قبیلے آباد تھے سب کو اپنا مطیع و شریک بنا چکے تھے۔ اتنی دور مین گرد و نواح کے رہنے والے

ایسے قبائل جو اسلام کی مخالفت پر کسی طرح راضی نہ ہو سکے اور محض غیر جانبدارانہ طریقہ پر قایم رہے وہ بھی ان کے دست تطاول سے نہ چھوٹے جب ان پر دباو ڈالنے کا کوئی پہلو نہ ملا تو ان غریبوں کی راہیں مسدود کر دیں اس لیے کہ وہ اہل مدینہ سے آمد و رفت نہ رکھ سکیں۔ اونکے یہ ظالمانہ بندوبست ایک مدت تک قایم رہے اور فتح مکہ کے بعد ان کے راستے کھلے چنانچہ جب ۵؁ ہجری میں بحرین سے بنی عبد القیس کی سفارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئی تو ان لوگوں نے آنحضرت صلعم سے عرض کی کہ مضر کے قبائل جو ہماری راہوں میں حائل ہیں ہمکو آپ کی خدمت تک نہیں آنے دیتے۔ اس لئے ہم صرف ایام حج میں جبکہ عموماً لڑائیاں موقوف ہو جاتی ہیں شرف زیارت حاصل کر سکتے ہیں۔ اور ایام میں حصول زیارت سے ہم مجبور ہیں

بخاری۔ ذکر وفد عبد القیس

ظالمان قریش کی انہیں انتظامات سے اونکی تنہائی مخاصمت کا پورا اندازہ کر لیا جا سکتا ہے۔ ان ظالمانہ انتظاموں کو درست کر کے وہ یہودیوں کی سازش اور اوس غدار قوم کی مضبوطی پر اتنے جری ہو گئے کہ اونکی غارتگر جماعت مدینہ کے قریب پہونچکر قزاقی اور غارتگری کے مفسدات برپا کرنے لگی۔

کرز بن جابر الفہری کا مدینہ پر حملہ

ربیع الاول ۲؁ ہجری میں انہیں قزاقان قریش میں سے ایک غارتگر جس کا نام کرز بن جابر الفہری تھا اپنے جتھے کے ساتھ بڑھتا ہوا اور راستہ بھر میں لوٹ مار کرتا ہوا نخلستان مدینہ تک پہونچ گیا اور باشندگان مدینہ کی مویشیاں جو باہر میدانوں میں چھُٹی چر رہی تھیں لوٹ کر لیگیا۔ اور نخلستان مدینہ میں آگ جلا کر بہت سے اشجار مثمرہ کو خاک سیاہ کر دیا۔ چونکہ اہل مدینہ کو اس غارتگر کے یوں آجانے اور چھاپہ مارنیکا ذرا بھی پہلے سے خیال و احساس نہ تھا۔ اس لئے وہ اپنی غنیمت کے ساتھ صاف نکل گیا۔ گویا مدینہ والوں کو اپنی جرأت و دلیری اور طاقت دکھلا گیا کہ ہم ایسے ہیں کہ تین سو میل کا دھاوا کر کے تمہارے گھروں سے تمہاری مویشی لے جاتے ہیں۔ اور تمکو کانوں کان خبر بھی نہیں ہو سکتی۔

تاریخ و احادیث کا اس پر اتفاق ہے کہ کفار قریش کی ان مفسدہ انگیزیوں سے عموماً اور کرز بن جابر فہری کے موجودہ مفسدات کے مشاہدات سے خصوصاً باشندگان مدینہ پر سخت اضطرار و انتشار کا عالم طاری تھا اور ہر شخص اپنے جان و مال کو سخت خوف و خطرے میں سمجھتا تھا۔ یہودان مدینہ کے غدارانہ انداز اور عبد اللہ بن ابی سلول رئیس المنافقین کے مکارانہ اطوار اس سے زاید اور سخت تر مصائب کے آیندہ نزول کا یقین دلا رہے تھے۔

مدینہ میں مخالفت قریش کے خوف اور اندیشے

مکہ سے مدینے میں ظالمان قریش کی تاخت و تاراجی اور حملات و غارات کی روزانہ خبریں آرہی تھیں۔ اسکے پھیلانیوالے قریش ہی تھے۔ جو اہل مدینہ کو مضطرب الحال۔ پریشان اور مرعوب کر لینے کے خیال سے۔ یہود اور عبد اللہ ابن ابی سلول کی معرفت اسکو مدینہ میں مشہور کراتے تھے فطرتاً ہر شخص ان خبروں کو سنکر اپنی جان و مال۔ اور حفاظت اہل و عیال کے متعلق فکرمند ہو جاتا تھا۔ بالنفس النفیس جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

یہ حال ہورہا تھا کہ راتون کو بیٹھے بیٹھے کاٹ دیتے تھے۔ اور تمام صحابہ ہتیار باندہے صبح سے شام کردیتے تھے صحیح نسائی مین مرقوم ہے

کان رسول اللہ صلعم اول ما قدم المدینۃ یسھر من اللیل ۔

جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ مین تشریف لائے تو راتون کو جاگ کر کاٹا کرتے تھے۔

صحیح البخاری باب الجہاد مین ہے کہ انہین ایام مین آپ نے ایک بار صحابہؓ سے مخاطب ہوکر فرمایا آج کی رات کو کوئی اچھا آدمی پہرہ دیتا۔ چنانچہ سعد بن ابی وقاص نے ہتیار لگاکر یہ خدمت رات بہر انجام دی۔

امام حاکم مستدرک مین ان ایام کی پرآشوبی ان الفاظ مین لکھتے ہین۔

عن ابی بن کعب قال لما قدم رسول اللہ صلعم واصحابہ بالمدینۃ واوتھم الانصار رمتھم العرب عن قوس واحدۃ وکانوا یبیتون الا بالسلاح ولا یصبحون الا فیہ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ جب مدینہ مین آئے اور انصار نے انکو پناہ دی تو تمام عرب ایک ساتھ ہوکر اونسے لڑنے کو آمادہ ہوگیا صحابہ صبح سے شام تک ہتیار باندہے رہتے تھے اور ہتیار باندہے سوتے بھی تھے۔

ابوجہل کی قیامت کی چال
عبداللہ بن جحش کا بیجا استعجال
عمرو بن عبداللہ حضرمی کا قتل

واقعات مرقومہ سے مدینہ کی پرآشوبی اور عالم اضطراب کا صحیح اندازہ ہوسکتا ہے۔ اس اثنا مین ابوجہل کی ایک دوسری چال چلا اور حقیقتاً قیامت کی چال چلا۔ جنگ بدر کے وقوع سے دو مہینے پیشتر اس نے مکہ مین یہ مشہور کردیا کہ قریش کا قافلہ تجارت جو بسرگردگی ابوسفیان بن حرب اپنا ال بیچکر اور قیمت مین زر و مال کثیر لےکر شام سے واپس آرہا ہو اوسپر مسلمان چھاپا مارینگے اور لوٹ لینگے یین گے۔ یہ خبر بالکل غلط تھی اور شریعت اسلام کے مطابق سخت گناہ لیکن سوء اتفاق سے اتنی جلد موثر ہوئی کہ آن واحد مین مکہ سے مدینہ تک تمام مخالف قبائل مین اسلام کی مخالفت مین تلوارین کھینچ گئین۔

یہ تو معلوم ہے کہ قریش کیا سارے عرب کی کائنات تجارت تھی جسمین مجموعاً تمام قوم وقبیلے کے لوگ شریک تھے اور یہی اونکے اذوقہ اور بسر اوقات کا تنہا ذریعہ تھا۔ اسکی نسبت ایسی تباہی و بربادی کی خبر پاکر کوئی قریش یا اونکا ہم عہد اور رجانبدار اپنے گھر مین کبھی خموش بیٹھ سکتا تھا؟

ایک نہ شد دو شد۔ یہ بھی اتفاق کی بات ہے۔ یہ ہنگامہ تو ابھی برپا ہی تھا کہ عبداللہ ابن جحش[۱] سے بمقتضائے بشریت ایک بیجا مبادرت ہوگئی۔ اوسکی تفصیل ہم شبلی صاحب کی زبانی حسب ذیل نقل کرتے ہین۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رجب ۲ ہجری مین یعنی اوسوقت جب غارت کاروان کی خبر مشہور تھی، عبداللہ بن جحش کو بارہ[۲] آدمیون کے ساتھ بطن نخلہ کی طرف بھیجا۔ یہ مقام مکہ اور طائف کے درمیان ایک شبانہ روز

[۱] شبلی صاحب حاشیہ مین لکھتے ہین۔ عبداللہ بن جحش جنکی سرداری مین یہ قتل واقع ہوا حضرت حمزہؓ کے بھانجے اور آنحضرت صلعم کے ماموں زاد بھائی تھے۔ قاتل یعنی واقد بن عبداللہ حضرت عمرؓ کی خلافت تک زندہ رہے دیکھو طبقات ابن سعدؒ۔ افسوس ہے کہ شبلی صاحب کو باوجود اتنی دعوی عقیدت کے خاندان رسالت سے اتنی مغائرت ہے کہ آنحضرت کی نسبی اور بہی قرابتون کو بھی نہین جانتے پھوپی کے لڑکے کو ماموں کا بیٹا بتلاتے ہین۔ المولف

کی مسافت پر واقع ہے۔ آپ نے عبداللہ کو ایک خط دیکر روانہ کیا اور فرمادیا کہ دو دن کے بعد اسکو کھولنا عبداللہ نے خط کھولا تو لکھا تھا کہ مقام نخلہ مین قیام کرو۔ اور صرف قریش کے حالات کا پتا لگاؤ اور مجھکو اطلاع دو۔ اتفاق یہ کہ قریش کے چند آدمی جو شام سے تجارت کا مال لئے آتے تھے سامنے سے نکلے عبداللہ نے اون پر حملہ کر دیا۔ اونمین سے ایک شخص عمر بن عبداللہ الحضرمی مارا گیا۔ دو شخص گرفتار ہوئے۔ اور مال غنیمت ہاتھ آیا۔ عبداللہ نے مدینہ مین آکر یہ واقعہ بیان کیا اور غنیمت کی چیزین بھی پیش کین۔ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا مین نے تمکو یہ اجازت نہین دی تھی۔ غنیمت کے قبول کرنے سے بھی آپ نے انکار فرمایا۔ صحابہ نے عبداللہ سے نہایت برہم ہوکر کہا۔

صنعتم ما لم تؤمروا به وقاتلتم في الشهر الحرام ولم تؤمروا بقتال۔ طبری، ص ۱۲۷۵

تم نے تو وہ کام کیا جسکا تمکو حکم نہین دیا گیا تھا اور تم ماہ حرام مین لڑے حالانکہ اس مہینے (رجب) مین تمکو لڑنے کا حکم نہین تھا۔

جو لوگ گرفتار اور قتل ہوئے وہ بڑے معزز خاندان کے لوگ تھے۔ عمر بن الحضرمی جو مقتول ہوا وہ عبداللہ حضرمی کا بیٹا تھا اور وہ حرب ابن امیہ (امیر معاویہ کا دادا) کا حلیف تھا۔ عرب کے قریش کا رئیس اعظم تھا اور عبدالمطلب کے بعد ریاست عام اسی کو حاصل ہوئی تھی۔ جو لوگ گرفتار ہوئے یعنی عثمان و نوفل دونون مغیرہ کے پوتے تھے۔ مغیرہ ولید کا باپ حضرت خالد کا دادا۔ اور حرب کے بعد دوسرے درجہ کا رئیس تھا۔ اس بناپر واقعہ نے تمام قریش کو مشتعل کر دیا۔ معرکہ بدر کا سلسلہ اسی واقعہ سے وابستہ ہے۔ عروہ بن زبیر حضرت عائشہ کے بھانجے تھے اونھون نے تصریح حال کی ہے کہ غزوہ بدر اور تمام لڑائیان جو قریش سے پیش آئین سب کا سبب یہی حضرمی کا قتل ہے۔ علامہ طبری لکھتے ہین۔

وكان الذي هاج واقعة بدر وسائر الحروب التي كانت بين رسول الله صلعم وبين مشركي قريش فيما قال عروة بن زبير بن العوام ما كان من قتل واقد بن عبد الله التميمي عمرو بن الحضرمي ص ۱۲۸۴

جس چیز نے بدر کے واقعہ کو ابھارا اور وہ تمام لڑائیان جو آنحضرت صلعم اور مشرکین قریش کے درمیان پیش آئین جیسا کہ عروہ بن زبیر ابن العوام کا قول ہے سب کا سبب یہی ایک تھا کہ واقد تمیمی نے عمرو حضرمی کو قتل کر دیا تھا

مرقومہ بالا عبارت سے کفار مکہ کا مدینہ پر اس تیزی اور پھرتی سے حملہ آور ہونا۔ اور جنگ بدر کا وقوع اور اوسکے تمام اسباب و علل پورے طور سے معلوم ہوگئے اور اوسکے ساتھ یہ بھی ثابت ہو گیا کہ عبداللہ بن جحش سے خلاف حکم ایک بیجا جرأت واقع ہو گئی۔ اسی لئے جناب رسولخدا صلعم ہی نے نہین بلکہ تمام صحابہ نے بیکبار دو الزامون کے لئے اونکو ملزم ٹھیرایا ایک تو خلاف حکم و ہدایت آنحضرت صلعم قافلہ قریش سے لڑنا۔ اونکو قتل و غارت کرنا۔ دوسرے ماہ مبارک رجب مین جنگ کرنا۔ جو نہ تنہا شرع اسلام ہی کے خلاف تھا بلکہ عرب کے قدیم دستور کے بھی مخالف تھا۔

مخالفین اسلام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ان سرایا کی نسبت یہ الزام لگاتے ہین کہ صحابہ کو اونکے ذریعہ سے قزاقی کی تعلیم دیجاتی تھی اور اوس طریقہ جبر و تشدد سے گرد و نواح کے قبائل کو بزور شمشیر مسلمان بنایا جاتا تھا۔

وہ ان واقعات کو انصاف کی آنکھون سے دیکھین۔ پڑہین اور غور کرین کہ حقیقت حال اگر ایسے ہی تھے جیسا تم کہتے ہو تو پہر عبداللہ بن جحش پر آنحضرت صلعم کو عتاب فرمانے اور مال غنیمت واپس کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ بلکہ عبداللہ نے تو عین آپ کے مدعا اور منشاء کے مطابق کام کیا تھا۔ زجر و توبیخ کی جگہ تو اونکی پیٹھ ٹھونکنی چاہتی تھی اور صحابہ کو بھی کیا ہو گیا تھا کہ عبداللہ کی اس عمدہ کارگذاری کو حقارت کی نگاہون سے دیکھنے لگے اور ایسے کارگذار شخص کو ملزم اور قصوروار ٹھیرانے لگے۔

جنگ بدر کا مدعا حملہ قریش کی مدافعت تھی نہ کاروان تجارت کی غارت

یہ سطحی الذہن اور قصیر الاطلاع۔ معترضین یورپ اصل حقیقت تک پہونچتے نہین۔ مرویات غیر مقید اور مقید کی شناخت۔ واقعیت اور اصلیت کی معرفت کا شعور انہین تو رکھتے نہین۔ صرف تعصب دینی کی اقتدار اور مخالفت اسلام کے مدعا کو پیش نظر رکھکر بلا وسواس و تامل تعریض کا ایک پہلو نکال لیتے ہین اور اوسکو اپنی تحقیق جدید کا نمونہ بنا کر دنیا بھر مین ایک ہنگامہ برپا کر دیتے ہین۔ انھین لغویات کے ایسا خاص معرکہ بدر کے متعلق عیسائی متعصبین نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ اصل مقصود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ابوسفیان والے قافلہ کو لوٹنا تھا۔ جو ملک شام سے مال تجارت بیچکر آ رہا تھا۔ نعوذ باللہ۔ اسی ارادہ سے آپ مسلمانون کے ساتھ نکلکر مقام بدر پر مقیم ہوئے تھے کیونکہ وہین سے شام جانے کا راستہ پہاڑون کی تنگ گھاٹیون سے ہو کر نکلتا ہے لیکن چونکہ آپ کے ارادون کی خبر قریش کو ہو چکی تھی اس لیے ابوجہل بھی اپنے قافلہ کی حفاظت کے لئے ایک فوج جرار تیار کر کے مکہ سے روانہ ہو چکا تھا۔ چونکہ قبل اسکے کہ ابوسفیان اپنا کاروان لے کر مدینہ مین پہونچے ابوجہل اپنا لشکر لیکر وہان پہونچ گیا اسلئے آنحضرت صلعم کو محض اتفاقی طور پر مقابلہ و مقاتلہ کی مجبوری واقع ہو گئی۔

عیسائیون کا یہ اعتراض اور اسکے تمام قرائن و اسباب جو اونھون نے اکٹھے کئے ہین بالکل غلط اور بے اصل ہین ہم جانتے ہین کہ ہمارے ہی ماخذون سے اسکے استادون کو ملے ہین۔ اور ہماری حدیث و تاریخ دونون قسم کی کتابون مین یہ مرویات موجود ہین۔ چنانچہ طبری مین یہ واقعہ بایں الفاظ مرقوم ہے۔

قالوا لما سمع رسول الله صلعم بابی سفیان مقبلا من الشام ندب المسلمین الیهم وقال هذه عیر قریش فیها اموالهم فاخرجوا الیها لعل الله ان ینفلکموها فانتدب الناس فخف بعضهم وثقل بعضهم و ذلك انهم لم یظنوا ان رسول الله صلعم یلقی حربا	لوگون نے بیان کیا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوسفیان کا شام سے روانہ ہونا سنا تو مسلمانون کو بلا کر فرمایا کہ قریش کا کاروان شام سے آ رہا ہے جس مین انکا مال ہے۔ چلو شاید خدا تمکو اس مین سے غنیمت دلوا دے۔ لوگ آمادہ ہو گئے اور بعضون نے پہلوتہی کی کیونکہ وہ سمجھے کہ آنحضرت صلعم کو کوئی لڑائی تو پیش آئیگی نہین۔ طبری ص ۱۲۲۹

یہ تو تاریخ کی روایت ہوئی۔ اسیطرح حدیث کی بھی بعض مرویات ہین چنانچہ صحیح بخاری۔ باب غزوہ تبوک مین عبداللہ بن کعب صحابی کی یہ روایت منقول ہے۔

عن عبد الله بن کعب لما تخلف عن رسول الله صلعم	عبداللہ بن کعب اپنے باپ کعب کا قول بیان کرتے ہین کہ مین

فی غزوۃ غزاھا الا غزوہ تبوك غیر انی کنت تخلفت
فی غزوۃ بدر ولم یعاقب احد تخلف عنھا انما خرج
النبی صلعم یرید عیر قریش حتی جمع اللہ بینھم
وبینہ غیر میعاد

(کعب) جناب رسولخدا صلعم کو چھوڑ کر کسی غزوہ میں پیچھے نہیں رہا بجز غزوہ تبوک کے۔ اور ہان غزوہ بدر مین بھی شریک نہ تھا۔ اور جو اسمین شریک نہ ہوا اوس پر کچھ عتاب نہین ہوا۔ کیونکہ آنحضرت صلعم قریش کے قافلہ کے لئے نکلے تھے لیکن خدا نے دونون فریق کو اچانک مقابل کر دیا۔

یہی مرویات معترضین کے باعث اعتراض ہین اور سرمایۂ ناز۔ ہمکو ان کی مرویات اسلامی سے انکار نہین۔ بلکہ اقرار ہے۔ یہ ضرور تاریخ وحدیث اسلامی کی مرویات ہین اور صحابہ کے منقولات لیکن ہم انپر اعتبار نہین کرتے اس لئے کہ ہم یقینی طور پر جانتے ہین کہ ان مرویات کے راویون کو انکے بیان مین سخت غلط فہمی واقع ہوئی ہے اونھون نے مدعائے رسول کو اپنے قیاس کے موافق سمجھا اور دوسرونکو سمجھایا جو بالکل حقیقت اصلیت اور واقفیت سے خلاف تھا جیسا کہ ہم پوری تفصیل سے اپنی مندرجہ بالا عبارت تمہیدی مین لکھ چکے ہین۔ معترضین کو اتنی تحقیق کی ضرورت نہین۔ وہ عام اس سے کہ کیسی ہی خلاف واقع خلاف عقل اور خلاف مناسبت ومصلحت ہو۔ جب کوئی اسلامی روایت اپنے مفید مطلب پالین گے اوسی کو آلۂ استدلال بنالین گے۔ اونھون نے طبری اور بخاری ہماری دو مشہور اور قدیم ماخذون سے اپنے اعتراض کی تائید مین دو روایتین نقل کر دی ہین۔ مگر بمصداق آنکہ ؎ چشم بداندیش کہ برکندہ باد۔ اونکو اوسی طبری اور بخاری مین اس بحث کے متعلق مفصلۂ ذیل مرویات نظر نہ آئین۔

عن علی ابن ابی طالب فلما بلغنا ان المشرکین قد
اقبلوا سار رسول اللہ صلعم الی بدر وبدر بئر
فسبقنا المشرکین الیھا الخ

حضرت علی بن ابیطالب سے منقول ہے کہ جب ہمکو خبر ملی کہ مشرکین آرہے ہین تو حضرت رسولخدا صلعم بدر کیطرف چلے۔ اور بدر ایک کنوئین کا نام ہے۔ جہان ہم مشرکین سے پہلے پہونچ گئے۔

معترضین کی آنکھون مین اگر کچھ بھی حقیقت بینی اور واقعہ شناسی کی بصارت ہوتی تو وہ اوسی تاریخ مین مرقومۂ بالا عبارت کو پڑھکر یقین کر لیتے کہ جنگ بدر کا اصلی باعث کیا تھا۔ شام سے آتے ہوئے قافلہ قریش کا لوٹنا تھا۔ یا مکہ سے قریش کی آتی ہوئی حملہ آور فوج سے مدافعانہ مقابلہ کرنا تھا۔ کیونکہ اس روایت کا اصل راوی وہ بزرگ ہے جو بقول شبلی صاحب کے معرکہ بدر کا ہیرو ہے۔ پھر وہ اپنے چشم دید واقعات مین کہین کاروان ابوسفیان کی تاراجی کا اشارتاً وکنایتاً ذکر بھی نہین کرتا۔ تو ایسے مقتدر اور معتبر شخص کے چشم دید بیانات کے مقابلہ مین کسی دوسرے ایسے شخص کے بیان کو جو شروع سے آخر تک شریک واقعہ نہین تھا۔ ترجیح دینا۔ نافہم معترضین ہی کا کام ہوگا۔ ذی فہم محققین تو کبھی اسکے پاس بھی نہین جائین گے۔

پھر اوسی تاریخ طبری مین بذیل واقعہ عبداللہ بن جحش۔ جسے ہم اوپر بھی لکھ آئے ہین مرقوم ہے۔

وکان الذی ھاج وقعۃ بدر وسائر الحرب التی کانت بین رسول اللّٰہ صلعم و بین مشرکی قریش فیما قال عروہ بن زبیر ما کان من قتل واقد بن عبد اللّٰہ عمرو بن الحضرمی۔

اور جس چیز نے بدر کے واقعہ کو ابھارا اور وہ تمام لڑائیاں چھیڑ دیں جو آنحضرت صلعم اور مشرکین میں پیش آئیں سب کا سبب یہی تھا کہ واقد بن عبد اللہ تمیمی نے عمرو بن حضرمی کو قتل کر دیا تھا۔

پھر اوسی طبری کی تیسری سند بھی ملاحظہ ہو۔ عبد اللہ بن جحش کے واقعہ میں۔ عروہ بن زبیر کے جس قول کا حوالہ دیا گیا ہے اوسکی تفصیل میں علامہ طبری کے یہ الفاظ ہیں۔

وکانت تلک الواقعۃ ھاجت الحرب بین رسول اللّٰہ صلعم و بین قریش اول ما اصاب بہ بعضھم بعضاً من الحرب وذلک قبل خروج ابو سفیان واصحابہ الی الشام۔ طبری ۱۲۸۵ مطبوعہ جرمن۔

اسی واقعہ نے آنحضرت صلعم اور قریش کے درمیان جنگ برپا کر دی تھی اور یہی سب سے پہلا واقعہ تھا جس میں ایک فریق نے دوسرے کو صدمہ پہونچایا اور یہ لڑائی ابو سفیان کی روانگی شام سے پہلے وقوع میں آچکی تھی۔

طبری کی اس روایت میں صاف طور پر تصریح موجود ہے کہ جنگ بدر شام سے ابو سفیان کے قافلہ کی روانگی سے پہلے واقع ہو چکی تھی۔ تو اب معترضین پشیمان و سرگریبان ہو کر اپنے اعتراضات کی مقدار حقیقت کو تو وسجھ لیں کہ اونکا اعتراض معیار صحت و صداقت پر کہاں تک صحیح اوترتے ہیں۔ وہ ہمارے جس ماخذ (طبری) سے اور اوسکی صرف ایک روایت سے اپنی تعریض کی تائید پیش کرتے ہیں اوسی ماخذ سے اوسکی متعدد اور متواتر۔ ایک نہیں تین تین تردیدیں ہم نے پیش کر دیں۔ ان اسناد و استدلال کو دیکھ کر کیا کوئی صحیح دماغ اور سلیم عقل رکھنے والا شخص کبھی کہہ سکتا ہے کہ عیسائیوں کے اس اعتراض میں کوئی اصلیت ہے۔

اب رہا یہ امر کہ طبری نے ایسے مختلف فیہ اقوال کیوں جمع کئے۔ اسکی حقیقت اور اسکی اصل وجہ ہم ڈاکٹر سر سید احمد خان کے الفاظ میں حسب ذیل نقل کئے دیتے ہیں۔ جو ہمارے مدعائے بیان اور معترض کے اطمینان کے لئے کافی ہوگا۔ سر سید مرحوم خطبات احمدیہ کے دیباچہ میں۔ اسلامی کتب تاریخ و حدیث کی سقم و صحت پر تبصرہ فرماتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔

مذہب کی تمام سچی اور جھوٹی روایتوں اور صحیح و موضوع حدیثوں کے مختلط مجموعے ہیں جن میں صحیح اور غلط مشتبہ اور درست سچی اور جھوٹی روایتوں کا امتیاز نہیں۔ اور جو کتابیں زیادہ قدیم ہیں اون میں اس قسم کا اختلاط اور زیادہ ہے۔ قدیم مصنفوں اور اگلے زمانہ کے مورخوں کی تصنیفات سے زیادہ غرض یہ تھی کہ ہر ایک قسم کی روایتوں اور افواہوں کو جو اونکے زمانہ میں پھیل رہی تھیں ایک جگہ جمع کر دیں اور اس بات کی تحقیقات اور تصحیح کہ کون سی ان میں بالکل صحیح ہے اور کون سی غلط۔ اور کس میں زیادتی ہوئی ہے یا کمی۔ اور کس میں اصل مضمون سمجھنے میں اور واقعہ بیان کرنے میں غلط

فہمی واقع ہوئی ہے۔ آیندہ وقت یا آیندہ نسلون پر منحصر رکھیں۔ مگر افسوس ہے کہ پچھلی نسلون نے بعوض اس کے کہ تحقیقات مطلوبہ کرنے سے اپنے بزرگون کے مقاصد کی تکمیل کرتے۔ انھین کتابون کو اپنی تصنیفات جدید کا ماخذ بنایا اور اسی لئے ان پچھلے مصنفون کی تصنیفون میں بھی وہی نقص باقی رہگیا جو اون قدیم مصنفون کی تصنیفون مین تھا۔ دیباچہ خطبات احمدیہ مطبوعہ لاہور ص ۱۱۔

حقیقتاً ہمارے قدیم ماخذ ہر اقسام کے واقعات کے مجموعے ہین صحت واقعات کے مقررہ اصول وقواعد کے مطابق اونکے معائنہ اور موازنہ کی ضرورت ہے۔ صاحبان تحقیق معیار مقررہ کے موافق اونکی صحت کی جب پوری تصدیق وتوثیق پالیتے ہین تو اونکی نقل واستنباط پر قلم اوٹھاتے ہین لیکن معترضین کو اسکی ضرورت نہین ہوتی۔ کیونکہ اونکو تو اپنے تعصب و نفسانیت کا کام چلتا کرنا ہے۔ عیسائی معترضین کے اعتراض کی یہی کیفیت اور حالت ہے جو بیان کی گئی۔

باقی رہا صحیح بخاری مین قافلہ ابوسفیان کے قصد تاراجی والی روایت کا موجود ہونا۔ جسکے راوی کعب صحابی بدری ہین اوسکا جواب ابھی ابھی ہم اوپر دے چکے ہین اور عنوان بحث مین بیان کر آئے ہین کہ یہ صحابہ کی صرف غلط فہمی ہے۔ جو اون کے غلط قیاس پر محمول ہے حقیقتاً چونکہ وہ جنگ بدر مین خود شریک نہ تھے۔ جیسا کہ اسی روایت مین وہ خود اقرار کرتے ہین اسلیئے وہ جنگ بدر کے اصلی اسباب اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد وارادہ کی حقیقت اور اصلیت کو نہ سمجھ سکے۔ اس بنا پر اونھون نے ذاتی طور پر جنگ بدر کا جو کچھ مقصد سمجھا تھا وہی دوسرونکو بھی سمجھایا لیکن کعب کی اس نقل واستنباط کی تردید حضرت علی مرتضیٰ ؑ کے قول وارشاد سے جو بخلاف کعب کے اس جنگ مین شریک تھے اور شریک بھی کیسے شریک غالب تھے۔ پورے طور سے ہوگئی ہے جو صاف صاف لفظون مین بیان کرتے ہین کہ مشرکین مکہ کی حملہ آوری کی خبر پاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدر کیطرف نہضت فرمائی آپ کے اس بیان مین ابوسفیان کے کاروان کا نہ ذکر ہے اور نہ نام ونشان۔ اسلئے جناب امیر ؑ کے ایسے شریک وامیر جنگ کے چشم دید بیان کے مقابلہ مین کعب کے غائب از موقع بیان کو کوئی نہ قابل التفات سمجھ سکتا ہے نہ لایق اعتبار اس بنا پر صحیح بخاری کی یہ روایت صرف نقل ہی نقل سمجھی جائے گی۔ اور اصل مین کچھ بھی نہین۔

ان واقعات تاریخی اور مرویات احادیث سے اعلیٰ تر شہادت قرآنی ہے جسکے بیان وارشاد کے آگے بخاری ہون یا طبری خس بھر بھی حقیقت نہین رکھتے۔ خدائے تبارک وتعالیٰ جنگ بدر کے اسباب ووقوع کے متعلق ارشاد فرماتا ہے۔

كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ فَرِيقًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَارِهُونَ يُجَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُونَ وَإِذْ يَعِدُكُمُ	اے پیغمبر جسطرح تجھکو تیرے خدانے گھر سے حق پر نکالا مسلمانون کا ایک گروہ اوسے پسند نہین کرتا تھا۔ یہ لوگ حق کے ظاہر ہوئے پیچھے تجھہ سے حق بات پر جھگڑا کرتے تھے۔ گویا موت کی طرف ہنکائے جارہے ہین جبکہ

کُمُ اللّٰہُ اِحْدَی الطَّائِفَتَیْنِ اَنَّھَا لَکُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَیْرَ ذَاتِ الشَّوْکَۃِ تَکُوْنُ لَکُمْ وَیُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُّحِقَّ الْحَقَّ بِکَلِمَاتِہٖ وَیَقْطَعَ دَابِرَ الْکَافِرِیْنَ۔

خدا تم سے یہ وعدہ کرتا تھا کہ دو جماعتوں میں سے کوئی جماعت تمکو ہاتھ آئے گی اور تم یہ چاہتے تھے کہ بے خرخشہ والی جماعت تمکو ہاتھ آجائے اور اللہ یہ چاہتا تھا کہ حق کو اپنی باتوں سے قایم کردے۔ اور کافروں کی جڑ کاٹ دے۔

آیہ مرقومہ بالا اوسوقت کی پوری حالت بتلا رہی ہے۔ اوسوقت مدینہ مین دونون خبرین زور سے گرم تھین۔ قافلہ ابوسفیان کی آمد کی بھی اور مدینہ مین ابوجہل کے حملہ کی بھی۔ مسلمانون کی جماعت مین اوسوقت دو مختلف خیال ورای کے لوگ تھے پہلی قسم کے وہ لوگ تھے جو قریش کی قزاقانہ تاخت وتاراجی اور کرز بن جابر الفہری کی عین مدینہ مین آکر نخلستان انصار کی غارتگری سے سخت متاثر ہوکر قریش کے راہ تجارت جو بدر کے قریب ہوکر شام کو جاتی تھی قطعی بند کردینا چاہتے تھے۔ چنانچہ سعد ابن معاذ مکہ مین جاکر قریش کے موبھر پر اپنے اس ارادہ کو کہہ بھی آئے تھے (بخاری باب المغازی) اور اپنے اس ارادے کی بناپر قافلہ ابوسفیان کی واپسی شام کے موقع پر راہ روک دی جانے کی صلاح دیتے تھے اور یون قریش کی تاخت وتاراجی کا کلہ بکلہ جواب دینا چاہتے تھے اور اہل اسلام کی قلیل جماعت اور افراد کفار کی کثیر تعداد کے اعتبار پر قریش سے جنگ ومقابلہ مین خود بھی رکتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی روکنے کی خواہش کرتے تھے۔ چنانچہ آیت مرقومہ بالا مین انھین لوگون کے حالات کی تصریح ہے۔

دوسری جماعت کے اہل اسلام دونون امور کے اختیار مین بالکل خاموش تھے۔ اور وہ ان امور کو قطعاً رضاے الٰہی اور منشاے حضرت رسالت پناہی پر چھوڑے ہوئے تھے۔ اس خموش جماعت سے تو خداے سبحانہ تعالیٰ کو کسی خطاب کی مطلق ضرورت ہی نہین تھی کیونکہ وہ تو اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کے اصول پر پورے طور سے عمل پیرا تھے جو کچھ خطاب تھا وہ جماعت اول سے جو جنگ وقتال کی دہشت وہیبت سے کانپے جارہے تھے۔ اور چاہتے تھے کہ قافلہ پر حملہ کیا جاوے جو آسانی سے مع مال ومتاع کے ہاتھ آجائے اور جدال وقتال کی مصیبتون سے سامنا نہ ہو۔ لیکن مشیت کو یہ منظور نہ تھا منشاے قدرت جیسا کہ الفاظ قرآنی ثابت کررہے ہین یہ تھا کہ مقابلہ ومقاتلہ سے ایکبار حق وباطل کا فیصلہ کردیا جائے اور پھر اس صفائی کے ساتھ کہ گویا کفر اپنے بیخ وبن سے مستاصل ہوجائے۔ اسی بناپر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جماعت اول کی صلاح ورائے کو ہمیشہ سنا مگر چونکہ خلاف مصلحت خداوندی تھا کبھی اوس پر عمل نہ فرمایا۔ بلکہ نہایت حزم واحتیاط سے خاموشی اختیار فرمائی اور مدینہ مین مکہ سے قریش کے آنے والے حملہ آور لشکر کا انتظار کرتے رہے جب وہ قریب آگئی تو باوجود اپنی قلیل جماعت کے آپ اونکے مقابلہ کو نکل کھڑے ہوئے۔ جیسا کہ تاریخ طبری کی عبارت سے حضرت علی مرتضیٰ کی زبانی اوپر لکھا جا چکا ہے۔

اصلاً اور حقیقتاً۔ جیسا کہ ہم اوسی طبری کی سند سے عروہ بن زبیر کی زبانی اوپر لکھ آئے ہین جنگ بدر قافلہ ابوسفیان

کی روانگی شام سے پہلے وقوع مین آچکی تھی۔

ہم نے مرقومہ بالا بحث مین معترضین کے اون تمام مغویانہ تعریض اور مفسدانہ تشنیع کی کامل تنقید و تردید کردی ہے اور خاصکر اونکے ماخذون کی اسناد سے جنکو اونھون نے بڑی سرگرمیون سے اپنی تعریضات کی تائید مین پیش کی تھین دکھلادیا ہے کہ اونکی پیش کردہ مرویات محققین کے نزدیک بالکل بے اصل اور ناقابل اعتبار ہین جس پر اونھون نے اپنے توہمات و مفسدات کے یہ سر بفلک طوفان اوٹھا رکھے ہین۔ اور دنیا کی نگاہون کے سامنے اسلام کے انوار حقیقت پر اپنی عالمفریب ظلمت قلبی کا پردہ ڈال رکھا ہے۔

جنگ بدر کے اصلی اسباب

اس بحث کو پوری تفصیل سے لکھکر اب ہم جنگ بدر کے واقعات کی تفصیل و بیان کی طرف رجوع کرتے ہین اسباب جنگ مین اوپر بیان ہوچکا ہے کہ عمر بن عبداللہ حضرمی کا اتفاقیہ طور پر عبداللہ بن حجش کے ہمراہی واقد بن عبداللہ التمیمی کے ہاتھ سے مقتول کئے جانے نے تمام قریش کو جوش انتقام اور مسلمانون کے قتل عام پر برانگیختہ کردیا۔ اہل عرب مین مقتول کا انتقام جسے وہ اپنی زبان مین ثار کہتے ہین اون کے تمام فرائض سے اعلی تر تھا اور اون کے واجبات مین سے کسی امر واجب مین اتنی اہمیت اور عظمت نہین تھی جتنی قاتل سے مقتول کا بدلہ اور عوض لینے مین اون مین یہ اتنا قدیم دستور تھا کہ زمانہ کے تصرفات قانون معاشرت کے تغیرات اور حکومت و سلطنت کے اختیارات اسکے متعلق کسی قسم کا تغیر و تبدل نہ پیدا کرسکے اور نہ اسمین کبھی اصلاح و ترمیم کی جرأت کرسکے۔ ایام عرب کے قدیم معرکے اونکی قیامت خیز اور جانفرسوز لڑائیان جن مین قبیلے کے قبیلے اور قومون کی قومین صفحہ روزگار سے نیست و نابود ہوگئین شاہد صادق ہین شبلی صاحب اسکی اہمیت ان الفاظ مین لکھتے ہین۔

عرب کا خاصہ قومی تھا کہ جب کسی قبیلہ کا کوئی کسی طریقہ سے کسی کے ہاتھ سے قتل ہوجاتا تھا تو ایک سخت ہنگامہ کارزار قایم ہوجاتا تھا۔ دونون طرف سے ٹڈی دل اومنڈ آتا تھا۔ اور خون کی ندیان بہجاتی تھین۔ یہ لڑائیان مدتون تک قایم رہتی تھین قبیلے کے قبیلے کٹ جاتے تھے۔ تاہم یہ سلسلہ بند نہین ہوتا تھا۔ عرب لکھے پڑھے نہ ہوتے تھے تاہم مقتول کا نام کاغذ پر درج ہوکر خاندان مین ورثہ چلا آتا تھا۔ بچون کو یہ نام یاد کرادیا جاتا تھا کہ بڑے ہوکر خون کا انتقام لینا ہے۔ داحس اور بسوس کی قیامت خیز لڑائیان جو چالیس برس قایم رہین اور جن مین ہزارون لاکھون جانین برباد ہوگئین اسی بنا پر ہوئین۔ عربی زبان مین اسی انتقام کو ثار کہتے ہین۔ یہ عرب کی قومی تاریخ کا سب سے بڑا اہم لفظ ہے۔ سیرۃ النبی جلد ایک ص ۲۶۲

یہ غزوہ بدر کے دفتر کا دیباچہ ہے۔ ممکن تھا کہ اگر حضرمی کا خون عبداللہ بن حجش کی تیز طبعی سے یا غلط فہمی سے نہ واقع ہوتا تو وقوع جنگ بدر مین کچھ توقف ہوجاتا۔ لیکن حضرمی کے قتل نے کفار کو جوش انتقام مین ایسا بیچین کردیا کہ پھر وہ دم بھر کے لئے نہ بیٹھ سکے۔ اس اثنا مین اس غلط افواہ نے جس کا موجد مفسد ابوجہل ثابت ہوتا ہے (دیکھو رحمت العلمین)

جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہین۔ کفار قریش کی رفتار انتقام کو اور تیز کر دیا۔ وہ ابوجہل کی یہ غلط افواہ تھی جسکو ہم اوپر اسکی قیامت کی چال بتلا چکے ہین۔ اس نے مشہور کر دیا کہ شام سے قافلہ تجارت کی واپسی کا حال سنکر پیغمبر خدا صلعم مسلمانون کے ہمراہ اوسپر حملہ کرینگے اور ابوسفیان کے قافلہ کو مع مال و متاع کے لوٹ لین گے"

مشرکین قریش کی پرجوشیون کے لئے حضرمی کا قتل ہی کیا کم تھا۔ اوسپر مسلمانون کی غارت کی خبر سونے پر سہاگہ کا کام کر گئی۔ اپنی تمام کائنات کی بربادی و تباہی کا حال سنکر غم و غصہ کی حرارت سے اونکے بدن مین لہو دوڑنے لگا اور وہ مبہوت ہو کر استیصال اسلام اور مسلمانون کے قتل عام کے لئے ایکبارگی گھرون سے نکل پڑے۔ شبلی صاحب اس غلط افواہ اور ابوجہل کی اس قیامت کی چال کی ان الفاظ مین پوری تفصیل فرماتے ہین۔

حضرمی کے قتل نے تمام مکہ کو جوش انتقام سے لبریز کر دیا تھا۔ اور اسی سلسلہ مین چھوٹی چھوٹی لڑائیان وغیرہ بھی پیش آگئین۔ (واقعات سرایا) دونون فریق ایک دوسرے سے پرحذر رہتے تھے۔ اور جیسا کہ ایسی حالتون مین عام قاعدہ ہوتا ہے۔ غلط خبرین خواہ مخواہ مشہور ہو کر پھیل جاتی ہین۔ اس اثنا مین ابوسفیان قافلہ تجارت لیکر شام گیا تھا اور ابھی وہ شام ہی مین تھا کہ یہ خبر وہان مشہور ہو گئی کہ مسلمان قافلہ پر حملہ کرنا چاہتے ہین۔ ابوسفیان نے وہین سے مکہ کو آدمی دوڑایا کہ قریش کو خبر ہو جائے۔ قریش نے لڑائی کی طیاریان کر دین۔ مدینہ مین یہ مشہور ہوا کہ قریش ایک جمعیت عظیم لیکر مدینہ آرہے ہین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مدافعت کا قصد کیا اور بدر کا واقعہ پیش آیا۔ سیرۃ النبی جلد اول

مدبران قدرت اور منتظمان مشیت مسلمانون کی قلیل جماعت۔ اونکی غربت۔ اونکا نازک موقع اونکی نازک حالت اور دشمنون کی لاانتہا مخالفت اور تمام بیرحمی و شقاوت کا ابھی اندازہ کر رہے تھے۔ اور مسلمانون کو صبر و رضا اور تحمل و سکوت کا امتحان لے رہے تھے۔ ابھی تک مسلمانون کو حکم جہاد نہین آیا تھا۔

نزول حکم جہاد۔ اور اوسکی ضرورت مفصلہ ذیل کی توجیہات و تصریحات سے ظاہر ہے۔ مدینہ مین آنحضرت صلعم کی تشریف آوری سے بارہ مہینون تک جہاد کا حکم نازل نہین ہوا۔ طبری لکھتے ہین۔

خرج فی صفر غازیا علی راس اثنا عشر شھرا من مقدمه المدینة	مدینہ مین تشریف لانے سے بارہ مہینون کے بعد صفر مین آنحضرت صلعم جہاد کیلئے نکلے۔

اتنے دنون تک حکم جہاد کا انتظار کیا گیا۔ اسی سے ظاہر ہے کہ ان ایام مین اذن جہاد نہ ملنے کی وجہ سے آپ نے مسلمانون کی جماعت کے ساتھ خاصکر ایسی حالت مین جب چارون طرف سے کفار قریش کے خونخوار حملات کی خبرین آرہی تھین اور گرد و نواح مدینہ تک اونکی دوڑین پہونچ گئی تھین۔ کیسے اضطراب و مصیبت مین بسر کی ہو گی جسکی مختصر سی کیفیت ہم اوپر لکھ آئے ہین۔ اسلام مین دشمنون پر جارحانہ حملہ کرنے اور سبقت فی القتال کے عمل قطعاً ممنوع کئے گئے تھے۔ اس لئے جیسا کہ صاحب رحمۃ العالمین لکھتے ہین اسلام کو جنگ جارحانہ (OFFENSIRE) سے کوئی واسطہ ہی نہ تھا لفظ

اسلام کا مادہ سلم ہے جسکے معنی صلح اور فروتنی کے ہین۔ جو مذہب دنیا مین صلح کا پیغام لے کر آیا ہو جس مذہب کی پیرو

ایماندار دن کو منکسر اور متواضع رہنے کا حکم ہو۔ وہ کیسے بے محابا کسی پر تلوار لیکر دوڑ جا سکتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ مسلمانوں نے کامل تیرہ برس تک مکہ میں طرح طرح کے ناقابل برداشت مظالم کفار کے ہاتھوں سہے۔ غریب کمزور غیر لوگ اور غیر مذہب و آئین کے لوگوں میں جا کر پناہ لی۔ لیکن اپنے دشمنوں پر ہاتھ نہ اٹھایا۔ اسی طرح آخر بار۔ کامل خموشی صبر اور استقامت کے ساتھ اپنے گھروں کو اپنے مقبوضات کو۔ اپنی جملہ جائداد و کائنات کو مکہ میں چھوڑ کر دامن جھاڑتے ہوئے خالی ہاتھ مدینہ چلے آئے۔ اور یہاں آکر سخت افلاس ناداری اور غریب الوطنی اور بیماری کی حالتوں میں کامل ایک برس تک اسی خموشی سکوت اور صبر میں بسر کی۔ مگر اب جب دشمنوں کی تلواریں گلوں سے آلگیں اور جان و مال کی تباہی و بربادی کا عین وقت پہنچ گیا اور وہ موقع آگیا اور وہ غیر متحمل ضرورت آپڑی کہ جنگ کے سوا چارہ ہی نہ تھا۔ اگر اب بھی یہ لوگ ہاتھ پر ہاتھ دیے بیٹھے رہتے تو نتیجہ یہ ہوتا کہ مرغیوں کی طرح گھروں کے اندر ذبح کر دیے جاتے اور پھڑک پھڑک کر اندر ہی اندر رہ جاتے۔ باہر کسی کو خبر بھی نہ ہوتی۔ انکی جانوں کے خاتمہ سے دنیا کو یہ نقصان ہوتا کہ پھر روے زمین پر خالص توحید کا نام لیوا نام لینے کو بھی نہیں ملتا۔

حضرت مسیح نے اپنے پورے[1] تین برس کے وعظ و نصیحت کے بعد جس ضرورت سے مجبور ہو کر اپنے حواریوں کو حکم دیا تھا کہ کپڑوں۔ لتوں اور نقدی کے بدلے۔ ہتھیار خرید کر مسلح ہو جائیں (انجیل متی باب ۲۷) اوسی ضرورت کی وجہ سے خدائے بزرگ و برتر نے مسلمانوں کی موجودہ حالتوں پر رحم فرما کر انکو بھی چودہ سال تک صبر کرنے اور ظلم برداشت کرتے رہنے کے بعد ان حملہ آور دشمنوں کے ساتھ مدافعانہ مقابلہ کا حکم دیا۔

اب وہ وقت آگیا۔ اور منعم حقیقی کی نگاہ حقیقت نے دیکھ لیا کہ بیگناہ مسلمانوں کی گردنیں کفار کی تلواروں کے نیچے آیا چاہتی ہیں۔ تو حکم جہاد کی آیت شہنشاہ رسالت پر ان الفاظ و عبارت میں نازل ہوئی۔

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ۔ زرقانی بحوالہ صحیح نسائی ج ۱ ص ۳۶۶	جن سے لڑائی کی جاتی ہے (مسلمان) انکو بھی ابلڑائی کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ اون پر ظلم کیا جا رہا ہے اور خدا انکی مدد پر یقینی قادر ہے

لیکن تفسیر ابن جریر طبری میں سب سے پہلی جو آیت متعلق بحکم جہاد بتائی گئی ہے وہ یہ ہے۔

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ	خدا کی راہ میں اون لوگوں سے تم بھی لڑو جو تم سے لڑتے ہیں۔

ان دونوں آیتوں کے علاوہ۔ صاحب رحمت للعلمین مرقومہ ذیل آیت کو بھی حکم جہاد میں داخل فرماتے ہیں۔

الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا ۔ حج ع	یہ لوگ بلاوجہ اپنے وطن سے نکالے گئے۔ صرف اسلئے کہ انہوں نے اپنا پروردگار خدا کو اپنا پروردگار مان لیا ہے اور اگر بعض کو (حملہ آوروں کو) بعض لوگوں (مسلمانوں) سے خدائے تعالیٰ دفع نکرتا تو ضرور عیسائیوں کے گرجا۔ یہودیوں کے معابد۔ اور ترساؤں کے مندر اور مسلمانوں کی مسجدیں کہ جن میں خدا کے نام کا ذکر کثیر ہوتا ہے۔ گرا دی جاتیں۔

عیسائی متعصبین حکم جہاد کی اصلی اغراض ضرورتین اور خاص مجبوریان جو ان الفاظ آیتہ مین بیان ہوئی ہین - اور جن غیر متحمل حالتون مین جب کارد و استخوان کا خاص وقت آلگا - اسلام کو اپنے جان و مال کی حفاظت اور خونخوار دشمنون کی مدافعت مین دست بقبضہ ہونے کا اذن ملا ہے - پڑہین سمجھین اور غور کرین اور پھر اپنے مفسدانہ اور مغویانہ تعریضات سے مقابلہ کرین تو کیا وہ یا دنیا مین کوئی اور بشرطیکہ انصاف پسند حقیقت بین اور واقعہ شناس ہو - کہہ سکتا ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کے ان احکام ترحمانہ اور عیسائیون کے ان اعتراضات مغویانہ مین کوئی مناسبت یا لگاؤ ہے ؟

مخالفین کے تمام اعتراضات کا مقصد اسپر ہے کہ اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا اور قبائل و عشائر عرب پر بلا وجہ حملے کئے گئے - اسکی تصریح و توجیہ الفاظ قرآنی مین خود موجود ہے کہ جس جنگ کی مسلمانون کو اجازت دیجاتی ہے وہ خالص مدافعانہ ہے اور بالکل حفاظت خود اختیارانہ پھر بجبر بزہ رکاو اہمہ و خیال کیسا پھر بھی الفاظ اس جنگ مدافعانہ کے اسباب و علل کو بھی نہایت صفائی سے بتلا رہے ہین کہ مسلمانون کو محض بے بسی اور بیکسی کی ایسی حالتون مین حکم جہاد دیا گیا ہے کہ وہ اپنے ملک و وطن - قوم و قبیلہ اور گھربار سے صرف اس جرم پر کہ وہ بخلاف کفار کے بیشمار بتون کی پرستش سے قطعی انکار - اور ایک خدا کی عبادت کا قلبی اقرار کرتے تھے - نکال باہر کر دیئے گئے تھے - اور بین سو میل کی دور و دراز مسافت پر جلا وطن کر دیے گئے لیکن اسپر بھی خونخواران کفار انکے تعاقب اور انکے قتل و غارت سے باز نہ آتے تھے - ان امور کی تفصیل و تصریح کے بعد یہ آیات قرآنی اور الفاظ ربانی صاف طور پر بتلا رہے ہین کہ اہل اسلام کو جہاد کا حکم تنہا کچھ انکے ذاتی منافع - قومی فوائد اور مذہبی ترقی و اشاعت کی غرض حاص سے نہین دیا گیا تھا - بلکہ ان احکام کا اصلی مدعا یہ تھا کہ اہل اسلام نے مدینہ مین آکر یہودیون اور عیسائیون کے مختلف قوم و قبائل سے انکی حفاظت و حمایت کے جو معاہد قایم کئے اور بلا لحاظ اختلاف قومیت و مذہب نہایت کشادہ دلی اور فراخ حوصلگی سے غیر اقوام غیر قبائل اور غیر مذاہب کے افراد - انکی جان و مال اور اون کے اہل و عیال کو ان معاہد کی رو سے اپنے سایہ عاطفت مین لے لیا ہے اور انکو انکے تمام امور دینی و قومی مین آزاد اور خود مختار کر دیا ہے ان شرائط معاہد کو عملی طور پر نہایت استقلال و استحکام سے پورا کرین جو امن عام اور تمام لوگون کی راحت و آرام کے اصول پر مبنی تھا اب ایسی حالت مین اگر اہل اسلام کو مقابلہ و مقاتلہ دشمن کی جو صریحاً ان نظام امن کے برہم زن تھے اجازت نہ دیجاتی تو وہ ان شرائط معاہد کے پورے کرنے سے بالکل مجبور و معذور رہتے - آخر مین نتیجہ وہی نکلتا جیسا کہ خود آیہ قرآنی میں بالتصریح موجود ہے کہ تمام قبائل و مذاہب کی آزادی بند ہوجاتی عیسائیون کے گرجون - یہودیون کے معبدون - ترساؤن کے مندرون اور مسلمانون کی مسجدون مین خدا کے نام کی تسبیح و تقدیس بکلم موقوف ہوجاتی ایسے واضح اور صاف توجیہات و تصریحات پر بھی متعصبین یورپ اسلامی جہاد کو زور شمشیر سمجھین تو یہ انکی صریح نفسانیت ہے اور جہالت -

غزوہ بدر

(١٧۔ رمضان المبارک جمعہ سنہ ٢ ہجری)

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

اے مسلمانو! خدا نے واقعہ بدر میں ایسے موقع پر تمہاری نصرت و حمایت کی جب تم بالکل کمزور اور ضعیف ہو رہے تھے

غزوہ بدر

واقعہ بدر کے تمام ابتدائی اسباب پورے طور سے بیان ہو چکے۔ حقیقتاً اسکی ابتدا اوسیوقت سے سمجھنا چاہیے جسوقت سے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحیح و سلامت مکہ سے مدینہ چلے آئے تھے کفار قریش کو شب ہجرت کے خونخوارانہ انتظام سے خاتمہ اسلام اور قتل جناب سید الانام علیہ السلام کا پورا یقین تھا لیکن تدبیر الٰہی سے ان بدبختان ازلی کو جسقدر اپنی کامیابی کی پوری اُمید تھی اوسیقدر مایوسی۔ محرومی۔ اور ناکامیابی نصیب ہوئی۔ تعاقب بھی کیا گیا کوسوں تک وادی و صحرا کی خاک ڈالی گئی۔ گرفتاری کے لئے اشتہار انعامی دیے گئے۔ مگر سوائے حسرت و ناکامی کے اب اونکی قسمتوں میں کچھ نہ تھا۔ اپنے بے انتہا غم و غصہ کی آگ میں جل بھن کر گھر بیٹھ رہے اسپر بھی استیصال اسلام کی اور مسلمانوں کے قتل عام کی خلش دل سے نہ گئی۔ مدینہ میں اسلام کا عروج اور مسلمانوں کا اطمینان سنکر بیچین ہو گئے استیصال اسلام کی فکریں کرنے لگے۔ تدبیریں سوچنے لگے۔ مکہ سے مدینہ تک کی قوم و قبائل کو اسلام کے خلاف اوبھارا انصار مدینہ سے کچھ چلتی نظر نہ آئی۔ عبداللہ بن ابی سلول کو مسلمانوں کی مخالفت پر برانگیختہ کیا یہودان مدینہ سے۔ جو اسلام کے ساتھ معاہدہ میں شریک ہو چکے تھے۔ سازش پیدا کی۔ اس سے بھی اطمینان نہیں ہوا تو خود سو سو دو دو سو کی جمعیت سے قرب و جوار کی لینے والی قوموں پر۔ جو اسلام کے معاہدے میں آچکی تھیں تاخت و تاراج کی پھر بالکل قزاقانہ اور خونخوارانہ طریقہ سے نخلستان مدینہ تک چڑھ دوڑے اور مسلمانوں کی بہت سی مویشیاں لوٹ کر لیگئے۔ اور اُنکے نخلستانوں کو جلا دیا۔

مسلمانوں کو مدینہ میں آئے ہوئے ایک برس سے زاید ہو چکے تھے۔ اِس اثنا میں کفار نے مسلمانوں کی خلاف اپنی جابرانہ اور ظالمانہ چھیڑ چھاڑ اور جا بجا دستیاں برابر شروع کر دیں اور جاری رکھیں لیکن مسلمانوں نے ابھی تک اونکے خلاف میں ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھایا تھا۔ متعصبین یورپ انھیں واقعات اور ابتدائی حالات سے کفار کے مظالم اور مسلمانوں کے صبر و تحمل کا پورا اندازہ کر لیں۔ پھر اشاعت اسلام کو بزور شمشیر قایم ہونے کے ثبوت دینے پر حوصلہ کریں گے

کفار قریش اور بدر کا سامان جنگ

کفار قریش کے اس سلسلہ مخالفت میں جسکی تفصیل کو ہم بطور اجمال بیان کر رہے ہیں ابوسفیان کے اُس قافلہ تجارت کی تیاری بھی ہے۔ مسلمانوں کی نسبت جسکے لوٹنے کو بقول مولوی شبلی صاحب یورپ کے مورخین غزوہ بدر کا اصلی سبب قرار دیتے ہیں۔ یہ کاروان بھی غزوہ بدر یا مسلمانوں کی قطعی استیصال کے سامان فراہم کرنے کی غرض خاص سے مرتب کیا گیا تھا اور شام کی طرف بھیجا گیا تھا باہم کفار میں صلاح و شورے سے یہ قرار پایا تھا کہ اس

کاروان سے اب کی بار جو کچھ نفع حاصل کیا جاوے اوسکا ایک حبہ بھی ذاتی مصارف مین نہ اوٹھایا جائے سب کا سب مسلمانون کے ساتھ معرکہ آرائی مین لگا کر اون کا بیکبار خاتمہ کر دیا جاوے۔

اس بناپر اس کاروان تجارت کا معمولی طور پر سامان نہین کیا گیا تھا۔ قریش کے تمام رؤسا اور امرا بلکہ ہر ہر فرد قوم نے اپنے تمام سرمایہ سے اسمین شرکت کی تھی۔ یہان تک کہ خواتین تک کا بچا بچایا اور چھپا چھپایا سرمایہ بھی اسکے نذر کر دیا گیا۔ شبلی صاحب تو اشارون سے بات کرتے ہین۔ آپ نے اپنے اوسی انداز خاص مین اسکی طرف بھی اشارت فرمائی ہے۔ عبارت یہ ہے۔

حملہ کے لئے سب سے بڑی ضرورت مصارف جنگ کا بندوبست تھا۔ اس لئے اب کے موسم مین قریش کا جو کاروان تجارت شام کو روانہ ہوا۔ اس سرو سامان سے روانہ ہوا کہ مکہ کی تمام آبادی نے جس کے پاس جو رقم تھی کُل کی کُل دیدی۔ نہ صرف مرد بلکہ عورتین بھی جن کا ... بار تجارت مین بہت کم حصہ لیتی تھین۔ اُنکا بھی ایک ایک فرد اس مین شریک تھا۔ سیرۃ النبی م۔

ابن سعد جلد دوم صفحہ ۷ مین۔ خاص ابوسفیان کی اس کاروان کی کثرت سامان کے متعلق لکھتے ہین۔

واللہ بمکۃ من قریش ولا قرشیۃ لہ نش ولا صاعدا الا بعث بہ معنا۔	مکہ مین کسی مرد قریش یا زن قرشیہ کے پاس ایک حبہ بھی ایسا نہین بچا تھا۔ جو اوس نے ہمارے ساتھ نہ کر دیا ہو۔

ابوسفیان کا یہ قول و اقرار خود۔ ایکی بار بخلاف دستور قدیم۔ اس کاروان کی اتنی اہمیت کی خاص غرض و غایت کو صاف صاف بتلا رہا ہے کہ قریش کو اپنی تمام دولت و کائنات کو تجارت مین ایکی بار لگا کر اور اتنے نفع کثیر اوٹھانے سے کون سی عظیم الشان مہم کو انجام دینا تھا۔ یہ عظیم الشان مہم وہی مسلمانون کا قتل عام تھا جسکے لئے مشورے کرکے باخود یہ سامان کئے گئے تھے۔

آخر مین ان سامانون کا نتیجہ بھی کچھ نہ نکلا۔ عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد۔ قریش مین سب سے زیادہ خاتمہ اسلام کا متمنی اور متعجل ابوجہل تھا۔ اس لئے اوس نے اپنی عجلت کی سوء تدبیری سے۔ یا قریش کی زبون تقدیری سے کفار قریش اور مشرکین عرب کے دلون مین اسلام کے خلاف ایک غیر متحمل برجوشی پیدا کر دینی کی غرض خاص سے یہ غلط افواہ پیدا کردی کہ مسلمان ابوسفیان والے قافلہ پر واپسی کے وقت مدینہ کے قریب حملہ کرینگے اور لوٹ لینگے۔ اس غلط افواہ کی ظاہری صورت کے قرائن بھی موجود ہوگئے۔ اس لئے کہ مدینہ کے پاس مقام بدر کے قریب ہی سے شام جانے کا راستہ پہاڑون کی تنگ گھاٹیون سے ہوکر نکلتا ہے۔ اس بناپر کفار نے خود بھی سمجھ لیا اور اونکو سمجھا بھی دیا گیا کہ ابوسفیان جب اس مقام پر آئیگا تو مسلمان اپنی کمینگاہون سے۔ جہان وہ پہلے ہی سے پوشیدہ ہونگے۔ ایکبار نکل کر اونکو لوٹ لینگے ابوجہل کی یہ چال قیامت کی چال تھی۔ جیسا ہم اوپر لکھ آئے ہین اور حقیقتاً اس نے قبائل عرب مین ایک ہیجانی

کیفیت ضرور پیدا کردی۔ سو ابوجہل کی غرض وغایت بھی یہی تھی لیکن منشائے تقدیر نے اونکے دعائے تدبیر کو اولٹ دیا ابوجہل نے مخالفت اسلام مین اہل عرب کی کثرت تعداد اور اونکے انتہائے جوش وسرگرمی پر اعتبار کرکے بلا انتظار واپسی کاروان اور بغیر خیال فراہمی سامان جنگ۔ جیسا کہ باخود ہاکی مشورت سے قرار پاچکا تھا ایک ہزار مسلح جوانون کی طیار جماعت لیکر جنگ کی تیاری کردی اور بدر کی طرف چل کھڑا ہوا۔ اپنی اس عجلت کا سبب یہ بتلایا کہ اس جمعیت سے کاروان تجارت کی حفاظت اور حملہ آور مسلمانون کی مدافعت کی جائیگی جو قریب ہی۔ شام سے واپس ہوتے ہی۔ مسلمانون کے ہاتھون مین پھنس جائینگے۔

اس بنا پر ابوجہل تو اتنی کثیر جمعیت کے ساتھ یلغارین کرتا ہوا مدینہ کے قریب پہونچ گیا۔ وہان لوٹنے والے اور لٹنے والے دونون اپنے اپنے مقامات پر خموش بیٹھے رہے۔ مسلمان مدینہ مین اور ابوسفیان شام مین جیسا کہ طبری مین مرقوم ہے۔

وذلک قبل مخرج ابی سفیان واصحابہ الی الشام | واقعہ بدر ابوسفیان اور اوسکے ہمراہیون نے روانگی شام سے پہلے واقع ہوچکی تھی۔

کفار قریش تو مسلمانون کی طرف سے اپنی مخالفت یا اونکے قتل وغارت کے خیال آپ پیدا کرکے اپنی ہوا مین آپ اڑ رہے تھے بخلاف انکے مسلمان اونکے مظالم کا مدینہ مین گھر بیٹھے مشاہدہ کررہے تھے اور یقین کررہے تھے کہ اونکی بڑھتی ہوئی شرارتین ایک نہ ایک دن آنکو مدینہ پر حملہ کرنے کے قصد سے ضرور چڑھا لائینگی۔ لیکن مسلمان خموش رہکر اسوقت تک اشارہ قدرت اور منشائے مشیت کے حکم کا انتظار کررہے تھے۔ جسکے بغیر وہ اپنی ذراسی جنبش اور حرکت کو گناہ کبیرہ سمجھتے تھے۔

مشاہدات متواترہ کے علاوہ وحی الٰہی کے ارشادات اپنے پیغمبر برحق کو قریش کے ان ظالمانہ تدبیر وارادے سے آگاہ کرتے جاتے تھے۔ چنانچہ طبری کے اسناد سے حضرت علیؑ کا یہ ارشاد کہ جناب رسولخدا صلعم ہملوگون سے اکثر چاہ بدر کی نسبت پوچھا کرتے تھے۔ اس امر کا شاہد صادق ہے کہ آپ جنگ بدر کے متعلق قبل از وقوع بذریعہ وحی مطلع فرمادیے گئے تھے۔ اور لشکر قریش کے بالکل قریب پہونچ جانے تک کسی قسم کی تحریک وسبقت کرنے سے روکدیے گیے تھے۔ چنانچہ جمہور مورخین ومحدثین کا اسپر اتفاق ہے کہ لشکر کفار کے بالکل قریب بدر آجانے کی صحیح خبر پاکر آنحضرت صلعم نے اونکی مدافعت کا ارادہ فرمایا۔ جو حکم قدرت اور تدبیر مشیت کا عین مقصود تھا۔

جنگ بدر کا اعلان اور مبارزان اسلام کے اظہار عقیدت

جب جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لشکر قریش کے قریب بدر پہونچ جانے کی تحقیق خبر مل گئی تو آپ نے اون سے مقابلہ ومقاتلہ کے متعلق سب سے پہلے جو کام کیا۔ وہ تمام اہل اسلام کی جماعت مین اس قصد وارادہ جنگ کا اعلان کرنا اور شرکت محاربت پر مسلمانون کا عام استمزاج لینا تھا۔ حکم ہوا اور تمام اہل اسلام حاضر تھے۔ وہ کفار کے مظالم اور اپنے مصائب کو خود جانتے تھے۔ اس لیے آنحضرت صلعم کو زیادہ بیان کی ضرورت نہین ہوئی۔ سب نے سمعاً واطاعاً کہکر سرہائے تسلیم جھکادیے لیکن اوس

رحمت عالم اور خلق مجسم کا ابھی اطمینان نہین ہوا۔ وہ مہاجرین سے نہین۔ بلکہ اپنے خلق عظیم کے تقاضہ سے جماعت انصار کی زبان و الفاظ مین اپنے اس قصد کی تصمیم و تسلیم کا اقرار کرانا چاہتا تھا۔ اسلئے کہ جو شرائط جنگ کی اون سے معاہدہ لئے گئے تھے وہ مدینہ کے اندر ہی رہکر اونکو جنگ و مقابلہ کرنے کا پابند بناتے تھے۔ مدینہ سے باہر جاکر جنگ کرنے کے شرط نہین تھی اور یہ ظاہر تھا کہ مدینہ سے آٹھ میل کی مسافت پر جاکر اونکو دشمن سے لڑنا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نزدیک یہ خلاف معاہدہ واقع ہوتا تھا۔ اسی لئے آپ رک رہے تھے اور بار بار اونکی طرف رخ کرتے تھے اور اونکے جواب کے منتظر تھے۔ مزاجدان جان نثار اور آداب شناس انصار آنحضرتؐ کے مدعائے دلی کو سمجھ گئے۔ گروہ انصار سے سعد بن عبادہ ہمہ تن عقیدت بنکر اوٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کرنے لگے اب ہم ان جان نثاران اسلام کی تقریرین پہلے شبلی صاحب کی زبانی ذیل مین نقل کرتے ہین۔

سعد بن عبادہ رئیس خزرج کی تقریر

سعد بن عبادہ۔ (رئیس قبیلہ خزرج) نے اوٹھکر کہا کیا حضور کا اشارہ ہماری طرف ہے۔ خدا کی قسم آپ فرمائین تو ہم سمندر مین کود پڑین۔ یہ صحیح مسلم کی روایت ہے۔ بخاری مین ہے کہ مقداد نے کہا کہ ہم قوم موسیٰؑ کی طرح یہ نہ کہین گے کہ آپ اور آپ کا خدا جاکر لڑین۔ ہم لوگ آپکے داہنے سے بائین سے سامنے سے پیچھے سے لڑینگے۔ انکی تقریر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا چہرہ چمک اوٹھا۔ سیرۃ النبی ص ۲۳۱

شبلی صاحب نے اپنے اوسی قدیم ذاہمہ۔ مشاقین یوروپ کے خوف سے اس واقعہ کو جس قطع و برید کے ساتھ مبہم کر کے لکھا ہے وہ محققین کی نگاہون سے پوشیدہ نہین ہے۔ ایک تو آپ کی صحیحین کے محدثین نے اس تاریخی واقعہ کو جس اختصار کے ساتھ لکھا تھا وہی اسکی تفصیل کے استخفاف کے لئے کافی تھا۔ اوسپر آپ کی تلخیص نے اور بھی ناقص کر دیا۔ یہ اصلی موضوع کے ماخذون کو چھوڑ دوسرے خارجی ماخذون سے استنباط و استخراج مرویات کا نتیجہ ہے۔ ایک تو یہ غلطی کی دوسرے جان نثاران انصار مین اصل جان نثار سعد بن معاذ کی تقریر کو بالکل ترک کر دیا۔ حالانکہ سعد بن عبادہ کی نسبت تقریر کرنے کا واقعہ ہی محققین کے نزدیک اب تک مشکوک ہے۔ اور سعد بن معاذ کی تقریر پر اتفاق جمہور ہے۔ چنانچہ اسکی تفصیل حاشیہ مین ملاحظہ ہو۔

اب ہم اس واقعہ کی پوری تفصیلی کیفیت طبری اور ابن ہشام سے حسب ذیل نقل کرتے ہین۔

کان علیہ السلام اخبرھم من قریش فقام ابوبکرؓ[۱]	جب آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تمام مجمع مسلمین کو قریش کی خبر سے مطلع فرمایا تو

[۱] تعجب ہے کہ ماخذون مین حضرات شیخین کا ذکر ہے مگر انمین سے کسی بزرگ کی تفصیلی تقریر نہین۔ اس ضرورت سے زرقانی کی شرح مین تلاش کیگئی اوسمین بھی حضرت ابوبکرؓ کی تقریر کا کوئی ذکر نہین ملا۔ ہان حضرت عمرؓ کی تقریر کے یہ الفاظ دکھلائی دیے یا رسول اللہ انھا قریش وعزھا واللہ ماذلت منذ عزت ولا امنت منذ کفرت واللہ لتقاتلنک فاھب لذلک اھبتہ واعد لذلک عدتہ۔ یا رسول اللہ یہ قریش اونکی عزت کا معاملہ ہے قریش نے جب سے عزت پائی آجتک ذلیل نہ ہوئے اور جب سے کافر ہوئے آجتک ایمان نہ لائے

الصدیق فقال واحسن ثم قال عمر بن الخطاب
فقال واحسن ثم قام عمر بن الخطاب فقال واحسن
ثم قال المقداد فقال یا رسول اللہ امض لما اراک
اللہ فنحن معک واللہ لا نقول لک کما قالت بنو اسرائیل
لموسیٰ اذھب انت وربک فقاتلا انا ھٰھنا قاعدون
ولکن اذھب انت وربک فقاتلا انا معکما مقاتلون
فوالذی بعثک بالحق لو سرت بنا الی برک الغماد لجالدنا
معک من دونہ حتی تبلغہ فقال رسول اللہ صلعم
خیراً ودعا لہ بہ ثم قال رسول اللہ صلعم اشیروا علیّ
ایھا الناس وانما یرید الانصار وذلک انھم عدد الناس
وانھم حین بایعوہ بالعقبۃ قالوا یا رسول اللہ صلعم انا
براء من ذمامک حتی تصل الی دیارنا فاذا وصلت الینا فانت
فی ذمتنا نمنعک مما نمنع منہ ابناءنا ونساءنا فکان رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یتخوف الا تکون الانصار
تری علیھا نصرتہ الا ممن دھمہ بالمدینۃ من عدوہ وان
لیس علیھم ان یسیر بھم الی عدو من بلادھم فلما قال ذلک
رسول اللہ صلعم قال لہ سعد بن معاذ واللہ لکانک
تریدنا یا رسول اللہ ص قال اجل قال فقد آمنا بک و
صدقناک وشھدنا ان ما جئت بہ ھو الحق واعطیناک
علی ذلک عھودنا ومواثیقنا علی السمع والطاعۃ
فامض یا رسول اللہ لما اردت فنحن معک فوالذی بعثک
بالحق لو استعرضت بنا ھذا البحر فخضتہ لخضناہ
معک ما تخلف منا رجل واحد وما نکرہ ان تلقی بنا عدو

حضرت ابوبکر الصدیق کھڑے ہوئے۔ تقریر کی اور انکی تعریف کیگئی
پھر حضرت عمر بن الخطابؓ کھڑے ہوئے تقریر کی اور تعریف کیگئی پھر حضرت
مقداد کھڑے ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ ص آپکو جو حکم خدا ملا ہے وہ کیجیے
ہملوگ آپکے ساتھ ہین۔ خدا کی قسم ہم آپ کی خدمت مین وہ ہرگز نہین کہینگے جو
بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا کہ اے موسیٰ تم اور تمہارا خدا دونون
لڑنے جاؤ ہم یہین بیٹھے کے بیٹھے رہینگے لیکن اونکو برخلاف ہم تو یہ کہینگے
کہ آپ اور آپکا خدا غنیم سے لڑنیکے لیے چلین ہم آپ کے ساتھ چلنے اور اپنے
کو تیار ہین اور اس خدا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اگر آپ
ہملوگون برک الغماد (علاقہ یمن) تک بھی لیجائین۔ تو ہم آپ کی رکاب مین برابر تلوار چلایا
کرینگے یہانتک کہ آپ کا ارادہ پورا ہو۔ یہ سنکر جناب رسول اللہ صلعم نے مقداد کو دعائے خیر دی
انکے بعد آپ نے فرمایا ایہا الناس تملوگ مجھے اس امر مین مشورہ دو اس کہنے سے آپ کا
روئے سخن خاصکر انصار کی طرف تھا اور اون مین بھی خاصکر اونھین مخصوصین
انصار سے جو پہلے آپ سے بیعت عقبہ کر چکے تھے۔ اونھون نے عرض کی یارسول اللہ
صلعم ہم اسوقت تک آپکے ذمہ دار نہین تھے جبتک آپ ہمارے شہر و وطن مین
نہین آئے تھے۔ اب جب آگئے۔ تب ہم آپ کے بالکل ذمہ دار ہینگے اس بنا پر ہم
آپ سے اون تمام امور کی مدافعت کرینگے جن امور کی ہم اپنے اہل و عیال سے
مدافعت کرتے ہین جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل مین یہ خیال تھا کہ کہین میرے
رسولکے جو انصار ہین یہ نہ کہین کہ ہمنے آپسے مدینہ کے اندر دشمن کے حملہ آور ہونیکے وقت مدد کرنیکا وعدہ
کیا ہے اور ایسی حالت مین کہ جب دشمن سے باہر جاکر مقابلہ کی ضرورت ہو تو
وعدہ نہین۔ جب آنحضرت صلعم نے تقریر مین اسکی طرف اشارہ کیا تو سعد
بن معاذ نے اوٹھکر عرض کی کیا اس ارشاد سے ہملوگون کی طرف اشارہ ہے آپنے
ارشاد فرمایا۔ ہان۔ سعد نے عرض کی کہ ہم سب آپ پر ایمان لاچکے۔ آپ کی
تصدیق کر چکے اور جو کچھ حضور پر منجانب اللہ نازل فرمایا گیا ہے اوسکی شہادت

بقیہ حاشیہ صفحہ دیگر۔ آپنے اوسپر ڈٹکر خدا کی ہیبت اونپر قایم کیجیے اور اوس کا وعدہ پورا کیجیے مخلصین کی مندرجہ بالا اظہار عقیدت سے اس تقریر کو جو مناسبت ہے
وہ محققین کی نگاہوں سے مخفی نہین یہ خوش عقیدہ محدثین کا اضافہ ہے حقیقت کچھ بھی نہین ہیرؓ کا نام داخل کر دیا گیا ہے ورنہ واقعیت ہوتی تو اصل واقعہ
کے ساتھ ان بزرگون کی تقریرین بھی واقعات تاریخی بنکر نقل ہوتین۔ المؤلف

واذا عدالصبر فی الحرب صدق فی اللقاء لعل اللہ یریک منا ما تقربہ عینک فسر بنا علی برکۃ اللہ فسر رسول اللہ صلعم بقول سعد ونشطہ ذلک

دے چکے اور آپ کی اطاعت و متابعت کے معاہدے لکھ چکے پھر استفسار کی ضرورت کیا ہے آپ نے جو ارادہ فرمایا ہے اوسپر عمل کیجئے ہم آپ کی خدمت کو حاضر ہین۔ اوس خدا کی قسم جس نے آپ کو حق پر مبعوث فرمایا ہو اگر آپ ہمکو اس دریا مین کودپڑنے کیلئے حکم دین تو ہم بلا تامل داخل دریا ہو جائین۔ اور ہم مین سے کوئی شخص بھی آپ کے اس حکم سے نہ خلاف کر سکتا ہے اور نہ انکار کر سکتا ہے۔ اور آپ میدان جنگ مین دیکھ لین گے کہ ہم جدال و قتال کی سختی کے وقت کیسا صبر و تحمل کرتے ہین اور ہم اپنی جان نثاریان دکھلا کر آپ کی آنکھین ٹھنڈی کرینگے بس خدا کی تائید و برکت کی امیدون پر آپ تشریف لے چلین۔ جدہر کا قصد فرما چکے ہین۔ سعد ابن معاذ کے یہ کلمات عقیدت سنکر آپ بیحد مسرور ہوئے ابن ہشام جلد دوم ص ۱۳ مصر

اس تقریر کے بعد جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عزم جہاد مستقل کردیا۔

میدان بدر کی طرف روانگی	بارہوین رمضان المبارک سنہ ۲ ہجری کو آپ قریب تین سو چودہ ۳۱۴ آدمیون کی جمعیت لیکر مدینہ سے باہر نکلے اور ایک میل کی مسافت پر چاہ ابی عنبہ کے پاس قیام فرمایا۔ یہان ٹھہر کر لشکر اسلام کا جائزہ لیا گیا۔ اور سب کو یہان جمع ہونیکا

حکم فرمایا گیا۔ جان نثار مہاجر و انصار سرفروشون کی پرجوشیون مین لبیک کہتے ہوئے حاضر ہوئے۔

بقیہ عبارت حاشیہ کیونکہ علامہ زرقانی نے حضرت ابوبکرؓ کی تقریر کی نسبت تو کمال تفحص کے بعد آخرکار یہ لکھدیا ہے لم ار من ذکر ما یعنی معلوم ہوتا آپ نے کیا تقریر کی حضرت عمرؓ نے جو تقریر کی وہ نقل کر کے حقیقت حال دکھلا چکی گئی ۔ اوسی زرقانی کی تحقیق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ واقعی یہ قصہ تقریر شیخین صرف علما کی خوش عقیدگی کے حاشیے ہین کیونکہ امام سہیلی نے اس مسئلہ مین کامل بحث کی ہے۔ زرقانی اوسکو مفصلہ ذیل عبارت مین لکھتے ہین۔

قال سید الناس فی عیون الاثر المذکور عن سعد بن معاذ ولفظہ عن انس ان رسول اللہ صلعم شاور حین بلغہ اقبال فتکلم ابوبکر فاعرض منہ ثم تکلم عمر فاعرض عنہ	عیون الاثر مین سید الناس لکھتے ہین کہ یہ کلام جو سعد بن عبادہ کیطرف منسوب کیا جاتا ہے وہ حقیقتاً سعد بن معاذ کی زبانی ہو جیسا کہ انسؓ نے اپنے لفظ مین بیان کیا ہو کہ جب آنحضرت صلعم کو ابوسفیان کے آنے کی خبر ہوچکی تو

آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا۔ حضرت ابوبکرؓ کھڑے ہوئے اور تقریر کی۔ آپ نے کچھ توجہ نہ فرمائی۔ پھر حضرت عمرؓ نے تقریر کی۔ آپ نے کوئی توجہ نہ فرمائی۔

اب واعرض عنہ کے الفاظ و معانی کو۔ روایت مرقومہ بالا کے الفاظ فاحسن سے مقابلہ کر کے حقیقت حال خود سمجھہ لی جا سکتی ہے جس مین واقعیت تو نام کو بھی نہین۔ ہان خوش عقیدگی کے ہاتھون سے تبرکاً اسکے داخل کئے جانے کی مناسبت ضرور جھلکتی ہے یہ تو اس موقع پر اندونون بزرگون کی تقریر کی حقیقت حال کا انکشاف کیا گیا۔ اب ہم شبلی صاحب کے اوس مختار کی تنقید کرتے ہین جو آپ نے سعد بن عبادہ کی تقریر کی نسبت قایم فرمایا ہے اور اصل مقرر سعد بن معاذ کی تقریر کو قطعاً مرفوع القلم کر دیا ہے چنانچہ ہم زرقانی کی عبارت سے علامہ سید الناس کی مرقومہ بالا عبارت کے بقیہ مضامین ذیل مین نقل کر کے شبلی صاحب کے اس مختار کی پوری تنقید کر دیتے ہین۔

فقام سعد بن عبادۃ فقال ایانا ترید یا رسول اللہ و	سعد بن عبادہ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ کا اس کلام کا خطاب کیا ہم

جان بازوں کی عقیدتمندانہ پرجوشیوں اور سرگرمیوں کا یہ عالم تھا کہ صغیر السن اور غیر مکلف بچے تک شریک جہاد ہونے کی تمنا میں گھروں سے باہر نکل آئے تھے۔ اور جوانوں کی صف میں ملکر کھڑے ہوگئے تھے۔ معائنہ کے وقت ان کو غیر مکلف قرار دے کر واپس جانے کا حکم ہوا۔ ان نوعمر بچوں میں عمیر بن ابی وقاص بھی تھے۔ جب انکو بھی واپسی کا حکم ہوا تو یہ پھوٹ کر رو پڑے۔ آنحضرت صلعم ان کی بیتابی سے نہبت متاثر ہوئے اور بالآخر اجازت دیدی۔ عمیر کے بھائی سعد بن ابی وقاص نے اس کمسن جان نثار اسلام کی کمر میں تلوار باندھکر گود میں اوٹھا لیا۔ اور ساتھ لے لیا۔

بقیہ عبارت حاشیہ۔ والذی نفسی بیدہ لو امرتنا ان نخیضہا البحر لاخضناہا ولو امرتنا ان نضرب اکبادھا الی برک الغماد لفعلنا۔ الحدیث القول کابن ابی شیبہ وابن عائذ وابن مردویہ قال الحافظ و یمکن الجمع بانہ صلعم استشارھم مرتین الاولی بالمدینۃ اول ما بلغہ خبر العیر وذلک بین من لفظ مسلم شاور حین بلغہ اقبال ابوسفیان والثانیۃ لانہ کانت بعد ان خرج کما فی حدیث الجماعۃ۔ ووقع عند الطبرانی ان سعد بن عبادہ قال ذلک بالحدیبیہ وھذا اولی بالصواب زرقانی ص ۴۰۰ مصر

لوگوں سے ہے قسم اوسکی جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر آپ ہمکو حکم دیں تو ہم ان کے کلیجوں پر ضربیں لگاتے ہوئے برک الغماد تک چلے جائیں اس حدیث کو ابن ابی شیبہ۔ ابن عائذ اور ابن مردویہ نے لکھا ہے۔ حافظ ابن حجر اس اختلاف کا فیصلہ یوں کرتے ہیں کہ انکی تجمیع کی یہ صورت قرار پاسکتی ہے کہ آنحضرت صلعم نے دوبار مشورت کی ایکبار مدینہ میں جب قافلہ ابو سفیان کی خبر آمد معلوم ہوئی جیسا کہ حدیث مسلم کے الفاظ بتلارہے ہین کہ آپنے صحابہ سے مشورت کی جب ابوسفیان کی آمد معلوم ہوئی دوسری بار مدینہ سے نکل کر جیسا کہ مرویات اجماعیہ سے ظاہر ہوتا ہے لیکن طبرانی نے اس قول سعد ابن عبادہ کی نسبت لکھا ہے کہ سعد بن عبادہ نے صلح حدیبیہ میں حیبیت رضون کے موقع پر یہ تقریر کی تھی۔ اور یہی صحت سے قریب تر ہے۔

ہم اوپر لکھ آئے ہین کہ شبلی صاحب نے محض صحیح مسلم کے اعتبار پر اپنے اس مختار کو قائم کیا ہے حالانکہ آپ ہی کے محققین و محدثین سعد بن عبادہ کی اس تقریر میں مشکوک ہیں۔ تقریر ہونا یا نہ ہونا تو درکنار۔ یہ حضرات تو سعد بن عبادہ کو شرکاء جنگ ہی میں داخل نہیں کرتے۔ چنانچہ علامہ زرقانی اسکی حقیقت کا حسب ذیل انکشاف فرماتے ہین۔

واختلف فی شہود سعد بن عبادۃ بدرا ولم یذکرہ موسی بن عقبۃ ولا ابن اسحاق فی البدریین وذکرہ الواقدی والمدائنی وابن الکلبی۔ اما الواقدی الحافظ المتروک مع سعۃ علمہ والمدائنی وثقہ ابن معین وقال ابن عدی لیس بقوی وابن الکلبی فیہ کلام العیون وفی فتح الباری اشارۃ لانہ قال لم یشہد سعد بن عبادہ بدرا وان عدمنہم لکونہ ضرب لہ بسہمہ واجرہ وفی عیون

علماء میں اس امر پر اختلاف ہے کہ سعد بن عبادہ شریک بدر تھے یا نہیں انکو موسیٰ بن عقبہ و ابن اسحاق نے شرکاء بدر میں نہیں لکھا ہے لیکن واقدی، ابن مدائنی اور ابن کلبی نے لکھا ہی۔ واقدی حافظ حدیث تو باوجود شہرت علم کے متروک الحدیث ہے اور ابن مدائنی کو اگرچہ ابن معین نے ثقہ لکھا ہے لیکن ابن عدی توی الحدیث نہیں جانتے۔ ابن کلبی کے بارے میں صاحب عیون نے کلام کیا ہے اور فتح الباری نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے کہ سعد بن عبادہ معرکہ بدر میں شریک ہی نہیں تھے اب رہی یہ بات کہ پھر انکا حصہ کیوں دیا گیا۔ اسکی نسبت عیون الاثر میں اس

مجاہدین کا شمار کیا گیا تو تعداد میں مجموعاً تین سو تیرہ آدمی نکلے جمہور کا متفقہ بیان ہے کہ یہی طالوت کی لشکر کی بھی تعداد تھی جو جالوت کے مقابلہ میں نکلا تھا شہر کی محافظت اور انتظام کے لئے ابو لبابہ کو مدینہ کے حصہ زیرین کا حاکم بنا کر یہیں سے روانہ کر دیا گیا۔ اور عاصم بن عدی کو۔ مدینہ کی بالائی آبادی کا جسے عالیہ کہتے ہیں امیر و محافظ مقرر کر کے بھیجدیا گیا۔ ان ضروری انتظامات کے بعد جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنی روانگی سے پہلے بسبسہ اور عدی کو لشکر قریش کی خبر رسانی کیلئے بھیجدیا اور یہ دونوں آدمی حسبِ حکم بدر کیطرف جہاں لشکر قریش کے پہنچنے کی خبر ملی تھی روانہ ہو گئے۔ مجاہدوں کی روانگی کے دوسرے دن

ما نقلہ المصنف عنہ و رویناعن ابن سعد انہ کان یتہیا للخروج الی بدر ویاتی دور الانصار یحضہم علی الخروج فنہس قبل ان یخرج فاقام فقال صلی اللہ علیہ والہ وسلم لئن کان سعد لم یشہدھا لقد کان علیہا حریصا وقال روی بہ بعضہم ان علیہ السلام ضرب لہ بسہمہ واجرہ انتہی وھو ایضا ایماء الی ان الاختلاف بالاعتبار لا حقیقی ص ۵

قول کو لکھکر مرقوم ہے کہ ابن سعد کے اسناد سے یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ جنگ بدر میں شریک ہونیکو آمادہ تھے۔ اور انصار کے گھروں میں جاکر اونکو شرکت جنگ پر آمادہ کرتے تھے اس اثنا میں انکو سانپ نے کاٹ لیا اور یہ رک گئے یہ خبر سنکر آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ سعد بن عبادہ گو لڑائی میں شریک نہیں ہوئے لیکن وہ آمادہ ضرور تھے بعض راوی کہتے ہیں کہ اسی بنا پر اونکا حصہ غنیمت میں دیا گیا پس یہ اختلاف اگر قابل اعتبار بھی ہوں تاہم حقیقت حال نہیں ہو سکتے

بدر کی شرکت سے بعض صحابہ کا رکنا۔ اسی ضمن میں ہمکو ایک امر کی حقیقت کا انکشاف بھی نہایت ضروری ہے۔ وہ یہ ہے کہ مرقومہ بالا عبارت سے ظاہر ہو گیا کہ شبلی صاحب کی عجلت رقمی اصل لوگوں کے (سعد بن معاذ) کر حالات کو تو چھوڑ جاتی ہے اور محض صحیحین کے ظاہری اعتبار اور منفرد مختار راویوں لوگوں کے واقعات کو قلمبند کرتی ہے (سعد بن عبادہ) جنھوں نے بقول اجماع (دیکھو فتح الباری) نہ یہ تقریر کی تھی اور نہ جو شریک جنگ ہوئے۔ اور اگر یہ تقریر کی بھی تو چھ برس بعد صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان کے موقع پر یہ ہمارے **شمس العلماء** کی تحقیق ہے۔ اور اس کی بنا خاصکر وہی غلط اصول ترجیح حدیث علی التاریخ ہے۔ فن تاریخ و سیرت ان واقعات کے صحیح مواقع اور اسباب و ذرایع کے حفظ و ذکر کی خاصکر بمقابلہ حدیث کے ذمہ وار ہے۔ کیونکہ اوسکا موضوع خاص انھیں امور کا حفظ و بیان ہے۔

حالات کے استقصار سے معلوم ہوتا ہے کہ سعد بن عبادہ ہی تنہا شریک بدر نہیں ہو سکے تھے۔ بلکہ صحابہ میں اکثر حضرات شرکت سے محروم رہے۔ سعد کے لئے تو سانپ کے کاٹنے کا عذر معقول بھی تھا لیکن اور بزرگوں کے شریک نہ ہونے کے لئے کوئی وجہ معقول نہیں ثابت ہوتی سوائے اسکے کہ اونسے محض اتفاقی غلط فہمی واقع ہو گئی۔ مرویات حدیث و تاریخ سے مستنبط ہوتا ہے کہ روانگی بدر کا حکم پاکر اکثر حضرات شرکت جنگ سے پہلو تہی کرتے تھے اور کسمساتے تھے۔ اونکے تامل کی وجہ یہ تھی جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ یہ لوگ اپنی غلط فہمی سے آنحضرت صلعم کے اس ارادے کو کاروان ابوسفیان پر حملات ہی یقین کئے ہوئے تھے لیکن جب آنحضرتؐ کے ارشاد سے اونکو کفار قریش کے مقابلہ کا پورا ثبوت مل گیا۔ تو نفع کے عوض محض جان کے نقصان کا خیال کر کے وہ شرکت کے لشکر سے پس و پیش کرنے لگے تاریخ و حدیث کی مرویات کے علاوہ خاص خدا کے الفاظ قرآن مجید میں اسکے شاہد حال ہیں۔

آپ لشکر اسلام کے ہمراہ بدر کی طرف روانہ ہوئے اور روحا و منصرف ذات اجذال میلاۃ اور اثیل کی منزلون کو طے فرماتے ہوئے چشمہ بدر پر پہونچ گئے۔ زرقانی کی تحقیق مین بروایتے چھتیس ۳۶ اور بروایتے تیس ۳۰ میل روزانہ کی رفتار کے حساب سے ۸۰ میل کی مسافت گویا دو ڈھائی دنون مین تمام کردی گئی۔

جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داخلہ کی خبر سنکر دو نون مخبر حاضر ہوئے۔ غرضکہ غنیم اس وادی کے اوس پار تک پہونچ گئے ہین۔ آپ نے آگے بڑھنے کو مصلحت نہ سمجھکر وہین قیام فرمایا۔

موقع بدر بدر مدینہ منورہ سے اسّی میل (چالیس کوس) کے فاصلہ پر مغرب و شمال کی طرف شارع عام پر واقع ہے یہین سے پہاڑون کی گھاٹیون مین ہوکر شام جانے کا تنگ اور کج مج راستہ نکلتا ہے۔ مقام بدر قدیم منزل گاہ ہے۔ اس لئے کہ یہان صاف پانی کے اکثر چشمے جاری ہین عرب کے مشہور اور قدیم سالانہ میلون کے مقامات مین بدر بھی شمار کیا جاتا ہے۔

یہان کے سالانہ میلون کے متعلق طبری لکھتے ہین۔

وکان بدر موسما من مواسم العرب فیجتمع لھم لھا سوق کل عام فنقیم علیہ ثلثا و تنحر الجزور و نطعم الطعام و نسقی الخمور و تعزف علینا القیان و تسمع بنا العرب

بدر عرب کے مشہور مقامات مین تھا۔ یہان ہر سال تین دن تک میلہ لگا رہتا تھا کثرت سے اہل عرب جمع ہوتے تھے اونٹون کو ذبح کرکے کھانے پکاتے تھے اور کھاتے تھے شراب پیتے تھے عرب کی مشہور گانے بجانیوالی عورتون کا گانا بجانا سنتے تھے۔ طبری ص ۱۳۰۰

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ گذشتہ کما اخرجک ربک من بیتک بالحق وان فریقا من المؤمنین لکارھون یجادلونک فی الحق بعد ما تبین کانما یساقون الی الموت وھم ینظرون واذ یعدکم اللہ احدی الطائفتین انھا لکم وتودون ان غیر ذات الشوکۃ تکون لکم ویرید اللہ ان یحق الحق بکلماتہ ویقطع دابر الکافرین لیحق الحق ویبطل الباطل ولو کرہ الکافرون۔

جس طرح اے پیغمبر تیرا خدا تجھکو حق پر تیرے گھر سے (بدر تک) نکال لایا۔ حالانکہ مسلمانون کا ایک گروہ اس سے ناخوش تھا۔ وہ تجھ سے حق ظاہر ہولے پیچھے بھی جھگڑا کرتا ہے گویا کہ وہ موت کی طرف ہنکائے جاتے ہین اور وہ اپنی آنکھون سے اپنی موت کو دیکھ رہے ہین اور جب خدا تم سے قریش کے قافلہ اور قریش کی فوج مین سے ایک کا وعدہ کرتا ہے کہ وہ تمہارے لئے ہے تم چاہتے ہو کہ بے خرخشہ والا گروہ تم کو مل جائے (یعنی قافلہ) اور خدا یہ چاہتا ہے کہ حق کو اپنے حکم سے ثابت کردے اور باطل کو مٹادے گو گنہگار اس سے رنجیدہ ہون۔

متعصبین یوروپ دیدہ انصاف کھولکر ان آیات قرآنیہ کے صاف الفاظ کو پڑھلین اور سمجھ لین کہ غارت قافلہ کے واقعہ کی بنا پر جو آپ لوگ اپنی مغویانہ و لغویانہ اعتراضات قایم کرتے ہین وہ قرآن کے ان الفاظ سے کہین ظاہر نہین ہوتا۔ قرآن نہ اوسکی تصدیق کرتا ہے اور نہ تائید بلکہ مسلمانون مین سے جن لوگون نے یہ خیال پیدا کیا تھا اونکو تنبیہ و تادیب کے غرض خاص سے یاد دلاتا ہے کہ تمہاری خواہشون کے خلاف خدا اشقیائے کفار سے کھلے میدان مین مقابلہ کرکے حق کو قایم اور باطل کو مستاصل کرنا چاہتا ہے۔ ان کلمات سے صاف ظاہر ہے کہ بعض مسلمانون نے یہ خیال ضرور پیدا کیا تھا لیکن خدا نے اسے قبول نہ فرمایا۔ اول یہ کہ بعض مسلمانون کا یہ اپنا خیال و قیاس تھا۔ اسلام اونکے لئے جوابدہ نہین ہوسکتا دوسرے یہ کہ خدا نے اونکی اس تجویز و ارادے کی برائی خود ظاہر کردی اور اونکی چشم نمائی زبانی بھی فرمادی تو پھر مخالفین یوروپ کا ایسے بے اصل اور خلاف واقعہ امر سے استدلال کرنا۔ کمال بدعقلی ہے۔ اب رہا یہ کہ ہمارے قدیم حدیث و تاریخی ماخذ اسکی تائید کرتے ہین تو اسکا جواب یہ ہے کہ مسلمانون کے نزدیک کوئی ماخذ قرآن مجید سے زیادہ معتبر نہین

المؤلف عفی عنہ

لشکر اسلام میں سامان جنگ

یہ تو اوپر بیان ہو چکا ہے کہ مسلمانوں کے لشکر میں کل تین سو تیرہ [۳۱۳] آدمی تھے۔ تعداد تو یہ تھی سامان پر نظر کی جائے تو تین سو تیرہ آدمیوں میں سواری کے لئے کل ستّر [۷۰] اونٹ تھے اور لشکر بھر میں صرف دو گھوڑے ایک حضرت مقداد کے پاس اور ایک زبیر ابن العوام یا ابی مرثد کے پاس۔ انتظام یہ کر لیا گیا تھا کہ باری باری سے کچھ لوگ اونٹوں پر راہ طے کرتے تھے اور باقی لوگ پیدل چلتے تھے جب سواری کے لوگ ایک مقررہ حد تک سواری پر چل چکتے تھے تو اتر آتے تھے۔ اور خود پیدل چلنے لگتے تھے اور اپنی جگہ پیدل چلنے والوں کو اونٹوں پر سوار کر دیتے تھے اس انتظام میں راحت و مساوات عام کا اس درجہ لحاظ رکھا گیا تھا کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا خاص مرکب بھی شرکت سے مستثنیٰ نہیں تھا۔ صاحب روضۃ الاحباب محدث شیرازی تو صرف حضرت علی مرتضیٰؑ کو آپ کا رفیق بتلاتے ہیں لیکن تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض منزلوں پر آنحضرت صلعم نے زید بن حارثہ اور ابولبابہ کو بھی ہمراہ لے لیا تھا۔ زید کی رفاقت میں تو کوئی کلام نہیں۔ لیکن ابولبابہ کی شرکت تو بالکل خلاف واقع ہے۔ کیونکہ ابھی ابھی بیان ہو چکا ہے کہ ابولبابہ تو منزل اول ہی سے مدینہ کے حصّہ زیرین کا حاکم بنا کر واپس کر دیے گئے تھے وہ تھے کہاں جو شریک راحلہ ہوتے؟

تاریخ و حدیث کی متفقہ مرویات سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسولخدا صلعم حسن خلق اور عدل و تواضع کے اظہار و تقاضہ سے خود بھی پیدل چلتے تھے۔ اس لئے کہ مساوات کی تعلیم ہو۔ اور معمولی طبیعت والوں کو اپنے پیغمبر کی طرف سے آسانی کا سوء ظن نہ ہو۔ حضرت علی مرتضیٰؑ یا اور جو کوئی ایسے موقع پر ساتھ ہوتا تھا عرض کرتا تھا کہ آپ سوار ہو لیں ہم پیدل چلتے ہیں تو قوت روحانیہ نبوت کے خاص انداز میں ارشاد ہوتا تھا۔

ما انتما باقوی منّی و ما انا باغنی عن الاجر منکما	تم لوگ مجھ سے قوی تر نہیں ہو اور میں تمہارے اول سے آخر کی مدد و حمایت سے بالکل مستغنی ہوں روضۃ الاحباب محدث شیرازی۔

یہ ارشاد آپ کی نبوت کے اوصاف مخصوصہ کا کامل اظہار کرتے ہیں اور بتلاتے ہیں کہ پیغمبر تمام قوائے جسمانی اور روحانی میں عام طبقہ انسانی سے خاص طور پر قوی تر و اعلیٰ تر مخلوق کیا جاتا ہے۔

راحلہ کا تو یہ سامان تھا۔ اسلحات جنگ و آلات حرب و ضرب کی قلت کی یہ حالت تھی کہ سارے لشکر میں کل چھ [۶] شخصوں کے پاس زرہیں تھیں۔ باقی سب کے سب اسلحات سے بالکل ننگے تھے۔ تین سو تیرہ [۳۱۳] آدمیوں میں سے کل آٹھ [۸] آدمیوں کے پاس تلواریں تھیں۔ باقی سب کے پاس یا نیزہ و سنان تھے یا تیر و کمان۔ اسی مختصر سے سامان سے اور اسی مختصر سی جماعت جان نثاران سے اسلام کو کفار کے اوس عظیم الشان لشکر جرار کا مقابلہ کرنا تھا جو تعداد میں ان سے سہ گونہ تھا۔ اونکی ایک ہزار آہن پوش پہلوانوں میں سو جرار سواروں کا رسالہ ایسا تیار تھا۔ جو سر سے پاؤں تک لوہے میں ڈوبا ہوا تھا اور وہ طلایہ کا کام کرتا ہوا فوج کے آگے آگے چلتا تھا۔ اور معرکہ جنگ میں ساقین لشکر سے بجلی کی طرح کوندتا ہوا غنیم کے سر پر گر پڑتا اور دم کے دم میں دشمن کا کام تمام کر دیتا۔ اسلحات کی یہ کثرت تھی کہ ہر شخص دوہری دوہری زرہیں پہنے تھا۔ سروں پر ایک

خود پر دو دو خود رکھے تھا۔ جوشن۔ مغفر زرہ بکتر وغیرہ۔ غرض جنگی لباس مین وہ کونسا لباس تھا جو اونکے پاس موجود نہ تھا۔ یہی کیفیت آلات حرب و ضرب کی بھی تھی۔ ہر شخص ضرورت سے زائد اپنے بدن پر ہتیار لگائے تھا من بھر کے جسم پر دو دو من لوہے چڑھائے تھا۔ خوشحالی دولتمندی۔ فراغت اور اطمینان کا یہ عالم تھا کہ راستہ مین لشکر کا بڑا ور رؤسا و امراے عرب کا عشرتکدہ بنا آتا تھا۔ نو نو دس دس اونٹ روز ذبح کئے جاتے تھے اور ریشہ ریشہ ہو کر تمام فوج مین بٹ جاتے تھے اسی طرح اون کے تمام اسباب تعیش اور سامان آرام و راحت کا اندازہ کر لینا چاہیے۔

فریقین مقابل کے ان متوازی حالات کو پڑھکر نہایت آسانی سے ہر شخص فیصلہ کریگا کہ طیاری جنگ کے اعتبار سے کبھی مسلمان کفار کے مساوی نہین تھے۔ نہ مسلمانون کے پاس ضرورت جنگ کے موافق اسلحات جنگ تھے نہ آلات حرب۔ نہ راحلہ ہی اتنا تھا نہ سامان مقابلہ۔ مخالف مقابل کے برابر نہ اونکی تعداد ہی تھی نہ شمار۔ نہ پیدل نہ سوار۔ اتنی بڑی بے سامانی سے اتنے بڑے سازوسامان کے مقابلہ پر طیار رہتے عام نگاہون مین تو اونکی یہ جرأت بھی خودکشی دکھلائی دیگی لیکن حقیقتاً اونکی یہ ظاہری بے سروسامانی اپنے پہلو مین کامل الایمانی کی روحانی قوت رکھتی تھی۔ جو نہ سامانون کی افزایش سے گھٹ سکتی تھی اور نہ اسلحات و آلات حرب کی یورش سے کٹ سکتی تھی۔ اور یہ بالکل صحیح اور فی الواقع ہے کہ اتنی قلیل جماعت سے اتنی بڑی کثیر جماعت غنیم سے مسلمانون کا مقابلہ نہین تھا بلکہ استقرار علی الحق ثبات فی الایمان اور استیصال الباطل کے مسئلون مین انکی سرفروشیون اور جانبازیون کی پہلی آزمایش اور اولین امتحان ثابت ہوتا ہے۔ جو مدبرین قدرت کی طرف سے آماجگاہ بدر مین لیا گیا۔ اور اس امتحان قدرت کے ہر شعبہ مین کامل ہو کر جان نثاران اسلام نے بتلا دیا کہ کامیابی یا فتح و فیروزمندی تعداد افراد پر منحصر نہین۔ بلکہ اسکی تحصیل و تکمیل زیادہ تر استقرار و استقلال کے کمال اور خدا کی تائید و افضال پر موقوف ہوتی ہے۔

خباب بن منذر کی مفید مشورت

جس مقام پر لشکر اسلام نے قیام کیا تھا وہ جنگ و مقابلہ کی ضرورتون کے اعتبار سے تجربہ کاران معارک کی نگاہون مین موزون اور مناسب نہین معلوم ہوا۔

خباب بن منذر جو بڑے نبرد آزما اور معرکہاے جنگ کے بڑے تجربہ کار تھے اور صحابہ اولین مین داخل تھے حاضر خدمت ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ اس موقع پر قیام وحی الہی کی ہدایت سے کیا گیا ہے یا محض تدبیر جنگ کی تجویز سے ارشاد ہوا حکم وحی سے نہین ہے۔ جناب نے عرض کی مقابلہ کی مصلحتون کے اعتبار سے تو مناسب یہ ہے کہ یہان سے کچھ اور آگے بڑھکر سامنے والے چشمہ پر قبضہ کر لیا جاوے اور آس پاس کے جتنے کنوئین ہین سب بیکار کر دیے جائین اور وہی مقام لشکر کی قیام گاہ اور غنیم سے رزمگاہ قرار دیا جائے۔

جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خباب بن منذر کی صلاح پر عمل فرمایا۔ بعض مسلمانون کو یہ موضع قیام پسند نہ آیا اور وہ کنوون کے بیکار کئے جانے کو بھی اچھا نہ سمجھے۔ اسلئے مصرف کے لئے صرف ایک چشمہ کے پانی کو تمام ضروریات کے لئے

ناکافی سمجھکر قیام گاہ کی زمین کی سختی اور کمی آب کا عذر کرنے لگے - تائید ایزدی نے اون کی رفع شکایت کی سامان مہیا کردیے رات آئی تو کثرت سے مینہہ برسنے لگا اور خوب ٹھہر ٹھہر کر تمام رات برساکیا تمام ریگ جسمیں گھٹنے دھنس جاتے تھے یک لخت جمکر تمام زمین ہموار اور سخت ہوگئی مسلمانوں نے کثرت سے جابجا مینہ کا پانی روک کر متعدد حوض بنائے اور نہایت اطمینان و آسانی سے وضو و غسل کی ضروریات عمل میں لانے لگے - خدائے مسبب الاسباب نے اونکے ان اسباب فراغت و اطمینان کے نزول کی خبر اپنے ان الفاظ میں دی ہے -

وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ	مسلمانوں یاد کرو جب خدا نے تمہارے لئے آسمان سے مینہ برسایا کہ تم اس سے طہارت کرو
طبری ۹ ۱۳۰ روضۃ الاحباب محدث شیرازی ص ۲۲۷	

سقایان قریش کی گرفتاری

خباب بن منذر کی تجویز انسانی تدبیر ربانی کے مطابق نکلی - اور فی الحقیقت لشکر اسلام کو آرام و اطمینان کے علاوہ غنیم سے مقابلہ و مقاتلہ کی نسبت بھی ذریعہ فتح و کامرانی ثابت ہوئی - جیسا کہ سلسلہ بیان سے معلوم ہوتا ہے -

اوپر بیان ہوچکا ہے کہ منزل اول سے غنیم کی سراغ رسانی کے لئے جو مخبر بھیجے گئے تھے اونھوں نے قریش کے وادی کے اوس پار تک آجانے کی اطلاع پہونچائی تھی لیکن اونکا کوئی آدمی اسوقت تک کہیں دکھلائی نہیں دیا تھا جس سے اونکی جمعیت سامان و طیاری کی تفصیلی کیفیت معلوم ہوتی -

اس ضرورت سے جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ ع زبیر بن العوام اور سعد بن ابی وقاص کو رات کے وقت حکم دیا کہ اوہر اودہر جاکر غنیم کا صحیح پتا لگائیں حکم رسول اللہؐ پاکر یہ تینوں حضرات حسن اتفاق سے چشمہ بدر پر عین اوسوقت پہونچے جب لشکر قریش کے سقے پانی لے رہے تھے - ان لوگوں کو دیکھتے ہی وہ سب کے سب بھاگے لیکن ان میں دو شخص گرفتار ہوگئے ایک کا نام اسلم تھا دوسرے کا عریض یہ پہلا بنی الحجاج کا غلام تھا - دوسرا ابن عباس کا - یہ لوگ ان دونوں غلاموں کو گرفتار کرکے خدمت رسول اللہ صلعم میں لے آئے آپ نماز میں مصروف تھے - ان لوگوں نے اُن دونوں سے نام و نشان پوچھنا شروع کیا - اون دونوں نے اپنے صحیح نام بتلائے اور کہا کہ ہم قریش کے غلام ہیں چشمہ بدر سے پانی لینے آئے تھے انلوگوں نے (بنا بر تصدیق) کہا نہیں تم جھوٹ بولتے ہو - تم قریش کے آدمی نہیں ہو بلکہ ابو سفیان کے کاروان والے ہو - یہ کہکر اونہیں مارنے لگے - دونوں نے مار کے خوف سے کہدیا کہ ہم ابو سفیان کے آدمی ہیں - اس اثنا میں جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے اور ان حضرات سے مخاطب ہوکر کہا عجب بات ہے - جب سچ کہتے ہیں تو تم لوگ انھیں تنبیہہ کرتے ہو - اور جب جھوٹ کہتے ہیں تو چھوڑ دیتے ہو یہ حقیقتاً قریش کے غلام ہیں اور پانی لینے آئے تھے - پھر بالنفس النفیس اون سے مخاطب ہوکر استفسار حال فرمایا انھوں نے عرض کی ہم قریش کے غلام ہیں کنوئیں سے پانی لینے آئے تھے کہ آپ کے اصحاب نے گرفتار کرلیا - پوچھا گیا قریش کہاں ہیں - اونھوں نے جواب دیا کہ اس ٹیلہ کے اوس طرف - استفسار ہوا تعداد میں کتنے ہیں وہ بولے صحیح تعداد تو

ہم تبلا نہین سکتے لیکن اتنا کہہ سکتے ہین کہ اونکی جمعیت کے کھانے کے لئے ایک دن نو اونٹ اور دوسرے دن دس اونٹ ذبح کئے جاتے ہین یہ سنکر ارشاد ہوا کہ قریش کی جمعیت نوسو اور ایک ہزار آدمیونکے درمیان ہے پھر اون سے پوچھا گیا کہ اشراف قریش مین سے کون کون لوگ لشکر کے ہمراہ آئے ہین۔ اونھون نے جواب مین کہا۔ عتبہ[1] شیبہ[2] ربیعہ کے بیٹے۔ ابو البختری[3]۔ حکیم بن حزام[4]۔ حارث بن عامر[5] طعیمہ بن عدی[6] نضر بن الحارث[7]۔ زمعہ بن الاسود[8]۔ ابو جہل[9] امیہ بن خلف[10]۔ نبیہ[11] اور منبہ[12]۔ حجاج کے بیٹے۔ سہیل بن عمرو[13] اور عمرو بن عبدود[14] یہ سنکر آپ نے اصحاب کی طرف خطاب کرکے ارشاد کیا۔

ھذہ مکۃ قد القت الیکم افلاذ کبدھا — مکہ نے تم لوگون کی طرف اپنے پارہاے جگر کو بھیجدیا ہے۔ طبری ۱۳۲۴

اوپر بیان ہوچکا ہے کہ قریش کے متعدد پانی بھرنے والون مین صرف بھی دو آدمی گرفتار کئے گئے تھے جو خدمت رسول مین حاضر کئے گئے۔ باقی بھاگ گئے تھے۔ انھین بھاگنے والون مین ایک شخص عجیر نامی تھا اس نے جاکر قریش سے اپنے ہمراہیون کی گرفتاری کا سارا واقعہ کہدیا۔ قریش مسلمانون کی طرف سے ایک تو یونہین جلے ہوئے تھے یہ خبر سنکر غصہ کی آگ مین اور جل بھن گئے۔ لیکن وقوعہ کو بہت عرصہ ہوچکا تھا مسلمان اسیرون کو اپنی لشکرگاہ مین لیجا چکے تھے۔ اور دریافت حال کرچکے تھے رات کا وقت تھا۔ انھین وجوہ سے قریش نے مسلمانون سے کسی فوری معاوضہ یا محاربہ کا خیال نہ کیا۔ اور خاموش رہ گئے۔

یہ امر بھی یہان لکھا بیان کردینا نہایت ضروری ہے کہ اگرچہ چشمہ بدر پر مسلمانون کا قبضہ ہوگیا تھا اور ان لوگون نے جابجا سے چشمہ کا پانی روک کر اپنے مصرف کے لئے چھوٹے چھوٹے حوض بنا لئے تھے۔ تاہم اوس رحمت عالم نے خدا کے اس فیض روان کو منکران خدا کے لئے بھی بند نہ رکھا اور دشمنون کو بھی دوستون کی طرح اس سے فیضیاب و سیراب ہونے کی اجازت دیدی۔

افسوس ہے جنگ بدر مین بمقابلہ کفار رسول اللہ صلعم کی یہ تعلیم تھی لیکن آج سے ساٹھ برس بعد جنگ کربلا مین مسلمانون نے بمقابلہ آل اطہار اس تعلیم کی کیا تعمیل کی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

سقاۃ قریش کی بدنیتی کا نتیجہ۔ حکیم بن حزام جو روساے قریش مین تھے مسلمانون کے حوض کے پاس آئے بعض صحابہ نے روکنا چاہا۔ آنحضرت صلعم نے روکنے والون کو فوراً منع کیا۔ اور حکیم پانی لے کر چلے گئے۔ کسی کی خوش نیتی اور بدنیتی چھپ نہین سکتی حکیم بن حزام[1] کی نیت مین بدی نہین تھی۔ وہ مسلمانون کی انسانیت ہمدردی اور عام مروت و رعایت کا امتحان لینے آئے تھے۔ اور امتحان لے کر چلے گئے۔

ان کے چلے جانے کے بعد انھین کے جانب سے ایک بدنیت، شریر الخلق اسود بن الاسود مخزومی نامی حوض پر آیا یہ شخص اپنی جمعیت سے کہکر آیا تھا کہ مین جاکر مسلمانون کے حوض سے پانی بھی لاتا ہون اور خراب بھی کرآتا ہون

حوض پر آکر اس نے پانی لیا مسلمان دیکھتے تھے کچھ نہ بولے۔ اب اس شریر الطبع نے پانی پیکر اپنے پیرون سے حوض کی مینڈ کو جو چارون طرف پانی جمع رہنے کی لئے باندہی گئی تھی توڑنا شروع کر دیا۔ اس لئے کہ پانی سب بہہ جائے اور مسلمانون کو تکلیف ہو۔

حضرت حمزہؓ اسکی شرارت کو دیکھ رہے تھے تلوار لے کر دوڑے وہ اوٹھے اونھین پر تلوار کھینچکر قتل پر آمادہ ہو گیا حضرت حمزہؓ کو اوسکا مدافعانہ جواب ضروری ہو گیا اوس نے تلوار سے ان کے سر پر وار کیا۔ لیکن اوسکی تلوار سے پہلے انکھین کی تلوار۔ اسود کی ٹانگ کاٹ گئی اور وہ حوض کے کنارے گر پڑا حضرت حمزہؓ اوسے وہین چھوڑکر واپس آئے۔ اب اس شریر نے اپنا قول پورا کرنے کے لئے قصد کیا کہ حوض مین گر کر اپنے خون سے تمام پانی کو خراب اور نا قابل استعمال کر دے۔ حضرت حمزہؓ اپنے مقام سے اس شریر کے قصد و مدعا کو دیکھ رہے تھے اور سمجھ رہے تھے کہ وہ جو مین گھسکتے گھسکتے اپنے اس ارادے سے حوض کے قریب پہونچا۔ یہ اوس کے سر پر تھے اور اونکے ایک ہاتھ مین یہ دو ٹکڑے تھا۔ ابن ہشام جلد دوم مطبوعہ مصر ص ۱۷

یہ واقعہ خوش نیتی اور بدنیتی کے خوشگوار و ناگوار نتیجون کا سچا مرقع ہے۔

میدان بدر مین لشکر اسلام کی صف بندی سولہوین رمضان کی رات لشکر اسلام نے میدان جنگ مین کاٹی۔ جناب رسول خدا صلعم نے رات بھر پلک سے پلک نہ لگائی۔ تمام رات عبادت گذاری اور دعا وزاری مین بسر کر دی صبح کا سپیدا دیکھکر مصلے سے اوٹھے مسلمانون کو نماز کے لئے اوٹھایا صبح کی نماز پڑہا کر جہاد فی سبیل اللہ کے ثواب و عقاب پر ایک پر اثر تقریر فرمائی۔ اور نعمات آلہی کی بشارتین پہونچا کر مجاہدین اسلام کو پر جوش اور تازہ دم بنایا اور صف بندی کا حکم فرمایا۔

حکم رسولؐ پاتے ہی دم کے دم مین جان نثارون کی جماعت میدان کارزار مین سر فروشی کو طیار تھی۔ ترتیب فوج اور درستی صفوف کی طرف آپ بالنفس النفیس متوجہ ہوئے۔ دست مطہر مین ایک تیر تھا اوسی کے اشارے سے اس سلیقہ اور قرینہ کے ساتھ مہاجرین و انصار کی صفین درست فرماتے تھے کہ ہر صف کے خط مستقیم سے ایک شخص کا قدم آگے یا پیچھے بڑہنے نہین پاتا تھا۔ ہر شخص کو صف سے آگے یا پیچھے ہو جانیکی سخت ممانعت تھی شور و غل غوغا و ہنگامہ کا عام طور سے لڑائیون مین دستور ہوتا ہی آپ نے جان نثاران اسلام کو اس سے قطعی طور پر ممنوع فرما دیا۔ اور بخلاف اسکے مبارزین اسلامی کو غنیم کے مقابلہ مین بالکل خموشی اور سراپا سکوت سے کام لینے کی سخت تاکید و تہدید فرمائی۔ ارشاد ہوا کہ شور و ہنگامے سے مقابلہ کے وقت اضطراب بڑہ جاتا ہے اور اطمینان قلب اور تجمیع حواس مین فرق آتا ہے۔ اور مقابلہ و مقاتلہ کے وقت اطمینان دل اور ثبات ہوش و حواس مردان نبرد کے لئے لازمی ہے غنیم سے مقابلہ یا حریف مقابل سے مقاتلہ مین سبقت کرنے ا۔ دشمن پر پہلے ہاتھ اوٹھانے سے

بڑی سختی کے ساتھ ہر مجاہد کو فرداً فرداً منع فرما دیا گیا۔

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصول جنگ کے مطابق فوجیں مرتب کیں اور اخلاق و تہذیب انسانی کے موافق مبارزین اسلام کو آداب جنگ بتلائے۔ کل مہاجرین و انصار کی موجودہ جمعیت کو تین حصوں میں تقسیم فرما لیا۔ مہاجرین کا دستہ انصار سے علیحدہ قایم کیا اور مصعب ابن عمیر کو۔ اور بروایتے حضرت علی مرتضیٰ ع کو علمبردار بنایا[۵] انصار میں قبیلہ اوس و خزرج کے جدا جدا دستہ مرتب فرمائے۔ اوس کے دستہ کا علمبردار خباب بن منذر کو اور خزرج کے دستہ کا سعد بن معاذ کو علمدار مقرر فرمایا۔

دن نکلتے نکلتے قریش بھی پہاڑ کے اس پار آگئے مسلمانوں کی جانباز جماعت ان سے قبل ان کے انتظار میں طیار تھی۔ قریش غرور و نخوت میں ایسے مدہوش تھے کہ لشکر اسلامی کی نسبت ابھی انھیں کسی قسم کی خبر و اطلاع نہیں تھی۔ عمیر ابن وہب جمحی ایک چھریرا اور جوان قریش گھوڑے پر سوار ہو کر بڑی تیزی سے مسلمانوں کی صفوں کے قریب آیا اور گھوڑے کو ادھر سے ادھر تک دوڑاتا ہوا پھر اپنے لشکر سے جا ملا اور سرداران قریش سے لشکر اسلام کی حالت ان الفاظ میں بیان کی۔

قد رایت البلایا یا و تحمل المنایا نواضح یثرب
تحمل الموت الناقع قوم لیس منعۃ ولا ملجاء الا
سیوفھم واللّٰہ ما اری ان یقتل رجل منھم حتے
یقتل رجل منکم فاذا اصابوا منکم اعدادھم
فما خیر العیش بعد ذالک

میں اونکی جماعت کو دیکھ آیا۔ ان کے پاس مدینہ کے لدنے اونٹ ہیں جنپر موت کا سم قاتل لدا ہے اونکے پاس سوائے اونکی تلواروں کے اور کوئی بھی اونکی جانوں کا محافظ و نگہبان نہیں ہے خدا کی قسم رجہات کے اعتبار سے) وہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر تم اونکا ایک آدمی قتل کروگے تو وہ بھی ضرور تمہارا آدمی قتل کرینگے لیکن میں پوچھتا ہوں کہ قرابت و یکجہتی کے لحاظ سے اگر تم باخود ہاکرکٹ بھی مرے۔ تو پس ماندگان کو تمام عمر لطف زندگی نہیں ملے گا۔ ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۱۷

عمیر ابن وہب جمحی نے لشکر اسلام کی جسقدر حقیقت اپنے لشکر والوں سے بیان کی صحیح اور فی الواقع تھی یہ ظاہر ہے کہ آدمیوں میں ہر قسم کی طبیعت و خیال کے لوگ ہوتے ہیں صلح پسند و جنگجو۔ تیز طبیعت و نرم مزاج۔ نیک طینت و بدنفس وغیرہ ذالک۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ کفار کی اتنی بڑی جمعیت ترکیب مزاج کے ان مخالف عناصر سے خالی ہوتی۔ ابھی ابھی نیک نیتی اور بدنیتی کے واقعہ میں جس نیک نیت قریش کی مثال ہم اوپر لکھ آئے ہیں وہی صاف دل۔ نرم مزاج۔ رئیس مکہ حکیم بن حزام عمیر ابن وہب کی اس تقریر سے بہت متاثر ہوا اور اس مقابلہ و مقاتلہ کی حقیقت کو کماحقہ سمجھکر اپنی نیک نیتی اور انصاف پسندی کے ارادے سے جانبین میں مصالحت کرا دینے پر آمادہ ہوا یہ خیال کر کے سب سے پہلے حکیم بن حزام عتبہ بن ربیعہ کے پاس جو تمام جمعیت قریش کا سید و سردار تھا آیا اور کہنے لگا۔ عتبہ اگر تم چاہو گے تو آج بھی

---

[۵] حضرت علیؑ کی علمداری باسناد تاریخ کامل ابن اثیر اور مناقب ابن احمد۔ ارجح المطالب لاہور صفحہ ۵۵۳

بلکہ ہمیشہ تک کی نیک نامی آن واحد مین تمہین دستیاب ہو جائیگی اور وہ ایسی لازوال ہو گی کہ آئندہ کئی پشتون تک تمہاری یادگار رہیجائیگی۔ عتبہ بھی حکیم کے ایسا صلح پسند اور نرم فراج تھا کہنے لگا تم تبلاؤ اور ضرور تبلاؤ۔ حکیم بولے طرفین سے جس قدر کشت وخون ہونیوالا ہے اوسکی حقیقت تمہین خوب معلوم ہے۔ باپ بیٹے کا بھائی بھائی کا سر کاٹنے پر طیار ہے یہی دیکھ رہے ہو کہ اتنے بڑے عظیم فتنہ وفساد کا اصلی سبب وہی حضرمی کا خون ہے اور وہ حسن اتفاق سے تمہارا ہی حلیف ہے۔ ایسی صورت مین ایک دوسرے کی گردن کاٹنے سے بچنے کی آسان ترکیب یہ ہے کہ تم اپنے حلیف حضرمی کا خون بہا اپنی طرف سے دیدو قصہ ختم ہے۔

عتبہ تھا نیک دل اور صاف مزاج حکیم کی بات بھی تھی۔ عدالت اور دیانت سے لگتی ہوئی تھوڑی دیر سوچنے کے بعد عتبہ فوراً راضی ہوگیا لیکن مشکل یہ تھی کہ ابوجہل کی مشورۃ ورضامندی بغیر یہ انتظام ناممکن تھا اس لئے عتبہ نے حکیم کو ابوجہل کے پاس اپنی طرف سے بھیجا اور اپنی رائے کہلا بھیجی۔ وہ عقل کا دشمن اتفاق وصلح کا برہمزن ایسا کیا تھا کہ نفاق وفساد کے سوا کبھی صلح واتحاد کی تجویزون کی تائید کرتا حکیم سے عتبہ کا پیام سنتے ہی چراغ پا ہوگیا۔ اور عتبہ پر جبن وبزدلی کے الزام لگانے لگا۔ اور سوء اتفاق سے اوسکو عتبہ بن ربیعہ کے بدنام کرنے کے لئے یہ شوشہ بھی ہاتھ لگ گیا کہ اسکے بیٹے ابو حذیفہ پہلے سے مسلمان ہو چکے تھے اور مہاجرین اولین کے ہمراہ مدینہ مین آکر ساکن ہو چکے تھے اور اسوقت لشکر اسلامی مین جانفروشی کیلئے سر بکف سامنے استادہ تھے اس بنا پر وہ صاف صاف لفظون مین کہنے لگا کہ عتبہ کی یہ ساری بزدلانہ ترکیبین بیٹے کے جان بچا لینے کے لئے ہین۔ حکیم اوسکی یہ غویانہ کلمات سنکر اوس کے پاس سے فوراً واپس آگئے اتنے ہی عرصہ مین یہ خبر جمعیت قریش مین پھیل گئی کہ جو نیک نیت اور انصاف پسند تھے وہ عتبہ کی تجویز سے موافق اور ابوجہل کے انکار سے مخالف نکلے۔ اسی بنا پر بنو زہرہ اور اون کا حلیف قبیلہ دونون لشکر قریش کا ساتھ چھوڑکر اپنے موطن ومسکن کی طرف واپس چلے گئے۔ ابن ہشام جلد دوم ص ۱۷۔ طبری ص ۱۳۰۰۔

حکیم کے واپس جانے کے بعد ابوجہل نے سوچا کہ شاید عتبہ کی تجویز کا اثر لشکر والون پر اور زیادہ پھیلے اور وہ مسلمانون سے لڑنے مین پہلو تہی کرین تو پھر استیصال اسلام اور مسلمانون کا قتل عام کا ارمان دل کا دل ہی مین رہ جائیگا یہ سوچکر اوسنے فوراً عمرو بن عبداللہ حضرمی کے بھائی عامر کو بلایا اور اوس سے کہنے لگا۔ لو سنو! تمہارے خاص حلیف عتبہ صاحب تمہارے بھائی کے قاتلون سے بجائے اسکے کہ انتقام لین تمکو اوس کا خون بہا مسلمانون سے بھی نہین اپنی طرف سے ادا کرکے مسلمانون کو جو تمہارے بھائی کے یقینی قاتل ہین بالکل پاک وصاف چھوڑ دینے والے ہین مناسب یہ ہے کہ تم فوراً ساری قوم کے سامنے اپنا استغاثہ جسکو محاورہ عرب مین طلب ثارات کہتے ہین پیش کرو۔ عامر نے طلب ثار کے مروجہ دستور کے مطابق اپنا جیب وگریبان چاک کیا۔ عمامہ سر سے اوتار ڈالا اور میدان مین نکل کر تمام مجمع کے سامنے۔ واعمراہ۔ واعمراہ۔ واخاہ۔ وااخاہ کا غل مچایا۔ آواز کے سنتے ہی تمام قریش اُسکی حمایت پر

مستعد ہو گئے۔

اس اثنا مین حکیم بن حزام بھی لوٹ کر عتبہ کے پاس پہونچے اور ابوجہل کا مفسدانہ جواب اوس سے کہدیا۔ عتبہ تخت برہم ہوا اور کہنے لگا کہ معرکہ کارزار گرم ہونے دو۔ ثابت ہو جائیگا۔ شجاعت و دلاوری کا تمغا کون پاتا ہے اور نکبت و بدنامی کا ٹیکا کس کے سر لگتا ہے۔

لشکر قریش کے حالات یہان تک لکھکر اب ہم لشکر اسلام کے واقعات کی طرف رجوع کرتے ہین۔

میدان جنگ مین عریشہ رسولؐ کی طیاری

آغاز جنگ سے پہلے سعد بن معاذ نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ ہمارا جان نثارانہ خلوص اس امر کو گوارا نہین کرتا کہ آپ کھلے میدان کی اس تیز دھوپ مین معمولی سپاہیون کے ساتھ معرکہ قتال مین کھڑے رہین ہم آپ کے لئے فوراً ایک سائبان یا چھپر (عریشہ) تیار کئے دیتے ہین آپ اوسی کے سایہ مین تشریف رکھکر سرفروشان لشکر کی جان نثاریان ملاحظہ فرمائین۔ اگر خدا نے ہمین فتحیاب کیا تو کوئی بات نہین اور اگر خدا نخواستہ نتیجہ خلاف ہوا تو آپ مخالفین کے ہاتھون سے محفوظ رہکر فوراً مدینہ پہونچ جائینگے اور باقی ماندہ مسلمانون سے مل جائینگے جو خلوص و عقیدت مین ہم سے ہرگز کم نہین ہین۔ وہ مدینہ مین صرف اس خیال سے پیچھے رہ گئے ہین کہ انکو اس جنگ کا حقیقتاً یقین ہی نہ تھا۔ اگر اونکو اس امر کا یقین ہوتا کہ آپ جنگ کرینگے تو وہ بھی اُسی وقت سے سربکف ہمراہ رکاب ہوتے۔

جناب رسول خدا صلعم نے سعد بن معاذ کی یہ عقیدت مندانہ تقریر سنکر اونکو دعای خیر دی اور عریشہ کی طیاری کا حکم دیا۔ دم کے دم مین کھجور کی شاخون اور پتون سے عریشہ طیار کر دیا گیا اور سعد بن معاذ اپنے چند اعوان و انصار کے ساتھ عریشہ رسول صلعم کی حراست و پہرہ داری کی غرض خاص سے ننگی تلوارین لے کر دروازہ پر کھڑے ہو گئے۔ طبری ۱۳۱۵۔ ابن ہشام جلد دوم ص ۱۵

عامر حضرمی کی صدائے استغاثہ نے اپنے لشکر قریش کو چونکا کر مقابلہ پر فوراً آمادہ کر دیا۔ میدان جنگ مین پہونچکر وہ اپنی صفین درست کرنے لگے۔ اور تھوڑی دیر مین بدر کا میدان قریشیون کا جنگل ہو گیا۔ خدا کے انتظام کی کس کو خبر۔ کثرت سے پانی برس جانے کی وجہ سے۔ میدان کارزار مین جدہر قریش کھڑے ہوئے تھے۔ وہ کیسقدر نشیب ہونیکی وجہ سے وہ قطعہ زمین بالکل کیچڑ ہو گیا تھا اور دلدل کی صورت ہو رہا تھا جس مین سوارون کے علاوہ پیدل سپاہیون کو بھی پاؤن جمانا مشکل ہو رہا تھا گھوڑے تو خیر۔ اونٹون کی تو جانون پر آبنی تھی۔ جو قدرت کی طرف سے خاص ریگستان کے لئے پیدا کئے گئے ہین یہ کیچڑ۔ دلدل اور پانی کے سیلاب کے لئے۔

قریش کے تجربہ کار اور نبرد آزما سرداران لشکر نے رزمگاہ کی اس نامناسبت کو سمجھا لیکن اب تو خنجر و گلو کا وقت آ لگا تھا۔ مہلت کہان تھی۔ جو تبدیل مقام کی تدبیر کی جاتی۔ ایک تو وجہ یہ تھی جسکی وجہ سے قریش اسکی طرف متوجہ نہ ہو سکے۔ دوسرا سبب یہ تھا کہ وہ اپنی کثیر التعداد جمعیت کی بنا پر اپنی کامیابی کے اسدرجہ متیقن تھے کہ وہ ان اقسام کی چھوٹی چھوٹی دشواریون کو کچھ خیال مین نہ لائے۔

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ لشکر اسلام میں تین علمدار تھے قریش نے بھی تین ہی علمدار مقرر کئے ایک طلحہ بن ابی طلحہ۔ دوسرا ابو عزیز بن عمیر تیسرا نضر بن الحارث۔ اس فوری ترتیب کے بعد وہ مقابلہ و مقاتلہ کے لئے پورے طیار ہو گئے۔

لشکر اسلام میں چونکہ سبقت کرنے کی سخت ممانعت تھی اور جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالنفس النفیس یہ حکم عام دے چکے تھے کہ میرے حکم بغیر کوئی مسلمان دشمن پر ہاتھ نہ اوٹھائے اس بنا پر مسلمانوں کی صفیں دیواروں کی طرح میدان کارزار میں پاؤں جمائے خموش کھڑی تھیں۔ قریش آج سے کیا مہینوں سے لڑائی کے لئے بیچین ہو رہے تھے۔ میدان کارزار کا منظر اسوقت قابل دید تھا۔ مقابل فوجوں کی کثرت و قلت کے اعتبار سے نہیں یا حسن و نقص ترتیب و آرائش فوج کی نظر سے نہیں بلکہ حق و باطل اور کفر و اسلام کے نقطۂ نظر سے ایک طرف ایک خدا کے نام پر کل تین سو تیرہ جانیں قربان ہونے کے لئے سر بکف استادہ ہیں دوسری طرف لاتعداد بتوں کے لئے ایک ہزار جانیں بھینٹ چڑھنے کے واسطے طیار ہیں مصور قدرت نے اس منظر کی بولتی ہوئی تصویر ان الفاظ میں کھینچی ہے

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ	جو لوگ لڑے ان میں تمہارے لئے عبرت کی نشانیاں ہیں ایک خدا کی راہ میں لڑ رہا تھا۔ اور دوسرا خدا کا منکر تھا۔

دردمند دلوں کے وہلا دینے کے لئے یہ منظر کافی تھا جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کسی طریقہ سے بندگان خدا کے خون سے اپنے دست مبارک کو آلودہ کرنا گوارا نہیں فرماتے تھے۔ اس خونین منظر سے بے حد متاثر ہو رہے تھے خصوصاً جان نثاران اسلام کی قلت اور منکران خدا کی کثرت مشاہدہ فرما کر آپ بے حد بیتاب ہو جاتے تھے بار بار دست دعا خالق ارض و سما کی طرف اوٹھاتے تھے اور نہایت خضوع و خشوع کے ساتھ فرماتے تھے رب انجز وعدہ وانصر عبدہ۔ پروردگار اپنا وعدہ پورا کر اور اپنے بندے کی نصرت فرما۔ اس عالم خاص کی محویت ایسی ہوئی تھی کہ ردائے مبارک دوش اقدس سے اوتر کر زمین پر گر پڑی تھی اور آپ کو مطلق خبر نہ ہوتی تھی۔ دعا و التجا سے فارغ ہوتے تھے تو سجدے کرنے لگتے تھے اور سجدے سے اوٹھتے تھے تو پھر ان الفاظ میں دعا فرمانے لگتے تھے۔

اللّٰهم ان تهلك هذه العصابة من اهل الاسلام لا تعبد فی الارض ابدا۔	اگر مسلمانوں کے یہ چند نفوس آج ہلاک ہو گئے تو پھر روے زمین پر کوئی تیرا نام لینے والا باقی نہیں رہے گا۔

صحابہ حاضرین جن میں شبلی صاحب حضرت ابوبکر کا نام خصوصیت کے ساتھ بتاتے ہیں۔ آپ کی برابر اور متواتر تسکین فرماتے تھے۔ لیکن آپ کو تاوقتیکہ

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ	فوج کو شکست دی جائیگی اور وہ اپنی پشت پھیر دینگے۔

کی بشارت نہ آلی چین نہ آیا۔

اس بشارت کے پاتے ہی آپ قلب مطمئن کے ساتھ میدان گیرودار میں تشریف لائے اور مبارزان اسلام کو

ان الفاظ مین حکم جہاد دیا۔

جب تک قریش تم سے بالکل قریب اگر تم پر حملہ نہ کرلین تم اون پر ہاتھ نہ اوٹھانا۔ اور اگر وہ تم سے قریب نہ آئین اور صرف دور سے تیر برسائین تو تم بھی اونکو اپنے تیرون سے جواب دیتا۔ لیکن ٹھیر ٹھیر کے تیر چلانا۔ اس لئے کہ ایکبارہی تمہارے ترکش تیر سے خالی نہ ہو جاین۔

خونخواران قریش مین اتنی احتیاط اور اتنے توقف وتحمل کی تاب کہان تھی مسلمانون کی مرتب اور مسلسل فوج کو دیکھتے ہی اونکی آنکھون مین خون اوتر آیا غیظ وغضب سے تمام جسم کا خون اونٹنے لگا۔ ایک دم کے لئے بھی جنگ مین ٹھیرنا یا توقف کرنا اونکی مردانگی کے خلاف شان تھا۔

سب سے پہلے قریش نے عامر خضرمی کو جس کا بھائی عبداللہ سریہ عبداللہ بن جحش مین مارا گیا تھا مسلمانون کی فوج پر حملہ آور ہونے کے لئے بھیجا۔ وہ غیظ وغضب مین آندہی بنا ہوا آیا۔ اور تلوار نکال کر مسلمانون پر حملہ کرنے لگا۔ عامر کا سب سے پہلے بھائی کے قصاص مین لشکر اسلام پر حملہ آور ہونا اس امر کے ثبوت کامل ہونے کیلئے تنہا کافی ہے کہ جنگ بدر صرف عبداللہ خضرمی کے خون کی بنا پر واقع ہوئی تھی۔ کاروان کی غارتگری وغیرہ کے داستانین جو اسکے اسباب مین بتلائی جاتی ہین وہ سب غلط اور بے اصل ہین۔

شبلی صاحب بخلاف مرویات تاریخ وسیر واحادیث کی جزئیات کی بنا پر لکھتے ہین کہ مہجع جو حضرت عمرؓ کے خاندان کا قدیم غلام تھا عامر کے مقابلہ کو نکلا اور مارا گیا[1]۔

عتبہ بن ربیعہ ابوجہل کے طعنون سے دل افگار ہو رہا تھا۔ جوش شجاعت مین اپنے بھائی اور بیٹے کو ہمراہ لے کر میدان کارزار مین پہونچگیا۔ عرب کا قدیم دستور تھا کہ معرکہ آرائیون اور نام ونمود کے موقعون پر سرداران قبیلہ اور ممتازین قوم ایک خاص امتیازی نشان لگا کر جاتے تھے اسی کے مطابق عتبہ بن ربیعہ نے امتیاز خاص کے لحاظ سے اپنی زرہ مین آگے کی طرف شتر مرغ کا پر لگا لیا تھا۔ میدان جنگ مین آتے ہی مقابل سے اپنا مبارز طلب کرنے لگا مسلمانون کے لشکر سے تین جوانان انصار عوذ ومعوذ پسران حارث اور عبداللہ بن رواحہ اونکے مقابلہ کو نکلے۔ عتبہ نے عرب کے خاص دستور کے موافق ان سے نام ونسب پوچھا انھون نے اپنے نام بتلائے اور کہا کہ ہم انصاران مدینہ ہین عتبہ نے صاف لفظون مین کہدیا ہمکو تمہاری ضرورت نہین تم واپس جاؤ تم ہمارے کفو نہین ہم اپنے کفو سے لڑتے ہین۔

---

[1] ابن ہشام طبری۔ روضۃ الاحباب تاریخ وسیر کی کوئی کتاب عامر سے مہجع کے مقابلہ کی کیفیت نہین لکھتی۔ زرقانی نے ص ۵۲۵ مین ابن اسحاق وابن سعد کے حوالہ سے عامر کے مقابلہ اور مہجع کے قتل کو لکھا ہے شبلی صاحب کے چونکہ مفید مطلب تھا اور حضرت عمر کی نوعی تعلق وخصوصیت پائی جاتی تھی۔ اس لئے آپ نے بلا تحقیق اسی کو اپنا مختار قرار دیلیا۔ حالانکہ آپ سے پہلے کتنے قدیم مورخین ومولفین سیرت کی اس پر نگاہ پڑی ہوگی لیکن کسی نے اسکو قابل نقل واندراج نہ سمجھا کیون؟ اسلئے کہ اسکے سمجھنے مین راویون کو غلط فہمی واقع ہوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ مہجع بالاتفاق جمہور اہل اسلام

یہ عرب کی خاص شجاعانہ شان شرافت اور امتیاز انہ شعار محاربت ہیں۔ انصار واپس چلے گئے عتبہ نے بروایتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاص طور پر بآواز بلند مخاطب کیا کہ ہمارے مقابلہ کو ہمارے کفو والے بھیجے جائیں۔ آپ کے قلب مبارک پر عتبہ کے اس احتجاج ہمقومیت کا پورا اثر ہوا اور آپ نے بھی شجاعت ہاشمی کے اقتدار و شعار خاص سے جیسا طبری و ابن ہشام کے خاص الفاظ بتلا رہے ہیں فوراً پکارا۔

قم یا حمزہ بن عبد المطلب۔ قم یا عبیدہ بن الحارث بن عبد المطلب۔ قم یا علی بن ابی طالب فلما قاموا ودنوا منھم قالوا من انتم قال عبیدہ عبیدہ قال حمزہ حمزہ قال علی علی۔ قالوا نعم اکفاء کرام طبری ۱۳۱۷

حمزہ بن عبد المطلب۔ اوٹھو عبیدہ بن حارث بن عبد مطلب اوٹھو علی ابن ابی طالب اوٹھو۔ یہ حضرات جب حکم پاکر حریف کے پاس پہونچے تو عتبہ نے نام پوچھے۔ عبیدہ نے کہا میں عبیدہ ہوں۔ حمزہ نے کہا میں حمزہ ہوں علی نے کہا میں علی ہوں۔ عتبہ نے کہا کہ ہاں تم لوگ البتہ ہمارے بزرگان کفو ہو۔

بخلاف شبلی صاحب تمام سیرت و تاریخ کے مولفین اور محدثین نے انھیں حضرات کے مقابلہ سے جنگ بدر کی تفصیل بیان کو آغاز کیا ہے لیکن شبلی صاحب نے بعض جزئیات حدیث پر اعتبار کر کے مہجع غلام حضرت عمرؓ اور عامر کے مقابلہ سے بدر کے سلسلہ بیان کو شروع فرمایا ہے جسکی حقیقت کا انکشاف عبارت حاشیہ میں مندرج ہے۔

جناب رسولخدا صلعم نے قریشیوں میں بنی ہاشم کی خصوصیت اسوجہ سے کی کہ مہاجرین قریش کے دل میں یہ موذی خیال و احتمال نہ پیدا ہو کہ رسول خدا بنی ہاشم کی جانوں کو پہلے خطرے میں ڈالنا گوارا نہیں کرتے اونکو بچا کر عتبہ کے سوال پر قریش مہاجرین سے مقابل بھیجتے ہیں۔ اس بنا پر آپ نے اصول عدالت و مساوات کی رو سے پہلے اپنے اعزہ و اقارب کو سرفروشی کے لئے میدان جنگ میں بھیجدیا کہ کسی کے دل میں خود غرضی اور عزیزوں کی دردمندی کا شبہہ ہو اور اونکے ثبات ایمان اور شوکت اسلام کا باعث ہو۔ زرقانی ۵۰۲ جلد ۱

ایک دوسری وجہ یہ بھی بتلائی جاتی ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کے سخت و شدید خدمات میں سبقت جب تک

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ میں بدر کے دن شہید اول مہجع اس شہید اول کی بنا پر اسکے مبارز اول ہونیکی غلط فہمی واقع ہوئی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ شہید اول ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مبارز اول بھی ہو جیسا کہ فی الواقع ہے۔ مبارزان اول بالاتفاق جمہور یہی حضرات بنی ہاشم ہیں۔ انہیں کوئی مارا نہیں گیا یہ مارکر لوٹ آئے حکم تیراندازی میں جو اونکے بعد دیا گیا مہجع کا قصہ تمام تاریخون میں درج ہے۔ یہ غریب تیراندازی کرتا تھا ایک تیر لگا اور ٹھنڈا ہو گیا۔ یہ واقعہ ہے کہ اوسوقت مسلمانوں کی طرف کوئی قتل نہیں ہوا تھا۔ اس لئے یہ شہید اول گو شہید اول ہونے سے مبارز اول نہیں تھے اسیوجہ سے کسی مورخ نے انکے مقابلہ و مقاتلہ کا ذکر نہیں کیا۔ ابو اسحاق وغیرہ اور اونکے راویوں کو شہید اول ہونے کی بنا پر مبارز اول ہونیکی بھی غلط فہمی ہوئی ہے۔ مورخین حقیقت حال سمجھکر آجتک اپنی تالیفات سے مرفوع القلم کرتے آئے لیکن شبلی صاحب کو اسے اپنا مختار بنانیکی انھیں مخصوص ضرورتوں کی وجہ سے مجبوری ہوئی جسکو ہم اوپر لکھکر بتلا آتے ہیں۔ یہ واقعہ قریش کے دستور قدیم سے بھی خلاف ہے جب کہ ابھی ابھی عتبہ نے انصار کو بوجہ غیر جنسیت کے واپس کر دیا ہو پھر کیونکر یقین کیا جائے کہ عامر خضرمی نے مہجع سے جو اسلام سے قبل غلام اور نسل قریش سے نہیں تھے کیونکر مقابلہ ہونا قبول کر لیا ہوگا۔ المولف عفی عنہ۔

خود اپنی یا اپنے والون کی طرف سے نہین دکھلائی جاتی دوسرون کی ہمت کے قدم اوٹھنے دشوار معلوم ہوتے تھے۔ بنی ہاشم کو اول مقابل پاکر ہر شخص کے کلیجہ بڑہ گئے۔ اور ہمتین دونی ہوگئین اور اونھون نے سمجھ لیا کہ فرائض جہاد ایسے واجب التعمیل ہین کہ جناب رسول اللہ صلعم اونکی انجام دہی کے لئے سب سے پہلے اپنے ہی اعزہ واقارب کو پیش کرتے ہین۔

اوپر بیان ہوچکا ہے کہ شجاعان ہاشمی اپنے مقابل عتبہ بن ربیعہ کو اپنا نام ونسب بتلا چکے تو جانبین سے یون مقابلہ شروع ہوا کہ عتبہ حضرت حمزہؓ سے مقابل ہوا شیبہ عبیدہ سے اور ولید ابن عتبہ حضرت علی مرتضیٰؓ سے مقابل ہوا۔ جانبین سے تلوارین کھنچ گئین۔ عتبہ کو حضرت حمزہؓ نے مار گرایا اور ولید حضرت علی کی تلوار سے دم کے دم مین بیدم ہوا لیکن شیبہ نے تیز دستی کرکے عبیدہ کے پاؤن پر ایسی ضرب لگائی کہ وہ زمین پر گر پڑے اونکے گرتے ہی حضرت حمزہؓ اور حضرت علی نے موقع پر پہونچکر شیبہ کا خاتمہ کردیا۔ اور مجروح عبیدہ کو اپنے کاندہون پر اوٹھاکر خدمت رسول مین لائے۔

مجروح عبیدہ۔ اور شوق شہادت

عبیدہ کا زخم کاری تھا اور کثرت سے خون جاری۔ عبیدہ نے حاضر خدمت ہوتے ہی نہ زخم کی کیفیت اور نہ درد و تکلیف کی شکایت عرض کی۔ جمال مبارک پر نظر کرتے ہی پوچھا تو یہ۔ یا رسول اللہ کیا مین درجہ شہادت پر فائز نہین ہوا۔ آپ نے اس خالص جان نثار رسالت اور طلبگار شہادت کے جواب مین ارشاد فرمایا تم ضرور فائز بشہادت ہوئے۔ زبان رسالت سے یہ بشارت سنی تھی کہ روئے افسردہ اور چہرہ پژمردہ پر اصلی فرحت اور ابدی اطمینان وراحت کے آثار نمودار ہوگئے اور اوس کامل الایمان نے بطور یاددہانی عرض کی۔ یارسول اللہ افسوس ہے کہ اسوقت ہمارے عم محترم حضرت ابیطالب زندہ نہوئے اگر وہ موجود ہوتے تو اسموقع پر وہ معترفانہ طور پر اقرار کرتے کہ اونکے اس شعر کا جو آپ ہی کی مدح وثنا مین تصنیف ہوا ہے اصلی مستحق مین ہون۔

ونسلمہ حتی نصرع حولہ ونذھل
عن ابنائنا والحلائل

ہم محمد کو اوسوقت دشمنون کے حوالے کرینگے جب ہم اونکے گرد لڑکر مرجائین اور ہم محمد کیلئے اپنی بیٹون اور بیبیون کو بھول جاتے ہین طبری ۱۳۱۸

اسلام کے مجروح اول حضرت عبیدہ رضؓ کے احوال کو خاتمہ تک یہین پہونچا دینا بہتر ہے۔

اوپر بیان ہوچکا ہے کہ ان کا زخم کاری تھا۔ جنگ بدر سے واپسی مین منزل روحا پر پہونچکر یہ جان نثار مجاہد انتقال کرگیا۔ اور وہین یہ شہید راہ خدا مدفون کردیا گیا۔ طبری ص ۱۳۱۸ ابن ہشام ج ۲ ص ۱۷۔

صحیح بخاری باب التفسیر مین ہے

عن قیس بن عبادہ قال قال علی انا اول من یجثوا بین یدی للخصومۃ یوم القیامۃ قال قیس وفیھم نزلت ھذان خصمان اختصموا فی ربھم الخ قال ھم الذین تبارزوا یوم بدر حمزہ وعلی وعبیدہ

قیس بن عبادہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضرت علیؓ نے کہ مین قیامت کے دن سب سے پہلے اپنا جھگڑا پیش کرونگا قیس کہتے ہین کہ یہ آیت کہ دو مدعی لڑے اپنے رب کے واسطے الخ اون لوگون کیواسطے نازل ہوئی ہے جو جنگ بدر مین لڑے اور وہ حضرت حمزہؓ علیؓ اور عبیدہؓ تھے مومنین مین

(من المومنین) و عتبہ و شیبۃ و ولید بن عتبۃ (من الکافرین)

اور عتبہ۔ شیبہ اور ولید بن عتبہ کفار کافرین ہین۔

شبلی صاحب نے اپنی کتاب مین بیان سے سلسلہ جنگ کے واقعات مین اپنی خود غرضانہ ترکیب وضرورت تالیف سے خواہ مخواہ بدترتیبی پیدا کر دی ہے۔ اور تمام عربی۔ اور فارسی تاریخ وسیرت کی ترتیب آغذ سے علیحدہ حضرت زبیر بن العوام کی معرکہ آرائی کی تفصیل داستان شروع کر دی ہے۔ حالانکہ طبری۔ ابن ہشام۔ مواہب لدنیہ اور روضۃ الاحباب۔ کسی کتاب مین اس داستان کا نام ونشان نہین ہے۔ شبلی صاحب کی یہ ترتیب واقعات بھی تاریخ وسیرت کی ترتیب سے بالکل مخالف ہے۔ اور یہ واقعہ بھی اونکے مختار کے خلاف ہے اسی باعث سے قابل ذکر نہین سمجھا گیا ممکن ہے کہ شبلی صاحب کی جزئیات حدیث سے ہو جسکو آپ ایسے مقام پر ڈھونڈ نکالتے ہین اور خواہ مخواہ تاریخ وسیر کے واقعات ومشاہدات مین خلط ملط کر دیتے ہین۔

ہم چونکہ اونکے بیان کردہ واقعات کو واقعہ تاریخی کے معیار تک پہونچا ہوا نہین پاتے اس لئے اپنے سلسلہ بیان مین نقل نہین کرتے ہم اسکی حقیقت کا انکشاف علیحدہ کرینگے۔ شبلی صاحب کی موجودہ ترتیب واقعات کی خلاف طبری اور ابن ہشام عربی کی دو قدیم تاریخون نے عتبہ اور شیبہ کے مارے جانے کے بعد جو ترتیب قایم کی ہے اور جو سلسلہ بیان اختیار کیا ہے ہم اوسی کو اپنا مختار قایم کرکے اپنے آیندہ بیان مین نقل کرتے ہین

ابن ہشام مبارزان بنی ہاشم کے اظہار شجاعت اور عتبہ وغیرہ کے قتل وہلاکت کے بعد لکھتے ہین۔

ثم تزاحف الناس و دنا بعضہم من بعد و قد امر رسول اللہ صلعم ان لا یحملوا حتی یامرہم وقال ان اکتنفکم القوم فانضحوھم عنکم بالنبل و رسول اللہ صلعم فی العریش و معہ ابی بکر الصدیق جلد دوم صؔ

اس کے بعد لوگ آگے بڑھ گئے۔ اور بعض اپنے بعض مقابل سے بالکل متصل ہو پہنچ گئے۔ یہ دیکھکر جناب رسول خدا صلعم نے حکم فرمایا کہ اب مقابل پر اتنے قریب سے حملہ آور نہ ہو۔ بلکہ اون پر کسیقدر فاصلہ سے تیر چلاتے رہو۔ یہ حکم فرما کر آپ عریش کی طرف چلے گئے۔ وہان آپ کے ساتھ ابو بکر صدیق تھے

یہ فرمان اور یہ انتظام آنحضرت صلعم کے فنون جنگ کے کمال اور انتہائے حزم واحتیاط کا شاہد کامل ہے حقیقتاً معارک جنگ کا ایک تجربہ کار اور نبرد آزما سپہ سالار غنیم کی کثرت اور اپنی قلت پر نظر کرکے احتیاط وہوشیاری کی ایسے ہی حکم جاری کرتا ہے۔

دو اسلامی تیراندازون کا قتل

ابن ہشام کی ترتیب بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی تیرافگنی کے سلسلہ مین مہجع کا قتل واقع ہوا جسکے تفصیلی حالات ہم شہدائے بدر کے ذکر مین لکھین گے۔ اور یہ ترتیب بالکل قرین قیاس اور فی الواقع معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ عتبہ کی جنگ کے بعد آنحضرت صلعم نے تیراندازی کا حکم دیا جیسا کہ ابھی ابھی اوپر بیان ہو چکا اسی بناپر ابن ہشام نے جنگ عتبہ کے بعد ہی قتل مہجع کو لکھا ہے اور انکو شہید اول تبلایا ہے۔ اسلئے کہ اگرچہ عبیدہ

مہجع رض سے پہلے زخمی ہو چکے تھے۔ لیکن زندہ تھے۔ اور چار دن کے بعد فوت ہوئے مگر مہجع غریب تو تیر لگتے ہی ٹھنڈا ہو گیا اس لئے وہ شہید اول ضرور ہے۔

ان کی شہادت کے بعد اسیطرح حارثہ بن سراقہ جو قبیلہ بنی نجار کے ایک مرد انصار تھے۔ فائز بشہادت ہوئے۔ دو مسلمانون کی متواتر شہادت کے واقعات مشاہدہ فرما کر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے عریش سے میدان جنگ مین تشریف لائے اور جان نثاران مہاجر و انصار کی ہمت افزائی ان الفاظ مین فرمائی۔

والذی نفس محمد بیدہ لا یقاتلھم الیوم رجل فیقتل صابرا محتسبا مقبلا غیر مدبر الا ادخلہ اللہ فی الجنۃ ابن ہشام ص ۱۷ ج ۲	اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت مین محمد کی جان ہے۔ آج کے دن جو شخص صبر و تحمل سے دشمن کے سامنے قدم آگے بڑھاتا ہوا نہ پیچھے ہٹاتا ہوا قتل کریگا یا مارا جائیگا اوسکو خدا یقینی طور پر داخل جنت کریگا۔

اس حکم کے بعد مسلمان پھر اپنی صف سے آگے بڑھکر حریف سے مقابل ہو گئے۔ اور اب چارون طرف سے مقابلہ و مقاتلہ شروع ہو گیا۔ اسوقت تک گو مہجع اور حارثہ دو اسلامی مبارز فائز بشہادت ہو چکے تھے۔ لیکن کفارون کے مقابلہ مین مسلمانون ہی کا پلہ بھاری تھا۔ اسلئے کہ ان شہیدان اسلام کے مارے جانے سے پہلے قریش کے ایسے انتخابی اور سربرآوردہ سرداران قبیلہ مارے جا چکے تھے جنکی کمی کو مہجع اور حارثہ کا قتل کبھی پورا نہین کر سکتا تھا۔ عتبہ شیبہ اور ولید کے ایکبار مارے جانے سے کفار کے لشکر مین مسلمانون کا خوف اور رعب پیدا ہو گیا تھا۔ اس بنا پر جو مسلمان جس کافر کے مقابلہ پر آتا تھا وہ خوف زدہ ہو جاتا تھا۔ چونکہ ہر طرف سے لڑائی شروع ہو گئی تھی اسلئے متعدد مبازران اسلام جن مین حضرت حمزہ رض حضرت علی مرتضی اور حضرت ابو دجانہ انصاری کے نام خصوصیت سے لئے جاتے ہین شمشیرین کھینچکر لشکر کفار مین دھنس پڑے۔

ابن ہشام و طبری کے مختار کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام مبازران اسلام کو ان الفاظ مین ہدایت خاص دے رکھی تھی۔

قال لاصحابہ یومئذ انی قد عرفت ان رجالا من بنی ھاشم وغیرھم قد خرجوا کرھا لاحاجۃ لھم بقتالنا فمن لقی منکم احدا من بنی ھاشم فلا یقتلہ ومن لقی ابا البختری بن ھشام بن حرب بن اسد فلا یقتلہ ومن لقی العباس بن عبد المطلب عم رسول اللہ لم یقتلہ فانہ انما اخرج مستکرھا ابن ہشام ص ۱	آپ نے تمام صحابہ کو اوسدن یہ حکم دے رکھا تھا کہ مجھے خوب معلوم ہے کہ بہت سے بنی ہاشم اور دوسرے لوگ بھی قریش کے دباؤ کی وجہ سے آئے ہین حقیقتاً اونکو ہم سے لڑائی کی حاجت نہین ہے اس لئے اگر کوئی بنی ہاشم تمکو ملجائے تو نہ مارنا اور جس شخص کو ابو البختری بن ہشام بن حرب بن اسد ملجائے تو وہ اوسکو بھی نہ مارے اور جسکو حضرت عباس بن عبد المطلب عم رسول اللہ ملجائین تو اونکو بھی نہ مارنا کیونکہ وہ بھی بکراہیت کفار کے ہمراہ آئے ہین۔

افسوس ہے شبلی صاحب نے ایسے متفق علیہ واقعہ کو کیسے صریح قطع و برید اور صریح تلبیس کے ساتھ صرف چند لفظون مین لکھکر ختم کر دیا ہے۔ اور مستثنی لوگون مین بنی ہاشم کے نامونکو جنکے نام سب سے پہلے بتلائے گئے ہین بالکل مرفوع القلم فرما دیا ہے حالانکہ آپ کے ماخذ بھی عربی کی قدیم تاریخین ہین۔ جو یکزبان ہوکر آغاز ہی مین عام طور سے بنی ہاشم کے مستثنی کر دیئے جانے کو لکھ رہی ہین۔ مگر آپ ہین کہ اونکے ذکر و نام اپنے جریدۂ تاریخی سے نکالے دیتے ہین اور یہ نہین سوچتے کہ کن کن کتابون سے آپ نکالین گے اور کہان کہان سے کاٹین گے ؎ قرآن مٹے کسی کے مٹائے تو ہم مٹین۔

ہم اصلی ماخذ کی صحیح عبارت تو لکھکر بتا چکے۔ لیکن آپ کی عبارت بھی محض عبرتِ ناظرین کے لحاظ سے ذیل مین نقل کئے دیتے ہین فاعتبروا یا اولی الابصار۔

آنحضرت صلعم نے لڑائی سے پہلے ارشاد فرمایا تھا کہ کفار کے ساتھ جو لوگ آئے ہین اون مین ایسے بھی ہین جو خوشی سے نہین بلکہ قریش کے جبر سے آئے ہین۔ انلوگون کے نام بھی آپ نے بتلا دیئے تھے۔ سیرۃ النبی ص ۲۳۰

کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ اون ماخذون کا یہ صحیح ترجمہ ہے۔ آپ کا صرف اتنا لکھدینا کہ اونکے نام بھی تبلا دیئے گئے تھے صاف صاف بتلا رہا ہے کہ آپ کسی ضرورت سے اونکا نام تبانا نہین چاہتے۔ اور پھر ناظرین کتاب کو اصل ماخذ کا محتاج رکھتے ہین۔ اصل مقصد تو بنی ہاشم کے نامون کے استخفاف سے ہے تاکہ انکا استثنا و استخصاص کسی طریقہ سے معلوم نہ ہونے پائے۔ جب ایک معمولی واقعہ کے بیان مین اسقدر اسقاط و ابہام سے کام لینا تھا تو پھر کتاب لکھنے کی کیا ضرورت تھی شعر گفتن چہ ضرور۔ ہان خوب یاد آیا۔ اس حکم کے بعد والے واقعہ کو جو اسکے ساتھ لازم و ملزوم اور تمام سیر و تاریخ کی کتابون مین مرقوم ہے بالکل چھوڑ دیا۔ اور اوس کے لئے چند الفاظ بھی نہ صرف کئے۔

ابوحذیفہ کی عقیدتمندانہ غلط فہمی اور اوسپر خجالت و شرمندگی

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوس حکم کو سنکر ابوحذیفہ بن عتبہ جو مسلمان ہوکر مہاجرین اولین کے ساتھ ہی مدینہ مین آ چکے تھے اور بدر مین موجود تھے جوش عقیدت مین کہنے لگے۔ ابن ہشام اس جوشیلے اور کامل الوفا جوان کے اظہار عقیدت کا واقعہ مفصلہ ذیل الفاظ مین بیان کرتے ہین۔

فقال ابوحذیفۃ انقتل اباءنا وابناءنا واخواننا وعشیرتنا ونترک العباس واللہ لئن لقیتہ لالحمنہ السیف قال فلما بلغت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فقال لعمر بن الخطاب یا ابا حفص قال عمر واللہ لانہ لاول یوم کنانی فیہ رسول اللہ صلعم بابی حفص ایضرب وجہ عم رسول اللہ صلعم بالسیف

ابوحذیفہ جو موقع پر موجود تھا یہ حکم سنکر کہنے لگا عجیب بات ہے کہ ہم اپنے باپ بھائی اور قبیلہ والون کو تو مار ڈالین اور عباس کو چھوڑ دین قسم بخدا اگر وہ مجھکو مل گئے تو مین ضرور اپنی تلوار سے اون پر حملہ کر دونگا۔ جب اسکے اس کلام کی خبر آنحضرت صلعم کو ہوئی تو آپنے حضرت عمرؓ سے پکار کر کہا اے ابا حفص حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ یہ پہلا دن تھا کہ آپ نے مجھے میری کنیت سے پکارا اور کہا اے عمرؓ کیا رسول اللہؐ کے چچا پر بھی تلوار چلائی جائیگی حضرت

فقال عمر یا رسول الله دعنی فلاضرب عنقه بالسیف فوالله لقد نافق فکان ابوحذیفه یقول ما انا با من من تلك الكلمة التي قلت يومئذ ولا ازال منها خائفا الا ان تكفرها عنی الشهادة فقتل اليمامه شهيدا۔ طبری ۱۳۲۴

عمرؓ نے کہا یارسول اللہ صلعم ابوحذیفہ نے کلمہ نفاق کہا۔ مجھے حکم ہو تو ابھی اپنی تلوار سے اوسکی گردن کاٹ دوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نہ بولے۔ ابوحذیفہ کا بیان ہو کہ میں اپنی تمام عمر اس کلمہ کے کہنے پر توبہ و انابت کرتا رہا۔ اور خدا سے ہمیشہ اسکے کفارے میں طلب شہادت کرتا رہا۔ یہانتک کہ یہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے

اس واقعہ کی تفصیل یہ تھی جسکو شبلی صاحب نے قطعًا مرفوع القلم فرمادیا۔ اس انداز تحریر سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اپنے مفید مطلب مضامین کو صرف لکھتے ہیں اور باقی سب کو القط کر دیتے ہیں۔ یہ مولف کا متدینانہ طرز تالیف نہیں ہے بلکہ خود غرضانہ شان بیان ہے اور سخت قابل اعتراض۔

لیکن غور سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا واقعہ حذیفہ کے نہ لکھنے میں آپ کی خود غرضی باعث نہیں تھی۔ وہ تو صرف حکم استثناء بنی ہاشم تک محدود رکھی گئی ہے۔ ابوحذیفہ کے اسقاط واقعہ کا سبب خاص وہی عیسائی معترضین کا خوف تھا جو آنحضرت صلعم کے حکم برارت بنی ہاشم پر ابوحذیفہ کے کلمات تعریض دیکھکر آپ کے اس حکم پر غیر عادلانہ اور نامساویانہ رعایات قرابت اور محبت کا عیب لگائیں گے اور شاید آپ اونکے اس اعتراض کا جواب نہ پائیں گے۔ حالانکہ یہ آپ کا صرف وہم ہی وہم ہے۔ اگر آپ کو معترضین کے جواب کی تلاش ہوتی تو آپ اسی واقعہ ہی کے الفاظ و معانی سے اونکے جواب کو بآسانی پالے سکتے تھے۔ اب ہم سے سنئے۔

حقیقتًا جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ حکم بالکل اصول عدالت اور مساوات پر مبنی تھا اور اس امر کو کہ بنی ہاشم اور دیگر چند قریش کفار و مشرکین کے دباؤ سے شریک جنگ ہوگئے تھے ورنہ آنحضرت صلعم سے لڑنے کا اونکا ارادہ نہیں تھا صرف آنحضرت صلعم ہی نہیں جانتے تھے بلکہ خود کفار قریش کو بھی اس کا اقرار و اعتراف تھا۔ جیسا کہ طالب ابن ابی طالب کے واقعہ سے جسکو طبری نے پوری تفصیل سے لکھا ہے۔ اور آپ نے ذکر بنی ہاشم کی ناگواری طبع کی باعث سے بالکل مرفوع القلم فرمادیا ہے کماحقہ ثابت ہے طبری کی مفصلہ ذیل عبارت ملاحظہ ہو۔

قد كان بين طالب بن ابی طالب وكان فی القوم وبين بعض قريش محاورة فقالوا والله لقد عرفنا يا بنی هاشم وان خرجتم معنا ان هواكم مع محمد فرجع طالب الی مكة فيمن رجع

طالب ابن ابی طالب جو قریش کے اسوقت ہمراہ تھے اور بعض قریش کے درمیان تکرار ہوگئی تو قریشیوں نے کہا قسم خدا کی اے بنی ہاشم ہم تم لوگوں کو خوب پہچانتے ہیں تم ہمارے ساتھ تو بظاہر نکل آئے ہو لیکن تمہاری تمنائیں محمدؐ کے ساتھ ساتھ ہیں۔ یہ سنکر طالب اوسوقت مکہ کی طرف واپس چلے گئے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ غیر ممتد جوان بنی ہاشم قبل از جنگ لشکر قریش سے جدا ہو کر گھر واپس گیا۔ اور چونکہ

یہ واقعہ قبل از جنگ ظہور پذیر ہوا اس بنا پر ثابت ہوگیا کہ کفار قریش کے دل مین بنی ہاشم کی طرف سے یہ ہمیشہ خیال جمن نشین اور وہ ہمیشہ اسکا اظہار و اقرار کرتے تھے۔

لیکن طبری کی مابعد والی روایت سے جسکو اوس نے امام الانساب کلبی کے استاد سے لکھا ہے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ واقعہ عین مقابلہ کے وقت واقع ہوا۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ آخر وقت تک کفار قریش کو اپنے اس اقرار پر اصرار تھا اور وہ روایت یہ ہے۔

واما ابن الکلبی فانہ قال فیما حدثت عنہ شخص طالب بن ابی طالب الی بدر مع المشرکین اخرج کرھا فلم یوجد فی الاسرے ولا فی القتلی ولم یرجع الی اھلہ وکان شاعرا وھو الذی یقول۔

یا رب اما یغزون طالب
فی مقنب من ھذہ المقانب
فلیکن المسلوب غیر السالب
ولیکن المغلوب غیر الغالب

طبری صفحہ ۱۳۰۸

لیکن ابن کلبی مرقومہ بالا روایت کے متعلق کہتے ہین کہ طالب بن ابیطالب بدر تک ہمراہی مشرکین ویکیے گئے تھے اور حقیقتاً وہ بکراہیت ساتھ آئے تھے لیکن بعد جنگ نہ وہ اسیرون مین قید ہوکر آئے اور نہ مقتولین مین پائے گئے اور نہ لوٹ کر گھر گئے اور وہ مرد شاعر تھے اور اونکے یہ اشعار مشہور ہین۔

اے خدا۔ اگر ان لڑائیون مین سے کسی لڑائی مین
لوگ طالب سے لڑین تو تو اوسکو قاتلین مین
یہ مقتولین مین غالبین مین نہ مغلوبین مین رکھنا

شبلی صاحب کو کیا پڑی ہے کہ بنی ہاشم کے تفصیل حالات پر توجہ کرین۔ یہ تو آپ کے اصلی مقصود و موضوع کتاب کے خلاف ہے لیکن ہمکو بحیثیت واقعہ نگار تمام حالات و واقعات پر نگاہ ڈالنی ضرور ہے اور خصوصاً وہ واقعات کہ جو واقعات کی حیثیت رکھتے ہین۔ اس ذی ہمت اور صاحب غیرت شجاع بنی ہاشم کا ذکر خصوصاً اس لئے اور قابل ذکر تھا کہ اس غیرتمند کے متعلق سوائے آجتک اتنے حالات کے جو اوپر لکھے گئے دنیا کو اور کوئی حالات معلوم ہی نہ ہوسکے تمام تاریخین سیرتین اور رجال و تذکرے بالکل خموش ہین اور طالب بن ابیطالب کا کوئی حال نہین لکھتے اور نہ سوائے اشعار بالا کے اس غیور بنی ہاشم کی کوئی یادگار دنیا مین پائی جاتی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ طعن قریش کا اس غیرتمند کے قلب پر اتنا گہرا اثر پڑا کہ وہ سر بکوہ و صحرا ہوکر کہین دور و دراز مقام مین ختم ہوگیا۔ انا للہ

واقعات مرقومہ بالا سے بالتصریح ثابت ہوگیا کہ کفار قریش کو بھی بنی ہاشم کی بکراہیت شرکت و ہمراہی کا اقرار تھا۔ اونکی شرکت و رفاقت محض نسبی تعلقات کی وجہ سے تھی نہ مخالفت اسلام اور نہ قتل اہل اسلام کی غرض خاص سے تو ایسی حالت مین ظاہر ہے کہ ایسے غیر جانبدار اور غیر سروکار لوگون کے بھی قتل کر دیے جانیکا حکم عام دینا بالکل موافق عدالت تھا

خلاف عدالت اور جب یہ حکم بالکل اصول عدالت اور حقیقت الامری پر مبنی ہے تو اعتراض کیا اور معترضین کا خوف کیسا؟

یہ تو اس حکم کے مبنی بعدالت ہونیکا ثبوت ہوا اب بقاعدہ مساوات ہونیکا ثبوت یہ ہے کہ آنحضرت صلعم اپنے اس حکم استثنا میں صرف بنی ہاشم ہی کی خصوصیت قایم فرماتے تو معترضین خلاف مساوات ہونیکا عذر کرسکتے تھے لیکن الفاظ حکم میں وَغَیْرَھُم تو خود موجود ہے یعنی علاوہ بنی ہاشم کے مخصوص قریش میں چند ایسے اشخاص اور بھی موجود ہیں شبلی صاحب خود بھی لکھہ چکے ہیں کہ قریش میں ایسے بھی ہیں صفحہ ۲۳۰ تو پھر ثابت ہوگیا کہ اس حکم استثنا و معافی میں تنہا آپ کی قرابتداری نہیں تھے بلکہ اصول مساوات کی مطابق غنیم کے قبیلہ خاص میں ایسے غیر جانبدار اور نیک نیت لوگ بھی داخل ہیں جو حقیقتاً مسلمانوں سے لڑنا نہیں چاہتے جیسا کہ ابوالبختری کا نام حکم استثنا میں موجود ہے۔ اور عنقریب اسکے واقعہ سے عملی صورت میں بہت جلد معلوم ہوتا ہے۔ ان مشاہدات کی موجودگی میں جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایسے احکام عادلانہ اور مساویانہ کو خود غرضانہ بتلانا کسی عقل والے کا کام نہیں ہوسکتا۔ پھر جب خود اعتراض کی بے وجودی اور عدم اصلیت کی یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے تو اوس سے خوف کرنا اور خوف کی وجہ سے تاریخی واقعہ کو عمداً مرفوع القلم کردینا مؤلف کے حد درجہ کا ضعف قلم و ضعف رائے ثابت کرتا ہے۔

ابوالبختری کی جاہلانہ غیرت اور وحشیانہ حمیت

اوپر بیان ہوچکا ہے کہ ابوالبختری کا نام بھی تبلادیا گیا تھا اور حکم مستثناۃ میں یہ بھی داخل تھے اتفاق وقت سے مجذر بن زیاد بلوی نے جو انصار مدینہ میں سالم بن عوف کا حلیف تھا۔ ابوالبختری کو پالیا۔ دشمن پر حملہ کرنیکے عوض مجذر نے نہایت متانت سے کہا کہ مجھے تمہارے قتل کا حکم نہیں ہے لہذا میں تمہیں چھوڑ دیتا ہوں۔ ابوالبختری نے پوچھا اور میرے رفیق زمیلی کو جو میری رفاقت میں یہانتک آیا ہے کیا حکم ہوا ہے۔ مجذر نے کہا زمیلی کو میں نہ چھوڑونگا۔ اسلیے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اکیلے تجھی کو چھوڑ دینے کا حکم دیا ہے یہ سنکر ابوالبختری نے نہایت بے پروائی سے عرب کی جاہلانہ شان شجاعت میں جواب دیا۔

واللہ اذن لاموتن انا وھو جمیعا لا تحدث عنی نساء مکۃ انی ترکت زمیلی حرصا للحیوۃ	قسم بخدا ہم کیا تمام لوگ ایسی صورت میں مرجانا قبول کرینگے کہ مکہ کی عورتیں کہیں ابوالبختری نے اپنی جان کی لالچ میں زمیلی کو قتل کرادیا

مجذر اوسکے یہ احسان فراموشانہ جواب سنکر ابوالبختری پر حملہ آور ہوا۔ اور ابوالبختری یہ رجز پڑھتا ہوا مجذر سے مقابل ہوا اور مارا گیا۔

لن یسلم ابن حرۃ زمیلہ حتی یموت او یری سبیلہ ابن ہشام ص ۹ ج ۲	شریف زادہ اپنے رفیق کو چھوڑ نہیں سکتا۔ جبتک نہ مرجائے یا موت کا رستہ نہ دیکھے

ہم پہلے لکھہ چکے ہیں کہ اب لڑائی چاروں طرف شروع ہوگئی تھی اور مبارزان اسلام لشکر کفار میں ہر جگہہ دھنس پڑے تھے۔ ابوالبختری کا ادھر مجذر نے خاتمہ کردیا ادھر امیہ بن خلف کی موت گلوگیر ہوگئی۔ اوسکی تفصیل یہ ہے۔

امیہ ابن خلف کا قتل

عبدالرحمن ابن عوف کا اپنا بیان ہے کہ مجھسے اور امیہ بن خلف سے سامنا ہو گیا امیہ سے اور مجھ سے مکہ ہی مین وعدہ ہو چکا تھا کہ اگر وہ مدینہ مین آئیگا اور اوسکو کسی مصیبت سے سامنا ہو جائیگا تو مین اوسکی جان بچا لونگا امیہ کے ایسے سخت دشمن اسلام سے تمام خصومت اسلام اور مسلمانون کی اذیت عام کے انتقام لینے کا موقع تو خوب ہاتھ آیا تھا لیکن وعدہ کا خیال ایسا لگا تھا کہ مین اوسکے قتل سے باز رہا مین اوسوقت تک کثیر التعداد زرہین مقتولین کفار کی لوٹھا کر جمع کر چکا تھا اور اونکو کاندھے پر اوٹھا ے ہوتھا امیہ نے کہا عبدالرحمن اپنا وعدہ یاد ہے۔ مین نے کہا ہان یہ کہکر مین اوسے پہاڑ کے ایک ایسے مقام پر لے آیا جہان مسلمان اوسے نہ دیکھہ سکین۔ اس اثنا مین امیہ کی نظر دور سے حضرت حمزہؓ پر پڑی۔ اوس نے اوسوقت اونکو کسیوجہ سے نہ پہچانکر مجھسے پوچھا کہ تمہارے لشکر مین یہ ریش بزرگ والے بزرگوار کون ہین مین نے دیکھکر کہا کہ حمزہ بن عبدالمطلب ہین امیہ بولا یہی ہین جنھون نے ہمارے ساتھ یہ سب کام بگاڑ رکھے ہین۔ اثنا ے گفتگو مین کہین بلال حبشی کی نظر امیہ پر پڑگئی۔ یہ امیہ بن خلف وہی شخص تھا جس نے بلال کی غریب جان پر اسلام لانے کے ابتدائی زمانے مین انواع اقسام کے مظالم ڈہائے تھے۔ ان بیچارہ کی پیٹھہ پر پاؤن رکھکر جلتی دہوپ مین ان سے انکار اسلام پر بجبر وزبردستی اقرار لیتا تھا اور یہ غریب انکار کے عوض مین احدًا احدًا کے نعرے لگاتے تھے۔ اسوقت حضرت بلال کو امیہ کے دیکھتے ہی اوسکے تمام مظالم کا خیال آگیا پھر تو انصار کی جماعت کو بلال نے بیچین ہو کر ان الفاظ مین پکارا۔ ھذا راس الکفر امیۃ بن خلف دیکھو سرا پاے کفر امیہ بن خلف یہ کھڑا ہے بلال کی پاٹ دار آواز صداے اذان بنکر تمام مسلمانون کے کانون تک پہونچ گئی اور سب کے سب امیہ کی طرف لوٹ پڑے۔

عبدالرحمن بن عوف کا بیان ہے کہ مسلمانون کی یہ یورش دیکھکر مین نے امیہ کے بیٹے کو آگے کر دیا اور امیہ کو چت زمین پر لٹا کر آپ اوسکے اوپر سے لیٹ رہا۔ اس خیال سے کہ امیہ کے بیٹے کو قتل کر کے مسلمان بس کر دینگے اور امیہ کی آیندہ تلاش سے دست بردار ہو جاینگے۔ لیکن انصار نے اوسکے بیٹے کو قتل کر کے بھی بس نہین کی اور امیہ کی تلاش نہ چھوڑی آخرش یہانتک نوبت پہونچی کہ میری ٹانگون کے نیچے سے ہاتھ ڈال کر امیہ کو باہر کھینچ لائے اور قتل کر ڈالا۔ اسی کشمکش مین میری ٹانگ بھی زخمی ہو گئی۔ اور مدت تک زخم کا نشان باقی رہا۔

عبدالرحمن ابن عوف اکثر عند التذکرہ کہا کرتے تھے کہ افسوس ہے امیہ بھی گیا۔ اور میری جمع کی ہوئی لوٹ والی زرہین بھی چلی گئین مسلمان اوسے بھی لے کر چلتے ہوئے۔ ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۲۰ طبری صفحہ ۱۳۲۶

شبلی صاحب نے ترتیب واقعات مین تقدیم وتاخیر ذکر کا خیال نہین رکھا۔ ابو البختری اور امیہ بن خلف کے احوال سے پہلے ابوجہل کے حالات کو قلمبند فرمایا ہے۔ حالانکہ ابن ہشام وطبری۔ اون دونون مشرکین کے واقعات کے بعد ابوجہل کے حالات لکھتے ہین۔

ابوجہل کا قتل

امیہ بن خلف کے بعد ابوجہل کی موت لکھی تھی عجیب اتفاق ہے کہ قتل ابوجہل کے تفصیلی حالات بھی عبدالرحمن

بن عوفؓ ہی سے تمام کتب تاریخ و حدیث مین منقول ہین۔ عبدالرحمنؓ بیان کرتے ہین کہ مین اپنی صف لشکر مین کھڑا تھا اور میرے پہلو مین انصار کے دو نوجوان۔ اپنے بھائی عفراء کے بیٹے۔ عوذؓ و معوذؓ نامی۔ (وہی جنکو عتبہ بوجہ انصار ہونیکے مقابلہ سے واپس دے چکا تھا) کھڑے تھے۔ اتنے مین ایک نے میرا دامن کھینچکر مجھسے راستہ پوچھا کہ اے چچا۔ آپ ابوجہل کو پہچانتے ہین مین نے کہا ہان مین پہچانتا ہون لیکن تمکو اوس سے کیا کام ہے وہ بولا سنتے ہین کہ اوس نے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو بڑی بڑی اذیتین پہونچائی ہین۔ اس لئے مین نے یہ عہد کرلیا ہے کہ اگر آج اوسے مین نے دیکھ پایا تو پھر اوسکے پیچھے ایسا پڑ جاؤنگا کہ پھر یا تو وہی نہین یا مین ہی نہین۔ ابھی اسکی بات پوری نہین ہونے پائی تھی کہ دوسرے بھائی نے بھی میرے کان مین اپنا مونہہ لگاکر یہی بات کہی مین ان دونون نوجوانون کی ہمت و جگرداری پر تعجب کرتا تھا اور بیحد مسرور ہوتا تھا۔

ابھی اس گفتگو کو کچھہ دیر نہین ہوئی تھی کہ ابوجہل اپنے اونٹ پر سوار ادہر سے آنکلا اور اپنے لشکر کو ادہر سے ادہر تک معائنہ کرنے لگا مین نے ان دونون شجاعون کو دور سے بتلادیا کہ تمہارا مطلوب یہی ہے۔ اونگلی کا اوٹھنا کہ یہ دونون جرار بازشکاری کی طرح اپنے صف سے دوڑکر اوسکی طرف جھپٹے اور دونون طرف سے اوس پر ٹوٹ پڑے۔ عوذؓ نے پہونچتے ہی ایسی کاری ضرب لگائی کہ ابوجہل کی ٹانگ ساق (پنڈلی) سے جدا ہوگئی اوسکا بیٹا عکرمہ وہین تھا اوس نے عوذؓ پر تلوار لگائی اور شانہ سے اوسکا ہاتھ جدا کردیا۔ لیکن ذرا سا تسمہ لگا رہا۔ لیکن یہ دلیر مبارز اسلام اوسی حالت مین لڑتا رہا۔ عوذؓ خود بیان کرتے ہین کہ وہ جھولتا ہوا ہاتھ میرے حرب و ضرب مین حارج ہوتا تھا۔ اس لئے مین نے اوسکو اپنے پاؤن کے نیچے دباکر ہاتھ کا وہ تسمہ جو ابھی تک لگا ہوا تھا جدا کر ڈالا اور پھر آزادی سے لڑنے لگا۔ اس اثنا مین معوذؓ نے اپنی تلوار کی ضربون سے ابوجہل کو مار گرایا۔ وہ گرتے ہی خاتمہ کے قریب پہونچ گیا۔ رمقی جان باقی تھی۔

یہ دونون دلیر نوجوان۔ مرتے کو کیا مارین سمجھکر اور اپنے ایسے نمایان حسن خدمات اور کامیابی کے جوش مسرت مین پرجوش ہوکر فوراً جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے اور صورت حال عرض کی دونون نے ابوجہل کے قاتل ہونیکا فخریہ دعویٰ کیا۔ آپ نے پوچھا کہ تم دونون نے اپنی اپنی تلوارین تو ابھی خون سے پاک نہین کی ہین؟ دونون نے عرض کی نہین۔ ارشاد ہوا لاؤ اپنی اپنی تلوارین دکھلاؤ۔ دونون نے دکھلائین۔ معائنہ فرمائی گئین اور کہا گیا۔ تم سچ کہتے ہو۔ تمہین دونون ابوجہل کے قاتل ہو۔

شبلی صاحب تو کسی کے واقعہ کو نہ پورا لکھین گے اور نہ اوسکے حال کو خاتمہ تک پہونچائین گے اس خوف سے کہ ان داستانون کو طول نہ ہوجائے اور یوروپین مورخین انکو شوق سے سنکر اسلام پر زبردست صمصام وار الا اعتراض نہ کر بیٹھین۔ شبلی صاحب انکے ذکر سے جو کچھہ نہ سمجھین وہ اونکا مختار ہے۔ لیکن ہم ایک واقعہ نگار کی حیثیت سے اپنا فرض اولین سمجھتے ہین کہ ہر واقعہ کو پورا اور ہر شخص کے احوال کو اطلاع عام کی غرض خاص سے خاتمہ تک پہونچادین اس لئے ہم ان دونون مبارز

اسلام۔ عاذ و معوذ۔ اور اون کے مقتول ابوجہل کے باقی حالات کو حسب ذیل خاتمہ تک پہونچا دیتے ہین۔

معوذ تو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت و زیارت سے مشرف ہو کر پھر فوج کفار مین آکر لڑنے لگے اور عمرابن عبدود کے ہاتھ سے مارے گئے۔ عاذ حضرت عثمان کی خلافت تک زندہ رہے۔ طبری ص ۱۳۲۷ ابن ہشام جلد دوم ص ۲۱

ابوجہل کے بقیہ حال یہ ہین۔

یہان تک بیان ہو چکا ہے کہ عاذ و معوذ۔ ابوجہل کو سسکتا چھوڑ کر چلے آئے تھے۔ جناب رسولخدا صلعم اسکے نتیجہ آخر معلوم فرمانے کے مشتاق تھے کیونکہ یہی شریر النفس اصل مایہ فساد تھا۔ اس بنا پر آپ نے مسلمانون کو اسکی تلاش کا حکم دے رکھا تھا حسن اتفاق سے عبداللہ ابن مسعود عین اوسی مقام پر پہونچ گئے۔ جہان ابوجہل پڑا ہوا دم توڑ رہا تھا ابوجہل نے کسی مرد مسلمان پر ظلم نہین کیا تھا؟ عبداللہ بھی اونھین مین تھے۔ اسکے سینہ پر چڑھکر ایکبار ابوجہل نے انکو بڑی اذیتین پہونچائی تھین اب اوسکو اس حالت مین پاکر عبداللہ فوراً اوسکی چھاتی پر بیٹھ گئے۔ ابوجہل نے آنکھین کھولکر نام پوچھا یہ بولے عبداللہ بن مسعود۔ ابوجہل نے کہا کہو جنگ کا کیا نتیجہ ہوا کس کی فتح ہوئی کس کی شکست۔ عبداللہ بولے اخزاک اللہ تعالی۔ خدا تجھے اس سے زیادہ ذلیل کرے تو تو فرعون سے بھی زیادہ بدبخت ہے اوس نے تو دریا مین غرق ہونے کے وقت بھی اپنے قصورون کا اقرار کیا تھا اور اون سے بیزاری اختیار کی تھی اور تو اس حالت آخر تک پہونچکر بھی اپنی شامت و ضلالت سے باز نہین آتا۔ مر تو رہا ہے لیکن میدان جنگ اور فتح و شکست کا ارمان ابھی تک تیرے دل سے لگا ہے ابوجہل یہ طعن آمیز سنکر بولا۔

لقد ارتقیت مرتقی صعبا یا رویعی الغنم	اے بکری چرانے والے لوگ تمہارے ہاتھ سے قتل ہو کر میری موت بھی ذلیل ہوگی

عبداللہ نے تلوار نکالی اور اوسکا سر کاٹ لیا۔

لیکن محدث شیرازی کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ کی تلوار خراب تھی اوسکا سر کاٹ نہ سکی تو عبداللہ نے اوسی کی تلوار اوسی کی کمر سے کھینچکر اوس کا سر کاٹ لیا۔ روضۃ الاحباب ص ۲۳۴ لکھنؤ۔

ابوجہل کا کام تمام کرکے عبداللہ اوسکا سر لئے ہوئے خدمت رسول اللہ صلعم مین حاضر ہوئے اور اوس کا سر قدم مبارک پر ڈالدیا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اوس کے سر کی طرف نگاہ کی اور فرمایا۔

الحمد للہ الذی اخزاک یا عدو اللہ۔	اوس خدا کا شکر ہے جس نے تیرے ایسے دشمن خدا کو ذلیل و خوار کیا۔

پھر دست مبارک آسمان کی طرف بلند فرماکر ارشاد کیا۔

الحمد للہ الذی نصر عبدہ و انجز وعدہ و اعز دینہ	اوس خدا کا شکر ہے جس نے اپنے بندے کی نصرت کی اپنے وعدہ کو پورا کیا اپنے دین کو عزت بخشی۔

ابن ہشام جلد دوم ص ۲۱ طبری ۱۳۴۳ روضۃ الاحباب ص ۲۳۴

ابوجہل کے مرتے ہی حقیقتاً اصلی مایہ فساد تھا اور تمام مفسدون کا مواد لشکر کفار کے قدم کیسے دم اوکھڑ گئے۔

مبارزان اسلام اور جان نثاران حضرت خیر الانامؐ نے اونکو اپنی تلواروں کے نیچے رکھ لیا۔ کفار کے دل بیٹھ چکے تھے پاؤں اوکھڑ چکے تھے۔ مقابلہ کی طاقت باقی نہیں تھی۔ اول تو ابتداہی سے اونکے لشکر مین نہ کوئی ترتیب تھی اور نہ درستی۔ نہ قاعدے سے صفین درست ہوئی تھیں اور نہ مورچے طیار کئے گئے تھے لشکر تو نہین تھا آدمیوں کا جنگل تھا ایسی حالت مین لشکریوں سے سوائے گریز پائی نہ کچھ بن آنے والی تھی اور نہ آخر کار بن آئی۔

فوج کفار کی ابتری اور حضرت علیؑ کی شجاعت و دلیری

اوسوقت اونکے انبوہ کثیر مین چاروں طرف قتل و گریز کا عام منظر پیش تھا مشرکین قریش کے بڑے بڑے نبرد آزما شجاع اور آزمودہ کار مسلمانوں کے ہاتھوں سے مارے جاتے تھے یا قید کئے جاتے تھے یا مقابل کی آنکھ بچا کر بھاگ جاتے تھے مبارزان اسلام نے اس آخری حملہ مین تقریباً ستر کفار کو قتل کیا اوران مین سے قریب قریب نصف کی تعداد کو اکیلے حضرت علیؑ مرتضیٰ نے تہ تیغ کیا۔

سیرۃ النبوۃ کے حوالے سے خواجہ عبید اللہ امرتسری (حالیہ قادیانی) اپنی کتاب ارجح المطالب مطبوعہ لاہور کے صفحہ ۱۴۳ مین لکھتے ہین۔

اسی طرح حضرت علی ایک کے بعد ایک کو قتل کرتے تھے یہانتک کہ آپ نے نصف کو قتل کیا اور کل مقتول ستر تھے نصف اور مسلمانون نے قتل کئے۔ یہی تعداد علامہ کمال الدین طلحۃ الشافعی نے اپنی کتاب مطالب السئول مین اور علامہ محمد بن یوسف الگنجی نے کفایۃ الطالب مین بھی تبلائی ہے۔

شبلی صاحب نے غزوۂ بدر کے تفصیلی حالات مین اپنے خاص موضوع تالیف کی ضرورت سے تو کہین بھی حضرت علیؑ مرتضیٰ کے ان محاسن خدمات کا ذکر نہین کیا ہے اور نہ انکو انکی ان کارگذاریوں اور جان نثاریوں کی بنا پر فاتح بدر یا کم سے کم مبارزان اسلام کا سر دفتر قرار دیا ہے لیکن پھر بھی حقیقت حقیقت ہی تھی۔ اور اوس کا چھپانا یا چھپانا خصوصاً مسلمانون کے عقائد مین محال قطعی تھا۔ اس لئے ہمارے شبلی صاحب کو خدمات علیؑ کی اس حقیقت اصلیت اور واقعیت کو آخر کار لکھنا ہی ہوا۔ اصل معرکہ آرائی کے حالات مین تو نہین ہان تمہید کے استدلالیہ مضامین مین اوس موقع پر جہان آپ کو خدا کی شان [۱] صحیح بخاری کی روایت کو طبری کی روایت سے غلط ثابت کرنی ہوئی اور

---

[۱] شبلی صاحب کی اس موقع پر شان استدلال ضرور قابل لحاظ و خیال ہے دیباچہ کتاب مین بخاری صاحب کا اعتبار۔ اعتماد اور وثوق کو عرش الکمال تک اتنا پہونچایا گیا کہ کوئی تاریخ تفسیر اور حدیث و سیرت کی کتاب اوسکے درجہ استناد تک پہونچتے ہی نہین۔ اور اسکے ثبوت مین انواع و اقسام کی قلمکاریون سے طومار طیار کیا گیا ہے لیکن غزوہ بدر کی تمہید تک پہونچتے پہونچتے وہ سلسلہ اعتبار و اعتماد اتنا نیچے گرا دیا گیا کہ صحاح سنن اور مسانید و تفاسیر کی مرویات سے بھی نہین اور خصوصاً ایسی حالت مین جب مرویات تاریخ و سیرت کو مرویات حدیث کے مقابلہ مین فروتر لکھ چکے تھے خاص بخاری صاحب کی ایسی راوی کی روایت کو جو صحابی ہے اور صحابیون مین بدری ہے طبری کی تاریخی روایت سے مسترد فرما دیتے ہین دیکھو سیرۃ النبیؐ جلد اول صفحہ ۲۵۰ یہ ہے ناجائز اور خلاف اصول جانبداری کا نتیجہ جس نے آپ کے معیار مختار اور نیز بخاری صاحب کے مبلغ اعتبار کی حقیقت کھولدی۔ فاعتبروا المولف عفی عنہ

عیسائیوں کے اصل اعتراض کو جو بخاری کی اسی روایت سے ماخوذ و مستنبط تھا کاٹنا پڑا چونکہ اس روایت طبری کے اصل راوی اتفاق سے حضرت علیؑ تھے اس وقت اور مجبوری سے آپ کو بالآخر لکھنا ہی پڑا کہ اس کے راوی غزوہ بدر کے ہیرو (اسد اللہ الغالب) علی بن ابی طالب ہیں۔ سیرۃ النبی جلد اول ص ۲۰۵

ہم اس مضمون کو کہ جنگ بدر کے ہیرو حضرت علی بن ابی طالب ہیں خاتمہ جنگ تک اوٹھا رکھتے ہیں جہاں آپ کے فاتح بدر ہونے کے شہود و ثبوت تفصیل سے پیش کیے جاوینگے۔ یہاں اونکا قلمبند کرنا ہمارے سلسلہ کلام میں فصل پیدا کریگا لیکن مناسبت مقام اور سلسلہ کلام قایم رکھنے کی غرض خاص سے اس جملہ اخیر میں جس کے حالات ہم بیان کررہے ہیں حضرت علی کی مبارزت کی نسبت یہ تفصیل کر دینا ضروری ہے کہ آپ نے اس جملہ میں بیکبار و بیک وقت عاص بن سعید بن عاص کو قتل کیا۔ ابن ہشام اپنی تاریخ جلد دوم صفحہ ۱۲ میں عاص کے قتل کی شہادت حضرت عمرؓ کی زبانی لکھتے ہیں۔

عاص کے بعد کفار نے حضرت علیؑ کو اپنے مقام سے پیچھے ہٹانا چاہا اور نوفل ابن خویلد بن اسد آگے بڑھکر آپ پر حملہ آور ہوا یہ نوفل ولاوران قریش میں بڑا مشہور شجاع شخص تھا اور یہ وہی بدبخت تھا جو حضرت صدیقہ کبریٰ جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا کا بھائی تھا اور آنحضرت صلعم کا سخت دشمن۔ قریش کے مجمع میں بیٹھکر یہی کی زبانی آنحضرت صلعم پر برے برے اتہام لگایا کرتا تھا اور یہ وہی شریر الطبع تھا جسکو میدان رزم میں دیکھکر آنحضرت صلعم نے خدا سے دعا کی تھی کہ مجھکو اسکے شر سے محفوظ رکھا جائے۔ جناب علی مرتضیٰ نے اسکی تیر دستیوں کا پورا جواب دیا اور اپنی شمشیر سے اوسکو مار گرایا۔ نوفل کے بعد مسعود بن مغیرہ (خالد بن ولید کا چچا) مقابل ہوا وہ بھی قتل ہوا۔ مسعود کے بعد ابو القیس بن الفاکہ آگے آیا۔ وہ بھی وہ ٹکڑے کیا گیا۔ پھر عبد اللہ بن منذر کو موت کھینچ لائی اور وہ بھی مقتول ہوا۔ عبد اللہ کے بعد عاص ابن منبہ ابن حجاج کی نوبت آئی۔ وہ بھی مقابل ہو کر مارا گیا۔ اوسکے بعد صاحب ابن سائب سامنے آیا وہ بھی سر بریدہ زمین پر تھا۔

اسی طرح حنظلہ ابن ابو سفیان اور ابو عمرو ابن ابو سفیان (امیر معاویہ صاحب کے بڑے بھائی) ابو عبیدہ بن الحارث بن ربیعہ اور عقیل بن نوفل ابن مطلب یکے بادیگرے آتے گئے اور حضرت علی مرتضیٰؑ کی تیغ آبدار سے قتل ہوتے گئے۔

ان مقتولین میں حنظلہ بن ابو سفیان پر ایسی سخت ضرب لگی تھی کہ اوسکی آنکھیں باہر نکل پڑی تھیں۔ چنانچہ خود حضرت علی مرتضیٰؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ قریش سے مجھکو سخت تعجب ہوتا ہے کہ جب وہ میری اوس لڑائی کو جو ولید بن عتبہ سے واقع ہوئی اور میری اوس ضرب کو جس سے حنظلہ کی آنکھیں نکل پڑیں تھیں دیکھ چکے تھے تو پھر کیوں کر میرے مقابلہ کی جرات کرتے تھے۔ اتحاف اہل اسلام لکھنو ص ۹۵ مغازی الصادقہ واقدی ترجمہ مطبوعہ نولکشور لکھنو ص ۳۹ روضۃ الصفا جلد دوم ص ۶۰ بمبئی نیز تفصیل ارجح المطالب صفحہ ۱۴۳ مطبوعہ لاہور میں باسناد کتاب مطالب السؤل اور کفایۃ الطالب میں درج ہے۔

ہم نے اپنے موجودہ سلسلہ بیان میں حضرت علیؑ کے حملہ آخر کی مرقومہ بالا تفصیل کردی ہے۔ آپ کے ایسے دوسرے مبارزین اسلام کے محاسن خدمات اور شجاعت و دلیری کے واقعات کا بھی علی قدر مراتب اندازہ کرلینا چاہیے۔ معرکہ جنگ کا دوسرا عالم جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں اسیران کفار کا عبرتاً لاولی الابصار تھا۔ نامبردگان قریش اور ناموران مکہ کو مبارزان اسلام اونکے انبوہ کثیر میں گرفتار کررہے تھے اور وہ ہتھیار ڈال کر اسلام کی فتح اور اپنی شکست کا اقرار کر رہے تھے۔

ارباب تاریخ و سیرت کا بیان ہے کہ مجاہدان اسلام اسوقت بیکبارتین اسلامی خدمات انجام دے رہے تھے جان نثاروں کا ایک گروہ تو قتل کفار میں مصروف تھا۔ دوسرا طبقہ مشرکین کو گرفتار کر رہا تھا۔ تیسرا دستہ عریشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کر رہا تھا۔ اسی دستہ میں سعد بن معاذ بھی تھے۔ ابن ہشام بیان کرتے ہیں۔

وانہ صلعم امر باصحابہ فشدّو فکانت الھزیمۃ فقتل اللہ تعالیٰ من قتل من صنادید قریش واسر من اسر من اشرافھم فلما وضع القوم ایدیھم یاسرون ورسول اللہ صلعم فی العریش وسعد بن معاذ قائم علی باب العریش الذی فیہ رسول اللہ متوشحا السیف فی نفر من الانصار یحرسون رسول اللہ صلعم یخافون کرۃ العدو علیہ ورأی رسول اللہ صلعم فیما ذکر لی فی وجہ سعد بن معاذ الکراھۃ لما یصنع الناس فقال لہ رسول اللہ صلعم واللہ لکانّک یا سعد تکرہ ما تصنع القوم قال اجل واللہ یا رسول اللہ صلعم کانت اول وقعۃ اوقعھا اللہ باھل الشرک فکان الاثخان فی القتل باھل الشرک احب الیّ من استبقاء

الروض الانف ج ۲ ص ۸۰ مطبوعہ مصر

آنحضرت صلعم نے صحابہ کو حکم دیا اور اونھوں نے جہاد میں شدت کی کفار کو ہزیمت ہوئی اور خدا تعالیٰ کو جتنے عمائد قریش کا قتل منظور تھا اوتنے قتل ہوئے اور جتنے اونکے اشراف قوم کی گرفتاری مقصود تھی اوتنے گرفتار ہوگئے جناب رسولخدا صلعم اسوقت اپنے عریشہ میں بیٹھے تھے اور سعد بن معاذ اپنے دستہ انصار کے ساتھ تلوار ننگی لئے ہوئے عریشہ کے دروازے پر اس وجہ سے پہرہ دے رہے تھے کہ خوف تھا کہ دشمن ادہر نہ لوٹ پڑیں۔ لڑائی کا یہ عالم جو میں نے (ابن ہشام نے) اوپر لکھا ہے۔ آنحضرت صلعم اور سعد بن معاذ دونوں کے پیش نگاہ تھا۔ اس اثنا میں جناب رسولخدا صلعم نے سعد بن معاذ کے موںہہ پر اس عالم کے مشاہدے سے آثار کراہیت و ناپسندیدگی نمایاں پائے۔ تو استفسار فرمایا کیا سعد تمکو یہ فعل جو تمہاری قوم کے لوگ کر رہے ہیں اچھے نہیں معلوم ہوتے سعد نے عرض کی صحیح ارشاد ہوتا ہے یہ پہلا موقعہ ہے کہ مشرکین کو خداوند عالم نے اس بلا و مصیبت میں ڈالا ہے اسلئے مجھے ان سب کے باقی رکھے جانے سے ایکبار ان کا بالتمامہ خاتمہ کردیا جانا ہی بہتر اور خوشگوار معلوم ہوتا ہے۔

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انکا جواب سنکر خاموش ہوگئے۔

اس خالص جان نثار کی یہ جوشی اور اسکے مقابلہ میں رحمت عالمؐ کی خاموشی انسان کی طبیعت عامہ اور انبیائے علیہم السلام کی

فطرت صالحہ کے فرق ما بہ الامتیاز کو پورے طور سے ثابت کر رہی ہے سعد ابن معاذ اپنی فوج کی کامیابی سے اسقدر پرجوش ہو گئے کہ حدود انتقام سے گذر کر قتل عام کے درجہ تک بڑھ گئے لیکن اوس خلق مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس پر تو خلاف معمول خلاف عادت اور خلاف طبیعت ان مناظر بشارت اور عوالم فتح و نصرت سے کوئی اثر خاص نمایاں نہین تھے آپکی خموشی ہزار زبان بنکر بتلا رہی ہے کہ کوئی منظر کوئی عالم اور کوئی حالت پیش نظر ہو ہم اپنے اصول اخلاق۔ حدود اشفاق مناسبت موقع اور مصلحت وقت سے سر مو متجاوز نہین ہو سکتے۔

شہیدان بدر کی دلیرانہ جان نثاریان

ہم نے اسوقت تک اپنے سلسلہ بیان مین قریش کے مقتولین کے مارے جانیکی تفصیل اور مبارزان اسلام کی خدمات جو اونھون نے مقتولین قریش کے قتل مین انجام دی ہین بیان کی ہین۔ اب ہم اون سرفروشان اسلام اور جان نثاران حضرت خیر الانام علیہ السلام کا ذکر کرتے ہین جو جنگ بدر مین فائز شہادت ہوئے اگر ہم اپنے ترتیب بیان مین انکے محاسن خدمات کی تصریح سے اعراض کرین تو ہمارا تاریخی مرقع ایک رخی تصویر ہو کر رہجائیگا اور ہمارا یہ طریقہ فروگذاشت ہمارے انداز تالیف کا بہت بڑا عیب ٹھیرایا جائے گا۔ اس بنا پر ہم ان فدائیان اسلام کے حالات بھی اوسی تفصیل سے لکھتے ہین جس تفصیل و تشریح سے ہم فاتحین اسلام کے حالات اوپر لکھ آئے ہین۔

مجھکو اسکی ذرا پروا نہین ہے کہ میری تاریخ اسلامی تاریخ نہین بلکہ اسلامی جنگ نامہ بنجائیگی اور ہمکو اسکی بھی تمنا نہین کہ بقول شبلی صاحب یورپین مورخین اسکو بڑے شوق سے سنین گے اور ہمکو اسکا بھی خوف نہین کہ شبلی صاحب اور اونکے ہمخیال اسکو بے لطفی اور ناتوجہی سے سنین گے یا ملاحظہ فرمائین گے اسی لئے تو سیرۃ النبی مین سوائے مہجع کے وہ بھی حضرت عمرؓ کے غلام خاندان ہونے کی خصوصیت خاص ظاہر کرنے کی ضرورت سے اور کسی ایک شہید احد کا بھی ذکر نہین کیا گیا ہے حقیقت یہ ہے کہ شبلی صاحب کے کان مشتاقین یورپ کے کانون کی طرف لگے تھے اور آپ اس خوف وہراس سے کہ وہ سننے نہ پائین اور یہ حالات و واقعات دراز نفسی اور بلند آہنگی کے حدود تک نہ پہونچنے پائین (ملاحظہ ہو سلسلہ غزوات سیرۃ النبی صفحہ ۲۲۲) اسی لئے آپ نے ان تمام واقعات کو حد درجہ کے اختصار تلخیص اور قطع و برید کے ساتھ غیر مکمل اور مبہم لکھکر تمام کر دیئے ہین اور شہدائے احد کی جان نثاریون کے بیان مین تو قلم بھی نہین اوٹھایا اور انکے ذکر حالات سے آپ کا دفتر تاریخی بالکل خالی ہے۔

آپ نے میدان جنگ کا جو مرقع کھینچا ہے وہ تو یورپین مورخین کے انداز تحریر کے مطابق اوسکے نقش و نگار مین صرف کفار ون ہی کے قتل سے چشمہاے خون بہا دئے ہین (ملاحظہ ہو سیرۃ النبی ص ۲۲۲) اور اس سیلاب خون مین صرف غریب مہجع کے چند قطرہاے خون کی کہین کہین جھلک سی نظر آجاتی ہے۔ محققین واقعات اور متلاشین حالات تو آپ کے اس مرقع بیان کو ایک رخی اور بالکل ایک رخی تصویر ٹھیرائین گے۔ اور حیرت سے نقش بدیوار بن جائین گے۔

مہجع شہید اول

اتنا تمہیداً عرض کرکے ہم اپنے سلسلہ بیان پر آجاتے ہین۔ تاریخ و حدیث کا اسپر اتفاق ہے کہ مہجع خاندان

حضرت عمرؓ کا غلام جس کا کسیقدر ذکر ہم اوپر کر آئے ہین - مبارزان اسلام کی فرد جانبازی مین نمبر اول ہے اور تمام مورخین و محدثین نے شہدائے بدر مین اسکو شہید اول قرار دیا ہے - ہذا فضل اللہ یوتیہ من یشاء -

حارثہ بن سراقہ کی شہادت

مہجع کے بعد حارثہ بن سراقہ شہید ہوئے - اور بالاتفاق شہدائے بدر مین یہ شہید ثانی یقین کیے جاتے ہین - انکی صورت شہادت زرقانی نے یون تبلائی ہے -

حارثة بن سراقة (خزرجی) وكان فی النظارة ای الذین لم يحضروا القتال فلم يحضر القتال فجاءه سهم غرب فوقع فی نحره فقتله فجاءت امه (ام) ربیع فقالت یارسول الله قد علمت مكان حارثة منی فان یكن فی الجنة اصبر واحتسب والا فترى ما اصنع فقال صلعم انها ليست بجنة واحدة ولكنها جنان كثيرة وانه فی جنة الفردوس كما فی الصحیح وقتله موحدة بن العرقة　　زرقانی ص ۵۳۰

حارثہ بن سراقہ لشکر اسلام کی صفون مین گھوم گھوم کر دیکھ رہے تھے کہ کون شخص مقابلہ کے لیے نہین نکلتا ہے - اس اثنا مین ایک تیر اڑتا ہوا آکر انکے وسط حلق پر بیٹھا اور یہ جان بحق تسلیم ہوگئے - انکی غریب مان ام ربیع یہ حال دیکھکر آنحضرت صلعم کی خدمت مین دوڑی آئین اور عرض کرنے لگین آپ ارشاد فرماوین اگر حارثہ بہشت مین داخل ہوگیا ہے تو پھر مین صبر کرکے خموش رہجاؤن ورنہ آپ دیکھ لین گے مین (دشمنون کے ساتھ) کیا کرتی ہون - آپ نے فرمایا کہ بہشت ایک بہشت نہین ہے بلکہ اوسکے متعدد درجے ہین اور حارثہ اوس درجہ بہشت مین ہے جسکو جنت الفردوس کہتے ہین یہ روایت صحاح کی ہے - حارثہ کو موحد بن عرفہ نے قتل کیا -

عمر بن الحمام کی شہادت

جان نثاران اسلام مین عمر بن الحمام بھی قابل الذکر ہین - ابن ہشام ص ۱۸ - جلد دوم طبری ص ۱۳۲۴ اور زرقانی ص ۴۳۶ مین انکے حالات اسطرح لکھے ہین -

انه صلی الله علیه واله وسلم خرج علی الناس فحرضهم فقال والذی نفس محمد بیده لا یقاتلهم الیوم رجل فیقتل صابرا محتسبا مقبلا غیر مدبر الا ادخله الله الجنة فقال عمیر بن الحمام وفی یده تمرات یاكلهن بخ بخ افما بینی وبین ان ادخل الجنة الا ان یقتلنی هولاء ثم قذف التمرات من یده واخذ سیفه فقاتل القوم حتی قتل وهو یقول ؏

ركضا الی الله بغیر زاد　　الا التقی وعمل المعاد
والصبر فی الله علی الجهاد　　وكل زاد عرضة النفاد
غیر التقی والبر والرشاد

آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جب ان الفاظ مین لشکر اسلام کو قتال کفار پر آمادہ کیا - فرمایا کہ اوس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت مین محمدؐ کی جان ہے جو شخص صبر و تحمل اور ضبط و خاموشی سے قدم آگے بڑھاتا ہو - نہ بھاگنے کے لیے پیچھے ہٹتا ہوا قتل کیا جائیگا وہ یقینی جنت مین داخل ہوگا - عمر بن حمام جو اوسوقت اپنے ہاتھون مین کھجورین لئے کھارہے تھے کہنے لگے - واہ واہ - اب تو میرے داخلہ جنت مین کوئی شے حائل نہین ہوسکتی - مین خوش ہون اب یہ قوم مجھے قتل کرڈالے - یہ کہکر کھجورین تو اپنے ہاتھ سے پھینک دین اور تلوار لے کر لشکر کفار مین جا پڑے اور یہ رجز پڑھنے لگے - مین تو اپنے خدا کے پاس بغیر کسی توشہ کے جاتا ہون اور میرے پاس کوئی توشہ سوائے تقوی عمل آخرت اور رضائے الہی کی راہ مین جہاد کرنے کی مصیبتون پر صبر کرنے کی سوا نہین ہے تم سے مقابل ہوتے اور

وقتلہ خالد ابن الاعلم العقیلی مارے گئے، خالد بن اعلم عقیلی نے انکو شہید کیا۔

عوف بن حارث انصاری کی دلیرانہ شہادت

جنگ کی عین گرم بازاری مین جب طرفین سے شدید حملات ہو رہے تھے عوف بن حارث انصاری جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین حاضر تھے۔ ایکبار جوش شجاعت اور وفور خلوص وعقیدت سے سرشار ہوکر عرض خدمت کرنے لگے۔ طبری انکے الفاظ تقریبًا یہ لکھتے ہین۔

یا رسول اللہ صلعم ما یضحک الرب من عبدہ قال غمسہ یدہ فی العدو حاسرا طبری ۱۳۲۲

یا رسول اللہ، بندہ کی کون سی ادا پروردگار کو خوش کر دیتی ہے ارشاد ہوا دشمنان خدا سے بغیر سلاح جنگ برہنہ ہوکر دست وگریبان ہو جانا۔

عمیر صادق کی زبان صداقت ترجمان سے اتنا سننا تھا کہ

فقذع درعا کانت علیہ فقذفہا ثم اخذ سیفہ فقاتل القوم حتی قتل طبری ۱۳۲۲

اس شیردل نے سلاح جنگ جو پہنے ہوئے تھا اوتارکر پارہ پارہ کر ڈالی اور پھینک دی اور تلوار اوٹھاکر کفار سے لڑنے لگا۔ یہان تک کہ مارا گیا۔

عمیر ابن ابی وقاص کمسن مجاہد کی دلیرانہ شہادت

عمیر ابن ابی وقاص جو کمسن ہونے کے باعث شریک لشکر نہین کئے جاتے تھے لیکن جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکی گریہ وزاری سنکر اجازت دیدی تھی۔ میدان جنگ مین باوجود کمسنی کے اظہار شجاعت سے باز نہ رہے کفار سے لڑے اور مارے گئے۔ امام سہیلی کے قول سے عاص بن سعید نے اور علامہ ابن حجر کی روایت سے عمرو بن عبدود نے انکو شہید کیا۔ زرقانی ص ۵۳۷

سعد بن خثیمہ اور مبشر بن منذر کی شہادت

ان جانبازان اسلام کی فہرست مین دو بزرگان انصار کے نام نامی اور قابل ذکر ہین۔ ایک سعد بن خثیمہ دوسرے مبشر بن منذر انصاری۔ سعد بن خثیمہ کی عظمت شان علامہ زرقانی کے بیان سے ذیل مین ملاحظہ ہو۔

سعد بن خثیمہ احد النقباء بالعقبۃ الصحابی بن الصحابی الشہید بن الشہید قیل قتلہ طعیمہ بن عدی وقیل عمرو بن عبدود واستشہد ابوہ (خثیمہ) یوم احد۔

سعد بن خثیمہ طبقہ نقباء سے تھے۔ عقبہ مین بیعت اسلام لائے تھے خود بھی صحابی تھے صحابی کے بیٹے تھے شہید تھے اور شہید کے بیٹے تھے انکو طعیمہ بن عدی نے اور بروایتے عمرو ابن عبدود نے قتل کیا ص ۵۳۵ انکے باپ (خثیمہ) احد مین شہید ہوئے۔

ہم نے ان سروشان اسلام کے جانبازانہ اور فدائیانہ خدمات لکھکر اپنے سلسلہ بیان سے صرف ایک رخ ہونیکا عیب مٹا دیا۔ اور اپنے ناچیز اور ناقابل قدر بیان مین ان مجاہدان راہ خدا کی کامل الایمانی ثبات، پامردی اور ہمت و جگرداری کی بے نظیر مثالین دکھلادین۔ جو دنیا کے فانی اور مٹنے والے کارنامون مین کیا لوح محفوظ رب العباد مین ابد الاباد تک قائم اور محفوظ رہین گی ان شاء اللہ۔

جنگ بدر کے اصلی جنگ بدر کے حالات وواقعات ختم ہو گئے۔ فاتحان اسلام نے فوج کفار کو شکست کامل دیکر آیندہ جہاد

ہیرو حضرت علیؑ مرتضیٰ ہیں

فی سبیل اللہ کی خدمات کے لئے باقی رہے اُنکی دلیرانہ اور شجاعانہ حالات اور نیز شہیدان بدر کے سرفروشانہ اور جانبازانہ واقعات جو اونھوں نے اپنی جانیں دیکر اپنے بعد دنیا میں بہترین یادگاریں چھوڑیں۔ ایک ایک کر کے ہم نے بیان کر دئے۔

محققین ان مجاہدین اسلامی کے تفصیلی کارناموں کو پیش نظر رکھکر مجاہدین بدر کی خدمات میں موازنہ کریں گے تو بالآخر اونکو بھی شبلی صاحب کی طرح یہ لکھکر اقرار کرنا پڑے گا کہ اسلام کی اس عظیم الشان جنگ کے فاتح (ہیرو) اسد اللہ الغالب حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام ثابت ہوتے ہیں جنکی فاتحانہ خدمات کی نسبت امام و الائی لکھ کر بتلا چکے ہیں لا ینصرف حتی یفتح علیہ کسی غزوہ سے تا وقتیکہ فتح نہ فرمالیتے تھے واپس نہ آتے تھے۔ ارجح المطالب مطبوعہ لاہور صفحہ ۵۵۲

مقتولین بدر کا دفن

تفصیل جنگ کو تکمیل تک پہونچا کر ہم میدان جنگ کے دوسرے واقعات کے بیان کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جنگ کا خاتمہ ہو گیا۔ قریش کے لشکر گران نے شکست کامل اوٹھائی اونکے بڑے بڑے نبرد آزما اور شجاع زمانہ قوم و قبائل کے سردار و نمودار مارے گئے کفار کی طرف مقتولین کی تعداد ستر تھی اور مقیدین کی تعداد تینتالیس ۴۳ مسلمانوں کی طرف چودہ آدمی شہید ہوئے۔ ۶۔ مہاجرین اور ۸ انصار۔ مشرکین قریش شکست کے بعد۔ جو پکڑے گئے پکڑے گئے۔ باقی بھاگ گئے۔

غنیم سے جب میدان قتال بالکل خالی ہو گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میدان جنگ میں خود تشریف لائے اور سب سے پہلا کام جو آپ نے کیا وہ جانبین کی مقتولین کی آخر خدمات تھیں۔ ہر شخص رحمت عالم کی رحمدلی دردمندی کے اصول اور اوس خلق مجسم کی رقت قلبی کے اس معمول سے خوب واقف تھا کہ آپ جہاں کہیں کسی میت کو افتادہ پاتے تھے اوسکو فوراً زمین میں دفن فرمادیتے تھے میت تو میت استخوانہائے افتادہ تک کے ساتھ بھی یہی عمل کیا جاتا تھا اس بنا پر کیسے ممکن تھا کہ کفار کی طرف والے مقتولین بدر اخلاق و ہمدردی کے اس فیضان عام سے محروم رکھے جاتے۔

شہدائے بدر کی چونکہ تعداد بہت قلیل تھی۔ شمار میں کل چودہ تھے۔ اون کی خدمات سے جلد فراغت ہو گئی تو خوابیدگان مشرکین کی طرف توجہ فرمائی گئی چونکہ وہ تعداد میں زیادہ تھے اور سب کو جدا جدا دفن کرنے میں وقت بھی زیادہ درکار تھا اور جنگ سے تھکے ہوئے مسلمانوں کو محنت اور مشقت بھی زیادہ کرنی ہوتی۔ اس لئے ایک قریب کے کنوئیں میں کفار کی لاشوں کو اٹھا کر الکر دفن کرا دیا گیا[۱]۔ اور کنوئیں کے موںھہ کو پتھر اور مٹی سے بھر کر سطح زمین کے برابر کرا دیا گیا۔ صرف امیہ بن خلف کی لاش بگڑ جانے

---

[۱] افسوس مسلمانوں نے شہیدان کربلا کے ساتھ جن میں اسی رسول صلعم کے اٹھارہ جگر پارہ تھے اتنا بھی نہ کیا جتنا کفار کی لاشوں کے ساتھ ہدایت کر چکے تھے۔ اونکو برہنہ تن اور طعمہ جانوران بنائے جانیکی جگہ کم سے کم کسی غار میں ڈالدیا ہوتا۔ یا دریا قریب تھا اسی میں بہا دیا ہوتا۔ نصف صدی بھی نہ گذری تھی کہ اتنی مدت میں مسلمانوں نے رسول اللہ صلعم کی تعلیم اور آپکے شعار اخلاق کو ایسا بھلا دیا۔ فاعتبروا المؤلف عفی عنہ

کے باعث اوٹھانے کے قابل نہ رہی تھی اس لئے وہین تہہ زمین کر دی گئی۔

شبلی صاحب کی عجلت رقمی بہت سے قابل الذکر حالات کو چھوڑتی چلی جاتی ہے۔ حالانکہ وہ تمام تاریخون کے مشاہدات متفقہ ثابت ہوتے ہین۔ چنانچہ دفن مشرکین کے ذکر مین ابوحذیفہ بن عتبہ کا واقعہ اوسکی کامل الایمانی اور راسخ الاعتقادی کی شان کو دوبالا ثابت کر رہا ہے۔ ابن ہشام نے الفاظ ذیل مین اوسکی تفصیل کی ہے۔

لما امر رسول الله صلعم ان يلقوا في القليب اخذ عتبة بن ربيعة فسحب الى القليب فنظر رسول الله فيما بلغني في وجه ابو حذيفة فاذا هو كئيب قد تغير فقال يا ابا حذيفة لعلك قد دخلك من شان ابيك شئ او كما قال صلى الله عليه واله وسلم فقال لا والله يا رسول الله ما شككت في ابي ولا في مصرعه ولكنني اعرف من ابي رايا وحلما وفضلا فكنت ارجوا ان يهديه ذلك الى الاسلام فلما رائت ما اصابه وذكرت ما مات عليه من الكفر بعد الذي كنت ارجواله احزنني ذلك فدعا رسول الله صلعم بخير وقال له خيرا ص ۲۳ مصر

جناب رسولخدا صلعم نے جب مسلمانونکو حکم دیا کہ مشرکین کی لاشونکو کنوین مین لا لاکر جمع کرین تو عتبہ بن ربیعہ کی لاش کو لوگ زمین پر کھینچتے لائے تو ابوحذیفہ کو باپ کی لاشے کو اس حال سے لاتے ہوئے دیکھکر ملال ہوا جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم فورًا اوسکے چہرے سے آثار حزن وملال بھانپکر پوچھنے لگے کہ اے ابوحذیفہ کیا تمکو اپنے باپ کی طرف سے کچھ دل مین خیال آیا ہے۔ جوہین جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سوال کیا ابوحذیفہ نے جوش عقیدت سے جواب مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ ص قسم خدا کی اسلام کی طرف سے مجھے خس بھر بھی شک نہین لیکن مجھے اتنا خیال البتہ ہے کہ میرا باپ صاحب رائے متحمل صاحب ادب وکمال تھا اور اوسکے ان صفات سے مجھکو ہمیشہ امید قوی تھی کہ وہ اسلام کی خوبیون کو خود سمجھکر مشرف باسلام ہو جائیگا لیکن خلاف امید مین نے دیکھ لیا کہ دولت اسلام سے مشرف نہ ہونیکی وجہ سے بالآخر اوسکی کیا حالت ہوئی اور یہ اوسکے کافر رہنیکا نتیجہ ہے۔ یہ سنکر آنحضرت صلعم نے ابوحذیفہ کے لئے دعائے خیر کی اور اوسکو کلمات خیر سے یاد وشاد فرمایا۔

اسکے بعد ابن ہشام بیان کرتے ہین کہ آنحضرت صلعم مدفن کا فرین پر کھڑے ہوئے اور عبرت انگیز انداز و طریقہ سے گویہ مقتولین مشرکین کو مخاطب کر کے یہ کلمات عبرت ارشاد فرمائے۔

يا اهل القليب بئس عشيرة النبي كنتم لنبيكم كذبتموني وصدقني الناس واخرجتموني وآواني الناس وقاتلتموني ونصرني الناس ثم قال وجدتم ما وعدكم ربكم حقا ص۲۲ جلد دوم طبری ص۱۳۲۳

اے افتادگان چاہ! تم اپنے نبی ص کے لئے کیسے برے عزیز اور قرابتمند ثابت ہوئے تم نے مجھے جھٹلایا اور غیر لوگون نے میری تصدیق کی۔ تم نے مجھے گھر سے نکال پھینکا اور غیرون نے مجھے پناہ دی تم میرے قتل پر آمادہ ہوئے غیرون نے میری نصرت وحمایت کی یہ کہکر

آپ نے فرمایا۔ تم بالآخر وہ امر پا گئے جس کا خدا نے تم سے سچا وعدہ فرمایا تھا۔

اسیران بدر کے ساتھ ترحمانہ سلوک

ان امور سے فراغت فرما کر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیدیان قریش کی طرف متوجہ ہوئے پہلے وہ ایک ایک کر کے شمار کئے گئے جو ابن ہشام کی تعداد کے موافق تینتالیس تھے جن میں آنحضرتؐ کے عم محترم حضرت عباس بن عبد المطلب برادر عم زاد عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن حارث بن عبد المطلب اور ابو العاص شوہر حضرت زینب بھی داخل تھے۔ سر دست ان لوگوں کا اسوقت کوئی تصفیہ فرما دینا مناسب نہ سمجھا گیا بلحاظ وخیال قرابت ملحوظ تھی۔ تمام اسیروں کو دو دو چار چار کر کے انصار و مہاجرین کے سپرد کر دیا گیا کہ ہر شخص اپنے ہمراہی قیدی کو اپنی حراست میں راحت و آرام سے رکھے۔

رسولؐ کا حکم کافی تھا۔ اور اسلام کی عام ہمدردی کی تعلیم کا مقتضی بھی یہی تھا۔ جو فاتحین اسلام نے اپنے مقیدین کی راحت رسانی کی خدمات میں اختیار کیا۔ تمام تاریخ و حدیث کی کتابوں کا یہ متفقہ بیان ہے کہ اسوقت سے لیکر جب تک اسیران قریش مدینہ میں مہاجرین و انصار کے پاس رہے صحابہ کا یہ برابر قاعدہ رہا کہ گھر میں جو کھانا پکتا تھا وہ قیدیوں کو کھلا دیا جاتا تھا اور خود کھجوریں کھا کر رہ جاتے تھے۔ ابو عزیز جو مصعب ابن عمیر کے بھائی تھے وہ بھی قید ہو کر آئے تھے اور ایک انصاری صحابی کی حوالگی میں دیے گئے تھے وہ خود بیان کرتے ہیں کہ وہ بزرگ انصاری جب صبح وشام کھانا لا کر سامنے رکھتے آپ بھی ساتھ بیٹھ جاتے تو روٹی وغیرہ میرے سامنے رکھ دیتے اور خود کھجوریں اپنے ہاتھوں میں اٹھا لیتے اور کھانے لگتے۔ مجھکو انکے اس مکارم اشفاق سے ایسی شرم آتی کہ روٹی کو ہاتھ لگایا نہیں جاتا تھا۔ وہ میری حالت دیکھکر کہتے کہ میں نے تمہیں روٹی اسلئے دی ہے کہ تم لوگ خورش غلہ کے خوگر ہو۔ بخلاف تمہارے ہم کھجوروں کے عادی ہیں کیونکہ ہمارے علاقہ میں کھجوریں کثرت سے ہوتی ہیں میں انھیں خوشی سے کھا سکتا ہوں اور تم نہیں۔ میں ہر چند اصرار کر کے روٹیاں انھیں کے ہاتھوں میں دیدیتا۔ لیکن وہ منت وسماجت کر کے پھر مجھی کو واپس کر دیتے طبری ص ۱۳۳۸

یہ بھی اسلام کی ہمدردی کی تعلیم عام اور معلم اسلام علیہ السلام کے احکام و تاکید کی تاثیر۔ اسیران بدر جب ملاحظہ کے لئے پیش ہوئے تو اکثر کے پاس کپڑے نہیں تھے۔ تھے بھی تو جنگ وپیکار کی کشمکش سے پارہ پارہ ہو کر پہننے کے قابل نہیں رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلق عظیم انکی برہنہ تنی کو کب گوارا کر سکتا تھا۔ صحابہ کو فوراً حکم ہوا انھیں کپڑے پہناؤ تب اپنے اپنے ہمراہ لیجاؤ۔ فوراً حکم کی تعمیل ہونے لگی اتفاق سے حضرت عباس کا لباس بھی پارہ پارہ ہو گیا تھا اور کسی طرح استعمال کے قابل نہ تھا۔ اکثر صحابی اپنا کرتہ دینے پر طیار ہو گئے لیکن دشواری یہ تھی کہ آپ اسقدر طویل القامت تھے کہ کسی کا کرتہ آپ کے بدن پر ٹھیک نہیں آتا تھا۔ اتفاق سے عبد اللہ بن ابی سلول رئیس المنافقین نے اپنا کرتہ منگوا کر حضرت عباس کو پہنایا تو بالکل ٹھیک آ گیا۔

امام بخاری لکھتے ہیں عبداللہ بن ابی سلول کو اپنے کرتہ کا کفن جو عنایت فرمایا گیا تھا وہ اس کے اسی احسان کا معاوضہ تھا۔ بخاری ص ۴۴۲

انھیں قیدیوں میں عرب کا شیرین زبان اور سحرالبیان شاعر سہیل ابن عمر بھی شامل تھا۔ یہ شخص تمام عرب میں آنحضرت صلعم کی مخالفت پر اپنی خوش بیانی سے نئی نئی تقریرین کیا کرتا تھا جب یہ شخص سامنے لایا گیا تو حضرت عمرؓ کو طیش آ گیا فورًا عرض کی کہ یارسول اللہ ؐ اس دریدہ دہن کے دونوں نچلے دانت اوکھڑوا لیئے جائیں کہ اسکی آواز عیب دار اور تقریر بیکار ہوجائے۔ اوس رحم مجسم نے ارشاد فرمایا اے عمر اگر میں اسکا کوئی عضو بگاڑون (مثلہ کرنا) تو یاد رکھو اگرچہ میں نبی برحق ہون اور معصوم لیکن خدائے منتقم اسکے بدلہ میں میرے اعضا بھی بگاڑ دیگا۔ طبری ص ۱۳۴۴

انھیں سہیل ابن عمر کی نسبت تاریخون نے یہ بھی لکھکر بتلادیا ہے کہ یہ حضرت ام المومنین سودہ کے عزیزون میں تھے مدینہ میں جب آئے اور اون محترمہ کی نظران پر پڑی اور انکو اس صورت سے دیکھا کہ ہاتھ پاؤن بندھے ہین تو ایک شجاعانہ للکار میں بیساختہ کہا اونھیں کہ تم نے پاشکستہ عورتوں کی طرح بیڑیاں تو پہن لیں مگر تم سے یہ نہ ہوسکا کہ مردانہ وار تلوار لیکر میدان جنگ میں کٹ مرتے۔ ابن ہشام جلد دوم ص ۲۳

تاریخ و سیر کا متفقہ بیان ہے کہ ان تمام انتظامون کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ رات (اٹھارویں رمضان کی شب) وہیں جنگگاہ بدر میں صرف کی۔ طبری کا بیان ہے کہ ان تمام امور انتظام سے فراغت فرماکر جب آپ فرش خواب پر آرام فرمانے گئے تو اپنے عم محترم حضرت عباس بن عبدالمطلب کے کراہنے کی آواز سُنی دریافت فرمایا تو معلوم ہوا کہ ہاتھوں کے بندھنے سے اونھیں تکلیف ہے۔ آپ یہ سنکر تھوڑی دیر تک خموش رہے لیکن قلب مبارک بیچین رہا اور بیچینی سے نیند نہ آئی۔ صحابہ جو خدمت میں حاضر تھے آپ کو بیچین دیکھکر بے چینی کا سبب پوچھنے لگے تو ارشاد ہوا کہ چچا کی کراہ سونے نہیں دیتی میں نہیں چاہتا کہ محض خصوصیت کی بنا پر اصول عدالت اور معمول مساوات سے تجاوز کرون۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ اوس شخص سے جسکی حراست میں وہ مقید ہیں میری طرف سے کہدو کہ رات بھر کے لئے اونکے ہاتھ کھولدے کہ وہ بھی آرام سے سوجائیں اور میں بھی۔ صحابہ فورًا اوٹھے اور اوس عمرو انصاری سے کہکر حضرت عباس کے ہاتھ کھولوا دیئے۔ ہاتھ کے کھلتے ہی حضرت عباس نے بھی نیند سے آنکھیں بند کرلیں اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی سو گئے۔ طبری ص ۱۳۴۱

رزمگاہ بدر سے مراجعت اور مدینہ منورہ میں داخلہ

دوسرے دن رزمگاہ بدر سے کوچ ہوا منزل روحا میں جو بدر سے واپسی میں آخر منزل اور مدینہ سے آنے میں اول منزل تھی۔ پہونچکر حضرت عبیداللہ بن الحرث بن عبدالمطلب نے انتقال فرمایا جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے اس شہید راہ خدا کو وہیں مدفون فرمادیا گیا۔ اور یہ بزرگ اوسوقت تمام بنی ہاشم میں کبیرالسن تھے اور شہادت کے وقت انکا سن چونسٹھہ برس کئی مہینہ کا بتلایا گیا ہے۔ زرقانی

انکی آخری خدمات سے فارغ ہوکر لشکر اسلامی نے کوچ کیا۔ روانگی سے پہلے زید بن حارثہ کو مدینہ منورہ میں فتح اسلام کی اشاعت و اعلان کے لئے روانہ کردیا گیا تھا یہ عین اوسوقت پہونچے جب حضرت رقیہ زوجہ حضرت عثمانؓ کی میت مدفون کی جارہی تھی۔ اور تمام مسلمان یکجا موجود تھے۔

زید نے جب مژدہ فتح سُنایا۔ تو اسامہ خود انکے بیٹے کا بیان ہے کہ کسی فرد واحد کو اسلام کی اس عظیم الشان فتح کا یقین نہ آیا۔ کیونکہ وہ لشکر اسلام کی قلت تعداد کمی سامان محاربت اور بخلاف انکے قریش کی کثرت فوج اور ساز و سامان کی افراط سے خوب واقف تھے اسامہ کہتے ہیں اور تو اور لوگ تھے مجھکو خود اپنے باپ کے بیان پر اعتبار نہیں آیا تو میں نے پھر دوبارہ اون سے پوچھا کہ کیا آپ سچ بیان کرتے ہیں کہ ستر سرداران قریش مارے گئے اور تینتالیس اشراف کفار مقید ہوکر مدینہ آرہے ہیں اور کل صبح تک داخل شہر ہو جائینگے میرے باپ نے میرے اور تمام حاضرین کے مونہہ پر شرعی قسم کھائی۔ تاہم اکثر لوگوں کو احتمال باقی رہا اور وہ یہی کہتے چلے گئے۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ روضۃ الاحباب مجلد ثانی صفحہ ۲۳۷

دوسرے دن موکب رسالت کا شہر میں داخلہ تھا۔ ہر شخص نے فرط مسرت سے جاگ کر رات کاٹی۔ خدا خدا کر کے صبح ہوئی۔ تمام اہل اسلام فریضہ سحری سے فارغ ہوکر درود پڑھتے ہوئے جناب رسولخداصلعم کے استقبال کے لئے بیرون شہر جمع ہوئے۔ بعض مشتاقین چاہ ابی عنبہ تک ایک میل آگے بڑھ گئے۔ دن نکلتے نکلتے کوکبہ رسالت جنود اسلام کے ساتھ نمودار ہوا۔ چاروں طرف سے نعرہائے تکبیر بلند ہوئے۔ جب لشکر اسلامی قریب آگیا تو معتقدین فرداً فرداً قدمبوس رسالت ہوئے اور مجاہدین سے معانقہ و مصافحے کے بعد آنحضرت صلعم کی رکاب میں داخل شہر ہوئے۔

یہاں بھی مسلمین مشتاقین کی وہی کثرت تھی ہر عقیدت مند شرف قدمبوسی سے شرف دارین حاصل کرتا جاتا تھا اور وہ خلق مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی قدر مراتب ہر شخص کے اظہار عقیدت کے جواب میں اپنی طرف سے اونکی تصدیق خلوص و عقیدت فرماتا جاتا تھا۔

تائید غیبی کے چشم دید واقعات

اس اثنا میں دو چار صحابہؓ آپس میں ملکر وقوعات جنگ کا تفصیلی ذکر کرنے لگے ایک مجاہد اسلام نے اپنی سرگذشت بیان کر کے کہا کہ حقیقت تو یہ ہے کہ ہمیں خود نہیں معلوم ہماری فتح کیونکر ہوئی۔ ہم تو سمجھتے ہیں کہ ہماری یہ فتح و کامیابی ہماری زور و قوت یا سعی و کوشش کا نتیجہ نہیں تھی بلکہ محض تائید غیبی تھی اور مشیت آلہی کی تفویض تھی۔ ثبوت میں ہمارے مشاہدات عینی موجود ہیں اور وہ یہ ہیں کہ میدان جنگ میں ہم اپنے مقابل پر جب حملہ آور ہوتے تھے تو اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے کہ قبل اسکے کہ ہم اپنی تلوار سے اوسے قتل کریں اوسکو مقتول پاتے تھے اور اگر کوئی مقابل تاب مقابلہ نہ لاکر سامنے سے بھاگ جاتا تھا اور ہمکو اوسکا تعاقب کرنا ہوتا تھا تو ہمارے پہونچنے سے پہلے ہم اوسکو زمین پر مردہ پاتے تھے حالانکہ نہ ہم مقابلہ والے معاملہ میں کسی مارنے والے کو دیکھتے تھے اور نہ تعاقب والے واقعہ میں دشمن کا کوئی قاتل ہمیں دکھلائی دیتا تھا۔ اسی طرح کفار کے قید کرتے وقت معاملات پیش آئے۔ جس مفرور کے پکڑنے کے لئے ہم دوڑتے تھے پہونچنے سے پہلے

ہم اوسکو وہاں دست و پا بستہ پاتے تھے اکثر یہ ہوتا تھا کہ ہم اپنے سے دونے اور سہ گونے پہلوانان قریش کو بلا تکلف مقید کر لیتے تھے جیسے کوئی اونکے قید کرنے میں ہماری معاونت اور مشارکت کر رہا ہے۔

ان لوگوں کے نقل و بیان کو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سن رہے تھے۔ آپ ان کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمانے لگے۔ وہ ملائکہ مقربین تھے جو تمہاری نصرت و حمایت کے لئے خدائے سبحانہ تعالیٰ کی طرف سے خاص طور پر نازل فرمائے گئے تھے۔ طبری صفحہ ۱۳۳۵- ابن ہشام جلد دوم ص ۲۳

قرآن مجید ان مشاہدات کا اجمالاً خود ان الفاظ میں شاہد ہے۔

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ ۝	جب تم اپنے خدا سے فریاد کر رہے تھے اوس نے تمہاری سن لی (اور کہا) میں تمہاری مدد لگاتار ہزار فرشتوں سے کرونگا۔
وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنتُمْ أَذِلَّةٌ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ	یقیناً خدا نے بدر کے دن تمہاری مدد کی جب تم کمزور تھے تو خدا سے ڈرو تا کہ شکر گذار بن جاؤ۔

شبلی صاحب نے ان واقعات کو عمداً مرفوع القلم فرما دیا۔ کیونکہ یورپ میں محققین کی تعریض کے خوف سے اور نیز اس خیال سے کہ ان واقعات کے لکھنے سے آپ کی تالیف فلسفہ تاریخی کے معیار سے نیچے اوتر آئے گی۔

افسوس ایک اسلامی مؤلف عیسائی مؤلفین کی تعریض اور عیسائی تالیفات کی عدم تقلید کی وحشت سے کانپا جاتا ہے اور سلف صالحین کی تقلید و اتباع کا قلادہ اپنی گردن سے اوتار کے پھینکتا ہے۔ اور اس بندۂ خدا کو ذرا خیال نہیں آتا کہ ان واقعات کے اسقاط و احذاف سے عیسائی مؤلفین اور اونکی تالیفات کی پوری تقلید تو ہو جاتی ہے لیکن اسی کے ساتھ قرآن مجید کی تکذیب بھی ظاہر ہو جاتی ہے نعوذ باللہ۔

اور اگر یہ سبب خاص نہیں ہے تو پھر باوجود اسکے کہ آپ کی تمام قدیم تاریخ ۔سیرت۔ حدیث۔ تفسیر کی کتابوں میں یہ واقعات موجود ہیں اور آپ کا خدا بھی اپنے کلام پاک میں اسکی واقعیت اور حقیقت کی تصدیق کرتا ہے اور آپ کا رسول برحق بھی میں موقع پر ان واقعات و مشاہدات کے بیان کرنے والوں کی توثیق فرماتا ہے تو پھر آپ کے لئے ان واقعات کو بیان کرنے سے کون سے مانع آتی ہے؟ کیا آپ یا آپ کی طرف سے کوئی مرد مسلمان آپ کی اس فروگذاشت کیلئے کوئی وجہ معقول اور کوئی عذر قابل قبول پیش کر سکتا ہے۔

شبلی صاحب کی حیلۃ القلمی کی حقیقت کا ہم تمام ایسے مقامات پر پورا انکشاف کرتے جاتے ہیں اور یہاں بھی ہمکو وہی ضرورت لاحق ہے شبلی صاحب نے تو کمال احتیاط سے ان واقعات کو اصلی کتاب سے نکال پھینکا اور اشارتاً و کنایتاً بھی اسکا ذکر نہیں آنے دیا اسلئے کہ روحانیات کا ذکر مذکور بھی آپ کی فلسفانہ تالیف کی کسر شان ہوتی تھی۔ لیکن اوسی روحانیت کی حقیقی قوت کا زبردست ہاتھ ایسا ہی قوی تھا کہ جس نے آپ ہی کے دست و قلم سے آپ کی اسی کتاب میں لکھوا ہی چھوڑا۔ ملاحظہ ہو سیرۃ النبی جلد اول کے صفحہ ۲۹۸ پر یہ سرخی

قایم کی گئی ہے۔ غزوہ بدر کا بیان قرآن مین" تمام آیات قرآنی جن مین بدر کے حالات مذکور ہین لکھے گئے ہین اون مین مرقومہ بالا دونون آیتین موجود ہین۔ اس ترتیب سے کہ آیہ اول تو صفحہ ۲۴۸ سطر ۱۳ مین مرقوم ہے اور آیہ دوم صفحہ ۲۴۹ سطر ۱۶ مین مسطور ہے۔

آپ قرآن مجید سے ان روحانی نصرت وحمایت کے شواہد تو نقل کرتے ہین لیکن اونکو اپنے سلسلہ بیان مین لکھا نہین چاہتے گویا نعوذ باللہ اُنکی اصلیت اور واقعیت آپ پر مشتبہ ہے۔ اس صورت حال کو مشاہدہ کرنے کے بعد کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ کسی سچے اور دیندار مسلمان مولف کی یہ شان تحریر ہے اور عنوان تالیف لاحول ولا قوۃ۔

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ مقیدین قریش دو دو چار چار کرکے پہلے ہی مہاجر و انصار کی سپردگی وحراست مین دیدیئے گئے تھے یہ صرف وقتی انتظام تھا۔ مدینہ منورہ مین تشریف لاکر مقیدین کے خاطرخواہ انتظام کی طرف توجہ فرمائی گئی۔ انہین سے صرف دو آدمی عقبہ بن معیط اور نضر بن الحارث داخلہ مدینہ سے پہلے ہی قتل کر دیے گئے تھے اور ان دونون شریر النفسون کی عملی سزا اُنکی بداعمالیون کی جزا کے مقابلہ مین کچھ نہین تھین اُنکی مفسدہ انگیزیان اتنی بڑھ گئین تھین کہ اُنکی ناپاک ہستیون سے دنیا کو بہت جلد پاک وصاف کر دینا ہی امن ملک اور امان قوم کے لئے مفید اور ضروری تھا۔

باقی اسیرون کے معاملہ مین صحابہ کا استمزاج لیا گیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے صلاح دی کہ عرب کے قدیم دستور کے مطابق فدیہ لے کر چھوڑ دیے جائین۔ حضرت عمرؓ نے نہایت سختی سے اس راے کی مخالفت کی اور کہا سب کے سب قتل کر دیے جائین اور اس خصوصیت کے ساتھ کہ عباس کو حمزہ اور عقیل کو علیؓ اسیطرح ایک عزیز اپنے دوسرے عزیز کو اپنے ہاتھ سے قتل کرکے یہ ثابت کر دے کہ حصول اسلام کے بعد کفار ومشرکین کے ساتھ پھر کوئی قرابت وخصوصیت کی رعایت قائم نہین رہی۔ حضرت عمرؓ کی راے استیصال کفر کی بنا پر چونکہ بہت شدید تھی اور اصول اخلاق ومروت سے بہت بعید اس لیے اُنکی رائے سے اتفاق نہین کیا گیا بلکہ خلاف اُنکے حضرت ابوبکرؓ کی صلاح کو پسند کرکے مقیدین کو فدیہ لے کر چھوڑ دیے جانے کا حکم دیدیا گیا۔ ملک وقوم کے قدیم دستور وآئین کے مطابق حکم پاتے ہی مقیدین اپنے فدیہ ادا کرکے بلاعذر وتامل رہا ہوتے گئے اور اپنے اپنے مقام ومسکن کو واپس ہوتے گئے۔ جنکے پاس رقم موجود نہین تھی اونھون نے اپنے اعزہ کو رقم فدیہ لے کر طلب کیا۔ اور اونکی آمد تک یہ لوگ ٹھیرے رہے۔ جو لوگ مقیدین مین بالکل نادار تھے اور کسی طرح سے رقم فدیہ نہین ادا کر سکتے تھے لیکن پڑھنے لکھنے کی صنعت جانتے تھے ان لوگون کے لئے یہ حکم خاص نافذ فرمایا گیا کہ یہ صحابہ کو جو لکھنا پڑھنا نہین جانتے فن کتابت تعلیم کرین اور تعلیم کتابت پوری کر دینے کے بعد وہ رہا کر دیے جائین اونکی یہی خدمت اونکا فدیہ قرار دی جائیگی۔ اس تجویز سے بہت سے مہاجر وانصار نے تھوڑے دنون مین ان لوگون سے فن کتابت حاصل کرکے لکھنے پڑھنے مین پوری مہارت پیدا کرلی۔ زید بن ثابت وغیرہ انھین لوگون مین تھے۔

حضرت عباس کا قبول اسلام | انھیں فدیہ دینے والون مین حضرت عباس بن عبدالمطلب بھی تھے۔ یہ بزرگ روسا بنی ہاشم مین سے تھے خوشحال تھے وہ ہر شخص کو معلوم تھا ان سے فدیہ لینے کے لئے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے استفسار کیا گیا تو ارشاد ہوا کہ ان سے بیکبار چار فدیے لئے جائین ایک انکا خاص۔ دوسرا انکے بھتیجے عقیل بن ابیطالب کا تیسرا انکے دوسرے بھتیجے نوفل بن حارث بن عبدالمطلب کا چوتھے انکے حلیف عتبہ بن جحدم کا۔ حضرت عباس اس حکم سے چین بچبین ہوئے اور کہا کہ مین تو مسلمان ہون مجھسے فدیہ کیسا۔ ارشاد ہوا قلوب کا حال خدا کے سوا دوسرا نہین جان سکتا اسوقت تو بظاہر آپ کفار کے شریک تھے اور انھین کے ساتھ اسیر ہو کر آئے ہین یہ سنکر حضرت عباس بولے میرے پاس اسوقت تو کچھ بھی موجود نہین ہے۔ کیا تم اسی کو گوارا کروگے کہ تمہارا چچا اپنی ناداری اور تنگدستی کی موجودہ حالت مین ادائے فدیہ کیلئے دوسرونکے آگے دست سوال پھیلائے۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ چچا حقیقتاً آپ فضل خدا سے کسی وقت اور کسی مقام مین نادار نہین کیے جاسکتے۔ ابھی تو آپ کے پاس ایک رقم کثیر اوس طلا کی ہے جو مکہ سے چلتے وقت ام الفضل کی تحویل مین یہ کہکر رکھوائی گئی تھی کہ اگر آپ لڑائی سے واپس نہ آئین گے تو وہ اونکے اور اونکے چارون بیٹون مین تقسیم کر دیجائیگی یہ سنتے ہی حضرت عباس کا چہرہ زرد ہو گیا اور اسی ہیبت و جلال کے خاص عالم مین کہنے لگے محمد (صلعم) خدا شاہد ہے کہ میرے اس راز سے سوائے میرے اور تمہاری چچی کے کوئی دوسرا مطلق واقف نہین تھا یہ تمھین کس نے خبر کر دی۔ یہ کہکر اوسی جلال و سطوت روحانی کی عین حالت مین حضرت عباس بے اختیار پکار اوٹھے اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمداً رسول اللہ۔ انکے اقرار شہادت پر مسلمانون کی موجودہ جماعت مین تکبیر کے متواتر نعرے بلند ہوئے اور تکبیر کی آوازون سے سارا مدینہ گونج اوٹھا

حضرت عباس کے ان حالات کے متعلق اتنا اور اضافہ کیا گیا ہے کہ حضرت عباس نے ادائے فدیہ کے وقت چالیس اوقیہ[5] (اوقیہ بمقدار ایک جو) طلا، جو مسلمانون نے انکی گرفتاری کے وقت لے لیا تھا رقم فدیہ مین محسوب کرنا چاہا مسلمانون نے مجرا دینے سے انکار کیا۔ آخرکار آنحضرت صلعم کے پاس یہ معاملہ پیش کیا گیا آپ نے حضرت عباس سے کہا کہ وہ رقم خدا کی طرف سے غنیمت مین مسلمانون کو عطا ہو چکی ہے۔ نصاب و حساب فدیہ مین محسوب نہین ہو سکتی۔ طبری ص ۱۳۴۵

یہ ہین رسالت کے عادلانہ اور غیر جانبدارانہ احکام جو ہر طریقہ اور ہر قرینہ سے اصول عدالت اور مساوات پر مبنی ہین۔

ادای فدیہ کا ایک دردانگیز واقعہ ابو العاص کا اسلام | اس سے بڑھکر فدیہ کا ایک اور دردانگیز واقعہ ہے اوپر لکھا جاچکا ہے کہ گرفتارین مین ابو العاص حضرت زینب کے شوہر بھی تھے۔ جب انکے جائزہ کی نوبت آئی تو ان کے پاس فدیہ دینے کے لئے کچھ

---

[5] (اور بنا بر تصریح و تحقیق شبلی صاحب قیمتی دس روپیہ)

بھی نہین تھا۔ حضرت زینب مکہ مین تھین۔ آنحضرت صلعم نے انکے پاس کہلا بھیجا کہ شوہر کے فدیہ کا انتظام کرکے بھیجدو کہ وہ رہا کرکے گھر واپس کردیئے جائین۔ حضرت زینب کا بیاہ ہوا تھا تو حضرت خدیجہ رضہ نے انکو ایک ہار جہیز مین دیا تھا۔ غریب زینب نے وہی ہار بھیجدیا۔ جسوقت وہ ہار حضور مین پیش کیا گیا آنحضرت صلعم نے فوراً پہچان لیا۔ جناب خدیجۃ الکبری سلام اللہ علیہا کی صورت اور اوس مجسم اخلاص و نیاز کی تصویر آنکھون کے سامنے گھوم گئی اور اوس محترمہ معظمہ کو یاد کرکے بیاختہ چشم مبارک مین آنسو ڈبڈبا آئے۔ اوسی عالم خاص نین درد آمیز انداز سے صحابہ سے مخاطب ہوکر ارشاد ہوا۔ اگر تم مناسب سمجھو تو بیٹی کو مان کی دی ہوئی چیز واپس کردو سب نے متفق اللفظ ہوکر عرض کی کہ ضرور واپس کردیجائے اور ابو العاص بھی رہا کردیے جائین چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

الغرض ابو العاص رہا ہوکر مکہ آئے حضرت زینب کو مدینہ بھیجدیا۔ اتفاق یہ کہ حمل سے تھین ظالم قریش نے جانے مین مزاحمت کی راستہ مین سواری روک دی ہبار زین لیا رایک ظالم نے انکی محمل پر اس زور سے نیزہ مارا کہ ضرب کی دھمک سے انکا حمل ساقط ہوگیا لیکن یہ غریب اوسی حالت مین ظالمین سے جان بچاکر کسی نہ کسی طرح مدینہ مین پہونچ گئین۔

ابو العاص کاروباری آدمی تھے مکہ سے بغرض تجارت شام چلے گئے وہان سے مال تجارت بیچکر لوٹے تو راہ مین پھر مسلمانون کے ایک دستہ نے گرفتار کرلیا اور ایک ایک کرکے انکا سارا مال آپس مین تقسیم کرلیا۔ ابو العاص نے پھر مدینہ مین آکر حضرت زینب کے پاس پناہ لی۔ آنحضرت صلعم نے پھر صحابہ سے کہ سنکر انکا تمام مال و اسباب انھین واپس کرادیا۔ آنحضرت صلعم کے یہ متواتر اخلاق و اشفاق مراحمانہ ابو العاص کے لئے تازیانہ ہوگئے۔

ابو العاص مدینہ سے پھر مکہ مین آئے اور تجارت کے شرکاء کو حساب و کتاب سمجھا کر پھر مدینہ کو واپس ہوئے تو ابو علی الاعلان قریش سے کہتے آئے مین ابکی بار مدینہ سے مکہ مین خاصکر اسی لئے آیا تھا۔ کہ تمہارے حساب و کتاب تمھین سمجھا دون اور تمہارے مطالبات صاف کردون تاکہ تم لوگ یہ نہ کہو کہ ہمارے روپیہ کے تقاضہ کے خوف سے ابو العاص مدینہ مین جاکر مسلمان ہوگیا۔ یہ کہکر مدینہ مین آئے اور حسب الاقرار مشرف باسلام ہوگئے۔ طبری ص ۱۳۴۸

جواز فدیہ کی معرکۃ الآرا بحث

حکم فدیہ کے متعلق جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا صحابہ سے مشورت اور حضرت ابوبکر رضہ و حضرت عمر رضہ کی مخالفت رائے۔ ہم اوپر لکھ چکے ہین علمائے محدثین نے اور اونکے دیکھا دیکھی مورخین اور سیرت کے مولفین نے بھی صرف شوریٰ کی اہمیت اور حضرت عمر کی اصابت رائے کی خصوصیت کے ثبوت و شہود قایم کئے جانیکی غرض خاص سے اس واقعہ کو خواہ مخواہ ایک معرکۃ الآرا مسئلہ بنا رکھا ہے اور چونکہ اسکے متعلق قرآن مجید مین دو آیتین خطاب ہدایت انگیز کے انداز مین مرقوم ہین جن سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ مجاہدین اسلام کو استیصال کفار کے مقابلہ مین جو عمل عقبیٰ تھا حصول غنیمت اور وصول فدیہ کی طرف جس سے لوث دنیا طمع مالی اغراض نفسانی مفہوم ہوتے ہین

متوجہ ہونا نہیں چاہتا تھا پہلی آیت یہ ہے۔

مَاكَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ

کسی نبی کو جائز نہیں کہ بغیر اچھی طرح خونریزی کئے ہوئے لوگوں کو قیدی بنائے۔

دوسری آیت یہ ہے۔

لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا

اگر خدا کا نوشتہ پہلے سے نہ لکھا جا چکا ہوتا تو جو کچھ تم نے لیا ہے اس پر بڑا عذاب نازل ہوتا پس جو تم نے لوٹا ہے کھاؤ کہ تمہارے لئے حلال طیب ہے

ان دونوں آیتوں کے آغاز مفہوم پر غور و تعمق سے نظر فرما کر اور آخر حکم جواز کے الفاظ و معانی سے قطع نظر کر کے علما و محدثین نے عموماً اور ادھیں بھی صحاح کے حضرات مولفین نے خصوصاً اصول عقائد کی بنا پر امر شوریٰ کی عظمت اور صحابہ کی اصابت رائے کے اظہار و اثبات کی غرض خاص سے بالحاظ و امتیاز شان رسالت اور اقتدار نبوت جیسے جیسے موضوعات و مصنوعات میں دفتر کے دفتر سیاہ کئے ہیں وہ اونھیں کی کتابوں میں دیکھنے کے قابل ہیں اور اپنے حد درجہ کی فکر تامل تخیل و تعقل اور ظن و قیاس مندرجہ بالا واقعات شورے بالصحابہ۔ اور اقوال و آرائے صحابہ (حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ) کو ان آیتوں کے الفاظ قرآنی سے تطبیق دی ہے۔ وہ حقیقت میں نگاہوں میں ایک مضحکہ انگیز سعی و کوشش سے زیادہ ثابت نہیں ہوتی۔

افسوس ہے کہ ان موضوعات کی تفصیل ہمارے مقاصد تالیف سے بالکل علیحدہ ہے اسلئے اوسکی مقدار نہ تفصیل سے ہم یہاں بالکل مجبور ہیں لیکن چونکہ شبلی صاحب نے بھی تقلید اسلاف اور استحفاظ عقاید کے اصول پر اس مسئلہ کو اگرچہ بمقابلہ دیگر محدثین کے نہایت اعتدال و احتیاط سے لکھا ہے اسلئے ہمکو کسی قدر اسکے انکشاف کر دینے کی مجبوری ہوئی۔ ہم پہلے شبلی صاحب کی عبارت سیرۃ النبیؐ ذیل میں نقل کرتے ہیں۔ اسکے بعد تنقیدانہ انکشاف حقیقت پیش کرینگے۔

عام روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مدینہ میں آکر صحابہ سے مشورہ کیا کہ اسیران جنگ کی معاملہ میں کیا کیا جاوے۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کی کہ سب اپنے ہی عزیز و اقارب ہیں فدیہ لیکر چھوڑ دیے جائیں لیکن حضرت عمرؓ کے نزدیک اسلام کے معاملہ میں دوست دشمن۔ عزیز و بیگانہ اور قریب و بعید کی تمیز نہ تھی اس لئے انھوں نے یہ رائے دی کہ سب قتل کر دیے جائیں اور ہم میں ہر شخص اپنے عزیز کو آپ قتل کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدیق اکبر کی رائے پسند کی اور فدیہ لے کر چھوڑ دیا۔ اس پر خدا کا عتاب آیا اور یہ آیۃ اوتری۔

لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ

اگر خدا کا نوشتہ پہلے نہ لکھا جا چکا ہوتا تو جو کچھ تم نے لیا ہے اوس پر بڑا عذاب تم پر نازل ہوتا۔

آنحضرت صلعم اور حضرت ابوبکرؓ یہ عتاب ربانی سنکر رو پڑے۔

یہ روایت تمام تاریخون مین مذکور ہے اور احادیث مین بھی موجود ہے لیکن سبب عتاب کے بیان مین اختلاف ہے ترمذی مین جو روایت ہے اس کا ماحصل یہ ہے کہ اسوقت تک مال غنیمت کے متعلق احکام نہین آئے تھے عرب کے عام دستور کے مطابق صحابہ غنیمت مین مصروف ہوگئے اسی پر عتاب آیا لیکن چونکہ اسکے متعلق پہلے کوئی حکم نہین دیا گیا تھا اس لیے یہ جرم معاف کردیا گیا اور حکم آیا کہ مال غنیمت جو ہاتھ آچکا حلال ہے۔ قرآن مجید مین عتاب کے بعد یہ الفاظ ہین۔

فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا	جو تم نے لوٹا ہے۔ اب کھاؤ کہ حلال وطیب ہے۔

اس آیت مین تصریح ہے کہ مال جو ہاتھ آیا تھا وہ حلال کردیا گیا اور وہ مال غنیمت تھا۔ غرض صحیح مسلم اور ترمذی دونون سے ثابت ہے کہ عتاب فدیہ لینے یا مال غنیمت کے لوٹنے پر تھا صحیح مسلم مین یہ الفاظ ہین۔

جب عتاب کی آیت نازل ہوئی تو آپ رونے لگے۔ اور جب حضرت عمرؓ نے سبب گریہ دریافت کیا آپ نے فرمایا۔

ابکی الذی عرض علی اصحابک من اخذھم الفداء	تمہارے بہائیون نے جو فدیہ لیلیا اور اُسپر خدا کیطرف سے پیش آیا اسی پر رو رہا ہون۔

غلط فہمی سے لوگون نے یہ سمجھا کہ اسیران جنگ کو قتل کیون نہین کردا!! اسی پر عتاب آیا ہے۔ چنانچہ لوگون نے اس آیت سے استدلال کیا ہے۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ	کسی نبی کو یہ مناسب نہین کہ بغیر اچھی طرح خونریزی کے لوگون کو قید کرائے۔

لیکن اس آیت کا صرف یہ ماحصل ہے کہ میدان جنگ مین جبتک کافی خونریزی نہ ہوچکے قیدی بنانا مناسب نہین اسلیے یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ اگر خونریزی سے پہلے لوگ گرفتار کرلئے گئے تو لڑائی کے بعد بھی قتل کئے جاسکتے ہین۔

(سیرۃ النبی جلد اوّل از صفحہ ۳۴۱-۳۴۳)

شبلی صاحب نے اگرچہ بڑے حزم و احتیاط سے اس بحث کو لکھا ہے لیکن تقلید اسلاف حفظان عقاید اور حمایت صحاح سے مجبور تھے تمام اعتراضات مخالفانہ مین سے صرف ایک تعریض کا جواب جو زیادہ تر عیسائی معترضین سے تعلق رہے دیسکے اور وہ بھی اتنے طولانی استدلال کے بعد بھی بناءً علی الاحتمال رہ گیا اس لیے آپ کی اتنی تمامتر سعی بالکل بیکار گئی۔

آپ کی اس تفصیل و تصریح سے نہ ان آیات کے اصلی مدعا و شان نزول ثابت ہوسکی نہ عتاب خدا کی اصلی وجہ معلوم ہوسکی اور نہ یہ تحقیق ہوسکا کہ اگر یہ امر حقیقتاً عتاب تھا تو صرف عوام اہل اسلام جو جاہل مسئلہ تھے وہی تنہا مجرم و ملزم تھے یا (نعوذ باللہ) رسول بھی؟ جو نزول آیہ کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ بیٹھا روتا ہوا بیان کیا جاتا ہے؟ اس ہی تو

معلوم ہوتا ہے کہ (معاذ اللہ) وہ بھی ضرور داخل تھا۔ ورنہ اس گریہ بے سبب اور بیقراری وزاری بلاوجہ کیسی اور کس لئے۔؟

ہم سے سنیئے یہ تمام بیانات متعلق گریہ رسولؐ سراپا اتہام ہیں۔ پوچھیے کیوں؟ توجیہہ فوراً آتی ہے اول تو اس آیہ وافی ہدایہ کو خواہ مخواہ خطاب عتاب سمجھنا ہی عقل کی خوبی ہے۔ آیہ اول ہیں صرف ہدایت کا خطاب ہے نہ عذاب ہے نہ عتاب ہے۔"

ارباب احادیث وتفاسیر یا اصحاب سیر وتاریخ تو ابھی اپنے اپنے مقام پر ہیں خود الفاظ قرآنی اسکے قطعی خطاب ہدایت ہونیکے شاہد ہیں اور لولا کتابٌ من اللہ کے الفاظ شریفہ ہیں صاف تصریح موجود ہے کہ یہ فعل جو مجاہدین اسلام سے اسوقت عمل میں آیا ہے وہ پہلے ہی سے منجانب اللہ مقدر ہو چکا تھا۔ ہاں ایسی حالت ہیں کہ اگر یہ خدا کی طرف سے اونکے لئے نہ مقدر ہوا ہوتا تو وہ البتہ وہ سزاوار عتاب تھے۔ تو اذا فات الشرط فات المشروط کے اصول عام کے موافق جب وہ شرط ہی باقی نہیں رہی تو مشروطہ کا ذکر ہی کیا۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ صورت حال تھی تو خدا نے اسکا کیوں ذکر کیا۔ جواب یہ ہے چونکہ خداوند کریم کو مال غنیمت کے متعلق دستور قدیم کی تنسیخ منظور تھی۔ اور شریعت اسلام ہیں اموال غنیمت کی نسبت مدارج مستحقین اور نصاب تقسیم کے جداگانہ اصول وقواعد قایم کرنے تھے جنکی پوری تفصیل سورہ انفال ہیں جو بدر کے بعد ہی فوراً نازل ہوا موجود ہے۔ اس بنا پر رضائے الٰہی کا یہ مقصود کہ اہل اسلام تصرف اموال غنیمت ہیں نزول حکم الٰہی تک کا انتظار کر لیتے مگر وہ منشاء قدرت سے واقف نہیں تھے۔ اور نہ اونکو اسکی نسبت حکم امتناعی دیا گیا تھا۔ اس لئے وہ اپنے دستور قدیم کے مطابق اس پر متصرف ہو گئے چنانچہ اونکی اسی لاعلمی کی بنا پر اونکی اس فروگذاشت کی معافی بھی فرما دی گئی اور اونکے لئے اون اموال غنیمت کا تصرف بھی حلال وطیب فرما دیا گیا۔

چنانچہ امام ترمذی نے جو تصریح کی ہے اور شبلی صاحب نے نقل فرمائی ہے وہ بالکل صحیح اور مطابق الواقع ہے اون سے مجھے صرف اتنا ہی اختلاف ہے کہ امام موصوف باوجود ان تصریحات معترفانہ کے بھی ابھی تک اس آیہ کو آیہ عتاب سے تعبیر فرماتے ہیں۔ حالانکہ آپ کے الفاظ تصریحات سے اس کا صرف ارشاد ہدایات ہونا صاف صاف ثابت ہے۔

بہرحال۔ الفاظ قرآنی اور امام ترمذی کی تصریحات (حدیث) دونوں سے ثابت ہو گیا کہ یہ آیہ وافی ہدایہ عام اس سے کہ عتاب کے معنیوں ہیں شمار ہو۔ یا صرف خطاب ہدایت سے تعبیر کیا جاوے۔ اموال غنیمت کے تصرف ہیں بے احتیاطی اور عجلت کرنیکی وجہ سے مسلمانوں کی صرف آگاہی کے لئے نازل فرمایا گیا تھا۔

اس ہیں (تصریح ترمذی) صرف غنیمت کا ذکر ہے۔ فدیہ کا کہیں مذکور نہیں لیکن صحیح مسلم نے غنیمت کے ساتھ فدیہ

لینے کو بھی باعث عتاب میں داخل کرلیا ہے اور سخت تعجب ہے کہ شبلی صاحب نے محض تقلید اسلاف کی بنا پر ترمذی کے تصرف غنیمت اور مسلم کی وصولی فدیہ دونوں کو عتاب الٰہی کا باعث بتلایا ہے اور لکھا ہے "غرض ترمذی اور مسلم دونوں سے ثابت ہے صفحہ ۲۴۲-" حالانکہ ترمذی کے جو الفاظ نقل فرمائے گئے اون میں فدیہ کا ذکر نہیں ہے پھر آپ تصریح فدیہ کو ترمذی کی طرف منسوب کرکے مسلم و ترمذی کی متفقہ تحریر کیسے قرار دیتے ہیں۔ یہ مولف کے لئے کیسی شرمناک جسارت ہے آپ مولفانہ تدین کے کامل انداز میں صاف صاف لکھدیتے جیسا اسی صفحہ ۲۴۲ میں اوپر لکھ چکے تھے کہ امام ترمذی تصرف غنیمت کو آیہ عتاب کا باعث بتلاتے ہیں اور صحیح مسلم ایصال فدیہ کو یا غنیمت و فدیہ دونوں کو لیکن آپ کی تحریر نے دونوں محدثین مذکورین کی متفقہ رائے بتلائی ہے اور اسطرح اپنی تحریر کو خلط مبحث بنادیا ہے جو الفاظ قرآنی کے بالکل معارض ہے۔

ہم نہیں سمجھتے کہ بغیر حکم خدا و رسولؐ جسکے لئے صحاح کے دو محدثین (ترمذی و مسلم) بیان کررہے ہیں کہ کوئی حکم ان امور کی تصریح کے لئے نہیں آیا تھا۔ چنانچہ اسی ممانعت کی لاعلمی پر اونھیں معافی کی بشارت دی گئی تو ایسی حالت میں اسوقت غنیمت کو فدیہ یا فدیہ کو غنیمت میں شمار کرنا محدثین کی خوش فہمی کے سوا اور کیا کہا جائے۔

ان طومار بیکار سے اصلی غرض تھی شوریٰ کی اہمیت کی۔ اور ضرورت تھی۔ حضرت عمرؓ کی اصابت رای کی اور یہ ممکن نہیں تھا کہ بغیر حوالہ قرآن و حدیث کے اسکی بنیاد قایم ہوسکے۔ اس ضرورت سے ان دونوں آیتوں کو استنباط و استدلال کا ماخذ قرار دیا گیا۔ الفاظ میں تو تغیر ناممکن تھا۔ ہاں معانی میں البتہ سب کچھہ ہوسکتا تھا۔ اسلئے معانی میں غنیمت کے ساتھ فدیہ کے معنی بھی پہنادیے گئے۔ جس سے صرف یہ مقصود تھا کہ امر شوریٰ کی اہمیت اور صحابہ راشدین کی رایوں کی اصابت توکسیطرح قایم ہوجائے۔

باقی رہی حدیث وہ گھر کی بات تھی۔ رُواۃ کی کمی نہیں۔ محدثین کا قحط الرجال نہیں۔ جتنے مونہہ اوتنی بات موید حدیث بھی تیار ہوگئی۔ پھر ایک نہیں متعدد۔ باعتبار تعداد کے اوسیوقت یہ حدیثیں متواترات کے درجہ تک بھی بڑھادیگئیں (ملاحظہ ہو کتاب الفتن امام مدائنی۔ مکاتیب خوارزمی مطبوعہ مصر) انھیں موضوعات کا نمونہ صحیح مسلم کی روایت ہے جسے شبلی صاحب نے اپنا مختار بناکر نقل فرمایا ہے۔ کہ آیہ عتاب بھی اوتروادی اور (نعوذ باللہ) رسولؐ کو رلوا بھی دیا۔ اور اپنی اصابت رائے کے مشاہدے کی غرض خاص سے حضرت عمرؓ کو عین موقع پر پہونچا بھی دیا۔ تعجب تو یہ ہے کہ مہاجرین و انصار کے اتنے کثیر لوگوں میں سے کسی فرد واحد کو حضرت رسولؐ خدا کی نہ اشکباری کی خبر پہونچی اور نہ اونکے ساتھ حضرت ابوبکر کے گریہ و زاری کی اطلاع۔ مگر صرف حضرت عمر کو اطلاع بھی ہوگئی اور وہ عین وقت میں موقع پر پہونچ بھی گئے۔ گویا خدا نے انھیں بھیجکر دکھلا دیا اور خود مخبر صادق کی زبانی اقرار کروادیا کہ تم اپنی رائے میں درست و صحیح تھے۔ اور (نعوذ باللہ) ہم اور ہماری سب سے پہلی تصدیق کرنیوالے صدیق اکبر بھی۔ غیر صحیح اور نادرست

افسوس ان موضوعات نے اقتدار رسالت ہی کو نہین مٹایا بلکہ الفاظ و معانی قرآن کو بھی بدل ڈالا آیہ مذکورہ بالا مین کسی لفظ سے خاص ذات جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف انکو ئی خطاب معلوم ہوتا ہے اور نہ اشارہ نہ تصریح ہے نہ تلمیح - جو کچھ بھی ہے وہ مسلمانون سے مال غنیمت کے حصول مین عجلت کرنے کی وجہ ہے اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ نہ رسول اللہ حصول غنیمت مین شریک تھے اور نہ آپ نے اس کے لئے انھین کوئی خاص حکم دیا تھا پھر رسول اللہ ؐ کی گریہ وزاری کیسی تھی - اور اگر یہ امت کے ساتھ ہمدردی کا تقاضا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت عمرؓ سے یہ کہنا کہ تمہارے دوستون نے جو فدیہ لیا - اسی پر عتاب اوترا اور اوسی پر رو رہا ہون عجیب مبہم ہے نعوذ باللہ رسولؐ اتنا بیخبر ہے کہ نزول وحی کے صحیح اسباب بھی نہین بتلا سکتا خدا صاف صاف غَنِمْتُمْ کے لفظ خاص مین صورت جرم بتلا رہا ہے اور معاذ اللہ رسولؐ اوسکو اخذ فدیہ کا سبب بتلا رہا ہے -

اچھا اگر یہی صحیح ہے تو صحابہ تو درکنار - نعوذ باللہ خود ذات رسولؐ پر یہ اعتراض قایم ہو جاتا ہے کہ فدیہ لینے والون کی حضرت ابوبکرؓ رائے اگر خطا پر تھی تو رسولؐ نے اُسے کیون قبول کیا - اور قبول کر نیکے بعد حکم عمل کیون دیا؟ اس بات پر رائے دینے والے کا صرف ایک قصور اور (معاذ اللہ) رسولؐ اللہ کے دو قصور ظاہر ہوئے اس بنا پر اس خطاب عتاب مین عام امت کے ساتھ (نعوذ باللہ) رسولؐ بھی بدرجہ اولیٰ شامل ہے اوسکو گریہ زاری کی جگہہ توبہ و انابت کرنا چاہتا تھا - لیکن آداب و شعار انبیاے مرسلین کے خلاف وہ توبہ و استغفار کی جگہہ عام لوگون کی طرح اضطرار کے عالم خاص مین صرف اشکبار ہو رہا ہے اور زار و قطار رو رہا ہے استغفر اللہ ان لغویات کو حقیقت اور واقعیت سے کیا واسطہ یہ تو تمام تر اہمیت شورے اور اصابت رائے حضرت عمرؓ کے قایم کرنیکی ترکیبین ایجاد کیگئی تھین نہ قرآن سے ان موضوعات کی تطبیق ہوتی ہے اور نہ شعار داو صاف رسالت سے انکو کوئی واسطہ اور سروکار ہے -

ان تمام خود غرضانہ اور ناعاقبت اندیشانہ خوش اعتقادیون کا نتیجہ کیا ہوا؟ امت اسلام مین تفریق ہوگئی علماے اسلام مین ایک خاص فرقہ ایسا پیدا ہو گیا جو نبی کو مخطی اور رسولؐ کو جائز الخطا یقین کرنے لگا اور عصمت انبیا سے قطعاً منکر ہو گیا - اونکے جواب مین ادہر بھی علماکے جوڑ تیار ہو گئے وہ ان مرویات و لغویات پر اتنا مصر ہو گئے کہ اسی آیہ کی شان نزول کی بنا پر وحی کو تمامتر حضرت عمرؓ کی رائے کے مطابق اوترنا ثابت کرنے لگے - رسالت تو رہی نہین صحابیت ہی صحابیت کے خلاصہ پر اسلام کا دار و مدار رہگیا - انا للہ و انا الیہ راجعون -

رئیس المتکلمین امام فخر الدین رازی صاحب تفسیر کو ان علما و حکمائے اسلام منکر عصمت انبیاء سے کلام و مناظرے مین جو جو دقتین پیش آئین وہ قدم قدم پہ انچہ براست - از ماست کی نا قابل عبور خلیج حائل کردیتی تھین جن حضرات نے اونکی تفسیر کی متعدد جلدون مین ان مقامات کی سیر کی ہے وہ اونکی دشواریون کو خوب سمجھتے ہونگے لیکن چونکہ منکرین کا استدلال محض قیاس پر مبنی تھا - اور شہود و ثبوت بھی محض ظنی اور متوہمانہ تھے اسلئے امام رازیؒ

اونکے اقوال واستدلال کی معقول تردید فرمادی ہے عجیب لطف یہ ہے کہ منکرین نے اسی آیہ غنیمت سے اپنی مخالفانہ بحث کی ابتدا کی ہے ہم امام فخر الدین رازی کی اصل عبارت ذیل مین نقل کرتے ہین۔

انه تعالی امر للنبی وجمیع قومه یوم بدر بقتل الکفار وهو قوله فاضربوا الاعناق واضربوا منهم کل بنان وظاهر الامر للوجوب فلما لم یقتلوهم بل اسروهم کان المعصیة

منکرین کہتے ہین کہ خدا نے رسول ص اور تمام مسلمان کو بدر کے دن کفار کے قتل کا حکم دیا تھا۔ اور الفاظ حکم یہ تھے کہ اون سب کی گردنین بیکبار اڑا دو۔ اور یہی حکم اس امر کے وجوب پر شاہد ہے۔ کہ جب اونکو قتل نہین کیا بلکہ قیدی بنا دیا۔ تو یہ فعل معصیت ہوا

والجواب

عن اول حجة الذی ذکروه ثانیا ان نقول ان الظاهر من قوله تعالی فاضربوا فوق الاعناق ان هذا الخطاب انما کان مع الصحابة لاجماع المسلمین علی انه ما کان مامورا ان یباشر قتل الکفار بنفسه واذا کان هذا الخطاب مختصا بالصحابة فهم لما ترکوا القتل واقدموا علی الاسر کان الذنب صادرا عنهم لا عن الرسول ص ونقل ان الصحابة لما هزموا الکفار وقتلوا منهم جمعا عظیما والکفار فروا ذهب الصحابة خلفهم وتباعدوا من الرسول واسروا اولئک الاقوام ولم یعلم الرسول باقدامهم علی الاسر فزال هذا السؤال فان قالوا هب ان الامر کذلک لکنهم لما حملوا الاساری الی حضرته فلم لم یامر بقتلهم امتثالا لقوله فاضربوا فوق الاعناق قلنا ان قوله فاضربوا تکلیف مختص بحال الحرب

جواب یہ ہے

خدا کے اس حکم۔ آیہ فاضربوا۔ الآخرہ کے ظاہری معنی سے جو مقصد اعتراض نکالا گیا ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ اس آیہ کا اصل خطاب علی الخصوص صحابہ کی طرف ہے۔ جو مخطوبی ہے تمام جماعت مسلمین پر جو بذات خاص قتل کفار کی خدمات پر مامور تھے اور چونکہ یہ خطاب محض صحابہ کی طرف تھا جب اونھون نے قتل کفار چھوڑ دیا اور اون کی گرفتاری مین مصروف ہوگئے تو یہ گناہ اون سے صادر ہوا نہ رسول ص سے اور جیسا کہ منقول ہوا ہے کہ جب کفار کو شکست ہوگئی اور اونکی ایک جماعت کثیر کو قتل بھی کر چکے تب صحابہ نے اون کفار کا تعاقب کیا جو گریز کرنے لگے اور اس تعاقب مین وہ رسول (کے مقام) سے بہت دور جا پڑے اور اون لوگون کو گرفتار کر چکے۔ اور رسول خدا ص کو اونکی اس گرفتاری کفار کا کوئی علم نہین ہوسکا تو اس بنا پر (آنحضرت صلعم کی ذات سے) یہ اعتراض تو اسی مقام سے زائل ہوگیا۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ جب وہ اسیرون کو گرفتار کرکے رسول ص کی خدمت مین حاضر لائے تو آپ نے اوسوقت اونکے قتل کا کیون حکم نہ دیا کہ فاضربوا فوق الاعناق کے حکم کی تعمیل ہو جاتی۔ تو ہمارا جواب یہ ہے یہ آیہ اور اس کا حکم حالت مقابلہ و مقاتلہ ہی تک مخصوص کہا گیا تھا۔

اب تو امام رازی کی مرقومہ بالا عبارت سے معلوم ہوگیا کہ بنیاد صحابیت رکھنے کی تمناؤن مین اصل رسالت کی اساس بھی ہل گئی اور صحابہ تو ابھی پیچھے رہے ہے پہلے رسول ہی معترضین کی زد پر آگیا معترضین بھی کوئی مخالف قوم نہین عیسائی نہین یہود نہین مسلمان ہی ہین اور مسلمان بھی معمولی نہین۔ بڑے بڑے محدثین اور علمائے محققین۔ تو اس غلط کوشش

نے کہ صحابہ کی عظمت اونکے مدارج سے زیادہ۔ اونکے اقوال و آراء کی اصابت بجویز رسول سے بڑھکر دکھلائی جائے اور خواہ مخواہ موضوعات صحاح سے ثابت کی جائے۔ بالآخر وہ فساد برپا کیا کہ علماے محدثین مین خانہ جنگی شروع ہو گئی اور خواہ مخواہ رسول کی عصمت و تقدیس پر اعتراض ہونے لگے اور ایک فرقہ اسلامی مین رسولؐ جائز الخطا قرار دیا گیا۔

امام فخرالدین رازیؒ کی اسی عبارت سے یہ بھی صاف صاف ظاہر ہو گیا کہ اس عتاب کا خطاب مخصوص صحابہؓ سے ہے اونھین نے خلاف منشاءے حکم خدا کیا اور گناہگار ہوئے اور وہی اس عتاب کے مستحق و سزاوار تھے۔ اس عبارت سے صحابیت کی اصل مقدار کا اندازہ بخوبی ہو گیا جنکی اظہار عقیدت اور استقرار عظمت کے لئے یہ طومار طیار کئے گئے تھے۔

اب فدیہ کے متعلق بھی خطاب عتاب کی حقیقت امام رازی کے الفاظ مین ملاحظہ کر لیجائے۔ وہ یہ ہے

الثالث ان النبی ص حکم باخذ الفداء وکان اخذ الفداء معصیۃ ویدل علیہ وجھان۔ الاول قولہ تعالیٰ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ و اجمع المفسرون علی ان المراد من عرض الدنیا ھھنا ھو اخذ الفداء والثانی قولہ تعالیٰ لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ واجمعوا علی ان المراد بقولہ اخذتم ذلک الفداء

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اخذ فدیہ کا حکم دیا حالانکہ فدیہ لینا معصیت تھا۔ اسپر دو دلیلین شاہد ہین۔ اول تو یہ قول خدا کہ تم حصول دنیا کا ارادہ کرتے تھے۔ اور خدا حصول عقبیٰ کا قصد رکھتا تھا۔ تمام مفسرین کا اسپر اجماع ہے کہ عرض دنیا سے مراد فدیہ لینا ہے۔ دوسرا قول الٰہی یہ ہے کہ اگر بجانب اللہ پہلے سے تمہارے لئے یہ مقدر نہ ہو چکا ہوتا تو جو چیزین تم نے لے لی ہین اونکے لئے تم پر عذاب عظیم نازل ہوتا ہے۔

الجواب

عما ذکروہ تالثاً وھو قولھم انہ علیہ السلام امر باخذ الفداء واخذ الفداء محرم فنقول لا نسلم ان باخذ الفداء محرم واما قولہ يُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ھذا لا یدل علی قولکم وبیانہ من وجھین الاول ان المراد بھذہ الآیۃ حصول العتاب علی الاسر بغرض اخذ الفداء وذلک لا یدل ان اخذ الفدیۃ محرم مطلقاً الثانی انا بابکر قال لاحد ان تاخذ الفداء لیتقوی العسکریۃ علی الجہاد وذلک یدل علی انھم انما طلبوا ذالک الفداء لتقوی بہ علی

جواب یہ ہے

معترضین کا یہ قول کہ آنحضرت صلعم نے فدیہ لینے کا حکم دیا اور فدیہ لینا حرام تھا ہم اسکو تسلیم نہین کرتے کہ فدیہ لینا حرام تھا اور معترضین کی یہ دلیل کہ لوگ دنیا کی خواہش کرتے تھے اور خدا اون کے لئے ذخیرۂ عقبیٰ کا ارادہ کرتا تھا معترضین کے دعوے سے مطابق نہین ہوتا مطابق نہ ہونیکی دو دلیلین ہین۔ اول یہ ہے کہ اس آیۃ کا استدلال سے یہ غرض ہے کہ گرفتار کرنیوالون پر اخذ فدیہ کی وجہ سے عتاب خدا نازل ہونیوالا تھا۔ تو اس سے فدیہ لینا حرام کیسے ثابت ہوا۔ دوسری یہ کہ حضرت ابوبکرؓ اپنی رای مین پہلے ہی کہہ چکے ہین کہ اس رقم فدیہ سے سامان لشکر درست کئے جاوینگے اور اس ذریعے اسباب ضروریات جہاد مین قوت پہونچائی جائیگی۔ یہ اس بات کی دلیل واضح ہے کہ یہ فدیہ لینا

الذین وھذہ الآیۃ تدل علی ذم من طلب لغداً المحض عرض الدنیا ولا تعلق لاحد البابین بالثانی وھذان الجوابان بعینھما ھما الجوابان من تمسکھم بقولہ لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ

خاص دین میں قوت پہونچانیکی غرض سے تھا۔ اور یہ (معترضین کی پیش کردہ) آیت تو اون لوگون کی برائی ظاہر کرتی ہے جو لوگ امور دنیا کیلئے فدیہ لینا چاہتے تھے۔ پس ثابت ہوگیا کہ ان دونون وجہون کو جو معترضین نے پیش کیا ہے دین کے لئے فدیہ لینے والون سے کوئی تعلق نہین ہے۔ اور ہمارے یہی دونون جواب اونکی (معترضین کی) پیش کردہ آیت لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ۔ کی غلط تطبیق کی تنقید و تردید کے لئے بھی کافی ہین۔ تفسیر امام فخر الدین رازی جلد اول۔ جزو اول۔ آیہ لولا الکتاب الآخرہ

امام فخر الدین رازی کی مرقومہ بالا عبارت سے حسب تفصیل ذیل امور معلوم ہوئے۔

(۱) ان دونون آیات مین خطاب اہل اسلام سے ہے اور بالخصوص اون لوگون سے جنہون نے بغرض دنیا مال و غنیمت لوٹا اور فدیہ لیا۔

(۲) خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس آیہ کے خطاب سے کوئی تعلق اور واسطہ نہین ہے۔

(۳) فدیہ لینا کبھی حرام نہین کیا گیا۔

(۴) حرمت فدیہ کا قرآن مجید مین کہین حکم نہین ہے۔

کیا ہماری اتنی طولانی بحث تنقیدی کے بعد۔ اب بھی کسی محقق کو واقعہ فدیہ کی اصل حقیقت سمجھنے مین تامل باقی رہیگا؟ اور کیا اب بھی کوئی شخص شبلی صاحب کی طرح حدیث مسلم یا دیگر محدثین کی مرویات پر اعتبار کرکے غنیمت و فدیہ جنگ بدر کو حرام اور حکم رسول خدا کو (نعوذ باللہ) خلاف حکم خدا اور باعث عتاب قرار دے گا؟

ان تمام واقعات اور ان دونون آیات کے معانی و مطالب پر کامل غور و خوض کے بعد علمائے محققین اور محدثین مستندین نے جو حقیقت حال کا انکشاف فرمایا ہے اور اُسی کو اپنا مختار متفقہ ٹھیرایا ہے اوسکو ہم زرقانی کی مفصلہ ذیل عبارت سے نقل کرتے ہین۔

روی الترمذی والنسائی وابن حبان والحاکم باسناد صحیح عن علیؑ قال جبرئیلؑ الی النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم یوم بدر فقال خیر اصحابک فی الاسری ان شآء والقتل وان شاءوا الفدآء علی ان یقتل منھم عاما مقبلا مثلھم قالوا الفدآء ویقتل منا۔ ص ۳۵ ج اول

امام ترمذی۔ امام نسائی۔ ابن حبان اور امام حاکم سند صحیح کے ساتھ لکھتے ہین کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ بدر کے دن حضرت جبرئیلؑ آئے اور جناب رسول خدا صلعم سے کہا کہ آپ اپنے اصحاب کو اسیرونکی بارے مین مختار کردین چاہیے وہ اونکو قتل کردین چاہے فدیہ لیکر چھوڑ دین لیکن اس شرط پر کہ جتنے قیدیونکو وہ قتل کرینگے اوسی تعداد مین وہ بھی سال آیندہ مارے جاینگے۔ رسول اللہ صلعم نے یہ اصحاب سے کہا تو

اونھون نے فدیہ کو قبول کیا اونہین مین اوتنے (اُحد مین سال آیندہ) مارے گئے۔

افسوس ہے کہ شبلی صاحب کی نظر صرف امام مسلم کی حدیث پر پڑی۔ اور امام ترمذی اور امام نسائی اور امام حاکم اتنے محدثین مین سے کسی کی مرویات پر نگاہ توجہ نہ گئی اور نہ اسوقت جنگ بدر کے اصلی ہیرو اسد اللہ علی ابن ابی طالب کے قول کو دیکھا گیا اور نہ اسپر اعتبار کیا گیا کہ زرقانی کی طرح آپ کو بھی حقیقت حال معلوم ہو جاتی۔

چاہے جتنی روایتین نہ بیان کی جائین حقیقت اتنی ہی تھی جو ہم خود بیان کر چکے اور امام فخر الدین رازی کے مختار سے اوسکی تصدیق و توثیق بھی کرا چکے۔ اور وہ اسیقدر ہے کہ مسلمانون نے جنگ بدر کے حصول غنیمت مین عجلت اور بد احتیاطی ضرور کی۔ چونکہ شریعت اسلام مین بخلاف شرایع امم سالقہ۔ نصاب غنیمت مین قدرت الٰہی کو ترمیم و اصلاح منظور تھی اور جو بالتفصیل سورہ انفال مین عنقریب نازل فرمائی گئی جسکے لئے مسلمانون کو انتظار کرنا لازم تھا مگر وہ اس نظام مشیت سے ناواقف تھے اور اونکو قبل سے اس کا حکم امتناعی بھی نہین ملا تھا۔ صرف ہدایت آیہ الفاظ مین اُنکے جرم کی صورت دکھلا دی گئی۔ پھر انھین الفاظ چشم نمائی کے ساتھ اونکی لاعلمی کی بنا پر اون کو معافی کی بشارت بھی سنا دی گئی جیسا کہ الفاظ قرآنی سے صاف صاف ظاہر ہے کہ یہ خطاب صرف واقعہ غنیمت ہی متعلق تھا نہ فدیہ لینے کے مسئلہ سے۔ معاملات فدیہ کو اس آیہ کے اسباب نزول مین شامل کرنا صاف صاف معارض الفاظ و معانی قرآنی ہے۔ اور مخالف اوصاف و شعار رسالت۔

تقسیم غنایم کے نصاب تفصیلی جو سورہ انفال مین واقعہ بدر کے تھوڑے ہی دنون کے بعد نازل ہوئے اصلاً اونکی ابتداء وہی مرقومہ بالا آیہ قرآنی ہے جسکو خطاب ہدایت کے عوض فرمان عتاب بتلایا جاتا ہے اور آیات سورہ انفال اسی ابتدا کی تعبیر مین سورہ انفال کی ان آیتون کو غور سے پڑھا جاوے اور اونکے مفہوم و معانی کو سمجھا جاوے تو معلوم ہو جائیگا کہ تقسیم غنایم مین جو انصاب و مدارج شریعت اسلام مین فی الحال قایم فرمائے ہین وہ مسلمانون کے لئے ایسی لازوال اور ابدی نعمتین ہین جنکی منت گذاری اور سپاسگذاری سے وہ کبھی سبکدوش نہین ہو سکتے اسی بنا پر ابن ہشام نے اپنی تاریخ مین گویا پورے سورہ انفال کے اسباب نزول اور اس واقعہ (بدر) کے متعلق تمام آیات سورہ مذکورہ کی پوری تشریح ایک جداگانہ باب مین درج کی ہے اور جب غریب کو اپنے بیان کی تائید و تصدیق مین غالباً کسی رواۃ اور علمائے اسلام کے قول نہین ملے تو مجبور ہو کر ائمہ اہلبیت ع سے رجوع کی اور حضرت امام باقر علیہ السلام کی یہ حدیث نقل فرمائی۔

قال ابن اسحٰق حدثنی ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین ع
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نصرت
بالرعب وجعلت لی الارض مسجداً و طہوراً ۱ و

مجھسے حضرت ابو جعفر محمد باقر ابن علی بن الحسین نے فرمایا کہ فرمایا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا نے اپنی سطوت خاص (نزول ملائکہ) کو میری مدد فرمائی اور میرے لئے تمام طبقہ زمین کو طاہر اور

لہ تواریخ قدیمہ اکتشافات اثریہ اور خود احکام کتب سماویہ قدیمہ سے ثابت ہے کہ سوائے قبلۃ الزمان موسیٰ یا ہیکل سلیمان علیہ السلام (بیت المقدس) کے نماز پڑھنی یا عبادت

اعطیت جوامع الکلم واحلت لی المغانم ولم تحلل لنبیٍّ کان قبلی واعطیت للشفاعۃ خمس لم یعطهن نبی قبلی ج ۲ ص ۳۰

قابل عبادت قرار دیدیا۔ اور مجھکو ایسی کتاب جامع عنایت فرمائی جو تمام کتابون پر محیط ہے اور میری اُمت کے لئے) اموال غنیمت کو حلال فرمادیا۔ اور اپنی عنایت خاص سے میرے قرابتدارون کے حقوق خمس قایم فرمائے اور یہ وہ عطایا تھے جو میرے قبل کسی نبی کو نہین دیے گئے تھے۔

اس حدیث کے جس فقرے مین حلت غنیمت کا ذکر ہے وہ قطعًا اوسی آیہ کریمہ فَکُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَیِّبًا کے حکم سے مستنبط ہے اور وہ حکم اس حدیث مین عطاے الٰہی قرار دیا گیا ہے اور ابن ہشام نے اسی لئے اسکو حلت غنیمت اور عنایت الٰہی ہونیکے ثبوت مین بطور استدلال اپنا معیار تصدیق ٹہیرایا ہے تو پھر اس آیہ کو حکم عتاب سے تعبیر کرنا عقل سے خلاف اور روایت و درایت دونون کے مناقض ثابت ہوتا ہے۔

اسی کے ساتھ یہ بھی غور کرلینا نہایت ضروری ہے کہ اس حدیث مین بھی فدیہ وغیرہ کا کوئی ذکر نہین ہے اور کیونکر ہوسکتا تھا کیونکہ جن الفاظ قرآنیہ سے یہ حدیث اصلًا مستنبط ہے اوسمین فدیہ وغیرہ کا کوئی ذکر نہین۔ پھر خواہ مخواہ حفظان عقائد تقلید اسلاف اور بدعائے خاص کی بنا پر مسئلہ فدیہ کو بھی اس کے مفہوم مین داخل کردینا مطالب معانی قرآن مین صاف صاف تدلیس کرنا ہے حالانکہ اسکے بعد ہی والی آیت مین بدعائے ایصال فدیہ کی حقیقت اوسکی علت اور اوسکی مصلحت و مناسبت کو صاف صاف لفظون مین بیان کردیا گیا ہے۔ تعجب ہے کہ شبلی صاحب اس آیہ حلت فدیہ کو اون آیات قرآنی کے ذیل مین بیان کرچکے ہین جنکے نزول کو آپ نے موقع بدر مین بتلایا ہے ملاحظہ ہو سیرۃ النبی ۲۹۰ صفحہ لیکن بحث فدیہ کے موقع پر اس پر دوبارہ نظر نہین فرمائی جاتی۔ ہم سیرۃ النبی ہی سے اس آیت کو معہ ترجمہ ذیل مین نقل کرتے ہین۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ وَاِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ

اے پیغمبر تمہارے ہاتھ مین جو قیدی ہین اون سے کہدو کہ خدا اگر تمہارے دلون مین کچھ نیکی دیکھے گا تو جو تم سے لیا گیا ہے اوسکے بدلے وہ نیکی عطا کریگا اور تمہین معاف کردیگا وہ بخشش والا مہربان ہے اور اگر یہ قیدی تجھسے خیانت کرنا چاہتے ہین تو اس سے پہلے وہ خدا کے ساتھ خیانت کرچکے ہین اسی لئے تو خدا نے تمہارے قابو مین کردیا ہے خدا دانا اور باخبر ہے

اس آیہ وافی ہدایہ مین الفاظ مِمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ صاف صاف بتلا رہے ہین کہ اسمین فدیہ اور غنیمت دونون چیزین شامل ہین بخلاف آیہ سابقہ کے جسمین غَنِمْتُمْ کے لفظ سے صرف غنیمت کی تخصیص مذکور ہے۔ اب معاملات فدیہ کی متعلق عتاب خداوندی کی جیسی جیسی مہیب صورتین خوش عقیدہ محدثین نے اپنی مصنوعی قلمکاریون سے تیار کی ہین وہ ان

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کرنی (جو طریقہ عبادت ہو) جائز نہین تھی سوای ان مخصوص قطعات زمین کے اور تمام قطعات زمین نہ طاہر تھے نہ قابل عبادت۔ اسلام کی شریعت سہلہ کی یہ خاص برکت ہے کہ خدا کا عبادت گذار بندہ جہان چاہے خدا کی عبادت آزادی سے کرسکتا ہے۔ المؤلف عفی عنہ

الفاظ الہیہ کے انداز خطاب سے مقابل کیجائین تو ہر تحقیق کنندہ کو پورے طور سے معلوم ہو جائیگا کہ قرآن کے مطالب و مقاصد کو ان احادیث موضوعہ کے مقاصد سے کوئی مناسبت ہی نہین ہے۔

خداوند عالم فدیہ لینے کی مصلحت کو خود فدیہ دینے والون کے لئے مفید ہونیکا صاف صاف اظہار فرما رہا ہے کہ جو تم لوگون سے اب تک لیا گیا ہے عام اس سے کہ غنیمت ہو یا فدیہ۔ اوسکے بدلے مین وہ تمکو اپنی نیکیان عطا فرمائیگا جو تمہارے اون اشیا سے کہین زیادہ گران قدر ہونگی۔ لیکن اس شرط پر کہ اگر تم اب اسوقت سے خدا کے ساتھ اپنے معاملات خوش نیتی کے ساتھ قایم رکھو گے۔

یہ تو خوش نیتی قایم رکھنے کی حالت مین عطاے رحمت و نعمت کی شرط کی گئی۔ لیکن خیانت و بد دیانتی کی حالت مین بھی اون کے ساتھ جو ہونیوالا ہوگا۔ اسیوقت یون بتلا دیا گیا ہے کہ اے پیغمبرؐ انکی خیانت اور بدنیتی کی حالت مین بھی تم ذرا بیدل نہو۔ یہ تمہارے ساتھ کیا خدا کے ساتھ بھی پہلے ہی خیانت کر چکے ہین۔ اسی لئے تو تمہارے قابو مین دے دیے گئے ہین"۔

اس آیہ وافی ہدایہ کے الفاظ و خطاب سے جو غنیمت فدیہ دونون معاملات کے صدور حکم پر مشتمل ہے عتاب و عذاب کے کہان معنی پیدا ہوئے تو پھر ایصال فدیہ کے متعلق خوف۔ اضطراب۔ یہانتک کہ گریہ و زاری رسول اللہ صلعم اور اشکباری حضرت صدیق اکبرؓ کی تفصیل و تصریح مین دفتر کے دفتر سیاہ کر ڈالے گئے اور سلف سے خلف تک برابر نقل ہوتے آئے۔ جو زیر بحث ہین۔ لیکن جب ان طومار پر حقیقت کی نظر ڈالی گئی تو اصلیت کچھ بھی نہ معلوم ہوئی۔ صرف اہمیت شوریٰ۔ اصابت راے صحابہ کی اظہار کی غرض خاص سے جن پر خلافت کی بنیاد قایم کی گئی ہے اس آیہ کے خطابات ہدایات و چشم نمائی کو عذاب و عقوبت کے معنیون مین انکے اسباب نزول کے متعلق طرح طرح کی مرویات موضوعہ بنا بنا کر تغیر و تبدیل کیا گیا ہے۔ حالانکہ اہمیت شوریٰ۔ یا اصابت راے صحابہ نہ جز و اسلام مین داخل ہین اور نہ نصوص قرآن مین داخل۔

اصابت راے صحابہ کی جگہہ تو قرآن مجید مین متعدد اور متواتر مقامات پر اس کی نقیض اور مخالف تصریحات موجود ہین جنکا بیان کرنا ہمارے موجودہ موضوع کتاب سے بالکل علیحدہ ہے۔ لیکن اور نہین تو اتنا بتلا دینا ضروری ہے کہ آپ اسی بحث مین ابھی ابھی امام فخر الدین رازی کا قول مختار پڑھ چکے ہین جو صاف صاف لفظون مین ان آیات کے خطاب اور غرض دنیا سے غنیمت و فدیہ لینے کے حرکات کو مخصوص صحابہ کی طرف منسوب کرتے ہین اسی واقعہ بدر مین طبری حضرت عبد الرحمن بن عوف (عشرہ مبشرہ) کی نسبت لکھتے ہین کہ اپنی زرہین لیکر یہ لوٹ چکے تھے کہ امیہ بن خلف راس الکفر پر نظر پڑی۔ اور فوراً زرہون سمیت مسلمانون سے اوس کافر کے بچانیکو تیار ہو گئے لیکر پہاڑ پر چلے گئے۔ مسلمانون نے دیکھہ لیا موقع پر پہونچ گئے انھون نے لاکھہ چاہا کہ وہ کافر مسلمانون کے ہاتھ سے بچ جائے

مگر مسلمانون نے اُسے مار ہی ڈالا۔ جسپر یہ ہمیشہ کہتے رہے کہ خدا بلال پر رحم کرے جنکی وجہ سے اُمیہ بھی گیا اور زرہین بھی گیئین طبری صفحہ ۱۳۴۷ ہم عرض کرینگے کہ مسلمانون کے خلاف کافر کی امداد کرنیکا یہ نتیجہ ہے۔

شبلی صاحب کی غایت خوش عقیدگی نے عبدالرحمٰن بن عوف کی اس قابل اعتراض حرکت کو ایفاے وعدہ کے اخلاقی اصول پر اسوجہ سے قابل ستایش بتلایا ہے کہ مکہ مین امیہ اور ان سے وعدہ ہوچکا تھا کہ اُمیہ کو مدینہ مین اگر اگر کوئی مصیبت سے سامنا ہوگا تو یہ مدد کرینگے۔ یہ اوسی کی تعمیل تھی۔ لیکن تعجب ہی کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ کو صحابہ رسولؐ ہوکر اور شبلی صاحب کو شمس العلما ہوکر یہ یاد نہ آیا کہ اسوقت عبدالرحمٰنؓ کو اوس کافر کے ساتھ والا وعدہ تو یاد رہا اور قابل تعمیل سمجھا گیا لیکن جہاد فی البدر مین جو خدا اور رسولؐ سے عہد و پیمان کیا گیا ہے وہ اور اوسکی تعمیل کچھ بھی یاد نہ رہی۔ آپ کافر کے مارنے پر خدا و رسولؐ سے عہد و پیمان کرکے میدان جنگ مین تشریف لائے ہین اور جب وہ سامنے آتا ہے تو نہ خود اسکو مارتے ہین اور نہ دوسرے مسلمانون کو مارنے دیتے ہین بلکہ مسلمانون سے چھپائے چھپائے پھرتے ہین اور کوشش کرتے ہین کہ مسلمان کافر کو نہ مارنے پائین۔ یہی خدا و رسول کے ساتھ آپ کی وعدہ وفائی ہے اور یہی آپ کے اقرار انا سلم لمن سالمت وحارب لمن حاربت یارسول اللہ جس سے آپ صلح کرینگے ہم بھی کرینگے جس سے آپ لڑینگے ہم بھی لڑینگے۔

صحابہ مین ہم نے صرف ایک عبدالرحمٰن ابن عوف کی جو اکابر صحابہ اور عشرہ مبشرہ کی اصابت رائے کی مثال نمونہ کے طور پر دکھلادی ہے۔ اسی سے صحابیت اور صحابہ کی اصابت رائے کی مقدار حقیقت کا اندازہ کرلیا جاوے۔

صحابہ کی اصابت رائے کی مثال حقیقت ہوچکی۔ اب رہی شورے کی اہمیت۔ تو ہمکو اس سے انکار نہین ہوسکتا کہ شورے اور اوسکے جواز کا حکم قرآن مجید مین آیا ہے لیکن وہ صرف تجویز و تدبیر انسانی کی حدود تک محدود ہے اور استمزاج واستظہار رائے وخیالات باہم کے مفہوم تک مقصود ہے۔ مقدرات ربانی اپنے نامحدود اور لاانتہا منشاء و اجرا تک بالکل مختار، آزاد اور قادر مطلق ہے۔ تدبیر قدرت اور تجویز رسالت کے سامنے شورے کی بساط دیا اس قدر خود نمائش سے آگے نہین بڑہتی لوگ اپنی ضرورت اور خوش عقیدگی سے اسکو جتنا بڑہالین۔ اسی مقدار حقیقت کی بنا پر علماے متکلمین اور حکماے محدثین نے شوریٰ کی مقدار اہمیت جتنی قایم کی ہے اور اسکی اصلیت جتنی بتلائی ہے وہ اونکے مفصلہ ذیل اقوال ومختارسے بالتفصیل ثابت ہے امام قسطلانی مواہب لدنیہ مین لکھتے ہین۔

قال قتادہ ومقاتل کانہ سادات العرب اذا لم یشاوروا فی الامر شق علیہم فامر اللہ تعالیٰ نبیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان نشاورہم فان ذلک اعطف لہم واذہب لاضغانہم واطیب لنفوسہم

قتادہ اور مقاتل کہتے ہین کہ سادات عرب کی یہ خاص عادت تھی کہ اگر کسی امر مین اون سے مشورت نہین لیجاتی تھی تو اون پر بہت گران گذرتا تھا اس بنا پر خدا تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلعم کو اون سے مشورہ کرنے کی اجازت دیدی اور خدا کا اس حکم سے خاص کر اون پر توجہ کی کہ اسلام کی طرف سے اونکے شکوک رفع ہوجائین اور اونکے قلوب پاک وصاف ہوجائین ۔۔۔

یہاں تک تو حکم شورے کی توجیہہ و ضرورت معلوم ہوئی۔ آگے مقدار اہمیت ملاحظہ ہو امام قسطلانی اپنی تحریر کے سلسلہ بالا مین لکھتے ہین۔

اخرج ابن عدی و البیہقی فی شعب الایمان عن ابن عباس قال لما نزلت وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ قال رسول الله صلعم اما ان الله لغنیان عنہا ولکن جعلہا الله رحمة لامتی وعند الترمذی الحکیم من حدیث عائشة رفعتہ قال رسول الله صلعم ان الله امرنی بمداراة الناس کما با قامة الفرائض۔	ابن عدی اور امام بیہقی متفقاً عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہین کہ جب آیت شورے نازل ہوئی تو جناب رسولخدا صلعم نے علانیہ فرما دیا کہ خدا اور اسکا رسولؐ دونون تمہارے شورے سے بالکل مستغنی ہین (یعنی دونون کو اسکی مطلق احتیاج نہین) لیکن خدا نے اس حکم مین میری امت کے ساتھ ایک خاص رحمت رکھی ہے اور حکیم ترمذی نے حضرت عائشہ سے یہ قول مرفوع لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھ

سے (امر شوریٰ سے) مجھکو حکم دیگر صرف مدارات و رعایات امت مقصود ہے جسطرح کہ اُمت کے لئے فرائض مین بھی رعایت کرنے کا مجھے حکم ملا ہے۔

پھر آگے تحریر فرماتے ہین۔

عن الحسن قد علم الله انه ما به الیہم	حضرت حسن بصری سے مروی ہے کہ خدا تعالیٰ خوب واقف تھا کہ

اوسکو انکی (صحابہؓ) مشورت کی ضرورت نہین لیکن اسکے حکم سے مقصود یہ تھا کہ رسول اللہ کے بعد شورے سنت قرار پا جائے (کیونکہ ذریعہ اطلاعات وحی منقطع ہو جائین گے)

شوریٰ کی مقدار و حیثیت صرف اتنی ہے جو مذکورہ بالا عبارت سے ظاہر ہوئی۔ لیکن اس ہیچمداری اور لا وجودی سے موضوعات و مصنوعات کے جتنے دفتر تیار کئے گئے اور اہمیت شوریٰ اور اصابت رای صحابہ کی بنا پر جیسے جیسے استدلال قائم کئے گئے اون سے آخر مین نتیجہ نکلتا ہے کہ خدا اور اوسکی تدبیر قدرت بیکار۔ رسولؐ اور اوسکی تجویز رسالت معطل کسی شے کا نظام ہو دینی ہو یا دنیوی۔ بغیر مشورۂ صحابہ ہو ہی نہین سکتا گویا صحابہ کی مشورت تدبیر قدرت اور تجویز رسالت دونون پہ حاوی ہے اور (نعوذ باللہ) خدا و رسولؐ دونون اسکے متبع ہین پھر دنیا کو ایسے دست بستہ خدا و رسولؐ اور ایسے پاشکستہ مذہب کی ضرورت ہی کیا ہے۔

بدر مین کفار کی شکست اور مسلمانون کی کامل فتح کے وجوہ و اسباب	اسباب ظاہر کے تلاش کرنے والون اور اصول معمول پر ہمیشہ نظر رکھنے والون کی نگاہون مین جنگ بدر کے موقع پر کفار قریش کی کامل شکست اور مسلمانون کی نمایان

فتح بہت تعجب انگیز معلوم ہوتی ہے۔ اسمین کوئی کلام نہین کہ مسلمانون کی قلت تعداد۔ بے سروسامانی اور ناداری بطور ظاہر کبھی انکی فتحیابی کی امید نہین دلاتی تھی۔ بخلاف انکے قریش کی کثرت جمعیت سامان جنگ کی افراط انکی خوشحالی اور دولتمندی۔ انکی کامیابی کی امید افزا قرائن تھے مگر نتیجہ برعکس ہوا پھر ظاہر بین حضرات کو خلاف اُمید نتیجہ کے مشاہدے سے تعجب کیون نہو۔ لیکن عرض یہ ہے

کہ ان حضرات کو تعجب کیساتھ دریافت حقیقت کے لئے کچھ غور و تامل بھی کر لینا چاہیئے - اور فکر و تعقل بھی تھوڑے سے غور کے بعد اونکو اسکے حقیقی سبب کا پتا آپ لگ جائیگا -

قریش کی شکست کا پہلا اور نمایان سبب تو یہ تھا کہ مسلمانون سے جنگ کرنیکے مسئلہ مین اون مین ابتدا ہی سے اختلاف تھا ہم پہلے لکھ آئے ہین کہ قافلہ ابو سفیان پر مسلمانون کے متعلق لوٹ کا طوفان پھر حضرمی کے قصاص کی اشتعال دونون ابو جہل کی چالین تھین جنہون نے قریب قریب تمام عرب کے قوم و قبائل کو اسلام کے خلاف برانگیختہ کر دیا لیکن چونکہ ان دونون منویانہ ترکیبون مین حقیقت کا نام تک نہ تھا اور جھوٹی پر جوشی کے عالم خاص کا یہ مقتضی ثابت ہوتا ہے کہ عین وقت پر اسکی اچھائی اور برائی کی تمیز نہین ہوتی - ہان تھوڑے دنون کے بعد البتہ اوسکے حسن و قبح کے انداز معلوم ہونے لگتے ہین اس بنا پر - ابو جہل کی ترکیبون کا پردہ بھی چند دنون مین فاش ہوگیا - پہلی تو مخالفت اسلام پر سب لوگ آمادہ ہو گئے مگر آگے چلکر جون جون حقیقت حال کا انکشاف ہوتا گیا - اونکے دل ہٹتے گئے اور طبیعتین رکتی گئین - ابو سفیان کے قافلہ کی حفاظت یا حضرمی کے قصاص کے خیال سے جو کچھ بھی ہوا ابو جہل اتنا بڑا لشکر طیار کر کے مکہ سے مدینہ کی طرف چلا - اور جحفہ تک پہونچگیا - چونکہ یہانتک حقیقت حال کسی کو معلوم نہین ہوئی تھی اسلئے باہم اتفاق و اتحاد قایم تھا -

یہان (جحفہ) پہونچکر - جیسا کہ ابن ہشام اور طبری کی روایتین بتلا رہی ہین قریش مین اتفاق و یکجہتی جاتی رہی اور نفاق و بیدلی پھیل گئی تھی - اسلئے کہ ابو سفیان مسلمانون کے خوف سے ایک غیر متعارف راہ سے مکہ مین مع اپنے قافلہ کے پہونچگیا اور ابو جہل کی فوجکشی کی خبر سنکر اوس نے مکہ سے آدمی دوڑایا اور کہلا بھیجا کہ چلے آتے جاؤ - اب کوئی ضرورت باقی نہین رہی - چنانچہ طبری مین لکھا ہے -

ولما رای ابو سفیان انہ قد احرز عیرہ ارسل الی قریش انکم خرجتم لتمنعوا عیرکم و رجالکم و اموالکم فقد نجاھا اللہ فارجعوا فقال ابو جہل واللہ لا نرجع حتی نرد بدر - ص ۱۳۰۷

جب ابو سفیان اپنے قافلہ کو بچا لایا تو اوس نے قریش کے پاس (لشکر ابو جہل) کہلا بھیجا کہ تمہارا قافلہ بخیر و عافیت پہونچ گیا اور خدا نے تمہارے قافلہ کو تمہارے لوگون کو اور تمہارے مال و متاع کو بچا لیا ہے اسلئے تم واپس آؤ - ابو جہل نے یہ پیغام سنکر کہا ہم تو بغیر مقام بدر تک پہونچے ہوئے نہین لوٹیں گے -

ابو جہل اور ابو سفیان دو سرداران کفار کا باہمی اختلاف رائے تو یہین سے ظاہر ہوگیا - ایک کہتا ہے فوج کو واپس لاؤ حریف سے جنگ و مقابلہ کی ضرورت نہین رہی - دوسرے کو اصرار ہے کہ بغیر غنیم تک پہونچے ہوئے ہم لوٹنے کے نہین - دو ہو دار سردارون کے اس اختلاف کا فوج اور دیگر قوم و قبائل مشرکان لشکر پر کیا اثر پڑا اوس کی حقیقت بھی طبری کے مرقومہ ذیل الفاظ مین ملاحظہ ہو -

فقال الاخنس بن شریق الثقفی وکان حلیفا لبنی زھرۃ

اس پیام و جواب کو سنکر اخنس بن شریق ثقفی جو بنو زہرہ کا حلیف تھا

وهم بالجحفة یا بنی زهرة قد نجی الله لکم اموالکم وخلص لکم صاحبکم مخرمة بن نوفل وانما نفرتم لتمنعوه وماله فاجعلوا بی جنبها وارجعوا فانه لا حاجة بکم فی ان تخرجوا فی غیر ضیعة لا ما یقول هذا یعنی فرجعوا۔ فرجعت بنو زهرة مع الاخنس بن شریق فلم یشهد بدرا من هاتین القبیلتین	اور اوسوقت منزل جحفہ میں تھے کہنے لگا اے بنوزہرہ خدا نے تمہارے مالوں اور لوگوں کو یعنی مخرمہ بن نوفل کو بچا لیا اور یہ ظاہر ہے کہ تم انھیں لوگوں کی حفاظت کو نکلے تھے تمہارا مقصود مل گیا بس اب یہیں سے لوٹ چلو کیونکہ اب ہمکو مسلمانوں سے لڑنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ یعنی ابوجہل کی باتوں میں نہ پڑو چنانچہ تمام بنوزہرہ اخنس کے ساتھ یہیں سے واپس گئے۔ طبری اپنی تحقیق سے لکھتے ہیں کہ ان دونوں قبائل بنوزہرہ

اور اونکے حلیف بنی ثقیف) میں سے کوئی فرد واحد بھی جنگ بدر میں شریک نہ ہوا۔ ص ۱۳۰۷

بعض روایتوں میں ہے کہ یہ اختلاف حکیم بن حزام کے مصلحت والے واقعہ کے بعد عین میدان بدر میں واقع ہوا تھا لیکن یہاں اسکے تصفیہ کا یہ مقام نہیں۔ غرض اتنی ہے کہ ابتدا ہی سے ان میں مسئلہ جنگ پر اتفاق قایم نہیں رہا تھا۔ اور اسی کی بنا پر دو برابر کے قبیلے ٹوٹ کر فوج قریش سے علیحدہ ہو گئے۔

قریش کی یہ نا اتفاقی برابر آغاز جنگ تک قایم رہی بلکہ مقابلہ کے عین وقت تک اسکی یہی صورت تھی اسکی حقیقت تفصیل سے اوپر بیان ہو چکی ہے وہ صاف صاف بتلا رہی ہے کہ قریش میں عین مقابلہ کے وقت تک مسئلہ جنگ پر اتفاق نہیں تھا اور سوائے ابوجہل اور اوس کے ہمخیال لوگوں کے دیگر قبائل قریش کو جنگ و قتال پر اصرار نہیں تھا۔ بلکہ یہ لوگ معاملات کو صلح و تصفیہ پر تمام کرنا چاہتے تھے۔

بنی ہاشم کی مخالفت بالرائے کو قریش کی نا اتفاقی کے ثبوت میں اسوقت پیش کرنا میرے لئے استدلال کا قوی طریقہ نہیں ہے اس لئے کہ اسلام کی طرف اونکا میلان فطرتی تھا لیکن تاہم اتنا ذکر کر دینا ضروری ہے کہ وہ چار بنی ہاشم جبر و کراہت یا مجبوری کی وجہ سے جتنے بھی اور جیسے بھی مشرکین کے ہمراہ تھے وہ سب کے سب جنگ پر ذرا بھی آمادہ نہیں تھے۔

جب ایک امر عظیم کی تنظیم میں اتنے مخالف اجزاء و عناصر موجود تھے تو اوسکی کامیابی کی ترکیب و ترتیب کیسے درست ہو سکتی تھی۔

شبلی صاحب کا یہ لکھنا بالکل صحیح اور فی الواقع ہے کہ قریش نے صرف اپنی کثرت جمعیت کی ظاہری قوت پر پورا اعتبار کر لیا اور ترتیب و تنظیم فوج کی اندرونی تدبیروں سے بالکل ناعاقبت اندیشانہ طریقہ پر غافل رہے۔ فوج کی صف بندی مورچوں کی درستی سوارہ پیادوں کی ترتیب اور مقابلہ کرنیکے قواعد و آداب کی تعلیم و ہدایت پر کوئی توجہ نہیں کی۔ یہ اونکا مغرورانہ شان کا تغافل تھا جس کی صورت یہ دیکھنے میں آئی کہ ابوجہل کی ماتحتی قریشوں کی فوج کوئی باقاعدہ فوج تو نہیں معلوم ہوتی تھی بلکہ بقول اوس کے بدر کے سالانہ میلہ کی اچھی خاصی بھیڑ تھی۔

بخلاف انکے مسلمانوں کی طرف اگرچہ تعداد بالکل قلیل تھی مگر سب کے سب شروع سے آخر تک۔ ایک امر ایک مدعا

اور ایک غرض خاص پر مستعد اور آمادہ تھے اور ایک شخص واحد کے حکم و اشارے پر جان نثاری کے لئے سربکف استادہ تھے اونکی صفین درست۔ حفاظت فوج کے موہچے مرتب اور مقابلہ کرنیوالے ہمیشہ طیار تھے اون مین سے ہر ایک آغاز محاربت سے لیکر اپنے وقوع شہادت تک بالکل خاموشی سے کام لیتا تھا اور اگر مقابل کو مار بھی لیتا تھا تاہم خاموشی یا پرجوشی کی وجہ سے نہ چلاتا اوٹھتا تھا نہ کسی قسم کا شور وغل کرتا تھا۔ کامل صبر و خاموشی سے مارتا تھا یا مر جاتا تھا۔ اس کامل انتظام کے سامنے وہ لوگ جو اشماو تعداد مین عام اس سے کہ مقابل سے کہین زیادہ ہون جنگ و جدال مین اپنی بدنظمیون اور بے ترتیبیون کے ساتھ اپنی کامیابی کی کیا امید کر سکتے تھے۔

قریش کا مغرورانہ تغافل اتنا بڑہا کہ میدان جنگ مین جاے مقابلہ کی مناسبت کا بھی پہلے سے کچھ خیال نہین کیا گیا کثرت سے پانی برس جانے کے باعث جس مقام پر قریش کو اپنا لشکر مقابلہ کے لئے لاکر کھڑا کرنا ہوا۔ وہ بالکل دلدل ہوگئی تھی اور کیچ چلنے سے بھر گئی تھی۔ اور کسیطرح مقابلہ و مقاتلہ کے قابل نہین تھی۔ اس کا نتیجہ یہ تہا کہ نہ وہ اطمینان سے جارحانہ طرح پر مقابلہ کر سکے اور نہ مدافعانہ انداز سے۔

عین مقابلہ کے وقت جیسا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضؓ سے مروی ہے زور سے ہوا چلنے لگی جس کا رخ شامت کا تازیانہ بنکر بالکل قریش ہی کے لشکر کی طرف تہا (روضۃ الاحباب محدث شیرازی) ہوا کے جھونکون نے قریش کے اور بھی ہوش و حواس اوڑادیے اور وہ عاجز آکر مقابلہ کا دلجمعی کے ساتھ کام نہ کر سکے۔

ان تمام موجودہ مخالف اسباب کے علاوہ عتبہ بن ربیعہ شیبہ اور ولید بن عتبہ کے بیکبار اور بالکل خلاف قیاس فامید قتل کیے جانے سے تمام لشکر مین ایک غیر متحمل اضطراب و انتشار اس شدت کے ساتھ پھیل گیا کہ پھر آخر وقت تک نہ رفع ہو سکا کوئی سالار و سردار لشکر ایسا مطمئن الحواس نہین تہا جو فوج کو اس انتشار کے عالم مین تسلی و تشفی دیکر پھر مطمئن اور تازہ دم کر لیتا۔ یہ اضطراب و انتشار بڑہتا ہی چلا گیا۔ اور پھر ابوالبختری امیہ بن خلف اور خود ابوجہل کے آیندہ قتل کئے جانے سے اتنا بڑہا کہ آخر کار شکست کامل کی صورت مین نمایان ہوکر ختم ہوگیا۔

یہ تو مسلمانون کی فتح و فیروزی کے ظاہری اسباب تھے جنکو دیکھکر ہر شخص آسانی سے فتح اسلامی کے اسباب کچھ سمجھ لیگا لیکن ہر امر حقیقت کی نظر ڈالنے والے ان اسباب فتح فیروزمندی کے فراہمی اور تجمیع کے ذرایع اور وسائل کی تلاش کرے گا۔ اور مسلمانون کی موجودہ قلت۔ ناداری اور بے سروسامانی کو پیش نظر رکھکر جب طرفین کے معاملات مین موازنہ قایم کریگا تو باوجود ان تمام ظاہری اسباب و علل کے بھی اسلامی فتح کی نسبت کہدے گا کہ بدر مین مسلمانون کی کامرانی محض تائید ربانی کا کام تہا اور اوسی کے اس بیان کے ساتھ قرآن بھی ہمزبان ہے۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ	خدا نے ایسے وقت پر بدر مین تمہاری مدد کی کہ تم کمزور ہو رہے تھے۔ خدا سے تقویٰ اختیار کرو کہ تم شکرگذار بندے بن جاؤ۔

فتح بدر کی خوشگوار نتائج

جنگ بدر کی فتح اسلام کے ارتقار و وسعت کا سنگ بنیاد تھا اس عظیم الشان فتح نے مدینہ سے لیکر مکہ تک عرب کے اون تمام قبائل و اقوام کے دلون مین جو چودہ پندرہ برس سے اسلام کے وجود کو محض لاوجود سمجھتے تھے اور اسکی ہستی کو مٹا دینا ہر وقت اپنے آگے چٹکیون کا کام یقین کرتے تھے سطوت و رعب اسلامی کے اثر سے کپکپی ڈالدی۔ وہ مقابل ہوکر اور مقابلہ مین اونکی شجاعت و جگرداری ثبات و پاداری دیکھکر مجاہدین اسلام کا لوہا مان گئے تھے وہ تمام شریر النفس اور مفسدہ انگیز سرداران مشرکین عتبہ شیبہ۔ ولید بن عتبہ۔ امیہ بن خلف ابوجہل حنظلہ بن ابوسفیان اور نوفل ابن خویلد بن اسد وغیرہم جو اشاعت اسلام اور جان رسولؐ روحی فداہ کے دشمن تھے ایک ایک کر کے ختم ہو گئے یون مٹا نام کہ پھر نام و نشان تک نہ رہا۔ فتح بدر کے بعد عبد اللہ بن ابی سلول رئیس المنافقین نے بھی رنگ بدلے اگرچہ وہ تا دوام الحیات اسلام کے حق مین مار آستین بنا رہا لیکن فی الحال بطور ظاہر اسلام کا مطیع و منقاد بن گیا۔

فتح بدر کے ناگوار نتائج

ان نتائج خوشگوار کے ساتھ فتح بدر کے ناگوار نتائج بھی پیش آئے فتح بدر سے یہودیون کو امن و امان اموال و جان حفاظت کاروبار اور حراست شہر و دیار کی طرف سے اطمینان کیا ہوگا۔ اسلام کی طرف سے اونکو حسد و نفاق نے گھیر لیا اونھون نے سمجھ لیا کہ اسلام کی موجودہ کامیابی ہمارے اتنے بڑے قدیم اقتدار و اثر کو جو مدینہ اور گرد و نواح کے تمام قبائل و اقوام کے قلوب سے دھو دیگی اور پھر اس علاقہ بھر مین ہمین کوئی کوڑی کو بھی نہ پوچھے گا جنگ بدر کے خاتمہ سے یہودیون کی مخالفت کا آغاز ہوا۔ چنانچہ یہود کی مخالفت مین عنقریب ہمارے سلسلہ بیان سے ظاہر ہو جائے گا۔

مکہ مین مقتولین بدر کا گھر گھر ماتم

بدر مین ابوجہل کے مارے جانے سے کفار قریش کی دستار امارت ابوسفیان بن حرب (امیر معاویہ کے پدر بزرگوار) کے سر پر باندہی گئی۔ اور ابوجہل کے بعد اب یہ استیصال اسلام کے داعی اور قتل حضرت سید الانام علیہ السلام کے ساعی بنکر تمام قوم و قبائل کو کامل چھ برس (جنگ بدر سے ۲ھ سے لیکر فتح مکہ ۸ھ ہجری) تک برانگیختہ کرتے رہے ابوجہل نے تو چودہ برس تک اسلام پر ہاتھ اوٹھانے مین توقف کیا تھا لیکن یہ مخالفت اسلام مین اتنے پھرتیلے اور چٹپٹے نکلے کہ دو مہینے بھی چین سے نہ بیٹھے اور مقام کدر تک اسلام کے خلاف چڑھ دوڑے اور پھر سال ہی بھر کے اندر احد کے میدان مین خوب دل کھول کھول کے مسلمانون کے خون سے دریا بہا دیئے جیسا کہ عنقریب تفصیل سے معلوم ہوگا۔

شکست بدر اور اوس مین یکبارگی ستر جوانان و نموداران قریش کے مارے جانے کی خبر مکہ مین پہونچی تو قریب قریب تمام شہر ماتمکدہ بنگیا۔ آہ و زاری نالہ و بیقراری اور فغان و فریاد سے تمام گھرون مین کہرام مچگیا اور عرب کے دستور قدیم کے مطابق تمام قبائل کے مرد اور عورتین صف ماتم بچھا کر اپنے مقتولین کو صبح و شام رونے لگین باقیماندہ جوانان قریش نے اشد ضرورت گریہ و بکا کو موقوف کرا دیا اسلئے کہ یہ رونا دہونا انکے اظہار ضعف اور زوال قوت کا باعث ہوگا۔ اور مسلمان سنکر شماتت کرینگے لیکن غور کیا جائے تو معلوم ہو جائیگا کہ اونکا یہ حکم بھی محض جاہلانہ اور سخت ظالمانہ تھا انسان کے جذبات قلبی کے ابھار اوبھار کو

روکنا اصل جبر و ظلم ہے۔

خیر رونے کی ممانعت کا حکم عام سنکر رونے والوں نے رونا موقوف کر دیا لیکن دل سے رونا اور قلب سے آنسو بہانا نہ گیا اور اسے کون روک سکتا تھا۔ طبری اور ابن ہشام نے اسکے متعلق ایک دردانگیز واقعہ بیان کیا ہے جسکو ہم شبلی صاحب کے الفاظ میں سیرۃ النبی سے نقل کرتے ہیں۔

لڑائی (جنگ بدر) میں اسود کے تین لڑکے مارے گئے تھے اوس کا دل اومنڈا آتا تھا لیکن قومی عزت کے خیال سے رو نہیں سکتا تھا اتفاق یہ کہ ایک دن کسی طرف سے رونیکی آواز آئی (اسود) سمجھا کہ اب قریش نے رونیکی اجازت دیدی نوکر سے کہا دیکھنا کون روتا ہے؟ کیا رونیکی اجازت ہوگئی؟ میرے سینہ میں آگ لگ رہی ہے جی کھولکر رولوں تو تسکین ہو جائے آدمی نے آکر کہا ایک عورت کا اونٹ گم ہوگیا ہے اوس کے لئے رو رہی ہے اسود کی زبان سے بے اختیار یہ شعر نکلے

اتبكي ان يضل لها بعير تو ایک اونٹ کے گم ہو جانے پر کیا روتی ہے فبكى ان بكيت على عقيل تجھکو رونا ہی ہے تو عقیل پر رو	ويمنعها من النوم السهود اور تجھکو نیند نہیں آتی ہے وبكى على حارث اسد الاسود حارث پر رو جو شیروں کے شیر تھے	ولا تبكي على بكر ولكن تجھکو بکر پر رونا نہیں آتا	على بدر تقاصرت الجدود رہا یہ سچ ہے کہ بدر میں قسمتیں کمی کی

بکر عقیل حارث تینوں اسود کے بیٹے تھے۔ اصل ابن ہشام ج ۲ صفحہ ۲۶ سیرۃ النبی صفحہ ۲۴۴

بدر کے خاتمہ کے ساتھ ابو لہب کا خاتمہ

بدر کی شکست سے سب سے زیادہ ابولہب کا دل ٹوٹ گیا۔ اور آخر کار یہی کوفت اسکا سبب موت قرار پایا ابن ہشام اور طبری اسکے قلق و اضطراب پیچ و تاب اور غصہ و عتاب کی تمام کیفیتوں کو جو اس بدبخت پر قوم پر طاری ہوئیں تھیں ابورافع کی زبانی یوں بیان کرتے ہیں۔

ابورافع حضرت عباس کے غلام بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عباس کے عیال کے ساتھ جنگ بدر کے موقع پر مکہ ہی میں رہ گئے تھے۔ جب بدر میں اسلام کی فتح اور کفار قریش کی ذلت و خواری کی خبر آئی تو اُس سے ہم لوگوں (آل عباس یا بنی ہاشم) میں قوت و عظمت آئی۔ ابورافع بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک کبیر السن آدمی تھے۔ اور اوسوقت کعبہ کے مقام حجر میں بیٹھے ہوئے عمل اقداح کر رہے تھے اور میرے پاس حضرت عباس کی بی بی ام الفضل بیٹھی ہوئیں تھیں اور ہم لوگ چپکے چپکے اسی خبر کے متعلق باتیں کر رہے تھے۔ اتنے میں ابولہب آیا۔ اور طناب حجر کے اوپر اس طرح سے بیٹھ گیا کہ اوسکی پیٹھ میری پیٹھ سے مل گئی۔ اس اثنا میں کسی نے کہا کہ وہ ابوسفیان بن الحرث بن عبدالمطلب آرہے ہیں (یہ شریک بدر میں تھے) جب وہ آئے تو ابولہب نے بیچین ہوکر کہا۔ آؤ تمہیں سے تو تفصیلی حالات معلوم ہونگے۔ یہ سنکر وہ بیٹھ گئے اور تمام لوگ سننے کے لئے کھڑے ہوگئے ابولہب نے کہا ہاں میرے بھتیجے بتاؤ تو کیا کیا ہوا؟ ابوسفیان جنکا نام مغیرہ تھا کہنے لگے چچا کیا کہیں طرفین سے مقابل ہوتے ہی گویا ہم پر مصیبتیں ٹوٹ پڑیں نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں نے جس جس طرح چاہا ہمکو قتل کیا اور جس جس طرح چاہا ہمکو اسیر کیا۔ اور خدا کی قسم

مسلمانون کی طرف عجیب وغریب قسم کے لوگ تھے سفید ونورانی قدوقامت والے بکثرت سے لوگ ابلق گھوڑون پر سوار آسمان وزمین کے درمیان ہمکو دکھائی دیتے تھے۔ خدا کی قسم نہ کوئی اون تک پہونچ سکتا تھا اور نہ کوئی اونکو روک سکتا تھا یا ٹھیر اسکتا تھا۔

ابورافع کا بیان ہے کہ یہ سنکر مین فوراً بول اوٹھا کہ خدا کی قسم وہ ملائکہ تھے۔ میرا اتنا کہنا تھا کہ ابولہب نے نہایت زور سے میرے مونہہ پر طمانچہ مارا اور پھر مجھکو اوٹھا کر زمین پر دے مارا اور مارنے لگا۔ مین ایک کمزور اور بوڑہا آدمی تھا ابولہب کا کچھہ نہ کرسکا۔ یہ دیکھکر ام الفضل سے ضبط نہ ہوسکا وہ فوراً اوٹھین اور حجرکی لکڑیون مین سے ایک لکڑی اوٹھاکر ابولہب کے سر پر لگائی کہ اوسکا سر پھٹ گیا۔ اور کہنے لگین کہ اوس کا مالک یہان موجود نہین ہے اس لئے تم اوسپر ظلم وستم کررہے ہو۔

ابورافع کہتے ہین کہ اس واقعہ کے سات ہی دن بعد ایک دانہ نکلنے کے عرض (زہرباد) مین ابولہب مرگیا۔ خس کم جہان پاک۔ ابن ہشام صفحہ ۲۶ جلد دوم

عمیر بن وہب اور قتل رسولؐ کا اقرار

واقعہ بدر کو ابھی ایک مہینہ بھی نہین ہوا تھا کہ صفوان بن امیہ جس کا باپ امیہ بن خلف بدر مین مارا گیا تھا اور عمیر ابن وہب جس کا ایک بیٹا ابھی تک مسلمانون کے پاس مدینہ مین اسیر تھا بیرون مکہ تنہائی مین بیٹھکر واقعہ بدر کے متعلق باتین کرنے لگے۔

دونون اسلام اور بانی اسلام علیہ وآلہ السلام کی طرف سے بھرے بیٹھے تھے۔ عمیر کہنے لگا قریش قصاص بدر کے متعلق جو جو تدبیرین نہ سوچین اور جیسی جیسی ترکیبین عمل مین نہ لائین وہ اونکا کام ہے۔ لیکن میرا کام تو یہ ہے کہ اگر مین قرضداری اور عیالداری کی کشمکش مین گرفتار نہ ہوتا تو ابھی مکہ سے اوٹھتا۔ مدینہ پہونچتا۔ اور محمد کا کام تمام کرآتا۔ جھگڑا ہی مٹ جاتا پھر کسی کو قتل وقصاص کی ضرورت ہی نہ رہتی۔ افسوس کہ یہ دونون ضرورتین میرے پاؤن کی زنجیرین بنی ہین صفوان بولا یہ تو کوئی بات نہین۔ تم جاؤ اور باطمینان اپنا کام کرآؤ۔ مین تمہاری قرضداری اور خرچ خانہ داری دونون کا ذمہ دار ہون عمیر کہنے لگا واہ۔ تو اب مجھے کوئی دشواری نہین ابھی ابھی مین جاتا ہون اور اپنے ارادے کو خاطرخواہ پورا کرآتا ہون۔ اتنی گفتگو کے بعد دونون گھر لوٹ آئے۔

دوسرے دن عمیر نے طیاری کردی گھر سے نکلا تلوار پر خوب تیز باڑھ رکھوائی پھر متواتر زہر مین بجھوائی اِن طیاریون کے ساتھ اونٹ پر سوار ہوکر مدینہ کو روانہ ہوا اور بڑی سرعت کے ساتھ دو منزلہ کرتا ہوا مدینہ طیبہ مین اوسوقت پہنچا جب جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کے ساتھ مسجد نبوی مین تشریف فرما تھے۔ دروازہ مسجد پر آکر عمیر نے اونٹ بٹھلایا خلاف عادت کے موافق بیٹھنے کے وقت اسکا اونٹ بولا تو صحابہ مین سب سے پہلے حضرت عمرؓ اسکی طرف متوجہ ہوئے دیکھا تو سمجھا تا کہ عمیر بن وہب ہے مسلمانون مین اسکی شر طبیعت سے کون واقف نہین تھا حضرت عمرؓ نے فوراً خد

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کی کہ عمیر شمشیر برہنہ لئے آرہا ہے۔ آپ نے کامل استغنا و متانت سے جواب دیا آتا ہے تو آنے دو واتنے میں عمیر شمشیر برہنہ لئے آہی گیا۔ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہو عمیر کیسے آئے۔ عمیر بولا لڑکے کو دیکھنے چلا آیا۔ ارشاد ہوا۔ پھر یہ شمشیر برہنہ کیوں آئی ہے عمیر نے کہا تو پھر کیا ہوا۔ ہماری اتنی تلواروں نے بدر میں آپ کا کیا کرلیا جو میری یہ ایک تلوار کریگی آپ نے پھر اصرار فرماکر استفسار کیا سچ کہو۔ یہ شمشیر برہنہ کس قصد و ارادے سے ساتھ لائے ہو۔ عمیر نے پھر اوسی جواب کی تکرار کی۔

اب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم خود مجھے حقیقت حال بیان کرنے پر مجبور کرتے ہو تو لو میں تمہیں بتائے دیتا ہوں کہ تم نے اور صفوان بن امیہ دونوں نے بیرون مکہ بیٹھکر میرے قتل پر مشورہ کیا ہے اور صفوان نے تمہاری قرضداری اور عیالداری کی ذمہ داری لیکر تمکو میرے قتل کر دینے کے لئے یہاں بھیجا ہے سچ کہو عمیر یہ صحیح ہے یا غلط۔ عمیر یہ بھی یقین کرلو تم میرا کچھ نہیں کرسکتے میرا پروردگار میرا محافظ ہے۔

یہ ارشاد سنکر عمیر اپنے آپ میں نہ تھا سکتے میں آگیا۔ خموشی کے عالم میں سر جھکائے دیر تک سوچتا رہا سر اوٹھایا تو عرض کی۔ اب مجھے یقین کامل ہوگیا کہ آپ بلا شبہ و شک نبی برحق ہیں۔ آسمانی بشارات والہامات اور نزول وحی کے ارشاد و ہدایات کی نسبت آپ کو جھٹلا دینا میرے لئے آسان تھا لیکن ان معاملات خاص ہیں جن میں میں یقیناً اور بنداتِ خاص جانتا ہوں کہ سوائے میرے اور صفوان کے۔ نکوئی اس واقعہ کو جانتا ہے اور نہ کوئی اسکے موقع پر اس میں شریک حاضر تھا آپ کا پورا پورا انکشاف حقیقت فرما دینا کیسے جھٹلایا جاسکتا ہے یہ کہکر عمیر نے فوراً کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور اوسی وقت مشرف باسلام ہوا۔

عمیر کیا کرنے آیا تھا کیا کرگیا۔ یہی تصرفات قدرت ہیں۔ معرفت قدرت کے حصول کا قوی ذریعہ انسان کے قصد و ارادے کی تنسیخ و تفسیخ بھی ہے۔ جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کا قول ہے۔

عَرَفْتُ رَبِّي بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ | میں نے اپنے پروردگار کو اپنے ارادوں کے نہ پورے ہونے سے پہچانا ہے۔

عمیر کے ایسے مخالف اسلام کے اسلام لانے سے عموماً تمام مسلمانوں کو بہت بڑی مسرت ہوئی۔ جناب رسولخدا صلعم نے اوسیوقت صحابہ کو حکم دیا کہ اپنے برادر ایمانی کو اپنے ہمراہ لیجاؤ۔ اسلام کے ارکان اور احکام قرآن تعلیم کرو۔ اور انکے بیٹے کو اسلام لانیکے عوض میں فوراً رہا کردو۔ صحابہ نے اوسیوقت حکم کی تعمیل فرمائی۔

عمیر نے چند دنوں کے بعد عرض کی کہ مجھے مکہ جانے کی اجازت دیجائے اسلئے کہ اب میرا عزم بالجزم یہ ہے کہ وہاں جاکر جسطرح میں اسوقت تک اہل اسلام کو ستایا کرتا تھا اور آزار پر آزار پہونچاتا رہتا تھا اوسی طرح اب مشرکین قریش اور کفار مکہ کو ستاؤں اور اونکو تبلیغ اسلام کے احکام پہونچاؤں آنحضرت صلعم نے شرط ثانی کی انجام دہی پر اسکو اجازت دیدی۔

صفوان ابن امیہ مکہ میں عمیر کی کارروائیوں کا دن رات منتظر رہا کرتا تھا۔ اور قریش سے باتوں باتوں میں اکثر کہدیا

کرتا تھا کہ دیکھا وہی ایک روز مین مدینہ کے اندر کیا گل کھلتا ہے کہ نقصانات بدر کے داغ دل سے مٹ جاتینگے صفوان کو تدبیر مشیت کی کیا خبر۔ وہی چار دنون کے بعد عمیر کی تدبیر کا نتیجہ بالعکس ظاہر ہوا۔ اور اوسکے مسلمان ہو جانیکی خبر مکہ مین پہونچی تو صفوان کے بدن مین خون نہین تھا۔ اب عمیر بھی وہی چار دن مین کامل مسلمان بنکر اپنے بیٹے کو لئے ہوئے مکہ مین پہونچگیا صفوان نے غم و غصہ کی حالت سے عمیر کی صورت دیکھنی اور آئیندہ اوسکو کسی قسم کا فائدہ پہونچانیکی قسم کھالی لیکن اب دولت ایمان کے آگے صفوان کی بیرخی اور ناتوجہی کی عمیر کو پرواہی کیا تھی وہ جو وعدہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کر آیا تھا بڑے اطمینان و فراغت سے مکہ مین پورا کرتا رہا اور کثیر التعداد مشرکین کفار کو اپنے پند و موعظت سے ہمیشہ دائرہ اسلام مین لاتا رہا۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء ابن ہشام جلد دوم ص ۳۲۔

غزوۃ الکدر یا غزوۃ السویق

(ذی قعدہ سنہ ۲ ہجری)

ابھی ابھی بیان ہو چکا ہے کہ ابو سفیان قصاص بدر کے لئے بے حد بیچین ہو رہا تھا اوس نے عہد کر لیا تھا کہ جب تک کشتگان بدر کا انتقام نہ لیگا۔ نہ غسل جنابت کریگا۔ نہ کپڑے بدلے گا اور نہ سر مین تیل ڈالیگا اوس کا اضطراب قصاص اوسکو ایسا بدحواس بنائے تھا کہ شکست بدر کے مہینہ ہی بھر کے بعد دو سو شتر سواروں کو ہمراہ لیکر قصاص بدر کے ارادے سے مدینہ تک چڑھ دوڑا لیکن اب اسلام کے مونھہ پر ایکبار چڑھ دوڑانا آسان نہین تھا۔ بلکہ اب اوسکے سامنے آنے مین پھونک پھونک کے قدم اوٹھانے کی ضرورت تھی۔

اس بنا پر ابو سفیان مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر چاہ کدر (قَرقَرَۃُ الکُدر) پر اوتر پڑا۔ اسلام کی طرف سے یہودیون کی بیدلی اور بدنفسی کی خبر اسکو پہنچ چکی تھی اس لئے اوس نے یہودیون سے پہلے استفسار حالات اور نیز اونکو اپنا ہمخیال وہم آہنگ بنا لینے کی ترکیب سوچی۔ چنانچہ وہ رات کی تاریکی مین چھپ کر مدینہ پہونچا سب سے پہلے حی ابن اخطب کے گھر آیا رات زیادہ گئی تھی اوسکے گھر کے کواڑے بند ہو چکے تھے نہ کھل سکے مجبور ہو کر سلام بن مشکم کے گھر گیا جو یہودان بنی نضیر کا سردار اور تمام یہودیون کے خزانون کا امانتدار تھا۔ دروازے پر دستک دی کنواڑ کھلے ابو سفیان اندر آیا سلام بن مشکم نے بڑی گرمجوشی سے استقبال کیا۔ بڑے اکرام و احترام سے مہمانی کی عمدہ عمدہ کھانے پکوائے کھانیکے بعد رات بھر بادہ نوشی کی صحبت جمی رہی اور اس صحبت مین شغلہ خاص کے ساتھ اصل مدعا پر گفتگو بھی ہوتی رہی۔ سلام بن مشکم نے ابو سفیان کے تمام مستفسرات کا خاطر خواہ جواب دیا اور اسلام کے متعلق ہر جزئیات کی پوری اطلاع پہونچائی لیکن آخر مین یہ بھی کہدیا کہ ابھی مقابلہ و مقاتلہ کا وقت نہین ہے تھوڑا توقف کرنا چاہیئے۔ ابو سفیان رات بھر سلام بن مشکم کا مہمان رہکر علی الصباح مدینہ سے روانہ ہوا اور اپنی قیامگاہ پر پہونچ گیا عرب مین اپنے عہد کا پورا کرنا ایسا فرض تھا کہ کسی وقت اور کسی حالت مین چھوڑا نہین

جاسکتا تھا ابوسفیان چونکہ قصاص بدر کا عہد کرکے چلا تھا اوسکو جزوی یا کلی طور پر پورا کردینا اوسکے لئے لازمی تھا اس بناپر اوس نے کدر سے ملے ہوئے مقام عریض پر حملہ کردیا۔ عریض میں انصار کے چند قبایل آباد تھی۔ ایک مرد انصاری سعید بن عمر کو قتل کردیا اور انصار کے چند مکانات بھی آگ لگاکر خاک سیاہ کردیے۔ مویشیوں کے چاروں کے انبار میں بھی آگ لگادی اور اونکو بھی بیکار و ضایع کردیا۔ اور اس طریقہ سے جزوی طور پر اپنے عہد و قسم کو پورا کردیا۔

شبلی صاحب نے صرف عمر بن سعد کا قتل لکھا ہے لیکن ابن ہشام عمر بن سعد کے ساتھ اسکے حلیف کا قتل کیا جانا بھی بتلاتے ہیں اس بنا پر ابوسفیان نے انصار کے دو آدمیوں کا خون ناحق کیا۔ ابن ہشام ج ۲ ص ۶۹۔

اس ظالمانہ اور بزدلانہ حملات کے ارتکاب کے ساتھ ساتھ ہی اوسکو مسلمانوں کا خوف بھی دامنگیر تھا۔ چنانچہ مسلمانوں کے آنیکی خبر بھی لگ گئی جو واقعی صحیح تھی۔ اس خبر کے پاتے ہی اوسکے حواس جاتے رہے اور فوراً مکہ کی طرف اس تیزی سے جان بچاکر بھاگا کہ راہ میں بوجہ ہلکا کرنے کی غرض اور جلد مسافت طے کرنیکی ضرورت سے ہمراہی رسد کے سامان تمام راہ میں پھینکتا گیا۔ رسد کے سامان میں اوسکے ساتھ صرف ستو بندھے تھے جسکو عربی میں سویق کہتے ہیں اوسی کے تھیلے راستہ میں گراتا گیا۔

جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب ابوسفیان کی تاخت کی خبر ملی تو آپ نے ابولبابہ کو مدینہ میں نگران چھوڑکر صحابہؓ کے ساتھ تعاقب کیا اور قرقرۃ الکدر تک تشریف لائے لیکن آپ کی آمد سے پہلے ابوسفیان مکہ کو چلدیا تھا اسلئے آپ کو فوراً واپس ہونا پڑا۔ راستہ میں ابوسفیان کے پھینکے ہوئے تھیلے وہاں پڑے پائے گئے اور وہ مسلمانوں نے اوٹھالئے اس خصوصیت کی وجہ سے اس غزوہ کا نام غزوۃ السویق مشہور ہوا۔

تزویج جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا

لولم یخلق علی ما کان لفاطمۃ کفو (اگر علی نہ پیدا کیے جاتے تو فاطمہؑ کے لئے کوئی کفو نہ پیدا ہوتا۔)

جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کا سن مبارک تزویج کے قابل ہوچکا تھا جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیاہ کی فکر تھی اول تو مدینہ میں تشریف لاتے ہی شب و روز کی تردد و تفکر سے اطمینان و دلجمعی حاصل نہیں ہوئی تھی۔ دوسری وجہ تاخیر یہ تھی کہ آپ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے مسئلہ تزویج کو مشیت الٰہی کی تجویز پر موقوف رکھے تھے اور ہمیشہ اس امر خاص میں حکم الٰہی کے منتظر رہتے تھے۔ اس اثنا میں اکثر حضرات نے پیام دیے لیکن آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ یہانتک کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ بھی خواستگار ہوئے لیکن آپ نے ان دونوں حضرات کے معروضات پر التفات نہ فرمائی۔

شبلی صاحب کے استخفاف و اختصار کے تو یہی خاص مقامات ہیں اسی وجہ سے اس واقعہ کی تفصیل میں آپ نے پہلے ہی سے قلم دبانا شروع کردیا ہے۔ اول تو اس واقعہ کو مامور بامر الٰہی ہونا اشارۃً و کنایتاً ظاہر ہونے نہیں دیا ہے دوسرے یہ کہ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کی روایت صرف ابن سعد کے حوالہ سے لکھکر اسکا عدم صحت ثابت کرتا

چاہا ہے۔ اس غرض خاص ہے کہ عوام حضرات شیخین کی خواستگاری والی روایت کو خاص ابن سعد۔ یا زیادہ سے زیادہ اہل سیرت کا مختار سمجھیں اور اسکو مرویات احادیث نہ یقین کریں۔

ثبوت استدلال میں وجہ عدم صحت یہ بتلائی جاتی ہے کہ علامہ ابن حجر نے۔ تزویج جناب سیدہ کے متعلق اور سب مرویات لکھی ہیں۔ مگر اسکو نہیں لکھا"

محققین آپ کے اس استدلال کی حقیقت کو خوب جانتے ہیں اور آپ کی اس شان و عنوان استخفاف کو بھی پہچانتے ہیں۔ ابن حجر کس گنتی میں ہیں۔ تاریخ و سیرت کی کتابوں کو جانیدیجئے۔ حدیث کی کوئی چھوٹی بڑی کتاب ایسی نہیں ہے جسمیں ان دونوں امور کی خاص طور پر تصریح موجود نہیں ہے۔ حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ کا خواستگار ہونا اور تزویج جناب سیدہ کا تجویز الہی پر موقوف ہونا۔ دونوں امور کی نسبت۔ مناقب امام احمد بن حنبل۔ ذخائر العقبیٰ امام طبری۔ معجم ثلاثہ امام طبرانی۔ تاریخ ابن عساکر۔ کتاب الموافقات ابن السمان۔ مواہب لدنیہ امام قسطلانی مودۃ القربیٰ سید علی الہمدانی۔ فردوس الاخبار امام دیلمی۔ اسد الغابہ فی تمیز الصحابہ امام جزری۔ مناقب امام ابوبکر خوارزمی۔ ابن شاذان علامہ ابوالخیر قزوینی حاکمی۔ علامہ عبدالباقی الزرقانی۔ ینابیع المودۃ امام سلیمان بلخی القندوزی۔ مناقب ابن مردویہ روضۃ الاحباب محدث شیرازی۔ مطالب السئول امام ابن طلحۃ الشافعی۔ کفایۃ الطالب علامہ ابن یوسف الکنجی الشافعی اور ارجح المطالب خواجہ عبید اللہ امرتسری نے اپنی اپنی تصنیفات میں بالتفصیل تمام لکھا ہے۔ (ہم نے یہ تفصیل زرقانی جلد دوم ص ۵ ینابیع المودۃ فی القربیٰ امام قندوزی ص ۱۴۰ مطبوعہ بمبئی اور ارجح المطالب خواجہ عبید اللہ امرتسری صفحہ ۲۹۵ مطبوعہ لاہور سے نقل کی ہے)

تعجب ہے کہ شبلی صاحب کو ایسے متواتر اور کثیر الاسناد واقعہ کی تضعیف پر کیسے جرات ہوئی۔ یہ جرات بھی اوسی ضرورت و مجبوری پر مبنی ہے۔ جو استخفاف حالات بنی ہاشم کے متعلق مدت قدیم سے آپ کے لاحق حال ہے اوسی ضرورت نے یہاں بھی حقیقت حال بیان کرنے سے آپ کا قلم روک لیا۔

اتنا تنقید" اور "تمہید" لکھکر ہم اپنے سلسلہ بیان پر آجاتے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے سوالوں کی نامنظوری کے بعد جناب علی مرتضیٰؑ نے خواستگاری کی اور وہ بطیب خاطر منظور فرمائی گئی۔ ہم ان واقعات کو اپنی کتاب الزہراؑ میں بالتفصیل بیان کرچکے ہیں۔ اسلیے زیادہ تصریح کی ضرورت نہیں۔ صرف زرقانی نے جن مرویات کو صحیح الاسناد قرار دیکر اس واقعہ کے متعلق مندرج کیا ہے۔ ہم اوسی کو ذیل میں نقل کردیتے ہیں۔

فی حدیث انس رضؓ عند ابی الخیر الحاکمی وابن عساکر وابن شاذان خطبہا علی بعد ان خطبہا ابو بکرؓ ثم عمرؓ فقال لہ علیہ السلام قد امرنی ربی بذلک قال انس

علامہ ابوالخیر حاکمی ابن عساکر اور ابن شاذان انس سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی نے حضرت فاطمہؑ کی خواستگاری حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کے بعد کی۔ آنحضرت صلعم نے جواباً ارشاد فرمایا کہ خدا نے بھی مجھے ایسا ہی حکم دیا ہے۔ انسؓ کہتے ہیں کہ پھر ایکدن آنحضرت صلعم

ثم دعانی علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد ایام فقال ادع لی
ابابکر وعمر وعثمان وعبد الرحمان وعدۃ من الانصار
فلما اجتمعوا واخذوا مجالسھم فقال صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم

الحمد للہ المحمود بنعمتہ المعبود بقدرتہ
المطاع المرھوب من عذابہ وسطوتہ النافذ امرہ
فی سمائہ وارضہ الذی خلق الخلق بقدرتہ ومیزھم
باحکامہ واعزھم بدینہ واکرمھم بنبیہ محمد صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اللہ تبارک وتعالی اسمہ
وتعالت عظمتہ جعل المصاھرۃ سببا لاحقا
وامرا مفترضا اوشج الارحام واکرم بہ الانام فقال
عز من قال وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ
نَسَبًا وَصِهْرًا فامر اللہ یجری الی قضائہ وقضاؤہ
یجری الی قدرہ ولکل قضاء قدر ولکل قدر اجل
ولکل اجل کتاب يَمْحُو اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهُ
أُمُّ الْكِتَابِ۔

ان اللہ تعالی امرنی ان ازوج فاطمۃ من علی
بن ابی طالب فاشھدوا انی قد زوجتہ علی اربعمائۃ
مثقال فضۃ ان رضی بذلک علی بن ابی طالب ثم
دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بطبق
بسر ثم قال انتھبوا فانتھبنا ودخل علی فتبسم النبی
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی وجھہ ثم قال ان اللہ
عز وجل امرنی ان ازوجک فاطمۃ علی اربعمائۃ مثقال
فضۃ ارضیت بذلک فقال رضیت بذلک یا رسول اللہ
فقال علیہ الصلوٰۃ والسلام جمع اللہ شملکما واعز جدکما

نے مجھے بلایا اور ارشاد فرمایا کہ حضرات ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ اور عبد الرحمنؓ
اور بعضین کی تعداد کے مطابق انصار میں سے لوگوں کو میرے پاس
بلا لاؤ جب یہ لوگ آپ کے پاس جمع ہو گئے تو آپ نے اونکے ساتھ
ایک مجلس ترتیب دی اور اونکو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا۔

جمیع حمد ثابت ہے اللہ کے واسطے۔ جو محمود ہے اپنی نعمتوں کے
سبب سے اور معبود ہے اپنی قدرت کے سبب سے قابل اطاعت ہے
اپنی سطوت وہیبت کے باعث سے لوگ اوسکی طرف اوسکے عذاب
کی وجہ سے گریز کرتے ہیں وہ ایسا ہے جس نے تمام مخلوقات کو
اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے اور اپنے احکام سے اونکو قوت تمیز دی ہے
اور اپنے دین کے سبب سے اونکو عزت بخشی ہے اور اپنی نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے باعث سے اونکو بزرگی عطا فرمائی ہے۔ بتحقیق اللہ عز وجل نے
سسرالی رشتہ کو نسب تازہ امر واجب۔ حکم عادل اور خیر جامع قرار
دیا ہے اور اوسکے سبب سے رحموں کو ملایا ہے اور تمام خلق پر اسکو لازم
گردانا ہے اور فرمایا ہے وہ اللہ ایسا ہی ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا
پس اوسکے واسطے نسب اور سسرالی رشتہ قرار دیے اور میرا پروردگار ہر چیز پر
قادر ہے۔ اور خدا کا حکم اوسکی قضا کی طرف جاری ہوتا ہے اور اوسکی
قضا اسکی قدر کی طرف جاری ہوتی ہے اور ہر قضا کے لئے ایک قدر ہے اور ہر قدر
کے واسطے ایک وقت خاص ہے اور ہر وقت کے لئے ایک حکم خاص
ہے۔ خدا جسکو چاہے محو کر دے جسکو چاہے قائم رکھے اوسی کے پاس اصل
کتاب یعنی لوح محفوظ ہے۔

اما بعد۔ خدای سبحانہ تعالی نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ کو علی بن ابیطالب
کے ساتھ چار سو اسی مثقال چاندی کے مہر پر بیاہ دوں بشرطیکہ علی بھی
اسپر راضی ہوں پھر آپنے ایک طبق چھوہارے کا بھرا ہوا طلب کیا اور
ارشاد کیا کہ اسکو لوگوں میں لٹا دو چنانچہ وہ تمام لوگوں میں لٹا دیا گیا۔
اسی اثنا میں علی آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبسم ہو کر اون کی طرف

وبارک علیکما واخرج منکما کثیراً طیباً۔ | دیکھا اور اونکو مخاطب فرما کر ارشاد فرمایا کہ مجھ کو خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ مین فاطمہ کو تمہارے ساتھ چار سو مثقال چاندی کے مہر پر بیاہ دوں۔ تمہیں منظور ہے؟ حضرت علیؑ نے عرض کی منظور ہے۔ یہ سنکر جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ تم دونوں مین جمعیت عطا کرے۔ تمہاری معاشرت مین عزت دے۔ اور تم دونوں کو برکت عنایت کرے۔ اور تم دونوں سے اولاد طاہرین مخلوق فرماوے۔

لیکن مناقب احمد بن حنبل اور مسند ابو حاتم مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخر فقرات دعا سے پہلے اور حضرت علیؑ کے ایجاب فرمانے کے بعد یہ فقرات لکھے ہین۔

ثم ان علیاً خر ساجداً شکراً للہ تعالیٰ | حضرت علی خدا کے سجدۂ شکر مین جھک گئے۔

زرقانی نے بھی اسکو لکھا ہے۔ مگر تھوڑے فصل کے بعد یہ تجمیع حدیث کے وقت تقدیم و تاخیر کی صرف سہو ترتیب ہے جو اکثر مولفین کو لاحق ہو جاتی ہے۔ اور چندان قابل لحاظ نہین زرقانی ج ۲ ص ۷

یہ تو جناب سیدہ کی تزویج کے خاص حالات تھے۔ ارباب سیر و تاریخ اور اصحاب احادیث نے سامان جہیز مین مفصلہ ذیل چیزین لکھکر بتلائی ہین۔

ایک چارپائی جو (بان سے بنی ہوئی تھی) موٹی گرمی کی دو نہالیان (ایک مین کھجور کی پتیان بھری تھین اور دوسری مین غنچہ خرما کی چھالین) چار تکئے (دو مین کھجور کی پتیان اور دو مین بھیڑی کے بال بھرے تھے) چاندی کے دو بازو بند۔ سردیائی کی دو چادرین۔ ایک چادر سر سے پاؤن تک نہین آتی تھی۔ ایک چکی ایک لوٹا۔ ایک کٹورا۔ ایک مشک اور دو مٹی کے گھڑے

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز عشا پڑہکر حضرت فاطمہ علیہا السلام کو حضرت ام ایمن کے ہمراہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے گھر بھیجدیا۔

حضرت علی مرتضیٰ کے گھر مین بضعۃ الرسولؐ کے آنے کے بعد۔ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تشریف لائے ان دونوں حضرات کے ساتھ گھر مین تشریف لاکر جو معاملات ظاہر کئے گئے اونکو علامہ زرقانی اور خود شبلی صاحب نعمانی ان الفاظ مین تحریر فرماتے ہین۔

حضرت فاطمہ جب نئے گھر مین جالین تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اون کے پاس تشریف لے گئے دروازہ پر کھڑے ہو کر اذن مانگا۔ پھر اندر آئے۔ ایک برتن مین پانی منگوایا دونوں ہاتھ اوس مین ڈالے اور حضرت علیؑ کے سینہ اور بازوؤن پر پانی چھڑکا۔ پھر حضرت فاطمہ کو بلایا اور وہ شرم سے لڑکھڑاتی ہوئی آئین۔ ان پر بھی پانی چھڑکا اور فرمایا کہ مین نے اپنے خاندان مین سب سے افضل تر شخص سے تمہارا نکاح کیا ہے۔ سیرۃ النبی ص ۲۰۸ و زرقانی ج ۲ ص ۷

واقعات متفرقہ سنہ ۲ ہجری | اسی سال سے رمضان کے روزے۔ عید کی نماز۔ اور زکوٰۃ فطر کا حکم آیا۔ اور اسی سال مسلمانون نے نماز عید با لجماعت پڑہی۔

شبلی صاحب کے سلسلہ بیان میں بد ترتیبی

شبلی صاحب کے سلسلہ بیان میں بے ترتیبی

شبلی صاحب نے سیرۃ النبی میں محض۔ اظہار جدت کے نقطہ نظر سے ترتیب واقعات میں بہاں سے فصل پیدا کر دیا ہے اور تعین اوقات میں تاخیر و تقدیم کا نقص تزویج جناب فاطمہ کے بعد۔ تمام واقعات کو جو اسی سال کے اندر واقع ہوئے مرفوع القلم فرما دئے ہیں اور اپنا سلسلہ بیان اور ترتیب تالیف غزوہ احد کے عنوان سے بیکبار آغاز کیا ہے حالانکہ تزویج جناب سیدہ سے لیکر آغاز جنگ تک کے ایام میں بالاتفاق ابن ہشام وطبری۔ غزوات۔ ذی امر۔ بحران۔ غزوہ بنی قینقاع۔ سریہ زید بن حارثہ برائے کعب بن الاشرف وغیرہ کے ایسے چھوٹے بڑے واقعات گذشتہ دس مہینہ کے عرصہ میں برابر سلسلہ وار پیش آتے گئے۔ جنکو متقدمین اور متاخرین مولفین نے آج تک اپنی تمام تصنیفات و تالیفات میں انکی ترتیب وقوع کے مواقف قلمبند فرمایا ہے لیکن شبلی صاحب تے نہیں۔

آپنے جو ترتیب اختیار کی ہے۔ یا تو وہ آپ کی ایجاد خاص ہے۔ یا یورپین مصنفین کی تقلید اور تاسی۔ اور وہ یہ ہے کہ آپ نے غزوات کو دو قسموں پر منقسم فرمایا ہے۔ ایک سلسلہ میں وہ واقعات لکھے ہیں جو قریش سے پیش آئے اور دوسرے میں وہ غزوات جو یہودیوں کے ساتھ واقع ہوئے۔ ترتیب مضامین کی یہ تقسیم بظاہر تو بالکل صحیح معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ علی الاکثر یہی دونوں مخالف قومیں ہمیشہ اسلام سے مقابل ہوتی رہیں۔ اور انھیں کے ساتھ لگاتار واقعات پیش آتے گئے۔ چنانچہ واقعات سنہ ۲ ہجری میں خود تحریر فرمایا گیا ہے۔

ارباب سیر کے مطابق غزوہ بنی قینقاع کا ذکر بھی اسی سال میں ہونا چاہیئے تھا لیکن اتصال و تسلسل واقعات کی بنا پر وہ آئندہ مذکور ہوگا۔ سیرۃ النبی ص ۲۶۹ ج ۱۔

لیکن عرض یہ ہے کہ اس تقسیم سے واقعات کی تعیین میں بہت فصل واقع ہو گیا۔ مثال کے لئے غزوہ بنی قینقاع ہی کے ذکر کو دیکھنا چاہیئے۔ کہ ارباب سیرت کی اسناد کے مطابق آپ تو خود اعتراف فرما چکے ہیں سنہ ۲ ہجری میں واقع ہوا ہے لیکن آپ نے اسی ترتیب کی مجبوری سے سنہ ۳ ہجری میں غزوہ احد اور سنہ ۴ ہجری کے سلسلہ غزوات و سرایا کی بعد تفصیل کے بعد صفحہ ۲۹۵ میں۔ اس عنوان کے ساتھ قلمبند فرمایا ہے۔ سنہ ۲ ہجری غزوہ بنی قینقاع۔

اب آپ ہی ملاحظہ فرمائیں کہ سنہ ۳ و سنہ ۴ ہجری کے تمام واقعات وحالات بیان کر دیے جانے کے بعد آپ پھر سنہ ۲ ہجری کیسا؟ دوسرے تو اس آپ کی نو ایجاد ترتیب کو دیکھ کر ایک مہذبانہ تبسم کر کے رہجاتے ہیں۔

سب سے زیادہ افسوس تو یہ ہے کہ آگے چلکر یہ ترتیب بھی قایم نہیں رکھی گئی۔ یہود کے معاملات کو با استثنائے خیبر ایک جابیان کر کے پھر جنگ خندق آغاز کر دی گئی ہے جو قریش کے خاص معاملات تھے۔ اور خندق کے بعد معاملات حدیبیہ تک مسلسل اور مفصل طور پر قریش کے واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ ان سب کے بعد غزوہ خیبر کا ذکر کیا گیا ہے تو پھر تو داعی

ارباب سیر کی قدیم ترتیب اختیار کر لیگئی اور اپنی وہ ترتیب خاص جسکو عدم بیان غزوہ بنی قینقاع کی وجہ مین یہ لکھکر دکھلایا گیا تھا کہ اتصال و تسلسل واقعات مین فرق آتا ہے وہ ہی ایک واقعات کی تحریر کے بعد متروک فرمادی گئی۔ حالانکہ اگر ترتیب واقعات مین تبدیلی منظور تھی تو وہ بآسانی یون ہو سکتی تھی۔ کہ سنہ ۲ ہجری سے لیکر سنہ ۱۱ ہجری تک قریش کے ساتھ جتنے واقعات پیش آئے تھے وہ ایک سلسلہ مین بیان کر دیے جاتے۔ اسیطرح سنہ ۲ ہجری سے لیکر سنہ ۱۱ ہجری تک یہودیون کے جو واقعات ظہور پذیر ہوئے تھے۔ وہ دوسرے سلسلہ مین قلمبند کر دیے جاتے۔ تو یہ ترتیب بھی ایک قسم کی صحیح ترتیب کی تھی اور طرفین کے حالات و واقعات بھی اپنے اپنے سن وقوع کے ساتھ صحیح طور پر بیان ہو جاتے۔ لیکن کمال افسوس تو یہ ہے کہ آپ دونون ترتیبون سے ایک ترتیب بھی قایم نہ رکھ سکے پہلے تو ارباب سیر کی نقل و تقلید سے اتصال و تسلسل واقعات مین فرق پڑنیکی وجہ دکھلا کر انکار فرماو یا گیا لیکن جب آگے چلکر واقعات کے سن وقوع کی تقدیم و تاخیر کے نقائص پر نظر پڑی تو اس ترتیب جدید کی خرابی کا یقین آیا۔ اور فوراً متروک کر دی گئی اور انھین سیرتون کی ترتیبی صورتین اختیار فرمائی گئین۔ ان تمام بد ترتیبیون کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کی سیرۃ النبی مین نہ قدیم سیرتون کی پوری ترتیب باقی رہی اور نہ آپ کی جدید ترکیب خاص جو کچھ رہی۔ وہ خلط مبحث کی صورت

باقی رہے ہم اور ہماری موجودہ ترتیب۔ تو وہ ہی ہے جو تمام ارباب سیرۃ و تاریخ کی قدیم ترتیب ہے اس لئے کہ ہم سیرت کے موضوع پر تاریخی حالات و واقعات لکھ رہے ہین۔ ہمارے استنباط و استخراج انھین ماخذون سے ہونے چاہئین۔ ممکن تھا کہ ہم اونمین کوئی ترتیب ایسی پیدا کرتے جیسی کہ ہم اوپر لکھکر بتلا آئے ہین۔ جس سے تفصیل حالات و واقعات اور اونکی تعیین اوقات۔ دونون صحیح طور سے معلوم ہو جاتی لیکن یہ ظاہر ہے کہ اس ترکیب سے ہمارے سلسلہ بیان مین سوائے ایک جدت یا نوعیت کے کوئی لطف خاص نہین پیدا ہوتا۔ اور ہمکو مجدد بننا منظور نہین۔ اسلئے ہم نے سلف صالحین ہی کی تقلید کو اپنے لئے اور اپنی ترتیب کتاب کے لیے بہتر سمجھا۔ اور اوسی کو اپنی کتاب مین قایم رکھا۔

غزوہ بنی قینقاع

(شوال سنہ ۲ ہجری)

اتنا تمہیداً عرض کرکے پھر ہم اپنے سلسلہ بیان پر آجاتے ہین۔ ابن ہشام۔ غزوہ بنی سلیم یا غزوۃ السویق کے ذکر کے بعد لکھتے ہین۔

ثم رجع صلعم الی المدینة ولم یلق کیدا فاقام بها باقیة شوال وذی القعدة وافدی فاقام تلک حل الاساری من قریش۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ واپس آگئے۔ اور کوئی واقعہ پیش نہ آیا (راہ مین) اور شوال و ذی قعدہ دو مہینے برابر مدینہ ہی مین مقیم رہے اور مقیدین قریش کو فدیہ لیکر رہا فرمانیکے معاملات مین مصروف رہے۔

مذکورہ بالا ایام قیام مدینہ میں یہودان بنی قینقاع کے مخالفانہ معاملات پیش ہوئے - اس جلد میں ہم اوپر یہودیوں کے حالات بیان کر چکے ہیں لیکن مناسبت مقام کی ضرورت پھر ہمکو اونکے اعادہ کے لئے مجبور کرتی ہے ۔

یہودیوں کے مخرب اخلاق اور ظالمانہ عادات واطوار

یہودیوں کی غداری نااعتباری اور سود خواری اور اوسکے ذریعہ خاص سے عام مردم آزاری اسوقت تمام قوموں کا مسلمہ بھی۔ لیکن انکا حد سے بڑھا ہوا تمول۔ ضرورت سے زائد خوشحالی ایسی تھی کہ تمام قرب وجوار اور گرد ونواح کے اقوام وقبائل ہمہ وقت انکے دست نگر تھے۔ اور اس بنا پر انکو تمام بلاد پر پورا اختیار واقتدار حاصل تھا۔ اور پھر اسی اقتدار کے ذریعہ سے اونھوں نے بڑے بڑے قلعے بنالئے تھے۔ کثرت سے سامان حرب وضرب بھی جمع کر رکھے تھے۔ وہ شمار وتعداد کے لحاظ سے ہر مقام پر بجائے خود ایک فوج کی فوج تھے۔ اور اپنی ذی اختیاری کے باعث اپنی قوم وقبائل کے علاوہ۔ دیگر قبائل و قوم کے سیکڑوں لوگوں کو ایک اشارے میں جمع کر لے سکتے تھے ۔

مدینہ اور اوسکا قرب وجوار اسوقت یہودیوں کی آبادی کا مرکز تھا۔ بنی قینقاع بنی نضیر۔ خاص مدینہ کے مشاہیر قبائل یہود تھے۔ اور قبل اسلام تو گویا مدینہ اور گرد ونواح تمام مقامات کے حاکم ومالک تھے۔ اوس وخزرج قبائل انصار کچھ تو آپنے آپس کی جنگ وجدال اور زیادہ تر اپنی ناداری کی وجہ سے بالکل ان کے زیر اثر آچکے تھے۔ اور گویا انکے مطیع ومنقاد بن چکے تھے ۔

دنیاوی اقتدار کے ساتھ یہودیوں نے انصار پر اپنے دینی اثر بھی جمالئے تھے۔ اس لئے کہ انصار بالکل جاہل قوم تھے۔ اور عقائد میں بت پرست۔ یہودی پڑھے لکھے تھے۔ اور اہل کتاب اسوجہ سے انصار اپنی جہالت کے باعث اُنکے مروجہ عقائد کے بھی جلد زیر اثر آگئے۔ اور اپنی عقیدت وخلوص کو اونکے ساتھ اس حد تک پہونچا دیا کہ ایک لاولد انصار منت ماننے لگا کہ اگر اوسکے بچہ پیدا ہوگا تو وہ یہودی بنایا جائے گا۔

ایک واقعہ نگار کی حیثیت میں ہمارا فرض ہے کہ جب ہم یہودیوں کے اقتدار کی یہانتک حالت دکھلا چکے ہیں تو ان ذی اقتدار اختیار لوگوں کے طور واطوار طریق ومسالک کے جستہ جستہ حالات بھی بیان کردیں۔ ہم اوپر انکی دینی اور دنیاوی عظمت وثروت دکھلا چکے۔ انکی اخلاقی صورت حال یہ ہے

اسلام اور اسکے پہلے تمام شریعتوں نے ضرورت سے زائد جمع اموال اور اسکے ذرایع افزایش خصوصًا سود خواری کے عالمگیر طریقہ مردم آزاری کو قطعًا ممنوع فرمادیا تھا۔ اسلئے کہ اس سے اخلاق بگڑتے ہیں۔ ہمدردی کی جگہہ بیدردی کو رحم ومروت کے بدلے سنگدلی اور شقاوت پیدا ہوتی ہے۔ اور قومی وملکی اصلاح ورفاہ اور امن وامان کے قیام کے لئے یہ دولت وثروت مفید کیا ہوگی سخت مضر نقصان دہ اور تباہ کن ثابت ہوتی ہے۔ یہودیوں کی دولت مندی اسی نقطہ انتہائی تک پہونچ چکی تھی ۔

مدینہ کے یہود۔ لوگون کی جائداد۔ اموال۔ گھر بار زیورات متاع واسباب غرض سب کچھ جب رہن رکھ چکے تو بال بچے اور عورات تک رہن کرانے پر آمادہ ہوگئے۔ اب یہ لین دین اور کاروبار کا طریقہ نہین رہا۔ بلکہ صاف صاف ملک و قوم کے تباہ و غارت کرنے کا ذریعہ بنگیا۔ جیساکہ سبت جلد محمدؐ بن مسلمہ۔ اور ابو عمارہ کے ساتھ کعب بن الاشرف یہودی کی گفتگو سے آگے ظاہر ہوجاویگا۔ بچون کو زیور پہنے ہوئے تنہائی مین اگر یہودی پالیتے تھے تو اونکے زیورون کی قلیل رقم کی لالچ مین پڑکر بیدردی سے مارڈالتے تھے اور زیور لے لیتے تھے۔

یہودیون مین سود خواری سے زیادہ زناکاری کا عام رواج تھا اور یہ بدکاری اونکا قدیم شعار تھی اور یہ بدشعاری وبدکاری اونکی کثرت دولت کا نتیجہ تھی اور علی العموم دولتمند طبقہ کے لوگ اس فعل شنیع مین آلودہ ہوتے تھے اور اونکی دولت وثروت کی وجہ سے کسی فرد واحد کو اونکی سزا و تنبیہ پر جرات کیا ہوگی۔ اون پر آنکھ اوٹھانے یا اعتراض کرنے کی تو مجال بھی نہین۔ ایکبار حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب آپ اُنکی حرامکاریون کی خبر سنتے سنتے عاجز آگئے تو ایک یہود سے پوچھا کہ کیا توریت مین زنا کی سزا صرف درّہ لگانا ہے۔ یہودی نے کہا۔ نہین حضور سنگساری زنا کی سزا لکھی ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ یہ فعل بد ہمارے شرفاء اور امراء قوم کی عادت عام ہوگئی ہے۔ اس لئے جب کوئی شریف یا امیر شخص مجرم ہوکر آیا چھوڑ دیا گیا۔ عام طبقہ کے مجرمین کو تخفیفاً تازیانے لگاکر چھوڑ دیتے تھے۔ آخر کار یہی تخفیف وترمیم کی صورت حکم شریعت قرار پاگئی۔ اور ہر شخص کے لئے خواہ وہ کسی طبقہ کا ہو اسی نصاب کے مطابق سزا دینے کا عام دستور ہوگیا۔ سیرۃ النبی ص ۲۹۰ بحوالہ اسباب نزول واحدی۔

قرآن مجید نے صاف صاف الفاظ مین انکے اخلاقی معائب کو جدا جدا بیان کردیا ہے۔ اور ہم اونکو شبلی صاحب کی سیرۃ النبیؐ سے ذیل مین نقل کرتے ہین۔ سورہ مائدہ مین ہے۔

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ	وہ جھوٹ باتون کے سننے والے اور مال حرام کے بڑے کھانیوالے ہین

پھر سورہ مائدہ مین ارشاد کیا گیا ہے۔

وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ	اور تم ان مین سے اکثرون کو دیکھا ہوگا کہ گناہ اور تعدی کی طرف بڑی تیزی سے بڑھتے ہین۔

سورہ نساء مین ارشاد ہوا ہے۔

وَاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ۔	اور چونکہ یہ سود خواری کرتے ہین حالانکہ انکو سود خواری سے منع کردیا گیا تھا اور چونکہ یہ غیرون کا مال خورد برد کرجاتے ہین

سیرۃ النبیؐ ج ۱ صفحہ ۲۹۱۔

قرآن مجید کی ان تصریحات جب اونکی بدکاریون کی یون کھلے کھلے الفاظ مین پردہ دری کردی تو یہودیون کی مخالفت مین

سخت اشتعال پیدا ہوگئی۔ اسکے جواب میں اونھوں نے انواع اقسام کی بد زبانیوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاص طور پر ایذا پہونچانے لگے۔ اور اہل اسلام کے قتل و غارت کی نئی نئی ترکیبیں سوچنے لگے اون کے ان جور و ستم کے مشاہدات پر آنحضرت صلعم نے خود بھی صبر و سکوت سے کام لیا اور مسلمانوں کو بھی برابر خاموش رہنے کی ہدایت فرمائی جو عین مدعائے حکم الٰہی تھا۔

شبلی صاحب حضرت عائشہ سے نقل فرماتے ہین کہ یہودیوں نے معمول کرلیا تھا کہ آنحضرت صلعم سے سلام علیکم کرتے۔ تو بجائے اسلام علیکم کے السام علیک کہتے تھے۔ جسکے معنی یہ ہین کہ تجھکو موت آئے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہ موجود تھیں۔ انھون نے سنا تو انکو سخت غصہ آیا۔ اور بے اختیار ہوکر بول اوٹھیں۔ کمبختو! تمکو موت آئے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ نرمی سے کام لو حضرت عائشہ نے کہا آپ نے سُنا بھی کہ ان لوگون نے کیا کہا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ ہان لیکن یہ کافی ہے کہ مین نے علیک کہدیا سیرۃ النبی ۲ ص ۲۹۱ بحوالہ صحیح بخاری۔

قرآن مجید نے بھی انکی بد زبانیوں کے عوض خاموشی اور سکوت اختیار فرمانے کی ایسے ہی ہدایت فرمائی ہے۔ اور وہ آل عمران رکوع ۱۹ کے مفصلہ ذیل آیت سے ظاہر ہے۔

وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ	اور اہل کتاب اور مشرکون سے تم بہت سی ایذا دکی باتیں سنوگے اور اگر صبر کئے رہوگے اور پرہیزگاری پر قایم رہوگے تو یہ بڑی ہمت کے کام ہین۔

اسلام دنیا مین رحمت عام کا پیغام لیکر آیا تھا۔ با دوستان مروت با دشمنان مدارا: اس کا کام تھا اس بنا پر قرآن مجید نے انکی بدکاریون کے اظہار سے قطع نظر کرکے مسلمانوں کو ان کے ساتھ مساویانہ اور موافقانہ محاسن سلوک اختیار کرنے کا حکم فرمایا تھا۔ ذیل کے آیہ ہائے قرآنی سے اس پر کافی روشنی پڑتی ہے۔

طَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ	اہل کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے

پھر ارشاد ہوتا ہے۔

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ	اے بنی اسرائیل میری نعمتوں کا خیال کرو جو مین نے تمکو دین اور یہ کہ مین نے (کبھی) تمکو تمام عالم پر فضیلت دیدی تھی۔

اسلام نے نہایت نرمی سے ان الفاظ مین تبلیغ کی آواز ان تک پہونچائی تھی۔ وہ الفاظ یہ ہین

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ	کہدو۔ اے اہل کتاب ایک ایسی بات کی طرف آؤ جسکو ہم تم دونون یکسان مانتے ہین وہ یہ ہے کہ خدا کے سوا کسی کو نہ پوجین اور اوس کا کسی کو شریک نہ بنائین اور ہم مین سے کوئی خدا کو چھوڑ کر کسی کو اپنا

تَوَلَّوْا فَقُوْلُوْا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ	رب نہ بنائے تو اگر وہ اپنا مونھ پھیرلین تو تم کہدو اچھا۔ تم گواہ رہو

ہم تو مسلمان ہین۔ سورۂ آل عمران رکوع ۹۔

اسلام کی یہ رعایت۔ مسالک مساوات اور موافقانہ تعلقات قایم رکھے جانے کی عوض مین یہودیون نے اسلام کے ساتھ کیا برتاو رکھے ہین۔ قرآن مجید کے مفصلۂ ذیل الفاظ مین اونکی یون تصریح ہے۔

وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سورۂ نساء	اور (یہود) کافرون کی نسبت کہتے ہین کہ یہ تو مسلمانون سے زیادہ ہدایت یافتہ ہین۔

پھر ارشاد ہوتا ہے۔

وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ۔ آل عمران	اور اہل کتاب مین ایک گروہ کہتا ہے کہ مسلمانون پر جو اوترا ہے اوسپر صبح کو ایمان لاؤ اور شام کو اوس سے پھر جاؤ شاید کہ وہ لوگ (مسلمان) بھی پھر جائین۔

یہ تو اسلام کے ساتھ تبلیغ اور دینی احکام و آیین کی تدوین کے متعلق یہودیون کی مخالفت کی صورت حال تھی جو عرض کیگئی۔ اب بقاے اسلام اور مسلمانون کی جان و مال کے قیام اور امن و آرام کی نسبت جو اس شریر الطبع قوم نے مفسدانہ طریقے اختیار کئے اونکی حقیقت حسب ذیل بیان کی جاتی ہے۔

اوپر بیان ہوچکا ہے کہ انصار مدینہ کا اسلام لانا اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو مدینہ مین بلوانا۔ انکی ذی اقتدارے اور ذی اثری کے لئے انکی سمجھ مین بہت ہی نقصان رسان ثابت ہوا لیکن انھون نے فوری مخاصمت کو خلاف مصلحت سمجھکر بالکل سکوت اختیار کرلیا۔ اور صرف سکوت ہی نہین بلکہ اسلام کے ساتھ معاہدے مین شامل ہوکر اوسکی رفاقت و حمایت کو بھی قبول کرلیا۔ اور جنگ بدر تک یہ زبانی رفاقت نباہی گئی۔ بدر مین بھی انکی شرکت دلیرانہ اور جان نثارانہ انداز سے نہین تھی بلکہ محض تماشایانہ اور منافقانہ طریقہ سے۔ اور اس نمایشی شارکت کے پردے مین وہ اندر ہی اندر استیصال اسلام اور مسلمانون کے قتل عام کی ترکیبین کر رہے تھے۔ اپنی اس ترکیب کی کامیابی کے لئے اونھون نے یہ تدبیر سوچی کہ انصار کے دو بڑے اور مشہور قبایل اوس و خزرج مین نااتفاقی پیدا کرنیکی کوششین شروع کردین۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ اسلام کے حامی اور مددگار یہی دو قبیلے ہین اگر ان مین نااتفاقی ہوگئی۔ تو پھر اسلام یہین مٹ کر ختم ہوجائیگا۔ عرب کی کینہ پرور طبیعت کا خاصہ تھا کہ وہ قدیم معرکہاے جنگ کے افسانون کو سنکر بہت جلد پرجوش ہوجاتے تھے۔

یہودیون کی مخالفت اسلام اس بنا پر یہ واقعہ ہوا کہ اوس و خزرج کے قبیلے کے بہت سے آدمی ایک جگہ جمع ہوئے آپس مین ادھر اودھر کی باتین کر رہے تھے۔ یہودی ایسے موقعون کی تاک مین لگے رہتے تھے۔ فورًا جا پہونچے۔ اور اونکی قدیم خانہ جنگیون کا ذکر چھیڑ دیا۔ اور ذکر بھی خوب نمک مرچ لگا کر بیان کیا۔ پچھلے واقعات کا سننا تھا کہ فریقین مین قدیم جوش پھر تازہ ہوگئے۔

اور باتوں باتوں میں تکرار بڑھتے بڑھتے جانبین سے تلواریں کھینچ گئیں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فوراً موقع پر خبر پہونچ گئی آپ تشریف لائے اور اونکو پند و موعظت فرمائی۔ اور آتش فتنہ و فساد کو فرو کر دیا۔

قرآن مجید میں ان الفاظ کے ساتھ اس کا ذکر آیا ہے۔

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِیْعُوْا فَرِیْقًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ یَرُدُّوْکُمْ بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ کٰفِرِیْنَ

مسلمانو اگر تم اہل کتاب کے بعض لوگوں کا کہا مانو گے۔ تو وہ تم کو ایمان لانے کے بعد پھر کافر بنا دینگے۔ سیرۃ النبی ص ۲۹۴ بحوالہ اصابہ

یہودیوں کی قریش کے ساتھ سازش کی حالت اوپر دکھلائی جا چکی ہے۔ عبداللہ بن ابی سلول کے ساتھ مجالست و مکالمت کی کیفیت بھی بیان ہو چکی ہے۔ ابھی ابھی ابوسفیان مقام کدر پر اپنا دستۂ فوج چھوڑ کر اور راتوں رات چھپکر مدینہ پہونچا۔ اور سلام بن مشکم رئیس یہود کے ساتھ رات بھر صلاح و مشورت کر کے واپس جا چکا ہے اوسکی حقیقت بھی اوپر ہم لکھ چکے ہیں۔

اس مشورت و صلاح سے پہلے۔ قریش کی یہ دھمکی ان الفاظ میں یہودیوں کو پہونچ چکی تھی۔

انکم اھل الحلقة والحصون وانکم تقاتلن صاحبنا او لنفعلن کذا ولا یحول بیننا وبین خدم نساءکم شیء۔ سیرۃ النبی۲ بحوالہ ابن داؤد۔

تم لوگوں کے پاس اسلحات جنگ اور قلعجات ہیں۔ تم ہمارے حریف (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے لڑو۔ ورنہ ہم تمہارے ساتھ یہ کرینگے اور کوئی چیز ہمکو تمہاری عورتوں کے کپڑے تک پہونچنے میں نہ روک سکیگی

یہ تحریر صاف صاف بتلا رہی ہے کہ قریش سے خط و کتابت برابر جاری تھی اور ایذائے اسلام کی غرض سے ریشہ دوانیاں ہمیشہ قائم تھیں۔ اس اثنا میں بدر کی عظیم الشان فتح نے یہودیوں کے تمام رازہائے مخفی کا انکشاف کر دیا۔ اور وہ اسلام کی مخالفت میں بالکل کھل پڑے۔ ان میں سب سے پہلے قبیلہ بنی قینقاع کے یہود۔ اسلام کے حریف بنکر سامنے آگئے۔ جیسا کہ تمام محدثین و مورخین بالاتفاق لکھتے ہیں۔

ان بنی قینقاع کانوا اول یھود نقضوا ما بینھم وبین رسول اللہ صلعم وحاربوا بین بدر واحد۔

بنو قینقاع پہلے یہودی تھے۔ جنھوں نے اوس معاہدے کو۔ جو اون میں اور آنحضرت صلعم کے درمیان تھا۔ توڑ ڈالا۔ اور بدر و احد کے درمیان میں مسلمانوں سے لڑ پڑے۔

بنی قینقاع کی خصومتیں ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ بدر میں یہودیوں کی شرکت منافقانہ اور تماشائیانہ تھی۔ چنانچہ ابن سعد بھی غزوہ بنی قینقاع کے ذکر میں میرے اس بیان کی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہیں۔

فلما کانت وقعة بدر اظھروا البغی والحسد ونبذوا العھد والمدة

واقعہ بدر ہی سے۔ یہودیوں نے شورش اور حسد کا اظہار کر دیا اور معاہدہ کو توڑا۔

رسالت کی حقیقت میں انکو نے اوسیوقت سے انکا رخ پہچان لیا تھا۔ اور معاودت بدر کے بعد سے انکی طرف

بڑے حزم واحتیاط اور ہوشیاری اختیار کی جاتی تھی۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے راتون کو کہین شہر مین آنے جانے سے پرہیز کرلیا تھا۔رات کا آنا جانا بالکل موقوف کر دیا گیا تھا۔اسلئے کہ یہودیون کی طرف سے دفعتًا حملے اور جان کے خطرے کا خوف تھا صحابہ پر بھی احتیاط کی تاکید تھی اور صحابہ بھی اس احتیاط کی وجہ سے واقف تھے۔اور وہ بھی ہمیشہ احتیاط کیا کرتے تھے اور ہوشیار رہا کرتے تھے چونکہ ہر صحابی کو رسولؐ کی جان اپنی جان سے کہین زیادہ عزیز تھی۔اسلئے طلحہ بن براء۔انھین ایام مین جب بیمار ہوکر قریب مرگ ہوئے تو اونھون نے اپنے اعزہ واحباب کو پاس بلاکر سب سے پہلے جو وصیت کی وہ نہ اہل وعیال کے متعلق تھی اور نہ اپنی جائداد واموال کی نسبت تھی۔اون کے الفاظ یہ تھے

خیال رکھو اگر مین رات کے وقت مرجاؤن تو تم لوگ ہرگز ہرگز آنحضرت صلعم کو میرے مرنے کی اطلاع نہ کرنا۔ اسلئے کہ اگر اونکو اطلاع ہوئی اور آپ میری مشایعت جنازہ کی غرض سے باہر نکلے تو مجھے یہودیون کی طرف سے آپ پر وقوع ضرر کا خوف واندیشہ ہے۔اس لئے مصلحت یہی ہے کہ اونھین اطلاع ہی نہ دیجائے اور تم سب مجھے ملکر دفن کردو۔سیرۃ النبیؐ ص ۲۹۵ بحوالہ اصابہ ابن حجر۔

بنی قینقاع کے خاص حالات

بنی قینقاع یہودیون کا بہت ہی خوشحال قبیلہ تھا۔یہ لوگ زیورات کے بہت بڑے کاریگر تھے اور چاندی سونے کے بہت بڑے دستکار اور اہل کاروبار تھے۔ان کا بہت بڑا بازار مدینہ مین انھین کے نام سے مشہور تھا۔اور سوق بنی قینقاع کہا جاتا تھا۔

بنی قینقاع نے مخالفت اسلام مین یون پیش دستی کی کہ انصار کے قبیلہ کی ایک عورت اپنی ضرورت سے سوق بنی قینقاع مین ایک یہودی کی دوکان پر گئی یہودی نے اوسکے ساتھ جاہلانہ مذاق کیا۔اور وہ یہ تھا کہ اسکی لاعلمی مین پیچھے سے آکر اسکے پیراہن کا دامن اسطرح چاک کر دیا کہ جب وہ اپنی ضرورت سے فارغ ہوکر اوٹھی تو بالکل برہنہ تھی۔اسکے اوٹھتے ہی یہودیون مین قہقہے پڑگئے اور سیکڑون تالیان بج گئین یہ غریب مفت مفت رسوا ہوگئی۔اور گویا شرم سے مرگئی بھرے مجمع مین ننگی عورت۔کیسی شرمناک بات ہے اتفاق سے ایک مسلمان بھی بازار مین وہین سودا لے رہا تھا۔اوسکو یہودیون کی اس حرکت ناشائستہ پر سخت طیش آگیا۔اور اوس نے اوس شریر یہودی کو قتل کر ڈالا جس نے یہ حرکت کی تھی۔یہود کہین دور تو تھے ہی نہین فورًا جمع ہوگئے۔اور اوس کا قیمہ قیمہ کر ڈالا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو آپ معدودے چند اصحاب کے ساتھ صرف فہمایش کی غرض خاص سے موقع پر تشریف لیگئے۔اور یہودیون کو مخاطب کرکے فرمایا۔خدا سے ڈرو۔ایسا نہو کہ تم لوگون کو بھی بدر والون کی طرح مصیبتین پیش آئین۔

اتنا سننا تھا کہ تمام یہودی چراغ پا ہوگئے۔اور آتش غیظ وغضب مین جلکر نہایت دریدہ دہنی سے ان الفاظ مین جواب دئیے۔

یا محمدؐ انك ترى انا قومك لا يغرنك انك لقيت
قوما لا علم لهم بالحرب فاصبت منهم فرصة
انا والله لئن حاربناك لتعلمن انا نحن الناس

ابن ہشام جلد دوم ص ۷۰

اے محمد (صلعم) کیا تم نے ہمکو بھی اپنی قوم کے لوگ سمجھا ہے اور اس امر پر تم مغرور نہ ہو کہ تم کو ایک ایسی قوم سے سامنا ہوا تھا جو فن جنگ سے بالکل ناواقف تھے۔ خدا کی قسم تمکو ہم سے پالا پڑیگا تو معلوم ہو جائیگا کہ مرد ہم لوگ ہیں۔

یہ یہودیوں کا صرف گستاخانہ جواب ہی نہ تھا بلکہ اسلام کے مقابلہ میں صاف صاف اعلان جنگ تھا۔ چنانچہ ان مغرور شوخ چشموں نے وہ عہدنامہ جو مسلمانوں کے ساتھ لکھا تھا۔ واپس کر دیا۔

رحمت العلمین نے۔ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ جاہلوں سے نہ اولجھو۔ کے حکم محکم پر نظر رکھا قطعی سکوت اختیار فرمایا اور بالکل خاموشی کے ساتھ موقع سے واپس آئے۔ مراجعت کے بعد فوراً فوج اسلامی سے قبیلہ بنی قینقاع کا محاصرہ کرلیا۔ اس لئے کہ اون کے روبرو روز بانی اعلان جنگ کرنے اور پھر معاہدہ باخود دہا کے واپس دینے سے اصلاح و یکسوئی معاملات کی کوئی امید باقی نہین رہی تھی۔

محاصرہ کو پورے پندرہ دن بھی نہین ہوئے تھے کہ یہودیون کی تمام گرمجوشیان ٹھنڈی پڑگئین گو اونکے قلعے ابھی تک بند تھے لیکن اونکی ہمت وجرات کے بند بند کھل گئے تھے۔ آخرکار تصفیہ پر راضی ہوئے۔ اور کہلا بھیجا کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم جو فیصلہ فرمائین گے وہ ہمکو منظور ہوگا۔ آپ نے اونکے معاملہ مین خود فیصلہ فرمانے سے احتیاط کی اور عبداللہ بن ابی سلول کو جو اونکا قدیم حلیف تھا اور آغاز محاصرہ سے اونکے معاملات کو تصفیہ سے طے کر دیے جانے کے لئے آنحضرت صلعم کی خدمت مین برابر آرزو و منت کیا کرتا تھا حکم مقرر کر دیا۔ عبداللہ بن ابی نے اونکے جلاء وطن کر دئے جانے کا حکم سنایا۔ بنی قینقاع نے فیصلہ کا حکم منظور تو کر لیا۔ مگر عبادہ بن الصامت کو بھیجکر تین دن کی مہلت مانگی جو منظور کر لیگئی۔ تین دن کے بعد۔ یہ قبیلہ کا قبیلہ۔ جو شمار مین سات سو آدمی تھے۔ اور جن مین صرف تین سو جوانان زرہ پوش تھے۔ مدینہ کو خالی کر کے موضع درعات مین جو علاقہ شام مین داخل ہے چلے گئے جسقدر مال واسباب وہ لیجا سکے ہمراہ لے گئے۔ جو چھوڑ گئے وہ مسلمانوں کو غنیمت مین حاصل ہوا۔ اموال غنیمت مین سے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رقم خمس جدا کر لی۔ اور یہ پہلی رقم خمس تھی جو مال غنیمت سے علحدہ کی گئی۔ اسکے بعد مال غنیمت تمام مسلمانوں پر تقسیم کر دیا گیا۔ روضۃ الاحباب ص ۲۴۵

۳ سنہ ہجری

(قتل کعب بن الاشرف یہودی۔ ربیع الآخر ۳ سنہ ہجری)

کعب ابن اشرف یہودیوں مین یہ عجیب مایۂ فساد تھا۔ شرارت کا پتلا۔ اسلام کی مخالفت کا پورا مجسمہ۔ اس شریر النفس کا

عضو عضو فتنہ انگیزی اور مفسدہ خیزی سے پُر تھا نسباً عرب تھا اور سبباً یہودی حقیقت نسبی اسکی یون ہے کہ ایک عرب اشرف نامی جو قبیلہ طے سے تھا۔ اتفاقاً یہود ان بنی نضیر کا حلیف بنگیا۔ اور اس تعلق سے مدینہ مین اسکی آمد و رفت شروع ہوئی۔ رفتہ رفتہ یہودیون مین اس کا اتنا اعزاز و امتیاز بڑھ گیا کہ انھون نے اسکو مستقل طور سے مدینہ مین لبا لیا طرہ یہ ہوا کہ ابو رافع بن ابی الحقیق نے جو یہودیون کا مذہبی پیشوا اور تاجر الحجاز کی لقب اضافی سے مشہور تھا۔ اپنی لڑکی بیاہ دی اب تو اشرف تمام اشراف یہود کا گویا تاجدار بنگیا۔ کعب اسی لڑکی کے بطن سے پیدا ہوا

کعب سن تمیز پر پہونچکر اپنے باپ سے بھی۔ حرفت۔ فتنہ انگیزی اور مفسدہ خیزی مین نمبر لے گیا۔ اور فن شاعری مین تو کال نکلا۔ بہت بڑا سحر البیان اور فصیح اللسان مشہور ہوا کعب نے اپنی شہرت کی موجودہ ذریعون سے سب سے بڑی بات اپنے مقاصد کی کامیابی مین یہ پیدا کر لی کہ اوس نے یہودیون کے ساتھ اپنے تعلقات وسیع اور پرانے بنانے قریش کو بھی اپنے مراسم و ارتباط سے اپنا مطیع و منقاد بنالیا۔ ان تمام باتون کے ساتھ اسلام کی مخالفت اور اسلام کے استیصال کے خیال بھی اسکے رگ و پے مین کوٹ کوٹ کر بھرے تھے۔

کعب کی مخالفت اسلام

کعب یہودیون کا مذہبی پیشوا تو تھا ہی۔ اس نے مذہب یہود کی پوری تنظیم کی۔ مدینہ اور اوس کے بیرونی مقامون مین علماے یہود کے ماہانہ وظیفے مقرر کئے۔ جب جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ مین تشریف لائے اور اسلام کا چارون طرف چرچا ہوا تو ایک دفعہ علمائے یہود بیرونجات سے اس کے پاس مقررہ وظائف لینے آئے کعب نے ان سے آنحضرت صلعم کی نسبت دریافت کیا تو ان لوگون نے جواب دیا کہ یہ وہی نبی منتظر ہے۔ جسکی آمد کی خبر ہماری کتابون مین موجود ہے۔ اتنا سنا تھا کہ کعب جل اوٹھا۔ اور اُن لوگون سے کہدیا کہ تمہارے وظیفے بند۔ تم لوگ گھر لوٹ جاؤ۔ یہ علماے یہود خالی اپنے گھر واپس آئے۔ پیٹ تو بڑی بُری شے ہوتی ہے۔ آخرکار ناداری اور عسرت نے ایمان فروشی پر تیار کر دیا۔ اور بغیر گذارے یا وظیفہ کے گذارا نہین دیکھا۔ تو پھر لوٹ کر کعب کے پاس آئے اور اوسکے آگے ان ایمان فروشون نے ان الفاظ کے ساتھ دست سوال بڑھائے۔ زرقانی لکھتے ہین۔

قالوا انا اعجلنا فیما اخبرناک به اولا ولما استبنا علمنا انا اغلطنا ولیس هو المنتظر فرضی عنهم و صلهم کما قال ابن سعد۔ زرقانی

جلدی مین ہم نے آپ کو جواب دیدیا تھا۔ اب جب ہم نے اپنی کتابون مین اپنے علم سے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ ہم لوگون نے غلط کہا یہ شخص نبی منتظر نہین ہے۔ یہ سنکر کعب راضی ہو گیا اور اونکے وظائف اونکو دیدیے جیسا کہ ابن سعد نے بیان کیا ہے۔

اس نے مخالفت اسلام مین اسی پر اکتفا نہین کی۔ بلکہ جب قریش کے پاس کشتگان بدر کی تعزیت کی غرض سے مکہ پہونچا تو ابو سفیان وغیرہ نے اس سے پوچھا کہ تمہاری کیا راے ہے۔ ہمارا دین اچھا ہے یا محمد (صلعم) کا دین اور ان دونون مین تمہارے نزدیک کون سا دین بہتر ہے۔ اور ان مین سے کون سا دین حقیقت اور ہدایت سے قریب تر ہے۔

کعب نے کہا تمہارا دین اونکے دین سے بہتر ہے اور زیادہ ہدایت یافتہ ہے۔ یہی واقعہ آیہ اَلَمْ تَرَ اِلَی الخ کے نزول کا باعث ہوا۔ جیسا کہ عنقریب سلسلہ بیان سے ظاہر ہوگا۔ زرقانی ص ۱۲ ج ۲

یون تو تمام یہودیوں مین بدر کی فتح نے عموماً آتش حسد بھڑکا دی تھی لیکن وہ انکے دلوں کے اندر ہی اندر سلگ رہی تھی لیکن خاصکر کعب کے جلتے انگارے ایسے بھڑکے کہ آخر اُسے باہر کھینچ لائے۔ کسی طرح گھر مین چین نہ لینے دیا۔ اور مدینہ سے مکہ مین پہونچا دیا۔ اور کشتگان بدر کا نوحہ خوان بناکر صف ماتم مین بٹھلا دیا۔ شاعری مین کعب کی مضمون آفرینی تو مشہور تھی۔ اس نے کشتگان بدر کے خوب خوب مرثیئے کہے اور اون مین مخالفت اسلام کے خوب اشتعال انگیز پہلو نکالے۔ ابن ہشام نے اس موقع پر اوسکی مختلف نظمین لکھین ہین لیکن ہم اون مین سے اسکی ایک نظم کے صرف دو چار اشعار نمونہ کے طور پر ذیل مین نقل کئے دیتے ہین۔

طحنت رحی بدر لمهلك اهله	جنگ بدر کی چکی نے اہل بدر کو پیس ڈالا
ولمثل بدر تستهل وتدمع	بدر جیسے واقعات کے لئے رونا پیٹنا چاہیئے۔
کم قد اصیب به من ابیض ماجد	کتنے سفید۔ شریف اور بارونق چہرے
ذی بهجة تاوی الیه الضیع	جنکے یہان بہت سے اہل حاجت پناہ لیتے تھے مارے گئے
لیزور یثرب بالجموع وانما	اپنی فوج کے ساتھ مدینہ چلے چلو
یحمی علی الحساب الکریم الاورع	اور عالیخاندان صاحب ورع کی شان سے

(اپنے مُردون کی) حمایت کرو۔ تاریخ ابن ہشام جلد دوم ص ۴۲

کعب کے یہ نوحے۔ ایسے پُردرد نکلے۔ اور تمام قریش کو اتنے دلپسند ہوئے کہ گھر گھر مین اسے بلا بلا کر یہ نظمین پڑھوائی گئین۔ ایسے ہی تمام قریش کے مجمعون مین کعب جاتا رہا اور مُردگان بدر پر آپ بھی روتا رہا۔ اور تمام مجمع کو رولاتا رہا۔

تاریخ الخمیس کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تنہا مکہ مین نہین گیا تھا بلکہ اپنے چالیس رفقا کا پورا دستہ ماتم بناکر ہمراہ لیگیا تھا۔ ابوسفیان کا مہمان ہوا۔ اور اوسکو ساتھ لے کر حرم مین آیا۔ اور سب نے حرم کا پردہ تھام کر قسم کھائی کہ کشتگان بدر کا مسلمانون سے ضرور قصاص لینگے۔ شبلی صاحب سیرۃ النبی مین لکھتے ہین۔

کعب نے انھین شرارتون پر اکتفا نہین کی بلکہ قصد کیا کہ چپکے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرادے۔

علامہ یعقوبی نے اپنی تاریخ مین بنو نضیر کے واقعہ مین لکھتے ہین۔

کعب بن الاشرف الیهودی الذی اراد ان یمکر برسول الله صلعم	کعب بن الاشرف یہودی جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دھوکے سے قتل کردینا چاہا تھا۔

اس روایت کی تائید اوس روایت سے بھی ہوتی ہے جو حافظ ابن حجر نے (ذکر کعب بن اشرف مین) عکرمہ کی سند سے نقل کی ہے کہ کعب نے آنحضرت (صلعم) کو دعوت مین بلایا اور لوگون کو معین کر دیا کہ جب آپ تشریف لائین تو وہ ہو کے سے آپکو ہلاک کر دین۔ حافظ ابن حجر نے گو لکھا ہے کہ اس روایت کی سند مین ضعف ہے لیکن جب قرائن اور دیگر شواہد موجود ہین تو یہ ضعف رفع ہو جاتا ہے۔ ص ۲۹۲

مکہ مین جو اوسنے اشتعال انگیزی کی اوسکی تفصیل حالت ہم اوپر لکھکر دکھلا چکے ہین۔ کعب مکہ سے مدینہ مین آیا۔ تو پھر اسلام کی ہجو مین اشعار لکھنے کی مشق شروع کردی اور اپنی بار جدت طبع کا یہ نمونہ دکھلایا کہ مسلمان عورتون کی شان مین مختلف گیتین تیار کین۔ اور اونمین جی بھر بھر کے اونکی پردہ دری اور عیب جوئی سے کام لیا۔ ابن ہشام لکھتے ہین۔

ثم رجع الی کعب المدینۃ فسبیب بنساء المسلمین حتی اذاھم	کعب مدینہ مین آیا اور مسلمان عورتون کی گیتین تیار کین اور لیا ان تک کہ اونکو ایذا پہونچائی۔ ص ۳، جلد دوم

مکہ ہی سے اسکی زبان خواتین اسلامی کیطرف تیز ہو گئی تھی۔ چنانچہ شکست بدر کی نظمون مین اس نے ام الفضل حضرت عباس کی زوجہ محترمہ کی طرف خطاب کرکے یہ شعر کہا تھا۔

اداحل انت لم ترحل بمنقبۃ وتارکۃ انت ام الفضل بالحرم	اے موت تو بدر کے میدان (منقبہ) مین کیون بیٹھ رہی اور تو نے ام الفضل کو حرم مین کیون (زندہ) چھوڑ دیا۔

زرقانی ص ۱۰ جلد دوم باسناد روض الانف سہیلی۔

حقیقت مین کعب کے جرائم اب اس حد تک بڑھ گئے تھے کہ کوئی قانون۔ خواہ اخلاقی ہون یا قومی۔ تحمل و برداشت کی زیادہ اجازت نہین دیتا بلکہ سزائے فوری کا حکم لگاتا۔ اس لئے کہ اب اسکی ناپاک ہستی سے دوسرے پاک نفوس کے امن و امان مین سخت نقصان پہونچنے کا پورا یقین ہو چکا تھا۔ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اس شرارت۔ فتنہ انگیزی اور اشتعال طبعی کی حرکتون کو دیکھکر عاجز آگئے۔ اور خدائے سبحانہ تعالیٰ کی جناب مین یون دعا فرمانے لگے۔

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ اِبْنَ الْاَشْرَفِ بِمَا شِئْتَ فِیْ اِعْلَانِہِ الشَّرَّ	پروردگار اب تو ابن اشرف کے اظہار شر و فساد سے مجھے بچالے۔

یہ مسلم ہے کہ جب انسان کی تمام امکانی قوتین کسی امر مین عاجز رہجاتی ہین تب وہ اس امر کو خدا کی طرف رجوع کرتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی یہی ضرورت پیش آئی مجیب الدعوات نے اوسی وقت رسول اللہ صلعم کی اس دعا پر لبیک کہی۔ اور ابن اشرف کے متعلق ان الفاظ قرآن مین سزائے کافی کی طرف اشارت فرمائی۔ امام قسطلانی مواہب لدنیہ تحریر فرماتے ہین۔

قال رسول اللہ صلعم باصحابہ وقد اخبرنی اللہ بذلک ثم قرأ علی رؤس المسلمین۔ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْکِتٰبِ یُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَیَقُوْلُوْنَ لِلَّذِیْنَ کَفَرُوْا ھٰؤُلَآءِ اَھْدٰی مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سَبِیْلًا۔ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ وَمَنْ یَّلْعَنِ اللّٰہُ فَلَنْ تَجِدَ لَہٗ نَصِیْرًا۔	اس آیہ کے نزول کے بعد رسول اللہ صلعم نے فوراً صحابہ کیطرف مخاطب ہوکر ارشاد فرمایا کہ تمکو اس معاملہ (معاملہ کعب) کی متعلق خدا کا حکم مل گیا اور اوسی وقت آپ نے یہ آیت پوری تمام سلمانوں کو پڑھکر سنادی کیا تم نہیں دیکھتے ہو ادن لوگوں کو جنکو کتاب خدا کا کچھہ حصہ ملا ہے کہ وہ جبت وطاغوت پر ایمان رکھتے ہیں اور کافروں سے کہتے ہیں کہ تم اونلوگوں سے زیادہ ہدایت یافتہ ہو جو لوگ خدا پر

اوسکی راہ میں ایمان لائے یہی وہ لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت فرمائی اور جن پر خدا لعنت فرماتا ہے اونکے لئے کوئی معین ومددگار نہیں ہے

تزول حکم کو وقت۔ محمد بن مسلمہ۔ ایک خوش عقیدت صحابی حاضر خدمت تھے۔ عرض کرنے لگے۔ یارسول اللہ صلعم کیا آپ چاہتے ہیں وہ مفسد ختم کردیا جائے۔ تو میں اس خدمت کی انجام دہی کو حاضر ہوں اور اس بلائے بے درمان کو اسلام اور اہل اسلام کے سر سے ٹالدینے پر طیار ہوں۔ آپ نے فرمایا مجھے منظور ہے لیکن اس امر میں عجلت نکرو۔ سعد بن معاذؓ سے مشورہ کرلو۔ چنانچہ سعدؓ سے مشورہ کیا گیا۔ سعد نے کہا اوسکے پاس غلہ وغیرہ قرض لینے کے حیلہ سے جاؤ۔ وہ قرض کا نام سنتے ہی اپنے قلعہ سے باہر آجائیگا۔ تم اپنا کام کرلینا۔

محمد بن مسلمہ نے اپنے اس مشورے میں ابونائلہ۔ عباد بن بشر۔ حارث بن اوس بن معاذ۔ اور ابوعبیس بن جبیر۔ چار جوانان انصار کو شریک کرلیا تھا اور اس مہم کی انجام دہی میں اونکو اپنا رفیق بنالیا تھا۔ مورخین و محدثین کا اسپر اتفاق ہے کہ یہ پانچوں انصار تھے اور قبیلۂ اوس کی یادگار۔ ان میں سے کوئی بھی کسی دوسری قوم و قبیلہ کا آدمی نہیں تھا۔

محمد بن مسلمہ نے اس مہم کو کیوں اپنے ذمہ لیا تھا۔ اسوجہ سے کہ واقدی کی روایت کو مطابق محمدؐ کعب کا رضاعی بھائی تھا۔ لیکن واقدی کے خلاف تمام مورخین واہل سیرت اور نیز علماے محدثین نے ابونائلہ کو کعب کا رضاعی بھائی قرار دیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ ابونائلہ اسلام لانے سے پہلے کعب کا ندیم خاص تھا۔ اسلام کے بعد آپس میں جدائی ہوگئی۔

محمد بن مسلمہ نے پہلے۔ دن کے وقت ابونائلہ کو کعب کے پاس اوسکی دلجوئی کرنے اور استمزاج لینے کے غرض سے بھیجا۔ ابونائلہ پہونچا۔ کعب نے بڑے خلوص سے اوسکی خاطر ومدارات کی۔ اور دیر تک آپس میں شعر خوانی ہوتی رہی پھر ابونائلہ نے اپنے مدعا کے بیان کو اس عنوان سے شروع کیا۔

بھائی کیا کہیں اس شخص کا (رسول صلعم) آنا تو ہم لوگوں کیلئے بلائے جان ہوگیا۔ تمام عرب ہمارے دشمن ہوکر ہم سے جنگ وقتال پر آمادہ اور مستعد ہوگئے۔ اور ایک کمان سے ہم پر تیر چلانے لگے۔ ہماری تجارت اور کاروبار کی تمام راہیں بند کردیں۔ اس شخص (رسول اللہ صلعم) کا یہ حال ہو کہ ہمارے پاس تو خود کھانے کو نہیں ہے۔ ہم اونکو دیں تو

کہان سے - یہ ہین کہ ہم سے ہمیشہ وصولی ہی کی فکر مین ہین یہ سنکر کعب بولا - ابھی کیا ہوا ہے - اس سے بڑھکر بلا و مصیبت مین پڑو گے - مگر بھائی یہ بتلاؤ کہ ان مشاہدات مخالف کے بعد بھی مدینہ والون کے خیال محمد (صلعم) کی طرف سے کیسے ہین؟ ابونائلہ نے کہا کہ ظن غالب یہ ہے کہ اونکی حمایت سے لوگ دست بردار ہو جاوینگے اور اون سے دوری اختیار کرین گے -
لیکن بات یہ ہے کہ ابھی ابھی اون سے عہد و پیمان کر چکے ہین - اسوجہ سے عجلت کرنا نہین چاہتے - یہ سنکر کعب بہت ہی مسرور ہوا - ابونائلہ نے کہا محمد صلعم کی نسبت تمہین میرے ذاتی خیالات تو معلوم ہو چکے اب تمکو یہ بھی سنائے دیتے ہین اور یقین ہے کہ تم اسے سنکر بہت خوش ہو گے کہ مین نے اپنے اس خیال مین اکثر لوگون کو شریک کر لیا ہے چنانچہ محمد بن مسلمہ - عباد بن بشر - حارث ابن اوس بن معاذ - اور ابو عبس - یہ تمام لوگ میرے ہمخیال اور ہمراے ہو چکے ہین اور ہمکو اور ہمارے ان تمام دوستون کو اپنی عسرت و ناداری کی موجودہ حالتون مین تمہاری استعانت و مددگاری کی ضرورت پیش آگئی ہے -
اور ہم اسوقت اوسی ضرورت کی وجہ سے تمہارے پاس حاضر ہوئے ہین - کعب نے کہا تمکو کیا ضرورت ہے اگر قرض لینا چاہتے ہو تو اپنی بی بیون کو رہن رکھدو - ابونائلہ نے کہا ہمین بی بیون کے رہن مین صرف یہ تامل ہے کہ تم ماشاء اللہ جیسے صاحب حسن و جمال ہو وہ روشن ہے - ہماری بیبیان تمہارے حسن و جمال کے مقابلہ مین اپنی عصمت و وفا پر قایم نہ رہ سکین گی - کعب بولا - اچھا لڑکون کو گروی رکھدو - ابونائلہ بولا ہمین بھی شماتت دنیا کی وجہ سے تامل ہے دنیا کہیگی کہ جن بچون کے واسطے قرض لینے گئے - اونھین کو گرو رکھہ آئے - پھر قرض لیا بھی تو کس کے لئے - ہان ان دونون چیزون کی جگہہ اگر تم ہمارے اسلحات کو رہن کر کے قرضہ دینے کا وعدہ کرو تو ہملوگ رات کو اپنے اسلحات لیکر تمہارے پاس آئین یہ بھی تمکو معلوم ہے کہ آجکل چارون طرف جنگ و قتال کی خبر گرما گرم مشہور ہونے سے انسانکو عموماً اسلحات کی کتنی ضرورت ہوتی ہے یہ سنکر کعب نے کہا اچھا اپنے اپنے اسلحات لے کر تم لوگ رات کو آنا -

ابونائلہ یہ قول و قرار لے کر کعب سے رخصت ہوا - اپنے رفقا سے ملا - اور ساری سرگذشت سنادی - پھر یہ لوگ ملکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین آئے - اور روئداد عرض کی - آپ نے ارشاد فرمایا -

انطلقوا بسم اللہ اللھم اعنھم	خدا کا نام لیکر جاؤ - خدا تمہاری اعانت فرمانے -

رات ہوئی تو یہ لوگ حصار کعب کی طرف روانہ ہوئے - حسن اتفاق سے مہینہ کی چودھوین تاریخ تھی اور رات بھر کی چاندنی - یہ لوگ چلے تو چارون طرف میدان مین چاندنی پھیلی ہوئی تھی - رات کا ہیکوا اچھا خاصہ دن تھا یہ پانچون جوان انصار کعب کے دروازے پر پہونچے - آواز دی - کعب اوسوقت عیش و عشرت کے عالم خاص مین غرق تھا اور دولہا بنا بیٹھا تھا حسین ترین عرب کی ایک دوشیزہ لڑکی سے اوسی دن نکاح کیا تھا - وہ حسینہ تو عطریات اور دیگر خوشبویات مین ڈوبی ہوئی پوری عروس نو بہار بنی تھی اوسی کے ساتھ یہ بھی کپڑون اور بالون مین عطریات و خوشبویات لگائے اوسکے پہلو مین بطرز گلدستہ بنے بیٹھے تھے - آواز سنکر فوراً چلنے لگے - بی بی نے منع کیا اونھون نے کہا جانے دو - ہمارے بھائی اور احباب

بلاتے ہین وہ بولی۔ کہتی ہون۔ نجاؤ۔ مجھکو انکی آواز سے بوئے شرارت آتی ہے۔ کعب نے کہا نہین۔ کوئی غیر نہین سب اپنے ہین۔ ان مین میرا رضاعی بھائی ابو نائلہ بھی موجود ہے اور وہ اسقدر میرے آرام کا خواہان ہے کہ اگر سخت ضرورت کے وقت بھی مجھے سوتا ہوا پائے تو کبھی نہ جگائے۔ تو پھر ایسے لوگون سے اندیشہ کیسا؟ بی بی بولی۔ یہ سب صحیح ہے۔ مگر مین کہتی ہون تم نہ جاؤ۔ ضرور خطرہ ہے۔ کعب نے کہا۔ تم کیسا بے معنی اصرار کرتی ہو۔ تم نہین جانتی ہو ہم ان لوگون سے وعدہ کر چکے ہین۔ اور شرفا کے لئے ایفائے وعدہ فرض اولین ہے۔ یہ کہا اور بی بی سے دامن چھڑا کر قلعہ کے نیچے اوتر آیا۔

اس اثنا مین محمد بن مسلمہ نے اپنے ہمراہیون سے یہ ترکیب قتل کعب کی ٹھیرالی کہ مین اوسکے لمبے بال پکڑلونگا اور اشارہ کرونگا تم تلوار لیکر ٹوٹ پڑنا۔

کعب نیچے آتے ہی ان لوگون سے بلا تکلف ملا۔ تھوڑی دیر تک باہمانہ مراسم تعظیم و تکریم ہوتے رہے اس اثنا مین ابو نائلہ نے کہا۔ کعب کیا اچھی چاندنی ہے۔ کیا تم شب ماہ کی لطف انگیزیون کی سیر کرنا نہین چاہتے؟ آؤ ٹہلتے ہوئے بیر عجوز (ایک قریب کے کنوئین کا نام ہے) تک چلین۔ چاندنی کا لطف اوٹھائین اور باہم گفتگو کا حظ حاصل کرین۔ کعب نے کہا۔ ہان ہان چلو۔ غرض سب ملکر خرامان خرامان چلے۔

اس اثنا مین محمد بن مسلمہ نے کہا۔ کعب۔ حقیقت تو یہ ہے کہ تم سراپا عطر ہو رہے ہو۔ اور ایسی خوشبو تم سے اسوقت آرہی ہے کہ مین نے تو آجتک ایسی خوشبو نہین سونگھی تھی۔ لاؤ ذرا اپنے بال تو مجھے سونگھنے دو۔ کعب نے بڑھا دئے۔ محمد نے خود بھی سونگھے اور ہمراہیون کو بھی سنگھائے۔ پھر چھوڑ دیے۔ اور پھر باتون کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر محمد نے بال سونگھنے کی خواہش کی۔ کعب نے پھر کاکل بڑھا دیے۔ ابکی بار محمد نے اوسکے بالون کو مضبوطی سے اپنی کلائی پر لپیٹ لیا۔ اور رفقا کو اشارہ کیا۔ وہ تلوارین لے کر ٹوٹ پڑے۔ لیکن اتفاق سے کوئی تلوار کام نہین کرتی تھی۔ محمد نے دیکھا دیر ہو رہی ہے فوراً اوس نے کدال نکالی اور اوسکے پیٹ پر رکھکر پوری نیچے اوتار دی۔ کعب نے ایک ایسی چیخ ماری کہ آس پاس کے تمام یہودیون کے قلعون مین اوسکی آواز پہنچ گئی۔

اوسکی بی بی نے کھڑے ہو کر یا آل نضیر۔ یا بنی قریظہ کے نعرے مار کر حمایت طلب کی۔ اودہر انصار کعب کا سر کاٹ کر چلتے ہوئے۔ جلدی مین حارث کو اپنی تلوار سے خود خفیف سا زخم لگ گیا تھا۔

یہودیون نے انصار کا فوراً تعاقب کیا۔ مگر یہ لوگ راہ کاٹ کر دوسری راہ سے اپنے مقام پر پہونچ گئے اور فوراً خدمت رسول صلعم مین حاضر ہو کر کعب کا ناپاک سر پائے مطہر پر ڈالدیا۔ آپ نے تبسم فرما کر انصار کے چہرون کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا افلحت الوجوہ کیسے خوشحال اور بشاش چہرے ہین۔ عقیدت مندون نے فوراً عرض کی وجہک یا رسول اللہ حضور کا چہرۂ مبارک بھی یا رسول اللہ۔ اسکے بعد آپ نے فوراً سجدہ شکر ادا فرمایا اور حارث کے موضع زخم پر لعاب دہن لگا دیا وہ فوراً اچھا ہو گیا۔

صبح کو کعب کے قبیلے والے دربار رسالت مین مستغیث بنکر حاضر ہوئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا وہ مستوجب القتل تھا دین خدا کی اہانت کرتا تھا۔ مسلمان مرد عورتون کی ہجو کرتا تھا اور مسلمانون کے قتل پر دوسری قومون کو برانگیختہ کرتا تھا۔ اوسکا قتل مسلمانون پر واجب تھا۔ اگر اوسکے بعد اب تم لوگ کسی مفسدے کا قصد کروگے تو تم بھی سزا پاؤگے۔ یہودی کو بنی قینقاع کا نتیجہ پیش نظر آگیا۔ اونکے ہوش وحواس اوڑگئے اور اسلام کے ساتھ معاہدہ صلح لکھنے پر آمادہ ہوگئے۔ آپ نے حضرت علیؓ سے یہ صلحنامہ لکھواکر اونھین کے پاس رکھوادیا۔ زرقانی جلد دوم ص ۱۲ بحوالہ ابن سعد۔

شبلی صاحب کا مخوفانہ اختصار

شبلی صاحب نے اس واقعہ کو ضرورتاً اختصار کے ساتھ لکھا ہے۔ اور اختصار بھی ایسا جو بالکل واقعہ کی تلخیص ہے اور وہ بھی اس انداز سے تحریر فرمائی گئی ہے کہ گویا کعب کا قتل محمدؐ بن مسلمہ وغیرہم کی اپنی راے وتجویز کا مقتضا تھا۔ خدا یا رسول کا منشا نہین تھا اسی وجہ سے آپ نے اس واقعہ کے متعلق اوس آیہ قرآنی کو نہین لکھا جس سے قتل کعب کا حکم مستنبط ہے اور جنکو ہم مفسرین ومحدثین کے اسناد متفقہ سے اوپر لکھہ آئے ہین۔ اور نزول حکم کے وقت جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تمام مسلمانون کو اس سے آگاہ ومطلع فرمادینا بھی نقل کرچکے ہین اس شریر النفس یہودی کے جتنے جرائم تھے اونکو شبلی صاحب نے بھی لکھا ہے اور اون سے زیادہ مین نے لکھکر بتلا دیا ہے پھر ان تصریحات کے بعد۔ آپ کا اس واقعہ کو اختصار وتلخیص کے ساتھ اس انداز سے لکھنا کہ رسولؐ اس کے حکم وعمل سے بال بال الگ دکھلائی دین۔ کس سبب سے ہے؟

سبب خاص تو وہی معلوم ہوتا ہے کہ معترضین اور خصوصاً عیسائی مؤلفین کے اعتراض کا قدیم خوف پھر عاید حال ہوگیا کہ وہ کہین گے کہ مسلمانون نے حکم رسولؐ سے کعب کو ظلم وجبر اور حیلہ وعذر سے قتل کرڈالا۔ اسی خوف کے خاموش اثر سے جسکو آپ ظاہر کرنا نہین چاہتے تھے۔ آپ نے اپنی کتاب مین تلمیحاً یہ عبارت لکھدی ہے جسکو ہم ذیل مین نقل کرتے ہین۔

ارباب روایت نے لکھا ہے کہ محمدؐ بن مسلمہ نے آپ کی خدمت مین یہ بھی عرض کیا تھا کہ ہمکو کچھہ کہنے کی اجازت دیجائے۔ ارباب سیر نے اسکے یہ معنی لگائے ہین کہ اونھون نے جھوٹ بات کہنے کی اجازت مانگی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اجازت دیدی۔ اَلْحَرْبُ خِدْعَةٌ یعنی لڑائی مین دہوکا دینا جائز ہے۔ لیکن بخاری کی روایت مین یہ لفظ ہے اَذِّنْ لَنَا فَلْنَقُلْ یعنی ہمکو اجازت دی کہ ہم گفتگو کرین۔ اس سے غلط گوئی کہان نکلتی ہے سیرۃ النبی ص ۲۹۵

ع۔ نشانہ ہونگے ہمین تیر جس کمان سے چلے۔ شبلی صاحب کے نزدیک تمام باتون کے بگاڑنے والے اہل سیرت ثابت ہوتے ہین۔ لیکن میری تحقیق مین علی الاکثر حضرات محدثین ہی ان غلط فہمیون کے پھیلانے کے باعث قرار پاتے ہین اور یہ ظاہر ہے کہ جتنی کثیر التعداد کتابین حدیثون مین لکھی گئی ہین اوتنی سیرت مین نہین۔ چنانچہ اس واقعہ مین شرح زرقانی صفحہ ۱۰ اور ۱۲ پڑہکر دیکھہ لئے جاوین کہ اَلْحَرْبُ خِدْعَةٌ کے مسئلہ کے تسلیم کرنے والے کتنے محدثین کرام ثابت ہوتے ہین پھر

تنہا اہل سیرت کو ملزم بنانا کیسا؟ اور الحرب خدعۃ کے مسئلہ صحیحہ سے آپ کو انکار کیوں ہے؟
یہ مسلمہ متفقہ صرف حکم شریعت ہی کے مطابق نہیں ہے۔ بلکہ قانون فطرت کے بالکل موافق۔ ہر قوم و ملت کے آگے ثابت ہو چکا ہے اور ابتدائے عالم سے لے کر اس دم تک ہر قوم و ملک اور ملت و مذہب میں اسپر عملدرآمد جاری ہے اگر آپ اس مسلمہ سے انکار کریں گے تو پھر آپ کو واقعہ ہجرت میں فرش خواب پر حضرت علیؓ کو سلا دینے اور رسول اللہؐ کے یوں مخفی طور سے چلے جانے۔ اور اس موقعہ پر خدا کے اس عملی حکم فرمانے۔

وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ	جسوقت کافر لوگ تم سے مکر کرتے تھے کہ تم کو قید کرلیں قتل کر ڈالیں یا خارج البلد کر دیں۔ اور وہ مکر کرتے تھے۔ اور خدا اون کے مکر کا جواب دیتا تھا اور وہ بہتر جواب دینے والا ہے مکرین مکر کرنیوالوں کا۔

کے جواب معقول پیش کرنیکے لئے بھی تیار ہو جانا چاہیئے

یہ سب توہمات ہیں۔ جو شبہات و قیاسات سے بھی تخیلات انسانی کے دائرے میں فروتر ہیں ہم نے اس واقعہ کے ذکر و نقل میں پہلے ہی سے آپ کے اس اختصار و تلخیص کے سبب اصلی کو پالیا ہے اور اسی وجہ خاص سے قتل کعب کے واقعہ کو پوری تفصیل کے ساتھ بالکل خدا و رسولؐ کے مطابق ہونا۔ تمام اسناد صحیحہ و شہود قویہ سے ثابت کر دیا ہے اور پوری توجیہ و تصریح کے ساتھ یہ بھی بتلا دیا ہے کہ کعب کی مخالفت اسلام۔ ایذائے رسول انام اشتعال قریش۔ ہتک ناموس مسلمانان۔ وغیرہ وغیرہ۔ ایسے ناقابل عفو جرایم تھے جنکی سزا سوائے قتل کے دوسری نہیں ہو سکتی تھی اور وہی منشائے قدرت بھی تھی۔ اور اوسی کے مطابق تعمیل بھی کیگئی۔

باقی رہی تعمیل کی صورت۔ جسپر شبلی صاحب کی نظر پڑی ہے۔ اور دوسروں کی نظر پڑنے کا بھی خوف ہوا ہے اوسکی حقیقت یہ ہے کہ کعب کے ساتھ لشکر تو تھا ہی نہیں۔ جسکے لئے ہمراہی لشکر مقابلہ کی ضرورت ہوتی اور سامان حرب وضرب درست کرنے ہوتے۔ صرف اوس کی ایک ناپاک ہستی کو ختم کر دینا تھا کہ مفسدوں کے دروازے بند ہو جائیں۔ اس بناپر اوس کو صرف قتل کر دینا تھا اور جب اوسکا اصل قتل حکم خدا و رسولؐ سے متحتم ہو چکا تھا تو اوس کی صورت ظاہری اور اوسکے اقسام و اطراف کی جزئیات سے بحث کرنا محض بیکار ہے۔

قتل ابو رافع سلام بن ابی الحقیق یہودی

کعب کی طرح ابو رافع۔ سلام بن ابی الحقیق۔ یہودی۔ بھی سخت ترین دشمن اسلام تھا۔ جرم و مجرم کی حقیقت و مقدار جب یکساں تھی تو اصول مساوات کی بنا پر صورت سزا بھی مساوی ہونی چاہیئے۔ لہذا ابو رافع نے بھی جسکا نام سلام بن ابی الحقیق یہودی تھا۔ اپنے مظالم کے آخر نتیجے ویسے ہی دیکھے جیسے کعب بن اشرف نے۔ تفصیل آگے آتی ہے۔

قتل ابو رافع کے تعین وقت کی نسبت۔ تنہا اہل تاریخ و سیرت ہی میں اختلاف نہیں ہے۔ بلکہ محدثین میں بھی

زرقانی جلد دوم ص ۱۹۰ میں یہ تمام اقوال جمع کر دیئے ہیں۔ اور انکی تحقیق سے جس زمانہ خاص کو مختار قرار دیا ہے وہ حافظ ابن حجر صاحب کے مختار کے موافق جمادی الاولیٰ (قتل کعب سے دو مہینے بعد) ۳ھ ہجری ہوتا ہے۔ اور اسی کو امام المورخین ابن جریر طبری اور رئیس المحدثین حافظ جمال الدین محدث شیرازی نے بھی اپنا قول مختار قرار دیا ہے ہم اسکی تفصیل کو کتب صحاح اور طبری کے ماخذ متفقہ سے ترجمہ کرکے ذیل میں تحریر کرتے ہیں۔

کعب کے واقعہ میں اوپر بیان ہو چکا ہے کہ اسکے قتل میں صرف قبیلہ کے اوس کے جوانان انصار شریک تھے اور کوئی دوسری قوم و قبیلے کے لوگ نہیں تھے۔ یہان تک کہ انکے ہمسر و ہمچشم قبیلہ خزرج کا ایک فرد واحد بھی شامل نہیں تھا۔ قبیلہ اوس کے اس مخصوص حسن خدمت کے مشاہدے سے قبیلہ خزرج کے انصار کو ایک گونہ مخلصانہ اور عقیدتمندانہ رشک پیدا ہوا اور وہ سمجھے کہ خدمت اسلام کے متعلق قبیلہ والے ہم سے سبقت لے گئے اس بنا پر ابورافع کی مہم کو حاصل کرنے کی خصوصیت کے متمنی ہوئے۔

تاریخ و حدیث دونوں کے شواہد بتلا رہے ہیں کہ کعب اور سلام یہ دونوں سرداران یہود اسلام کے زبردست اور طاقتور دشمن تھے۔ صرف دشمن ہی نہیں۔ بلکہ اپنی فساد انگیزیوں سے دوسری قوم و قبیلے کے لوگوں کو دشمن بنانیوالے مخالفت اسلام اور ایذاے رسول انام علیہ السلام میں دونوں کے حرکات برابر تھے۔ کعب اگر تقریر سے دیگر اقوام و قبائل کو اسلام کا دشمن بناتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ایذا پہونچاتا تھا۔ تو ابورافع اپنی دولت کثیر سے مخالفت اسلام اور ایذاے رسولؐ کے مفاسد و مظالم برپا کرتا تھا۔ کعب کا تو خاتمہ ہو گیا تھا۔ لیکن اسکی موجودگی سے ابھی ویسی ہی اندیشے لگے ہوئے تھے۔ اسی اثنا میں رئیسان خزرج نے اس حسن خدمات کی انجام دہی کے لئے عرض خدمت کی۔ جناب رسولخداؐ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اجازت دیدی۔

اجازت لیکر پانچ دلیر اور پر ہمت جوان۔ عبداللہ بن عتیک اور عبداللہ بن انیس۔ عبداللہ بن عتبہ ابو قتادہ اور ایک شخص جو خزرج کا حلیف تھا۔ اس مہم کی انجام دہی پر روانہ ہوئے۔ جس طرح محمد بن مسلمہ کعب کے واقعہ میں اپنے ہمراہیوں کا افسر تھا۔ اوسیطرح عبداللہ ابن عتیک اپنے ہمراہیوں کا موجودہ مہم میں حاکم مقرر رہا۔ چنانچہ اہل تاریخ و سیر نے کعب کے واقعہ کو سریہ محمد بن مسلمہ کے نام سے اور ابورافع کے موجودہ واقعہ کو سریہ عبداللہ بن عتیک کے نام سے موسوم کیا ہے۔

ان دونوں واقعات میں ہر قرینہ سے پوری مماثلت ثابت ہوتی ہے لیکن موقع میں البتہ اختلاف پایا جاتا ہے کعب کا حصار مدینہ سے بالکل قریب تھا۔ اور ابورافع جو کنانہ بن ابی الحقیق (شوہر اول حضرت صفیہؓ) کا اپنا بھائی تھا۔ خیبر کے قریب جا بسا تھا۔ اور عین قریش کی راستہ پر اسکا حصار واقع تھا۔ اور وہیں اسکی تجارت کے مال خانے بھی تھے۔ یہ دونوں بھائی۔ کنانہ اور ابورافع بڑے کثیر المایہ تجار تھے۔ اور چونکہ تمام علاقۂ حجاز کی تجارت اسکے ہاتھ میں تھی۔ اسلئے دونوں تجار

حجاز کے لقب خاص سے مشہور تھے۔ اس بنا پر جو لوگ کعب کے واقعہ مین شریک تھے اونکو مدینہ سے آگے جانیکی زحمت نہین ہوئی۔ بخلاف انکے ابو رافع کی مہم والون کو بہت دور جانے کی تکلیف اوٹھانی ہوئی۔

لیکن یہ ہمت۔ ہمت مردان مدد خدا۔ منزل مقصود تک پہونچ ہی گئے۔ عبداللہ بن عتیک خود بیان کرتے ہین کہ ہملوگ غروب آفتاب کے وقت حصار ابو رافع کے نزدیک پہونچ گئے۔ ہم نے اپنے ہمراہیون کو قلعہ کے قریب ایک علیحدہ گوشہ مین ٹھہلادیا اور اون سے کہا کہ مین قلعہ مین جانیکی فکر مین جاتا ہون۔ تم یہین بیٹھے رہنا ضرورت کے وقت ہم تمہین آواز دین تو تم چلے آنا۔ یہ کہکر مین دروازہ قلعہ کے پاس آیا۔ تو دیکھا دربان قلعہ کا دروازہ بند کرنے کو بالکل تیار ہے مین دروازے کے قریب قضاے حاجت کے حیلہ سے بیٹھگیا۔ اوس نے مجھے دیکھکر کہا اے بندۂ خدا اگر تجھے قلعہ مین آنیکی ضرورت ہو تو جلد آ۔ ورنہ مین دروازے بند کردونگا۔ تو پھر رات بھر آنا ممکن نہ ہوگا۔ یہ سنکر مین دروازے کے اندر چلا آیا۔ اور ایک گوشہ مین چھپ رہا۔ دربان نے کواڑ بند کردیے اور مکانات قلعہ کی کنجیان دیوار مین لٹکادین۔ مین اپنے مقام پر بیٹھا ہوا دیکھا کیا جب وہ لیٹ کر غافل سو گیا۔ تو مین چپکے سے اوٹھا اور کنجیون کا گچھا لیکر چلتا ہوا قلعہ کے دروازے کے نیچے آیا کان لگائے تو مجھے ابو رافع کی آواز قلعہ کے بالائی حصہ پر معلوم ہوئی۔ اور ایسا معلوم ہوا جیسا کہ امراے عرب کا دستور قدیم تھا کہ رات کو کھانے کے بعد ایک داستان گو سے داستانین سنا کرتے تھے اور سنتے سنتے سو جاتے تھے۔ ابو رافع بھی اوسوقت اسی شغل مین تھا۔ وہ اپنے بستر خواب پر جاچکا تھا۔ اور ایک داستان گو اسے قصہ سنا کر گویا اسے سُلا رہا تھا۔ مین وہین منتظر کھڑا استنسار رہا۔ یہانتک کہ داستان گو کی آواز موقوف ہوگئی۔ اور مجھے یقین ہوگیا کہ ابو رافع سوگیا۔ اور داستان ختم ہوگئی مین نے مزید احتیاط کے خیال سے قصداً تھوڑا اور عرصہ لگایا۔ اور جب مجھے پورا یقین ہوگیا کہ اب قلعہ مین کوئی متنفس جاگتا نہین ہے۔ تو مین نے کنجیون سے دروازے کھولنے شروع کردیے۔ اور اسیطرح ایک کمرے کے بعد دوسرا کمرہ کھولتا ہوا اوس خاص کمرہ مین پہونچا۔ جہان ابو رافع سو رہا تھا مین دروازے پر کھڑا رہا۔ روشندانون سے چاندنی کمرے مین تمام پھیلی ہوئی تھی۔ مین نے دیکھا کہ وہ تنہا نہین سو رہا ہے۔ اوسکے تمام بال بچے ارد گرد سو رہے ہین۔ مین نے اس ننگ و عار کے خیال سے کہ سوتے مین مارنیکی وجہہ سے عرب مین میری بڑی بدنامی ہوگی۔ اس لیے مین نے بڑی دلیری سے ابو رافع کو آواز دی۔ اور کہا۔ ابو رافع سنو! ابو رافع فوراً جاگ پڑا لیکن اوس کے سب بال بچے پڑے سوتے رہے۔ اون مین سے ایک بھی بیدار نہ ہوا۔

ابو رافع جیون میرے پاس آیا۔ مین نے اوسکو تلوار سے مار گرایا۔ لیکن چونکہ قبل ہی سے مین خود خوف زدہ ہو رہا تھا اس لئے ضرب کاری نہ پڑی۔ اور مین وہان سے لوٹ پڑا۔ اس اثنا مین مجھے خود محسوس ہوا کہ اوسکو پوری ضرب نہین لگی۔ زخم اچھا ہے۔ یہ تو مین نے کچھ نہ کیا۔ نہ اوسی کا کام تمام ہوا اور نہ میرا یہ سوچکر مین پھر لوٹا۔ تو مین نے اوسکو وہین زمین پر پڑا پایا۔ لیکن اوسکی بی بی جاگ اوٹھی تھی۔ اور زور زور سے پکار رہا تھا۔ وہ کہتی تھی کہ مین نے بلانے والے کی آواز سنکر پہچان لی ہے

عبداللہ بن عتیک کی آواز تھی۔ ابورافع کہہ رہا تھا۔ اور یہ تو فقط عبداللہ بن عتیک اتنی دور سے رات کے وقت خصوصاً ایسی حالت میں جب قلعہ کے تمام دروازے بند ہو چکے ہیں یہاں کیسے چلا آسکتا ہے۔ یہ گفتگو ہو رہی تھی اور اوس کی بی بی اوس کے پاس آنا ہی چاہتی تھی کہ مین پہونچ گیا۔ اور پہونچنے کے ساتھ ہی اوسکے پیٹ پر چھری رکھکر نیچے تک اوتار دی اور اوس کو خون مین لوٹتا ہوا چھوڑکر فوراً لوٹا۔ اور بڑی تیزی سے بالائی حصہ سے اوترکر نیچے کے حصہ مین آیا۔ جلدی مین اوپر سے نیچے اوترنے مین پاؤن چھوٹ پڑا اور مین گر پڑا پاؤن کی پھلی مین سخت چوٹ آگئی۔ نیچے آکر مین نے جلدی سے اپنا عمامہ اوتارکر ساق پا کو باندھا۔ اور اپنی ایک ہی ٹانگ سے افتان وخیزان دروازہ قلعہ پر پہونچا۔ چپ کے سے کواڑ کھولے اور اپنے رفقا سے ملگیا۔ اور پھر ہم سب مل کر مدینہ کی طرف غیر متعارف راستہ سے روانہ ہو گئے۔

مدینہ پہونچکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا روئداد عرض کر دی۔ آپ نے اپنا دست مبارک میرے موضع ضرب پر مس کر دیا اور میرا درد لنگ جاتا رہا۔

محدث شیرازی اس تفصیل کے ساتھ اس واقعہ کو تحریر فرما کر آخر مین یہ عبارت لکھتے ہین۔

این روایت در قتل ابورافع در صحیح بخاری مسطور است و در اکثر کتب سیر قتل وے بطرق دیگر مروی گشتہ داآنچہ در صحاح است اولی تراست بایراد روضۃ الاحباب ص ۲۵۱	ابورافع کے قتل کی یہی روایت صحیح بخاری مین لکھی ہے اکثر کتب سیرت مین دوسرے طریقوں سے بھی مروی ہے لیکن جو طریقہ کہ صحاح مین ہے اوس کا استنباط کرنا مناسب تر ہے۔

قتل ابورافع کا قریب قریب ایسے ہی واقعہ تاریخ طبری اور تاریخ ابن ہشام مین بھی لکھا ہے۔ طبری ص ۱۳۷۵ ابن ہشام ص ۱۹۰ ج ۲۔

غزوہ احد

(۷ شوال پنجشنبہ ۔ ۳ ہجری)

لَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ

نہ افسردہ خاطر ہو۔ نہ ملول ہو۔ تم اونچے ہو کر رہو گے۔ اگر تم لوگ ایمان والے ہو۔ (آل عمران)

شکست بدر سے ۔ غم و الم اور مصیبت و ماتم ۔ کفار قریش مین ۔ جس شدت کے ساتھ برپا تھا اوسکے تفصیلی حالات ہم اوپر لکھ چکے ہین یہ قریش کے تمام قبائل اور اونکے ساتھ بیرونجات کی قومون کے وہ تمام لوگ جنکے اعزہ واقارب واقعہ

بدر مین شریک ہوکر مقتول ہوئے تھے تنہا گریہ کنان اور نوحہ خوان ہی نہین تھے بلکہ شغل گریہ وزاری کے ساتھ وہ ہمہ دم مسلمانون سے عوض و قصاص کے لینے کی تدبیرون مین اپنا آپ لہو پی رہے تھے۔ دنیا جانتی ہے۔ عرب کی ایسا ملک۔ جہان صرف ایک تن واحد کے قتل کر دینے کیلئے حریف سے جنگ برپا ہوکر نسلاً بعد نسلاً اور بطناً بعد بطناً سلسلہ محاربت قایم رکھا جاوے وہان بیکبار ستر آدمی کے قتل کئے جانے مین عوض و قصاص مقتولین کی طرف سے خاموشی اختیار کرلیجائے کیسے ممکن ہے۔ پھر مقتولین بھی کیسے۔ جو ممتاز ترین قوم تھے۔ اور معزز ترین قبائل۔

قریش مین نوحہ خوانی کے ساتھ قصاص کی سلسلہ جنبانی بھی جاری تھی۔ غزوۃ السویق کے ذکر مین ابوسفیان قریشیون کی جدید میر سامان کی سیو دیون کے ساتھ مخالفت اسلام کی تدبیرون مین ریشہ دوانی اور پریبان ہو چکی ہے اس بنا پر یقین کرلینا چاہیئے کہ قریش ایک دم کے لئے بھی اپنے اس خیال و تدبیر سے غافل نہین تھے لیکن ابوسفیان جو اسوقت تمام کفار عرب اور مشرکین قریش کا سردار تھا۔ جن سامانون سے آیندہ مقابلۂ اسلام (اُحد) مین آیا ہے اونھین سے اندازہ کرلیا جاسکتا ہے کہ اس کروفر اِس ساز و سامان اور اس خدم و حشم کی ترتیب و تزئین مین کتنا وقت اور کتنا سرمایہ صرف ہوا ہوگا۔

غزوۃ السویق سے لوٹ آنے کے بعد۔ ماتم نشینان قریش مین سے چند منتخب نمود اران قریش بسرکردگی عکرمہ بن ابی جہل۔ ابوسفیان کے پاس آئے اور قصاص بدر کے معاملہ مین عجلت کی ساتھ عمل پیرا ہونیکے لئے ایک طول و طویل زبانی درخواست کرنیکے بعد۔ کہنے لگے کہ ہماری سب کی متفقاً یہ رائے قرار پائی ہے کہ قوم کے منافع کی رقم خاص جو آپ کی تحویل مین موجود ہے وہ کل کی کل اس فرض کی ادا کاری مین صرف کردیجائے۔ اسکے علاوہ وہ سرمایہ بھی جو تمام قوم و قبائل سے اِس ضرورت خاص کے لئے طلب کیا جائے گا۔ اسی مہم مین اوٹھایا جائیگا۔ اور اوسکی فراہمی کیلئے ہملوگ خاص طور پر ذمہ دار ہوتے ہین۔

ابوسفیان نے اونکی اس درخواست کو قبول کرلیا لیکن ابوسفیان اور اوسکے تمام ہمخیال اور ہمزبان جانتے تھے۔ صرف جانتا ہی نہین بلکہ کامل طور سے اندازہ کرچکے تھے کہ اب اہل اسلام اپنی قوت اور جمعیت کے لحاظ سے وہ نادار نا پرسان بیے یار و مددگار قوم نہین رہے تھے۔ بلکہ ایسے تھے اور اتنے ہو چکے تھے کہ اونکی مخالفت اور مقابلت کے لئے اب ایسے اور اتنے سامانون کی ضرورت تھی جو بدر کے سامان گذشتہ سے کہین زیادہ ہو۔

ابوسفیان نے کیا۔ تمام قریش نے اس ضرورت کو ابتدا ہی سے مدنظر رکھا۔ عکرمہ بن ابی جہل نے بیرونی امداد کے لئے یہ انتظام کیا کہ مقتولین بدر کے اعزہ اور مشرکین مکہ کے عمائد و روسا کا ایک حلقہ ماتم مرتب کرکے جن مین عرب کے دو فصیح اللسان اور سحر البیان شاعر۔ عمر بن جمحی۔ اور مسافع بھی شامل تھے۔ گرد و نواح کے ایک ایک قوم و قبیلہ کے پاس حاضر ہوا۔ اور قصاص بدر کے ضروری اور واجب التعمیل مسئلہ کی نسبت اونکو برانگیختہ کیا۔ اور امداد طلب کی اعزائے مقتولین کی نوحہ خوانی یا اعزائے قریش کی حاضری یا موجودگی نے لوگون کے قلوب پر اتنا اثر نہین کیا۔ جتنا ان دونون شاعرون کی جادو زبانی نے تمام قوم و قبائل

میں مخالفت اسلام کی آگ بھڑکا دی۔ ان دونوں شاعروں میں عمرو بن جمحی وہی احسان فراموش شخص تھا جو جنگ بدر میں گرفتار ہو چکا تھا حضرت عمرؓ نے جسکے دانت تڑوا دینے چاہے تھے لیکن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خاص اخلاق واشفاق کے تقاضے سے رہا فرما دیا تھا۔ اس احسان کی یہ منت گذاری تھی اور اُس عنایت و رعایت کی یہ معاوضت رکھکر کو بہرحال اپنی موجودہ تحریک و تدبیر میں پوری کامیابی ہوئی اور لوگوں نے بڑے ایثار نفس کے ساتھ جان و مال سے اس مہم میں امداد کی۔

ابوسفیان کا سازو سامان جنگ

ابوسفیان نے ابوجہل سے کہیں زیادہ تجمیع و ترتیب فوج میں بڑی کشادہ دلی سے کام لیا پچاس ہزار مثقال سونا جو منافع تجارت کا آئی تحویل میں تھا۔ انھیں سامانوں میں صرف کر دیا ابوسفیان کی اسی ایثار باطل کا اشارہ قرآن مجید کے اس آیہ میں کیا گیا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ فَسَيُنفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ	وہ لوگ جو کافر ہیں اپنے مال کو دین خدا کے روکنے میں خرچ کرتے ہیں۔ انھیں لوگوں پر عاقبت میں۔ حسرت آنے والی ہے اور یہی لوگ مغلوب ہونے والے ہیں۔ زرقانی جلد دوم ص ۲۴

اتنی بڑی رقم کثیر کے صرف سے تین ہزار آہن پوش جوانوں کا لشکر۔ اسلام کا نام مٹانے اور مسلمانوں کا خون بہانے کے لئے طیار ہو گیا۔ راحلہ کا اتنا وافر انتظام کیا گیا کہ لشکر کی باربرداری کی تمام ضرورتوں کو پورا کرنے کے بعد پانچسو اونٹ اور دو سو گھوڑے کوتل رکھے گئے۔ اسلئے کہ ضرورت کے وقت کام آئیں۔

کافرہ عورتوں کا بینڈ

ابوسفیان کے انتظاموں میں سوائے افراط و بہتات کے اور کوئی نوعیت ایسی نہیں تھی جو بیان کے قابل ہو لیکن ہاں ایک نوعیت جو آئی جدت طبع کا خاص نمونہ تھی وہ البتہ قابل ذکر ہے اور اسی لئے تمام مورخین و محدثین نے اسکو خصوصیات کے ساتھ بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ لشکر کی تمام تزئین و آرائش کے سامانوں کے ساتھ ابوسفیان نے ممتاز ین قریش کی بہت سی عورتیں بھی ہمراہ لے لی تھیں اسلئے کہ وہ اپنے جمال جہان آرا اور نغمہائے دلآویز و دلربا سے جوانان قریش کو پرجوش و تازہ دم بنایا کریں۔

بہرحال جو ضرورت ہو اوس سے بحث نہیں لیکن جیسا کہ آئندہ واقعات سے ثابت ہوتا ہے۔ لشکر میں اس صنف نازک کا شمول۔ ابوسفیان کی کامیابیوں کے حصول کا ذریعہ ضرور ظاہر ہوا خصوصاً ہندہ۔ زوجہ ابوسفیان کی مخفی کارروائیوں سے اسلام کو بظاہر بڑا نقصان پہونچا یا تفصیل یہ ہے کہ ہندہ زوجہ ابوسفیان کے باپ عتبہ بن ربیعہ کو حضرت حمزہؓ نے بدر میں قتل کیا تھا اور جبیر بن مطعم کے چچا کو بھی آپ ہی نے قتل فرمایا تھا اس بنا پر حضرت حمزہؓ کا قتل ہندہ کو ہمیشہ مد نظر تھا۔ روانگی سے پہلے ہندہ نے جبیر بن مطعم کے غلام وحشی کو۔ جو کہ کا مشہور جنگجو تھا اور جس سے انکو ربط خاص تھا حضرت حمزہؓ کے قتل پر آمادہ کر لیا تھا چنانچہ وحشی نے اپنا وعدہ پورا کیا جیسا کہ عنقریب سلسلہ بیان سے ظاہر ہوگا۔ شبلی صاحب نے ان عورتوں کے یہ نام بتلاتے ہیں۔

(۱) ہند۔ عتبہ کی بیٹی امیر معویہ کی ماں
(۲) ام حکیم۔ عکرمہ (فرزند ابوجہل) کی بیوی
(۳) فاطمہ۔ حضرت خالد (ابن ولید) کی بہن
(۴) برزہ مسعود ثقفی رئیس طائف کی بیٹی
(۵) ریطہ۔ عمرو عاص کی زوجہ
(۶) خناس۔ حضرت مصعب ابن عمیر کی ماں

سیرۃ النبی جلد اول ص ۲۷۱

مدینہ میں قریش کی خبر

جب لشکر قریش کی طیاری ہو چکی اور وہ مکہ سے مدینہ چلنے لگے۔ تو حضرت عباس بن عبد المطلب نے جو قبول اسلام کے بعد مدینہ سے مکہ واپس چلے آئے تھے۔ ایک قاصد تیز رفتار کے ہاتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اس عظیم فوج کشی کی خبر پہونچادی اور قاصد کو تاکید کردی کہ تین دن کے اندر آنحضرت صلعم کے پاس مدینہ میں پہونچ جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

پانچویں شوال کو آنحضرت صلعم کو یہ خبر ملی۔ آپ نے سُنکر ارشاد فرمایا۔

حسبنا اللہ نعم الوکیل اللھم بک احول و بک اصول۔ ہمارے لئے خدا کافی ہے۔ پروردگار تجھی سے مجھ میں قوت ہے اور تجھی سے ابتدا ہے

اسکے بعد آپ نے دو مخبروں کو جو قبیلہ انصار سے تھے۔ جنکے نام انیس و مونس تھے مکہ کی راہ تفحص احوال کی غرض سے بھیجدیا۔ دونوں مخبروں نے فوج غنیم کے مشاہدے کے بعد خدمت رسول میں عرض کی کہ مشرکین کا لشکر مقام عریض میں مقیم ہے اور قبائل انصار کو بالکل تباہ و برباد کر چکا ہے۔ آپ نے خبّاب بن منذر کو دوبارہ تصدیق حالات کیلئے بھیجا۔ اور انھوں نے فوج غنیم کے تمام جزوی اور کلی حالات سے پورے طور پر مطلع کیا۔ چونکہ قریش سے مدینہ پر فوری تاخت کا قوی اندیشہ تھا اس بنا پر آنحضرت نے شہر کے چاروں طرف پہرے بٹھلادئے اور حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ۔ یہ دونوں سرداران انصار دن رات ہتھیار باندھے مسجد نبوی کے دروازے پر کھڑے پہرہ دیتے تھے۔

مقابلہ کی تجویز اور صحابہ سے مشورت

شہر کی حفاظت کا کامل انتظام فرماکر آنحضرت صلعم نے مقابلہ و مقاتلہ کی طرف توجہ فرمائی آپکی تجویز یہ تھی کہ مدینہ کے اندر رہکر غنیم کی مدافعت کیجائے۔ اس امر خاص میں صحابہ کا استمزاج لیا۔ رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی سلول۔ جو بظاہر اسوقت تک اسلام کا شریک و رفیق تھا اور اس موقع پر بھی حاضر تھا۔ کہنے لگا میں تو آپ سے یہ کہوں گا کہ آپ مدینہ میں بیٹھے بیٹھے قریش سے مقابلہ کریں۔ کیونکہ سالہا سال کے تجربہ سے مجھے یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ جب ہم لوگوں نے مدینہ میں رہکر دشمنوں سے مقابلہ کیا ہے ضرور فتحیاب و فیروزمند ہوئے ہیں اور اگر باہر جاکر ان سے مقابلہ کیا ہے ضرور ناکامیاب ہوئے ہیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میری بھی یہی رائے ہے۔

وہ انصار جو جنگ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے ایکبار بول اٹھے کہ ہم کو اس رائے سے اختلاف ہے ہم کو بدر کے تجربہ نے بتلادیا ہے کہ ہم مدینہ سے باہر جاکر غنیم پر فتحیاب ہوتے ہیں۔ اس بنا پر ہم کو قریش سے اس معرکہ میں بھی باہر ہی نکل کر مقابل ہونا چاہئے۔ اتفاق سے اکابر صحابہ جن میں حضرت حمزہ۔ سعد بن عبادہ۔ نعمان بن مالک وغیرہم کے نام خصوصیت سے بتلائے گئے ہیں۔ اس تجویز و صلاح کے موید نکلے۔ اور عرض کرنے لگے کہ مدینہ میں بیٹھکر مقابلہ کرنے سے کفار کی ہمت و جرأت بڑھ جائے گی۔ اور وہ سمجھنے لگیں گے کہ مسلمان ہماری کثرت اور سامان سے خائف

ہو کر باہر نکلنے کی جرأت نہ کر سکے اور گھر میں بیٹھے بیٹھے ہمارے مقابلہ کا ارادہ رکھتے ہیں۔ پس اسوجہ سے یہ تجویز اسلام کی عزت اور شجاعان اسلام کی جرات وہمت کے مخالف ہے۔

ان لوگوں نے اپنی موجودہ رائے دمختار پر اسقدر اصرار کیا کہ آخر کار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں کی رائے وتجویز کو اختیار کیا اور پھر آپ گھر میں تشریف لے گئے۔ اور سلاح جنگ سے آراستہ ہو کر باہر تشریف لائے۔ اس اثنا میں پھر انصار میں مسئلہ زیر بحث پر گفتگو ہوئی۔ سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر نے انصار سے مخاطب کرکے کہا کہ ہم لوگوں نے رسول اللہ کی تجویز سے مخالفت کی ہے۔ یہ اچھا نہیں کیا ہے۔ گو کہ غلبہ رائے ہماری ہی طرف ہے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رائے اس غلبہ کے خلاف تھی۔ ہم کو اس کا خیال کرنا چاہتا تھا۔ سب نے کہا اگر تمہاری رائے میں ایسا ہی ہے جیسا تم کہتے ہو تو ہم اپنی رائے واپس لیتے ہیں۔

اس اثنا میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عصمت سرائے رسالت سے باہر تشریف لائے۔ سر پر دستار بندھی تھی جسم مبارک پر زرہ آراستہ تھی۔ ادہمی کا کمر بند تھا۔ اس میں ترکش لگا تھا۔ پشت مبارک پر سپر۔ دوش اقدس پر کمان گلوئے اطہر میں شمشیر حمائل اور دست مطہر میں نیزہ خاراشکن تھا۔ اس مجاہد فی سبیل اللہ کی حقیقی شان وشوکت کو دیکھکر اخلاص مندان اسلام کی جوش عقیدت میں ایک غیر متحمل تحریک پیدا ہو گئی۔ اور سب کے سب موجودہ سطوت وجلالت رسالت کو دیکھکر فوراً کھڑے ہو گئے۔ اور سب نے دست بستہ عرض کی کہ ہم نے حضور کو باہر نکلکر مقابلہ کرنیکی بیکار زحمت دی ہے ہم اپنے ان معروضات کو واپس لیتے ہیں۔ جو تجویز ہو چکا ہے اسی پر عمل فرمایا جائے۔ ارشاد ہوا کہ پیغمبروں کی خصوصیات میں داخل ہے کہ سلاح جنگ باندھ کر پھر قبل از نتیجہ جنگ کمر نہیں کھولتے۔ واللہ یفعل ما یشاء وھو علی کل شئ قدیر۔

جمعہ کا دن تھا اور نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ اسلئے جمعہ کی نماز پڑھا کر آپ نے ایک طولانی خطبہ میں جہاد فی سبیل اللہ پر تقریر فرمائی۔ اور موجودہ مقابلہ کفر واسلام کے متعلق آپ نے کھلے کھلے اور صاف صاف الفاظ میں تمام اہل اسلام کو بتلا دیا۔

ان لھم النصر ما صبروا وامرھم بالتھیوء لعدوھم — اس شرط پر تمہاری فتح ضرور ہے کہ تم صبر وتحمل سے کام لو اور بلا شرکت نفس اپنے دشمن سے مقابلہ کرو۔

زرقانی ص۲۶ ج۲

لشکر اسلامی اور اسکا جائزہ

جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر موکب رسالت بیرون شہر خیمہ زن ہوا۔ لشکر ہمراہی کا جائزہ لیا گیا۔ عبد اللہ بن ابی سلول کے تین سو ہمراہیوں کو لیکر مجموعاً ایک ہزار جان نثار رکاب میں حاضر پائے گئے جنمیں کل سو جوان زرہ پوش تھے۔ بدر کی طرح اس موقع پر بھی غیر مکلف مہاجر وانصار کے کمسن لڑکے فرط اخلاص وعقیدت سے مجاہد اسلام بننے کے شوق میں لشکر کے ہمراہ ہو گئے تھے۔ مورخین ومحدثین عبد اللہ بن عمر۔ زید بن ثابت۔ اسامہ بن زید۔ زید بن ارقم۔ براء بن عازب۔ اسید بن ظہیر۔ عرابہ بن اوس۔ ابو سعید خدری۔ سمرہ بن جندب اور رافع بن خدیج کے نام لکھتے ہیں۔

جائزہ کے وقت ان تمام پرجوش اور خوش عقیدہ لڑکوں کو غیر مکلف ہونے کی بنا پر سابق کی طرح مدینہ لوٹ جانیکا

حکم صادر ہوا۔ ان میں آخر صاحب۔ رافع بن خدیج نے بڑی ذہانت سے کام لیا۔ جائزہ کے وقت اپنی بلند قامتی کے اظہار کی ضرورت سے یہ اپنے پاؤں کے انگوٹھے پر کھڑے ہو گئے۔ اسلئے انتخاب میں آ گئے۔ اور اسید بن حضیر نے ان کی سفارش کی اور عرض کی کہ تیر اندازی میں یہ مشاق ہو چکا ہے۔ ان تمام پرجوش اور خوش عقیدہ لڑکوں کو تو نہیں لیکن سمرہ بن جندب کو بڑا رشک ہوا۔ اس نے خدمت رسولؐ میں عرض کی کہ رافع اگر منتخب ہوا تو اس سے قوت وطاقت میں میں کہیں زیادہ ہوں۔ میں بھی منتخب کر لیا جاؤں۔ اور مشاہدے کے طور پر میرے اور رافع کا مقابلہ کرالیا جاوے جب میں انھیں گرادوں تب میرا انتخاب کیا جاوے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبسم زیر لب فرما کر سمرہ کی درخواست قبول فرمالی۔ دونوں میں کشتی ہوئی۔ اور سمرہ نے حسب الوعدہ رافع کو زمین پر گرادیا۔ آنحضرت صلعم نے رافع کے ساتھ ان کو بھی منتخب کر لیا۔

ترتیب فوج اور حفاظت لشکر

جائزہ کے بعد لشکر کی ترتیب کی گئی۔ بدر کی طرح تین علم فوج آراستہ ہوئے۔ قبیلہ اوس کا علم اسید بن حضیر کو عنایت کیا گیا۔ خزرج کا۔ خباب بن منذر کو اور بعض روایت کے مطابق سعد بن عبادہ کو۔ مہاجرین کے فوج کا علم خاص حضرت علی مرتضیٰ کو اور بروایتے مصعب ابن عمیر کو عنایت ہوا۔ اور عبداللہ ابن ام مکتوم کو مدینہ کا نگران کار بنا کر شہر میں بھیجدیا گیا اور لشکر اسلام احد کی طرف روانہ ہو گیا۔ سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ ننگی تلواریں کھینچے مرکب رسالت کے آگے آگے جاتے تھے۔ اس دن قبیلہ بنی النجار تک پہونچکر شام ہو گئی۔ اور لشکر اسلام وہیں مقیم ہو گیا۔ لشکر میں نہایت بدتمیزانہ شور وشغب کی آواز آئی۔ جو ناگوار طبع ہوئی۔ استفسار کیا گیا تو معلوم ہوا کہ عبداللہ ابن ابی سلول کے ہمراہی شور وہنگامہ کر رہے ہیں۔ ارشاد ہوا۔ لاتستنصروا باھل الشرک علی اھل الشرک "نہ اہل شرک کو مدد پہونچانی چاہئے اور نہ ان سے مدد لینی چاہئے۔" محمد بن مسلمہ کو پچاس جان نثاروں کے ساتھ رات کے وقت لشکر کی پہرہ داری کا حکم ہوا۔ یہاں سے لشکر قریش بالکل قریب تھا۔ اور اتنا کہ ایک دوسرے کی جماعت کو بخوبی دیکھ سکتا تھا۔ ابوسفیان نے عکرمہ بن ابی جہل کو فوج کی پہرہ داری پر تعینات کیا۔

خیمہ خاص کی حفاظت کے لئے آپ نے فرمایا۔ میری حفاظت کون کرتا ہے۔ ایک طرف سے آواز آئی "میں" ارشاد ہوا تم کون ہو۔ جواب آیا۔ ذکوان۔ آپ نے فرمایا بیٹھے رہو۔ پھر آپ نے فرمایا۔ میری حفاظت کون کرتا ہے پھر آواز آئی۔ میں۔ استفسار ہوا کون۔ جواب ملا۔ ابن عبد قیس۔ ارشاد ہوا اچھا تم بھی حاضر رہو۔ تیسری مرتبہ پھر وہی سوال کیا گیا۔ جواب ملا میں۔ پوچھا گیا کون ہے۔ جواب آیا۔ ابورافع۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے حکم دیا میرے تینوں محافظ کھڑے ہو جائیں۔ اب کھڑے ہونے والوں میں تنہا ذکوان کھڑا ہو گیا۔ آپ نے تعجب میں آ کر ذکوان سے پوچھا کہ وہ تمہارے دونوں ہمراہی کہاں گئے۔ اس نے عرض کی کہ تینوں بار میں ہی نے حکم پر لبیک کہی تھی۔ پہلے بار میں نے اپنا نام بتلایا۔ دوسرے بار اپنی ابنیت اور تیسرے بار اپنی کنیت۔ میرا پورا نام۔ ذکوان۔ ابورافع ابن عبد قیس ہے۔ آپ اس کی عقیدتمندانہ اور مخلصانہ ذہانت اور مطابقت سے بیحد مسرور ہوئے اور فرمایا۔ حفظک اللہ تعالیٰ۔ اچھا اب اٹھو اور

اپنا کام کرو۔ خدا تمہیں محفوظ رکھے۔ حکم پاتے ہی ذکوان اُٹھا۔ زرہ پہنی۔ سپر دوش سے لگائی اور رات بھر خیمہ رسول اللہ صلعم اور لشکر اسلام کی پہرہ داری کی۔ زرقانی ص ۲۰۔ روضۃ الاحباب ص ۲۵۶ لکھنؤ۔

چھٹی شوال کو نماز صبح جماعت سے پڑھکر لشکر اسلام نے کوچ کیا۔ ابوحثیمہ حارثی دلیل لشکر تھے۔ اور لشکر کو نشیب و فراز راہ سے آگاہ کرتے جاتے تھے۔ تھوڑی دیر میں لشکر اسلام فوج غنیم کے مقابل میں پہونچگیا۔ کوہ احد مدینہ منورہ سے ڈیڑھ دو میل کے فاصل پر واقع ہے۔ امام قسطلانی کی تحقیق میں عبداللہ بن ابی سلول اسی منزل سے اپنے ہمراہیوں کو لیکر واپس گیا۔ اسی کے ساتھ عبداللہ بن عمر بن خرام بھی چلتا ہوا۔ ہرچند اس کے ہمقوم و قبیلہ لوگوں نے سمجھایا کہ عین وقت پر دغا دینی شرافت کے خلاف ہے۔ لیکن اس منافق نے ایک نہ سُنی۔

عبداللہ بن ابی سلول کی لشکر اسلام سے علیحدگی

عبداللہ بن ابی سلول نے کہا کہ محمد صلعم نے میری صلاح سے کام نہ لیا۔ اور نوجوانوں اور محض ناتجربہ کاروں کی مشورت پر عمل پیرا ہوئے۔ اسلئے ہم کو ان کی شرکت و رفاقت منظور نہیں۔ یہ کہا اور چلتا ہوا۔ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی دغا کی جب اطلاع ہوئی تو آپ نے کچھ بھی تعرّض نہ فرمایا۔ لایلتفت الیہ (زرقانی ص ۲۱) اس کی حرکات پر کوئی التفات نہ فرمائی۔

فوج سے خلاف امید عین وقت پر تین سو جمعیت کے بیک بار نکل جانے سے فوج اسلامی میں ایک ہراس پیدا ہوگیا بعض خالص الایمانوں نے اسی وقت ان دغابازوں کو تہ تیغ کر دینا چاہا۔ اور بعضوں نے کچھ تعرض کرنا نہ چاہا۔ زرقانی صحیح بخاری کی اسناد سے اس واقعہ کو اس صورت میں لکھتے ہیں۔

عن عبداللہ بن زید لمّا خرج رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی غزوۃ احد رجع ناس ممن خرج معہ وکان اصحابہ صلعم فرقتین فرقۃ تقول نقاتلھم و فرقۃ تقول لانقاتلھم فنزل فمالکم فی المنافقین فئتین واللہ ارکسھم بماکسبوا وقال انھا طیبۃ تنفی الذنوب کما تنفی النّار خبث الحدید وھذا ھو الاصح فی سبب نزولھا۔

عبداللہ بن زید سے مروی ہے کہ جب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ احد کیلئے چلے تو کچھ لوگ (عبداللہ بن ابی وغیرہم) جو آپ کے ساتھ نکلے تھے واپس گئے۔ اسوجہ سے طبقہ صحابہ میں دو قسم کے لوگ ہوگئے ایک کہتے تھے کہ ان واپس جانیوالوں کو قتل کر دینا چاہیئے۔ دوسرے کہتے تھے ان کو جانے دینا چاہیئے۔ اور تعرض نہ کرنا چاہیئے۔ چنانچہ یہ آیہ وافی ہدایہ نازل فرمایا گیا۔ کہ منافقین کے بارے میں دو فرقے ہونیکی کوئی ضرورت نہیں اسلئے کہ خدائے سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے عمل کی سزا میں بھی ان کو ان کی اصل حالت (کفر) کی طرف لوٹا دینا ہے۔ آنحضرت صلعم نے یہ آیت سناکر مسلمانوں سے ارشاد فرمایا کہ اب تم اس طرح سے پاک و صاف کر دئے گئے جس طرح آگ لوہے کو جلا کر میل سے پاک و صاف کر دیتی ہے۔ زرقانی لکھتے ہیں کہ اس آیہ کے اسباب نزول میں سب سے زیادہ صحیح یہی واقعہ ہے۔

ترتیب لشکر اسلامی

اس قضیہ نامرضیہ کے تصفیہ سے فارغ ہوکر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوراً ترتیب

لشکر کی طرف توجہ فرمائی تقسیم علم کے بعد آپ نے لشکر کی ترتیب و تقسیم فرمائی۔ میمنہ لشکر پر عکاشہ بن محصن الاسد مخزومی کو مقرر فرمایا۔ مقدمہ لشکر پر ابو عبیدہ بن الجراح اور سعد بن ابی وقاص کی تعناتی ہوئی ساقہ لشکر پر مقداد بن عمر مقرر ہوئے ان تمام انتظاموں سے زیادہ ضروری کوہ احد کے اس درہ کی محافظت کا انتظام تھا۔ جسے علنین کہتے تھے۔ یہ مقام غنیم کی خاص کمین گاہ تھا۔ اور خالد بن ولید اپنے جرار دستہ فوج کے ساتھ پہلے سے یہیں آکر چھپا بیٹھا تھا۔ اس کی محافظت کا یہ انتظام کیا گیا کہ عبداللہ بن جبیر کو پچاس تیر اندازوں کے ہمراہ اسکے دروازے پر مقرر فرما دیا گیا اور یہ تاکید شدید کردی گئی کہ نتیجہ جنگ جو کچھ ہو خواہ جانبین میں کسی کی بھی فتح و شکست ہو۔ تم از آغاز تا بانجام جنگ اپنے مقام سے نہ ہٹنا نہ محاربت کے وقت ہماری امداد کرنا اور نہ شکست کے وقت پہونچکر ہمارے سروں سے غنیم کے حملات کی مدافعت کرنا۔ ہماری فتح ہو جانے کی حالت میں بھی مسلمانوں کو غنیمت حاصل کرتے ہوئے دیکھکر بھی تم شرکت کی طمع نہ کرنا بلکہ اپنے مقام پر مستقل رہنا۔ تمہارے حقوق ہمارے ساتھ ہیں۔ ترتیب و تنظیم لشکر کے بعد جناب رسولخدا صلعم قریش کی طرف سے پیش دستی کا انتظار فرمانے لگے۔

کفار قریش معرکہ بدر میں اپنی فوج کی بدترتیبی کے نتیجے اٹھا چکے تھے۔ اور اس مرتبہ وہ پہلے ہی سے ہوشیار تھے ابو سفیان نے اس لئے میدان میں نکل کر سب سے پہلے جو کام کیا وہ اپنے تین ہزار فوج کی ترتیب تھی۔ خالد بن ولید کو میمنہ کا سردار اور عکرمہ بن ابی جہل کو میسرہ کا افسر مقرر کیا۔ سواروں کے رسالہ کی کمان صفوان بن امیہ اور عمر عاص کو ملی۔ اور سو تیر اندازوں کے دستہ کا افسر عبداللہ بن ربیعہ کو مقرر کیا۔ خالد موقع پاکر انھیں تیر اندازوں کو ہمراہ لیکر اور ابن ربیعہ کو اپنی جگہ فوج میں چھوڑکر اس درّہ کوہ میں پہلے سے آچھپا تھا۔ طلحہ بن ابی طلحہ کو جو قریش کے قدیم خاندان بنی عبدالدار سے علمدار لشکر بنایا۔

جانبین سے مقابلہ کا آغاز ہوا کہ پہلے لشکر قریش سے ابو عامر پچاس تیر اندازوں کے تیار دستہ کے ساتھ نکلا اور مسلمانوں پر پتھروں اور تیروں کا مینھ برسانے لگا۔ مسلمانوں نے بھی بڑی دلیری سے جواب دیا اور اس تیز دستی سے ان پر تیر اور پتھر برسائے کہ ابو عامر کو آخرکار میدان سے بھاگنا ہی پڑا۔ ان کی گریز پائی دیکھکر مشرکین کی عورتوں کے بینڈ نے دف بجا بجا کر اُن کو تازہ دم کرنا چاہا۔ اور مبارزان قریش کے دلوں میں اپنی دلکش آواز سے مذکورہ ذیل گیت گاکر بیحد پرجوشی پیدا کردی۔

نحن بنات طارق	نمشی علی النمارق	ان تقبلوا نعانق	و نبذ روا نفارق	فراق غیر وامق
ہم ستاروں کی بیٹیاں ہیں	قالینوں پر چلنے والیاں	لڑائی میں بڑھو گے تو گلے لگا لینگے	پیچھا دکھاؤ گے تو جدا ہو جائینگے	ایسا کہ پھر کبھی ہمارا لطف نہ اٹھاؤ گے

ابو عامر کی گریز کے بعد بھی لشکر اسلام نے اپنی تیر اندازی موقوف نہیں کی۔ اب ان لوگوں نے اپنی کمانیں سواران قریش کی طرف سیدھی کرلیں اور ان پر اتنے تیر برسائے کہ ان میں سے قبیلہ ہوازن کے سواروں نے عاجز کر راہ

گریز پکڑی اور سواروں کے دستہ سے علیحدہ ہو کر میدان میں منتشر ہو گئے۔

مبارزان اسلام کی شجاعت اور علمداران قریش کا خاتمہ

یہ حالت دیکھ کر طلحہ ابن ابی طلحہ علمدار کفار کو بڑی غیرت آئی۔ اور جوش غیرت میں صف لشکر سے علیحدہ ہو کر لشکر اسلام سے مبارزطلبی کرنے لگا۔ مورخین و محدثین نے اوس کی مبارزطلبی کے یہ الفاظ طعن آمیز لکھے ہیں۔

یا معشر اصحاب محمد انکم تزعمون ان اللہ یعجلنا بسیوفکم الی النار ویعجلکم بسیوفنا الی الجنۃ فهل منکم احد یعجلہ بسیفی الی الجنۃ ویعجلنی بسیفہ الی النار

اے اصحاب محمد صلعم تمہارا یقین ہے کہ تم ہمیں قتل کرو گے تو خدا ہمیں دوزخ میں پہونچائے گا اور اگر ہم تمہیں مار لیوینگے تو خدا تمہیں جنت میں لیجا دے گا۔ تو پھر تم میں سے کوئی جلد نکل آتا کہ ہم اس کو مار کر جلد بہشت میں پہونچا دیں یا وہ ہمیں مار کر دوزخ میں جلد پہونچا دے

یہ سنکر جناب علی مرتضیٰ نے فوراً جواب دیا۔

فقام علی ابن ابی طالب رض فقال والذی نفسی بیدہ لا افارقك حتی اعجلك بسیفی الی النار ویعجلنی بسیفك الی الجنۃ

حضرت علیؓ نے (اس کے مقابلہ میں آکر) فوراً جواب دیا کہ اس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ میں تیرے مقابل ہونے پر آمادہ ہوں۔ اور پھر اس وقت سے تیرے سامنے سے ہرگز جدا نہ ہونگا جب تک تجھے اپنی تلوار سے دوزخ میں نہ پہنچالوں۔ یا تو مجھے اپنی تلوار سے جنت میں نہ پہنچا دے۔ طبری ص ۱۳۹۶۔ ابن ہشام ص ۱۸

جانبین کے لشکر ان دونوں مبارزان نبرد آزما کی سیر جنگ کی غرض سے خموش ہو گئے۔ اور دونوں کے کمالات حرب و ضرب دیکھنے لگے۔ حضرت علیؓ نے طلحہ کے سر پر پہونچتے ہی اپنی شمشیر ابدار کی ایسی ضرب شدید لگائی کہ مغز سر تک اُتر آئی اور ایک دوسرے قول کے مطابق آپ کی یہ ضرب اُس کے پاؤں پر لگی۔ لیکن ایسی کاری تھی کہ کمر سے اس کا پاؤں جُدا ہو گیا۔ اور وہ فوراً زمین پر گر کر لوٹنے لگا۔ حضرت علی مرتضیٰ اس کے سر کاٹ لینے کی غرض سے اس کے پاس پہونچے۔ دیکھا کہ وہ بالکل قریب مرگ ہے۔ اس نے خود آنکھیں کھول کر آپ کو دیکھا اور آپ کے قصد و ارادہ کو بخوبی سمجھ گیا۔ بڑی منت وسماجت سے جان بخشی کی درخواست کی۔ آپ فوراً وہاں سے واپس آئے۔ مبارزان اسلام ان کیفیتوں کو دیکھ رہے تھے۔ پوچھنے لگے کہ آپ نے یہ کیا کیا۔ گئے تھے تو سر کیوں نہ کاٹا۔ ارشاد فرمایا کہ میں جب اس کے قریب پہنچا تو اس کو ایسی حالتوں میں پایا کہ وہ یقیناً زندہ نہیں رہ سکتا تھا۔ پھر اس نے مجھ سے خود چھوڑ دئے جانے کی درخواست کی۔ اول تو یہ باعث تھا۔ پھر یہ سبب ہوا کہ میں اس کے قریب پہونچا تو اس کو بالکل برہنہ پایا۔ میری غیرت وحمیت نے کسی طرح تقاضا نہیں کیا کہ میں اس کی ایسی بیدست وپائی کی حالت اور اس بے خودی کے عالم میں اس کا سر کاٹ کر اپنی شجاعت و دلیری کو شقاوت کے ساتھ بدنام کروں۔ زرقانی صفحہ ۳۰۔ ابن ہشام صفحہ ۱۸ جلد دوم

طبری لکھتے ہیں کہ طلحہ۔ اول علمدار قریش کے قتل پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکبیر کی آواز بلند فرمائی فکبر رسول اللہ صلعم صدائے مبارک کے ساتھ ہی مسلمانوں کے نعرہائے تکبیر سے احد کا میدان گونج اٹھا۔

طلحہ کے بعد ابو سعد بن ابی طلحہ علم لیکر آیا۔ اس کو بھی حضرت علی مرتضیٰ نے اور بقولے سعد بن ابی وقاص نے قتل کیا اس کے بعد مسافع ابن طلحہ علمدار بنکر آیا۔ اس کو عاصم نے دور ہی سے تیر لگا کر مار گرایا۔ پھر حریث ابن طلحہ آیا عاصم نے اس خطاکار کو بھی ایک ہی تیر میں ٹھنڈا کر دیا۔ اس کے بعد جلاس بن طلحہ نکلا۔ اس کو طلحہ بن عبید اللہ نے قتل کیا اب علم لیکر ارطاۃ بن شرحبیل آیا حضرت علی اس سے مقابل ہوئے اور قتل فرمایا۔ بعضے کہتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص نے قتل کیا۔ ارطاۃ کے بعد شریح بن قارظ کو علمداری ملی۔ یہ بھی آئے تو مارے گئے مورخین ان کے قاتل کا نام نہیں لکھتے۔

اب قریش کے خاندان علمدار میں کوئی نہ بچا۔ ایک ایک کر کے سب مارے گئے۔ تو بالآخر اس خاندان کے ایک غلام حبشی صواب نے اس منصب کا اعزاز پایا۔ لیکن منصب کی عزت کے ساتھ اس منصب کی نحوست بھی ساتھ لایا۔ میدان میں آتے ہی حضرت علیؑ کے ہاتھ سے مارا گیا۔

صواب کی وفاداری اور جگرداری ضرور ذکر کے قابل ہے۔ اس پر تلوار کی ایسی ضرب شدید پڑی تھی کہ اس کے دونوں ہاتھ یکبارگی کٹ کر گر پڑے تھے۔ ہاتھوں کے ساتھ علم بھی زمین پر گر پڑا لیکن صواب کو قومی علم کے گرنے کی اتنی غیرت آئی کہ علم کے گرتے ہی یہ بھی علم کے اوپر گر پڑا۔ اسلئے کہ مسلمانوں کے ہاتھ میں نہ جانے پاوے۔ جو اسکے لئے ابدی بدنامی کا داغ لگادے اور اسی حالت میں یہ کہتا ہوا مارا گیا کہ میں نے اپنا فرض خدمت ادا کر دیا۔ دیر تک اسکی مردے کے نیچے قریش کا قومی علم دبا پڑا رہا۔

خاندان علمدار کی ایک دلیر خاتون جسکا نام علقمہ تھا۔ اس کیفیت کو دیکھ رہی تھی۔ جوش غیرت سے بیتاب ہو کر نکل پڑی۔ اور علم کو صواب کی لاش کے نیچے سے کھینچکر فوراً بلند کیا۔ علم قوم کو بلند دیکھکر قریش جو ادھر ادھر منتشر ہو گئے تھے پھر اکٹھا ہو گئے۔

علمداران لشکر کا مارا جانا دیکھکر جیسا کہ طبری کا بیان ہے۔ ابوسفیان کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ اسنے بنی عبد الدار کے قبیلے والوں کو جمع کر کے ایک طولانی تقریر کی اور ان کو تازہ دم کرنا چاہا۔ اس کی زوجہ ہند بنت عتبہ نے دف بجا بجا کر یہ گیت گائے۔

ضربا بکل بتار	ویھا حماۃ الادبار	ویھا بنی عبد الدار
شدید اور قطع کر دینے والی ضربوں سے کام لو	ہاں اے گذشتہ نسلوں کے حامی و مددگار	ہاں اے بنی عبد الدار

علمداران قریش کا خاتمہ کر کے مبارزان اسلام کی ہمتیں بڑھ گئیں۔ وہ افواج غنیم پر ٹوٹ پڑے اور شدت سے

بازار گیر و دار گرم ہوا اسکی اجمالی کیفیت طبری یوں لکھتے ہیں

وقاتل ابو دجانہ حتی امعن فی الناس وحمزہ بن عبد المطلب وعلی ابن ابی طالب فی رجال المسلمین فانزل اللہ عز وجل نصرہ وصدقہم وعدہ فحسوھم بالسیوف حتی کشفوھم وکانت الھزیمۃ لا شک فیھا۔ طبری ص ۱۴۰۰

ابو دجانہ فوج میں دھنس پڑے اور ایسی ہی حضرت حمزہ بن عبد المطلب اور حضرت علی بن ابی طالب مع اپنے ہمراہی مسلمانوں کے غنیم کی صفوں پر ٹوٹ پڑے اور خدا نے ان کی نصرت کی فتح کی شکل نمودار کر دی۔ ان لوگوں نے غنیم کو اپنی تلواروں سے کاٹ ڈالا ان کی صفیں توڑ کر میدان صاف کر دیا اور اس میں کوئی شک نہیں یہی کفار کی نمایاں شکست تھی۔

شبلی صاحب میدان جنگ کی موجودہ کیفیت ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:۔

ابو عامر کفار کی طرف سے لڑ رہا تھا۔ لیکن اس کے (بدنما ترکیب اردو) صاحبزادے حضرت حنظلہ اسلام لا چکے تھے۔ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے باپ کے مقابلہ میں لڑنیکی اجازت مانگی لیکن رحمت عالم نے یہ گوارا نہ کیا کہ بیٹا باپ پر تلوار اٹھائے۔ حنظلہ نے کفار کے سپہ سالار ابوسفیان پر حملہ کیا اور قریب تھا کہ ان کی تلوار ابوسفیان کا فیصلہ کر دے۔ دفعتاً پہلو سے شداد بن الاسود نے جھپٹ کر وار کو روکا اور ان کو (حنظلہ کو) قتل کر دیا۔ تاہم لڑائی کا پلہ مسلمانوں ہی کی طرف بھاری تھا۔ علمداروں کے قتل اور حضرت علیؑ اور حضرت ابو دجانہ کے بے پناہ حملوں سے فوج کے پاؤں اکھڑ گئے بہادر نازنینیں جو رجز سے دلوں کو ابھار رہی تھیں بدحواسی کے ساتھ پیچھے ہٹیں اور مطلع صاف ہو گیا۔ لیکن ساتھ ہی مسلمانوں نے لوٹ شروع کر دی۔ یہ دیکھ کر تیر انداز جو پس پشت مقرر کئے گئے تھے وہ بھی غنیمت کی طرف جھک پڑے۔ (سیرۃ النبی صفحہ ۲۷۰)

تیراندازان اسلام کی لاعلاج غلطی

جنگ دوسر دارد۔ غالباً اس مسئلہ کی ابتدا جنگ احد ہی کے مشاہدات سے ہوئی ہے افسوس ہے کہ معرکہ بدر میں اسی حصول غنیمت کی عجلت کے متعلق خدائے سبحانہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو چشم نمائی کی ہدایتیں آچکی تھیں اور وہ اپنے کانوں سے مخبر صادق علیہ السلام کی زبانی ایکبار نہیں کئی بار لفظاً بلفظ اور حرف بحرف ان کو سن بھی چکے تھے۔ علاوہ بریں۔ اس موقع پر بھی سرور عالم صلعم نے محض یاددہانی کی غرض سے فرمادیا تھا کہ اگر تم صبر و تحمل سے کام لوگے تو خداوند عالم تمہیں ضرور فتح و فیروزی عطا فرمائے گا لیکن افسوس مسلمانوں نے کچھ بھی یاد نہ رکھا۔

ہزار ہا برس کی بگڑی ہوئی عادت سال دو سال کے عرصہ میں کیسے بدل جاتی۔ پھر ایسی طبیعت والے مسلمان بدر کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ بری طرح حصول غنیمت کے پیچھے پڑ گئے۔ نہ خدا کی تاکید کا خیال کیا۔ نہ رسول کی تہدید کا خوف۔

شبلی صاحب کی تحریر سے نقل ہو چکا کہ مسلمانوں نے لوٹ شروع کر دی۔ یہ دیکھکر عبداللہ بن جبیر کا ماتحت تیراندازوں کا دستہ فوج جو خاص الخاص درہ کوہ احد کی محافظت پر متعین تھا اور جنکو آغاز جنگ کے وقت ہی تاکید پر تاکید کر دی گئی تھی کہ خواہ ہماری فتح ہو یا شکست۔ ہم لوٹتے ہوں یا لٹتے ہوں تم اپنے مقام سے نہ ہٹنا۔ نہ ہٹنا جبتک کہ میدان جنگ غنیم کی جمعیت سے بالکل خالی نہ ہو لے۔ دنیا بڑی بُری شے ہے اور لالچ بڑی بُری بلا۔ انھوں نے اپنے بھائیوں کو لوٹ میں مصروف اور غنیم کی فوج کو گریزاں اور ان کی مغنیہ عورتوں کو دف اور دیگر آلات سرود وغنا وغیرہ پھینک کر۔ اور چادروں کو لپیٹتے قمیصوں کو گھٹنوں تک اتنا اٹھائے کہ پیروں کی خلخالیں نمایاں تھیں پہاڑوں پر بدحواسی میں بھاگتے دیکھا (طبری ۱۴۰۱ ابن ہشام ۳۲- روضۃ الاحباب ۲۶۰) تو اب ان سے بھی تحمل نہ ہو سکا دل میں سوچنے کہ ہم غنیمت سے کیوں محروم رہیں۔ نہ معلوم پیچھے کچھ ملے یا نہ ملے یہ سوچکر درّہ کوہ کو چھوڑا اور غنیمت پر جھک پڑے۔

شبلی صاحب لکھتے ہیں کہ ان کے امیر دستہ عبداللہ ابن جبیر نے بہت روکا۔ لیکن وہ نہ رکے۔ نتیجہ جو ہوا اسکا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو اسوقت تک جو کچھ کامیابی حضرت حمزہؓ۔ حضرت علی اور حضرت ابودجانہ انصاری رضی اللہ عنہم کی جانبازیوں کی بدولت حاصل ہوئی تھی۔ وہ ایکبار ضائع ہو گئی۔ ان سر فروشان اسلام کو اپنی حاصل کردہ کامیابیوں کے ضائع جانیکا اتنا ملال نہیں ہوا۔ لیکن اس کا نتیجہ آخر جو رسول اللہ صلعم کی جسمانی تکلیف و جراحت کی صورت میں نمایاں ہوا وہ ان کے دلوں کیلئے ایسا زخم کاری تھا جس کا اندمال ناممکن تھا جیسا کہ بہت جلد سلسلہ بیان سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ تو ان کے حرص دنیا میں مبتلا ہو جانے کے نتیجوں کا خلاصہ تھا مفصل اور مسلسل کیفیت شبلی صاحب نعمانی کی زبانی یہ ہے۔

تیراندازوں کی جگہ خالی دیکھکر خالد (یہاں شبلی صاحب نے خالد بن ولید کو حضرت کے لقب سے یاد نہیں کیا۔ کیوں؟) نے عقب سے حملہ کر دیا۔ عبداللہ بن جبیر چند جاں نثاروں کے ساتھ جمکر لڑے لیکن سب کے سب شہید ہوئے۔ اب راستہ صاف تھا۔ خالد نے سواروں کے دستہ کے ساتھ نہایت بےجگری سے حملہ کیا۔ لوگ (مسلمان) لوٹ میں مصروف تھے دیکھا تو تلواریں برس رہی ہیں۔ سیرۃ النبی صفحہ ۲۷۶

حضرت حمزہ کی شہادت

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ قتل علمداران کے بعد ہی۔ حضرت حمزہؓ۔ حضرت علیؓ اور حضرت ابودجانہؓ غنیم کی صفوں میں دھنس گئے تھے۔ اور تلواروں سے اُن کی گھنی صفوں کی صفائی کر رہے تھے۔ حضرت حمزہؓ اپنی شجاعت و دلیری کی پرجوشی میں سب سے آگے بڑھ گئے۔ اور شبلی صاحب کے بیان کے مطابق فوج کفار میں دونوں طرف دودستی تلوار مارتے جاتے تھے۔ اور جسطرف بڑھتے تھے صفیں کی صفیں صاف ہو جاتی تھیں اسی حالت میں سباع غبشانی سامنے آ گیا۔ پکارے کہ اُو ختانۃ النساء کے بچے کہاں جاتا ہے۔ یہ کہکر تلوار ماری وہ خاک پر ڈھیر تھا۔ وحشی یہ جو ایک غلام حبشی تھا اور جبیر بن مطعم۔ اس کے آقا نے وعدہ کر رکھا تھا کہ اگر وہ حمزہؓ کو

قتل کردے گا تو آزاد کردیا جائے گا۔ وہ حضرت حمزہؓ کی تاک میں تھا۔ حضرت حمزہؓ برابر آئے تو اس نے چھوٹا سا نیزہ جسکو حربہ کہتے ہیں اور جو حبشیوں کا خاص ہتیار ہے پھینک کر مارا۔ جو ناف میں لگا اور پار ہو گیا۔ حضرت حمزہؓ نے اس پر حملہ کرنا چاہا۔ لیکن لڑکھڑا کر گر پڑے اور روح پرواز کر گئی۔ سیرۃ النبی صفحہ ۲۷۴ باسناد صحیح بخاری باب قتل حمزہؓ صفحہ ۵۸۳

ہند جگر خوارہ کے مظالم

شبلی صاحب نے وحشی کی اشتعال اور آمادگی میں صرف اس کے مالک جبیر ابن مطعم کا ذکر کیا ہے اور ہندہ بنت ربیعہ مادر حضرت امیر معاویہ کے ذکر کو جو اس معاملہ میں شریک غالب تھیں۔ اور جنکا ذکر ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ بالکل مرفوع القلم فرمادیا۔ اس واقعہ کی پوری تفصیل خاص وحشی کی زبانی میرے پیش نظر ہے۔ اور محدث شیرازی نے اس کو بالتمام نقل فرمایا ہے۔ ہم ہندہ کی شرکت اور اس کی تحریص و ترغیب کے حالات کو اس سے خلاصہ کر کے ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

وحشی کا بیان ہے کہ علاوہ اس کے کہ مکہ میں ہندہ اور میرے درمیان قتل حمزہؓ کی نسبت وعدہ وعید ہو چکے تھے مکہ سے احد کی طرف آتے وقت راستہ بھر جہاں جہاں مجھے ہندہ سے ملنے کا اتفاق ہوتا تھا وہ مجھکو اس امر کا خیال دلاتی جاتی تھی اور تاکید کرتی جاتی تھی۔ یہانتک کہ روز احد جب میں حمزہؓ کا کام تمام کر چکا تو ان کی لاش سے کچھ دور ہٹکر کھڑا ہو گیا اور انتظار کرنے لگا کہ یہ بالکل ٹھنڈے ہو جائیں تو میں یہاں سے ہٹوں۔ اتنے میں کچھ مسلمان ان کی لاش کے پاس آ گئے اور انھوں نے ان کی کنیت سے ابو عمارہ کہکر پکارا۔ لیکن وہ ختم ہو چکے تھے کچھ نہ بولے۔ میں دور سے دیکھ رہا تھا۔ میں پکارنے پر بھی ان کے نہ بولنے سے سمجھ گیا کہ اب یہ بالکل ٹھنڈے ہو گئے۔ اس اثنا میں لوگ ان کی لاش کے پاس سے چلے گئے۔ تو میں پھر پہونچا۔ اور میں نے اپنا حربہ ان کی ناف چیر کر نکالا۔ اور اس سے ان کے سینہ کو چاک کیا۔ جگر کو نکالا۔ اور وہ جگر خونچکاں لئے ہوئے سیدھا ہند کے پاس چلا آیا۔ اور کہنے لگا۔ لے یہ تیرے باپ کے قاتل کا جگر خون آلود ہے۔ ہند کی خوشیوں کی حد نہ تھی۔ اس نے بڑے شوق سے اس جگر کو لیا اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے کھا گئی۔ لیکن کفاروں کی کالی مائی سے یہ خون ناحق ہضم نہ ہو سکا فوراً استفراغ ہوا اور وہ جگر کے ٹکڑے منھ سے باہر نکل آئے۔ اس شریر النفس نے ان کو اٹھا کر دھویا اور ہار بنا کر گلے میں پہن لیا

وحشی کا بیان ہے کہ ان وحشیانہ حرکت کے بعد ہندہ نے بڑی کشادہ دلی سے اپنا وعدہ پورا کیا اور اس خدمت کے صلہ میں ایک جوڑا کپڑا اور اپنے زیور مجھے دئے اور مزید وعدہ کیا کہ مکہ پہونچکر دس ہزار دینار سرخ تجھے اور دونگی لیکن اب میری غایت تمنا یہ ہے کہ تو مجھے حمزہ کی لاش پر لیچل تو جو کچھ آرزو دل میں باقی ہے وہ بھی نکال لوں۔ الغرض میں اسکو حضرت حمزہؓ کی لاش پر لے آیا۔ اس بے رحم نے آپ کے مردے کی ناک کاٹی اور پھر دونوں کان کاٹ لئے اور نہایت احتیاط سے ان کو اپنے ہمراہ میں مکہ لے گئی۔ روضۃ الاحباب صفحہ ۲۸۰

شبلی صاحب نے ہندہ کی ان خونخواریوں کا خود بھی ذکر کیا ہے لیکن اصل موقع سے ہٹکر۔ اتنی انارت معاویہ کی

رعایت ہے۔ لیکن ہم آپ کی اتنی ہی حقیقت نگاری کو بڑی منت گذاری کے ساتھ ذیل مین درج کرتے ہین

خاندان قریش نے انتقام خون کے جوش مین مسلمانون کی لاشون سے بھی بدلہ لیا۔ انکی ناک۔ کان کاٹے (ہندا میر معاویہ کی مان) نے ان پھولون کا ہار بنایا اور اپنے گلے مین ڈالا۔ حضرت امیر حمزہؓ کی لاش پر گئی۔ اور انکا پیٹ چاک کر کے کلیجہ نکالا اور چبا گئی۔ لیکن گلے سے نہ اتر سکا۔ اوگل دینا پڑا۔ تاریخون مین ہند کا لقب جگر خوارہ جو لکھا جاتا ہے۔ اسی بنا پر لکھا جاتا ہے۔ ہند فتح مکہ مین ایمان لائی لیکن جسطرح وہ ایمان لائی عبرت خیز ہے۔ سیرۃ النبی ص ۲۸۰

مسلمانون کے کسکردہ خویش آمدہ پیش کے مسئلہ نے معرکہ جنگ مین جو مشاہدات کے مناظر پیش کئے اوسکی ابتدائی کیفیت کسیقدر اوپر بیان ہو چکی ہے۔ اُسکی باقی تفصیلی کیفیت شبلی صاحب کی زبانی یہ ہے۔

فوج اسلام کی گریز پائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مجروح ہونا

بدحواسی مین دونون فوجین (فوج مشرکین ومسلمین) اسطرح مل گئین کہ خود مسلمان مسلمانون کے ہاتھ سے مارے گئے۔ مصعب بن عمیرؓ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صورت مین مشابہ تھے اور علمدار لشکر تھے۔ ابن قمیہ نے انکو شہید کر دیا اور غل مچگیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے شہادت پائی۔ اس آواز سے عام بدحواسی چھاگئی بڑے بڑے دلیرون کے پاؤن اوکھڑ گئے بدحواسی مین اگلی صفین پچھلی صفون پر اُلٹ پڑین اور دوست دشمن کی تمیز نہ رہی حضرت حذیفہ کے والد (یمان) اس کشمکش مین آگئے اور اوپر تلوارین برس پڑین۔ حضرت حذیفہ چلاتے رہے کہ یہ میرے باپ ہین۔ لیکن کون سنتا ہے غرض وہ شہید ہوگئے۔ اور حضرت حذیفہ نے ایثار کے لہجہ مین کہا۔ مسلمانو! خدا تمہین بخشدے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مڑکر دیکھا تو صرف گیارہ جان نثار پہلو مین ہین۔ جن مین حضرت علیؑ حضرت ابوبکرؓ حضرت سعد بن ابی وقاص۔ زبیر ابن العوام۔ ابودجانہ اور طلحہ کا نام بالتخصیص معلوم ہے۔ صحیح بخاری مین روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم کے ساتھ طلحہ اور سعد بن ابی وقاص رہ گئے تھے۔ سیرۃ النبی ص ۲۷۷

شبلی صاحب خواہ مخواہ واقعات کے سلسلہ ترتیب کو اولٹ پلٹ کر دیتے ہین اور اپنے قدیم دستور کے مطابق مبہم اور بالکل غیر مفصل طور پر کچھ کہین کچھ کہین لکھہ مارتے ہین۔ یہان تک آپ کا لکھنا قریب صحت ہے۔ ممکن ہے کہ موجودہ حالت اضطراب تک مرقومہ بالا حضرات رسول اللہ صلعم کے ساتھ موجود ہون۔ لیکن جیسا کہ آپ خود صفحہ ۲۷۷ مین اسکی بعد ہی لکھتے ہین کہ اس ہلچل اور اضطراب مین اکثرون نے تو بالکل ہمت ہار دی۔ لیکن جانبازون کا بھی زور نہین چلتا تھا جو جہان تھا وہین گھر کر رہ گیا۔ آپ کے بتلائے ہوئے گھر کر رہجانے والے جانبازون مین وہی حضرت علی مرتضیٰؑ اور حضرت ابودجانہ انصاری رضوان اللہ علیہم تھے۔ جو ابتدائے جنگ سے اسوقت تک شرط وفاداری اور عہد جاننثاری پر قائم رہکر جہاد فی سبیل اللہ کے حقوق خدمات ادا کر رہے تھے۔ باقی رہے آپ کے گیارہ مین اور حضرات۔ تو وہ لوگ۔ جب ابن قمیئہ اور عتبہ بن ابی وقاص کے حملات خاص رسول اللہؐ کے پیکر انوار پر ہوئے۔ ایک ایک کر کے سب کے سب رخصت ہوگئے

اور یہ لوگ بھی اوس ہنگامہ مین اودہر اودہر نکل گئے ابن ہشام لکھتے ہین۔

وانکشف المسلمون فاصاب فیهم العدو وکان
یوم بلاء وتمحیص اکرم الله فیه من اکرم من
المسلمین بالشهادة حتی خلص العدو الی رسول
الله صلعم فدث بالحجارة حتی وقع لشقة
فاصیبت رباعیته وشج فی وجهه وکلمت
شفته وکان الذی اصابه عتبه بن ابی وقاص
قال ابن اسحق حدثنی حمید الطویل عن
انس بن مالك قال کسرت رباعیة النبی صلعم
یوم احد وشج فی وجهه فجعل الدم یسیل علی
وجهه وجعل یمسح الدم وهو یقول کیف یفلح
قوم خضبوا وجه نبیهم وهو یدعوهم الی
ربهم فانزل الله عزوجل فی ذلك لَيْسَ لَكَ مِنَ
الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ
ظَالِمُونَ وذکر ربیع بن عبد الرحمن عن ابی سعید
الخدری عن ابیه عن ابی سعید الخدری ان عتبه
بن ابی وقاص رمی رسول الله صلی الله علیه واله وسلم
یومئذ فکسر رباعیة الیمنی السفلی وجرح شفته
السفلی وان عبد الله بن الشهاب الزهری شجه
فی جبهته وان ابن قمیئه جرح وجنته فدخلت
حلقتان من حلق المغفر فی وجهه ووقع رسول
الله صلی الله علیه واله وسلم فی حفرة من الحفرة
التی عمل ابوعامر لیقع فیها المسلمون وهم لا
یعلمون فاخذ علی ابن ابی طالب بید رسول الله
صلی الله علیه واله وسلم ورفعه طلحه بن عبید

ابن اسحاق حمید طویل سے اور وہ انس بن مالک کی زبانی نقل کرتے
ہین کہ جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دندان مبارک بروز احد
شہید ہوئے تھے اور آپ کا چہرۂ اقدس بھی مجروح کیا گیا تھا اور زخم سے
خون بہہ کر روئے منور پر جاری تھا آپ اوسے پونچھتے جاتے تھے اور
فرماتے جاتے تھے کہ وہ قوم کیسے فلاح پائیگی جو اپنے نبی کے چہرہ کو خون
سے رنگین کرتی ہے اوسکا جرم یہی کہ انھین خدا کیطرف بلاتا ہی خداوند عالم
نے فوراً یہ آیہ نازل فرمایا کہ یا رسول تمکو ان امور مقدرات مین کوئی
دخل نہین ہی۔ نہ تم انکی توبہ قبول کرسکتے ہو اور نہ ان پر عذاب نازل کرنیکی
قدرت رکھتے ہو اور یہ لوگ تو بتحقیق ظالم ثابت ہو چکے ہین۔ ابن ہشام
بیان کرتے ہین کہ ربیع عبد الرحمن ابن ابی سعید الخدری سے اور وہ اپنے
باپ ابی سعید خدری سے روایت کرتے ہین کہ عتبہ ابن ابی وقاص نے
آنحضرت صلعم کو روز احد مجروح کیا۔ آپ کے سیدہی طرف والی نیچے کی
دو ڈاڑہین ٹوٹ گئین اور نیچے کے مونہہ پر بھی زخم آیا۔ اور عبد اللہ بن شہاب
الزہری نے چہرہ اقدس کو زخمی کیا اور ابن قمیئہ نے آپ کے
مغفر پر ضرب شمشیر لگائی کہ مغفر آہنی کے دو حلقے آپ کے روئے
مبارک مین پیوست ہو گئے۔ اور جناب رسول خدا صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم اس صدمہ سے اوس ایک غار مین گر پڑے۔
جنکو ابو عامر نے مسلمانون کو لاعلمی مین گرا دینے کے لئے پہلے
سے کھود رکھے تھے۔ غار مین گرتے ہی جناب رسول خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دست مبارک حضرت علی مرتضیٰؑ نے
اپنے ہاتھون مین تھام لیا اور طلحہؓ بن عبید اللہ نے ہاتھ پکڑ کر
اوپر کی طرف کھینچ لیا۔ یہان تک کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سطح زمین پر رسیدہ کھڑے
ہو گئے۔

اللہ حتی استوی قائما | ابن ہشام جلد دوم ص ۴۴ مطبوعہ مصر

ابن ہشام کی یہ روایت لکھکر ہم کو اوسوقت کا صرف ہولناک منظر دکھلانا مقصود تھا۔ جسکو آپ نے واقعہ کی تفصیل سے پہلے ہی لکھدیا ہے اور یہ سیاق تحریر سے بالکل خلاف ہے۔

مفرورین احد

بہر حال۔ یہی وہ قیامت خیز منظر جس کی ہلچل اور اضطراب مین بقول شبلی صاحب اکثرون نے ہمت ہار دی صحیح بخاری کی تصریح آپ خود لکھ چکے ہین کہ صرف دو شخص طلحہ اور سعدؓ رسول اللہ کے ہمراہ رہگئے۔ طلحہ کی موجودگی توکسیطرح صحیح نہین ہوسکتی۔ اسلئے کہ انس بن نضر والی روایت جو حد تواتر کو پہونچی ہوئی ہے۔ اور جو آگے لکھی جاتی ہے۔ صاف صاف طلحہ کا نام ولدیت کے ساتھ مفرورین کی جماعت مین مشاہدہ عینی کے طریق سے بتلا رہی ہے۔ جس سے انکار ہو ہی نہین سکتا۔

باقی رہے سعد بن ابی وقاص۔ انکی شرکت اور حاضری بھی مخالف عقل و قیاس پائی جاتی ہے بلکہ انکی موجودگی و حاضری کی وجہ سے انکی جان نثاری و رفاقت کی جگہ انکی سہل انکاری اور غفلت کے ثبوت معلوم ہونگے اور وہ اسطرح کہ جب انکی حاضری تسلیم کرلیجائیگی تو یہ بھی مان لینا پڑے گا کہ انکی موجودگی مین۔ انکی آنکھون کے سامنے انکے خاص بھائی عتبہ ابن ابیوقاص نے رسول اللہ صلعم کو ایسے سخت آزار جسمانی پہونچائے کہ دندان مبارک تک شہید ہوگئے اور یہ کھڑے ہوئے مونہہ دیکھا کئے۔ بھائی پر ہاتھ اوٹھانا کیسا۔ اوسکو ڈانٹا بھی نہ گیا۔ اس بنا پر انکا آخر وقت تک خدمت رسول مین حاضر رہنا بالکل خلاف واقع ہے۔ اگر مطابق واقع سمجھا جائیگا تو پھر سعد بن ابیوقاص ایسے صحابی کبیر کے ثبات ایمان مین لغزش پیدا ہوجانیکے شبہے قایم ہوجائینگے۔ جو انکی شان کے خلاف ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ اوس موقع پر موجود ہی نہین تھے۔ یا تو میدان مین مصروف جنگ تھے۔ یا مصروف غنیمت۔ یا مفرورین کے ساتھ نکل گئے تھے۔

قرینہ غالب مصروفیت غنیمت ہی کا ہے کیونکہ واقعہ بدر مین بھی۔ آپ بہت قبل سے حصول غنیمت مین مصروف ہوگئے تھے۔ اور متعدد زرہین رزمگاہ سے اوٹھا اوٹھا کر جمع کرچکے تھے۔ اسی اثنا مین امیہ بن خلف مل گیا اور آپ اپنے وعدے کے مطابق مسلمانون سے اوسکو بچا لینے کی غرض سے پہاڑ پر چڑھا لے گئے اور ہر چند اوسکے بچانے کی کدوکاوش کی لیکن مسلمانون نے اوسے ڈہونڈہکر قتل ہی کرڈالا۔ اور انکی زرہین بھی اوٹھا لے گئے۔ آپ اس واقعہ کو یاد کرکے ہمیشہ کہا کرتے تھے خدا رحم کرے۔ بلال پرؓ۔ اوسنے مجھسے امیہ بن خلف کو بھی لے لیا اور اوسی کے ساتھ میری زرہین بھی مفت چلی گئین۔

واقعات تو یہ بتلا رہے ہین کہ ابن قمیہ کی ضرب کھاکر رسول اللہ صلعم غار مین گر پڑے تو ابن قمیہ نے قُدْ قُتِلَ مُحَمَّدٌ کا شور کیا۔ اسکی آواز تمام لشکر مین ادہر سے اودہر تک تمام پھیل گئی۔ اس آواز کے سنتے ہی اور نظر سے آنحضرت صلعم کے

ادجھل ہوتے ہی جتنے صحابہ قریب و دور تھے سب کے سب ایک بار علیحدہ ہو گئے اور لشکر اسلام مین چارون طرف گریز گریز پڑ گئی۔ جدہر جسے راہ ملی وہ چلتا ہوا۔ رسول اللہ صلعم غار سے برآمد ہوئے اور مسلمانون کی یہ بیدلی اور پست ہمتی دیکھکر سخت ملول ہوئے۔ آپ اپنی آنکھون سے بھاگنے والون کو مشاہدہ فرماتے تھے اور نام لے لیکر پکارتے تھے اور کوئی شنوا نہو تا تھا۔ قرآن مجید کے آیہ ذیل مین اسکیطرف یون اشارت فرمائی گئی ہے۔

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓی اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ یَدْعُوْکُمْ فِیْٓ اُخْرٰىکُمْ ال عمران رکوع ۷۔

(اوسوقت کو یاد کرو) جب تم (بدحواس) بھاگے جاتے تھے (لیکن) تم پھر کر کسیطرف کو بھی نہین دیکھتے تھے باوجودیکہ رسول تمہارے پیچھے کھڑی تم کو پکار رہے تھے۔

اس آیہ کی تفسیر مین امام واقدی اپنی تاریخ کامل کے صفحہ ۲۳۴ مین لکھتے ہین

اذ تصعدون معنی فی الجبل تھربون ولا تلوٗن علی احد والرسول یدعوکم فی اخراکم کانوا یمرون منھزمین تصعدون الی الجبل ورسول اللہ صلعم ینادیھم یا معشر المسلمین انا رسول اللہ الی الیّ فلا یلوی علیہ احد

جسوقت تم پہاڑ پر بھاگے جاتے تھے اور چڑہے جاتے تھے اور کسی کو مڑکر بھی نہین دیکھتے تھے۔ حالانکہ رسول خدا تم کو بلا رہے تھے تمہاری پچھلی جماعت مین تو وہ بھاگے جاتے تھے۔ اور پہاڑ پر چڑہے چلے جاتے تھے۔ اور رسول اللہ صلعم اونکو پکارے جاتے تھے کہ اے گروہ مسلمین مین رسول اللہ ہون میرے پاس آؤ میرے پاس آؤ مگر ایک بھی آتا نہ تھا

یہ تو اوس مقام پر آیہ مذکورہ بالا کی تفسیر مین لکھا ہے۔ اپنی تاریخ مین پاس موقع کی جو عبارت خاص لکھی ہے وہ یہ ہے۔

مسلمان۔ مشرکین کی ان سرگرمیون کے سامنے نہ ٹھیر سکے۔ اور بھاگنے پر آمادہ ہوگئے کسی نے پہاڑ کا راستہ کسی نے جنگل کی راہ لی جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوج کی یہ حالت دیکھکر سخت متردد ہوئے اور ان سب پست ہمتون کو اطمینان دلانے کی غرض سے پکارنے لگے۔ اَلَا یا فلان۔ الا یا فلان۔ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ مگر کوئی شخص آنحضرت صلعم کی آواز کی طرف متوجہ نہوتا تھا۔ ترجمہ کامل واقدی ص ۲۴۳ مطبوعہ نولکشور لکھنو۔

ہم اپنے موجودہ سلسلہ بیان مین اسی امر خاص کو کہ تمام مسلمانون نے رسول اللہ صلعم کو تنہا چھوڑکر راہ فرار اختیار کی ابھی اور صاف کرینگے چنانچہ میرے اس بیان کی تصدیق پر آنحضرت صلعم کو سب نے تنہا چھوڑ دیا تھا اور کوئی صاحب بھی ساتھ نہ رہے تفسیر کبیر امام فخرالدین رازی۔ عجائب القرآن۔ تفسیر نیشاپوری۔ تفسیر درمنثور امام سیوطی۔ تاریخ الخمیس علامہ دیاربکری معارج النبوۃ ملا معین کشمیری۔ مدارج النبوۃ محدث دہلوی وغیرہم کی تحریرین شاہد ہین۔

شاہ عبدالحق صاحب مدارج النبوۃ مین تحریر فرماتے ہین

پس اشرار غلبہ کردند و اخیار رمیدہ گریختند الی ان قال و شومی و نافرمانی رسولخدا کہ از انجماعت صادر شدہ و طمع و میل

شریرون کا غلبہ ہوگیا۔ اخیار نیک بندے سب بھاگ گئے جیسا کہ کہا گیا ہے۔ اور اپنی بدبختی اور حکم رسول کی نافرمانی اور تیز طمع مال دنیوی

حطام دنیاوی کہ باریشان راہ یافت شکست بلشکر اسلام افتاد

کی وجہ سے جو اونکے دلون مین سمائی تھی فوج اسلام کو شکست پہونچا دی۔

پھر کئی صفحون کے بعد تحریر فرماتے ہین۔

چون مسلمانان روبہزیمت آوردند حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را تنہا گذاشتند حضرت در غضب آمد عرق از پیشانی ہمایونش متقاطر گشت۔

جب مسلمانون نے ہزیمت اختیار کی اور حضرت رسول اللہ صلعم کو تنہا چھوڑ دیا حضرت کو غصہ آیا۔ اور آپ کی پیشانی مبارک سے پسینہ کے قطرے ٹپکنے لگے۔

اب ان بیانات کے ساتھ حدیث و تاریخ کے یہ متفقہ بیانات جو انس بن النضر کی زبانی منقول ہین اور ہم اوسکو طبری۔ ابن ہشام اور تاریخ الخمیس سے ذیل مین نقل کرتے ہین۔ ملا دیئے جائین تو حقیقت حال پورے طور سے ظاہر ہو جاتی ہے۔

انتھی انس بن النضر عم انس بن مالک الی عمر بن الخطاب وطلحہ بن عبید اللہ فی رجال من المھاجرین والانصار وقد القوا بایدیھم فقال ما یجلسکم قالوا قتل رسول اللہ قال فما تصنعون بالحیاۃ بعدہ قوموا فموتوا علی ما مات رسول اللہ ثم استقبل القوم فقاتل حتی قتل

انس بن نضر۔ انس بن مالک صحابی کے چچا بیان کرتے ہین کہ ہم نے اوس عالم رستخیز مین عمر بن الخطاب طلحہ بن عبید اللہ کو جماعت مہاجرین و انصار کے ساتھ اس حالت مین بیٹھا ہوا دیکھا کہ سب نے اپنے اپنے ہتیار ڈالدیے تھے۔ یہ دیکھکر مین نے پوچھا کہ تم لوگ یہان کیسے بیٹھے ہو۔ انلوگون نے کہا۔ کیا کرین۔ رسول اللہ تو مارے گئے مین نے کہا تو پھر اونکے بعد تم جی کر کیا کروگے۔ اوٹھو جس امر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مر گئے ہین تم سب بھی مر جاؤ

یہ کہکر انس بن نضر فوج کفار پر جا پڑے اور لڑنے لگے۔ یہانتک کہ شہید ہوئے تاریخ طبری ص ۱۴۰۶۔ ابن ہشام ص ۸۵ جلد دوم تاریخ الخمیس جلد اول صفحہ ۴۳۸ مصر

انس بن نضر کی ہدایت کی طرف ان حضرات نے ذرا بھی التفات نہ فرمائی اور افسوس۔ جہان بیٹھے تھے وہان سے کوئی صاحب ایک بالشت بھی آگے نہ بڑہ سکے۔ تاریخ الخمیس کی ایک روایت سے ان حضرات کی جنبش نہ فرمانیکی وجہ خاص یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ حضرات وہان بیٹھکر ایک امر خاص مین مشورت فرما رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت کا پورا یقین کرکے اپنی عزیز جانون کی صحت و سلامتی کا سامان کر رہے تھے۔ ملاحظہ ہو تاریخ الخمیس کی مفصلہ ذیل عبارت

قال بعض المسلمین لیت لنا رسولا الی عبد اللہ بن ابی فیاخذ لنا امانا من ابو سفیان۔ جلد اول ص ۴۸۹

بعض مسلمین کہتے تھے کاش ہمکو ایک قاصد ملجاتا کہ اوسکو عبد اللہ بن ابی (منافق) کے پاس بھیجتے کہ وہ ہمارے لئے ابو سفیان سے

امان حاصل کرلیتا۔

نوبت باینجا رسید انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ان مایوسین کی جماعت میں ہر شخص انس بن نضر کی طرح ایثار جان کے لیے طیار نہیں تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو انکی غیرت دلانے پر سب کے سب انکے ہمراہ ہوجاتے اور ادنکی طرح اسلام کے نام پر اپنی جانیں فدا کردیتے۔ لیکن بقول شبلی صاحب یہ وہی بزرگوار تھے جو ہمت ہار چکے تھے انکے ثبات و استقلال میں نہ اتنی پاداری تھی اور خود ان میں اتنی جگرداری باقی تھی کہ شجاعت و دلیری سے کارفرما ہوتے جان بڑی پیاری ہوتی ہے اور خصوصاً اسوقت اور اس تہلکہ کے خاص عالم میں ایسے قیامتناک عالم میں اونکا نقطہ نظر جان کا صرف تحفظ تھا۔ اور اس بدحواسی کی شدت کے ساتھ جیسا علامہ حسین دیاربکری صاحب تاریخ الخمیس بیان کرتے ہیں کہ حفاظت جان کی غرض سے ابوسفیان کی امان طلب کرنے کی تجویزیں فرمانے لگے اور عبداللہ بن ابی ایسے منافق اور دشمن اسلام کو واسطۂ امان بنانے پر طیار ہوگئے۔ اس سے بڑھکر ان حضرات کے لئے اور کون سی شرمناک بات ہوگی۔

مفرورین کی واپسی | گذشت انچہ گذشت۔ اب آیندہ حالات ملاحظہ فرمائے جائیں۔

خیریت ہوگئی کہ تھوڑی ہی دیر کے بعد کعب بن مالک کی نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمال مبارک پر پڑی۔ اور مغفر خون آلود میں سے آپکی آنکھوں کو پہچان کر اس نے یہ مسرت افزا نعرہ بلند کیا۔ اِنَّ هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ یا معشر المسلمین (اے مسلمانو! یہ رسول اللہ صحیح و سلامت کھڑے ہیں۔) یہ فقرہ روح افزا سنکر مسلمانوں میں جان آگئی۔ اور جو حضرات جتنے قریب تھے۔ وہ دامن کشان آپ کی طرف فوراً اسٹ آئے۔

پہلے آنیوالوں میں محدث دہلوی چار بزرگواروں کے نام تبلاتے ہیں۔ ابودجانہ۔ عاصم سہل۔ اور طلحہ۔ اور صاحب تاریخ الخمیس پہلے پلٹنے والوں میں حضرت ابوبکرؓ کا نام لیتے ہیں اور خود اونکا قول نقل کرتے ہیں

قال ابوبکر انصرف الناس یوم احد عن رسول اللہ صلعم فکنت اول من جاء	حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ بروز احد رسول خدا صلعم کو چھوڑکر بھاگ گئے تو وقت مراجعت میں سب سے اول آیا۔ ص ۱۳۴ مطبوعہ مصر

لیکن تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ عبدالحق صاحب نے اجمالاً ان حضرات کے نام لکھدیے ہیں اور انمین تفریق و تفصیل نہیں کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اسمین کلام نہیں کہ یہ چاروں حضرات آپکی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں لیکن ان میں سے ابودجانہ اور سہل بن حنیف انصاری کا نام مفرورین میں کہیں نہیں پایا جاتا۔ بلکہ بالاتفاق یہ امر ثابت ہے کہ یہ دونوں حضرات کفار سے حرب و ضرب میں مصروف تھے۔ اسلیے یہ ممکن ہے کہ مالک کا فقرہ سنکر صف جنگ سے بغرض تصدیق خبر خدمت رسول اللہ میں حاضر ہوگئے ہوں گے۔

جناب شاہ صاحب کا بیان مبہم رہ گیا ہے جس سے ان دونوں بزرگواروں کا شمول بھی مفرورین میں ہوجاتا ہے

حالانکہ قطعاً ثابت نہیں۔ باقی رہے۔ عاصم۔ انکی حالت مشتبہ ہے۔ اس لئے کہ ابتدائے جنگ مین انکے ثبات وجگر داری کے حالات علمداران قریش کے مقابلہ مین بیان ہو چکے ہین اسکے بعد پھر انکا ذکر کہین پایا نہین جاتا ممکن ہے کہ صنف جنگ سے رسول اللہؐ کی زیارت کے لئے یہ بھی آگئے ہون۔ اور اسلئے معاودین مین شمار کرلیے گئے۔ یا حقیقتاً آگے چلکر انکے پائے ثبات بھی لغزش مین آگئے ہون۔ اور یہ بھی فرار کرکے واپس آئے ہون۔

باقی رہے طلحہ بن عبید اللہ تو اونکے نہ مفرورین ہونے مین کلام ہوسکتا ہے اور نہ معاودین مین کیونکہ انس بن نضر والی روایت مین انکا نام بالتخصیص قید ولدیت کے ساتھ مندرج ہے۔ جسپر تمام مورخین کا اتفاق ہو چکا ہے۔

چونکہ خدمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان حضرات کی مفارقت ومعاودت مین تھوڑا ہی عرصہ گذرا اسلئے مورخین ومحدثین نے اتنے عرصہ کو قابل لحاظ نہ سمجھکر ان حضرات کو برابر قائمین مین شمار کیا ہے۔ حالانکہ تاریخ الخمیس تفسیر کبیر تفسیر نیشاپوری۔ تفسیر درمنثور سیوطی۔ حبیب السیر۔ معارج النبوۃ۔ اور مدارج النبوۃ کی مرقومہ بالا بیانات سے آنحضرت صلعم کو تنہا چھوڑ کر سب کا چلا جانا ثابت ہو چکا ہے۔ پھر کسی صاحب کی حاضری یا موجودگی کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔ اگر محدثین ومورخین کی ان مرویات پر جن مین گیارہ حضرات کی حاضری بتلائی گئی ہے یا صحیح بخاری کے مطابق صرف دو شخصون (سعد وطلحہ) کی موجودگی کی روایت پر اعتبار کیا جائیگا۔ تو سعد کی تنہا حاضری سے ان گیارہ حضرات کی موجودگی اور زیادہ قابل الزام ثابت ہوگی۔ اسلئے کہ یہ گیارہ جان نثار عتبہ اور ابن قمیہ صرف دو شخصون کی ضرر رسانی سے پیکر رسالت کی حفاظت نکر سکے۔ عبرت خیز بھی ہے اور حیرت انگیز بھی۔ حقیقت یہی ہے کہ اوسوقت یہ بزرگوار موجود ہی نہین رہے۔ ورنہ انکی عقیدت وجان نثاری کا مقتضا یہی ہونا چاہتا تھا کہ مارتے یا مر جاتے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم نورانی پر خراش نہ آنے دیتے۔

فرار حضرت عمرؓ کی حقیقت پوشی کی طرف شبلی صاحب کی کوشش محض بیکار ہے آپ اپنے ہی دست وقلم سے اہل سیرت وتاریخ کے مختار اور پھر صحیح بخاری کی تصریحات لکھکر باقیماندگان ہمراہیان رسولؐ کے تمام نام بتلا چکے ہین۔ ارباب سیر وتاریخ گیارہ لوگون کے نام بتلاتے ہین اور امام بخاری ۲ دو شخصون کے نام لکھتے ہین۔ ان دونون مین سے کسی مین حضرت عمرؓ کا نام نہین ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان حضرات سے پہلے ہی چلے گئے۔ اور پھر ان بزرگوارون کے واپس آنے سے بھی پیچھے آئے۔'' ان تصریحات کو خود لکھکر اور انس بن نضر کی مجلس مفرورین والی روایات کو نقل کرنے کے بعد جس مین حضرت عمرؓ کا نام مع ولدیت جماعت مفرورین مین موجود ہے۔ شبلی صاحب اصل کتاب کی عبارت مین تو نہین لیکن حاشیہ مین چپکے سے یہ عبارت لکھتے ہین۔

یہ عام روایت (انس بن نضر) والی ہے صحیح بخاری مین یہ واقعہ مذکور ہے لیکن حضرت عمرؓ کا نام نہین یعنی مجلس مفرورین مین بخاری کے نزدیک گویا یہ نہین تھے تو اس سے کیا۔ انھین بخاری نے حاضرین مین بھی تو انکا نام نہین دیا تو اب یہ

حاضرین مین نہین ہین۔ بقول آپ کے مفرورین مین ہین نہین تو ہین یہ کہان۔ یہ بھی تو غور کرلیا جائے۔

شبلی صاحب۔ ہم باربار آپ کی خدمت مین عرض کرتے جاتے ہین کہ حقیقت چھپ نہین سکتی۔ حقیقتًا حضرت عمرؓ مرد میدان نہین تھے۔ میر مجلس ضرور تے۔ صاحب شمشیر نہین تے۔ اہل رائے و تدبیر ضرور تھے۔ ؎ ہر کسی را بہر کارے ساختند کے اصول پر نظر رکھئے۔ ایسے عالم رستخیز مین ثبات و استقلال انکا کام نہین تھا۔ وہ دوسرے کلیجے تھے جن کا ذکر بہت جلد آپ کو معلوم ہوجائیگا۔

اس میرے بیان سے اگر شبلی صاحب اور اون کے ہمخیال حضرات کی تسکین ہو تو امام فخرالدین رازی کی تفسیر کبیر اور علامہ نیشاپوری کی تفسیر عجائب القرآن مین بذیل آیہ

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْکُمْ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعَانِ	وہ لوگ جو دونون فوجون کے مقابلہ کے وقت پیچھے پھر گئے

یہ عبارت ملاحظہ فرمالیجائے۔

اِن من المنھزمین عمر و منھم ایضا عثمان	بھاگنے والون مین حضرت عمر بھی تھے اور انھین مین حضرت عثمان بھی تھے

اگرچہ اس سے بھی تشفی نہو سکے۔ تو اپنی احسن التفاسیر تفسیر امام جریری طبری۔ اور تفسیر درمنثور امام سیوطی مین خود حضرت عمر کا اقرار ذیل کے الفاظ مین ملاحظہ فرمالیا جاوے۔

عن عمر قال لما کان یوم احد ھزمنا و فررت حتے صعدت الجبل	حضرت عمر فرماتے ہین کہ یوم احد جب ہملوگون نے گریز کی تو مین بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گیا۔

افسوس ہے کہ شبلی صاحب کہ اونکے ہمخیال حضرات تمام توجہ و ہمدردی حضرت عمر وغیرہ صحابہ مخصوصین کے ساتھ دکھلاتے ہین۔ لیکن حضرت عثمان کی طرف۔ جو صحابہ کے اسی طبقہ عالیہ مین داخل اور خلافت راشدہ مین شامل ہین کچھ بھی توجہ نہین کرتے۔ یہ بھی نہین پوچھتے کہ ان غریب کا کیا حال ہوا۔ انکی طول طویل فرار کی نسبت نہ کسی کو عذر و معذرت کی فکر ہے اور نہ توجیہ و تنقیح کا خیال۔ انکے واقعات کی جب تحقیق کی جاتی ہے۔ تو بخاری نے باب غزوہ احد مین انکی نسبت ذیل کے مختصرہ پر اکتفا کی ہے۔

اذا سئل من عبد اللہ بن عمر اتعلم ان عثمان بن عفان فر یوم احد قال نعم	عبداللہ بن عمر سے جب استفسار کیا گیا کہ حضرت عثمان بن عفان بھی بروز احد بھاگ گئے تھے۔ تو اونھون نے کہا ہان۔

بخاری کی اس اختصار کی تفصیل طبری کے مفصلہ ذیل الفاظ مین ملاحظہ کی جائے۔

وقد کان الناس انھزموا عن رسول اللہ صلعم حتے انتھے بعضھم الی المنقی دون الاعوص و فر عثمان بن عفان و عقبہ بن عثمان و سعد بن	لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس سے بھاگ کر مقام منقی تک جو عوص کے قریب ہے چلے گئے اور حضرت عثمان بن عفان وہ شخص انصار عقبہ و سعد انبائے عثمان کے ساتھ بھاگے تو مقام جلعب مین جا کر جو ناح

رجلان من الانصار حتی بلغوا الجلعب بناحیۃ المدینۃ مما یلی الاعوص فاقاموا بہ ثلاثا ثم رجعوا الی رسول اللہ صلعم۔	مدینہ مین ہے پناہ گزین ہوئے۔ اور تین دن کے بعد رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے۔

ایسے قیامت انگیز عالم رستخیز مین اون حضرات کے حالات کی تفصیل کی گئی ہے جو نہ اپنے دل ہائے پر اضطراب کو ٹھہرا سکے۔ نہ پاہائے ثبات جما سکے اور نہ دشمن سے تاب مقاومت و مقابلت لا سکے۔ اب ہم ان بزرگوارون کے خلاف اون اسلامی مجاہدین مخلصین اور مبازرین قائمین فی الجہاد کی دلیرانہ جان نثاریان اور شجاعانہ ثبات اور جگرداریان ذیل کی حالات و واقعات مین بیان کرتے ہین۔ جن سے جانبین کے اختلافات طبایع اور خیالات و جذبات باہمانہ کے فرق ما بہ الامتیاز پورے طور سے معلوم ہو جائینگے۔

مبازرین اسلام اور قائمین فی الجہاد کے حسن خدمات

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ عبداللہ بن جبیر کے دستہ فوج کی سرکشانہ نافرمانی سے پہلے میدان جنگ مین مسلمانون کی ایک گونہ جیت ہو چکی تھی اور فوج غنیم کے لوگ بھاگنے لگے تھے۔ اور یہ حضرت حمزہؓ جناب علیؓ مرتضیٰ حضرت ابو دجانہ انصاری مصعب ابن عمیر سہل ابن حنیف الانصاری حنظلہ سعد بن الربیع انصاری اور عمارہ بن زیاد کی بے نظیر شجاعانہ حملات اور لاجواب دلیرانہ سعی و کوشش کا نتیجہ تھا۔ یہ حقیقی مجاہدان فی سبیل اللہ اور فدائیان رسول اللہ صلعم اپنی بے مثال ہمت و وفاداری اور استقامت و پاداری سے لشکر کفار کی گھنی صفون مین گھس پڑے تھے اور اپنے حملات شمشیر سے لوٹ مچا رکھی تھی۔ ان دلاوران اسلامی مین حضرت حمزہ بن عبدالمطلب سب سے زیادہ تیز قدمی اور پیش دستی سے کارفرما تھے اور تنہا بالنفس النفیس کفار کے ٹڈی دل کو چیرتے پھاڑتے اوس انتہائے مقام تک پہونچ گئے تھے جو روز ازل سے آپ کی شہادت کا ,, مقتل،، قرار پا چکا تھا۔

حضرت ابودجانہ انصاری کے محاسن خدمات

حضرت ابودجانہ انصاری کی دلیرانہ پیشقدمیون کی بھی یہی کیفیت تھی سرکار رسالت سے ابتدائے جنگ ہی مین انکو ایک شمشیر عنایت ہوئی تھی اور یہ اوسی تلوار برق رفتار سے لشکر کفار مین خون برسا رہے تھے۔

زبیر بن العوام اس مجاہد کی شان کارزار یون بیان کرتے ہین۔

عن الزبیر خرج ابو دجانۃ بعد ما اخذ السیف واتبعتہ فجعل لا یمر لشیء الا افراہ وھتکہ وحلق بہ المشرکین وکان اذا کل شحذہ بالحجارۃ ثم یضرب بہ العدو کانہ منجل حتی اتی نسوۃ فی سفح الجبل ومعھن ھند وھی تغنی تحرض المشرکین فحمل علیہا فنادت بالصحر فلم یجبہا احد فانصرف عنہا قلت کل سیفا رایتہ	زبیر بیان کرتے ہین کہ ابودجانہ رضؓ کو دربار رسالت سے سیف بران عنایت ہوئی تھی جسے یہ لیکر مشغول جنگ ہوئے اور یہ نوبت پہونچائی کہ جس پر انکی تلوار پڑتی تھی اوسکو قطع کئے بغیر اور صف مشرکین کو شگافتہ کئے بغیر نہین چھوڑتی تھی اور جس پر پڑتی تھی بغیر زخمی ہوئے کوئی شخص نہین بچتا تھا۔ یہانتک نوبت پہونچی کہ فوج کفار کی عورتین پہاڑ پر بھاگنے لگین انمین ہندہ بھی تھی جو گا گا کر مشرکین کو جنگ پر پرجوش بناتی تھی۔ ابودجانہ ہندہ پر تلوار سے حملہ کیا

فاعجبنی غیر انک لم تقتل المراۃ قال کرھت ان اضرب سیف رسول اللہ صلعم امراۃ لا ناصر لھا	اور ہند نے گھیر کر یاآل صخرہ کا نعرہ لگایا لیکن کوئی بھی مدد کو نہ آیا - ابو دجانہ نے ایکبار اپنا ہاتھ روک لیا اور اوسے چھوڑ کر چلے آئے - زبیر کہتے ہین کہ مین نے

ان سے پوچھا کہ تمہاری تیغ آبدار کی کارروائی تو دیکھی لیکن تعجب ہے کہ اسوقت سے تم ایک عورت کو نہ قتل کر سکے - ابو دجانہ نے کہا مجھے خود غیرت آئی کہ مین رسول اللہ کی عنایت کردہ تلوار سے ایک عورت بے یار و مددگار کا کیا سر کاٹون - زرقانی جلد دوم ص ۳۳ بحوالہ صحیح مسلم

یہ بزرگ انصاری ابتدائے جنگ سے انتہا تک شرط جان نثاری اور وفاداری پر یکسان ثابت و پاداری قایم رہا فوج اسلامی کی ہزیمت اور رسول اللہ کی خبر شہادت پاکر بھی - یہ اونھین بزرگوارون مین ہین جنہون نے لڑکر مر جانے اور خدا و رسول کے حکم پر مٹ جانے کو اپنا نصب العین قرار دے لیا تھا -

اسمین کوئی کلام نہین کہ یہ حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے صحیح و سلامت رہنے کا مژدہ سنکر میدان جنگ سے زیارت کے لئے ضرور حاضر ہوئے تھے - اور غالبًا اسی وجہ سے محدث دہلوی نے انکو بھی مفرورین مین سمجھکر جلد لوٹ آنے والون مین شمار کیا ہے - حالانکہ صریحًا خلاف واقع ہے -

مصعب ابن عمیر کے محاسن خدمات	یہ بزرگوار ہاشمی النسل تھے سُبقائے اسلام مین داخل اور نقبائے رسول مین شامل تھے - اکثر مورخین و محدثین کے مختار کے مطابق جنگ احد مین علمدار لشکر تھے - آغاز جنگ سے اتمام تک مخالف کے مقابل ہوکر

شجاعت و دلیری اور ہمت و جرأت کی لاجواب مثالین قایم کر رہے تھے - صف کفار کو درہم و برہم کرکے قلب لشکر مین دور تک بڑھ گئے تھے - وقت برابر ہو چکا تھا ابن قمیہ کی زد پر آگئے - زخم کھائے اور شہید ہو گئے - آنحضرت صلعم سے مشابہ تھے - ابن قمیہ نے رسول اللہ سمجھکر شہادت رسول اللہ کی خبر مشہور کر دی - جناب رسول خدا صلعم انکی خبر شہادت پاکر بہت ملول و محزون ہوئے اور آدمی بھیجکر جناب علی مرتضیٰ کے پاس کہلا بھیجا کہ لشکر کا علم لیکر آگے بڑھین - ابن ہشام ص ۱۰ جلد دوم مصر -

حنظلہ بن ابو عامر کے محاسن خدمات	حنظلہ بن ابو عامر بھی انھین وفاداران اور پاداران اسلام مین تھے - یہ بھی مساعیٔ جہاد مین از ابتدا تا انتہا بے نظیر جگر داریان دکھلاتے رہے - انکا باپ ابو عامر جب میدان مین آکر مبارزطلبی کرنے لگا - تو

اوسکے مقابلہ مین سب سے پہلے انھین نے خدمت رسول سے اجازت جنگ چاہی اور قصد کر لیا کہ دنیا کو کفر و اسلام ظلمت و نور اور سعادت و شقاوت کا نمونہ دکھلا دیا جائے - لیکن رحمت العلمین نے باپ بیٹے کے مقابلہ کو ناگوار سمجھکر اجازت نہ دی -

یہ دلیر مجاہد باپ کو چھوڑکر دوسرے کافر سے مقابل ہوا - اور بڑی دیر تک شجاعت و دلیری کے جوہر دکھاتا رہا - مقابل کا خاتمہ کرکے کفار کی صفون پر ٹوٹ پڑا اور انکو ضرب شمشیر سے اولٹ پلٹ کرتا رہا - پھر ہمت و جگرداری سے بڑھتا ہوا قلب لشکر مین ابو سفیان سردار لشکر کے سر پر جا پہونچا قریب تھا کہ ضرب شمشیر سے اوسکا کام تمام کرکے جدال و قتال کا ایکبار فیصلہ کر دے - کہ شداد بن الاسود جو پہلو مین چھپا کھڑا تھا - اونکے وار کو روکا اور اپنے وار سے انکو شہید کر ڈالا -

سعد بن الربیع انصاری کے محاسن خدمات

سعد بن الربیع جوانان انصار سے تھے۔ اسلام کے جان نثار کامل تھے اور وفادار خالص آغاز جنگ سے اختتام تک شرط وفاداری اور فرض جان نثاری پر قایم رہکر فائز بشہادت ہوئے اور اس قیامت خیز ہنگامہ میں کسی کو نہ انکی شہادت کی خبر ہوئی اور نہ یہ معلوم ہوا کہ انکا قاتل کون ہے۔ میدان جنگ سے قریش کے چلے جانے کے بعد جب شہدائے احد کے تلاش ہونے لگی تو ان کی بھی جستجو ہوئی۔ تو ایک مرد انصار کو یہ جاں بلبِ اسلام دم توڑتا ملا۔ طبری۔ اور ابن ہشام اس خالص عقیدت مند اور وفادار کی آخری تقریر ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں

فنظر فوجدہ (سعد ابن الربیع) جریحا فی القتلی وبہ رمق قال فقلت لہ ان رسول اللہ صلعم امرنی ان انظر فی الاحیاء انت أم فی الاموات قال انا فی الاموات فابلغ رسول اللہ صلعم عنی السلام وقل لہ ان سعد بن الربیع یقول لک جزاک اللہ عنا خیرا ما جزی نبیّنا عن امتہ فابلغ قومک عنی السلام وقل لھم ان سعد بن الربیع یقول لکم انہ عذر لکم عند اللہ ان اخلص علی نبیکم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم منکم عین تطرف قال ثم لا ابرح حتی مات ص۹ جلد دوم ابن ہشام

وہ بزرگ انصاری بیان کرتے ہیں کہ میں نے اونھیں کشتوں میں پڑا پایا۔ رمقِ جان اون میں باقی تھی۔ میں نے پکار کر کہا اے سعد رسول اللہ صلعم نے مجھے اس لئے بھیجا ہے کہ تمہیں تلاش کروں کہ تم زندوں میں ہو یا مردوں میں۔ سعد بولے میں تو مردوں میں ہوں لیکن مہربانی کر کے رسول اللہ صلعم کی خدمت میں جا کر میرا سلام عرض کرنا اور کہنا کہ خدا تعالیٰ آپ کو بہترین جزا عطا فرمائے جو کسی نبی کو اوسکی امت کی طرف سے ندی گئی ہو۔ اور قوم کے لوگوں کو بھی میری طرف سے سلام کہنا اور کہدینا کہ سعد کہگیا ہے کہ جب تک تم لوگوں میں ایک آنکھ بھی جھپکنے والی باقی ہے اُسوقت تک اگر دشمن نبی صلعم تک پہونچگیا تو خدا کے حضور میں تم کوئی عذر پیش نکرسکوگے

اس کے آگے ابن ہشام لکھتے ہیں۔

حدثنی ابوبکر الزبیری ان رجلا دخل علی ابوبکر الصدیق وبنت السعد بن الربیع جاریۃ صغیرۃ علی صدرہ یرشفھا ویقبلھا فقال لہ الرجل من ھذہ قال ھذہ بنت رجل خیر منی سعد بن الربیع کان من النقباء فی العقبہ و شھد بدرا واستشھد یوم احد ص۹۰

ابو بکر زبیری سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص حضرت ابوبکر کے پاس گیا تو دیکھا کہ ایک چھوٹی سی لڑکی اونکے سینہ پر بیٹھی ہے اور وہ اُسے پیار کر رہے ہیں اور اوس کا مونھ چوم رہے ہیں اوس شخص نے پوچھا کہ یہ کس کی لڑکی ہے تو حضرت ابوبکر نے کہا یہ اوس شخص کی لڑکی ہے جو مجھ سے بہتر تھا۔ جو بیعت عقبہ سے مشرف ہوا تھا اور آنحضرت صلعم کے نقبا میں تھا شرکاء بدر میں اجل اور شہدائے احد میں شامل ہے

عمارہ ابن زیاد کی جان نثاری

عمارہ ابن زیاد کے نام میں اختلاف ہے۔ صاحب رحمۃ للعٰلمین نے عمارہ بن زیاد لکھا ہے اور شبلی صاحب زیاد بن السکن لکھتے ہیں۔ دونوں صاحبوں نے طبری سے لکھا ہے۔ طبری نے خود تحقیق نام نہیں کی ہے سوہ لکھتے ہیں زیاد بن عمارہ بن زیاد بن السکن (زیاد یا عمارہ بن زیاد بن السکن) ص۱۳ جلد ۱

بہر حال- باپ بیٹون مین سے جو صاحب ہون وہ آغاز جنگ سے حصول شہادت تک ضرور قایم بالجہاد رہے
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انکی شہادت کی خبر پہونچی تو آپ نے شفقت خاص سے انکی لاش حضور مین
اٹھوا منگوائی جب مسلمان انکی لاش اوٹھالائے تو فرمایا قریب لاؤ- قریب لائے تو ارشاد فرمایا اور قریب لاؤ-

فوسدہ قدمہ فمات وخدہ علی قدم رسول اللہؐ	یہانتک کہ انکی لاش آپکے قدم سے مل گئی اور وہ اپنے رخسار قدم رسولؐ پر رکھکر مر گیا-

اسموقع پر شبلی صاحب نے مناسب حال کسی کا یہ شعر لکھا ہے- ۵ بچہ ناز رفتہ باشد زجہان نیازمندے
کہ بوقت جان سپردن بسرش رسیدہ باشی ۵ سیرۃ النبی ص ۲۰۸ باہم واقعیت کا ایک شوشہ رہ گیا ہے-
صاحب رحمۃ العلمین نے مناسب مقام سمجھکر اردو کی زبان قدیم کا یہ شعر لکھا ہے- زبان مین جو عذر ہو
لیکن واقعیت اور تمثیلیت مین کوئی کلام نہین- وہ یہ ہے ۵
سر بوقت ذبح اپنا اوسکے زیر پائے ہے رحمۃ ص ۱۱۰ یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے-

سہل ابن حنیف انصاری کے محاسن خدمات

سہل ابن حنیف انصاری کے ولا و وفائے اسلام کی تصدیق اور ثبات فی الجہاد
کی توثیق مین یہی کافی ہے- جیسا کہ ابن ہشام لکھتے ہین کہ جناب علی مرتضیٰؑ نے
حضرت سیدہ صلوٰۃ اللہ علیہا کو ذوالفقار اس غرض سے روز احد دی کہ وہ اسے کافرون کے خون سے
پاک کردین تو ارشاد فرمایا-

اغسلی عن ہذا دمہ فواللہ لقد صدقنی الیوم	اس کا خون دہو ڈالو- بخدا اس نے آج اپنی خدمات کی تصدیق کرادی-

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریب تھے سنکر ارشاد کیا-

یا علی لئن کنت صدقت القتال لقد صدق معک سہل بن حنیف الانصاری وابو دجانہ	تنہا تمہین نے خدمات جنگ کی تصدیق نہین کرائی بلکہ تمہارے ساتھ سہل بن حنیف انصاری اور ابو دجانہ نے بھی-

مخبر صادقؐ کے لفظ معیت مین اتنی کامل صداقت تھی کہ سہیل ابن حنیف الانصاری واقعات صفین
تک حضرت علی مرتضیٰؑ کی معیت مین موجود رہے- امارت بصرہ کے وقت جو انکی ذلت وخواری کی گئی- اوسکا ذکر
ناگفتہ بہ ہے اور بہت قبل از وقت-

مجاہدین- قائمین بالجہاد کی فہرست مین شبلی صاحب- زبیر العوام- طلحہ اور سعد بن ابی وقاص کے نام
بھی بتلاتے ہین اور وہ کیا تاریخ وحدیث کی مرویات سے بھی ظاہر ہوتا ہے- خصوصاً طلحہ کی تصدیق خدمات
خود رسول اللہ صلعم کی زبانی بھی جا بجا نقل فرمائی ہے- لیکن چونکہ ہم اونھین تاریخ وحدیث سے ان بزرگون کو
منہزمین ومفرورین مین اوپر ثابت کر آئے ہین اس لئے یہ حضرات اون بزرگوارون کے مقابلہ مین جنکا ذکر ابھی ابھی ہم
لکھ چکے ہین- معیار شجاعت وجگرداری اور مقیاس ثبات وپاداری مین مشکل سے کامل اوترتے ہین- ممکن ہے کہ انکے

جن خدمات کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہ اوائل جنگ میں یا قبل محبت و حیثیت رسول صلعم ان سے عمل میں آئی ہوں اور پھر لڑائی بگڑ جانے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زخمی ہو جانے اور نظروں سے پوشیدہ ہو جانے کے بعد انکے پائے ثبات میں بھی لغزش آگئی ہو۔ یہی واقعیت ہے۔ اور واقعیت کا انکار حقیقت کا انکار ہے۔

جناب علی مرتضیٰ کے محاسن خدمات

انھیں قائمین فی الجہاد میں جن کا ذکر خیر اوپر بیان ہو چکا ہے۔ انکے سر حلقہ اور مقتدا حضرت علی مرتضیٰ ثابت ہوتے ہیں۔

جنگ احد کے قیامت خیز معرکہ میں جو حضرات از ابتدا تا انتہا ثابت قدم رہے اونکے نام اور تفصیلی خدمات اوپر بیان ہو چکے۔ اور یہ بھی معلوم ہو چکا کہ ان آٹھ وفاداروں اور جگرداروں میں پانچ بزرگوار حضرت حمزہؓ۔ مصعب ابن عمیر حنظلہ۔ سعد بن الربیع اور عمارہ بن زیاد شرائط وفا کے ساتھ فدائے اسلام ہو گئے۔ رضوان اللہ علیہم تین وفادار حضرت علی مرتضیٰؑ حضرت ابو دجانہ انصاری اور حضرت سہل بن حنیف انصاری انتہائے جنگ تک خدمات جان نثاری اور وفاداری پر ثابت قدم رہے اور ابن ہشام کے موافق مراجعت مدینہ تک ان کی خدمات کی زبان رسالت سے تصدیق فرمائی گئی۔

جناب علی مرتضیٰ کی اقامت فی الجہاد کی ابتدائی کیفیت اور علمداران قریش کو آپ کا قتل کرنا اوپر بیان ہو چکا ہے۔ اور اون کے مجموع علمداروں میں سے۔ رحمۃ العلمین کے قول کے مطابق آٹھ علمداران قریش کو یکے بعد دیگرے تن تنہا آپ ہی نے قتل فرمایا تھا (ص ۱۰۸) علمداران قریش کے قتل کے بعد آپ کی عدیم المثال مبازرت کی تفصیل و تصریح طبری میں یوں مرقوم ہے۔

لما قتل علی ابن ابی طالب اصحاب الالویۃ ابصر رسول اللہ صلعم جماعۃ من مشرکی قریش فقال لعلی احمل علیھم فحمل علیھم ففرق جماعتھم وقتل عمرو بن عبد اللہ الجمحی قال ثم ابصر رسول اللہ صلعم جماعۃ من مشرکی قریش فقال لعلی احمل علیھم فحمل علیھم ففرق جماعتھم وقتل شیبۃ بن مالک احد بنی عامر بن لوی فقال جبریلؑ یا رسول اللہ ان ھذہ للمواساۃ فقال رسول اللہ انہ منی وانا منہ فقال جبرئیلؑ وانا

ابو رافع اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ جب علی مرتضیٰؑ علمداران قریش کو قتل کر چکے تو آنحضرت صلعم نے مشرکین کی ایک جماعت کو اپنی طرف آتے دیکھکر حضرت علی سے فرمایا کہ ان پر حملہ کرو۔ حضرت علی نے اوس جماعت پر حملہ کیا اور اوسکو متفرق کر دیا اور اون میں سے عبد اللہ بن عمر جمحی کو قتل کر ڈالا۔ اسکے بعد پھر جناب رسول خدا صلعم نے دوسری جماعت مشرکین کو اپنی طرف آتے دیکھا پھر فرمایا۔ ان پر حملہ کرو۔ پھر حضرت علی نے اون پر حملہ کر کے اونکو متفرق کر دیا اور اون میں شیبہ بن مالک جو بنی عامر کے قبیلہ کا ایک آدمی تھا قتل کر ڈالا۔ یہ دیکھکر حضرت جبرئیلؑ نے خدمت رسول صلعم میں عرض کی کہ یہ تو منتہائے محبت و رفاقت ہے۔ جناب رسول خدا صلعم نے

منکما قال فسمعوا صوتا لا سیف الا ذوالفقار ولا فتی الا علی ع طبری ص ۱۴۰۲ ۔ جرمن

ارشاد فرمایا اسلئے کہ یہ مجھسے ہیں اور میں اس سے ہوں ۔ یہ سنکر حضرت جبرئیل ع نے کہا کہ میں تم دونوں میں شامل ہوں اسکے بعد یہ آواز سنائی دی کہ کوئی کہتا ہے تلوار ذوالفقار کے ایسی نہیں اور کوئی جوانمرد علی کے ایسا نہیں ہے ۔

ایسا نہیں ہوا کہ شمول کا مواسات میں حضرت جبرئیل ع صرف وعدہ کرکے رہ گئے ہوں ۔ نہیں ایسا نہیں ہوا تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وعدہ عملی صورت میں لایا گیا اور پورا فرمایا گیا ۔ علامہ یوسف گنجی الشافی اپنی کتاب کفایۃ الطالب میں اور شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی مدارج النبوۃ میں تحریر فرماتے ہیں ۔

روی الحافظ محمد ابن عبدالعزیز الجنابذی فی کتاب معالم العترۃ النبویۃ مرفوعا الی قیس بن سعد عن ابیہ انہ سمع علیا یقول اصابتنی یوم احد ستۃ عشر ضربۃ سقطت الی الارض فی اربع منہن فجاءنی رجل احسن الوجہ طیب الریح فاخذ بضبعی فاقامنی ثم قال اقبل علیہم فانک فی طاعۃ اللہ ورسولہ وھما عنک راضیان قال علی ع فاتیت النبی صلعم فاخبرتہ فقال یا علی ع اقر اللہ عینک وذاک جبرئیل ع ۔ سوانح عمری حضرت علی ص ۲۱۶ لاہور

حافظ محمد بن عبدالعزیز جنابذی اپنی کتاب معالم العترۃ النبویہ میں بطریق مرفوع قیس بن سعد سے اور وہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ انکے والد نے حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جنگ احد کے دن مجھے سولہ زخم ایسے کاری لگے تھے کہ انمیں سے چار زخموں کے ساتھ میں زمین پر گرنے کے قریب پہونچ گیا تھا ۔ اور ہر بار ایک خوبصورت خوشبو میں ڈوبا ہوا آدمی میرے پاس آکر میرا ہاتھ پکڑ لیتا تھا اور مجھکو کھڑا کر دیتا تھا اور کہتا تھا بڑھکر دشمنوں پر حملہ کر کہ تو خدا اور اوسکے رسول کی اطاعت میں ہے اور وہ دونوں تجھسے راضی ہیں ۔ جناب علی مرتضیٰ ع فرماتے ہیں کہ میں نے یہ بات جناب رسول خدا صلعم کی خدمت میں کہی تو آپنے ارشاد فرمایا کہ اے علی ع خدا تمہاری آنکھوں میں ٹھنڈک عطا فرمائے ۔ وہ جبرئیل تھے ۔

مرقومہ بالا مشاہدات غیب میرے بیان کے شاہد صادق ہیں ۔ حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کی یہ مبازرت اسوقت کی ہے کہ حکم رسول اللہ صلعم سے آپ لشکر کفار اوس جماعت میں جو بار بار رسول اللہ صلعم کی ذات خاص پر ایذا رسانی کی غرض سے چڑھ چڑھ آتے تھے ۔ ہر بار آپ اونپر حکم رسول ص سے حملہ آور ہوتے تھے اور ہر بار بڑی جگرداری سے لڑکر اونکو پسپا کر دیتے تھے ۔

شبلی صاحب نے حضرت علی کی ایسی بے نظیر شجاعت و مبازرت کو اول تو آنحضرت صلعم کے مجروح ہونیکی بعد لکھا ہے ۔ اور یوں اسکی واقعیت اور اصلیت کو بدل دیا ہے ۔ دوسری یہ کہ ان محاسن خدمات کو صرف اتنا لکھکر "دل کا دل ہجوم کرکے بڑھتا تھا لیکن ذوالفقار کی بجلی سے یہ بادل پھٹ پھٹ کر رہ جاتا تھا" ص ۲۷۷ ۔ اسکی حقیقت کو تمام کر دیا ہے ۔ ہم کو آپ کی اس کوتہ رقمی کی کوئی شکایت نہیں ۔ اس لئے کہ ہمکو آپ کی خدمت میں عادت شناس اور مزاجدان ہونیکا اعزاز حاصل ہو چکا ہے ۔ ہم خوب واقف ہیں کہ یہ موقع خاص آپ کے اختصار و اقتصا

اور تلخیص و تلمیح کے مقامات ہین۔

لشکر اسلام کی ہزیمت اور رسول اللہ صلعم کی شہادت کی خبر سنکر جو کیفیت حضرت علی مرتضیٰ ع کے قلب پر مستولی ہوئی وہ خود زبان مبارک سے یون ارشاد فرماتے ہین۔ محدث شیرازی لکھتے ہین۔

چون کفار بر مسلمانان غلبہ کردند حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام از نظر من غایب شد در میان کشتگان رفتم و احتیاط کردم سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ندیدم با خود گفتم وے ازان قبیل نیست کہ از صف جنگ کافران بگریزد و در میان قتلی نیست۔ گمان من انیست کہ حق تعالیٰ بواسطہ فعل ما بر ما غضب کردہ و پیغمبر خویش باسمان بردہ و با خود گفتم ہیچ بہتر ازان نیست کہ بقاتلہ نمایم تا کشتہ شوم شمشیر کشیدہ و بر جوق مشرکان حملہ بردم از ہم بپاشیدند۔

جب کفار نے مسلمانون پر غلبہ کیا حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام میری نظرون سے غائب ہوگئے۔ مین آپ کو کشتون مین ڈھونڈھنے لگا۔ اور اون مین آپ کو نہ پایا تو مینے اپنے دل مین سوچا کہ رسول صلعم سے تو یہ ممکن ہی نہین کہ جنگ کفار سے گریز فرمایئن۔ میرا یہ خیال ہے کہ یہ ہزیمت خدا کا غضب ہے جو ہمارے افعال کی سزا مین ہم پر اوتارا گیا ہے اور خدا نے اپنے رسولؐ کو محفوظا اور مصئون رکھکر آسمان پر اوٹھا لیا ہے۔ یہ سوچکر مین نے اپنے دل سے کہا کہ اب میرے لئے اس سے بہتر کوئی صلاح عمل نہین ہوسکتی کہ ہم بھی کفار سے لڑکر مرجایئن۔ یہ قصد کر کے مین تلوار لے کر گروہ کفار پر ٹوٹ پڑا اور اپنی جگرداری سے لڑا کہ اونکو متفرق اور پریشان کر دیا۔ روضتہ الاحباب مطبوعہ لکھنو ص ۲۶۲

ان خدمات کے صلہ مین جناب احدیت کی بارگاہ سے حضرت علی مرتضیٰ ع کو کیا صلہ عطا ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ جماعت کفار کے متفرق کرنے کے بعد نظر مبارک اوٹھاتے ہین تو جمال رسالت سامنے ہے صلوا علیہ وآلہ۔

محدث شیرازی اوسی سلسلۂ بیان مرقومہ بالا مین جناب علی مرتضیٰ کے زبانی نقل فرماتے ہین۔

جمال حضرت را دیدم بسلامت دانستم کہ حق تعالیٰ ویرا بملائکہ کرام خود محافظت نمودہ

اس اثنا مین میری نظر آنحضرت صلعم کے جمال مبارک پر پڑی اور آپ صحیح و سلامت نظر آئے تو مجھے یقین آگیا کہ خدا نے ملائکہ کرام کے ذریعہ سے آپکی محافظت فرمائی۔

فوراً خدمت اقدس مین حاضر ہوئے۔ اب باہمی مکالمت کی حقیقت بھی محدث شیرازی و محدث دہلوی کی عبارت مین ملاحظہ ہو۔

آنحضرت صلعم نظر کرد۔ دید کہ علی بن ابی طالب بپہلوے مبارکش استادہ است۔ فرمود۔ چون است کہ تو بہ برادران خود ملحق نگشتی۔ علی گفت اا کفر بعد

آنحضرت صلعم نے نظر اوٹھائی تو دیکھا علی ابن ابی طالب پہلو مین کھڑے ہین اون سے استفسار فرمایا کہ تم کیونکر اپنے بھائیون سے جاکر نہ مل گئے حضرت علیؑ نے عرض کی کیا مین ایمان لانیکے بعد

الایمان انی بلک اسوۃ ایا کافر شوم بعد از ایمان بدیں کہ مرا با تو اقتداست - یعنی مرا بشما کار ست یا یاران و برادران کہ در پئے غنیمت افتادند و ہزیمت نمودند چہ کار دارم	کافر ہو جاتا - مجھکو آپ ہی کی اقتدا کافی ہے - یعنی مجھے آپ ہی سے صرف سروکار ہے مجھے اپنے اُن یاروں اور بھائیوں سے کیا کام جو مال غنیمت کے لالچ مین پڑ گئے - اور بھاگ نکلے -

ذکوان کی استمداد و اعانت

جناب علی مرتضیٰ ع کی عدیم المثال شجاعت خود غرض نہین تھی - اسکا کوئی پہلو عالی ہمتی اور ہمدردی اور دوسرون کی مدد و اعانت سے خالی نہین تھا - ایسا نہین تھا کہ حضرت علی مرتضیٰ صرف اپنی حفاظت کے لئے اپنی قوت و شجاعت صرف کرتے ہون اور دوسرے رفیقون کی مدد و استعانت سے پہلو تہی فرماتے ہون واقعات شاہد رہے ہین کہ اسی احد کی لڑائی مین حضرت علی ع نے بنی عبد الدار کے علمدارون کا خاتمہ کر کے فوراً حضرت حمزہ ع اور حضرت ابو دجانہ کی حمایت فرمائی اور دیر تک انکے شریک رہکر لشکر کفار سے لڑتے رہے -

حضرت حمزہ ع اور حضرت ابو دجانہ رض ہی کی حمایت و استمداد پر منحصر نہین - شاید آپ نے اپنے عم محترم کی اعانت کو فرض سمجھ لیا ہو - تو ذکوان بن عبد العبس کے قصہ سے آپکی ہمت استعانت عام کے ثبوت خاص ملجاتے ہین - ترجمہ مغازی الصادقہ کامل واقدی مطبوعہ نول کشور لکھنؤ مین اس واقعہ کی نسبت لکھا ہے -

جناب علی مرتضیٰ ع نے محاصرہ کفار سے نکل کر - ذکوان بن عبد العبس کو جس کا ذکر ابتدا مین ہو چکا ہے - جو مجاہدین اسلامی مین داخل تھا - ابو الحکم ابن الاخنس ثقفی کے پنجہ مین گرفتار دیکھا - آپ کی ہمدردی اور غیرت اسلامی اسکی مقتضی نہ ہوئی کہ اسکی اعانت و دستگیری سے ناتوجہی کی جائے - حالانکہ یہ وہ وقت تھا کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خبر شہادت سنکر آپ حضور کی تلاش مین نہایت بیتاب تھے - اگر ایسے وقت نازک مین پہلو تہی بھی کی جاتی تو قابل الزام نہین تھی - لیکن جناب علی مرتضیٰ ع کی حمیت اسلامی اسکو گوارا نفرما سکی - آپ یہ دیکھکر فوراً موقع پر پہونچے - ابو الحکم کی تلوار اوٹھ چکی تھی - غریب ذکوان کی گردن اوسکے نیچے آچکی تھی - موت ذکوان کے سامنے آ کھڑی تھی - سب سے زیادہ دشواری ذکوان کے لئے یہ تھی کہ یہ پیدل تھے اور ابو الحکم گھوڑے پر سوار - لیکن شہسوار لافتیٰ نے ذکوان کی ان تمام دشواریون کو طرفۃ العین مین رفع کر دیا - ابو الحکم کا ہاتھ ذکوان پر پڑنے بھی نہ پایا تھا کہ حضرت علی ع کی ذو الفقار کا تلا ہوا ہاتھ ابو الحکم کے سر پر ایسا کاری پڑا کہ اوسکا سر کٹ کر ذکوان کے سامنے گر پڑا - ذکوان کی جان بچی - غریب نے اپنی راہ لی - ص ۲۱۰

محدث شیرازی اور محدث دہلوی دونوں بزرگون نے انھین عدیم المثال مشاہدات شجاعت پر اعتبار کر کے تحریر فرمایا ہے -

وے رضی اللہ عنہ حق مبارزت و محاربت و حلاوت و شجاعت بجا آورد کہ فوق آن تصور نتوان کرد یعنی آپ نے ہر طرح سے جدال و قتال - دلیری و شجاعت کے ایسے حقوق ادا فرمائے کہ اون سے زیادہ تصور نہین ہو سکتا -

شاہ عبد الحق صاحب تو اپنی حد امکان تک تعریف و توصیف ہی کر کے رہ گئے۔ لیکن امام المغازی ابن اسحٰق۔ امام المورخین ابن جریر طبری و ابن ہشام بالاتفاق یہ لکھکر فیصلہ کر چکے ہیں۔

وکان الفتح یوم احد بصبر علیؑ علی عنایتہ وثباتہ وحمل بلائہ

(احد کے روز فتح حضرت علیؑ کے مصیبت پر صبر کرنے۔ ثبات حواس قائم رکھنے اور تکلیف برداشت کرنیکی وجہ سے نمودار) ہوئی تھی۔

یہی رائے امام المحدثین ابو یوسف الگنجی الشافعی کی بھی ہے۔ جسکو اونھوں نے اپنی کتاب کفایۃ الطالب میں حضرت ابن عباس کی سند سے لکھا ہے۔

نضر ابن انس انصاری کی جان نثاری

اپنے اس سلسلہ بیان میں۔ ابھی ہمکو چند فدائیان انصار کی دلیرانہ جان نثاریاں اور وفاداریاں کا ذکر کردینا بہت ہی ضروری ہے۔

انس بن مالک کے چچا۔ انس بن نضر کی دلیرانہ سرفروشی اور جانبازی تفصیل سے اوپر بیان ہو چکی ہے۔ اور بتلا چکے ہیں کہ یہ گروہ منہزمین اسلام کو جنگ کفار پر غیرت دلاکر فوج قریش کی گھنی صفوں میں شیرانہ شوکت و شان سے ٹوٹ پڑے اور لڑتے لڑتے فائز بشہادت ہوئے۔ کفار نے انکو زخموں سے اتنا چور کردیا تھا کہ لاشوں کے جانچے کے وقت کوئی انکی لاش کو نہ پہچان سکا بالآخر انکی مصیبت نصیب بہن نے ہاتھ کی انگوٹھی سے پہچانا۔

پانچ انصار کی یکبارجان نثاری

عمارہ ابن زیاد اور زیاد بن السکن کے حالات بھی اوپر لکھے جا چکے ہیں۔ زیاد اور عمارہ نے تنہا اپنی جانوں کے ایثار نہیں کئے۔ بلکہ اپنے تین اور رفقائے عزیز کو بھی فدائے اسلام کردیا۔ کیفیت یہ ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحت و سلامتی کا مژدہ پاکر یہ پانچوں جان نثار یکبار میدان جنگ سے حصول زیارت کے لئے حاضر خدمت ہوئے اور کفار کی اوس جمعیت سے جو آنحضرت صلعم کے قریب ایذا دہی کی غرض سے جمع تھی۔ اذن رسول پاکر حملہ آور ہوئے اور پانچوں کے پانچوں شہید ہوگئے۔ ایک بھی جانبر نہو سکا۔ رضوان اللہ علیہم

ابو طلحۃ الانصاری کی رفاقت

ابو طلحۃ الانصاری کی خدمات بھی۔ جو انس بن مالک مشہور صحابی کے علاتی باپ تھے۔ قابل الذکر ہیں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جب یہ تیر برساتے تھے۔ تو یہ وفادار اور جگر دار جان نثار چہرہ مبارک پر اپنی سپر روک لیتا تھا اور موذیوں کے تیروں کو آپکے چہرے پر نہ آنے دیتا تھا اور اسی حالت میں تیر انداز ان کی خطاکاری کا جواب بھی دیتا جاتا تھا ابو طلحہ نے اسموقع خاص پر اتنی تیر چلائی تھی کہ دو تین کمانیں ان کے ہاتھوں میں ٹوٹ گئیں تھیں۔ سیرۃ النبی ص ۲۷ بحوالہ بخاری

خواتین اسلام کی مردانہ ہمت و رفاقت

مردوں کی ایثار نفس اور جانبازی کو تفصیل سے دکھلانا اور خواتین اسلامی کی مردانہ وار رفاقت دانیاں کا ذکر نکرنا۔ واقعہ نگاری کی نامردی ہے اور سوانح نویس کی بیدردی اسلئے ہم اپنے سلسلہ بیان کو ان محترمات کے محاسن خدمات سے خالی رکھنا نہیں چاہتے۔ ان میں سب سے پہلے ام عمارہ کا حال ذیل میں لکھتے ہیں

ام عمارہ صحابیہ کے محاسن خدمات

یہ عفیفہ محترمہ خود درخواست کر کے لشکر اسلامی کی خدمت کرنے کیلئے ہمراہ آئیں تھیں۔ اور فن جراحی سے واقف

تھیں عین اوس موقع پر جب فوج کفار کے موذی تیرانداز آنحضرت صلعم پر تیرون کا مینہ برسا رہے تھے۔ تو یہ شیردل خاتون انصاریہ آنحضرت کے آگے کھڑی ہوگئیں اور اونکے تیرون کو اپنے سینہ پر لے لینے لگی۔ اور جب وہ خونخوار جماعت نیزہ و تلوار لیکر آپ کا قصد کرتی تھی تو یہ خود تلوار پکڑکر ان کے وار کو رد کرتی تھی اور اونھیں برابر کا جواب دیتی تھی۔ جب ابن قمیہ تلوار پکڑکر آنحضرت صلعم کے بالکل قریب آگیا تو ام عمارہ نے بڑھ کر بڑی دلیری کے ساتھ روکا۔ اور اسی روکد میں ان کے کندھے پر زخم لگا اور غار پڑ گیا۔ مدتون رہا۔ اس بہادر خاتون نے تلوار لگاکر ابن قمیہ کو اوس کی ضرب کا جواب بھی دیا۔ مگر وہ ظالم دو زرہین تلے اوپر پہنے ہوئے تھا۔ اس لیے ان کی تلوار کام نہ کرسکی۔

ابن ہشام جلد دوم ص ۸۴ سیرۃ النبی ص ۲۸۱

نہین معلوم کہ سیرت والون کے گیارہ اور صحیح بخاری کے وہ دو جان نثار اسوقت کہان تھے جو ام عمارہ کی دلیری کو بھی دیکھکر ابن قمیہ کے مقابلہ پر جرأت نہ کرسکے۔ حقیقت و انصاف تو یہ بتلا رہے ہین کہ اس خاتون انصاریہ کے خدمات بڑے بڑے مجاہدین اسلام کی کارگذاریون سے زیادہ قابل قدر و عزت ہین۔

دوسری خاتون انصاریہ کی جگرداری

قبیلہ انصار مین بنی دینار کی ایک عورت کے باپ بھائی۔ اور شوہر سب کے سب کفار سے لڑکر کام آچکے تھے۔ لیکن وہ خاتون رسول اللہ صلعم کی خبر شہادت سنکر اسقدر بےچین اور مضطرب الحال ہو رہی تھی کہ اوسکو اپنے تین زخمہائے کاری اور صدمات متصل کی کوئی فکر نہین تھی وہ رسولؐ کی تلاش مین ادھر ادھر مجنونانہ وار پھر رہی تھی۔ جو دیکھتا تھا وہ اوس سے اوسکے باپ بھائی اور شوہر کی خبر پوچھتا تھا۔ لیکن وہ بےخود ہوکر اون سے پوچھتی تھی یہ تو کہو۔ رسولؐ اللہ تو صحیح و سلامت ہین۔ لوگ کہتے تھے۔ ہان الحمدللہ آپ بخیریت ہین۔ اسی حالت مین وہ افتان و خیزان جناب رسول خداؐ کی خدمت مین پہونچی۔ نظر اوٹھاکر جمال مبارک کی زیارت کی۔ اور عرض کی۔ کل مصیبۃ بعدک جلل یارسول اللہؐ آپ موجود ہین تو پھر تمام مصیبتین ہیچ ہین۔ شبلی صاحب نے اسموقعہ کے مناسب حال یہ شعر لکھا ہے کیا تعجب کہ طبعزاد ہو ؎

مین بھی اور باپ بھی شوہر بھی برادر بھی فدا | اے شہ دین ترے ہوتے ہوئے کیا چیز ہین ہم

سعد بن معاذ کی مان اور عقیدت

رئیس الانصار سعد ابن معاذ کی اپنے بھائی عمر بن معاذ درجہ شہادت پر فائز ہوئے تھے۔ سعد بن معاذ کو اپنے آپ برابر کے بھائی کا کوئی غم اور کوئی رنج و الم رفاقت و اطاعت رسول صلعم کے مقابلہ مین نہین تھا یہ تو مرد تھے۔ ثبات و پاداری ان کا کام تھا۔ انکی مادر گرامیقدر کی جگرداری البتہؓ قابل ذکر ہے۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جب داخل مدینہ ہوئے تو آپ کے گھوڑے کی لگام سعد ابن معاذ تھامے تھے۔ آمد رسول کی خبر سنکر۔ انکی والدہ معظمہ جنکا نام کبشہ بنت رافع تھا شوق رسولؐ مین بیتاب ہوکر دوڑین۔ بیٹے کی نظر ان پر پڑی تو چپکے سے خدمت رسولؐ مین عرض

کی۔ تاں شوق زیارت میں دوڑی آئی ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ مرحبا۔ اتنے میں وہ محترمہ آہی گئیں۔ جمال مبارک پر چشم عقیدت سے نظر کی۔ اور فرط مسرت سے شگفتہ ہوگئیں۔ اور خلوص سے عرض کی حضور کو زندہ وسلامت دیکھکر تمام رنج وغم فراموش ہوگئے۔ آنحضرت صلعم غایت اخلاق سے اونکو اونکے فرزند شہید کی تعزیت دی اور اون کے فرزند شہید اور دیگر شہدائے انصار کے داخل جنت کئے جانے کی بشارت پہونچائی۔ روضۃ الاحباب مطبوعہ لکھنؤ ص ۲۷۳

جراحت رسول سے لیکر خاتمہ جنگ تک کے حالات

جان نثاران اسلام میں اون تمام بزرگوارون کی خدمات جو حمایت اسلام اور رفاقت حضرت خیر الانام علیہ السلام کے متعلق جنگ احد میں واقع ہوئے وہ حدیث وتفسیر اور سیرت وتاریخ کے معتبر ماخذون سے ایک سلسلہ مین بیان کردیے گئے۔ اس تفصیل کو تمام کرکے اب ہم جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے زخمی ہونے اور شہر مین اسلام کے واپس آنے کے حالات سے لے کر خاتمہ جنگ تک کی باقی واقعات کو موجودہ سلسلہ مین بیان کرتے ہین۔

یہانتک بیان ہوچکا ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار سے برآمد ہوئے۔ سرور عالم کی خبر شہادت مدینہ تک پہونچ گئی تھی جناب سیدہ اور دیگر خاتونان اسلامیہ جو شمار مین ۱۴ محترمات تھین بیتاب ہوکر میدان جنگ تک چلی آئین اور محدث شیرازی لکھتے ہین کہ جوہین جناب سیدہ کی نظر اپنے پدر بزرگوار کے چہرہ خون آلود پر پڑی بیقرار ہوکر رونے لگین آنحضرت نے اپنے پارہ جگر کو سینہ سے لگالیا اور دیر تک اشکبار رہے اس اثنا مین حضرت علی مرتضیٰ بھی پہونچ گئے اونہون نے اپنی ڈہال مین پانی لانا اور حضرت فاطمہ زہرا نے دھونا شروع کیا۔ لیکن زخم سے خون نہین بند ہوتا تھا تو بالآخر جناب سیدہ نے پارچہ حریر اور بروایت بخاری پارہ حصیر جلاکر لگایا تب خون بند ہوا روضۃ الاحباب ص ۲۷۰۔ رسالت کی صبر وشکیبائی اور نبوت کی رعایت وعفو فرمائی یہ ہے کہ ایسی شدید تکلیف اور درد ومحن کی حالت خاص مین بھی آپکی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے رب اغفر قومی فانهم لا یعلمون پروردگار میری قوم کو بخش دے کہ وہ جانتے نہین۔ عجیب عالم رستخیز اور ہنگامہ قیامت خیز تھا۔ وہ اضطراب طاری تھا کہ دوست دشمن کی تمیز باقی نہین تھی۔ شبلی صاحب نے توصرف اتنا ہی لکھا ہے کہ اس ہلچل اور کشمکش مین مسلمان مسلمان کے ہاتھ سے مارے گئے۔ اور یمان کی شہادت مثال پیش کی ہے تحقیق مزید سے معلوم ہوتا ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بھی لاعلمی کی وجہ سے ایساہی واقعہ پیش ہونیوالا تھا۔ لیکن خیریت ہوگئی۔ طبری لکھتے ہین۔

مسلمانون مین قیامت کی ہلچل

وانطلق رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يدعو الناس حتى انتهى الى اصحاب الصخرة فلما رأوه وضع رجل سهما فى قوسه فاراد ان

جناب رسول خدا صلعم لوگون کو پکارتے ہوئے آگے بڑہے یہانتک کہ آپ پہاڑ پر جمع شدہ جماعت صحابہ۔ طبری کی اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ یہ جماعت وہی تھی جس کا ذکر نضر بن انس والی روایت مین ہوچکا ہے۔ کیونکہ سیاق عبارت بھی اسی پر شاہد ہے

ان یرمیه فقال انا رسول الله صلعم ففرحوا بذلک حین وجدوا رسول الله صلعم حیا وفرح رسول الله صلعم حین اتی فی اصحابه من یمتنع به فلما اجتمعوا وفیهم رسول الله صلعم ذهب عنهم الحزن فاقبلوا یذکرون الفتح وما فاتهم منه ویذکرون اصحابهم الذین قتلوا فقال الله عزوجل الذین قالوا ان محمدا قد قتل فارجعوا الی قومکم۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰی اَعْقَابِکُمْ وَمَنْ یَّنْقَلِبْ عَلٰی عَقِبَیْهِ فَلَنْ یَّضُرَّ اللّٰهَ شَیْئًا وَسَیَجْزِی اللّٰهُ الشّٰکِرِیْنَ

اور طبری نے اوس روایت کے بعد ہی یہ واقعہ لکھا ہے اکے پاس پہونچ گئے۔ جب ان لوگون نے آپ کو آتے ہوئے دیکھا تو ایک شخص نے اپنی کمان مین تیر رکھکر آپ کو تیر مارنا چاہا (لاعلمی سے) یہ دیکھکر آپ نے پکارا۔ مین ہون رسول اللہ صلعم یہ سننا تھا کہ وہ لوگ آپ کو زندہ پاکر مسرور و فرحناک ہوئے۔ اور جناب رسولؐ خدا صلعم بھی اس تیر افگن شخص کو اپنے اصحاب مین داخل سمجھکر بیحد خوش ہوئے۔ پھر سب کے سب رسول اللہ صلعم کے پاس جمع ہو گئے اور اون لوگون کے دلون سے تمام حزن و ملال جاتے رہے۔ پھر آپ کے ساتھ فتح حاصل شدہ کے گذرے ہوئے اوقات کا اور شہداے احد کی شہادت کا ذکر کرتے ہوئے چلے خداے سبحانہ تعالی نے اون لوگون کو خطاب کرتے ہوئے جو یہ کہتے تھے اے مسلمانون اب دین اسلام سے پھر جاؤ اور اپنی قوم مین مل جاؤ۔ کیونکہ محمدؐ تو مارے گئے یہ آیہ نازل فرمایا

(محمد صلعم) صرف ایک رسول ہین جنکے ایسے پہلے بھی رسول گذر چکے ہین اگر وہ وفات پا جایئن تو کیا تم لوگ اونکے دین سے اولٹے پاؤن پھر جاؤ گے۔ تو جو لوگ اولٹے پاؤن پھر جایئن گے اون سے خداے تعالی کو تو کوئی نقصان پہونچنے کا نہین ہے خداے تعالی تو اون کو بدلہ دیگا جو اوسکے شکر گذار بندے ہین (طبری مطبوعہ جرمن صفحہ ۱۴۱)

طبری نے اگرچہ اس آیہ کی خطاب کو خاص اون کی طرف تبلایا ہے۔ جو شہادت رسولؐ نے غلط خبر کے مشہور کرنیوالے تھے۔ یہ طبری صاحب کی اسلامی نہمزمین کی رعایت ہے۔ ورنہ عبارت والفاظ قرآنی مین خاص انھین حضرات سے مخاطبت ہے

ابوسفیان میدان جنگ کے یہ نیرنگ دیکھکر بیحد مسرور ہوا۔ خوشی سے اوچھلنے لگا۔ اور اعل ھبل اعل ھبل ہبل تو اونچا رہ ھبل تو اونچا رہ کے نعرے مارنے لگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے صحابہ حاضرین نے جواباً آواز دی اللہ عزوجل خدا سب سے اونچا اور بڑا ہے۔ ابوسفیان نے پھر ٹیپ لگائی لنا عزی ولا عزی لکم۔ ہمارے پاس عزیٰ ہے تمہارے پاس نہین صحابہ پکارے اللہ مولانا ولا مولی لکم۔ خدا ہمارا آقا ہے۔ تمہارا کوئی آقا نہین۔

ابوسفیان نے انھین بادہ گوئیون کے ساتھ خوشیان منایئن۔ اور فوج کو کوچ کا حکم دیا۔ اس عجلت کی وجہ صاف ہے اوس نے دیکھ لیا کہ اہل اسلام اپنی غلطی پر متنبہ ہو کر پھر کافی تعداد مین جمع ہو گئے۔ اگر مقابلہ کی نوبت آئی تو مشکل ہو جائیگی اس لئے جسقدر کامیابی اسلام کے مقابل ہو چکی ہے وہی غنیمت ہے۔ اس خیال سے وہ فوراً چل کھڑا ہوا اور مسلمانون کو بارہ دیگر مقابلہ کا موقع نہ دیا۔

میدان جنگ سے قریش کی واپسی

آنحضرت صلعم نے دور سے کفار میں شور و ہنگامہ برپا دیکھکر حضرت علی مرتضیٰؓ کو تحقیق حال کی غرض سے بھیجا۔ طبری لکھتے ہیں۔

بعث رسول اللہ صلعم علیاً فقال اخرج فی آثار القوم فانظر ماذا یصنعون وماذا یریدون فان کانوا قد اجتنبوا الخیل وامتطوا الابل فانھم یریدون مکۃ وان رکبوا الخیل وساقوا الابل فھم یریدون المدینۃ ولا سیرن الیھم فیھا ثم لاناجزنھم قال علی رضہ فخرجت فی آثارھم انظر ماذا یصنعون فلما اجتنبوا الخیل وامتطوا الابل توجھوا الی المکۃ ص ۱۴۱۹

جناب رسول خدا صلعم نے حضرت علی کو بلاکر حکم دیا کہ فوج کفار میں جاکر اونکی نقل و حرکت کی طرف دریافت کرو کہ اب اونکا کیا ارادہ ہے اگر وہ اپنے اونٹوں پر سوار ہوتے ہوں اور گھوڑوں کو پیدل رکھتے ہوں تو سمجھہ لینا کہ مکہ کی طرف جاتے ہیں۔ اور گھوڑوں پر سوار ہوتے ہوں اور اگر اونٹوں کو خالی چھوڑتے ہوں تو سمجھہ لینا کہ مدینہ کا قصد رکھتے ہیں تو پھر ہم لوگوں کو بھی فوراً کوچ کرکے اون سے مقابل ہونا ہوگا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ہم اونکی لشکرگاہ میں پہونچے اور دیکھا کہ وہ گھوڑوں کو چھوڑکر اونٹ پر سوار ہوتے ہیں اور مکہ کی طرف جارہے ہیں۔

کفار کے لشکر نے بہت جلد میدان جنگ خالی کردیا۔ رسول اللہ صلعم نے انکے چلے جانے کے بعد اطمینان سے شہداے احد کی تجہیز و تدفین کی طرف توجہ فرمائی۔

شہداے احد کی تدفین حضرت حمزہؓ کی لاش

کفار کے چلے جانے کے بعد شہداے احد کی لاشوں کی تلاش ہونے لگی۔ سب سے پہلے حضرت حمزہؓ کی لاش تلاش کرنیکا حکم ہوا ایک مرد انصار تجسس میں نکلا اوسکے ڈھونڈھنے میں دیر ہوئی تو آنحضرت صلعم نے حضرت علی مرتضیٰ کو بھیجا۔ جب یہ حضرت حمزہؓ کی لاش پر پہونچے تو دیکھا کہ وہ عقیدت مند مرد انصاری اوس جسم صدپارہ اور پیکر شگافتہ پر کھڑا آنسو بہا رہا ہے۔ عم محترم کی لاش مطہر کی یہ بیحرمتی دیکھکر حضرت علی بھی دیر تک اشکبار رہے پھر خدمت رسولؐ میں حاضر ہوکر روداد عرض کردی۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حزن و ملال کی کچھ انتہا نہیں تھی۔ فوراً اوٹھے اور حضرت حمزہؓ کی لاش پر تشریف لائے۔ مظلوم چچا کی میت پر دیر تک اشکباری فرماتے رہے۔ حضرت حمزہؓ چچا ہونیکے علاوہ رضاعی بھائی بھی تھے۔ اسلئے آنحضرت صلعم کو اُنسے کمال انس تہا آپ چچا کی بیحرمتی دیکھکر ارشاد فرمایا

ما وقفت موقفاً قط اغیظ لی من ھذا

مجھے آجتک کسی مقام کے شاہدے نے ایسا خشم آلودہ نہیں کیا جیسا اس مقام نے

مصلح قدرت نے فوراً پیام بھیجا۔

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ۔

تم بھی اگر ویسی ہی سختی کرو جیسی تمہارے ساتھ کی گئی تو برابری ہوجائیگی لیکن صبر کرلو۔ تو صبر کرلینا صبر کرنیوالوں کیلئے بہرحال بہتر ہے۔

آپ نے حکم الہی سنکر فوراً سمعاً واطاعتاً کہا اور صبر فرمالیا۔ اور ستر بار اپنے عم مرحوم کے لئے دعاے مغفرت کی حضرت صفیہ کو بھائی کی خبر شہادت مل چکی تھی بھائی کے درد سے بیچین ہوکر دوڑی چلی آتی تہیں۔ آنحضرت صلعم کی

نظر پڑ گئی۔ زبیر اونکے صاحبزادے پاس کھڑے تھے۔ حکم دیا کہ ماں کو جاکے راہ مین روک لو بھائی کی لاش کو اس حالت خراب سے دیکھنے کی تاب نہ لا سکین گی۔ زبیر ابن العوام دوڑے ماں کو روکنا چاہا لیکن وہ نہ رک سکین۔ بیٹے سے اتنا کہا کہ مین کچھ بھی نہ کرونگی۔ صرف بھائی کو آخری بار دیکھکر چلی آؤنگی۔ چنانچہ یہ معظمہ بھائی کی لاش پر آئین اور جو کہا تھا وہی کیا۔ بھائی کی لاش صد چاک کو نگاہ حسرت آلود سے دیکھا اور انا للّٰہ وانا الیہ راجعون پڑھکر ہٹ آئین ہٹنا تھا کہ غم والم۔ صدمہ وملال کا دل پر ہجوم ہوا کہ ڈاڑھین مار مار کر رونے لگین اور اونکے ساتھ جناب سیدہ اور دیگر خواتین ہاشمیہ ملکر فریاد وزاری کرنے لگین۔ اب رسول خدا صلعم سے بھی ضبط نہ ہو سکا۔ اس نوحہ خوان گروہ کی طرف متوجہ ہوئے اور حضرت صفیہ سے خطاب کرکے صدائے غم آلود کے ساتھ فرمانے لگے۔

یا عمتی لن اصابک بمثلک هذا	اب آپ سے بڑھکر کوئی دوسرا مصیبت زدہ نہ ہوگا۔

اسکے بعد آپ نے شان رسالت سے بار دیگر بیان فرمایا۔ اے صفیہ۔ اے فاطمہ۔ تمکو بشارت ہو کہ جبرئیلؑ نے آکر مجھے یہ مژدہ دیا ہے کہ ملائکہ ملا اعلی نے حمزہؓ کو اسد اللّٰہ واسد رسولہ کے القاب خاص سے مشہور ومرقوم کیا ہے۔ روضۃ الاحباب ص ۲۷۲۔

حضرت حمزہؓ کے دفن سے فراغت پاکر دوسرے شہدا کی تدفین مین مصروف ہوئے۔ مصعب بن عمیر الہاشمی طویل القامت تھے۔ کفن کی چادر چھوٹی تھی۔ سر چھپایا جاتا تھا تو پاؤن کھل جاتے تھے۔ پاؤن چھپائے جاتے تھے تو سر کھل جاتا تھا۔ بالآخر سر سے چادر ڈالدی گئی۔ پاؤن کھلے رہ گئے۔ اونکو گھاس سے چھپا دیا۔

ستر مُردون کی علیحدہ علیحدہ قبرین کھودنا اور جدا جدا دفن کرنا آسان کام نہین تھا۔ خود مسلمانون کی جو حالت ہو رہی تھی ظاہر تھی۔ اون مین شاید کوئی ایسا ہی ہو جو مجروح۔ حد سے زیادہ خستہ اور ملول وپریشان حال نہ ہو۔ جب علیحدہ علیحدہ مدفون کرنا امکان سے باہر دیکھا گیا تو شہدا کی لاشون کو بے غسل وکفن مجروح وخون آلود اسی حالت سے ایک قبر مین دو دو کرکے مدفون کر دیا۔ ؏ خدیۂ راہ حق را احاجت کا فور نیست۔

مسلمانون کو اس بے بسی اور بے کسی کا عالم ہمیشہ یاد رہا جب کبھی یاد آجاتا تھا رو دیتے تھے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ اسد اللہ کو یاد کرکے محزون وملول ہوا کرتے تھے۔ واقعہ احد سے آٹھ برس بعد۔ اور وفات سے دو برس پہلے آپ کا شہدائے احد کے مدفن کی طرف سے گذر ہوا مقتل شہیدان دیکھکر اونکی یاد تازہ ہو گئی بصورتین آنکھوںمین

ف افسوس ہے مسلمان ۶۰ ہی برس مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ بتلائے ہوئے آداب تعزیت اور مقتضایات اخلاق و ہمدردی بھول گئے۔ میدان کربلا مین۔ فوج قریش سے کہین زیادہ مسلمانون کی جمعیت کثیر موجود تھی۔ مگر اتنی کثیر تعداد مین کسی فرد واحد کو اتنی توفیق نہ ہوئی کہ نور دیدۂ مصطفےٰ صاجگر پارۂ فاطمہ زہراءؑ حضرت زینبؑ کو اپنے مجروح ومقتول بھائی کی لاش صد پارہ پر آنے سے روک لیتا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار مؤلف عفی عنہ۔

گھوم گئیں۔ بے اختیار ہوکر رو پڑے اور رونے میں وہ کلمات درد آمیز جاری فرمائے کہ جیسے کوئی اپنے عزیز کے مُردے سے ابھی ابھی جدا ہوتا ہے رقت کم ہوئی۔ تو آپ نے اوسیوقت صحابہ حاضرین کو مخاطب کرکے ایک طولانی خطبہ ارشاد کیا۔ اور اوس کے آخر میں فرمایا کہ مسلمانو مجھے تم سے یہ خوف نہیں کہ تم پھر مشرک بن جاؤگے لیکن ڈر یہ ہے کہ دنیا میں پھنس جاؤ۔ صدّقت یا رسول اللہ۔ سیرۃ النبی بحوالہ بخاری

مدینہ میں داخلہ شہدا کا ماتم | جملہ امور سے فراغت پاکر مدینہ میں تشریف لائے تو شہر بھر میں کہرام مچا تھا ہر گھر سے صدائے ماتم بلند تھی لیکن حضرت حمزہؓ پر کوئی رونیوالا نہیں معلوم ہوتا تھا۔ آنحضرت صلعم کی خاطر مبارک میں قیامت کا یہ پُرحسرت خیال آیا کہ تمام گھروں سے تو شہیدوں کے عزیزوں کی صدائے ماتم آرہی ہے۔ لیکن حمزہؓ کا کون رونیوالا ہے اس خیال کا اظہار زبان مبارک سے ان الفاظ میں کیا گیا۔

اما حمزۃ فلا بواکی لہ | لیکن حمزہؓ پر کوئی رونے والا نہیں۔

انصار حاضرین نے یہ الفاظ سنے تو بیتاب ہوگئے۔ گھروں کی طرف دوڑے اور اپنی نوحہ خوان عورتوں کو دولتسرائے رسالت کی طرف بھیجدیا کہ رسولؐ خدا کے عم محترم کا ماتم کریں۔ خوش عقیدہ اور اخلاص مند خواتین انصار اپنے مردوں کی صف ماتم چھوڑکر فوراً عصمت سرائے نبوت میں حاضر ہوئیں اور اپنے عزیزوں سے زیادہ حضرت حمزہؓ پر نوحہ و گریہ و زاری کرنے لگیں۔ انکی زاریاں سنکر بالنفس النفیس آپ عصمت سرا کے دروازے پر آکھڑے ہوئے۔ خاتونان انصار کو خدمت ماتمداری کے لئے دعائے خیر سے یاد و شاد فرمایا اور اپنی طرف سے اظہار منت کیا۔ پھر ارشاد کیا صبر کرو مردوں پر زیادہ نوحہ و ماتم جائز نہیں۔ شبلی صاحب لکھتے ہیں "کہ عرب میں دستور تھا کہ سال کے خاص خاص ایام میں عورتیں اپنے مقتول عزیزوں کا ماتم کرتی تھیں۔ اسواقعہ کے بعد سے مدتوں تک یہ معمول رہا کہ جب کسی کا ماتم کیا جاتا تو یہ داستان حضرت حمزہؓ سے شروع کی جاتی یہ پابندی رسم نہ تھی بلکہ حضرت حمزہؓ کی حقیقی محبت تھی۔[۵۱]

سیرۃ النبی ص ۲۸۳ بحوالہ طبری ص ۱۴۲۳

جنگ احد پر رائے۔ | قرآن مجید کے جزو چہارم۔ سورہ آل عمران میں غزوہ احد کے حالات کی اجمالی تفصیل موجود ہے مفسرین محدثین اور اونھیں کی طرح ارباب سیرت اور اسلامی مورخین جنگ احد کے بنکر بگڑ جانے کے مختلف اسباب لکھتے ہیں مگر سب کا مختار متفقہ یہی ہے کہ یہ مسلمانوں کی صاف صاف خودکردہ غلطی تھی جسکے لئے کوئی علاج نہیں تھا۔ اور وہ لاعلاج غلطی یہی تھی کہ طمع دنیا میں گر پڑے اور آگے پیچھے کی کوئی خبر نہیں رکھی۔ اگر مسلمان ذرا بھی عاقبت بین اور مآل اندیش ہوتے۔ تو سمجھہ لیتے کہ ہرچند جانبازان اسلام نے غنیم کے اوس دستۂ فوج کو پسپا کردیا تھا جو اون سے

۵۱ عم رسول صلعم کی ماتمداری تو حکم رسولؐ سے اس خلوص کے ساتھ جاری اور قایم کی گئی لیکن سبط رسول صلعم کی ماتمداری عترت اور ذکر شہادت واعظ و خطیب پر حرام بتلادیا گیا۔ فاعتبروا المؤلف عفی عنہ

سامنے لڑ رہا تھا۔ لیکن اونکی پوری قوت نہین ٹوٹی تھی اونکی جمعیت اتنی کثیر تھی کہ اوسکا یہ حصہ لشکر پسپا ہوکر گریزان ہو چکا تھا تو ابھی اس سے دو چند اور سہ چند جنگی دستے اونکے پاس موجود تھے۔ ابھی اونکے چند مقتولین کا خاتمہ ہوا تھا۔ حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ وغیرہم کی دلیرانہ تیز دستیون سے قریش کے تمام علمداران لشکر کا اتنی عجلت کے ساتھ خاتمہ ہوجانے نے میدان جنگ سے اونکے پاؤن اوکھاڑ دیے تھے اور وہ پہاڑون پر ادہر ادہر منتشر ہونے لگے تھے۔ اور بالکل قریب الہزیمت ہو چکے تھے لیکن تاہم اونکی مغلوبیت شکست کامل کے حد تک نہین پہونچی تھی۔ اور اس قابل نہین تھی کہ اونکے لوٹنے یا قید و گرفتار کرنیکی غرض خاص سے اونپر جارحانہ حملہ کیا جاتا اور مدافعانہ تدبیرات سے بالکل غفلت شعاری یا دست برداری اختیار کی جاتی۔

ناعاقبت اندیش مسلمانون سے دونون غلطیان بیکوقت عمل مین آئین غنیم کی کمینگاہ کی راہ کھولدی جسکی حفاظت کے لیئے اونپر ایسی اور اتنی تاکید کردی گئی تھی۔ اس کے بعد حصول غنیمت کے لئے اون پر جارحانہ طور پر ٹوٹ پڑے۔ درہ کوہ کی کمینگاہ سے دشمن نکل پڑے اور عقب سے آکر انکو دبا لیا غنیمت والون کو ابھی کچھ ملنے بھی پایا تھا کہ غنیم نے پیچھے سے آکر تلوارون کے نیچے رکھہ لیا۔ یہ کیفیت جو قریش کی گریزان فوج نے دیکھی تو وہ بھی سنبھل کر واپس ہوئی۔ اس ترکیب سے مسلمان بیچ مین آگئے۔ اور دونون جانب سے غنیم نے گھیر لیا اور ستر مسلمانون کو شہید کرکے اپنی بگڑی لڑائی کو بنا لیا۔ اور اسی اتنی کامیابی کو غنیمت جان کر میدان جنگ سے لوٹ گئے۔

غنیمت مین عجلت اور مدافعت و حفاظت سے غفلت مسلمانون کی صریح غلطیان تھین۔ بدر مین احکام غنیمت کی نسبت تو لاعلمی کا عذر بھی ہوسکتا تھا اور اُحد مین تو اسکے لئے بھی گنجایش کفین تھی۔ خیر ایک طبقہ خاص کی غلطی کی وجہ سے تمام اہل اسلام پر جو مصیبتین پیش آئین اونکی تفصیل اوپر بیان ہوچکی ہے۔

یہانتک تو جنگ اُحد کے ناگوار نتائج تھے جو اہل اسلام کو پیش آئے لیکن تاہم کفار کا لشکر اہل اسلام کی شجاعت و جگرداری۔ استقامت و پاداری کی اثر پذیریون سے خالی نہین گیا۔ اونکو اسلامی تیر آزما جانبازون کے حملات نے اونکے جنگی کمالات اور شجاعت و دلیری کے خدمات کا پورا ثبوت دیدیا تھا میدان جنگ سے یہ یقین کرکے واپس ہوئے تھے کہ اہل اسلام کا مقابلہ اہل عرب کے لئے سہل اور آسان امر نہین ہے۔ جیسا اور جتنا کہ وہ سمجھے ہوئے ہین اگر وہ اسلام کی طرف سے ان محسوسات یقینی کے زیر اثر نہ آئے ہوتے تو وہ آخر مین اپنی کامیابی کے بعد اتنا جلد واپس نہ آتے۔ بلکہ احد سے لیکر مدینہ تک تاخت و تاراج کرکے اہل اسلام کا استیصال کامل کردیتے جو ان کا اصل مدعا تھا کیونکہ اونکی تین ہزار کی جمعیت ابھی بالکل ویسی کی ویسی ہی تھی۔ ابھی کل پندرہ بیس آدمیون کا نقصان ہوا تھا۔ وہ دستہ فوج بھی۔ جو پہلے بیدل اور مضمحل ہوکر گریزان ہوا تھا تازہ دم ہوکر مقابلہ و مقاتلہ پر مستقل ہو گیا تھا پھر تین ہزار آدمیون کے آگے پانچسو یا چھہ سو آدمیون کا ختم کردینا۔ خصوصاً ایسی حالت مین جب وہ پسپا اور ہزیمت خوردہ ہوچکے تھے

کچھ دشوار نہیں تھا لیکن نہیں۔ وہ سمجھتے تھے کہ مبارزین اسلامی مین قلت وکثرت افراد پر اعتبار نکرنا چاہیئے۔ اون مین روحانی استقلال اور پاداری ایمان اور شجاعت وجگرداری اتنی قوی ہے کہ اونکے آگے کثرت یا جمعیت کارگر نہین ہوسکتی اس بنا پر واقعات کے تحقیق کرنے والے صاف طور سے کہدینگے کہ جنگ اُحد کے نتائج اگرچہ آخرمین خوشگوار نہین گذرے لیکن وہ کفار قریش کے قلوب مین دلیران اسلام کی شجاعت و دلیری کے کامل اثر پہونچانے سے خالی بھی نہین گئے۔ اور یہی سبب تھا کہ غنیم کو دسترس پا جانے کے بعد بھی اپنے اصل مدعا کی تعمیل و تکمیل پر جرأت نہوسکی۔ اور یہی اسلام کی وہ عُلوئیت ہے جسکی طرف اس قصہ کے متعلق قرآن مجید مین اشارت ہے۔

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ | تم ملول و محزون نہو۔ تم ضرور بڑھکر رہوگے۔

یہی جنگ احد کے وہ خوشگوار نتائج ہین جو مدعائے اسلام کے مفید نمایان ہوئے جنکی تفصیل آئندہ آتی ہے۔

غزوہ حمراء الاسد

اوپر بیان ہوچکا ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ ع کو مخصوص طور پر لشکر کفار مین بھیجکر جب یہ دریافت فرمالیا۔ کہ وہ میدان جنگ سے سیدھے مکہ کی طرف نکلے ہین۔ تب آپنے شہداے احد وغیرہ کی تلاش اور اونکی آخری خدمات کی طرف توجہ فرمائی۔ لیکن تاہم آپ کفار کی مکارانہ فطرت کی طرف سے پورے مطمئن نہین تھے جس عجلت سے شہداے اُحد مدفون کئے گئے۔ اوسکی کیفیت اوپر معلوم ہوچکی ہے۔ آپ کا یہ خیال اور کفار کی طرف سے یہ شبہہ بالکل صحیح تھا۔

ابوسفیان نے احد سے نکل کر آٹھ میل پر قیام کیا۔ وہان جاکر اوس نے سوچا کہ اُحد مین ہماری کامیابی تو کوئی کامیابی نہین ہوئی۔ صرف یہ ہوا کہ پہلے وہ غالب رہے اور پیچھے ہم۔ اور اسی پر اُحد کے معاملات تمام ہوگئے۔ اس سے تو مخاصمت ومخالفت کے معاملات یکسوئی ہوئے۔ اصل مدعا استیصال اسلام کا تھا وہ نہ مدینہ پر حملہ آور ہوئے اور نہ حاصل ہوسکا۔ حالانکہ اسمین کامیابی کا پورا موقع تھا۔

یہ خیال شکستی بعد از جنگ کی صورت مین پیچیدہ ہوکر ابوسفیان کے دماغ مین سمایا۔ اور وہ منزل رَوحا سے جہان خیمہ زن تھا مدینہ پر از سر نو حملہ کرنے کی طیاری کرنے لگا۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اس کی خبر لگی آپ نے پھر سلاح جنگ پہن لی اور فوراً لشکر اسلامی کو بھی طیاری کا حکم دیا۔ مبارزین اسلام اوسیوقت طیار ہوگئے۔

فوج اسلام کے روانگی سے پہلے قبیلہ خزاعہ کا رئیس معبد خزاعی احد کی خبر سنکر آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوا تھا۔ اور مصائب اسلام کے واقعات سنکر اظہار تاسف وملال کرکے رخصت ہوچکا تھا۔ قبیلہ خزاعہ اگرچہ اسوقت تک

اسلام نہ لایا تھا لیکن اسلام کا ہمدرد وہی خواہ ضرور تھا۔ معبد آنحضرت صلعم کی خدمت سے رخصت ہوا تو براہ راست ابو سفیان کے پاس پہونچا۔ ابوسفیان نے اوس سے اپنا مدینہ پر قصد حملات بیان کیا۔ اوس نے کہا کہ تم ابھی بیٹھے ہوئے مدینہ کا قصد کر رہے ہو اور وہان جناب رسول خدا صلعم مدینہ سے بڑے سامان کے ساتھ تمھارے سر پر کوئی دم مین پہونچا ہی چاہتے ہین۔ مین اپنی آنکھون سے دیکھے چلا آرہا ہون کہ وہ اتنے بڑے سامان سے ادہر بڑہے چلے آرہے ہین کہ تمہارے موجودہ سامان اور جمعیت اون کے مقابلہ کے لئے کسی طرح کافی نہ ہوگی جو کچھ بھی کامیابی اسوقت تک تم کو اون کے مقابلہ مین حاصل ہو چکی ہے۔ دم کے دم مین ضایع ہو جائے گی۔

یہ سنتے ہی ابوسفیان کے ہوش اوڑ گئے۔ وہ صرف بے سر سامان تھے۔ عرد میدان تو تھے ہی نہین ایسا گھبرایا کہ اوسیوقت خیمہ گاہ اوٹھا کر مکہ کی طرف چلتا ہوا۔ آنحضرت صلعم جب یہان تشریف لائے تو کچھ بھی نہ تھا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید احتیاط کے لحاظ سے وہان ایک ہفتہ قیام فرما کر مدینہ منورہ کی طرف مراجعت فرمائی۔

دوران قیام مین بنی عبد القیس کے چند آدمی آپ کی خدمت مین ابوسفیان کا یہ پیام لائے کہ ہم لوگ پورا قصد کر چکے ہین کہ ایکبار اور آپ سے مقابلہ کر کے اسلام کا استیصال کامل کر دین گے آپ کو خبر کر دی۔ آپ طیار رہین یہ سنکر آنحضرت صلعم نے وہی الفاظ پھر ارشاد فرمائے جو اس سے پہلے احد کے پیغام آنے کے وقت فرمائے گئے تھے حَسْبُنَا اللّٰہُ نِعْمَ الْوَکِیْلُ۔ ہمارا بھروسہ خدا پر ہے اور وہی بہتر مددگار ہے۔ خدائے سبحانہ تعالیٰ نے یہ آیہ بشارت نازل فرمایا

قَالَ لَھُمُ النَّاسُ قَدْ جَمَعُوْا لَکُمْ فَاخْشَوْھُمْ زَادَھُمْ اِیْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ نِعْمَ الْوَکِیْلُ	وہ لوگ جو کثرت جمعیت سے ڈرائے جاتے ہین۔ اس ڈرای جانے سے اونکے ایمان اور زیادہ ہوتے ہین اور وہ لوگ کہتے ہین کچھ بھی ہو ہماری مدد کے لئے تو خدا ہی کافی ہے۔

ابوعزہ شاعر کا قتل

ایام قیام مین حضرت عمار بن یاسر اور حارثہ ابن زید۔ ابوعزہ شاعر اور معاویہ ابن مغیرہ کو گرفتار کر لائے ابوعزہ سامنے لایا گیا تو آپ نے استفسار فرمایا کہ تجھکو جنگ بدر مین بغیر کسی فدیہ کے صرف اسی لئے چھوڑ دیا تھا کہ تو پھر آیندہ ایسی شرارت نہ کرنا لیکن تو اب تک باوجود اقرار کے اپنے مفسدون سے باز نہ آیا۔ اوس نے عرض کی کہ ایکبار پھر جان بخشی فرما کر دیکھ لیا جائے۔ ارشاد ہوا۔ اب مین ایسا کرون تو اپنی یار مکہ مین جا کر یہ شیخیان بگھارنے لگے گا کہ دوبار محمد کو کیسا جل دے آیا۔ اسلئے مین اب تجھے نہ چھوڑونگا۔ یہ فرما کر بروایتے زبیر بن العوام اور بروایتے عاصم کو حکم دیا اور وہ ہونوی قتل کر دیا گیا۔

معاویہ ابن مغیرہ کا قتل

معاویہ ابن مغیرہ کے قتل کا حکم ہوا تو حضرت عثمان نے سفارش فرمائی منظور ہوئی مگر اس شرط پر کہ معاویہ تین دن کے اندر نواح مدینہ چھوڑ دے تین دن کے بعد اگر حدود مدینہ کے اندر پایا جائے گا تو مستوجب القتل

معویہ نے اقرار کیا۔ اور چھوڑ دیا گیا۔ لیکن وہ پھر آگیا نواح مدینہ کیا شہر مدینہ سے بھی باہر نہ گیا چھپا چھپا پھرتا رہتا۔ ایک دن کسی مسلمان نے دیکھ لیا۔ اور خدمت رسول صلعم میں پھر پکڑ کر حاضر کر دیا۔ اور وہ مفسد بدعہدی کے جرم میں قتل کر دیا گیا

ابن ہشام جلد دوم صـ ۹۴ مصر طبری صـ ۱۴۲۸ ا جزء من

شبلی صاحب۔ پانچ سطروں میں حمراء الاسد کے حالات بیان کر کے تحریر فرماتے ہیں۔

یہی واقعہ ہے جسکو مورخین نے تکثیر واقعات کے شوق میں ایک نیا غزوہ بنا لیا ہے اور حمراء الاسد کا ایک نیا عنوان قائم کر لیا ہے۔ سیرۃ النبی ص ۲۸۳

ہمکو معلوم ہے آپ غزوہ کے نام سے کانپ جاتے ہیں۔ اور نہیں چاہتے کہ اسلامی واقعات کے سلسلہ میں اس کا بیان آجائے۔ اگر مجبوری ہو تو داستان کو طول نہ دیا جاوے۔ کیونکہ یورپ اسکو شوق سے سنتا ہے۔ کہیں اوس نے سن لیا تو قیامت کر دیگا۔ ہم آپ کی تشفی کئے دیتے ہیں نہ داستان طویل ہوگی نہ یورپ شوق سے سننے پائیگا۔ اور نہ انشاء اللہ کوئی واقعہ ذکر سے چھوٹیگا میری ذمہ داری ہے۔ آپ اطمینان رکھیں۔

ہم مولوی صاحب کو سمجھائے دیتے ہیں۔ یہ غزوہ نہیں ہے۔ آپ غزوہ کو عموماً جنگ سمجھے ہیں۔ اور سوء اتفاق سے آپ نے غزوہ کو غزا سے ماخوذ سمجھکر اسکو جنگ و قتل اور کشت و خون ہی کے تنہا معنیوں میں قرار دے لیا ہے۔ یہ آپ کی غلط فہمی ہے۔ جن امور و معاملات کے تصفیہ کے لئے اہل اسلام کی جماعت کو بیرونی مقامات میں جانے اور سفر کرنے کی ضرورت پیش آئے اور اوس جماعت میں رسول اللہ صلعم بھی بذات خاص شریک ہوں۔ تو محدثین مورخین کی اصطلاح متفقہ میں اسے غزوہ کہتے ہیں اور جس جماعت میں آپ موجود نہوں اوسے سریہ کہتے ہیں۔ غزوہ یا سریہ کے لئے وقوع جنگ کا ہونا شرط نہیں۔

حمراء الاسد میں اور اسی کے ایسے اور غزوات مثل ذوالعشیرہ۔ ذی امر وغیرہ وغیرہ میں سے کسی ایک میں بھی تلوار نکالنے کی نوبت نہیں آئی۔ لیکن وہ صرف رسول اللہ صلعم کی شرکت و موجودگی کی خصوصیت سے غزوہ کے نام سے مذکور ہوئے ہیں اور آپ نے بھی لکھے ہیں۔ لیکن یہاں خواہ مخواہ غزوہ کو خاص جنگ کے معنیوں میں قرار دے کر آپ نے تمام مورخین پر تکثیر غزوات کا اعتراض قائم کر دیا۔ اور پھر محدثین کو چھوڑ دیا۔ حالانکہ تمام حدیثوں کی کتابوں میں بھی یہ تمام واقعات غزوات ہی کے عنوان سے مرقوم ہیں۔ تنقید سے پہلے مولوی شبلی صاحب کو توجیہہ کی تلاش ضروری تھی۔

اس بنا پر مورخین و محدثین کا حمراء الاسد کو غزوہ کہنا بالکل صحیح ہے۔ اور شبلی صاحب کا اعتراض غلط۔

واقعات متفرقہ ۳ ہجری

اسی سال ۱۵۔ رمضان المبارک ہجری کو حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی ولادت واقع ہوئی۔

اسی سال جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے حضرت حفصہؓ بنت حضرت عمرؓ سے عقد فرمایا۔ انکے شوہر جنگ بدر میں مارے گئے تھے۔

آغاز ۴ھ ہجری

سریہ ابو سلمہ محرم ۴ھ ہجری

یہ مسلم ہے کہ تمام عرب اسلام کا دشمن تھا۔ اور مسلم کا مخالف۔ اسلام کا قصور بت پرستی کی بیخ کنی تھی۔ مسلم کا جرم۔ خدائے واحد کی پرستش۔ توحید خالص کی تعلیم و تبلیغ۔ عرب قدیم سے بت پرست تھا۔ اور اپنی قدیم عقیدۂ جہالت سے سر مو جنبش کرنیکے لئے راضی نہین تھا۔ اسلام کی تبلیغ اونکے جاہلانہ مراسم و آئین کی سد راہ تھی اس بناپر تمام عرب اسلام کے استیصال پر ہمیشہ آمادہ اور طیار تھا۔

ان مخالفتون کے اظہار مین سب سے پہلے محرم ۴ھ ہجری مین طلیحہ اور خویلد کی مدینہ پر حملہ آور ہونیکی درپے خبرین پہونچین۔ اس لئے آنحضرت صلعم نے ایکسو پچاس ۱۵۰ مہاجرین و انصار کو بماتحتی ابو سلمہ انکی مدافعت مین روانہ فرمایا۔ مسلمانون کی آمد سے پہلے طلیحہ اور خویلد کی جماعت مرعوب ہوکر ادہر ادہر منتشر ہو گئی۔ مسلمان پہونچے تو وہان کوئی بھی نہ تھا۔ بالآخر واپس مدینہ ہوئے۔

سریہ ابن انیس

چند ہی دنون کے بعد سفیان بن خالد۔ جو کوہستانی قبائل عُرنہ کا رئیس تھا مدینہ پر حملہ کی طیاریان کرنے لگا اسکی خبر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو معلوم ہوئی تو آپ نے عبداللہ ابن انیس کو ایک دستہ فوج کے ساتھ انکی تنبیہ کی غرض خاص سے روانہ کیا۔ ابن انیس نے کمال ہنرمندی سے سفیان کو قتل کر دیا اور اپنی ہمراہی جمعیت کو ساتھ لے کر مدینہ چلا آیا۔ ابن انیس کی بڑی جستجو کی گئی لیکن یہ نہ ملا۔ سردار کے قتل کے بعد جمعیت آپ ہی منتشر ہو کر ادہر ادہر چلی گئی۔

واقعہ ذات الرجیع ۲۳ محرم ۴ھ

عقیل اور قارہ کے چند آدمی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت مین عرض کی کہ ہم لوگون نے اسلام قبول کیا ہے۔ چونکہ ہمارا قبیلہ بہت کثیر ہے۔ اس لئے ضرور ہے کہ وہان چند مبلغین اسلام تھوڑے دنون کے لئے اس غرض خاص سے بھیجدیئے جائین کہ وہ ارکان اسلام اور احکام قرآن کی تعلیم دین۔ اور اسلام کے طریقۂ عمل بتلائین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے انکی استدعا کو قبول فرمایا۔ اور دس صحابی کی ایک جماعت طیار کرکے اونکے ہمراہ کر دی۔ وہ صحابہ یہ تھے۔

مرثد بن ابی مرثد | عاصم بن ثابت۔ خبیب ابن عدی۔ زید بن الدثنہ۔ عبداللہ بن الطارق۔ خالد بن البکیر۔ معتب بن عبید اور تین صحابہ اور تھے جنکے نام بصراحت کتابون مین نہین ہین۔

اس جماعت تبلیغی پر مرثد بن ابی مرثد اور بروایتی عاصم بن ثابت امیر مقرر ہوئے۔ یہ قافلہ اپنی میزبان جماعت بنی عقیل و قارۃ کے ہمراہ چلا۔ دن کو قیام کرتا تھا۔ رات کو چلتا تھا۔ صادق دل مسلمانون نے اس نئے طریقۂ سفر پر کوئی اعتراض نہین کیا۔ جسطرح وہ لیچلے۔ یہ چلے گئے۔ کیونکہ مسلمان اصول میزبانی اور تناسب و تعلق مہمانی کے اعتبار پر ان لوگون سے

کسی قسم کے خوف واندیشہ کا شبہ نہین کرتے تھے لیکن مسلمان ہمہ وقت مسلح رہتے تھے اسلئے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی ہی تاکید کردی تھی۔ جماعت میزبان نے جو تعداد مین سات آدمی تھے اسکے متعلق ان سے کہا کہ آپ حضرات ہمیشہ سلاح جنگ کیون پہنے رہتے ہین۔ اس احتیاط سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ لوگون کو نہ ہمارے اسلام پر اعتبار ہے اور نہ قول وکلام پر۔ آپ جس مقام پر جاتے ہین اور جن لوگون کے مہمان ہوتے ہین۔ وہ آپ کے اخلاص مند ہمدرد ہین پھر اس احتیاط واستحفاظ کی کیا ضرورت ہے۔

مسلمانون نے جواب دیا کہ سلاح جنگ کا پہنے رہنا بے اعتباری کے اصول پر نہین ہے بلکہ حفاظت خود اختیاری کی بنا پر۔ اور ہم اس طریق کو ترک نہین کر سکتے۔ اسلئے کہ حکم رسول صلعم ہے۔

جب یہ قافلہ مقام رجیع پر پہونچا جو مکہ اور عسفان کے درمیان واقع ہے اور انھین لوگون کے علاقہ حکومت مین داخل۔ تو اس مہمان کُش قوم نے بدعہدی کی۔ اوسکی تفصیل یہ ہے کہ مقام رجیع پر بلا ضرورت مقیم ہوگئے۔ اور قبیلہ بنی لحیان کے دو سو تیر اندازون کو مسلمانون کے قتل کردینے کے لئے بُلا لیا۔ اور وہ شخص جو ایک منزل پہلے سے بھیدیا گیا تھا واپس آکر ان کا رہبر بنا۔ اور وہ ان شکارانِ اجل کیطرف قاتلون کو لگا لایا۔ علی الصباح دشمن کا دستہ فوج نمودار ہوا خالد بن البکیر نے دور سے اوس شخص کو دیکھکر پہچان لیا اور عاصم سے کہا کہ دیکھو ہمارے میزبانون نے ہم سے ضرور دغا کی۔ عاصم بولے تم بالکل سچ کہتے ہو۔ لیکن دشمن سر پر آگئے۔ اب باتون کا وقت نہین ہے۔ مقابلہ پر آمادہ ہوجاؤ۔ مروگے ضرور لیکن شریفانہ اور دلیرانہ موت مرو۔ خدا ورسول صلعم کی اطاعت مین جانین فدا کردو۔ شکر کرو اور یقین رکھو کہ تمھارے لئے یہ موقع شہادت خدا کی عین عنایت ہے۔ یہ سنکر دس صحابیون کی جماعت مقابلہ پر طیار ہوگئی۔ اتنے مین جفاکارون کا دستہ بھی آگیا۔ عاصم سے جفاکار کہنے لگے کہ ہم سے مقابلہ کا قصد نہ کرو۔ مٹھی بھر آدمی اتنی کثیر جمعیت کا کیا کر سکتے ہین جانین مفت ضائع نہ کرو۔ ہم تم لوگون کو اپنی طرف سے خود امان دیئے دیتے ہین۔ عاصم بولے ہمکو خدا کی راہ مین نہ جان کی پرواہ ہے اور نہ موت کا خوف۔ اور نہ ہم تمھاری امان لیکر اپنے خلوص ایمان پر مشرکین کے احسان اور عفو جان کا بدنما داغ لگا سکتے ہین جو ہم پر پیشدستی کریگا۔ ہم مدافعانہ طریقہ کے ساتھ اوس سے ضرور لڑینگے۔ مارین گے اور مرین گے۔

عاصم کا یہ دلیرانہ جواب سُنکر مہمان کش جماعت بڑہی۔ دلیر مسلمانون نے جفاکارون کا تیرون سے جواب دیا ترکش خالی ہوگئے۔ تو نیزون سے لڑے۔ نیزے ٹوٹ گئے تو تلوارین لیکر ونہس پڑے۔ یہانتک کہ سب کے سب مارے گئے۔ صرف دو آدمی خبیب بن عدی اور زید بن الدثنہ جو پہاڑ پر چڑہ گئے تھے بچگئے۔ اور اون لوگون نے مشرکین کی شرط امان قبول کرلی۔ پہاڑ سے نیچے اوترے تو کفار نے ان سے بھی نقض عہد کیا۔ اور اون کو گرفتار کرکے مکہ مین لے آئے۔

سلافہ کے انعام کی لالچ سے لوگون نے عاصم کا سر کاٹنا چاہا۔ لیکن قدرت خدا سے اُنکی لاش پر شہد کی مکھیون کا اتنا ہجوم ہوگیا کہ کسی کو انکے سر کاٹنے کی جرأت نہو سکی۔ اسکے بعد۔ بروایت روضۃ الاحباب ایک پہاڑی چشمہ کی سیل

آجانے سے انکی لاش اوس مقام سے بہ گئی اور پھر کہین نہ ملی - اس طرح خدا کی قدرت نے انکی لاش کو ذلت وخواری سے بچا لیا۔ حضرت خبیب و زید پر کیا گذری حسب ذیل ملاحظہ ہو۔

اوپر بیان ہوچکا ہے کہ خبیب اور زید کو گرفتار کرکے مکہ مین لے گئے - اور وہان پہونچکر دونون بزرگون کو بطور بردہ بیچڈالا خبیب کو حارث بن عامر کے لڑکون نے خرید لیا۔ اسلئے کہ خبیب نے جنگ احد مین اونکے باپ حارث بن عامر کو قتل کیا تھا - زید بن الدثنہ کو صفوان بن امیہ نے قتل کی نیت خالص سے خرید لیا۔

ہم ان دونون فدائیان اسلام مین سب سے پہلے خبیب بن عدی کی مصیبتناک سرگذشت ذیل مین بیان کرتے ہین

خبیب بن عدی کی مصیبتناک سرگذشت

حارث کے تینون بیٹون نے خبیب کے قتل کئے جانے کے بڑے انتظام کئے - اس لیے فراہمی سامان اور درستی انتظام تک انکو اپنے گھر مین قید رکھا - انکو گھر کے قیدخانہ مین چند روز گذرے تھے کہ ایک دن یہ عامر کی نواسی کو گود مین لئے گھر کے غلامون کی طرح کھلا رہے تھے - اتفاق وقت سے اونکے ہاتھ مین اوسوقت ایک چھوٹی سی چھری تھی - لڑکی کی مان اتفاقًا ادہر سے آنکلی - انکی گود مین لڑکی ہاتھ مین چھری دیکھکر خوف و اضطراب کے عالم مین زرد ہوگئی خبیب اوسکے چہرے سے اوسکے محسوسات قلبی کو پہچان گئے - فورًا کہنے لگے - تم ہر طرح خاطر جمع رکھو - مسلمان ایسے بیدرد نہین ہین کہ معصوم کو بیگناہ قتل کر دینگے - یہ دینداران اسلام کا کام نہین بلکہ خونخوار بھائیکم کا - لڑکی کی مان کو قدرے اطمینان تو ہوا اوس نے لڑکی کو فورًا انکی گود سے لے لیا پھر انکی باتون کو حیلۃ الوقتی پر محمول کرکے اپنے بھائیون سے سارا واقعہ کہدیا - وہ بھی باپ کے قاتل ہونیکی وجہ سے ڈر گئے - اور خبیب کو کچھ گھر ہی سے نہین - بلکہ حدود حرم سے باہر لے جاکر مقام تنعیم مین جاکر قید کر دیا۔

دو چار روز کے بعد تمام عمائد و اکابر قریش اور دیگر قبائل کے اشراف و سردار کو دعوت دی گئی اور یہ انبوہ کثیر غریب خبیب کا صلیب پر تماشہ دیکھنے کے لئے بڑے شوق سے جمع ہوا۔ صفیر بلگرامی مرحوم ؎

تیغ وہ کھینچے ہوئے ہین اپنے بیگانے ہین جمع	آج مقتل مین ہمارا امتحان ہونے کو ہے

خبیب کے لئے سولی پہلے ہی سے تیار ہوچکی تھی - جب یہ کشان کشان صلیب تک لائے گئے - تو اونھون نے استقلال و پاداری سے کہا کہ ہمین صرف دو رکعت نماز پڑھ لینے دو - اجازت ملی - انھون نے نماز پڑھ لی - نماز پڑھ کر کہا جی تو چاہتا تھا کہ نماز آخر تجمیع خاطر کے ساتھ دیر تک پڑھون لیکن ہمین صرف یہ خیال آیا کہ تم لوگ سمجھوگے کہ موت کی خوف سے ڈرتا ہے اس لئے نماز مین دیر لگاتا ہے - یہ کہکر بکمال استقلال مرنے پر طیار ہوگئے - سولی پر چڑھ گئے - اور یہ اشعار زبان پر جاری کئے۔

وما ان ابالی حین اقتل مسلما	علی ای شق کان اللہ مصرعی
جب مین اسلام کے لئے قتل کیا جاتا ہون تو	مجھکو یہ پروا نہین کہ کس پہلو پر قتل کیا جاؤن گا

وذلک فی ذات الالٰہ وان یشاء | یبارک علی اوصال شلو ممزع
یہ جو کچھ ہے خالص خدا کیلئے ہے۔ اگر وہ چاہے گا تو جسم | کے ان پارہ پارہ ٹکڑون پر برکت نازل فرمائیگا

افسوس ہے شبلی صاحب نے اس کامل الایمان بزرگ کے صرف دو شعر لکھکر اپنی اختصار پسندی کی داد لینی چاہی ہے۔ حالانکہ انکی یہ نظم طویل ہے۔ اور منظر شہادت ثبات ایمان و پاداری۔ استقلال فی الاسلام اور وفاداری کی پوری تفصیل ہے۔ ہم اسکو رحمت العالمین سے بالتمامہ ذیل مین نقل کرتے ہین۔

لقد جمع الاحزاب حولی والبوا | قبائلھم واستجمعوا کل مجمع
انبوہ در انبوہ لوگ میرے گرداگرد جمع ہو گئے ہین | اور اونھون نے بڑی بڑی جماعتون کو بلا لیا ہے۔

وکلھم مبدی العداوۃ جاھد | علی لانی فی وثاق بمضیع
سب کے سب میرے دشمن اور عداوت کا اظہار کرنیوالے ہین | اور مین اس ہلاکت گاہ مین بندھا ہوا ہون

وقد جمعوا ابناءھم ونساءھم | وقربت من جزع طویل ممتنع
قبیلون نے اپنی عورتون اور بچون کو بھی بلا لیا ہے | اور مجھے ایک مضبوط اور طویل لکڑی مین باندھا ہے

وقد خیرونی الکفر والموت | دونہ وقد ھملت عینای من غیر مجزع
انھون نے کہا ہے کہ کفر اختیار کر نیسے آزادی ملسکتی ہے | اس سے تو موت میرے لئے آسان تر ہے میری آنکھون سے لگاتار آنسو جاری ہین مگر مین بے صبر نہین ہون

فلست بمبد للعدو تخشعا | ولا جزعا الی اللہ مرجعی
مین دشمن سے نہ عاجزی کرونگا اور نہ چلاؤن گا | اسلئے کہ مین جانتا ہون مین خدا کیطرف جاتا ہون

وما بی حذار الموت انی لمیت | ولکن حذاری جحم نار ملفع
موت سے مجھے ڈر اسلئے نہین ہے کہ مین تو مر جاؤن گا | لیکن مین تو لپیٹ جانیوالی آگ سے ڈرتا ہون

فذا العرش صبرنی علی ما یراد بی | فقد بضعوا لحمی وقد یاس مطمعی
اوس عرش کے مالک نے کچھ خدمت مجھسے لینی چاہی ہے | اور مجھے صبر کیلئے فرمایا ہے اب اونھون نے زد و کوب سے میرا تمام گوشت کوٹ ڈالا ہے اور میری امید جاتی رہی ہے۔

الی اللہ اشکو غربتی ثم کربتی | وما ارصد الاحزاب لی عند مصرعی
مین اپنی بیکسی و بیوطنی کی فریاد۔ اور دشمنون کی | اُن آرزؤن کی فریاد جو میری جان لینے کے بعد سے رکھتے ہین خدا کرتا ہون

فواللہ ما ارجو اذا مت مسلما | علی ای جنب کان فی اللہ مصرعی
بخدا جب مین اسلام پر جان دے رہا ہون۔ تو مین | یہ پروا نہین کرتا کہ مین کس پہلو پر گر کر جان دیتا ہون

وذلک فی ذات الالٰہ وان یشاء | یبارک علی اوصال شلو ممزع

خدا کی ذات سے امید لگی ہے۔ اگر وہ چاہے | تو میرے ہر پارہ گوشت کو برکت عطا فرمائے

ان اشعار کو پڑھکر اس اہل وفا اور کامل الولا نے بارگاہ خدا مین ہاتھ اوٹھا کر یون دعا کی۔

اللھم بلغنا رسالۃ رسولک فبلغہ ما تصنع بنا | پروردگار ہم نے تیرے رسول کی رسالت ادا کر دی۔ تو اپنے رسول کو ہمارے حال سے آگاہ کر دے۔

دعا کے بعد۔ یہ فدائی اسلام سولی پر کھڑا رہا۔ چالیس جوان نیزہ دار نیزون کی نوکون سے انکے بدن کو کوچنے لگے اون کی ہر ضرب پر انکا جسم زار اودہر سے اودہر ہو جاتا تھا۔ لیکن یہ کامل الایمان ہر بار اپنا منھ کعبہ کی طرف پھیر کر فرماتا تھا۔

الحمد للہ الذی جعل وجھی نحو قبلۃ التی رضی لنفسہ ولنبیہ وللمومنین۔ | اوس خدا کا شکر ہے جس نے میرے منہ کو قبلہ کی طرف پھیر دیا اور میں اپنی ذات سے۔ اپنے نبیؐ سے اور مومنین سے راضی جاتا ہون

اس اثنا مین ایک بیدرو نے ایسا نیزہ مارا کہ پشت سے پار ہو گیا اور مظلوم خبیب اقرار توحید و رسالت کرکے شہید ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ

محدثین کا اتفاق ہے کہ اسیوقت سے یہ دستور ہو گیا کہ مقتول قاتل سے دو رکعت نماز کی اجازت لیکر نماز پڑھ لیتا ہے۔ تو قتل کیا جاتا ہے۔ اس امر پر بھی تمام محدثین و مورخین کا اتفاق ہے کہ خبیب بن عدی کے مرقومہ بالا اشعار و دعا نے حاضرین مقتل کے قلوب پر ایسا پرہیبت اثر پہونچایا کہ وہ حواس باختہ ہو گئے۔ تماشائیان قتل مین سے چند لوگون کے حال روضۃ الاحباب سے ذیل مین نقل کئے جاتے ہین۔

معویہ ابن ابوسفیان گوید من دران واقعہ حاضر بودم پدر من مرا بر زمین بخوابانیدہ از خوف وہیبت دعای وے در میان عرب چنان شہرت داشت کہ چون بر کسی دعا بد کنند اگر مدعو علیہ بر زمین اضطجاع کند دعا در حق وے اثرے نیا شد۔ | امیر معویہ کا بیان ہے کہ مین اس واقعہ مین موجود تھا اور میرے باپ ابو سفیان نے مجھے خبیب کی دعا کی ہیبت و خوف سے اوندھا زمین پر لٹا دیا تھا کیونکہ عرب مین یہ مشہور تھا کہ اگر کوئی شخص کسی کے حق مین دعاے بد کرے تو جس پر دعاے بد کیجاتی ہے وہ شخص زمین پر اوندھا لیٹ جائے تو دعا کا اثر جاتا رہتا ہے۔

از خویطب بن عبدالعزیٰ منقول است کہ گفت من ہر دو انگشت خود را در گوشہاے خود نہادم واز انجا بگریختم از ترس دعوت او۔ روضۃ الاحباب ص | خویطب بن عبدالعزیٰ کہتے ہین کہ خبیب کی ہیبت دعا سے مین نے اپنے کانون مین اونگلیان دے لین اور وہان سے مارے خوف کے بھاگ آیا۔

حکیم بن خزام گفت من در پس درختے متواری ساختم از ہیبت دعائے او۔ روضۃ الاحباب۔ | حکیم بن خزام کہتے ہین کہ مین اونکی دعا کی ہیبت سے بھاگ کر اک درخت کے پیچھے چھپ گیا

عمر بن الخطابؓ سعید بن عامر را در زمان خلافت خویش امیر حمص گردانیدہ بود و را گاہ گاہ غشی حاصل می شد۔ عمر از وے پرسید کہ ترا اگر سودائی در بود گی ہست گفت یا امیر المومنین مرا سودا در بود گی نیست و لیکن من در روز قتل خبیب حاضر بودم و دعا وے را شنیدم ہر گاہ کہ بخاطرم خطور می کند بے خود می شوم۔

حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت مین سعید بن عامر امیر حمص تھے اونکو کبھی کبھی بیہوشی ہو جایا کرتی تھی۔ ایکبار حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا کیا تمھین جنون و بیہوشی کی بیماری ہے اونھون نے کہا یا امیر المومنین نہ مجھے جنون ہے نہ بیہوشی کا مرض۔ بات یہ ہے کہ مین قتل خبیب کے موقع پر حاضر تھا جب مین اوس خوفناک منظر اور اونکی دعا کو یاد کرتا ہون بیخود ہو جایا کرتا ہون۔ روضۃ الاحباب و رحمۃ العلمین ص ۱۱۳ ج ۲

زید بن الدثنہ کا عبرتناک قتل

زید بن الدثنہ کا قتل بھی تماشہ کی غرض سے منظر عام مین بڑی تیاریون کے ساتھ عمل مین لایا گیا۔ حاضرین مین ابو سفیان بھی تھے۔ جب یہ اجل نصیب تلوار کے نیچے بیٹھ چکے تو ابو سفیان تعریضًا زید سے پوچھنے لگا۔ کہو زید اگر اسوقت تمہاری جگہہ محمد (صلعم) ہوتے توکیا تم اسکو اپنی بہت بڑی خوش قسمتی نہ سمجھتے؟ یہ کلمہ سنکر زید بول اوٹھا۔ برب کعبہ مین تو اپنی جان کو اسکے برابر بھی عزیز نہین رکھتا کہ رسول اللہ صلعم کے پاؤن مین کانٹا بھی چبھ جائے۔ ان غریب کے قتل مین بھی ذلت کا ایک خاص شعبہ لگا دیا گیا۔ وہ یہ ہے کہ کسی قریش نے انکی گردن نہین ماری۔ بلکہ صفوان بن امیہ نے اپنے غلام نسطاس کو حکم دیا اور اوس بیدرد نے انکا سر قلم کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون طبری ص ۳۵ ج ۲

ان شہیدان راہ خدا کے حالات کو خاتمہ تک پہونچا کر اب ہم مہمان کُش سفیان بن خالد کی محرومی قسمت کی کیفیت لکھتے ہین۔

صاحب روضۃ الاحباب بیان کرتے ہین کہ ان دونون فدائیان اسلام کے قتل کے بعد سفیان سلافہ بنت سعد کے پاس سو اونٹ کا موعودہ انعام جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ لینے گیا۔ اوس عورت نے جواب دیا کہ ہم سے عاصم کے سر لانیکا وعدہ تھا۔ جو ہمارے بچے کا قاتل تھا۔ تم تو اون لوگون کے سر لائے ہو۔ جنمین سے کوئی بھی میرے بیٹے کا قاتل نہین ہے اس بنا پر مین تمہین کچھہ نہین دونگی سفیان اپنا سا منھہ لے کر واپس آیا ص ۲۰۴

واقعہ بیر معونہ صفر ۴ ہجری

بیر معونہ کا واقعہ صفر ۴ ہجری مین وقوع پذیر ہوا۔ مشرکین عضل و قارۃ کی مکارانہ مفسدہ انگیزیون کی طرح قبائل نجد عصیہ۔ رعل اور ذکوان بھی استیصال اسلام پر یکدل ہو گئے تفصیل یہ ہے۔

ابو البرا عامر کلابی جو قبیلہ کلاب کا رئیس تھا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ میری تمام قوم اسلام لانے کے لئے طیار ہے۔ چند مبلغین اسلام ہمارے قبیلہ مین بھیج دیے جائین کہ وہ انکو دین اسلام کے احکام و ارکان کی تعلیم دین۔ قبیلہ کلاب اتنا بڑا تھا کہ علاقہ نجد تک پھیلا ہوا تھا۔ اور نجد کے قبائل عصیہ رعل اور ذکوان سب اسکے زیر سایہ و زیر اثر تھے بخیال رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اسکی درخواست کے جواب مین فرمایا۔

انی اخشی علیھم اھل النجد ۔ | مجھکو مسلمانون کی نسبت اہل نجد کی طرف سے خوف ہے۔

آنحضرت صلعم کا یہ جواب بے سبب نہین تہا قبائل نجد کے امیر عامر بن الطفیل نے ایکبار آپ کی خدمت مین کہلا بھیجا تھا کہ اگر آپ میرے شرائط کو قبول کرلین تو مین اسیوقت سے اسلام کا رفیق بنجاتا ہون پہلی شرط یہ ہے کہ عرب کے جتنے صحرا وبادیہ ہین انکی ملکیت خاص الخاص آپ کے تعلق رہے ۔ دوسری یہ کہ عرب مین جتنی بستیان اور آبادیان ہین انکا مالک ومتصرف مین بنایا جاؤن ۔ تیسری یہ کہ آپ اپنے بعد مجھے اپنا قایم مقام مقرر کرجائین اگر یہ شرائط منظور ہین تو مین خدمت ورفاقت کو حاضر ہون ۔ ورنہ قبیلہ غطفان کو لے کر مدینہ کا محاصرہ کرونگا اسوقت آپ کو مشکل ہوجائیگی ۔ آنحضرت صلعم نے اوسکے مجنونانہ اور مغرورانہ شرائط کو مسترد فرمادیا ۔ اور قاصد کو واپس دیا ۔ اسوقت نجدیون سے بھی خوف تھا ۔

ابو البراء نے گذارش کی ۔ آپ مطمئن رہین ۔ مین جماعت مبلغین کی حفاظت جان کا ضامن ہون ۔ ابو البراء کی ضمانت قبول کرلیگئی ۔ اور ستر انصار ساتھ کردیے گئے ۔ چونکہ ابو البراء پر پورا اعتبار تھا ۔ اور کسی مخالفت کا اندیشہ نہین تھا ۔ اور ضرورت بھی صرف تبلیغ وتعلیم دین کی تھی ۔ اسلئے موجودہ جماعت مبلغین مین کوئی بزرگ نبرد آزما اور جنگی خدمات کے قابل نہین تھے ۔ قریب قریب تمام بزرگوار صاحبان تقویٰ وعبادت تھے ۔ اکثر صاحب صفّہ تھے جو بالکل درویشانہ زندگی بسر کرتے تھے ۔

معلّمین دین کی یہ جماعت بیر معونہ پر پہونچکر مقیم ہوئی ۔ اور حرام بن ملحان کو جناب رسول خدا صلعم کا کرامت نامہ دیکر قبائل کے پاس دعوت اسلام کی غرض سے بھیجا ۔ عامر بن طفیل کو حرام نے جب نامۂ رسولؐ دیا ۔ تو عامر نے خط لیکر حرام کو قتل کرادیا ۔ اور قبائل عصیّہ رعل اور ذکوان کو جمع کرکے مبلغین اسلام کی جماعت پر چڑھ آیا صحابۂ مبلغین حرام کی واپسی کے منتظر بیٹھے تھے ۔ جب امید سے زائد دیر ہوئی تو یہ سب کے سب خود چلے راستہ ہی مین تھے کہ فوج مخالف سے مقابلہ ہوگیا ۔ وہ جنگجو جماعت الآت حرب وضرب سے طیار تھی اور ان فقرا وصلحاے اسلام کے پاس سواے مصلا وعصا کے کچھ بھی نہ تھا نتیجہ یہ ہوا کہ سب کے سب راہ خدا مین وہین شہید کردیے گئے ۔ صرف عمر بن امیہ کو عامر نے یہ کہکر چھوڑ دیا کہ میری مان نے ایک غلام آزاد کرنے کی نذر مان لی ہے اس لئے مین تجھے چھوڑے دیتا ہون ۔ یہ کہکر انکے سر کے آگے والے بال کاٹ لئے اور نشان غلامی بناکر چھوڑدیا ۔ عمر بن امیہ بڑی مشکل سے دن کو چھپتے ۔ راتون کو چلتے چلتے مدینہ مین پہونچے ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوکر بلاؤ مصیبت کی رودادِ عرض کردی آنحضرت صلعم کو اس واقعہ کا ایسا صدمہ ہوا کہ ایسا غم والم آپ کو کبھی نہوا تھا ۔ مہینہ بھر کامل صبح کی نمازین ان قبائل پر بددعا فرماتے رہے ۔

عمر بن امیہ الضمیری نے رستہ مین دو آدمیون کو بنی عامر کے قبیلہ سے سمجھکر قتل کرڈالا تھا ۔ حالانکہ وہ عامر کے

قبیلہ کے آدمی نہیں تھے۔ انکا یہ فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناگوار ہوا۔ آپ نے دو مقتولین کی دیت اپنے پاس سے اونکے ورثا کے پاس بھجوا دی۔ زرقانی جلد دوم ص ۸۰ طبری ص ۱۴۴۸۔

غزوۂ بنی نضیر

(ربیع الاولیٰ ۴؁ ہجری)

اوپر بیان ہوچکا ہے کہ عمرو بن امیہ الضمیری نے غلط فہمی سے دو آدمیوں کو جو بنی عامر کے قبیلہ سے نہیں تھے۔ لیکن انکے علاقہ کے تھے قتل کرڈالا تھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ مبادرت ناگوار ہوئی تھی اور آپ اونکی دیت ادا ہونے پر فوراً آمادہ ہوگئے۔ چونکہ یہودان بنی نضیر بظاہر اسوقت تک اسلام کے ساتھ شریک معاہدہ تھے اس بنا پر دیت کا ایک حصّہ اونکے ذمہ بھی واجب الادا تھا۔ اسی کی وصولی کے لئے۔ آپ چند ممتاز صحابہ کو جن میں حضرت علی مرتضیٰؑ۔ حضرت ابوبکر۔ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ۔ زبیر بن العوام سعد بن ابی وقاص سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ وغیرہم کے نام خصوصیت سے بتلائے جاتے ہیں۔ ہمراہ لے کر بنی نضیر کے محلہ میں جو مدینہ سے کل دو میل کے فاصلہ پر تھا۔ تشریف لے گئے۔

بدر کے بعد ہی سے یہودیوں کے خیال میں اسلام کی طرف سے جو انقلاب عظیم پیدا ہوا تھا وہ اوپر تمام بیان ہوتا آیا ہے۔ ایک تو اسلام کی طرف سے انکا فطرتی بغض وعناد۔ دوسری قریش سے ساز باز اور اتحاد۔ انکو رگ و ریشے میں اسلام کے استیصال کے لیے اشتعال دے رہا تھا۔ ان اسباب کے علاوہ۔ انکا انتہا درجہ کا تمول۔ کثرت سے مال و دولت۔ فروغ یافتہ تجارت۔ عالمگیر کاروبار۔ بڑے بڑے مضبوط اور سنگین قلعے ضرورت سے زائد اسلحات وآلات جنگ۔ ان سب کے ساتھ۔ فوج کی فوج۔ حشم خدم۔ نوکر۔ چاکر۔ ہر دم موجود اور انکے پیش نظر تھے اتنی ذمی اقتداری اور خود اختیاری کی حالت شباب میں پھر وہ کس کی سننے والے تھے۔ ان تمام اسباب نے اونکے دماغوں میں نخوت وغرور کی یہ کیفیت پہونچا رکھی تھی کہ وہ اپنے آگے بڑے بڑے ملوک و سرداران عرب کی کوئی ہستی نہیں سمجھتے تھے۔ لیکن باایں ہمہ ساز و سامان۔ ان سے مقابلہ ومقاتلہ کے معاملات بتلا رہے ہیں کہ یہ موتھہ کے کرّے تھے۔ مگروں کے بڑے بودے۔ تن و توش کے بھاری لیکن طبیعت کے بالکل ہلکے جوڑ توڑ ساز باز اور مکر و دغا سے پر تھے مگر شجاعت و دلیری سے علی الاکثر خالی تھے۔

قتل رسولؐ کی مکارانہ ترکیب

چنانچہ اس موقعہ پر بھی۔ جرأت وہمت پر تکلیہ نہ کرسکے۔ کرنے بھی چلے تو وہی مکاری۔ دغابازی او غداری۔ تفصیل یہ ہے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم انکے محلہ میں آئے۔ تو ایک دیوار کے سایہ میں بیٹھکر یہودیوں سے اداے دیت کے

متعلق گفتگو فرمانے لگے۔ یہودیوں کے تمام عمائد و اکابر۔ سلام ابن مشکم۔ سلام بن ابی الحقیق[1] کنانہ بن ربیع اور حیی بن اخطب وغیرہ سب موجود تھے۔ آپ کی تجویز کی نسبت یہ مکارانہ رضامندی اور اتفاق کا اظہار بھی کر رہے تھے اور ادھر عیاری اور مکاری کی چھپی چھپی چشمکیں بھی چل رہی تھیں۔ اور مخفی طور پر باہم یہ اتفاق کر لیا گیا تھا کہ اب اس سے بہتر موقع ہاتھ نہ آئیگا ہم میں سے ایک آدمی مکان کی چھت پر جا کر ایک بڑا بھاری پتھر آپ کے سر پر چپکے سے گرا دے۔ سب قصہ تمام ہے پہلے اس تجویز میں کچھ اختلاف ہوا لیکن پھر فوراً اتفاق بھی ہو گیا۔ اور عمرو بن جحاش تعمیل کے لئے پتھر لیکر مکان کی چھت پر چڑھ بھی گیا

ادھر حافظ حقیقی نے خبر کر دی۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوراً قضائے حاجت کی ضرورت بیان فرما کر وہاں سے اوٹھے اور براہ راست مدینہ چلے آئے۔ صحابہ کو وہیں چھوڑ دیا۔ ان حضرات کو سوائے اسکے کہ رسول اللہ صلعم قضائے حاجت کی ضرورت سے گئے ہیں۔ فوراً چلے آئینگے اور کیا معلوم تھا۔ چنانچہ یہ حضرات دیر تک آپکی واپسی کا انتظار کرتے رہے۔ جب انتظار انتشار کی حد تک پہونچ گیا تو یہ لوگ بھی مدینہ کی طرف لوٹے۔ راستہ میں ایک آدمی سے آنحضرت صلعم کی خبر پہونچی اوسنے بیان کیا کہ میں آپ کو ابھی ابھی مدینہ میں دیکھتا چلا آتا ہوں۔ یہ سنکر سب مطمئن ہو گئے۔ مدینہ پہونچے۔ اور خدمت رسول ؐ میں حاضر ہو کر دریافت کیا تو حقیقت معلوم ہوئی۔ چنانچہ تفسیر مجاہد وغیرہ سے آیہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هَمَّ قَوْمٌ أَنْ يَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ	اے ایمان والو۔ یاد کرو خدا کی نعمت کو۔ اوسدن جبکہ ایک قوم نے تم پر اپنے دست (غداری) بڑھانے چاہے تھے تا آخر آیہ (روضۃ الاحباب)

میں اسی طرف اشارت فرمائی گئی ہے۔ یہودیوں کی یہ غداری اگر چل جاتی تو کیا قیامت ہوتی۔ اسی وقت اسلام کا خاتمہ تھا۔ یہی واقعہ بنو نضیر کی اہمیت جرم کے ثبوت میں کافی ہے۔

بنی نضیر کا محاصرہ

جناب رسول خدا صلعم نے صحابہ کو بھی بخیر و عافیت واپس آتے ہوئے دیکھ لیا تو آپ بنی نضیر کی تنبیہ کیطرف سے ایک لحظہ کے لئے بھی توقف کو مصلحت نہ سمجھا۔ محمد بن مسلمہ کی معرفت اونکے پاس بہ یک نقط کہلا بھیجا کہ تم لوگ اپنے اس مکارانہ اور غدارانہ قصد و حرکات کی پاداش میں ایک بار جوار مدینہ کو چھوڑ دو اور چلے جاؤ۔

ادھر یہ پیام گیا۔ ادھر رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی سلول نے۔ جو ہر وقت پہلو کا دشمن بنا ہوا تھا آدمی بھیجکر بنو نضیر سے کہلا بھیجا کہ تم ہرگز جلا وطن ہونے پر راضی نہ ہونا۔ ہم دو ہزار آدمیوں کی جماعت سے تمہاری حمایت پر طیار بیٹھے ہیں۔ اور یہودان بنی قریظہ بھی تمہاری استمداد و استعانت کو فوراً پہونچ جائینگے۔ قرآن مجید میں اس منافق کی فتنہ انگیزی کی حقیقت ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔

[1] سلام بن ابی الحقیق جسکی کنیت ابو رافع تھی وہ ۳ھ ہجری میں قتل ہو چکا تھا۔ جیسا کہ زرقانی باسناد علامہ ابن حجر کے حوالہ سے اوپر بیان ہو چکا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ سلام بھی بن ابی الحقیق کوئی دوسرا یہودی ہو۔ اگر یہ نہیں ثابت ہے تو پھر اس اختلاف کا باعث وہی علماء کا اختلاف بیان ہے جو سلام ابن ابی الحقیق کے واقعہ قتل کو واقعہ بنی نضیر کے بعد بتلاتے ہیں۔ لیکن اس سے صحیح بخاری کی تکذیب ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو روضۃ الاحباب صفحہ ۳۵۱

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نَافَقُوا يَقُولُونَ لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَئِنْ أُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيعُ فِيكُمْ أَحَدًا أَبَدًا وَإِن قُوتِلْتُمْ لَنَنصُرَنَّكُمْ

تم نے دیکھا۔ منافق اپنے کافر بھائیوں سے کہتے ہیں کہ تم نکلوگے تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکلیں گے اور ہم تمہارے باب میں کسی کا کہنا نہ مانیں گے۔ اگر کوئی تم سے لڑا تو ہم تمہاری مدد کو آئیں گے۔

عبداللہ بن ابی کی اس بھڑکی نے بنی نضیر کے غرور و نخوت کی آگ کو اور بھڑکا دیا۔ محمدؐ بن مسلمہ وہیں موجود تھے۔ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کا ابھی کوئی جواب نہیں ملا تھا۔ یہودیوں میں ابھی تک کھچڑی پک رہی تھی کیا جواب دیا جائے اس اثنا میں عبداللہ بن ابی کا پیام سنکر یہودی سب کے سب بھڑ تن گئے۔ حی بن اخطب رئیس بنو نضیر نے محمدؐ بن مسلمہ پیغمبر اسلام سے کہدیا کہ جا کر محمدؐ (صلعم) سے کہدو۔ ہم اپنے مقام سے کہیں جنبش نہیں کرنے والے اونکے جو جی میں آوے وہ کریں دیکھا جائیگا۔ محمدؐ بن مسلمہ نے واپس آکر یہودیوں کا یہ مغرورانہ جواب خدمت رسول صلعم میں عرض کر دیا۔ اور اونکے محاصرہ کا حکم فرمایا ان اسباب کے ساتھ شبلی صاحب نے سنن ابوداؤد کے حوالے سے ان واقعات کا بھی اضافہ فرمایا ہے۔ آپ کی عبارت داخلی یہ ہے۔

اوپر گذر چکا ہے کہ قریش نے بنی نضیر سے کہلا بھیجا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کر دو۔ ورنہ ہم تو د آکر تمہارا بھی استیصال کر دینگے۔ بنو نضیر پہلے ہی سے اسلام کے دشمن تھے۔ قریش کے پیام نے اونکو اور زیادہ آمادہ کر دیا۔ بنو نضیر نے آنحضرت صلعم کے پاس پیام بھیجا کہ آپ تیس آدمیوں کو لے کر آئیں ہم بھی اپنے احبار لیکر آئیں گے اگر ہمارے احبار (علمائے یہود) آپ کی تصدیق کرینگے تو ہمکو بھی کچھ عذر نہ ہوگا۔ چونکہ وہ بغاوت کی طیاری کر چکے تھے آپ نے کہلا بھیجا کہ جبتک ایک معاہدہ نہ لکھدو میں تم پر اعتماد نہیں کر سکتا۔ لیکن وہ اس پر راضی نہ ہوئے۔ آپ یہود ان بنی قریظہ کے پاس تشریف لے گئے اور اون سے تجدید معاہدہ کی درخواست کی۔ اونھوں نے تعمیل کی۔ بنو نضیر کے لئے یہ نظیر موجود تھی کہ اونکے برادران دینی نے معاہدہ لکھدیا ہے لیکن وہ کسیطرح معاہدہ لکھنے پر راضی نہ ہوئے بالآخر اونھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کے پاس پیام بھیجا کہ آپ تین آدمی لیکر آئیں ہم بھی تین آدمی لے کر آتے ہیں۔ یہ علما اگر آپ پر ایمان لائینگے تو ہم بھی لائینگے۔ آپ نے منظور فرمایا لیکن راہ میں آپ کو ایک صحیح ذریعہ سے یہ خبر معلوم ہوئی کہ یہود تلواریں باندھ کر آمادہ ہیں کہ جب آپ تشریف لائیں تو آپ کو قتل کر دیں۔

سیرۃ النبی ص ۳۰۰

شبلی صاحب نے انھیں واقعات کو اصلی سبب قرار دیکر اپنا مختار بنایا ہے۔ چنانچہ فوٹ نوٹ میں یہ عبارت تحریر فرمائی ہے۔

یہ تفصیل سنن ابوداؤد میں ہے تعجب ہے کہ ارباب سیرت ابوداؤد کی اس روایت سے بالکل بیخبر ہیں یہ حاشیہ نمبر (۲) کی یہ عبارت فتح الباری۔ واقعہ غزوہ بنی نضیر جلد سابع صفحہ ۲۵۵ میں یہ روایت ابن مردویہ سے نقل کی ہے اور لکھا ہے کہ اسکی سند صحیح ہے صحیح بخاری سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ بنو نضیر نے آنحضرت صلعم کے ساتھ اس قسم کی عیاری کا ارادہ کیا تھا۔ بخاری میں

ترجمۃ الباب یہ ہے۔ باب حدیث بنی النضیر و مخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فی دیۃ الرجلین وما ارادوا من الغدر برسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم

حقیقت حال کی طرف جب تحقیق کی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے صرف ارباب حدیث پر اعتبار کرکے اپنا یہ مختار قایم کیا ہے۔ اور جس روایت کو معاملات بنی نضیر کا اصلی سبب قرار دیا ہے وہ خود ارباب سیرت کیا اصحاب حدیث کے نزدیک بھی ثابت نہین۔ افسوس ہے کہ فتح الباری کی عبارت پر غور کی نظر نہین کی گئی اور نہ اوسکی پوری عبارت لکھی گئی۔ اوسمین تلاش نہین کی گئی۔ ورنہ اسکی صحت و اعتبار کی حقیقت کا اوسی وقت پورا انکشاف ہوجاتا۔ تعجب تو یہ ہے کہ زرقانی جو ہر وقت پیش نظر ہے۔ اوسمین بھی اسکی قرار واقعی تلاش نہین کی گئی۔ ورنہ یہ غلط فہمی واقع نہ ہوتی۔

زرقانی جلد دوم ص ۹۲ مین اسباب واقعات بنی نضیر کے متعلق ابن حجر صاحب فتح الباری کا یہ قول مرقوم ہے

واذا ثبت ان سبب جلاء بنی النضیر ہمّہم بالفتک بہ وہو انما وقع عند ما جاء الیہم یستعین فی دیۃ قتلی عمر

جلاء بنی نضیر کا سبب وہی ثابت ہے جو بیان کیا گیا ہے کہ بنی نضیر نے آنحضرت صلعم کے ساتھ دغا کا ارادہ کیا تھا جب آپ اون سے کشتگان عمر کی وصولی دیت کے خواستگار ہوئے تھے۔

اس کے بعد آپ نے جس عبارت فتح الباری سے اسکی صحت ثابت کی ہے وہ یہ ہے ابن مردویہ کی روایت لکھکر ابن حجر لکھتے ہین

وفی ہذا رد علی زعم ابن التین انہ لیس فی ہذہ القصۃ حدیث باسناد۔ فہذا اقوی مما ذکر ابن اسحاق ان سبب غزوۃ بنی نضیر طلبہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان یعینوہ فی دیۃ الرجلین لکن وافقہ جل اہل المغازی۔ زرقانی ص ۹۴

اس روایت مین علامہ ابن التین کی رد ہے جنکا یہ زعم ہے کہ بنی نضیر کے قصہ مین (سوائے دیت کے واقعہ کے) اور کوئی حدیث ہی نہین ہے۔ اور یہ قوی ہے۔ اوس سے جو ابن اسحاق نے جلاء بنی نضیر کے سبب مین لکھی ہے کہ غزوہ بنی نضیر کا سبب دونون مقتولین کی دیت تھی۔ لیکن اسکو کیا کیا جاے گا کہ اسی حدیث پر تمام اکابر اہل مغازی کا اتفاق ہوچکا ہے۔

یہی حال ہے صحیح بخاری کی سند کا۔ شبلی صاحب عبارت عنوان مین غدر کا لفظ دیکھکر اپنے دعوے کی تصدیق فرماتے ہین حالانکہ دیت رجلین کے صاف الفاظ موجود ہین۔ جو بتلاتے ہین کہ سبب اصلی وہی رجلین کا معاملہ ہے اور لفظ غدر سے بھی وہی پتھر گرا کر مار ڈالنے والی غداری مقصود ہے۔ نہ آپ کے مرقومہ اسباب مناظرہ و کلام اور حملات بالسیف جسکو آپ سنن ابوداؤد کے حوالے سے لکھکر ارباب سیر و تاریخ کو چیلنج دے رہے ہین۔ بخاری کا ایک لفظ بھی آپ کے دعوی کا موید نہین ہے بلکہ صریح مخالف ہے۔

بہرحال۔ یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا جو شبلی صاحب کے غلط مختار اور تحکمانہ اصرار سے ہمارے سلسلہ بیان مین خواہ مخواہ حائل ہوگیا۔ ہم مجبور ہین۔ شبلی صاحب علی الاکثر اپنے مختارات اور اجتہادات سے دوسرون کو مرعوب بنا لینا چاہتے ہین۔ جو حقیقت

کے صریح مخالف ثابت ہوتا ہے۔ اس بنا پر اون کا انکشاف ضروری ہو جاتا ہے۔ ورنہ حقیقت سے عدم فہمی رہ جائیگی۔

ہم اس بحث کو تمام کر کے اپنے قدیم سلسلۂ بیان پر آجاتے ہین۔

یہان تک بیان ہو چکا ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محاصرہ بنی نضیر کا اعلان فرما دیا۔ فدائیان اسلام لبیک گویان طیار ہو گئے۔ سلاحین پہنکر ہتیار لگا کر خدمت رسول صلعم مین حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلعم نے جائزہ فوج لے کر۔ علم فوج حضرت علی مرتضیٰ ع کو عنایت فرمایا اور محلہ بنی نضیر کیطرف جمعیت اسلامی کے ہمراہ روانہ ہوئے۔

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ بنی نضیر کی آبادی مدینہ سے کل دو میل کے فاصلہ پر تھی۔ دم کے دم مین فوج اسلامی نے پہونچکر اونکے تمام محلہ کا محاصرہ کر لیا۔ یہودیون کے اتنے کلیجے کہان تھے کہ میدان پکڑ کر فوج اسلام سے مقابل ہوتے۔ یہ سب قلعہ بند ہو کر عبد اللہ بن ابی کی دو ہزار والی جمعیت موعودہ کا انتظار کرنے لگے۔ اور اسی کے ساتھ بنی قریظہ کی کمک کی بھی امید لگائے رہے۔ پندرہ روز اسی انتظار مین گذر گئے۔ اور کوئی کمک سے نہ آیا۔ اوپر لکھا جا چکا ہے۔ کہ عبد اللہ بن ابی مسلمانون کے سامنے نہ آسکا۔ اسلئے کہ اگر وہ آجاتا تو پھر خود اوسکے نفاق کا راز سربستہ کھل جاتا اور اوسکے اظہار کفر کے چشم دید واقعہ کو دیکھکر مسلمان کیا۔ خود اوسکے قبیلہ والے دیندار انصار۔ اوسکو قتل کر ڈالتے لیکن اوسکا کام تھا۔ زبانی طمطراق۔ سازباز اور فساد و نفاق۔ وہ اوس نے کر دکھلایا۔

باقی رہے بنو قریظہ۔ اونکی یہ حالت تھی کہ وہ بنی نضیر کے ہمقوم وہم مذہب تو ضرور تھے لیکن وہ دربار اسلام سے معاہدۂ صلح کی تجدید کر چکے تھے۔ اوس سے خلاف ورزی کیسے کر سکتے تھے۔ اس لئے وہ بھی مجبور رہے۔ اب یہودیون کی محرومی کی حد نہ تھی۔

بنو نضیر اور شبخون کا ارادہ

ہر طرف سے مایوس ہو کر اب بنو نضیر کے پاس سوائے مکاری اور غداری کے کچھہ اور نہ تھا۔ اور اس مین یہ مدت سے مشاق تھے۔ محدث دہلوی اور صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہین کہ حی ابن اخطب سردار یہود نے اپنے فطرتی بزدلی تقاضہ سے لشکر اسلامی پر شبخون کی تدبیر نکالی اور خود تو جرأت نہ کر سکا۔ عزوہ بن انیس ایک شریر النفس یہود کو اس مہم پر تعینات کر دیا۔ دریافت احوال کی غرض سے خیمۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پتھر پھینکے مسلمانون نے کوئی جواب نہ دیا اور خموش رہ گئے۔ انکی خموشی انکی غفلت کی علامت سمجھی گئی۔ دوسرے دن یہودی قوی دل ہو کر شبخون پر بالکل آمادہ ہو گئے۔

شام ہوئی تو حسب المعمول صحابہ نماز مغرب پڑہکر خدمت رسول مین بیٹھہ گئے۔ خلاف معمول حضرت علی کو نہ پایا کچھہ دیر تک انتظار کیا۔ وہ نہ آئے۔ تو چونکہ دشمن کی طرف سے ہر وقت اندیشہ تھا۔ اسلئے صحابہ کو انکی طرف سے تشویش ہوئی۔ بالآخر آنحضرت صلعم سے دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا۔ اونکے لئے تردد نکرو۔ اونکی غیر حاضری مصلحت سے

خالی نہین۔

حقیقت یہ ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہودیون کے ان مکارانہ قصد وارادہ کی خبر لگ گئی تھی۔ اور آپ حضرت علی مرتضیٰ کو اسکے تدارک کے لئے مقرر فرما چکے تھے۔ اس بنا پر حضرت علی شام ہوتے ہی دشمن کی غداریون کے سراغ مین مصروف تھے۔ اور اونکے آنے والے راستہ مین جا بیٹھے تھے۔ اونکی آمد کا انتظار کر رہے تھے یہان تک کہ تین ثلث رات گذر گئی۔ کچھ رات رہے عزوہ بن انیس اپنے چند رفقا کے ساتھ آتا ہوا معلوم ہوا۔ حضرت علی نے اپنے مقام سے چھپٹکر اوس پر حملہ کیا اور اوسکو وہین قتل کر دیا۔ اسکے رفقا اوسکی اعانت کو پہونچے مگر اب کیا کر سکتے تھے حضرت علی کے شیرانہ حملون سے اونکے موہنہ بھی پھر گئے۔ اس اثنا مین شور و غل سنکر حضرت ابو دجانہ انصاری اور سہل ابن حنیف بھی پہونچ گئے۔ یہودی مجبور ہوکر بھاگ گئے۔ ؎ رسیدہ بود بلائے وئے بخیر گذشت۔

جناب علی مرتضیٰ۔ عزوہ کا سر لیکر خدمت رسول صلعم مین حاضر ہوئے۔ نماز صبح کے بعد آپ صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ رسول اللہ صلعم نے نظر مبارک اوٹھائی۔ تو سامنے علی مرتضیٰ کھڑے تھے۔ اور پائے مبارک کے قریب عزوہ ابن انیس کا سر کٹا پڑا تھا۔ صحابہ سے ارشاد ہوا کہ شام سے علیؑ اس کام مین تھے۔ ترجمہ مدارج النبوۃ جلد دوم ۲ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ص ۳۱۷۔ روضۃ الصفا جلد دوم تاریخ الانبیا جلد دوم مطبوعہ لکھنؤ ص ۲۱۵

محاصرے کو جتنا طول ہوتا جاتا تھا۔ بنو نضیر کی مایوسی بڑہتی جاتی تھی۔ شبخون کی ناکامیابیون نے اونکی امیدون کا اور بھی خون کر دیا۔ یہود ان بنی قینقاع کے نتیجے پیش نظر تھے وہ اور دل ہلائے دیتے تھے۔ اصول جنگ و محاصرہ کے مطابق۔ جتنا عرصہ ہوتا تھا محصورین کیطرف سے وقوع جنگ کے قرائن قوی ہوتے جاتے تھے۔ اس بنا پر آنحضرت صلعم نے مقابلہ کے احتمال سے قلعہ بنی نضیر کے سامنے والے نخلستان صاف کرا دیے۔ تاکہ میدان صاف ہو جائے اور غنیم انہی کمین گاہ کا فائدہ نہ اوٹھائین۔ خاصکر وہی درخت کٹوائے گئے تھے جو محض معمولی اور جنگلی پھل لاتے تھے۔ اور جو عمدہ درخت تھے وہ چھوڑ دیے گئے تھے۔ قرآن مجید مین بھی اسکا ذکر موجود ہے۔

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ	تم نے لینہ کے جو درخت کٹوائے اور جسقدر درخت قائم رہنے دیئے وہ سب خدا کے حکم سے ہے۔ تاکہ خدا فاسقون کو رسوا اور خوار کرے

لینہ جنگلی کھجورون کو کہتے ہین جو اہل عرب کی خورش مین نہین ہے

بالآخر بنی نضیر کے لئے اب کوئی چارہ نہین رہا تو انھون نے صلح کی درخواست کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان شرائط پر صلح منظور کر لی کہ بنو نضیر مال و اسباب اونٹون پر جتنا لیجا سکین لیجائین۔ اور مدینہ سے باہر نکل جائین یہود کو جانون کی پڑی تھی۔ فوراً راضی ہو گئے۔ صلحنامہ لکھا گیا۔ اور سب نے دستخط کر دیے۔

یہود کی مدینہ سے تاابد جلاوطنی	رؤسائے بنی نضیر۔ سلام بن ابی الحقیق۔ کنانہ بن الربیع اور حی بن اخطب وغیرہ مدینہ سے

نکل کر خیبر چلے گئے۔ وہاں انکا اتنا اعزاز و اکرام کیا گیا کہ رئیس خیبر تسلیم کر لئے گئے انکی جلاوطنی اور خارج البلدی بڑی شاندار لکھی گئی ہے۔ چنانچہ شبلی صاحب طبری کی عبارت سے ترجمہ فرما کر لکھتے ہیں۔

بنو نضیر اگرچہ وطن چھوڑ کر نکلے تھے لیکن اس شان سے نکلے تھے کہ جشن (زردان) کا دھوکا ہوتا تھا۔ اونٹوں پر سوار تھے۔ ساتھ ساتھ باجا بجتا جاتا تھا مطربہ عورتیں دف بجاتی اور گاتی جاتی تھیں۔ عروہ بن الورد عبسی مشہور شاعر کی بیوی کو یہود نے خرید کر لیا تھا اور وہ بھی ساتھ ساتھ تھی۔ اہل مدینہ کا بیان ہے کہ اس سروسامان کی سواری کبھی انکی نظر سے نہیں گذری تھی۔ سیرۃ النبی جلد اول ص ۳۰۲

بنو نضیر جو لیجا سکے لیگئے۔ جو بچگیا وہ خدا و رسول صلعم کا عین المال قرار پایا۔ غیر منقولات میں مکانات اور قلعہ جات تھے۔ جن میں اکثر کو وہ اپنے ہاتھوں سے مسمار کر گئے تھے۔ اور نخلستان اور قطعات آراضی تھے منقولات میں پچاس زرہیں۔ پچاس خود اور تین سو چالیس تلواریں تھیں۔

قرآن مجید میں اسکا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ مَا ظَنَنْتُمْ أَنْ يَخْرُجُوا وَظَنُّوا أَنَّهُمْ مَانِعَتُهُمْ حُصُونُهُمْ مِنَ اللَّهِ فَأَتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُونَ بُيُوتَهُمْ بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

وہ خدا ہی تو تھا جس نے کفار اہل کتاب کو اونکے گھروں سے نکال باہر کیا اور یہ اونکی تقدیر کا پہلا حشر تھا جسکے لئے نکالے گئے۔ نہ مسلمانوں تمکو تو وہم و گمان بھی نہ تھا کہ (وہ اپنے گھروں سے) نکلیں گے اور وہ اس خیال میں مست تھے۔ کہ اونکے قلعہ اونکو (خدا کی) پکڑ سے بچا لینگے تو جدھر سے اونکو گمان بھی نہ تھا خدا کے لشکر نے اونکو آلیا اور اونکے دلوں میں (مسلمانوں کی) دھاک ڈالدی کہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں کی ہاتھوں اوجاڑنے لگے۔ اونکا یہ واقعہ صاحبان بصیرت کے لیے باعث عبرت ہے۔

انصار کا مہاجرین کے ساتھ بے مثال ایثار

تعجب ہے کہ شبلی صاحب نے مدینہ میں آمد مہاجرین کے ذکر میں تو انصار کے محاسن سلوک رعایات۔ مدارات۔ غرض تمام احسانات کا بالاختصار ذکر فرمایا ہے اور اوسی کے ساتھ انصار کے اس عظیم الشان ایثار کا بھی وہیں اشارہ کر دیا ہے۔ خیر وہ تو عنوان تھا اور تمہیدی بیان۔ اسمیں اسکی تفصیل قبل از وقت کا نقص پیدا کر دیتی لیکن یہ مقام تو اس ایثار کا خاص تھا۔ یہاں کیوں نہ بیان کیا گیا۔ وجہ یہی ہے کہ انصار کی تفصیل خدمات کی طرف ابتدا ہی سے نظر توجہ بہت کم رہتی ہے۔ تمہیداً اتنا عرض کر کے ہم اسکی تفصیل کو ذیل میں بیان کرتے ہیں۔

اوپر گذر چکا ہے کہ جسقدر جائداد منقولہ و غیر منقولہ بنی نضیر چھوڑ گئے تھے۔ وہ سب خدا و رسول ﷺ کا عین المال تھا۔ قرآن مجید میں اسکا حکم صریح یوں ہے۔

وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ

(جو مال) اللہ نے اپنے رسول کو ان بستیوں کے لوگوں سے مفت میں دلوا دئیے

وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسَاکِیْنِ وَ
اِبْنِ السَّبِیْلِ کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَۃً بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ
مِنْکُمْ وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ
فَانْتَھُوْا وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝

تو (وہ) اللہ کا حق ہے اور رسول کا اور رسول کے قرابتداروں کا۔ اور یتیموں کا اور محتاجوں کا اور (بے توشہ) مسافروں کا (یہ حکم) اسلئے (دیا گیا) جو لوگ تم میں مالدار ہیں۔ یہ (مال) ان ہی میں دائر نہ رہے (مسلمانو) جو چیز پیغمبر تمکو دی وہ تو لیا کرو اور جسکے لینے سے تمکو منع کرے اوس سے دست کش رہو اور خدا سے ڈرتے رہو۔ کیونکہ خدا کی مار بڑی سخت ہے (ترجمہ شمس العلما حافظ نذیر احمد صاحب ص ۸۶۲)

پھر وجہ اختصاص حقوق خدا و رسول میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْھُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ
عَلَیْہِ مِنْ خَیْلٍ وَّلَا رِکَابٍ وَّلٰکِنَّ اللّٰہَ یُسَلِّطُ رُسُلَہٗ
عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ

جو مال خدا نے اپنے رسول کو (بے لڑے بھڑے) مفت دلوا دیا تو مسلمانو تم نے اوس کے لئے کچھہ (دوڑ دہوپ تو کی نہیں) اور نہ اونٹوں سے

مگر اللہ اپنے پیغمبروں کو جس پر چاہے مسلط کر دے۔

اب فے اور غنیمت میں یہ فرق ہے۔ تاریخ ابن ہشام میں ہے۔

مَا یُوْجِفُ عَلَیْہِ المسلمون بالخیل والرِّکاب
وَفُتِحَ بالحرب.. وانّما یحصل بالحرب القتال
وھو غنیمۃ۔

جو مال مسلمانوں نے بغیر کوشش کئے اور جنگ و جدال بغیر اور لڑکر فتح کئے بغیر حاصل کیا۔ وہ فے ہے۔ اور جو لڑائی سے ملا وہ غنیمت ہے

بہر حال۔ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوائے مہاجرین کے انصار کو کچھہ نہیں دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کے عطا فرمانے پر بھی انصار نے کچھہ نہ لیا۔ اور اپنے عدیم المثال ایثار کی یادا بد الآباد تک قایم رہیگی ہم اوسکی پوری کیفیت مفصلہ ذیل عبارت میں شرح زرقانی سے نقل کرتے ہیں۔

لما ھاجروا (المھاجرین) واواخی بینھم صلعم
فذھب کل انصاری بالمھاجری الذی واخی بینہ
وبنیہ صلعم الی منزلہ وکفاہ المؤنۃ ثم تما
فسوا حتی ال امرھم الی قرعۃ فای انصاری
نخرج القرعۃ باسمہ یذھب بالمھاجری فبلغت
مواساتھم الغایۃ القصوی۔ فلم غنم صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم بنی النضیر دعا ثابت بن قیس بن شماس
فقال ادع الی قومک قال ثابت الخزرج فقال صلی اللہ علیہ

جب مہاجرین ہجرت کرکے مدینہ میں آئے۔ اور جناب رسولخدا صلعم نے مہاجرہ انصار میں اخوت قایم کر دی تو ہر فرد انصاری اوس مہاجر کو جو اوس کا بھائی تھا اپنے گھر لیگیا اور ہر طریقہ سے اوسکی کفالت کرتا رہا پھر انصار نے آپس میں قرعہ ڈالا (غالبًا اون فقراے مہاجرین کے لئے جو کسی کے بھائی نہ بنے تھے یا جو واقعہ اخوت سے پیچھے آئے تھے) اور جس کے نام قرعہ نکلتا وہ اوسکو اپنے گھر لیجاکر اوسکی کفالت کرتا اور یہ اوسکی مفرط درجہ کی محبت و شفقت تھی یہانتک کہ اموال بنی نضیر آنحضرت صلعم کے قبضہ میں آئے۔ تو آپ نے ثابت

والہ وسلم الانصار کلہا فدعا لہ الاوس والخزرج فحمد اللہ واثنی علیہ بما ھو اھلہ ثم ذکر الانصار وما صنعوا بالمہاجرین وانزالھم ایاھم فی منازلھم واموالھم واثرھم علی انفسھم ثم قال ان احببتم اعطیتھم وخرجوا من دورکم فقال سعد بن عبادہ وسعد بن معاذ یا رسول اللہ صلعم بل تقسم بین المہاجرین ویکونون فی دورنا کما کانوا وقالت الانصار قسم ما افاء اللہ واعطی المہاجرین ولم یعط احد من الانصار وذکر البلاذری انہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم قال للانصار لیست لاخوانکم من المہجرین اموال فان شئتم قسمت ھذہ واموالکم بینکم وبینھم جمیعا وان شئتم امسکتم اموالکم وقسمت ھذہ خاصۃ قالوا بل اقسم ھذہ فیھم واقسم لھم من اموالنا ما شئت فنزلت ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ

بن قیس کو بلا کر فرمایا کہ انصار کو بلا لاؤ۔ ثابت بولے کیا قبیلہ خزرج کے انصار کو حاضر کروں ارشاد ہوا نہیں تمام انصار کو بلا لاؤ۔ قیس نے اوس و خزرج دونوں قبیلوں کو اکٹھا کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف کے لئے اور خطبہ میں حمد وثنا الٰہی کما حقہ ادا کر کے قبیلہ انصار کے اون تمام احسانات وعنایات کو جو انھوں نے مہاجرین کے ساتھ اونکی مہمان نوازی امداد مالی اور نصرت حمایت کے متعلق کی تہی مفصل طور پر بیان فرمائی پھر انصار کی طرف مخاطب ہوکر استفسار فرمایا کہ اگر تم لوگ قبول کرو تو یہ تمام مال ہم تمہارے اور مہاجرین کے درمیان تقسیم کر دیں اور غریب مہاجرین جسطرح تمہارے اموال پر بسر کرتے ہین ویسے ہی گزران کریں اور اگر تم پسند کرو تو یہ سب مال اونھیں کو دیدیا جاوے اور آج سے تم اونکی کفالت سے سبکدوش ہو جاؤ۔ یہ سنکر سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ۔ دونوں قبائل انصار کے سردار اوٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کرنے لگے۔ یا رسول اللہ صلعم تمام مال انھیں کو دیدیا جاوے اور یہ لوگ جسطرح سے ہمارے گھروں میں ہماری ساتھ رہتے ہیں رہتے ویسے جایں اپنے اپنے سردار قبیلہ کا حکم سنکر تمام انصار کہنے لگے۔ یا رسول اللہ ہم راضی ہیں اور ہم سب کو قبول و منظور ہے اونکی آوازوں سے تمام مسجد گونج اوٹھی جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اونکے اس عدیم المثال ایثار کو سنکر کہنے لگے پروردگار تو قبائل انصار پر رحمت نازل کر اسکے بعد آپ نے مال نے صرف مہاجرین پر تقسیم فرما دیا (تفصیل آگے آتی ہے) اور انصار میں رسوائے ابودجانہ اور سہل بن حنیف کے کسی کو کچھ نہ دیا علامہ بلاذری اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہین کہ رسول اللہ صلعم نے انصار سے یوں ارشاد کیا کہ تمہاری مہاجر بھائیوں کی پاس کچھ مال نہیں ہے۔ اگر تم قبول کرو تو میں تمہارے اور اونکے دونوں حصوں کا مال اونھیں کو دیدوں۔ اگر تم چاہو تو اپنے حصّہ کا مال لے لو اور میں اونکا اونکو دیدوں۔ انصار نے عرض کی اُن کا حصّہ تو انھیں دیدیجئے بلکہ ہمارے حصّے بھی اونھیں میں تقسیم فرما دیجئے اسی واقعہ ایثار انصار کے متعلق یہ آیتہ نازل ہوا۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ جو اپنے نفسوں پر ترجیح دیکر (اپنے اوپر تنگی سہکر) اپنے بھائیوں پر۔ اُن چیزوں کا جو اونکی خاص ہوتی ہیں ایثار کر دیتے ہیں زرقانی جلد دوم ص ۹۹ مصر

تفصیل تقسیم | یہ تقسیم اس طرح فرمائی گئی کہ جو زمین خراج پر پہلے سے بندوبست تھیں وہ

ویسی ہی قائم رکھی گئین - اونکا خراج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاص حق تھا - اور آپ اوسکو حکم خدا کے موافق اپنے اہل وعیال اپنے ذوالقربیٰ کے مصارف کے بعد - فقرا ومحتاجین - مساکین - یتیمی اور مسافرین کے مصارف مین صرف فرماتے تھے - اور جو بچتا تھا وہ طیاری لشکر اور فراہمی اسلحات وغیرہ مین صرف ہوتا تھا

نخلستان یہود اور مکانات مع اونکے اسباب تعمیر وغیرہ - مہاجرین کو کلہم دیدیئے گئے نخلستان کے متعلق اونکی ملکیت ومقابضت پہلون اور لکڑیون تک محدود تھی - اراضی سے اونکو کوئی واسطہ نہین تھا جیسا اوپر لکھا گیا ہے

حضرت ابو دجانہ اور حضرت سہل بن حنیف انصاری کو اسمین سے کچھ عطا فرمایا گیا اس لئے کہ یہ دونون بزرگوار از حد تنگدست نادار تھے۔

تین سو چالیس تلوارون مین سے ایک تلوار - جو ابن ابی الحقیق رئیس بنی نضیر کی خاص تھی اور بہت مشہور تھی - خاص طور پر سعد بن معاذ کو عنایت ہوئی -

علمائے سواد اعظم مین اختلاف ہے کہ اموال بنی نضیر مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رقم خمس نکالی تھی یا نہین امام اعظم ابو حنیفہ کوفی تو قطعی انکار کرتے ہین اور فئی مین خمس کو جائز نہین جانتے - لیکن امام شافعی ان سے پورا اختلاف کرتے ہین اور کہتے ہین کہ اموال بنی نضیر سے رقم خمس نکالی گئی اور فئی مین خمس کی ادا کاری جائز ہے - زرقانی جلد دوم ص ۹۵ روضۃ الاحباب ص ۲۹۳

واقعات متفرقہ اسی سال تیسری شعبان کو حضرت خامس آل عبا شہید کربلا جناب امام حسین علیہ السلام کی ولادت ہوئی

اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ سے عقد فرمایا -

اسی سال حضرت علی مرتضیٰ کی والدۂ گرامی قدر حضرت فاطمہ بنت اسد نے رحلت فرمائی - اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ مین ہے -

حضرت فاطمہ بنت اسد کی رحلت

عن انس بن مالک قال لما ماتت فاطمۃ بنت اسد بن ہاشم ام علی فدخل علیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وجلس عند راسہا وقال رحمک اللہ یا امی کنت امی بعد امی تجوعین وتشبعینی تعرین وتکسینی وتمنعین نفسک طیب الطعام وتطعمینی تریدین بذلک وجہ اللہ والدار الاخرۃ وقال انس لیغسلہا فلما بلغ الماء الذی فیہ الکافور سکبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدہ و

انس بن مالک سے روایت ہو کہ جب فاطمہ بنت اسد بن ہاشم جناب علی کی مادر مہربان نے انتقال فرمایا تو جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم انکی میت کے پاس گئے - سرہانے بیٹھ گئے اور فرمایا اے میری مان خدا تجھپر رحم کرے تو میری مان تھی میری ان کے بعد - تو آپ بھوکی رہتی تھی اور مجھکو کھلایا کرتی تھی تو آپ ننگی رہتی تھی اور مجھے پہنایا کرتی تھی - تو اپنی جان کو اچھے کھانے سے باز رکھتی تھی اور مجھے کھلاتی تھی تو خاص خدا کے لئے اور آخرت کیلئے یہ حسن سلوک مجھسے کرتی تھی انس کہتے ہین کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے غسل کا حکم دیا - جب اوس پانی سے غسل دینے کی نوبت پہنچی جسمین کافور ملا ہوا تھا تو آپ نے اپنے دست مبارک سے اُن پر پانی ڈالا - اور حضرت عمر - اسامہ بن زید

البسها قميصه وامر عمر او اسامة بن زيد وابو ايوب الانصاري يحفر قبرها فلما حفروا وبلغوا لحد احفر رسول الله صلى الله عليه وسلم بيده واخرج ترابه ثم اضطجع فيه وادخل فيه هو وابو بكر والعباس ثم دعا بهذه الدعاء اللهم اغفر لامي فاطمة بنت اسد ولقنها حجتها ووسع عليها مدخلها بحق نبيك محمد والانبياء من قبلي انت ارحم الراحمين و روى عن ابن عباس نحو ذلك وزاد فقالوا ما رأيناك صنعت باحد ما صنعت بهذه قال انه لم يكن بعد ابي طالب ابر منها البستها قميصي لتكسى من حلل الجنة و اضطجعت في قبرها ليهون عليها عذاب القبر وروى ايضا عن علي باختلاف يسير

منقول از ارجح المطالب مطبوعہ لاہور جلد اول ص ۴۷۹

اور ابو ایوب انصاری نے ملکر قبر کھودی۔ جب قبر کھُد کر لحد تک پہونچی تو آپ نے اپنے دست مطہر سے قبر کھودنی شروع کردی اور اوسکی مٹی نکالی پھر خود اوسمین لیٹ گئے۔ پھر اونکو خود آپ نے اور حضرت ابوبکر اور حضرت عباس نے قبر مین اوتارا۔ پھر آپ نے اونکے لئے یہ دعا کی۔ پروردگار میری ماں فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما اور اُسکی دلیل اُسکو تلقین فرما اور اوسپر اوس کی قبر کو کشادہ فرما بطفیل اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیا علیہم السلام کے جو مجھسے قبل گذرے ہین۔ حضرت ابن عباس سے بھی ایسے ہی مروی ہے اونھون نے اتنا اضافہ اپنی روایت مین کیا ہے کہ لوگون نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے اُن کے ساتھ جو معاملات کئے وہ آجتک کسی کے ساتھ بھی نہین کئے تھے آپ نے ارشاد کیا بعد حضرت ابیطالب کے میرے ساتھ نیکی کرنے والا ان سے بڑھکر کوئی نہین تھا۔ مین نے اس لئے اپنا پیراہن انکو دیا کہ وہ جنت کی پوشاکین پہنین اور ان کی قبر مین اس لئے لیٹ گیا کہ ان پر عذاب قبر آسان ہوجاوے۔ جناب امیر نے بھی اس روایت کو تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ روایت کیا ہے۔

سنہ ۵ ہجری

(ذات الرقاع)

اوپر بیان ہوچکا ہے کہ قریش کی کاوش اور یہود کی سازش نے مخالفت اسلام کو مکہ سے لیکر مدینہ تک عرب کے تمام اقوام وقبائل کو اسلام کے استیصال پر آمادہ کردیا تھا۔ آئے گئے دن چھوٹے بڑے قبیلے خود یا دو تین باہم ملکر مدینہ پر فوج کشی کرنے پر مستعد ہوجایا کرتے تھے۔ ذات الرجیع۔ بیر معونہ وغیرہ وغیرہ سب اسی سلسلہ کی جزئیات ہین۔ جو اپنے اپنے مقام پر اوپر بیان ہوچکے۔ محرم سنہ ہجری مین قبائل انمار وثعلبہ نے مدینہ پر فوج کشی کا ارادہ کیا۔ فوجین جمع کرنے لگے۔ مقابلہ کے سامان درست ہونے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو آپ چار سو صحابہ کے ساتھ موقع پر پہونچ گئے۔ تشریف آوری کی خبر پاتے ہی غنیم دلاوری بھول گئے۔ اور بزدل بنکر پہاڑون پر بھاگ کر چھپ گئے۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع الخیر ایک ہفتہ کے بعد مدینہ مین واپس

آئے

غزوہ دومۃ الجندل
ربیع الاول ۵ھ ہجری

ایک مہینہ کے بعد - ربیع الاول کے مہینہ مین دومۃ الجندل سے پھر ایک جمعیت کثیر کے جمع ہونیکی خبر آئی - انکا مقصد بھی وہی تھا - مدینہ پر چڑھائی - آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سات سو مہاجرین وانصار کے ساتھ دومۃ الجندل کی طرف روانہ ہوئے - لیکن لشکر اسلام کی آمد سے پہلی ہی مخالفین خائف ہوکر منتشر ہوچکے تھے - وہان پہونچکر کسی کو بھی نہ پایا - اس لئے لشکر اسلام واپس آیا -

غزوہ بنی المصطلق
یا
غزوہ بنی مریسیع
۲ شعبان ۵ھ ہجری

خزاعہ - عرب کا مشہور - زورآور اور نامور قبیلہ تھا - زورآور اس لئے کہ اونکی تعداد بہت کثیر تھی - نامور اس لئے کہ وہ قریش کی اصل شاخ تھے - جو عرب مین احمس کے لقب سے مشہور تھے - احمس کیا ہے ؟ قریش نے اپنی قدامت - تولیت کعبہ اور امارت کے اعزاز کے اعتبار پر اقوام عرب مین اپنا فرق امتیازی قائم کرنے کے لئے کچھ خصوصیات اختیار کرلین تھین - اس لئے ایام حج مین عام عرب کی طرح عرفات مین قیام کرنے کی جگہ قریش نے مزدلفہ مین - جو حدود حرم کے اندر داخل تھا - اپنے لئے قیام کرنا اختیار کرلیا ایسے ہی خود اختیارانہ طریقہ سے اور بھی امتیازی خصوصیات قائم کرلین تھین - انھین خصوصیات کی بنا پر اپنا لقب خاص بھی احمس قرار دے لیا تھا - لیکن پھر انکا یہ اعزاز چند دنون کے بعد مرتبہ تخصیص سے اوترکر حدود تعمیم تک پہونچ گیا - رفتہ رفتہ یہان تک نوبت پہونچگئی کہ عام عرب مین جو ان خصوصیات کو اختیار کرنے لگے وہ بھی احمس کہلانے لگے اور قریش نے جس قبیلہ عرب سے قرابتداری اور رشتہ مندی قائم کی - وہ بھی احمس کہلانے لگا - قبیلہ خزاعہ بھی اسی جہت سے احمس مشہور تھا - خزاعہ ہی کی ایک شاخ بنو المصطلق کہلاتی تھی - مدینہ سے ۹ میل پر مقام مریسیع پر آباد تھی - اس قبیلہ کا رئیس حارث بن ابی ضرار تھا - اوس نے کچھ اپنی شریرالطبعی اور کچھ قریش - اپنے قرابتدارون کی تحریک سے مدینہ رسول پر فوج کشی کی طیاری کردی -

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان سامانون کی خبر لگی - تو آپ نے انکی تنبیہ سے پہلے اس خبر کی تفتیش وتحقیق کی تجویز فرمائی - یزید بن خصیب انصاری کو پہلے دریافت حقیقت کی غرض سے بھیجا - اونھون نے واپس آکر تصدیق کی - دومۃ الجندل سے ربیع الاول کے آخر ماہ مین واپس آکر چار مہینون سے آپ مدینہ مین تشریف فرما تھے - رجب کے مہینہ سے بنی المصطلق کی مخالفت کی خبرین پہونچنے لگی تھین - اس لئے ۲ شعبان کو آپ نے لشکر اسلام کے ساتھ مریسیع کی طرف کوچ فرمایا - لیکن یہان پہونچکر بھی غنیم کی وہی صورت نمایان ہوئی - جو اس سے پہلے دو مقامون مین ظاہر ہوچکی تھی -

حارث بن ابی ضرار اور دیگر اکابر وعمائد قبائل - فوج اسلامی کی آمد سنتے ہی پہاڑون پر جاکر روپوش ہوگئے اور ضعفائے قوم کو بے پشت وپناہ چھوڑ گئے - سردارون سے اچھی جرأت وہمت تو بے سر کے فوج داون نے دکھلائی اور لشکر اسلام سے مقابلہ پر آمادہ ہوگئے -

انکی جرأت بیجا کو دیکھکر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت عمر کو ان لوگون کے پاس بھیجکر کہلا بھیجا کہ تم لوگ کلمہ طیب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرو۔ تم سب کو امان ہے۔ لیکن وہ جاہل نہ مانے اور اس فرمان رحمت کے مقابلہ مین مقابلت پر آمادہ ہوئے۔ فوج اسلام پر تیر بارانی شروع کردی۔ لیکن اسلام کے سپاہیون نے جب جوابدینا شروع کیا تو یہ فوراً میدان سے بھاگ نکلے۔ ان کے دس ۱۰ آدمی مقتول ہوئے۔ چھ سو آدمی مقید ہوئے۔ غنیمت مین دو ہزار اونٹ اور پانچہزار بکریان دستیاب ہوئین۔ ابن سعد جلد مغازی ص ۴۵

شبلی صاحب سے خاص غرض

یہ تو عام اہل سیرت و تاریخ کی اور خاصکر ابن سعد کی روایت ہے۔ لیکن صحیح بخاری و مسلم کی مرویات نے اس غزوہ کو ایسے قابل اعتراض طریقہ بیان سے نقل کیا ہے کہ بالآخر شبلی صاحب کو بھی مرویات صحیحین کی تنقید اور (خدا کی شان) صحیحین کی مرویات پر سیرت و تاریخ کی مرویات کو ترجیح دینے کی مجبوری ہوئی۔ چنانچہ سیرت النبی مین تحریر ہے۔

یہ ابن سعد کی روایت ہو صحیح بخاری اور صحیح مسلم مین ہے کہ انحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بنو المصطلق پر اس حالت مین حملہ کیا کہ وہ بالکل بیخبر اور غافل تھے۔ اور اپنی مویشیون کو پانی پلا رہے تھے۔ ابن سعد نے بھی اس روایت کو نقل کیاہے۔ لیکن لکھدیا ہے کہ پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔ اس پر حافظ ابن حجر نے فتح الباری مین لکھا ہے کہ صحیحین کی روایت پر سیرت کی روایتون کو ترجیح نہین ہوسکتی۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ صحیحین کی یہ روایت بھی اصول کی رُو سے قابل حجت نہین کہ اس روایت کا سلسلہ نافع تک پہونچکر ختم ہوجاتا ہے۔ اور جنگ مین شریک ہونا ایکطرف نافع نے انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا بھی نہ تھا۔ اس لئے یہ روایت اصطلاح محدثین مین منقطع ہے۔ ص ۴۰۳

کیا شبلی صاحب اپنی اس عبارت تنقیدی کی تحریر کے بعد بھی اس غلط دعوے کے لکھنے پر جرأت کرین گے جسکو وہ یون دیباچہ مین لکھ چکے ہین۔

حدیث مین ایسی متعدد کتابین موجود ہین جن مین ایک حدیث بھی ضعیف نہین جیسے بخاری و مسلم۔ دیباچہ حاشیہ ص ۵

ابن حجر نے تو حکیمانہ طریقہ پر صحیحین کی مرویات کو بمقابلہ سیرت و تاریخ کے ترجیح دینی چاہی تھی اور تقلید اسلاف کے اصول کی تبعیت کرنی چاہی تھی اور آپ نے بھی دیباچہ مین اسی اصول موضوعہ کو اپنا معیار مختار رہنا نیکا اقرار فرمایا تھا۔ لیکن یہان پہونچکر آپ کو اون اصول کی خود تنقید کرنی پڑی۔

آخر۔ یہ کیون ؟ وہی معترضین یورپ کا خوف۔ وہ غفلت کیحالت مین بنی المصطلق پر حملہ کئے جانیکا ذکر مرویات صحیحین مین دیکھکر آپ پراُلٹے پڑین گے۔ چونکہ یہ روایتین سوء اتفاق سے صحیحین کے دونون دفترون مین موجود ہین اس لئے کوئی تاویل ممکن ہی نہین تھی۔ سوائے اوس حکیمانہ اصول کے جسکو ابن حجر نے اپنا مختار بنا کر لکھا تھا۔ آپ کو بھی وہی لکھکر صحیحین کی فروگذاشت سے کف لسان کرلینا چاہتا تھا۔ مگر آپ نے ان مرویات کے مقطوع الاسناد ہونیکی بحث نکالدی

اور نافع کی عدم شرکت کی بنا پر انکے غیر صحیح ہونے کا اعلان کر دیا۔ اگر آپ اب بھی اس اصول پر قائم رہیں تو اسکی ایسی کتنی مرویات صحیحین کی تردید اور اونکے رواۃ غیر حاضر میں موقع کی تکذیب کرنی پڑیگی جنمیں سے صرف چند مرویات کا ذکر ہم اپنے دیباچہ مین بھی کر آئے ہین

کیا اسکے بعد بھی ہمارے شبلی صاحب کو صحاح کے ذخائر یا صرف صحیحین کے دفاتر مین مقطوع الاسناد اور ناقابل اعتماد مرویات کے نقل واندراج سے انکار ہو سکتا ہے؟ اگر ہو تو بدیہات سے انکار ہوگا۔

ہم شبلی صاحب کی شان بیان سے مجبور ہین۔ جسکی وجہ خاص سے ہمارے سلسلہ بیان مین یہ جملات معترضہ حائل ہو جاتے ہین اور ہمکو اونکی حقیقت کا انکشاف ضروری ہو جاتا ہے۔ اتنا لکھکر ہم پھر اپنے سلسلہ بیان پر آجاتے ہین۔

عبداللہ بن ابی کی فتنہ انگیزی

غزوہ مریسیع۔ باعتبار جنگ کے کوئی خاص اہمیت نہین رکھتا۔ لیکن اس کے گرد وپیش تاریخون مین اتنے قابل الذکر واقعات ظہور پذیر ہوئے۔ جو اسکی شہرت کے خاص باعث ہوگئے ہیں۔

اس غزوہ مین حصول غنیمت کی خاص لالچ سے بہت سے منافقین بھی لشکر اسلامی کے ساتھ ہو گئے تھے اور بے غیرت عبداللہ بن ابی بھی اونکے ساتھ تھا۔ جو غزوہ احد مین عین موقع سے اپنی جمعیت کے ساتھ واپس گیا تھا۔ اسکو اعانت تو منظور نہین تھی شرارت اور فتنہ انگیزی ضرور مقصود تھی۔ چنانچہ محاصرہ مریسیع کے زمانہ مین ایکدن پانی لینے کی نسبت قبائل مہاجر وانصار مین حجت ہو گئی۔ بات بڑھ گئی۔ انصار نے یاللانصار کی صدا بلند کی۔ تمام انصار جمع ہو گئے۔ مہاجرین نے بھی ایسا ہی کیا۔ فوراً سب مہاجر وہین تھے۔ اب فیمابین نزاع لفظی اتنی بڑھی کہ دست بقبضہ ہونیکی نوبت آگئی۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی تو ہمیشہ ایسے موقعون کی تاک مین رہتا تھا مجمع مین کھڑا ہو گیا اور قوم انصار کو غیرت دلانے والے لہجہ مین پکار کر کہا۔ یہ بلا تو تم نے خود اپنے سر لی ہے۔ تمہین نے ان وطن آوارون کو بُلا کر اور گھر مین بٹھلا کر آج اس قابل کر دیا کہ اب وہی تم سے مساوات کے دعوے کرتے ہین اب بھی آنکھین کھول لو۔ ہوشیار ہو جاؤ۔ وقت ہاتھ سے ابھی تک نہین گیا ہے۔ تم نے انکی کفالت سے ہاتھ اوٹھائے اور انہون نے پیٹھ پھیری۔

اس تقریر نے اور آگ بھڑکا دی۔ خیریت ہو گئی کہ اس اثنا مین جانبین کے کچھ فہمیدہ اور سنجیدہ حضرات موقع پر پہونچ گئے اور آتش فتنہ وفساد کو فوراً فرو کر دیا۔ اور تمام لوگ اپنے اپنے مقام پر واپس گئے۔

دربار رسالت مین جب اس واقعہ کا ذکر آیا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسکے سُننے سے رنج وملال تو ضرور ہوا لیکن آپ نے بالکل سکوت وخاموشی اختیار فرمائی۔ حضرت عمر کہان چپ رہجانے والے آدمی۔ فوراً غصہ سے بیتاب ہو گئے یہی موقع آپکے عتاب کے خاص ہوتے ہین۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین عرض کرنے لگے کہ کسی سے کہدیا جاوے کہ اُس منافق کی گردن قلم کر دے۔ ارشاد ہُوا۔ اے عمر۔ تم یہ مشہور کرانا چاہتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے ہمراہیون کو قتل کرا دیتے ہین۔ صحیح بخاری باب غزوہ مریسیع ص ۲۴۷ ۔

حضرت عمر کی اس مشورت پر عبد اللہ بن ابی کے بیٹے کی ناراضی

احمقوں کے اچھے تو ہوتے ہی ہیں۔ مگر کبھی بُروں کے بھی اچھے نکل آتے ہیں۔ عبد اللہ بن ابی جیسا دشمن اسلام تھا ظاہر ہے۔ لیکن اوسکا بیٹا جس کا نام بھی عبد اللہ ہی تھا۔ اسلام کا بڑا جان نثار تھا اور کامل دیندار۔ حضرت عمر کی مشورے کی بنا پر منافقین نے یہ افواہ اوڑادی کہ دربار رسالت سے عبد اللہ بن ابی سلول کے قتل کا حکم صادر ہونیوالا ہے۔ یہ سنکر عبد اللہ (ابن عبد اللہ بن ابی) خدمت رسول میں حاضر ہوا۔ اور نہایت مخلصانہ اور عقیدتمندانہ طریقہ سے عرض خدمت کرنے لگا کہ علی العموم ہر شخص جانتا ہے کہ میں اسلام کا صدق دل سے مطیع ہوں۔ فرمانبردار ہوں اور جان نثار ہوں لیکن اسی کے ساتھ ہی ساتھ تمام لوگوں کو یہ بھی معلوم ہے کہ باوجود کفر وضلالت کے میں اسوقت تک اپنے باپ کا تابعدار ہوں اور خدمتگذار۔ حالانکہ میں اوسکے طریق وملت سے بالکل بیزار ہوں۔ اگر حضور کی یہ مرضی ہے۔ جیسا کہ سُنا جاتا ہے تو باپ کے قتل کی خدمت مجھی کو دی جائے۔ میں حکم خدا و رسول کی متابعت میں بڑی خوشی سے خود قتل کرڈالونگا۔ اور اوسکی موت کی عزت کو بجالاؤنگا اور اگر وہ کسی غیر سے قتل کرایا گیا تو شاید میری غیرت میں اشتعال پیدا ہو جائے اور میں باپ کے قاتل کو قتل کر دوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ عبد اللہ کیسی باتیں کرتے ہو۔ تم سے کس نے اوسکے قتل کی خبر کہی ہے۔ کیسا قتل؟ میں تو قتل کی جگہ اوس پر خاص شفقت کرنے والا ہوں۔ عبد اللہ کو اطمینان ہو گیا۔ خدمت بابرکت سے واپس آئے۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وعدہ کو یوں پورا کیا کہ عبد اللہ بن ابی کے کفن کیلئے اپنی خاص قمیص مبارک کا خلعت پہنایا۔ جنازہ کی نماز پڑہائی۔ حضرت عمر کو پھر اس موقع پر جرأت آئی۔ اور نہ رہا گیا۔ بقول شبلی صاحب۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن پکڑ لیا۔ اور عرض کی یہ کیا کیا جاتا ہے۔ منافق کے مردے پر نماز پڑہائی جاتی ہے" لیکن شبلی صاحب لکھتے ہیں "دریای کرم کے بہاؤ کو کون روک سکتا ہے۔" لیکن ہمارا یہ قول ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ — خدا اپنی وولیعت رسالت کے مقام کا سب سے بہتر جاننے والا ہے

حضرت عمر اسرار رسالت کی حقیقت سمجھنے سے ابھی بہت دور تھے

حضرت جویریہ کا قصہ

حضرت جویریہ۔ بنی المصطلق کے سردار قوم۔ حارث بن ابی ضرار کی لڑکی تھیں۔ حسن وجمال میں مشہور تھیں۔ قید ہو کر آئیں۔ ثابت بن قیس صحابی کے حصہ میں پڑی۔ جویریہ کو یہ تناسب نہایت ناموزوں معلوم ہوا اور دستور عرب کے موافق انہوں نے مکاتبت کے قاعدے سے روپیہ دیکر ثابت سے اپنی فارغخطی کرانی چاہی۔ ثابت جب مکاتبت پر راضی ہو گئے تو جویریہ کو روپیہ کی فکر ہوئی۔ پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ بیرونی امداد کی ضرورت ہوئی۔ حفظ مراتب کی ضرورت اسقدر شدید تھی کہ اوس نے اس دست نگری کے اقدام پر جرأت دلائی۔ یہ بلا قید قوم وقبیلہ ہر شخص سے طالب امداد ہوئیں۔ یہانتک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھی حاضر ہو کر خواہان امداد ہوئیں۔ حضرت عائشہ موجود تھیں۔ بیان کرتی ہیں کہ انکی صورت کی پاکیزگی دیکھکر میرے دل میں کراہیت سی ہوئی کہ یہ کیوں آئیں۔ میں یہ سمجھی کہ ان کے حسن وجمال کا اثر قلب مبارک رسول پر بھی ویسا ہی موثر نہو جیسا مجھپر ہوا ہے۔

شبلی صاحب لکھتے ہین کہ یقیناً یہ ابن اسحق کی ذاتی رائے ہے لیکن ابن ہشام ہین ابن اسحق کا یہ قول ہم نے دیکھ لیا ہے سیاق عبارت سے ابن اسحق کا خاص قول یا اونکی ذاتی رائے ذرا بھی معلوم نہین ہوتی۔ ص ۱۷۰

یہ فطرت نسوانی کا مقتضی ہے۔ اور اس سے اس صنف نازک کی برارت دشوار ہے۔

بہرحال جویریہ کی درخواست پر ارشاد ہوا کہ اس سے بھی اچھی تجویز نہین بتلاؤن اگر تم قبول کرو۔ جویریہ نے عرض کی بتلائی جائے۔ کیون نہین قبول کر دنگی۔ ارشاد ہوا مین تمہاری مکاتبت کا کُل روپیہ ادا کر دیتا ہون لیکن اس شرط پر کہ تم مجھ سے عقد کر لو۔ جویریہ راضی ہوگئین۔ روپیہ ادا کر دیا گیا اور اون سے عقد کر لیا گیا۔

یہ روایت ابن اسحق کی ہے مورخین مین ابن ہشام نے اور محدثین مین ابوداؤد صاحب سُنن نے اسی کو لکھا ہے لیکن شبلی صاحب امام مندہ کے اسناد سے ایک روایت لکھتے ہین جو اس سے زیادہ واقعیت اور حقیقت پر مبنی ہے۔ امام مندہ کی یہ روایت وہ حافظ ابن حجر کی فتح الباری سے نقل کرتے ہین جو صحت و اعتبار کے لحاظ سے بھی کامل العیار اور زیادہ قابل اعتبار ہے۔ وہ یہ ہے۔

اصل واقعہ یہ ہے کہ حضرت جویریہ کا باپ حارث (پھر وہی اُردو کی غلط ترکیب؟) رئیس عرب تھا حضرت جویریہ جب گرفتار ہو کر آئین تو حارث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آیا اور کہنے لگا کہ میری بیٹی کنیز نہین بن سکتی۔ میری شان اس سے بالاتر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ بہتر نہ ہوگا کہ خود جویریہ کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے۔ حارث نے جا کر جویریہ سے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تیری مرضی پہ رکھا۔ دیکھنا مجھے رسوا نہ کرنا۔ اونھون نے کہا مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین رہنا پسند کرتی ہون۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے شادی کر لی۔ یہ وہ حدیث ہے جو حافظ ابن حجر نے ابن مندہ سے نقل کی ہے اور لکھا ہے کہ اسکی سند صحیح ہے۔ ابن سعد مین بھی یہ روایت مذکور ہے۔ ابن سعد کے طبقات مین یہ روایت بھی لکھی ہے کہ حضرت جویریہ کے والد نے انکا زر فدیہ ادا کر دیا اور جب یہ آزاد ہوگئین تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کر لیا۔ سیرۃ النبی ۳۹۰

حضرت جویریہ سے نکاح فرمالینے کی یہ برکت ہوئی کہ تمام مسلمانون نے اسیران بنی المصطلق کو یہ کہکر آزاد کر دیا کہ جس قبیلہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرابت قائم کی ہم اونکو اپنا خادم و مملوک بنانا ترک ادب سمجھتے ہین۔ مسلمانون کا یہ شاندار ایثار اونکی عقیدت کا آج تک یادگار ہے۔

حضرت عائشہ پر غلط اتہام یا قصہ افک

حضرت عائشہ کے اُفک کا بھی یہی موقع ہے جسکی طوالت کو اس موقع بیان سے مناسبت نہین۔ وہ حضرت عائشہ کے خاص حالات مین بیان ہوگا۔ لیکن اتنا لکھدینا ضروری ہے کہ ان پر جو الزام لگایا گیا تھا وہ بالکل غلط اور بے اصل نکلا۔

غزوہ خندق یا جنگ احزاب

(۲۳ ذی قعدہ ۵ھ ہجری)

واقعہ بدر ہی کے بعد سے مخالفت اسلام اور استیصال اہل اسلام کی تمام قبائل عرب مین جیسی جیسی سازشین ہو رہی تھین اور واقعہ احد سے مدینہ پر حملہ آوریوں کی مختلف اقوام و قبائل مین جو جو طیاریان زیر تجویز ہو رہی تھین وہ انفرادی قالب بدل کر مجموعی پیکر مین جلوہ گر ہوگئین اور مختلف مقامات مین جلوہ آرا ہونے کی جگہ خاص مدینہ کی زمین پر ایک عظیم الشان اور طول طویل محاصرہ کی صورت مین واقع ہوئین۔ جو اسلامی اور غیر اسلامی کتابون مین آجتک غزوہ خندق یا جنگ احزاب کے نام سے مشہور ہے۔

جنگ احزاب اس لئے کہتے ہین کہ عرب کے تمام غیر مسلم قومین اسلام کے استیصال کیلئے آمادہ ہو کر آئین تھین۔ غزوہ خندق اسوجہ سے مشہور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے گرد خندق کھود کر کفار سے مدافعانہ مقابلہ فرمایا تھا جیسا کہ سلسلہ بیان سے ظاہر ہوتا ہے۔

کفار عرب کی استیصال اسلام کیلئے یہ عظیم الشان سازش تھی۔ اور مشرکین قریش مکہ کی مقابلہ اسلام مین آخری کوشش اس عظیم الشان سازش مین قریش و یہود کے عناصر غالب تھے۔ اور اس مین کوئی کلام نہین کہ اس مہتم بالشان سازش کے اصل مہتمم وہی تھے۔ جنھون نے صرف اسلام کی عام مخالفت اور استیصال پر عرب کے تمام قبائل و اقوام کی چوبیس ہزار جمعیت ایک مقام پر جمع کر دی تھی۔ اس عظیم الشان سازش کی تفصیل یہ ہے۔

بنی نضیر کی جلا وطنی نے انکی قدیم ہستی کو یثرب کے علاقہ مین گویا فنا کر دیا تھا۔ اس کا انھین جتنا قلق ہو گا وہ بیان کا محتاج نہین۔ ان غیر متحمل صدمات سے بیحد متاثر ہو کر رؤسا بنی نضیر۔ سلام ابن ابی الحقیق۔ حی ابن اخطب اور کنانہ بن الربیع وغیرہ اکٹھا ہو کر مکہ مین ابوسفیان کے پاس آئے اور درخواست کی کہ اگر قریش استیصال اسلام مین ہمارے ہمدوش ہو جائین تو ابھی ہم اسلام کو مٹا دین۔

ابوسفیان کے لئے اس سے بڑھکر مژدہ جانفزا اور کیا ہو سکتا تھا۔ اوس نے فوراً قبول کر لیا۔ تمام عمائد قریش رفتہ رفتہ جمع ہو گئے۔ اور خانہ کعبہ مین بیٹھکر عہد و قسم اور حلف و پیمان کیساتھ فیما بین معاہدہ ہو گیا۔ مکہ سے اوٹھکر رئیسان یہود قبیلہ غطفان مین پہونچے۔ وہ بھی گویا طیار بیٹھے تھے۔ اوس پر ان لوگون (یہودان بنی نضیر) کے اس وعدہ نے کہ اگر وہ انکے شریک ہو جائینگے تو علاقہ خیبر کا نصف خراج انکو برابر ملتا رہے گا۔ اور بھی بنی غطفان کو مستعد کر دیا۔ غطفان جب اس سازش مین خود شریک ہو گئے۔ تو انھون نے اپنی حلیف قبیلہ بنی اسد کو بھی اپنی طرف خود سمیٹ لیا۔ اور وہ اپنی امدادی جمعیت کے ساتھ آکر ان سے مل گئے۔

بنو سعد کا کثیر التعداد قبیلہ یہودیون کا خاص حلیف تھا۔ یہودیون نے اونکو بھی بلاکر اپنے ساتھ لے لیا۔ یہود کی طرح قریش نے بھی اپنے متفرق اجزا کی شیرازہ بندی کرلی۔ قبیلہ بنو سلیم کے تمام لوگون کو دعوت دیکر بلالیا اور اپنی جمعیت مین ملالیا۔ اور اسی طرح مخالفت اسلام کا یہ مجموعہ تیار کیا گیا جسکی تعداد چوبیس ہزار سے بھی بڑھ گئی۔

بنی قریظہ سے سازش

اتنے کثیر سامان پر بھی اطمینان نہوا تو بنی قریظہ سے ریشہ دوانیان شروع کین۔ بنی قریظہ اسوقت تک غیر جانبدار تھے اور ابھی چند دن پیشتر وہ اسلام کے ساتھ معاہدہ صلح مین داخل ہوچکے تھے۔ اس بنا پر وہ خلاف ورزی نہین کرسکتے تھے اس دشواری کے دفع کرنیکے لئے حی بن اخطب خود کعب بن اسد کے پاس گیا جو قریظہ کا رئیس تھا۔ کعب نے پہلے تو اتنی احتیاط برتی کہ حی بن اخطب کے ملنے سے بھی انکار کردیا اور جب طوعاً و کرہاً ملا بھی تو کہدیا کہ ہمنے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے آجتک کوئی خلاف وعدگی یا نقض پیمانی نہین مشاہدہ کی۔ ایسی حالت مین اپنی طرف سے بدعہدی نامردی ہے۔" آدمی کا شیطان آدمی ہوتا ہے۔ پھر حی ابن اخطب کی سحر بیانی سے یہودیون کیطرف سے موم اور مسلمانون کیطرف سے پتھر ہوگیا۔ اور مخالفت اسلام پر طیار ہوگیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بنی قریظہ کی بدعہدی کی خبر ملی۔ تو آپنے تحقیق احوال کی غرض سے سرداران انصار سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ کو اونکے پاس بھیجا اور تاکید فرمادی کہ اونکے نقض عہد کی خبر لیکر بھی جب ہمارے پاس آنا تو اس خبر کو ایسے مبہم الفاظ مین بیان کرنا کہ کوئی سمجھے اور کوئی نہ سمجھے اس لئے کہ قریظہ کی علیحدگی کی خبر پاکر فوج اسلامی مین انتشار نہ پڑے اور بیدلی نہ پیدا ہو۔

سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ۔ جب کعب بن اسد کے پاس پہونچے تو اوسکے تیور بدلے ہوئے تھے۔ اسلام کی طرف سے گویا بھرا بیٹھا ہوا تھا۔ اور مخالفت کے جنون مین وارفتہ ہو رہا تھا۔ ان لوگون کے ذرا سے استفسار پر فوراً برس پڑا اور کھلے کھلے الفاظ مین کہنے لگا۔ ہم نہین جانتے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کون ہین۔ اور ان کا معاہدہ کیا چیز ہے۔

دربار رسالت کے دونون ایلچی اوس کا جواب صاف سنکر واپس آئے۔ اور بڑے حزم و احتیاط سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حقیقت حال عرض کردی۔

بنی قریظہ۔ جیسا کہ بیان ہوچکا ہے اپنی کثیر التعداد جمعیت سے مل گئے۔ تو اب گویا تمام عرب کی ۲۴ ہزار سے زیادہ جمعیت کا متحدہ لشکر سمندر کی طرح موجین مارتا ہوا مدینہ کی طرف بڑھا۔ اور عالمگیر سیلاب کی طرح چشم زدن مین مدینہ طیبہ کے چارون طرف دور دور تک پھیل گیا۔ اسکی آمد سے سارا شہر دہل گیا۔ قرآن مجید مین اس کا یون ذکر آیا ہے۔

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَ اِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ مِنْكُمْ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ	جب کہ دشمن اوپر کی طرف سے اور نشیب کی طرف سے آپڑے اور جب آنکھین ڈگنے لگین اور کلیجے موتھ مین لگ گئے۔ اور تم خدا کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ تب مسلمانون کی جانچ کا وقت

وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا (سورہ احزاب)	آگیا۔ اور وہ سب کے سب زور زور سے لرزنے لگے۔

لرزنے کی بات ہی تھی۔ مسلمانوں میں سب ہی تو شیر دل اور قوی ہمت نہیں تھے۔ وقت ہی ایسا تھا۔ موجودہ حالات بھی ایسے ہی تھے۔ جو اضطراب قلبی کو بڑھا رہے تھے۔ مٹھی بھر مسلمانوں پر سارا عرب ٹوٹ پڑا تھا۔ تمام معین و مددگار حمایت و استعانت سے دست بردار ہو چکے تھے۔ اور چوبیس ہزار سے زائد جمعیت والی فوج گران کا مقابلہ تھا۔ اگر پہلی طیاریاں میں نہیں تو ابکی بار خود مسلمانوں کی نگاہوں میں استیصال کے خطرے دکھلائی دے رہے تھے۔ لیکن ہر شخص

وَاللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ	اللہ جو چاہے گا کرے گا وہی سب چیزوں پر قادر ہے۔

پر تکیہ کر کے خموش تھا۔

قریش کا لشکر عظیم تین حصوں پر منقسم تھا۔ قبیلہ غطفان۔ عینیہ بن حصین فزاری کے ماتحت رکھا گیا۔ جو قبیلہ غطفان میں بنو اسد وغیرہ کا رئیس تھا۔ قریش اور اونکے تمام قبائل وعشائر اور ہم معاہدہ قوموں کا سردار عثمان ابن طلحہ بن ابی طلحہ تھا اور ابوسفیان ان سب کا سپہ سالار کل یا کمانڈر ان چیف تھا۔

خندق کھودنے کی تجویز اور حضرت سلمان کے محاسن خدمات

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب اس لشکر عظیم کی خبر مدینہ میں ملی تو آپ نے ایک مجلس خاص میں صحابہ سے مشورت فرمائی۔ حضرت سلمان الفارسی ایرانی نژاد تھے۔ اپنے ملک و قوم کی بڑی بڑی لڑائیاں۔ طرز جنگ اور طریق مقابلہ دیکھے ہوئے اور خندق کھود کر غنیم سے لڑنے کی ترکیبوں سے خوب واقف تھے۔ اس لئے انھوں نے اپنے ملک کے دستور کے موافق عرض کی کہ اپنی قلت اور غنیم کی کثرت کے موقع پر ملوک ایران خندق کھود کر مقابلہ کرتے ہیں اور اس ترکیب و تدبیر سے اپنے کثیر التعداد غنیم کے مقابلہ میں اکثر کامیاب ہوتے ہیں۔

صلاح نیک تھی اور تجویز مناسب۔ بلا اختلاف منظور کر لی گئی۔ مسلمانوں کی تمام و کمال جمعیت تین ہزار سے زائد نہیں تھی۔ سب کے سب ایک جگہ جمع ہوئے اور بلا امتیاز و اختصاص ہر شخص مزدور بن گیا پھاوڑا لیکر خندق کھودنے لگا اور مٹی پھینکنے لگا۔ سرور کائنات بھی انھیں مزدوروں میں تھے چونکہ شہر کے تین طرف مکانات اور نخلستان ایسے کثیر اور عظیم الشان تھے۔ جو شہر پناہ کی ضرورت کا کام دیتے تھے۔ شہر کا اکیلا شامی رخ بالکل کھلا ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی طرف خندق کھودی جانے کا حکم دیا۔ اور کام شروع ہو گیا۔

خندق کھدنے کا انتظام یوں کیا گیا کہ دس دس آدمیوں پر دس دس ہاتھ لمبی اور پانچ پانچ گز عمیق خندق طیار کرنے کے لئے زمین تقسیم کر دی گئی۔ یہ تمام جماعتیں بڑی مستعدی اور کامل تندہی سے کام کرنے لگیں۔ انھیں جماعتوں میں ایک فرد رسول اللہ کی خاص ذات اقدس بھی تھی۔ آپ بھی عام مزدوروں کیطرح مٹی کھودتے تھے اور برابر پھینکتے جاتے تھے۔ اتفاقاً کسی حصہ زمین میں ایک پتھر کی چٹان نکل آئی۔ سارے مسلمانوں نے ہزار زور لگایا۔ لیکن وہ پتھر نہ ٹوٹا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی۔ آپ اپنا کام چھوڑ کر پھاوڑا لئے آئے اور ایک ضرب اُس پتھر پر لگائی کہ وہ چور چور تھا۔ شبلی صاحب

لکھتے ہیں یہ زور رسالت تھا۔ ہم اونکو یاد دلاتے ہیں۔ جسمانیت سے کیا واسطہ۔ یہ روحانیت کی قوت تھی۔ جسکے ذکر مخصوصہ کو آپ برابر قلم انداز کرتے آتے ہیں۔

رسالت کی مزدورانہ شان آج نئی نہیں تھی۔ اس سے قبل مسجد نبوی کی تیاری کے وقت بھی پیکر رسالت اسی شان خاص میں جلوہ نما ہو چکا ہے۔ تمام صحابہ مہاجر و انصار بلا خیال مراتب مٹی کھودتے جاتے تھے اور اپنے فرائض کی اداکاریوں کی خوشی میں ہم آواز ہو کر کہتے جاتے تھے

نحن الذین بایعوا محمدا	ہم لوگوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر
علی الاسلام ما بقینا ابدا	بیعت اسلام کی ہے اور ہم ہمیشہ اسپر قائم رہیں گے۔

ان خوش آیند نغمہائے عقیدت کو سن کر۔ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوسی ہیئت و شان سے کہ گرد و غبار سے عبائے رسالت آلودہ تھی۔ یوں رجز خوان تھے۔

واللہ لولا اللہ ما اهتدینا	اگر خدا نے ہمیں ہدایت خاص نہ عطا فرمائی ہوتی
ولا تصدقنا ولا صلینا	تو نہ ہمیں صدقہ دینے کی اور نہ نماز پڑھنے کی توفیق ہوتی
فانزلنا سکینة علینا	خدا نے ہم لوگوں پر سکینہ الٰہی نازل فرمایا
وثبت الاقدام ان لاقینا	اور اوس نے ہمکو ثابت قدمی عطا فرمائی
ان الاولی قد بغوا علینا	کہ ہم اوسکے لقائے قدرت سے مشرف ہوں
اذا ارادوا فتنة ابینا	وہی ہمارا سب سے بہتر مددگار ہے اونکی مخالفت کے موقع

پر۔ جنھوں نے ہم سے بغاوت کی۔ ہم پر حملہ کا قصد کیا اور ہمارے دین سے انکار کیا۔

تمام مورخین و محدثین کا اسپر اتفاق ہے کہ لفظ ابینا پر پہونچکر آپ آواز کو بلند فرما دیتے تھے۔ اور اسی لفظ کو تکرار کہتے تھے۔ سیرۃ النبی بحوالہ بخاری

اسی رجز کے ساتھ مہاجر و انصار کے لئے دعائے خیر بھی فرماتے جاتے تھے۔

اللھم انه لاخیر الا خیر الاخرہ	پروردگار کوئی خیر عاقبت کی خیر سے بہتر نہیں ہے
فبارك فی الانصار والمهاجرہ	تو انصار اور مہاجرین کے اوپر برکت عطا فرما۔

یاد ہوگا کہ مسجد نبوی کی تعمیر میں سب سے زیادہ حضرت عمار بن یاسر کے کام کرنے کی خصوصیت لکھی جا چکی ہے۔ اسی طرح حفر خندق میں حضرت سلمان الفارسی کی محنت شاقہ خصوصیت سے لکھی گئی ہے۔ جناب سلمان روزانہ پانچ گز لمبی اور پانچ گز گہری خندق کھود کر طیار کرتے تھے۔ اور ہر شخص انکی اس محنت اور اس عجلت سے کام تمام کرنے پر تعجب کرتا تھا چونکہ اس فن خاص میں یہ مہارت کامل رکھتے تھے اس لئے ہر شخص انھیں کی ہدایت خاص سے کام کرتا تھا۔ یہاں تک کہ

مہاجرین نے کہنا شروع کیا اَلسَّلْمَانُ مِنَّا سلمان تو ہم لوگون مین ہین۔ انصار نے سنا تو کہا اَلسَّلْمَانُ مِنَّا سلمان تو ہم لوگون مین ہین۔ سلمان سُن سُن کر خوش تھے۔ لیکن حقیقتاً جسکے تھے۔ جب اوس نے سنا تو ارشاد فرمایا اَلسَّلْمَانُ مِنَّا اَهْلَ الْبَيْتِ۔ سلمان تو ہمارے اہلبیت کے ایک فرد خاص مین ہین۔ طبری ص ۱۴۸۶ روضۃ الاحباب ص ۲۱۶

مدبران قدرت ایک طرف تو اہل ایمان کی حمایت ونصرت کا سامان کرتے تھے۔ دوسری طرف ابتلا ومصیبت مین اونکی جگرداری ووفاداری کا امتحان بھی لیتے جاتے تھے تفصیل یہ ہے۔

منافقین کی علیحدگی — مدینہ مین مہینون پہلے سے قحط تھا۔ خرمے کی پوری فصل ماری گئی تھی۔ اس لئے خوراک کی کمی تھی۔ عرب کی فوجون کی ہلچل کی وجہ سے بیرونی رسد کا سلسلہ بھی بالکل منقطع تھا۔ تمام عُسرت تنگی اور فقروفاقہ تھا۔ اوس پر مزید۔ دن رات کی تند وتیز ہوا۔ اور ابر وباران۔ کئی کئی دن کا فاقہ۔ دن دن بھر پتھریلی زمین کا کھودنا۔ ایسا سخت اور دشوار گذار کام تھا کہ بڑے بڑے دلیرون کے کلیجے ہلے جاتے تھے۔ جی چھوٹے جاتے تھے۔

مسلمانون کے ساتھ ابھی تک فوج منافقین بھی شمار مین داخل تھی۔ سب سے پہلے وہ ان تکلیفون سے عاجز آکر پہلو چھانٹنے لگے اور کھُلے کھُلے لفظون مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہنے لگے کہ ہم تو شہر مین واپس جائنگے ہمارے گھر اور بال بچے محفوظ نہین ہین۔ قرآن مجید مین انکے حیلون کا یہ ذکر ہے۔

يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ وَّمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ	کہتے ہین کہ ہمارے گھر کھلے ہوئے ہین۔ وہ کھلے تو نہین ہین۔
اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا (احزاب)	بلکہ ان کو خود بھاگ جانا مقصود ہے۔

رحمت عالم کے پاس انکی مکارانہ درخواست پر۔ سوائے ایجاب ومنظوری اور کیا تھا۔ شہر مین لوٹ جانے کی اجازت مل گئی اور وہ سب کے سب ایکبار چلے گئے۔ لشکر اسلام کے موجودہ مجموعہ مین اور کمی آگئی۔ پھر کیسے نازک موقع پر کہ دشمن کے لشکر گران کی آمد کا یہ عالم تھا کہ اب آیا اور اب آیا۔

انکا چلاجانا کوئی نئی بات تو تھی ہی نہین۔ غزوہ احد مین بھی ان لوگون نے ایسا ہی کیا تھا۔ انکے چلے جانے نے بظاہر تو مسلمانون کا کچھ بگاڑا نہین لیکن اکثر اہل اسلام ان کی تفریق کے اثر سے خالی بھی نہین رہے۔ اکثر نرم دل مسلمان کچھ تو بالطبع خائف ہوکر اور کچھ بھوک۔ پیاس شدت کی سردی اور رات دن کی ہوائے تند سے عاجز آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے۔ اور بھوک کی شدت رسد کی کمی کی شکایت کرنے لگے۔ تصدیق

بھوک کی شدت اور رسول اللہ کا تحمل — بیانات کے لئے اپنے اپنے پیٹ کھولکر دکھلادئے۔ جو پیٹھ سے لگ کر تختہ ہورہے تھے۔ اور بھوک کی شدت روکنے کے لئے غریبون کے پیٹ پر ایک ایک پتھر بندھے ہوئے تھے۔ عرب مین دستور تھا کہ بھوک کی شدت روکنے اور مستقیم القامت رہنے کی غرض سے پیٹ پر پتھر باندھ لیا کرتے تھے۔ ان لوگون نے بھی دستور وعادت کے موافق اسوقت یہی کیا تھا۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انکی یہ حالت زار دیکھکر بیحد ملول ہوئے۔ لیکن آپ نے جب اونکے سامنے اپنی قمیص کا دامن اوٹھاکر اپنا شکم مبارک دکھلایا تو اونکے دیدہائے حقیقت کھُل گئے۔ دیکھا کہ رسول کے پیٹ پر ایک کی جگہ دو دو پتھر بندہے ہین۔ اس حالت کے دیکھنے کی کسے تاب تھی۔ تمام دیکھنے والون کی آنکھون سے بیساختہ آنسو جاری ہوگئے۔ سب کے سب نادم ہوکر عرض خدمت کرنے لگے۔ کہ ہمین معلوم ہوتا کہ حضور ہم سے زیادہ بھوکے ہین تو ہم کبھی مدعا کے اظہار کی جرأت نہ کرتے۔ ارشاد ہوا کہ ہر حالت مین ہمکو اور تمکو خدا کے حکم پر قائم اور اوس کی عنایت وکرم پر متوکل رہنا چاہیئے۔

جناب فاطمہ اور رسول کی خدمت

حقیقتاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تیسرا فاقہ تھا۔ اس لئے کہ تین دن سے اسقدر مشغولیت بڑھی ہوئی تھی کہ دولت سرا تک جانیکی فرصت ہی نہین ملی۔ اور عسرت وتنگی کی وجہ سے ازواج مطہرات بھی کوئی سامان نہ کرسکین۔ اسکی خبر جناب فاطمۃ الزہرا کو ملی تو بیتاب ہوکر ایک پارہ نان۔ جو گھر مین موجود تھا۔ لیکر حاضر خدمت ہوئین۔ امام الحرمین علامہ طبری الشافعی ذخائر العقبیٰ مین لکھتے ہین

عن علی قال کنّا مع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی حفر الخندق اذ جاءتہ فاطمۃ بکسرۃ من خبز وقالت احببت لابنی جئتک منہ ھذہ الکسرۃ فقال یا بنیّۃ انھا لاول الطعام دخل فی فمہ ابیک منذ ثلاثۃ ایام

حضرت علی بیان کرتے ہین کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خندق کھودنے مین مصروف تھا کہ فاطمہ آئین۔ اون کے ہاتھ مین روٹی کا ایک ٹکڑا تھا۔ خدمت رسول مین عرض کرنے لگین کہ مین نے اپنے دونون بچون کیلئے روٹی پکائی تھی اوسمین کا یہ ٹکڑا آپ کیلئے لائی ہون تناول فرمایا جاوے۔ آپ نے وہ پارۂ نان لیکر ارشاد فرمایا۔ بیٹی یقین جان کہ تین دن کے فاقہ کے بعد یہ پہلا نوالہ ہے جو تیرے باپ کے منھ مین پڑتی ہے۔ بحوالہ ینابیع المودۃ امام سلیمان القندوزی مطبوعہ بمبئی ص ۲۱۵

مقابلہ قریش کا انتظام

الغرض خندق کھُد کر تیار ہوگئی۔ قریش کا ٹڈی دل لشکر بھی آگیا۔ اور اونھون نے مدینہ کو نگینہ کی طرح بیچ مین لیلیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حفظ ماتقدم کے خیال سے اپنے اور صحابہ کے عیال کو قلعہ مین بھیجدیا اور حسان بن ثابت کو انکی حفاظت پر تعینات کیا۔ تمام لشکر خندق کے پاس یا رجمع ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبل سلیع کو جو بالکل متصل تھا۔ پشت پر لیکر صف آرائی کی لشکر اسلامی تین حصون پر تقسیم کیا گیا۔ اور خندق کے تین مختلف حصون پر مقرر کیا گیا۔

ایام محاصرہ مین رسول اللہ کی ذاتی تکلیفین

محاصرہ کی مدت کے ساتھ شدت بھی بڑہتی جاتی تھی۔ دن کی ہوائے تند کے بعد رات کی سردی قیامت برپا کردیتی تھی۔ اوس پر پانی پڑنے لگتا تھا تو تکلیف ومصائب مین اور اضافہ ہوجاتا تھا۔ ایک بار رات کو ایسے ہی پانی برستا تھا اور زورون سے ہوا چلتی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخالفین کیطرف سے حملہ کا اندیشہ ہوا تو آپ نے تحقیق کرنی چاہی۔ خیمہ کے اندر ہی سے آواز دی۔ سب اپنے اپنے خیمون مین سردی کیوجہ سے

لیٹے پڑے تھے۔ کوئی نہ بولا۔ زبیر بن العوام جاگ رہے تھے۔ لبیک کہتے ہوئے دوڑے۔ آپ نے اونکو تحقیق حال کے لئے حکم دیا۔ یہ گئے۔ اور واپس ہو کر عرض کی کہ غنیم کی جمعیت مین چارون طرف بالکل سناٹا ہے۔ کسی قسم کا اندیشہ نہین امام بخاری لکھتے ہین کہ اس خدمت کے جلدو مین آپ نے زبیر بن العوام کو حواری کے لفظ سے مخاطب فرمایا۔

محاصرہ کو تین ہفتے گذر چکے تھے۔ کفار کی بیشمار فوج چارون طرف سے شہر کو گھیرے تھی۔ مدینہ بتیس[۳۲] دانتون مین ایک زبان کی طرح گرفتار تھا۔ تمام شہر طرح طرح کی تکلیفون مین مبتلا تھے۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات رات بھر عالم اضطراب مین بیدار رہتے تھے۔ نظر اقدس ہمیشہ غنیم کی نقل و حرکت پر رہتی تھی۔ جہان سے اندیشہ ہوا وہین فوری حفاظت و مدافعت کا انتظام کر دیا گیا۔

جناب ام سلمہ فرماتی ہین کہ مین اکثر غزوات۔ مریسیع۔ خندق۔ خیبر۔ حدیبیہ۔ فتح مکہ اور حنین مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھی۔ لیکن کسی غزوہ مین آپ کو ایسی تکلیف اور اتنا اضطراب نہین ہوا تھا جتنا خندق مین۔ رات رات بھر جاگتے کٹ جاتی تھی۔ ہمیشہ باہر نکل نکل کر ہر مورچے پر خود تشریف لیجاتے تھے اور نگہبانون اور پاسبانون کو خود دیکھ آتے اور ہشیار فرما آتے تھے۔

عباد بن بشر کی خدمات

کفار دن سے زیادہ رات کو ستاتے تھے۔ خندق کے کنارے پر تاریکی مین پتھر اور تیر اس زور سے برساتے تھے کہ آدمی کو راہ چلنا دشوار تھا۔ اونکے پتھر خیمہ اقدس تک آآکر گرتے تھے۔ ایک رات کو صبح کے قریب خندق پر زور سے شور و غوغا ہونے لگا۔ اوسدن رات کو خیمہ اقدس کی پاسبانی عباد بن بشر کے متعلق تھی۔ اور وہ اپنے ماتحتی دستہ فوج کے ساتھ پہرہ پر تھے۔ شور و غوغا سن کر آپ نے عباد کو آواز دی۔ وہ حاضر ہوئے۔ حکم ہوا خبر لاؤ۔ وہ اپنے رفقا کے ساتھ گئے اور آپ مضطرب ہو کر خیمہ کے دروازے پر عباد کی واپسی کا انتظار کرنے لگے۔ یہان تک کہ عباد آئے اور بیان کرنے لگے کہ ابوسفیان اپنے چند رفقا کو ساتھ لیکر شبخون کے ارادہ سے خندق کے پار ہونا چاہتا تھا۔ لیکن مسلمانون نے دیکھ لیا اور وہین روکدیا۔ اس اثنا مین خادم بھی اپنی جمعیت کیساتھ پہونچ گیا اور ابوسفیان کی جماعت کو اپنی تیرون کے نیچے رکھ لیا۔ اور اسقدر تیر برسائے کہ آخر اوس موذی کو مجبور ہو کر واپس جانا پڑا۔ اور وہ ناکامیاب رہکر لوٹ گیا اور اب کوئی اندیشہ نرہا حضور اطمینان سے آرام فرمائین۔ یہ روئداد سنکر آپ نے ارشاد فرمایا اللّٰھم ارحم عباد بن بشر۔ خدایا عباد بن بشر پر رحمت نازل فرما۔ حضرت ام سلمہ بیان فرماتی ہین کہ اسی کے بعد آپ تھوڑی دیر کیلئے آرام فرما گئے۔ پھر بلال نے اذان دی تو آپ اوٹھ کھڑے ہوئے۔ اور خیمہ سے باہر نکل کر جماعت کے ساتھ نماز فجر ادا فرمائی۔ صلّوا علیہ وآلہ۔ روضۃ الاحباب ص ۲۴۳

انصار کا کمال استقلال

محاصرے کے طول سے تمام مسلمان گھبرا گئے تھے۔ رسد کی قلت۔ بھوک کی شدت۔ ہوا۔ پانی اور سردی کی تیزی اور سختی نے اونکے ہوش و حواس پریشان کر رکھے تھے۔ بڑے بڑے جگرداروں کے کلیجے پانی ہوئے جاتے تھے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لشکر کی حالت ابتر دیکھکر سخت متردد تھے قبیلہ غطفان سے

جنکو یہود خیبر کے نصف محاصل کی شرط پر اپنے ہمراہ لائے تھے اس شرط پر مصالحت کی سلسلہ جنبانی کی گئی کہ وہ خیبر کی جگہ مدینہ کی نصف پیداوار لیلیں اور قریش کا ساتھ چھوڑدیں۔ وہ راضی ہوگئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رؤسائے انصار سعد بن معاذ و سعد بن عبادہ سے اس امر خاص مین مشورت فرمائی۔ دونون نے مقتضائے اخلاص مندی اور انتہائی غیرت سے عرض کی کہ یہ کیا ارشاد ہوتا ہے۔ ہم نے ایام جہالت مین تو اس ذلیل قبیلہ کو ایک کوڑی خراج مین دی نہین۔ اب ایسی حالت مین کہ خدا کے فضل و کرم اور اسلام کے فیض قدم کی بدولت ہم ہر طرح خوشحال ہین۔ طاقتور ہین۔ صاحب اقتدار و اختیار ہین۔ تو اب اونکو خراج دیکر کیونکر اس بے عزتی کا داغ لگا سکتے ہین۔ اگر یہ مصالحت خدا کے حکم سے کیجاتی ہے تو ہمین کوئی عذر نہین۔ اور اگر کسی کی تحریک سے یہ تجویز ہے تو ہمین منظور نہین۔ ارشاد ہوا کہ ہم نے تو تمہاری پریشانیون اور غیر اطمینانیون کو جلد رفع کر دینے کے خیال سے یہ تدبیر نکالی تھی۔ تم جب خود مطمئن ہو تو اب تم سے زیادہ مجھے اطمینان ہے۔ اس کے بعد معاہدہ کا کاغذ سعد نے اپنے ہاتھ مین لے لیا۔ اور اوسکی لکھی ہوئی عبارت مٹادی۔ طبری ص ۱۴۷۷

حضرت صفیہ کی مردانہ وار جرأت و دلیری

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ ایک قلعہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عیال اور صحابہ کے عیال کو رکھکر حسان ابن ثابت کو اونکی حفاظت و نگرانی پر مقرر فرما دیا تھا محاصرہ و مقابلے والے دن بنی قریظہ نے مستورات کے قلعہ پر جو اونکی جائے سکونت سے متصل تھا۔ نامردانہ وار حملہ کرنا چاہا۔ چنانچہ ایک یہود قرظی اس غرض سے چلکر قلعہ کے پھاٹک تک پہونچگیا۔ اور قلعہ مین اندر جانے اور حملہ کرنے کے موقع ڈھونڈھنے لگا۔ حضرت صفیہ بنت عبد المطلب آپکی پھوپھی نے دیکھ لیا۔ مستورات کی حفاظت پر حسان بن ثابت تعینات تھے۔ ان سے کہا کہ اوترکر اسکو قتل کر دو۔ ورنہ یہ جاکر دشمنون کو پتہ دیدے گا۔ حسان شاعر بالطبع۔ میدان خیال کے مرد تھے۔ نہ میدان قتال کے۔ اسکے علاوہ۔ بقول شبلی صاحب انکو ایک عارضہ ہوگیا تھا۔ جس نے اونمین اسقدر جبن پیدا کر دیا تھا کہ وہ لڑائی کی طرف نظر اوٹھاکر بھی نہین دیکھ سکتے تھے۔ اس بناپر انھون نے حضرت صفیہ سے اپنی مجبوری ظاہر کی اور کہا کہ مین اسی کام کا ہوتا تو یہان کیون ہوتا۔ یہ سنکر حضرت صفیہ نے خیمہ کی ایک چوب اوکھاڑلی اور قلعہ سے اوترکر یہودی کے سر پر اس زور سے ماری کہ اوسکا سر پھٹ گیا۔ حضرت صفیہ قلعہ پر چلی آئین اور حسان سے کہنے لگین کہ اسکے ہتھیار اور کپڑے چھین لاؤ۔ حسان بولے جانیدیجئے۔ مجھکو اسکی ضرورت نہین۔ حضرت صفیہ نے کہا۔ اچھا اس کا سر کاٹ لاؤ۔ اور قلعہ کے نیچے پھینکدو کہ یہودی مرعوب ہوجائین۔ لیکن یہ خدمت بھی حضرت صفیہ ہی کو انجام دینی ہوئی۔ یہودیون کو یقین ہوگیا کہ قلعہ مین بھی کچھ فوج ہے۔ اس خیال سے پھر کسی نے حملہ کی جرأت نہ کی۔ سیرۃ النبی ص ۴۱۵ بحوالہ الزرقانی باسناد طبرانی و ابو یعلی بسند صحیح جلد دوم ص ۱۲۹۔

محاصرے مین یہود کی شرارت

محاصرے مین کفار بڑی شدت کرنے قوت دکھلانے اور مسلمانون کو ستانے اور مرعوب بنانے کی غرض خاص سے انواع اقسام کی تکلیفین پہونچاتے تھے۔ خندق ایسی حائل تھی کہ اس پار آنے سے تو مجبور تھے لیکن تاہم اوس پار خندق کے کنارے روزانہ کھڑے ہوکر مسلمانون پر پتھرون اور تیرون کا مینہ برساتے تھے۔ بعض دریدہ دہن۔ بزدل

سخت کلامیوں اور بدزبانیوں سے اپنے دل کے بخار نکالتے تھے۔ لیکن مسلمان بھی باوجود اتنے مصائب کے بھی اونکو ہمیشہ کلمۂ جواب دیتے تھے۔ قرآن مجید میں اسکی طرف ان الفاظ کے ساتھ اشارت فرمائی گئی ہے۔

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا (احزاب)

جب مسلمانوں نے قبائل کی فوجیں دیکھیں تو بول اوٹھے کہ یہ تو وہی ہے جس کا وعدہ خدا نے اور اوسکے رسول نے کیا تھا اور خدا اور اوسکا رسول دونو سچے تھے اور اس نے اونکے یقین و اطاعت کو اور بھی بڑھا دیا۔

باہمی مقابلہ اور عمر بن عبدود کی شاندار آمد۔ فوج اسلام پر اوسکا رعب و سطوت

محاصرے کی سختی اور طول سے اکیلے محصورین اسلام ہی نہیں گھبرا گئے تھے۔ مشرکین عرب بھی تکلیف سفر۔ دیار غیر۔ اور روزانہ ناکامیابیوں سے خستہ اور بیدل ہو رہے تھے۔ ایک مخالفت اسلام کی دل سے ایسی لگی تھی جو رہ رہ کے اونکو تازہ دم کر دیتی تھی۔ آخر کار کفار نے باہمانہ مشورت روز روز کی کشمکش کو یکسو کر دینے کی یہ ترکیب نکالی کہ تیئیس ۲۳ محرم ۵ھ ہجری کو عمر بن عبدود کو۔ جو عرب کا مشہور رستم دستان تھا۔ ایک دستہ فوج کے ساتھ۔ فوج اسلامی سے خاتمہ کن جنگ کرنے کے لئے صبح ہی سے بھیجدیا۔ یہ دستہ فوج عرب کے انتخابی نبرد آزماؤں کا لشکر تھا جسمیں عکرمہ بن ابی جہل۔ ہبیرہ بن ابی وہب اور مرداس المحاربی وغیرہم شامل تھے اور پہلوانوں کا یہ دستہ دو مشہور شجاعان عرب ضرار بن الخطاب (حضرت عمر کے بھائی) اور نوفل بن عبداللہ کے زیر کمان تھے۔

کفار کا یہ جرار دستہ بڑی دلیری کے ساتھ بڑھتا ہوا لشکر اسلامی کے سامنے اوس مقام پر آکھڑا ہوا جہاں خندق کا عرض نہایت کم تھا اور اپنے جوش ہمت میں خندق کے اس پار ہو جانے کا پورا ارادہ کرلیا۔ سوء اتفاق سے لشکر اسلام عمر بن عبدود کی صورت دیکھتے ہی اپنی طرف سے ایسی مرعوبیت۔ خوف اور بیدلی کا اظہار کیا کہ کوئی بھی اس بڑھتی ہوئی سیل کو نہ روک سکا۔ عمر بن عبدود معرکہائے جنگ کا تجربہ کار تھا۔ سمجھ گیا کہ مقابل پر ہماری سطوت کے سکے جم گئے۔ پھر کیا تھا گھوڑے کو ایڑ لگائی اور وہ خندق کے اس پار تھا۔

خندق کے اس پار آکر۔ جسکے لئے تیئیس ۲۳ دنوں سے روزانہ کوششیں کیجاتی تھیں۔ عمر بن عبدود نے یقین کرلیا کہ اب کیا ہے۔ جنگ کا میدان لے لیا۔ اور اس کامیابی کی پرجوشی میں آواز بلند سے مبارز طلبی کرنے لگا۔ پہلے ہم عمر بن عبدود کے مختصر حالات شبلی صاحب کی زبانی نقل کرتے ہیں۔ اوسکے بعد اوسکے رعب و خوف سے لشکر اسلام میں جو عالم اضطراب طاری ہوا تھا بیان کرینگے شبلی صاحب لکھتے ہیں۔

ان میں سب سے زیادہ مشہور بہادر عمر بن عبدود تھا۔ وہ ایک ہزار سوار کے برابر مانا جاتا تھا۔ جنگ بدر میں زخمی ہوکر واپس چلا گیا تھا اور قسم کھائی تھی کہ جبتک انتقام نہ لونگا۔ بالوں میں تیل نہ ڈالونگا۔ اس وقت اوسکی عمر نوے برس کی تھی۔ سیرۃ النبی ص ۳۱۲

عمر بن عبدود کی سطوت آج ہی سے نہین بلکہ سالہا سال سے اہل عرب کے دلون پر بیٹھ سکے جمائے تھی۔ یہ تو اوسکا اتفاقی مسئلہ تھا کہ وہ تنہا ہزار آدمیون کے برابر ہے۔ پھر ہزار کے مقابلہ مین لشکر اسلامی مین۔ کون تنِ واحد ایسا کلیجہ والا تھا۔ جو اوسکے مقابلہ کو اکیلا نکلتا۔ سب کے دلون مین پنکھے لگے تھے۔ دلون مین کپکپی پڑی تھی۔ فوج کے اسطرف سے اوسطرف تک خوشی کا ایک عالم تھا۔ ہر شخص سر بزانو خوف جان مین مبتلا تھا۔ محدث شیرازی اونکے عالم اضطراب کو ان چند الفاظ مین لکھکر دکھلاتے ہین۔

یاران رسول ہمہ ایستادہ بودند و ہیچ نمی گفتند کانّما علی رؤسہم الطّیر چہ دلاوری وشجاعت عمر بن عبدود را می دانستند۔	تمام اصحاب رسول کھڑے تھے۔ اور کچھ نہ بولتے تھے۔ جیسے اون کے سرون پر جانور بیٹھا ہو۔ کیونکہ وہ عمر بن عبدود کی دلاوری وشجاعت کو جانتے تھے۔

معارج النبوۃ اور حبیب السیر وغیرہ کی مرویات سے مستفاد ہوتا ہے کہ حضرت عمر نے اسکی آواز کو پہچان کر کہا۔ یہ تو عمر بن عبدود ہے مجھو اس دیو عرب کی بےنظیر شجاعت ودلیری کا خود تجربہ ہوچکا ہے۔ اور وہ یون ہے کہ ایکبار سفر مین میرا اسکا ساتھ ہوگیا اثنائے راہ مین ڈاکو ہمارے قافلہ پر ٹوٹ پڑے۔ تنہا اسی شخص نے قزاقون کی جماعت کثیر سے مقابلہ کیا۔ اثنائے مقابلہ مین اسکی سپر ٹوٹ گئی۔ تو فوراً ایک اونٹ کے بچے کی ٹانگ تھام کر اوسکو اپنی سپر بنالیا اور قزاقون کے وار روکتا رہا۔ یہانتک کہ تمام قزاقون کو اسی ایک نے مار بھگایا۔ مین اسکی عظیم طاقت وشجاعت دیکھکر حیران ہوگیا۔

ایک تو تمام فوج اسلام پر یونہین خوف طاری تھا۔ اس چشم دید واقعہ کی نقل نے اور حواس باختہ کر دئے۔

حضرت علی کی بےنظیر مبادرت اور عمر بن عبدود سے مبارزت

تمام محدثین اور مورخین کا اسپر اتفاق ہے کہ لشکر اسلامی نے خوف وبیم اضطراب والتہاب۔ خموشی وپست ہمتی کے خلاف حضرت علی مرتضیٰ نے عمر بن عبدود کی آواز سنتے ہی خدمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم مین عرض کی انا ایا دذہ مین اس سے مقابلہ کرونگا۔ بروایتے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ جواب نہ دیا۔ لیکن شبلی صاحب کے الفاظ یہ ہین۔

عمر بن عبدود کے سوال کے جواب مین حضرت علی نے اوٹھکر کہا کہ مین ہون لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روکا۔ اور کہا کہ یہ عمر بن عبدود ہے۔ یعنی یہ ایک نبرد آزما اور تجربہ کار مرد میدان ہے اور تم نومشق دلیر۔ برابر کا جوڑ نہین۔

تھوڑی دیر اور مقابل کا انتظار کرکے عمر بن عبدود نے پھر بڑے زورون سے مبارز طلبی کی۔ حضرت علی مرتضیٰ نے خدمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پھر اجازت جنگ چاہی۔ جناب سرور کائنات کا پھر وہی جواب تھا۔

عمر بن عبدود نے پھر کچھ انتظار کرکے تیسری بار ایک غیرت دہ شان مین پکارا۔ حضرت علی مرتضیٰ نے پھر ویسے ہی خدمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم مین اجازت حرب کی درخواست کی پھر ارشاد ہوا کہ یہ عمر بن عبدود ہے۔ شبلی صاحب تحریر فرماتے ہین۔

کہ حضرت علی نے جواب مین عرض کی کہ ہان مین جانتا ہون یہ عمر بن عبدود ہے۔ غرض آپ نے اجازت دیدی۔ خود دست مبارک سے تلوار عنایت کی۔ سر پر عمامہ باندھا ص ۳۱۳۔

شبلی صاحب کی اختصار پسندی کے یہ خاص مقامات ہین۔ آپ کی کوتہ رقمی اس سے زیادہ تفصیل کی مجوز نہین

تھی۔ اس لئے اتنی ہی پر اکتفا کیگئی۔ لیکن امام ابن طلحۃ الشافعی اپنی کتاب مطالب السئول مین۔ امام الحرمین علامہ طبری الشافعی کتاب ذخائر العقبیٰ مین۔ محدث شیرازی روضۃ الاحباب مین اور محدث دہلوی مدارج النبوۃ مین تحریر فرماتے ہین کہ عمر بن عبدود نے تیسری بار ہل من مبارز کا نعرہ مار کر یہ غیرت دہ اشعار رجز پڑھے۔

ولقد بححت من النداء　|　لجمعکم ھل من مبارز
ووقفت اذ جبن الشجاع　|　بموقف البطل المناجز
وکذلک انی لم ازل　|　متسرعاً نحو الھزاھز
ان الشجاعۃ فی الفتیٰ　|　والجود من خیر الغرائز

ترجمہ۔ تحقیق کہ میری آواز تم لوگون کو ھل من مبارز پکارتے پکارتے تھک گئی۔ جب بہادر نامردی کرتے تھے مین دلیرون کی صف مین کھڑا تھا۔ مین اسی طرح لوگون کیطرف دوڑتا تھا کیونکہ جوانمرد کے لئے سخاوت اور شجاعت بہت اچھی صفت ہے۔ ارجح المطالب لاہور جلد اول ص ۲۱۸

خدمت رسول سے حضرت علی کی رخصت

حافظ جمال الدین فضل اللہ محدث شیرازی۔ خدمت رسول سے حضرت علی کی رخصت ہونیکی کیفیت ان الفاظ مین بیان فرماتے ہین۔

پس حضرت شمشیر خود ذوالفقار را بوے داد و زرہ خود را در وے پوشانید و دستار خود را بر سر وے نہاد و در روایتے آنکہ عمامہ از برائے وے بست و گفت اللّٰھم اعنہ علیہ۔ بار خدایا علی را یاری دہ بر عمر بن عبدود و در روایتے آنکہ دستہای خود را بر داشت بسوے آسمان و گفت الٰہی عبیدہ را در روز بدر از من گرفتی و حمزہ را در روز احد از من جدا ساختی و این علی ست برادر من و پسر عم من فَلَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَاَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار خاص ذوالفقار حضرت علی کو عنایت کی اپنی زرہ اپنے ہاتھون سے پہنائی۔ اپنی دستار مبارک اونکے سر پر رکھی۔ اور ایک روایت کے موافق انکے سر پر اپنے دست مبارک سے عمامہ باندھا اور کہا بارخدایا تو عمر کے مقابلہ مین علی کی مدد کر اور ایک روایت مین ہے کہ آپ نے اپنے ہاتھ آسمان کیطرف بلند کئے اور کہا کہ الٰہی تو نے عبیدہ کو بدر کے دن مجھسے لیلیا اور حمزہ کو احد کے دن مجھ سے جدا کر لیا۔ یہ علی میرا بھائی اور ابن عم ہے تو مجھے تنہا نہ فرما حالانکہ تو سب سے بہتر وارث ہے۔

امام ابن طلحۃ الشافعی۔ مطالب السئول مین لکھتے ہین کہ یہ مجاہد فی سبیل اللہ اس شان سے رخصت ہوکر عمر بن عبدود کے مقابلہ مین اوسکی رجز کے جواب مین اپنے یہ اشعار پڑھتا ہوا چلا۔

یا عمرو ویحک قد اتاک　|　مجیب صوتک غیر عاجز
ذو نیۃ وبصیرۃ　|　والحق منجی کل فائز
انی لارجو ان اقیم　|　علیک النائحۃ الجنائز
من ضربۃ تفنی ویبقی　|　ذکرھا عند الھزاھز

ترجمہ۔ اے عمر۔ تجھپر افسوس ہے۔ تیرے پاس وہ آرہاہے جو تیرے آواز کے جواب دینے مین عاجز نہین ہے اور صاحب ارادہ و بصیرت ہے۔ اور سچ ہے کہ ایک فیروزمند کو نجات دینے والا ہے۔ مین بیشک امید رکھتاہون کہ مین بوڑھی عورتون کے بین تجھپر جاری کراؤن گا۔ ایک ایسی ضرب سے کہ تو فنا ہو جائیگا اور معرکون مین میری ضرب کا ذکر باقی رہجائے گا۔

حضرت علی اور عمر بن عبدود سے مقابلہ کے وقت مکالمہ

شبلی صاحب نے بلا رسم معرفت جانبین کی وقت مقابلت مکالمت شروع کر دی ہے۔ حالانکہ یہ عرب کے دستور جنگ کے بالکل خلاف ہے۔ جسے آپ جنگ بدر مین۔ کفار قریش اور انصار مدینہ کے متعلق خود تفصیل سے اوپر لکھ کر بتلا چکے ہین۔ چنانچہ امام ابن طلحۃ الشافعی۔ مطالب السئول مین مکالمت کی ابتدا معرفت سے یون کرتے ہین۔

جب حضرت علی مرتضی عمر بن عبدود کے پاس پہونچے تو اوس نے آداب جنگ کے مطابق آپ سے آپکا حسب و نسب دریافت کیا تو حضرت علی نے کہا انا علی بن ابی طالب ابن عمّ رسول اللّٰہ وصاھرہٗ۔ مین علی بن ابی طالب ہون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی اور داماد۔ عمر متعجب ہو کر کہنے لگا تم ابی طالب کے بیٹے ہو۔ ابی طالب تو میرے بڑے دوستون مین سے تھے۔ تم لوٹ جاؤ۔ مجھے یہ گوارا نہین ہوسکتا کہ میرا نیزہ تم کو زخمی کرے۔

حضرت علی نے فرمایا۔ اے عمر۔ یہ باتین چھوڑ دے۔ جو مین کہتا ہون سُن۔ اگر تیرا جی چاہے تو میری بات کو مان لے ورنہ نہین۔ عمر بولا۔ کہو۔ کیا کہتے ہو۔ آپ نے کہا۔ تمام عرب مین مشہور ہے کہ تو اپنے مقابل کی تین باتون مین سے ایک بات کو ضرور اوس کی درخواست کرنے کیوقت قبول کرلیتا ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو میری بھی تجھ سے تین درخواستین ہین۔ اون مین جو تجھے پسند ہو اوسکے مطابق عمل کر۔ عمر بن عبدود بولا۔ کہو۔

پھر جانبین سے یون مکالمت شروع ہوئی۔

حضرت علی۔ میری پہلی درخواست یہ ہے کہ تو دین اسلام کو قبول کرلے اور مرنے کے وقت یہ ہدیہ خدا کے دربار مین اپنے ہمراہ لیتا جا۔

عمر بن عبدود۔ یہ مجھے کسی طرح قبول نہین ہے

حضرت علی۔ تو اچھا۔ جنگ مین قریش کا ساتھ نہ دے اور گھر لوٹ جا۔

عمر بن عبدود۔ یہ بھی نہین ہوسکتا۔ مرد ہو کر مکّہ کی عورتون کا طعنہ کون سُنیگا۔

حضرت علی۔ پھر مقابلہ کرلے اور لڑلے۔

غرور کا سر ہمیشہ نیچا ہوتا ہے۔ اپنی بے نظیر شجاعت وطاقت کے غرور مین چور ہو کر جہالت کا سب سے پہلا کام جو عمر بن عبدود نے کیا وہ یہ تھا کہ گھوڑے سے اوتر پڑا اور اپنے ہاتھون کی صفائی دکھلانے کی غرض سے تلوار کا ایک ہاتھ بے زبان اور بیگناہ جانور پر ایسا لگایا کہ اوسکی کونچین کٹ گئین اور وہ فوراً گر کر مر گیا۔

اس وحشیانہ حرکت سے عمر کی خاص غرض یہ تھی کہ حضرت علی خصوصاً اور تمام فوج اسلامی اسکی تیز دستی دیکھکر مرعوب ہوجائے۔ یہ لڑائی کے وہ چٹکلے ہین جو عمر بن عبدود کے ایسے مشاق اور تجربہ کار زبردآزما۔ اپنے مقابل پر دہاک جمانیکی غرض سے ضرورت کیوقت عمل مین لاتے ہین اور انھین چٹکلون سے جنگیون مین اپنا کام نکال لیتے ہین۔ لیکن عمر کا یہ جادو کارگر نہوا۔

بخلاف اسکے کرشمہ قدرت نے اسکا برعکس نتیجہ یون دکھلایا کہ حضرت علی مرتضیٰ کو اس کے مقابلہ مین پہلے سے زیادہ سہولیت اور آسانی ہوگئی۔ کیونکہ عمر پہلے گھوڑے پر سوار تھا اور اب پیدل ہوگیا۔ وہ طویل القامت بھی تھا۔ اور حضرت علی ابتدا ہی سے پیدل تھے اور اوس سے قصیر القامت۔ ممکن تھا کہ اوسکے سوار رہنے کی حالت مین بلندی کی وجہ سے ذوالفقار کارگر نہوتی۔ لیکن گھوڑے سے اوتر آنے پر اب یہ تمام دشواریان جاتی رہین اور مقابلہ برابر کا ہوگیا ؎

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

عمر بن عبدود کا قتل — عمر بن عبدود اس مغرورانہ خیالون مین سرشار تھا کہ مقابل محض ایک کمسن جوان ہے عرب کا کوئی اتنا مشہور اور کہنہ مشق جنگ آزما بھی نہین۔ برابر کا جوڑ نہین۔ اسکا مار لینا کوئی بڑی بات نہین۔ تعجب نہین کہ اسکے مار لینے سے نیکنامی تو نہو۔ بدنامی ہو ان توہمات کی بنا پر عمر نے آپکا جلد خاتمہ کر دینا چاہا۔ نہایت پھرتی کے ساتھ اپنی تلوار کا وار حضرت علی کے سر پر اس شدت سے لگایا کہ گو آپ نے سپر پر روکا۔ لیکن تاہم اوسکی تلوار سپر کو کاٹتی ہوئی آپ کے جبین اقدس پر زخم لگا گئی۔ اور یہ نشان مہر شجاعت بنکر ہمیشہ کیلئے پیشانی نورانی پر قائم رہا۔

ذوالقرنین حضرت علی کا لقب ہوا — حضرت علی کے کثیر التعداد القاب مین ایک لقب ذوالقرنین بھی ہے۔ علامہ مجدالدین فیروز آبادی قاموس مین لکھتے ہین کہ حضرت علی مرتضیٰ کو ذوالقرنین اسوجہ سے کہتے ہین کہ آپکی پیشانی پر دو تلوارون کی ضربتون کے نشان تھے۔

پہلا نشان تو یہی تھا۔ دوسرا ابن ملجم کی تلوار کا۔

عمر بن عبدود نے جونہی اپنی تلوار اوٹھائی۔ ویسے ہی حضرت علی مرتضیٰ نے وہ تلا ہوا ہاتھ لگایا کہ ذوالفقار آمدا سر شانہ کاٹتی ہوئی پہلو تک اوتر آئی اور عمر بن عبدود لڑکھڑا کر زمین پر گر پڑا۔

زرقانی حضرت علی کی ضربت کی یون تفصیل کرتے ہین۔

وطعنه فی ترقوته حتے اخرجها من مراقه فسقط ثما قبل نحوه صلی الله علیه وآله وسلم وهو متهلل فقال عمر بن الخطاب هلا سلبته درعه فانه لیس فی العرب درع خیر منها فقال انه حین ضربته استقبلنی بسوأته فاستحییت

حضرت علی نے اوسکو نیزہ لگایا اور وہ ایسا کاری تھا کہ گردن مین پیوست ہوکر پیٹ سے نکل آیا۔ اور عمر گر پڑا اور آپ اوسی طرح جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین لا الہ الا اللہ کی صدا بلند فرماتے ہوئے حاضر ہوئے۔ حضرت عمر بن الخطاب نے کہا کہ آپ نے اسکی زرہ کیون نہ اوتار لی۔ اسکی زرہ سے اچھی عرب مین کوئی زرہ نہین ہے حضرت علی نے کہا۔ جب مین اسکے قریب گیا تو وہ برہنہ تھا۔ مجھکو حیا آگئی۔

عمر بن عبدود کے گرتے ہی حضرت علی نے تکبیر کا پرزور نعرہ بلند فرمایا- نعرہ تکبیر نہ تھا بلکہ شادیانہ فتح تھا- تکبیر کی آواز سنتے ہی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علی نے عمر بن عبدود کو مار گرایا-

حضرت عمر اور بھائی سے مقابلہ

عمر بن عبدود کے بعد اوسکے دو ہمراہیون- ضرار بن الخطاب- اور جبیرہ نے حضرت علی پر حملہ کرنا چاہا- لیکن حضرت علی مرتضیٰ نے اپنے متواتر حملات سے دونون کو مار بھگایا- حضرت عمر اپنی اظہار شجاعت کے موقعون کو خوب پہچانتے تھے- اپنے بھائی ضرار کو بھاگتے دیکھکر لپکے- اوس نے پیچھے پھر کر دیکھا تو بھائی چلے آرہے ہین- وہین سے نیزہ سیدھا کیا اور بڑی سختی سے وار کیا- لیکن پھر ہاتھ روک لیا- اور یہ کہکر چلتا ہوا- عمر! اس احسان کو یاد رکھنا- سیرۃ النبی ص ۲۱۳

نوفل کا قتل

نوفل بھی کمینگاہ مین چھپا کھڑا تھا- وہ بھی انھین کے ساتھ بھاگا لیکن اتنا گھبرایا ہوا تھا کہ خندق مین گر پڑا مسلمانون نے موقع پاکر اوپر سے اوس پر تیر برسانے شروع کردے- وہ چلایا- مین حقیرانہ موت مرنا نہین چاہتا- بلکہ مردانہ طریقہ سے مرنا چاہتا ہون- حضرت علی سن رہے تھے- فوراً خندق مین کود پڑے اور کہا- لے تجھے مین شریفانہ طریقہ سے ختم کئے دیتا ہون یہ کہا اور نوفل کا سر ذوالفقار سے کاٹ لیا- اور مسلمانون کی جمعیت مین پھینکدیا-

نوفل کی قیمت لاش لینے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار

نوفل قریش کو اتنا عزیز تھا کہ مسلمانون کو اوسکی لاش کی قیمت مین دس ہزار دینار دیتے تھے- اور مسلمان راضی نہوتے تھے- آخر یہ معاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہونچا آپ نے فرمایا- لاش دیدو اور کہدو ہمین تمہارے روپیہ کی ضرورت نہین-

عمر بن عبدود کی بہن نے بھائی کی لاش کو محفوظ دیکھکر قاتل کی تعریف کی

اوپر بیان ہوچکا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ نے عمر بن عبدود کا صرف سر کاٹ لیا تھا اور اوسکے ہتھیار اور کپڑے وغیرہ سب ویسے ہی کے ویسے چھوڑ دئے تھے آپ کے اس مردانہ استغنا و مروت کے متعلق امام ابن طلحۃ الشافعی لکھتے ہین

عن ابی الحسن مدائنی قال لما قتل علی عمر بن عبدود نعی الیہ اختہ فقالت من ذا الذی اجترء علیہ فقالوا علی بن ابی طالب فقالت کانت منیۃ علی ید کفو کریم ما سمعت یا فخر من ہذا یا بنی عامر ثا تشات	ابوالحسن مدائنی روایت کرتے ہین کہ جب حضرت علی نے عمر بن عبدود کو مارا تو اوسکی بہن اوسکی لاش پر رونے کو آئی- اوسکی لاش کو محفوظ و مسلم دیکھکر لوگون سے پوچھنے لگی کہ اس بیکس کا قابو چل گیا لوگون نے کہا علی بن ابی طالب کا وہ کہنے لگی اسکی موت اسکے بزرگ بھائی بند کے ہاتھ سے ہوئی ہے- اے بنی عامر اس سے بڑھکر اسکے لئے (عمر کیلئے) فخر کی اور کونسی بات ہوسکتی ہے پھر اوس نے یہ اشعار پڑھے- اگر عمر کا قاتل اس قاتل کے سوا کوئی اور ہوتا تو مین ہمیشہ اس پر رویا کرتی- لیکن اسکا قاتل ایسا ہی ہے جس مین کوئی عیب نہین ہے اور وہ ہمیشہ سے شہر کا سردار پکارا جاتا ہے- ارجح المطالب جلد اول ص ۲۱۹

لو کان قاتل عمر غیر قاتلہ ۔۔۔ لکنت ابکی علیہ آخر الابد
لکن قاتلہ لا یعاب بہ ۔۔۔ من کان یدعی قدیما بیضۃ البلد

بیان رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مبارزت علی کی اہمیت

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس عالم اضطراب مین حضرت علی مرتضیٰ کو رخصت فرمایا تھا اور عمر کی ضرب سے محفوظ رہنے کے خیال سے اسلحات و آلات جنگ سے اپنے امکان کے مطابق اونکی حفاظت کے

پورے سامان کر دئے تھے۔ وہ سب بیان ہو چکا ہے لیکن تاہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطمینان نہ تھا۔ در خیمہ پر استادہ تھے۔ جانبین کا مقابلہ پیش نظر تھا ارشاد فرماتے تھے۔

برز الایمان الکفر کلہ	آج پورے ایمان کے ساتھ پورے کفر کا مقابلہ ہے۔

اس اثنا میں حضرت علی نے عمر بن عبدود کو مار گرایا۔ سر لیکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پائے اقدس پر عمر کا سر ڈالدیا جناب رسول انام علیہ السلام اور تمام اہل اسلام کی مسرت کی کوئی حد نہ تھی۔ امام حاکم مستدرک میں۔ امام دیلمی فردوس الاخبار میں۔ محدث شیرازی روضۃ الاحباب میں اور محدث دہلوی مدارج النبوۃ میں حضرت عبداللہ بن مسعود صحابی کی اسناد سے لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمر بن عبدود کا سر دیکھکر ارشاد فرمایا۔

المبارزۃ علی بعمرو بن عبدود فی الیوم الخندق افضل من اعمال امتی الی یوم القیمۃ	خندق کے روز عمر بن عبدود کے ساتھ علی کی لڑائی میری امت کے تمام اعمال سے جو وہ قیامت تک بجا لائینگے بہتر ہے روضۃ الاحباب ص ۳۲۷

ابن طلحۃ الشافعی مطالب السئول میں لکھتے ہیں۔

زبان خدا سے مبارزت علی کی تعریف

عن عبداللہ بن مسعود قال کان یقرء و کفی اللہ المومنین القتال بعلی و کان اللہ قویا عزیزا	عبداللہ بن مسعود اسطرح پڑھا کرتے تھے کہ لڑائی میں مومنوں کی اللہ نے علی کے سبب سے مدد کی۔ اور اللہ غالب ہے اور مہربان ہے۔ ارجح المطالب ص ۲۱۹ مطبوعہ لاہور

ابن مردویہ۔ ابن ابی حاتم۔ ابن عساکر اور امام سیوطی نے بھی کفی اللہ المومنین الخ کے اسباب نزول میں یہی لکھا ہے۔

پھر اوسی مطالب السئول میں مرقوم ہے۔ اور زرقانی بھی علامہ عطاردی اور یحیی ابن آدم کے قول سے اسکی تائید کرتے ہیں ص ۱۱۳ ج ۲

عن جابر بن عبداللہ قال فما شبہت قتل علی عمرو الا بما قص اللہ تعالی من قصۃ داؤد علیہ السلام و جالوت حیث قال عز و جل فہزموہم باذن اللہ و قتل داؤد جالوت	جابر بن عبداللہ انصاری کہتے ہیں کہ حضرت علی کا عمر کو قتل کرنا بالکل حضرت داؤد علیہ السلام اور جالوت کے قصہ سے مشابہ ہے جس کا ذکر خدا نے اسطرح کیا ہے کہ وہ خدا کے حکم سے بھاگ گئے اور حضرت داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کر ڈالا ارجح المطالب ص ۲۱۹

امام سلیمان القندوزی البلخی ینابیع المودۃ میں آیہ کفی اللہ المومنین کے اسباب نزول میں وہی واقعہ لکھکر جو اوپر لکھا گیا ہے تحریر فرماتے ہیں

قال الشیخ العطار فی کتابہ مظہر الصفات کنت عند شیخی و سندی الشیخ نجم الدین کبری قدس سرہ فحدثنی ہذا الحدیث فغلب علیہ الحال القوی فبکیت معہ فحقرت الدنیا فی اعیننا و تلعنا حب الدنیا عن قلوبنا۔ ینابیع ص	شیخ فرید الدین عطار اپنی کتاب مظہر الصفات میں نقل کرتے ہیں کہ میں نے ایک دن اپنے پیرو مرشد شیخ نجم الدین کبری کی خدمت میں اس حدیث خندق کو سنایا شیخ سنتے ہی عالم وجد اور قوی حال طاری ہوا۔ اور میں اونکے ساتھ ملکر رونے لگا اسی وقت سے ہم دونوں نے دنیا کی محبت کو اپنے قلوب سے نکال پھینکا۔

میدان جنگ سے قریش کا فرار

ابو سفیان کا اتنا کلیجہ کہاں کہ عمر بن عبدود کے ایسے رستم دستان کے مارے جانے کے بعد وہ ایک لحظہ کیلئے بھی میدان کارزار میں ٹھہر سکے۔ عمر بن عبدود۔ نوفل۔ جبیرہ۔ ضرار کے نتیجہ کارزار نے اوسکے حواس کو اور باختہ کر دیا اور ابو سفیان پہلو بچا کر

چلدیئے کوطیا رہو گیا۔ تفصیل آگے آتی ہے۔

قریش کی اسلام کے خلاف یہ آخری مقابلت و محاربت تھی۔ جو بالتمامہ ختم ہو گئی اور ایسی کہ پھر قریش آج سے اسلام کی مخالفت پر قدم نہ بڑھا سکے۔ افسوس ہے کہ شبلی صاحب نے توجہ خاص سے نہیں بلکہ ضرورت خاص سے بحث وقوع بدر میں ایک مقام پر حضرت علی مرتضیٰ کو جنگ بدر کا ہیرو تسلیم کیا ہے۔ بدر میں حضرت علی مرتضیٰ کی نبرد آزمائیوں میں تو حضرت حمزہ۔ عبیدہ اور دیگر حضرات بھی شریک بتلائے جا سکتے ہیں لیکن خندق کے محاسن خدمات میں تو حضرت علی مرتضیٰ کے سوا۔ مہاجرین وانصار کی تین ہزار موجودہ جمعیت میں کسی صاحب کو بھی قدم بڑھانے اور دشمن پر ہاتھ اوٹھانے کی زحمت نہوئی۔ اور حضرت علی مرتضیٰ نے تن تنہا اتنی بڑی جنگ عظیم کا جسمیں ۱۱ ہزار شجاعان جرار شریک تھے۔ خاتمہ کر دیا۔ باایں ہمہ شبلی صاحب نے اس معرکہ کی تفصیل میں کہیں بھی انکے ہیرو ہونے کا ذکر نہ فرمایا۔ خموشی معنی دارد کہ درگفتن نمی آید۔

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ عمرو بن عبدود کے قتل ہوتے ہی جنگ خندق کا خاتمہ ہو گیا۔ قریش کے عظیم الشان اور کثیر التعداد لشکر کے دل کے دل پرے کے پرے ٹوٹ ٹوٹ کر میدانوں اور پہاڑوں پر منتشر ہونے لگے۔ کوئی کدھر گیا۔ کوئی کدھر۔ نصف شب تک مدینہ کا مطلع صاف ہو گیا۔

سعد ابن معاذ کا زخمی ہو کر شہید ہونا	اسلام کو اس جنگ میں عظیم الشان کامیابی کیساتھ بہت بڑا نقصان بھی ہوا۔ وہ سعد بن معاذ کے ایسے جلیل القدر اور وفادار صحابی کی شہادت تھی۔ اگرچہ وہ عین معرکہ میں شہید نہوئے لیکن تیر سے ایسے زخمی ہوئے کہ جانبر نہ ہو سکے۔

شبلی صاحب نے انکی شہادت کی یہ تفصیل فرمائی ہے۔

حضرت عائشہ جس قلعہ میں پناہ گزین تھیں اوسی میں سعد بن معاذ کی ماں بھی تھیں۔ حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ میں قلعہ سے نکل کر باہر پھر رہی تھی۔ عقب سے پاؤں کی آہٹ معلوم ہوئی۔ مڑکر دیکھا تو سعد ہاتھ میں حربہ لئے جوش کی حالت میں بڑی تیزی سے بڑھے جاتے ہیں اور یہ شعر زبان پر ہے۔

لبث قلیلا تدرک الھیجا جمل	ذرا ٹھہر جا کہ لڑائی میں ایک اور شخص پہونچ جائے
لا باس بالموت اذا الموت نزل	وقت جب آگیا تو موت سے کیا ڈر ہے

سعد کی ماں نے سنا تو کہا۔ بیٹا دوڑکے جا۔ تو نے تو دیر لگا دی۔ سعد کی زرہ اتنی چھوٹی تھی کہ اونکے دونوں ہاتھ باہر تھے۔ حضرت عائشہ نے سعد کی ماں سے کہا کاش سعد کی زرہ لمبی ہوتی۔ اتفاق کہ ابن العرقہ نے تاک کر کھلے ہاتھ پر تیر مارا جس سے اکحل کی رگ کھل گئی۔ رفیدہ ایک خاتون تھیں جو اپنے پاس دوائیں رکھتی تھیں اور زخم کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ انکا خیمہ مسجد رسول میں خندق کے غزوہ کے بعد کھڑا کر دیا گیا اور یہ خاتون سعد کا علاج کرنے لگیں۔ انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود دست مبارک سے شقص لیکر داغا لیکن پھر ورم آگیا۔ دوبارہ داغا لیکن پھر فائدہ نہوا کئی دن کے بعد یعنی بنی قریظہ کی ہلاکت کے بعد زخم کھل گیا اور انھوں نے وفات پائی (سیرۃ النبی صفحہ ۴۱۸)

قریش کے جلد فرار کے اسباب	یا یہ شورا شوری دبا یہ بے نمکی۔ قریش کہاں تو ایسے ساز سامان اور اتنی طیاریوں سے مدینہ میں مسلمانوں کا استیصال کرنے آئے تھے۔ کہاں صرف دو یا تین آدمیوں کے قتل کے بعد ایسا ہراسان اور حواس باختہ ہو گئے۔ کہ اوسیوقت مدینہ

سے محاصرہ اٹھا خیمے اکھاڑ یہ چل وہ چل۔ آخر اس عجلت کی کوئی وجہ بھی ہے۔ اس اضطراب کے کچھ اسباب بھی ہیں؟ اصلی سبب تو وہی ہے جو اوپر ہو چکا ہے کہ عمر بن عبدود کے ایسے ہزار کے برابر والے پہلوان اور رستم دستان کے مار جانے نے۔ جو قریش کی تمام امیدوں کا مرکز تھا فوج کو پاؤں اوکھاڑ دئے۔ اور انکے تمام ارادے پست کر دئے اس لئے وہ فوراً میدان جنگ خالی کرکے لشکر گاہ واپس گئے۔

لشکرگاہ میں پہونچے تو دو مصیبتوں کا پے درپے سامنا ہوا۔ ایک بنی قریظہ کی مفارقت۔ دوسرے ہوائے تند کی آفت۔

پہلے ہم بنی قریظہ کی مفارقت کے تفصیلی حالات لکھتے ہیں۔

بنی قریظہ نے قریش کا ساتھ چھوڑ دیا — اس کے متعلق شبلی صاحب رقمطراز ہیں۔

نعیم ابن مسعود ثقفی ایک غطفانی رئیس تھے۔ قریش اور یہود دونوں انکو مانتے تھے۔ وہ اسلام لا چکے تھے لیکن کفار کو ابھی اسکا علم نہیں تھا۔ انھوں نے قریش اور یہود سے الگ الگ جا کر اس قسم کی باتیں کیں جس سے دونوں میں پھوٹ پڑ گئی۔ ابن اسحٰق کی روایت ہے کہ نعیم نے اس تفرقہ اندازی میں دونوں سے جھوٹ باتیں کہیں اس بنا پر کہتے ہیں کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے الحرب خدعۃ کی تعلیم کی تھی۔ لیکن ابن اسحٰق نے روایت کی سند نہیں نقل کی۔ اور اگر کرتے بھی تو ابن اسحاق کا یہ پایہ نہیں کہ ایسا واقعہ محض انکی سند سے قبول کر لیا جاوے اسکے علاوہ واقعات اس قسم کے جمع تھے کہ دونوں فرقوں کا اتحاد بغیر اسکے توڑ دیا جا سکتا تھا کہ کوئی غلط باتیں بیان کیجائیں۔ ابن اسحاق کی روایت میں اسقدر مذکور ہے کہ نعیم نے یہود سے کہا کہ قریش تو چار دن کے بعد یہاں سے چلے جائیں گے۔ تمہارا اور مسلمانوں کا ہموطنی کا ساتھ ہے۔ اس لئے تم کیوں بیچ میں پڑ کر ہمیشہ کیلئے لڑائی مول لیتے ہو اور اگر اسی پر آمادہ ہو۔ تو قریش سے کہو کہ وہ کچھ معزز آدمی ضمانت کے طور پر تمہارے ہاں بھجوا دیں کہ اگر قریش لڑائی کا فیصلہ کئے بغیر چلے جانا چاہیں تو تم اُن لوگوں کو روک لینا۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ یہود بنی قریظہ اوّل اوّل نقض عہد پر راضی نہ تھے۔ اور کہتے تھے کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معاہدہ کیوں توڑیں لیکن حی بن اخطب نے اس شرط پر انکو راضی کیا تھا کہ قریش چلے گئے تو میں خیبر چھوڑ کر تمہارے پاس آجاؤں گا قریش اس قسم کی ضمانت نہیں منظور کر سکتے تھے۔ جب انھوں نے انکار کیا ہوگا۔ تو خود اُن میں پھوٹ پڑ گئی ہوگی۔ اس لئے ایک صحابی کو دروغگوئی کے داغ اٹھانے کی کیا ضرورت ہے[۵]

[۵] شبلی صاحب کی چشم کرم ہمیشہ صاحبان سیرت ہی پر رہا کرتی ہے اور اسوقت بھی آپ کا سارا غصہ امام المغازی علامہ ابن اسحاق صاحب سیرت پر اتر گیا ہے سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے۔ مگر ہم بار بار گذارش کرتے آئے ہیں کہ سیرت و تاریخ کے ساتھ محدود نہیں کیا جاوے بلکہ یہ امور محدثین و مفسرین کی تالیفات میں بھی دیکھ لئے جایا کریں۔ ورنہ فیصلہ یکطرفہ ہو جائیگا۔ اگر تمام عربی ماخذوں کے دیکھنے میں زحمت ہو۔ تو صرف زرقانی ہی میں جو ہر وقت پیش نظر ہے یہ بحث دیکھلی گئی ہوتی تو اس دروغگوئی کی حقیقت معلوم ہو جاتی کہ اصحاب سیرت ہی پر منحصر نہیں بڑے بڑے محدثین و مفسرین جو دنیائے اسلام میں بہت بڑے صاحبان بصیرت گذرے ہیں۔ اس دروغگوئی کو وہ سفید جھوٹ نہیں سمجھے۔ جو غلط فہمی سے آپ سمجھے ہیں۔ بلکہ اسے شعبہ تدبیر سے تعبیر کرتے ہیں۔ جسے موجودہ زمانے والے پالیسی بتلاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو زرقانی کی یہ فیصلہ کن عبارت:-

حکی مکی ومحمد بن عبد الواحد اصل الخداع اظهار امر واخفاء خلافه وفیه التحریص علی اخذ الحذر فی الحرب والندب الی خداع الکفار وان لم یتیقظ لذالك لم یامن ان ینعکس الامر علیه قال النووی اتفقوا علی جوازه

مکی اور محمد بن عبد الواحد کہتے ہیں کہ اصل خدع اصل امر کا مخفی کرنا اور اسکے خلاف ظاہر کرنے کو کہتے ہیں اور اس سے مقصود حیلہائے کفار کا جواب دینا اور ان میں خوف حرب پیدا کرنا ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر وہ حیلہ کی اصلیت سے آگاہ نہ ہوئے تو اس کے مخالف نتائج سے ہرگز محفوظ نہیں رہ سکتے۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ مسئلہ خدعہ متفق علیہ ہے

شبلی صاحب کی اس دروغگوئی قائم کرنیکی حقیقت اسکی صحت اور جواز ہم اوپر بھی لکھ آئے ہین اور پھر اس موقع خاص کی دروغگوئی کی صحت وحقیقت بھی اکابر محدثین خصوصاً شارحین صحیحین کے اسناد سے حاشیہ مین لکھدیتے ہین۔ اس لئے کہ اسکو اصل کتاب مین مندرج کرنا سلسلۂ بیان مین فصل پیدا کردیتا۔

فرار کفار کی دوسری وجہ

لشکر کفار کے جلد نکلجانیکی وجہ اول تو ہم بیان کرچکے۔ اب ہم دوسری وجہ بھی شبلی ہی صاحب کی زبانی لکھکر بتلاتے ہین۔ موسم کی سختی۔ محاصرہ کا امتداد۔ آندھی کا زور۔ رسد کی قلت۔ یہود کی علٰحدگی۔ یہ تمام اسباب ایسے جمع ہوگئے تھے کہ قریش کے پائے ثبات لغزش مین آگئے تھے۔ ابوسفیان نے فوج سے کہا رسد ہوچکی۔ موسم کا یہ حال ہے۔ یہود نے ساتھ چھوڑدیا۔ اب محاصرہ بیکار ہے یہ کہکر طبل رحیل بجنے کا حکم دیا۔ غطفان بھی اسکے ساتھ روانہ ہوگئے۔ بنو قریظہ بھی محاصرہ چھوڑکر اپنے قلعون مین چلے آئے اور مدینہ کا افق ۲۰-۲۳ دن تک غبار آلود رہکر صاف ہوگیا۔ سیرۃ النبی ص ۴۱۷

حذیفہ بن یمان کی محاسن خدمات

شبلی صاحب نے اشارون مین بات کردی اور الگ ہوگئے۔ تفصیلی کیفیت یہ ہے۔ محدث شیرازی لکھتے ہین۔ یہ مسلم ہے کہ مقابلہ والے دن بلکہ اوسکی ایک رات پہلے ہی سے دن رات لگاتار طوفانی ہوا چل رہی تھی اور سردی بھی برابر بڑی شدت کے ساتھ قائم تھی۔ کفار کی ہزیمت کے بعد شام ہوگئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ رات گئے نماز پڑھی اور اصحاب کو یہ کہکر پکارا کہ جو کوئی شخص اسوقت لشکر مخالف مین جاکر اونکے جانیکی خبر لائے وہ بہشت مین حضرت ابراہیم کا رفیق ہوگا۔ کسی طرف سے کوئی آواز نہین آئی۔ دوسری بار آپنے یون ارشاد فرمایا کہ جو کوئی فوج کفار اونکے احوال دریافت کرآئے وہ بہشت مین میرا رفیق ہوگا۔ اس پر بھی کسی طرف سے آواز نہ آئی۔ اسکے بعد حضرت حذیفہ بیان کرتے ہین کہ آپنے میرا خاص نام لیکر پکارا۔ تو مین سردی سے کانپتا ہوا آپ کیخدمت مین حاضر ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم نے میری آواز سُنی تھی۔ مین نے عرض کی ہان سُنی تھی لیکن بھوک اور سردی کی شدت سے حاضر نہو سکا۔ یہ سنکر آپ نے دست اقدس میرے سرپر مس فرمایا اور ارشاد کیا کہ براہ راست یہان سے لشکر گاہ کفار مین چلے جاؤ اور دیکھو تو وہ کیا کررہے ہین اور اب اونکا کیا ارادہ ہے لیکن اونپر ہاتھ نہ اوٹھانا اور نہ کسی کو قتل کرنا۔ مین نے عرض کی کہین وہ مجھے قید نہ کرلین۔ آپ نے فرمایا نہین وہ تمہین اسیر نہین کرسکتے۔ یہ کہکر آپ نے میرے حق مین یہ دعا فرمائی۔

حاشیہ صفحہ گذشتہ الکفار فی الحرب کیف ما امکن الا ان یکون فیہ نقض عہد او امان فلا یجوز قال ابن العربی ویقع الخداع بالتعریض والکمین ونحو ذلک وفی الاحادیث الاشارۃ الی استعمال الرای فی الحرب بل الاحتیاج الیہ آکد من الشجاعۃ ولذا اقتصر علی ما یشیر الیہ بہذا الحدیث وہو کقولہ الحج عرفۃ قال ابن المنیر معنی الحرب خدعۃ ان الحرب الجیدۃ لصاحبہا الکاملۃ فی مقصودہا انما ہی المخادعۃ لا المواجہۃ وذلک لخطر المواجہۃ وحصول الظفر مع المخادعۃ بغیر خطر زرقانی جلد دوم ص ۱۳۵

اور کفار کے ساتھ موقع جنگ مین جائز ہے ایسی حالت مین کہ جبکہ کوئی صورت امکان باقی نہ رہے۔ اور اوس خدعہ سے نقض امان یا خلاف عہد وپیمان ہوتا ہو تو جائز نہین ہے۔ ابن عربی کا قول ہے۔ خدعے مخالف کو جواب۔ سراغ کمین اور ایسی دیگر ضروریات مین واقع ہوتے ہین اور اسی کی نسبت حدیث مین اشارہ ہے اور وہ صرف حکم جدائے نہین ہے۔ بلکہ اسکی پوری احتیاج وضرورت اظہار شجاعت سے زیادہ تاکید بتلائی گئی ہے اسلئے مختصر طور پر اس قول مین اشارہ ہے کہ حج عرفہ ہے۔ ابن منیر تحریر کرتے ہین کہ جنگ حقیقتاً خدعہ ہے۔ اسکے معنی یہ ہین کہ جنگ بالمقابلہ صاحب جنگ کی کوشش کاملہ بالمواجہہ ہے۔ نہ یا لمخادعہ۔ اور جنگ بالمخادعہ عمدہ ترکیب ہے۔ جو بلا مقابلہ اور بے خطر کے حصول ظفر و نتیجیابی کا ذریعہ ثابت ہو۔

المولف الاحقر
سید اولاد حیدر

اللّٰھم احفظه من بین یدیه ومن خلفه وعن یمینه وعن شماله ومن فوقه ومن تحته	پروردگارا اسکی سامنے سے۔ پشت سے۔ داہنے سے۔ بائین سے۔ اوپر سے اور نیچے سے اسکی حفاظت فرما۔ اور محفوظ رکھ۔

حذیفہ کا بیان ہے کہ اس دعا کے بعد پھر مجھے سردی اور بھوک کی شدت محسوس نہوئی۔ اور نہ خوف و دہشت معلوم ہوئی۔ مین نے سلاح جنگ پہنی اور لشکر قریش مین جا پہونچا۔ وہان پہنچکر ہوا کی تیزی یہان سے اور زیادہ معلوم ہوئی۔ اور ایسی کہ خیمہ کی طنابین اوکھاڑ کے پھینکے دیتی تھی اور چولہون سے پتیلی اور دیگچے اولٹے دیتی تھی۔ ابو سفیان کا یہ عالم تھا کہ بار بار خیمہ سے کانپتا ہوا باہر آتا تھا اور آگ کے پاس بیٹھکر تھوڑی دیر تک گرم ہوتا تھا اور پھر خیمہ مین جا کر پڑ رہتا تھا۔ پھر نکلتا تھا اور ایسا ہی کرتا تھا۔ تاہم سردی سے تسکین نہوتی تھی۔ تمام فوج آگ کے پاس جمع تھی گویا تمام عرب بت پرست سے آتش پرست ہوگیا تھا لیکن باایں ہمہ کسیکی جان مین جان نہ تھی۔ ابوسفیان نے خیمہ سے نکل کر حکم دیا کہ ہر شخص اپنے رفیق کو باہم لپٹا کر آگ کے پاس بیٹھے کہ بدن کی اور آگ کی گرمی ملکر خوب گرم ہو جائے۔

حذیفہ کہتے ہین کہ مین بھی یہ حکم سنکر ایک جماعت مین ملکر بیٹھ رہا۔ اور جو شخص میرے پہلو مین تھا اوسکو لپٹا لیا نام و نسب پوچھا تو اوس نے کہا کہ مین قبیلہ ہوازن سے ہون۔ مین نے اپنے دلمین قصد کیا کہ ابوسفیان کو تیر لگا کر ٹھنڈا کر دون لیکن مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم امتناعی کا خیال آگیا اور مین اپنے قصد سے باز رہا۔ ابوسفیان کی یہ ترکیب بھی کارگر نہوئی اور فوج کو سردی سے تسکین نہوئی۔ بلکہ جیون جیون رات بڑھتی گئی سردی بھی بڑھتی گئی۔ اور سردی کیساتھ ہوا بھی تیز و تند ہوتی گئی۔ اب تو یہ نوبت پہونچی کہ سانس کالینا اور منہ سے بولنا دشوار ہوگیا۔ بالآخر ابوسفیان نے دیگر سرداران لشکر سے باہم مشورت کر کے لشکر مین اعلان کر دیا کہ اب یہان ٹھہرنا محض بیکار ہے ٹھہرنے مین انسان اور جانور دونون کی جانون کا نقصان ہے۔ اگر تھوڑی دیر یہان اور مقیم رہے تو سب کے سب یہین ڈھیر ہو کر رہجائینگے اسلئے فوراً بار کرکے کوچ کر دو۔ اب ٹھہر کے کیا کروگے۔ یہودیون نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا۔ بنی قریظہ اپنے اپنے گھر بیٹھ رہے۔ اس حکم کے سنتے ہی لشکر مین کوچ کا شور برپا ہوگیا۔ اور نصف شب جاتے جاتے کفار کے لشکر نے میدان جنگ کو خالی کر دیا۔

حضرت حذیفہ بیان کرتے ہین کہ اس کے بعد مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین حاضری کے قصد سے واپس چلا راستہ مین مجھے کچھ لوگ سفید عمامے باندھے ملے۔ اور ان لوگون نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا کہ اپنے سردار سے جا کر کہدو کہ خداوند عالم نے دشمنون سے تمھاری مدد فرمائی۔ اور تم کو محفوظ رکھا۔ حذیفہ کہتے ہین جسوقت خدمت اقدس مین حاضر ہوا۔ تو آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ فارغ ہوئے تو مین نے مژدہ سنایا۔ یہ مژدہ مسرت افزا سنکر آپ خندان ہوئے اور اتنا کہ مین نے آپکے دندان مبارک کی زیارت کر لی۔ ارشاد ہوا کہ رستہ مین جن لوگون نے تمھین بشارت دی تھی وہ خدا کے فرشتے تھے جو نصرت اسلام کے لئے بھیجے گئے تھے۔ روضۃ الاحباب ص ۲۳۱

قرآن مجید مین یون تفصیل مندرج ہے:۔

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ اِذْ جَآءَتْکُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا (احزاب)	مسلمانون خدا کے احسان کو یاد کرو جبکہ تم پر فوجین آپڑین تو ہم نے اُن پر آندھی بھیجی اور وہ فوجین بھیجین جو تم کو دکھائی نہین دیتی تھین۔

غزوہ بنی قریظہ

۲۴ ذی الحج ۵ ہجری

غزوہ بنی قریظہ — محدث شیرازی حضرت ابن عباس کی اسناد سے لکھتے ہیں کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دستور تھا کہ جب آپ سفر سے واپس آتے تھے تو سب سے پہلے حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے پاس تشریف لیجاتے تھے۔ ۲۳ ذی قعدہ کو خندق کی فتح ہوئی۔ ۲۴ کو آپ مع الخیر مدینہ میں واپس آکر حسب معمول حضرت فاطمہ کے دیکھنے کو تشریف لیگئے۔ سلاح جنگ اوتاری اور جناب سیدہ اپنے پدر عالیمقدار کے چہرے اور پوشاک سے گرد و غبار پاک کرنے لگیں۔

ابھی حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مونہہ ہاتھ دہو کر فارغ بھی نہیں ہوئے تھے کہ بنو قریظہ کی تنبیہ و تادیب کا حکم نازل ہوا۔ حضرت جبرئیل نے عرض کی کہ آپ نے سلاح جنگ اوتار دی۔ حالانکہ ملائکہ کی فوج ابھی ویسے ہی مسلح ہے (زرقانی و بخاری) یہ حکم سنتے ہی آپ نے پھر سلاح جنگ آراستہ کرلی اور ہتھیار لگاکر باہر تشریف لائے اور تمام اہل اسلام کو حکم دیا ارکبوا یا خیل اللہ اے لشکر خدا کے لوگو سوار ہو جاؤ۔

جناب علی مرتضیٰ اور یہود کی سخت کلامی — حکم کی دیر تھی۔ مجاہدین اسلام پھر کمر بستہ ہوکر طیار ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ کو علمدار و سردار لشکر بنا کر فوج اسلامی کے ساتھ آگے روانہ کردیا۔ اور بقیہ فوج اسلامی لیکر آپ عقب سے روانہ ہوئے۔

حضرت علی مرتضیٰ نے بنی قریظہ کے قلعوں کے سامنے اکثر اسلام کا علم نصب کردیا۔ یہ دیکھکر یہود قلعہ کی فصیلوں پر نکل آئے اور فوج اسلامی کو دیکھکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں کلمات ناسزا کہنے لگے حضرت علی مرتضیٰ اونکی زبان درازیوں کو سنتے تھے لیکن جہاد کا اذن تو تھا ہی نہیں۔ بالکل خموش تھے۔ مگر جب تحمل کی طاقت نہ رہی تو آپ وہاں سے اذن جہاد لینے کیلئے واپس ہوئے راہ ہی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہوگئی۔ طبری میں ہے

فسار علیا حتی اذا دنا من الحصون سمع منہا مقالۃ قبیحۃ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منہم فرجع حتی لقیہ بالطریق فقال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا علیك لا تدنوا من ھؤلاء الاخابث قال لم اظنك سمعت منہم لی اذی قال نعم یا رسول اللہ فقال لو ادنی لم یقولوا من ذلك شیئا ابن ہشام ص۱۰۲ و طبری ص۱۴۸۷

حضرت علی مرتضیٰ جب اون کے قلعوں کے قریب پہونچے تو ان لوگوں نے کلمات قبیح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں کہے حضرت علی سے تحمل نہ ہوسکا تو آپ وہاں سے لوٹے۔ رستہ ہی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مل گئے۔ حضرت علی نے عرض کی کہ مصلحت وقت یہی ہے کہ آپ اس خبیث قوم کے پاس خود تشریف نہلیجائیں۔ آپنے فرمایا کیوں ؟ کیا اون لوگوں سے تم نے میری نسبت کچھہ کلمات بد سُنے ہیں۔ حضرت علی بولے جی ہاں۔ ارشاد ہوا کہ جب میں اون کے سامنے جا کھڑا ہوں گا تو پھر وہ ایک کلمہ بھی اپنی زبان سے نہ نکال سکیں گے۔

الغرض لشکر اسلامی نے بڑی استحکامی سے حصار بنی قریظہ کا محاصرہ کرلیا۔ اور اونکی فراہمی ضروریات کی تمام راہیں مسدود کردیں ایک مہینہ کے قریب تک محاصرہ قائم رہا۔ اس درمیان میں بنی قریظہ نے بیرونی امداد کے حصول کیلئے بہت ہاتھ پاؤں مارے اور

حی بن اخطب جو اسوقت تک بنی قریظہ کے ہمراہ تھا۔ وہ بھی اپنے کاغذی گھوڑے ادہر ادہر برابر دوڑاتا رہا لیکن کچھ مفید کار نہوا۔ اسلام کی مخالفت مین کسی قوم وقبیلہ کا طیار ہوجانا اب بہت دشوار تھا۔ ان خراب حالتون پر بھی یہودیکہ بنی قریظہ اپنی فطرتی شرارتون سے باز نہ آتے تھے۔ ایک دن انکی ایک شریر عورت نے ایک مسلمان انصاری خلاد اش نامی کے سر پر تاک کر بھاری پتھر گرادیا کہ وہ غریب وہین کچل کر رہ گیا۔ لیکن رحمت عالم نے ان مظالم پر صبر فرمایا اور کسی فوری تنبیہ وتادیب کا قصد نہین کیا۔

اسلام نے یہودان بنی قریظہ کے ساتھ ابتدا ہی سے خاص رعایت ملحوظ رکھی تھی جسطرح بنی النضیر آل ہارون ہونیکے دعویدار تھے اوسی طرح بنی قریظہ اپنا نسب نامہ حضرت شعیب سے ملاتے تھے۔ اس لئے باعتبار قومیت کے وہ بنی النضیر سے زیادہ قدیم تھے لیکن باوجود دعوی شرافت کے۔ ان لوگون سے کوئی شریفانہ عمل نظر نہین آئے۔ بلکہ بجائے اسکے وہ بدعہد۔ بدخلق۔ بدکار اور محسن کش قوم ثابت ہوئے۔

اوپر بیان ہوچکا ہے کہ مدینہ مین ظہور اسلام کے وقت ہی تمام یہودیون نے ملکر اسلام کے ساتھ معاہدے لکھدیئے تھے کہ بلا خیال اختلاف مذہب مسلمان اور یہود ایک قوم واحد کی صورت مین ایک دوسرے کے شریک ومددگار رہا کرینگے۔ اس بنا پر اسلام نے انکے ساتھ آزاد قوم کے ایسے معاملات قائم رکھے۔ اور انکو مراسم مذہبی کی ادا کاریون مین پوری آزادی عطا فرمائی۔ لیکن بنی قریظہ نے بدر ہی سے خلاف عہدی شروع کردی اور سلاح جنگ سے قریش کی مدد کی تھی اور یہ بات جنگ بدر کے بعد فوراً کھل بھی گئی تھی۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حسن اخلاق سے کبھی اسکا ذکر بھی نہ کیا۔ جنگ بدر کے بعد ہی سے یہودیون کے خیالات مین اسلام کی طرف سے اتفاق واتحاد کی جگہ نفاق وفساد اور محبت ومساوات کے عوض رشک وحسد پیدا ہوگیا۔ پھر قریش نے ان لوگون پر سازش کے جال پھیلائے اور یہ سب کے سب اونکے دام فریب مین آگئے۔ اور استیصال اسلام پر طیار ہوگئے۔

بنی قینقاع کی سزا وتنبیہ کے بعد جب بنی نضیر کی سزا دہی کی نوبت پہونچی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے انھین سے ابتدا کی سعد بن معاذ انکے معاملات مین خاص طور پر ساعی ہوئے۔ اسلئے کہ بنی قریظہ کے حلیف تھے۔ کچھ آج سے نہین بلکہ زمانہ جہالت کے اوسوقت سے جب انصار مین خانہ جنگیان جاری تھین۔ اوسیوقت سے بنی قریظہ انکا جانبدار تھا۔ عرب مین حلیف ہونیکا تعلق نسبی تعلقات سے کم اہمیت نہین رکھتا تھا۔ اس بنا پر سعد بن معاذ نے انکے معاملات مین پیش پیش ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انکے معاملات مین مصالحت پر رضامند کرلیا۔ اور ان سب نے بکمال رضا ورغبت تجدید معاہدہ کردی۔ چنانچہ صحیح مسلم مین تحریر ہے۔

فاجلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی النضیر و اقر قریظة ومنّ علیهم	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نضیر کو جلا وطن فرمادیا اور بنی قریظہ کو رہنے دیا اور ان پر احسان خاص کیا۔

اس احسان کا یہ جواب تھا کہ حی بن اخطب کی ذراسی بھڑکی مین آکر قریش کے ساتھ مدینہ پر حملہ آور ہوئے اور یہ نہ سوچا کہ صلحنامہ جدید پر دستخط کئے ابھی کے دن ہوئے ہین۔ غزوہ خندق سے شکست کھاکر لوٹے تو حی بن اخطب کو ایسے سخت ترین دشمن اسلام کو اپنا مہمان بناکر گھر لیتے آئے۔ اور اوسکے ذریعہ سے چار طرف استیصال اسلام کیلئے ریشہ دوانیان کرتے رہے۔ اتنے ناقابل عفو جرائم پر بھی اسلام نے صرف انکے محاصرے سے انکی تنبیہ کی ابتدا کی۔ مقصد یہ تھا کہ اگر وہ مرعوب ہوکر پھر معاہدۂ سابقہ پر آجائینگے۔ تو اسلام کو پھر ان سے کوئی شکایت

باقی نہین رہیگی۔ اور جنگ خندق سے اُنکی ناکامی یقین بھی ایسا ہی دلاتی تھی۔ اور اگر اپنی شامت سے مقابلہ ہی پر آمادہ ہوگئے تو پھر مقابلہ بھی کیا جائیگا اور مقاتلہ بھی۔ لیکن آغاز محاصرہ ہی سے انکے رنگ بیرنگ نظر آنے لگے۔ وہ شکست کھاکر مخاصمت سے خالی کیا ہون گے۔ عداوت و شقاوت سے اور بھر گئے۔ اور فوج اسلامی کے آتے ہی زبان درازیون سے کام لینے لگے۔ جیساکہ اوپر بیان ہوچکا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف اس انتظار مین تاخیر فرماتے رہے اور محاصرہ مین طوالت ہوگئی کہ شاید یہ بدبخت اب بھی اسلام کے ساتھ یکسوئی کی راہ پر آجائین۔ لیکن وہ راہ پر کیا آئین گے اور گمراہ ہوتے چلے گئے۔ خلاش کے شہید کردیے جانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انکی طرف سے بالکل مایوسی ہوگئی۔ تو بالآخر آئین جنگ کے مطابق محاصرے مین سختی سے کام لیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہر طرف سے مایوس و مجبور ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تصفیہ کے خواہان ہوئے۔ آپ ان غدّارونکی مفسد طبیعتون سے خوب واقف ہوچکے تھے اور انکی فتنہ انگیز حرکتون کا متواتر تجربہ اوٹھاچکے تھے۔ اس بناپر خود تصفیہ کرنے سے انکار کردیا۔ اور کہلا بھیجا کہ مین تصفیہ کرنے پر راضی تو ضرور ہون۔ لیکن مین خود تصفیہ نہین کرون گا۔ تمہین اپنی طرف سے کسی کو حکم کردو۔ جو وہ تصفیہ کردے اوس پر ہم تم دونون راضی ہوجائین۔ بنی قریظہ نے قبول کرلیا۔ اور اپنے قدیم تعلقات کی بناپر سعد بن معاذ کو حکم مقرر کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی سعد کی تحکیم کو منظور فرمالیا۔

سعد بن معاذ کی تحکیم — یہ معلوم ہوچکا ہے کہ سعد بن معاذ خندق کی لڑائی مین تیر سے سخت زخمی ہوگئے تھے۔ اسلئے اسوقت لشکر اسلام مین موجود نہ تھے قبیلہ اوس کے چند آدمی خود اونکے لانے کے لئے مدینہ گئے اور ایک گدھے پر سوار کرکے اونکو اپنے ہمراہ لیتے آئے۔

بنی قریظہ کے ہواخواہ دیتہ تک دوڑ گئے۔ اور خود بھی اور قبیلہ اوس کے چند لوگون کو اپنا ہمزبان بناکر سعد سے روابط سابقہ کی بناپر فیصلہ مین رعایت و نرمی کیلئے عرض معروض کرنے لگے لیکن ان کے متواتر اصرار کے مقابلہ مین سعد کا ایک ہی جواب تھا۔ زرقانی لکھتے ہین۔

فلمّا اکثروا علیہ قال لقد ان لسعد ان لاّ تاخذہ فی اللہ لومۃ لائم ص ۱۵۵ ج دوم	جب کثرت سے ان لوگون نے اونکو گھیر لیا تو سعد بولے کہ سعد کے لئے وہ وقت آلگا ہے کہ وہ راہ خدا مین کسی طعنہ زن کی طعن و تشنیع کی پروا نہ کرے۔

ایسے صاف اور بیلوث جواب سے سائلین کو مایوسی ہوگئی۔ پھر کسیکو آیندہ عرض و معروض کی جرأت نہوئی۔ لشکر گاہ اسلامی کچھ دور نہ تھی۔ سعد آرام و اطمینان سے خدمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مین حاضر ہوئے۔ قریظہ کے نمایندگان جو معاملات کے طے کرنیکے لئے حاضر دربار تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکو مخاطب کرکے کہا قوموا الی سیدکم اپنے سردار کی تعظیم کیلئے اوٹھو۔

الغرض سعد کو لوگ ہاتھون ہاتھ سواری سے اوتار کر آہستہ آہستہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے۔ اور آپ نے نمایندگان بنی قریظہ کے سامنے صورت حال ارشاد کی۔ بنی قریظہ کے نمایندے لفظاً لفظاً آپ کی تقریر کو سنتے رہے۔ مزید احتیاط کے خیال سے پھر قریظہ کے لوگون سے پوچھ لیا کہ تم لوگ سعد کو اپنا حکم مقرر کرتے ہو۔ اُنھون نے عرض کی۔ ہان۔ ہمین انکا حکم قبول و منظور ہے۔ یہ سنکر آپنے ارشاد فرمایا کہ مین بھی اسلام کی طرف سے سعد کو حکم مقرر کرتا ہون۔ اس مقام پر یہ بھی ذہن نشین کرلینا چاہیئے کہ جبتک کسی امر مین قرآن مجید کا حکم خاص نازل نہین ہوتا تھا۔ اوسمین احکام توراۃ کے مطابق حکم نافذ ہوتا تھا۔ اس بناپر سعد نے جو کچھ فیصلہ کیا وہ بالکل حکم توریت تھا۔ اور وہ یہ تھا

کہ سعد نے تھوڑے غور و خوض کے بعد طرفین کے مقابلہ مین یہ حکم سنایا کہ یہودان قریظہ کے جنگجو مرد قتل کر دئے جائین۔ اون کے اہل و عیال اسیر ہون۔ اور متاع و مال غنیمت مین لے لئے جائین۔ توراۃ۔ کتاب تثنیہ۔ اصحاح ۲۰۔ آیت ۱۰ مین ہے۔

جب تو کسی شہر مین حملہ کرنے کے لئے جائے تو پہلے صلح کا پیغام دے۔ اگر وہ صلح تسلیم کرین اور تیرے لئے دروازے کھولدین۔ تو جتنے لوگ اون مین موجود ہون وہ سب تیرے غلام ہو جائین گے۔ لیکن اگر صلح نہ کرین تو اونکا محاصرہ کر۔ اور جب تیرا خدا تجھکو اون پر قبضہ دلا دے تو جسقدر مرد ہون سب کو قتل کر دے۔ باقی بچے۔ عورتین۔ جانور اور جو چیزین شہر مین موجود ہون سب تیرے لئے مال غنیمت ہون گے۔

جانبین کو فیصلہ حکم کے ایجاب و تعمیل مین غدر کی کوئی گنجایش نہین تھی تعمیل کی گئی۔ اور چار سو یہودان قریظہ قتل کر دئے گئے۔ یہ اونکی غداری اور فتنہ انگیزی کے نتیجہ تھے۔ جو اپنی آنکھون سے دیکھ رہے تھے اور لب نہ ہلا سکتے تھے۔

یہود کی ایک دلیر عورت عورتین فیصلہ کے مطابق قتل سے مستثنی تھین۔ لیکن وہ عورت جس نے خلاش کو پتھر گرا کر قتل کر دیا تھا مقتول کے قصاص مین واجب القتل تھی۔ یہ بڑی دلیر عورت تھی۔ اپنے حکم کو مقتضائے عدالت سمجھکر اپنے قتل سے ذرا بھی ہراسان نہین تھی۔ شبلی صاحب حضرت عائشہ کی زبانی اسکی داستان قتل یون لکھتے ہین۔

ایک عورت تھی وہ اس قصاص مین ماری گئی تھی کہ اوس نے قلعہ پر سے ایک پتھر گرا کر ایک مسلمان (خلاش) کو قتل کر دیا تھا۔ اس عورت نے جس جرأت و دلیری سے جان دی۔ سنن ابو داؤد مین حسب ذیل حیرت انگیز طریقہ سے مذکور ہے۔ اوسکو معلوم ہو چکا تھا کہ مقتولین کی فہرست مین اوس کا بھی نام ہے۔ قتل گاہ مین مجرم آتے اور عدم کو روانہ ہوتے جاتے تھے۔ ایک ایک کا نام پکارا جا رہا تھا۔ اور یہ ہوش ربا صدا بار بار اوس کے کانون مین آتی تھی لیکن وہ بے تکلف حضرت عائشہ سے باتین کرتی جاتی تھی اور بات بات پر ہنستی جاتی تھی۔ دفعۃً قاتل نے اُسکا نام پکارا۔ وہ بے تکلف اوٹھ کھڑی ہوئی۔ حضرت عائشہ نے پوچھا کہان؟ بولی مین نے ایک جرم کیا تھا۔ اوسکی سزا اوٹھانے جاتی ہون۔ خوشی خوشی قتل گاہ مین آئی اور تلوار کے نیچے سر رکھدیا۔ سیرۃ النبی ص ۳۲۲

اس فیصلہ کے عادلانہ ہونے کی نسبت یہودیون کی تصدیق تمام محدثین و مورخین کا اسکی نسبت اتفاق ہے کہ انحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے سعد کی زبانی یہ فیصلہ سنکر اوسیوقت یہ فرما دیا تھا کہ یہ فیصلہ آسمانی حکم کے موافق ہے۔ اس ارشاد مین اوسی حکم کیطرف اشارت ہے جو اوپر لکھدیا گیا ہے۔ اور انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر منحصر نہین۔ خود یہودیون نے بھی اسکا اعتراف کیا ہے۔ جو کلمات اون کے منھ سے نکلے وہ ثابت کر رہے ہین کہ وہ اس حکم کو حکم خدا کے مطابق سمجھتے تھے۔ چنانچہ حی بن اخطب جسکی فتنہ انگیزیون نے قریظہ کو یہ برے دن دکھلائے تھے قتل گاہ مین لایا گیا تو اوس کی زبان پر یہ فقرے جاری تھے۔

اما و اللہ ما لمت نفسی فی عداوتک و لکنہ من یخذل اللہ یخذل	ہان خدا کی قسم مجھکو اسکا افسوس نہین کہ مین نے تیرے ساتھ کیون عداوت کی لیکن بات یہ ہے کہ جو شخص خدا کو چھوڑ دیتا ہے۔ خدا بھی اوسکو چھوڑ دیتا ہے۔

پھر لوگون کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

ایھا الناس انہ لا باس با مر اللہ کتاب وقدر و	لوگو خدا کے حکم کی تعمیل مین کچھ مضائقہ نہین۔ یہ لکھا ہوا تھا یہ ایک سزا تھی

ملحمۃ کتبھا اللہ علی بنی اسرائیل | جو خدا نے بنی اسرائیل کے لئے پہلے ہی لکھدی تھی

علامہ بلاذری لکھتے ہین کہ حی بن اخطب کو قانون فطرت کے مطابق موت کے وقت بنی قریظہ کے افعال ذمیمہ کے ساتھ اپنی کرتوت بھی تو پیش نظر تھی۔ اور وہ یہ تھی کہ واقعہ بنی نضیر مین خارج البلد ہونیکے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خاص طور پر معاہدہ کرچکا تھا کہ آج سے وہ اسلام کی مخالفت مین کسی قوم وقبیلہ کی حمایت نہین کریگا اس اقرار پر وہ خدا کو ضامن دے چکا تھا لیکن اسکے خلاف اسوقت تک جو جو اس نے کیا تھا۔ جنگ خندق مین قریش سے جاملا۔ بنی قریظہ سے اسلام کا معاہدۂ صلح تڑوانا۔ اور خود بذات شریک جنگ رہنا سب اسوقت اسکی آنکھون کے سامنے گھوم رہا تھا۔ اور حقیقت حال اس کی زبان سے کہلوا رہا تھا۔

لیکن واہ رے۔ عیسائیون کی متعصبانہ بے بصیرتی اور مغویانہ کوتہ فہمی۔ بقولیکہ مدعی سست گواہ چست یہودیون کو تو اپنی سزا کی نسبت کوئی عذر وکلام نہوا۔ اور وہ اسکو عدالت خداوندی کا مقتضا سمجھے۔ لیکن عیسائی تعصب ونفسانیت کی بنا پر سزائے بنی قریظہ کو اسلام کا سخت ظلم وجور قرار دیکر خواہ مخواہ چیخ اٹھے۔ اور اپنے مغویانہ طریقہ بیان سے اسمین اعتراض کے نئے نئے پہلو نکالے عیسائیون کے قدیم اعتراضات کا تو ہزارون بار جواب ہوچکا ہے اور آجتک دیا جاتا ہے۔ لیکن زمانہ حال کے جدید عیسائی محقق مسٹر مارگیولوس کو اسکے متعلق اعتراض مین کوئی جدت کا پہلو نہ ملا تو کہنے لگے کہ سعد بن معاذ کو جنگ خندق مین ایک یہود قرظی نے تیر مار کر زخمی کیا تھا۔ ایسا سخت حکم اوسکا قصاص تھا۔ باوجود اپنی دعوی عربی دانی اور کتب اسلامی کی ورق گردانی کے ابھی تک مسٹر مارگیولوس کو اتنا نہ معلوم ہوسکا کہ سعد کا قاتل قرظی تھا یا قرشی۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم مین تصریح تام کے ساتھ تصریح تومیت بھی درج ہے وھو ابن العرقۃ القرشی وہ ابن عرقہ قریشی تھا سعد کے قاتل کا نام ابن عرقہ قریشی تھا۔

سزائے قریظہ اصول قصاص کے مطابق تھی

عیسائی معترضین اگر حقیقتاً انصاف پسند ہوتے تو حکم سزا کو سخت قرار دینے سے پہلے مجرمین کی فرد جرم پڑھ لیتے۔ اور اونکے جرائم کی اہمیت پر غور کرلیتے۔ تب کچھ لکھنے کی جرأت کرتے۔ شبلی صاحب نے مجرمان بنی قریظہ کی جو فرد جرم بنائی ہے وہ انکے تمام ناقابل عفو جرائم کی مکمل اور مفصل فہرست ہے۔ اور حقیقتاً اس سے اچھی فہرست مرتب ہونا دشوار ہے۔ ہم اوسی کی نقل کو کافی سمجھکر حسب ذیل درج کرتے ہین۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ مین آکر ان کے (قریظہ کے) ساتھ دوستانہ معاہدہ کیا۔ جس مین انکو پوری مذہبی آزادی دی گئی۔ اور انکی جان ومال کی حفاظت کا اقرار کیا گیا۔

(۲) بنو قریظہ رتبہ مین بنو نضیر سے کم تھے۔ یعنی بنو نضیر کا کوئی آدمی قریظہ کے کسی آدمی کو قتل کر دیتا تھا تو اوسکو صرف آدھا خون بہا دینا ہوتا تھا۔ بخلاف اسکے بنو قریظہ پورا خون بہا ادا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی قریظہ پر یہ احسان کیا کہ اونکا درجہ بنو نضیر کے برابر کردیا (بحوالہ ابوداؤد احکام دیت)

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی نضیر کی جلاوطنی کے وقت بنو قریظہ سے دوبارہ تجدید معاہدہ کی۔

(۴) باوجود ان باتون کی عہد شکنی کی اور جنگ خندق مین شریک ہوئے۔

(۵) ازواج مطہرات قلعہ مین حفاظت کے لئے بھیجدی گئین تھین۔ اون پر جاکر حملہ کرنا چاہا۔
(۶) حیّ بن اخطب جو بغاوت کے جرم مین جلاوطن کردیا گیا تھا۔ اور جس نے تمام عرب کو برانگیختہ کرکے جنگ احزاب قائم کی تھی۔ اوسکو اپنے ساتھ لائے۔ جو آتش جنگ کی اشتعال کا دیباچہ تھا۔» ان حالات کے ساتھ بنو قریظہ کے ساتھ اور کیا سلوک کیا جاسکتا تھا۔ سیرۃ النبی ص ۳۲۱

افسوس ہے، کہ عیسائی متعصبین حکم سزا کے ساتھ مجرمین کے فرد جرم کا مطالعہ نہین کرلیتے۔ کیا یوروپ مین انصاف پسندی کے یہی اصول قائم کئے گئے ہین کہ صرف حکم کے الفاظ سے بحث کیجائے اور توجیہات حکم پر نظر نہ ڈالی جائے۔ اگر ہم اونکے اسی یکجہتانہ اور محض منویانہ قول کو بنو قریظہ کے معاملہ مین اسلام نے بڑی سختی سے کام لیا۔ تھوڑی دیر کیلئے بفرض محال اگر مان بھی لین تو اسکے جواب مین ہم یہین کہین گے۔ کہ اسلام کا یہ فیصلہ حکم توریت کے بالکل مطابق تھا۔ وہ یہودی تھے۔ اونکی الہامی کتاب توریت تھی۔ جن جرائم کے وہ مرتکب ہوئے تھے۔ اونکی سزا توریت مین یہی تھی جو اون کو دی گئی۔ اور اسی لئے مجرمین نے اسمین کوئی غدر و کلام نہین کیا۔ جیساکہ اونکے اصل قول و اعتراف سے ہم اوپر ثابت کرآئے ہین۔

اگر اس سے بھی متعصبین یوروپ کی تشفی نہو تو ہم اونکو یاد دلاتے ہین کہ بنو قریظہ حضرت شعیب نبی اللہ کی اولاد تھے۔ جو حضرت موسیٰ کے خسر تھے۔ ارباب سیر و تاریخ کے مشاہدات سے ثابت ہے کہ حضرت شعیب کی اولاد عرب کے علاقہ مدین مین آباد تھی۔ اور مدیان کے نام سے توریت مین تمام مذکور ہے۔ یہ امور پہلے ذہن نشین کرلینا چاہئے تب دیکھنا چاہئے کہ حضرت موسیٰ نے باوجود اتنی قرابت کے انکے ساتھ کیا سلوک قائم کئے۔ توریت۔ کتاب الاعداد۔ باب ۳۱ از آیت ۶ تا ۳۵ مین ہے۔

بنو قریظہ کے معاملات مین اسلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ رعایت کی

> بنی اسرائیل نے مدیان کی عورتون اور اون کے بچّون کو اسیر کیا۔ اون کے مویشی۔ بھیڑ بکری اور مال و اسباب سب کچھ لوٹ لیا۔ اور اون کے سارے شہرون کو جن مین وے رہتے تھے۔ اور اونکے تمام قلعون کو پھونک دیا۔ موسیٰ اون پر غصّہ ہوا۔ کہ کیا تم نے اون کی سب عورتون کو جیتا رکھا۔ اونکے تمام بچّون کو جو نادان ہین قتل کرڈالو۔ اسی طرح ایسی ہر ایک عورت کو جو مرد کی صحبت سے واقف ہوچکی ہے۔ قتل کرڈالو۔ لیکن وہ لڑکیان جو مردون کی صحبت سے واقف نہین ہوئین اونکو اپنے لئے زندہ رکھو۔

محققین یوروپ توریت کھول کر دیکھ لین کہ حضرت موسیٰ خود اپنے وقت مین بنی قریظہ کے اسلاف کے ساتھ کیا کرچکے ہین اور اون کو اونکی غداری اور کفر کرداری کی کیا سزا دیچکے ہین۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ کے حکم کو حضرت محمد حبیب اللہ کے حکم سے مقابلہ کرین تو اون کو معلوم ہوجائے گا کہ حضرت موسیٰ کے حکم کے مقابلہ مین رحمۃ للعالمین اور اشرف المرسلین کا حکم زیادہ نرم اور ملائم تھا۔ رحمت عالم کے حکم مین قتل و قصاص سے عورتین اور بچّے بالکل مستثنیٰ تھے۔ حضرت موسیٰ کے حکم مین تاکید تھی کہ بیاہی عورتین اور نادان بچے ضرور قتل کردئے جائین۔ کیا ان احکام توریت کے معاینہ کے بعد بھی عیسائی متعصبین کو اپنی منویانہ عالم فریبیون پر اصرار رہیگا۔ اگر حقیقتاً رہے گا تو یہ اونکی کور چشمی اور سیہ قلبی کا روشن ثبوت ہوگا۔

آخر بحث مین ہمکو یہ بھی لکھکر دکھلا دینا نہایت ضروری ہے کہ حضرت موسیٰ کے حکم سابق مین مجرمین کی جماعت مین کسی کے استثنا کا حکم نہین تھا اوسیطرح سعد کے فیصلہ حال نے بھی حکم سزا مین کسی فرد واحد کو مستثنی نہین کیا تھا لیکن تاہم اوس خلق مجسم اور رحمت عالم روحی فداہ نے اپنے خلق عظیم سے زبیر یہودی کی مع اوسکے اہل و عیال کی جان بخشی کا حکم دیا۔ اور رفاعہ بن شمویل کو اپنی مرحمت خاص سے رہا فرما دیا۔ صلوا علیہ و آلہ

ریحانہ کا غلط واقعہ

ریحانہ کو بعض مورخین بنی نضیر کی عورت بتلاتے ہین اور بعض قرظی۔ تحقیق یہ ہے کہ یہ بنی نضیر کے قبیلہ یہود سے تھی اور بنی قریظہ مین ایک شخص یہود حکیم قرظی نامی سے بیاہی تھی۔ اسکا شوہر قتل کر دیا گیا تھا۔ یہ اسیر ہوکر لشکر اسلام مین آئی۔ انحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس سے عقد کر لیا۔ زرقانی مین اسکی پوری کیفیت ان الفاظ مین درج

فتزوّجھا بعد ان اسلمت اصدقھا اثنی عشرۃ اوقیہ واعرس بھا فی المحرّم سنہ ست فی بیت سلمی بنت قیس النجاریّۃ وضرب علیھا الحجاب فغارت علیہ غیرۃ شدیدۃ فطلّقھا تطلیقۃ فشق علیھا واکثرت البکاء فراجعھا ولم تزل عندہ حتی ماتت راجعۃ من حجۃ الوداع سنۃ عشر ودفنھا بالبقیع ذکرہ الواقدی وابن سعد وغیرھما جلد دوم ص ۱۵۰

انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ریحانہ کے ساتھ اوسکے اسلام لانے کے بعد نکاح کر لیا۔ اور بارہ اوقیہ (چاندی) اوسکے مہر مین دیا اور محرم سنہ ۶ ہجری مین شرف قرب سے اوسکو مشرف فرمایا اور سلمی بنت قیس نجاریہ انصاریہ کے گھر مین اوسکو پردہ کے ساتھ رکھا۔ ریحانہ کو پردہ مین رہنے سے بڑی غیرت آئی۔ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اوسکی آزادی اور بیحجابی ناگوار خاطر ہوئی۔ آپنے اوسکو طلاق رجعی دیدی۔ طلاق پاکر ریحانہ نے رونا دھونا شروع کر دیا۔ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکی گریہ وزاری پر رحم کرکے پھر اوسکو زوجیت مین لے لیا۔ پھر اوسوقت سے ریحانہ برابر آپ کی خدمت مین حاضر رہین۔ یہانتک کہ سنہ ۱۰ ہجری مین حجۃ الوداع سے جب آپ واپس آئے تو ریحانہ نے انتقال کیا۔ اور بقیع مین مدفون ہوئین۔ اس واقعہ کو واقدی اور ابن سعد وغیرہما نے نقل کیا ہے۔

زرقانی نے مورخین و محدثین کی اس روایت کو بھی لکھا ہے۔ جسمین ریحانہ پر بقاعدہ سبایا انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا متصرف ہونا لکھا ہے اور عیسائی معترضین کا یہی آلہ اعتراض ہے شبلی صاحب اسکی نسبت ایک زبان دراز عیسائی کے حسب ذیل الفاظ اعتراض نقل کرکے یون تنقید فرماتے ہین۔

بانی اسلام جب سات سو مقتولین کی لاشون کے تڑپنے کا تماشا دیکھ چکا۔ تو گھر پر آکر تفریح طبع کے لئے...... لیکن حقیقت یہ ہے کہ سرے سے یہ واقعہ ہی غلط ہے۔ ریحانہ کی حرم مین داخل ہونیکی جسقدر روایتین ہین سب واقدی اور ابن اسحاق سے ماخوذ ہین لیکن واقدی نے بتصریح بیان کیا ہے کہ انحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان سے نکاح کیا تھا۔ ابن سعد نے واقدی سے جو روایت نقل کی ہے اوسمین خود ریحانہ کے یہ الفاظ نقل کئے ہین

فاعتقنی وتزوّج بی	مجھکو آزاد کر دیا اور پھر مجھسے بیاہ کر لیا

حافظ ابن حجر نے اصابہ مین محمد بن الحسن کی تاریخ مدینہ سے یہ روایت نقل کی ہے۔

وکانت ریحانة القرظیة زوج النبي صلی اللہ علیه وسلم تسکنه

ریحانہ قرظیہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ تھیں اس مکان مین رہتی تھیں۔

حافظ ابن مندہ۔ جنکی کتاب طبقات الصحابہ تمام محدثین مابعد کا ماخذ ہے۔ اسمین یہ الفاظ ہین۔

واستری ریحانة من بني قریظة ثم اعتقها فلحقت باهلها واحتجبت وهی عند اهلها

ریحانہ کو گرفتار کیا۔ پھر آزاد کر دیا تو وہ اپنے خاندان مین چلی گئیں اور وہین پردہ نشین ہو کر رہین۔

حافظ ابن حجر اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہین۔

وهذه فائدة جلیلة اغفلها ابن الاثیر

یہ بڑی مفید تحقیق ہے۔ جس سے ابن اثیر نے غفلت کی ہے۔

حافظ ابن مندہ کی عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکو آزاد کر دیا تھا۔ اور وہ اپنے گھر مین جا کر بیویون کی طرح پردہ نشین ہو کر رہین۔ ہمارے نزدیک محقق واقعہ یہی ہے۔ اور اگر مان بھی لیا جائے کہ وہ حرم نبوی مین آئین تب بھی قطعاً وہ منکوحات مین داخل تھین کنیز نہ تھین۔ سیرۃ النبی ص ۳۲۲

ہمکو شبلی صاحب کی مرقومہ بالا تنقید سے۔ تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ پورا اتفاق ہے۔ ریحانہ کی زوجیت کے متعلق جو مختار قائم کیا گیا ہے وہی ہمارا بھی مختار ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ریحانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منکوحات مین تھین نہ مملوکات مین۔ لیکن حافظ ابن مندہ کی روایت سے جسمین یہ تصریح ہے کہ ریحانہ گرفتار کر کے آزاد کر دی گئین اور وہ اپنے خاندان مین واپس جا کر پردہ نشین ہو کر بیٹھ رہین ہمکو اتفاق نہین ہے۔ اسلئے کہ اس سے زوجیت کی حقیقت معلوم نہین ہوتی۔ مبہم طریقہ سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ غایت شفقت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھین آزاد کر دیا اور وہ گھر چلی گئین۔ یہ روایت آپکی پہلی روایتون کے صریح معارض بھی واقع ہوتی ہے۔ جنکو آپ طبقات ابن سعد اور ابن حجر کے اصابہ سے باسناد تاریخ مدینہ محمد بن الحسن لکھ کر ریحانہ کا زوجہ ہونا بیان کر چکے ہین۔

مشکل یہ ہے کہ آپنے ابن حجر کی عبارت سے حافظ ابن مندہ کی صرف روایت نقل کر دی ہے اوسکے رواۃ کی کوئی تفصیل نہین کی۔ جس سے معلوم ہوتا کہ اصول حدیث کے مطابق یہ روایت کیسی ہے۔ ریحانہ کا اسیر ہو کر آزاد کر دیا جانا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محاسن اشفاق اور مکارم اخلاق سے مستبعد نہین۔ لیکن ریحانہ کا گھر جا کر اور ہمیشہ پردہ مین بیٹھ کر اپنی عمر تمام کر دینا خلاف واقع معلوم ہوتا ہے اسلئے کہ رسم حجاب کا یہود کی معاشرت مین داخل ہونا کہین سے ثابت نہین ہے۔ اس بنا پر جو روایت کہ زرقانی سے اوپر لکھی گئی ہے اوسمین بکمال تصریح بیان ہے کہ پردہ مین نہ رہنے کی وجہ سے ایکبار ریحانہ کو طلاق رجعی دی گئی تھی۔ لیکن طلاق کے بعد انھون نے بڑی آہ و فریاد کی تو پھر زوجیت مین لے لیگئین۔ اس بنا پر محض آزادی کے بعد خلاف فطرت و معاشرت انکا پردہ مین رہنا۔ خصوصاً ایسی حالت مین کہ زوجیت سے واسطہ بھی نہین ہوا۔ کسقدر لغو اور بے اصل ہے۔

اس لئے شبلی صاحب نے ریحانہ کے آزاد کر دئے جانے اور گھر جا کر پردے مین بیٹھ رہنے کی جو روایتین لکھی ہین وہ اول تو مبہم ہین۔ اصل ماخذ کے مختصر اقتباسات ہین۔ دوسرے یہ کہ باہم دیگر متعارض ہین۔ اسلئے قابل احتجاج نہین۔ زرقانی

کی وہ روایت جسپر ہم نے اپنا مختار قائم کیا ہے۔ وہ بالکل واضح ہے اور مفصل۔ ریحانہ سے بقاعدہ شرعیہ بعد مسلمہ ہونیکے عقد فرمایا گیا۔ مہر دیاگیا۔ ازواج مطہرات کی طرح پردہ مین رہنے کی تاکید کی گئی۔ چونکہ حجاب انکی معاشرت کے خلاف تھا۔ انھین پسند نہ آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انکی ناپسندیدگی ناگوار گذری۔ اس لئے طلاق رجعی دیگئی۔ پھر انھون نے بالحاح تمام معذرت کی۔ معاف کی گئین اور زوجیت مین لے لیگئین۔ اور اوسدن سے موت کے دن تک سائر ازواج مطہرات کی طرح خدمت مین حاضر رہین حجۃ الوداع سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے۔ تو ریحانہ نے انتقال کیا اور بقیع مین مدفون ہوئین۔

زرقانی نے بھی تاریخون کی غیر مقید روایتون کا ذکر کرکے لکھدیا ہے۔

قال الواقدی بعد ان اخرج من عدۃ طرق انہ تزوجہا وضرب علیہا الحجاب ہذا اثبت عند اہل العلم۔ واقتصر علیہ ابن الاثیر

ص۱۵۵ جلد دوم

واقدی نے اس روایت کو متعدد طریقون سے بیان کرکے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ریحانہ سے عقد کرلیا تھا۔ اور اوسکو پردے مین رکھا تھا۔ اور یہی روایت صاحبان علم کے نزدیک ثابت ترین روایت ہے لیکن ابن اثیر نے اسیقدر لکھا اور تقصیر کی۔

شبلی صاحب نے بھی اسکو تسلیم کیا ہے۔ مگر درجۂ دوم مین رکھا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہین۔

اور اگر یہی مان لیا جائے کہ وہ حرم نبوی مین آئین تب بھی وہ قطعاً منکوحات مین تھین کنیز نہ تھین۔"

حقیقت وہی تھی جو ہم اوپر بیان کرآئے ہین۔ ریحانہ مشکوے رسالت مین داخل ہوئین اور علامہ زرقانی کے مطابق پانچ برس کے بعد ۱۰ سنہ ہجری مین قضائے الٰہی کو لبیک کہکر انتقال فرماگئین اور جنت البقیع مین مدفون ہوئین۔

ایسے صاف اور واضح مشاہدات تاریخی سے بھی اگر عیسائی متعصبین کا اطمینان نہو۔ تو بفرض محال ریحانہ کی کنیزی کے غلط واقعہ کو تسلیم کرکے ہم دکھلائین گے کہ حضرت موسیٰ نے باوجود دعوے قرابت کے زنان خاندان حضرت شعیب سے جو سلوک کیا اوس سے کہین زیادہ پیغمبر اسلام کے سلوک مترحمانہ اور عادلانہ تھے حضرت موسیٰ نے اپنے وقت مین غلبہ پاکر انکی شوہر والیون کو بالکل قتل کروا ڈالا۔ اور کنواری لڑکیون کو فوج کے معمولی سپاہیون کی گرم آغوشیون کے لئے وقف کردیا۔ یہان ان سے کیا کیا گیا؟ بلاامتیاز شوہر دار وغیر شوہر دار انکی تمام عورتین قتل وخون سے محفوظ رکھی گئین اور آئین جنگ کے موافق مقید کرلی گئین۔ ادنمین سے ایک عفیفہ کو جو بیوہ ہوگئی تھین۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجیت کا شرف عنایت فرمایا۔ تو اب اس تقابل وتوازن باہمانہ کو غور سے دیکھکر عدالت پسند اور منصف مزاج حضرات کہدین کہ دونو طریقہائے سلوک مین کون سا طریقہ بدسلوکی۔ بیدردی پر مبنی ثابت ہوتا ہے۔ اور کونسا حسن سلوک اور ہمدردی کے ثبوت دیتا ہے نہین معلوم عیسائی متعصبین کیسے غیرت دار ہین۔ جو اپنی کتب الہامیہ مین ایسے جابرانہ طریقہ سلوک کو گود مین دباکر اسلام کے ایسے ہمدردانہ محاسن سلوک سے آنکھین ملاتے ہین۔

حضرت زینب سے نکاح　اسلام اور عیسائیت کا یہ بھی ایک بہت بڑا اور قدیم معرکۃ الآرا مسئلہ ہے جس پر ایک بار نہین بشمار بار عیسائیت

کی طرف سے اعتراض ہوچکا۔ اور ہر بار اسلام کی طرف سے دندان شکن اور مسکت جواب دئے جاچکے گئے لیکن متعصبین یورپ ابھی وہی راگ گائے جارہے ہین۔

یہ مسلم ہے کہ اسلام تمام شریعتون کا متمم اور مصحح بنکر نازل ہوا تھا۔ اس لئے کہ آخر شریعت تھی اور اسکے بعد ابواب رسالت بند ہونے والے تھے۔ یہ بھی مسلم ہے کہ ادیان گذشتہ کے ایسا۔ اسلام کی تعلیم دینیات اور اسکی تبلیغ الٰہیات ہی تک محدود نہین تھی۔ بلکہ وہ دین کا معلّم بھی تھا اور دنیا کا حاکم بھی۔ ملک کا معاون بھی تھا اور قوم کا مصلح و محسن بھی۔ تمام جاہلانہ مراسم اور آئین کی بیخکنی اسکا فرض اولین تھا۔ طبقات قومی و ذاتی مفاخرت کو اوٹھا کر اصول مساوات کا قایم کرنا اسکے واجبات ضروریہ مین داخل تھا۔

عرب جہالت مین اوسوقت ذاتی مفاخرت باہمانہ کا قدیم دستور بڑے زورون سے جاری تھا اور اس کثرت و قوت سے کہ ایک شخص دوسرے کو مشکل سے اپنے برابر سمجھنے پر راضی ہو سکتا تھا۔ آپس کی مساویانہ ہم نسبی اور ہم خاندانی کے معاملات مین اسی مفاخرت کی بناپر مختلف اقوام و قبائل مین مشاجرت شروع ہوکر نسلون کی نسلین برباد کردیتی تھین۔ مخدومان ملک تو ان مشاجرت مین مبتلا تھے۔ طبقہ خادمان و غلامان کی کیا حالت ہوگی۔ اسی سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے۔

اسلام اوس دین کی نعمت ہمراہ لایا تھا جسکے اقرار و اختیار کے بعد خادم و مخدوم اور حاکم محکوم اور مالک مملوک سب برابر تھے۔ اور ایک صف و قطار مین بلا امتیاز و اختصاص کھڑے ہوتے تھے۔ اور ایک دوسرے کے پہلو مین زانو تو زانو بیٹھتے تھے۔ جب خدا کی عبادت مین اسلام نے باہمانہ مساوات کی یہ صورت قائم کی ہو تب قومی اور دیگر ضروریات مین وہ مساوات و یکجہتی کی ایسی ہی شان نہ دکھلاتے تو اوسکے آئین انصاف اور اصول اخلاق دونون کے خلاف ہوگا۔

جناب زینب کے ساتھ نکاح کا واقعہ پہلے تو اسی تعلیم و تبلیغ اسلامی کا آئینہ ہے۔ پھر انکے موجودہ واقعہ نکاح سے ایک دوسرے دستور قومی کی بھی اصلاح مقصود تھی اور وہ یہ تھی کہ عرب مین اسوقت تک متبنّی کی جاہلانہ رسم بڑی شدت سے جاری تھی۔ باپ کا پروردہ لڑکا۔ صلبی لڑکے کا حکم رکھتا تھا۔ نسب۔ توریث۔ حقوق دینی اور معاملات دنیاوی مین مشارکت۔ غرض کسی امر مین متبنّیٰ اور صلبی فرزند مین کوئی تفریق و تمیز باقی نہین تھی۔ اور یہ قانون فطرت کے اعتبار سے صلبی فرزند کی بڑی حق تلفی کا باعث تھی۔ اور قاعدہ وراثت کے لحاظ سے اگر صلبی اولاد نہو۔ تو دوسرے قریبی عزیز و اقارب کے حقوق کی بھی صریح پامالی تھی۔ حضرت زینب کے اس ایک واقعہ سے ان دونون جاہلانہ اور جابرانہ دستور و مراسم کی تنسیخ منظور تھی۔

یہ واقعہ اگر عقل سلیم۔ نظر انصاف اور خوش نیتی سے دیکھا جاوے تو بیک جا و بیک وقت دو خراب رسمون کی اصلاح خاص پر مشتمل تھا۔ اس بنا پر اسکو موجودہ تہذیب و روشنی کے زمانہ مین لائق تعریف ہونا چاہتا تھا۔ نہ قابل تشنیع و تعریض۔ لیکن اسکو کیا کیا جاوے گا۔ کہ تعصب اور نفسانیت والے دونون آنکھین رکھکر بھی۔ ہر امر کو ایک ہی آنکھ سے

دیکھتے ہین۔ چشم بدبین کا خاصہ ہے کہ وہ ہمیشہ ہر امر کے سمت بد پر پڑتی ہے اور محاسن کی طرف مشاہدے سے ہمیشہ خیرگی کرتی ہے گویا دیکھ ہی نہین سکتی اگر اس واقعہ مین اس کے محاسن و افادات پر تھوڑی دیر کے لئے نگاہ کی جائے تو تحسین و آفرین کے سوا اعتراض کی آواز نہین نکالی جا سکتی۔ لیکن چونکہ طبیعت کی بدی اسی کی عادی ہو گئی ہو اس لئے کورسوادی اور سیہ قلبی سے برابر کام لیا جاتا ہے اور حقیقت کی روشنی کی طرف آنکھ اوٹھائی نہین جاتی۔

اسلام نے عرب مین چشم رحمت کھولی تو غلامون کے ساتھ ظلم و جور کا خونین منظر پیش نظر تھا۔ جو ہرگز نہ مدعای قدرت ربانی تھا اور نہ مقتضاے فطرت انسانی معلم اسلام علیہ السلام کو اپنے طریقۂ عمل سے اسکی اصلاح ضرور تھی اور آپ کا فرض منصبی تھا کہ اپنے محاسن اخلاق اور مکارم اشفاق سے ملک و قوم کو مالک و مملوک کے مابین اصول مساوات قایم رکھکر اپنے اسوہ حسنہ کی تعلیم دے۔

حضرت زید ابن حارثہ

زید ابن حارثہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت مین آئے آپ کی خدمت مین تربیت پاکر جوان ہوئے ابتدا ہی سے انکے ساتھ ایسے مربیانہ اور مساویانہ محاسن اشفاق قایم کیے گئے کہ تمام قریش اپنے دستور جہالت کے موافق زید کو آنحضرت صلعم کا متبنّیٰ کہنے لگے۔ اولاد ذکور کے نہ باقی رہنے کی وجہ سے اونکا یہ قیاس بطور ظاہر صحیح بھی معلوم ہونے لگا تھا۔ حالانکہ اس مین جتنی اہمیت اور حقیقت تھی اوسکو خدا اور خدا کا رسول خوب جانتا تھا۔ اس عام خیال نے آیندہ اس سے بھی زیادہ اور قوت پکڑ لی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زینب بنت امیمہ بنت حضرت عبد المطلب۔ اپنی خاص پھوپھیری بہن کا نکاح زید ابن حارثہ سے کر دیا۔

حضرت زینب نے پہلے اوسی نقص غلامی کے لحاظ سے انکار کیا۔

وکان رسول اللہ صلعم اراد ان یزوجہا زید بن حارثۃ مولاہ فکرھت ذلک فتح الباری شرح صحیح بخاری باسناد زید بن ارقم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونکا نکاح اپنے غلام زید بن حارثہ کے ساتھ کر دینا چاہا تو اونہون نے ناپسند کیا فتح الباری شرح صحیح بخاری۔

لیکن چونکہ زینب بنت امیمہ بھی آپ ہی کی دامن تربیت مین پلی تھین اور مشرف باسلام ہو چکی تھین اسلئے جب آپ نے ان کو اسلام مین مملوکیت کی شان اعزاز و اکرام بتلائی تو یہ راضی ہو گئین اور زید سے نکاح ہو گیا لیکن غلامی کا داغ ایسا نہین تھا جو اسلام کی فوری شست و شو سے دہل جاتا۔ اس بنا پر نکاح ہو جانے کے بعد بھی حضرت زینب کے دل مین اسکی خلش باقی رہی۔ جس نے زن و شو کے باہمانہ تعلقات مین ناگوار صورت اختیار کی۔ فریقین مین سال بھر سے زیادہ اتفاق قایم نہ رہ سکا۔ زید برابر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین زینب کی تند مزاجی اور ترش روئی کی شکایت کرتے تھے اور آپ برابر اونھین سمجھا بجھا کر راضی کر دیتے تھے۔ لیکن زینب کے مزاج کی تیزی کبھی کم نہین ہوتی تھی۔ ایک بار آپس مین ایسی بگڑی کہ زید اون کے طلاق دینے پر پورے طیار ہو کر آنحضرت

صلعم کی خدمت میں اطلاع و اجازت کی غرض خاص سے حاضر ہوئے۔ ساری روئداد عرض کی۔ اور کہا کہ اب مجھے صبر و تحمل کی طاقت نہیں۔ فتح الباری میں ہے۔

جاء زید بن حارثۃ فقال یارسول اللہ صلعم اِن زینب اشتدّ عَلیَّ لسانھا وانا ارید ان اَطلّقھا

زید آنحضرت صلعم کی خدمت میں آئے اور عرض کی کہ زینب مجھسے زبان درازی کرتی ہیں اور میں ان کو طلاق دینا چاہتا ہوں۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابکی بار بھی انکو سمجھا بجھا کر طلاق دینے سے باز رکھا۔ قرآن مجید ان الفاظ میں اسکی تصدیق کرتا ہے۔

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰہَ (احزاب)

اور جبکہ تم اُس شخص سے جس پر خدا نے اور تم نے احسان کیا یہ کہتے تھے کہ اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں لئے رہو۔ اور خدا سے خوف کرو۔

جانبین سے تاہم صفائی قلوب نہوئی۔ اور باخود ہا کی معاشرت روزانہ مشاجرت کی صورت پکڑتی گئی تو بالآخر زید بن حارثہ نے زینب بنت امیمہ کو طلاق دیدی اور وہ زید کے عقد نکاح سے نکلکر آزاد ہوگئیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حالت نکاح میں زینب کو شوہر کی اطاعت کرنے اور راضی رکھنے کیلئے جیسی تاکید فرماتے تھے۔ ویسے ہی اب انکے آزاد ہو جانے پر ادنکی دلجوئی تسکین اور تفقد احوال کی طرف متوجہ ہوئے اور یہ بالکل فی الواقع اور صحیح ہے کہ مدینہ میں۔ زینب کا اوسوقت خبر گیران اور تفقد احوال کرنے والا سوائے ذات اقدس کے اور کون تھا۔ اس بنا پر آپ نے زینب کو اپنے حبالۂ نکاح میں لے لینا چاہا لیکن زید کی تبنیت کے خیال موہومہ کی وجہ سے جہال کی طعن و تشنیع کا اندیشہ تھا اور اسی وجہ سے آپ نے چندے تامل فرمایا۔

چونکہ تبنیت ہی کی کوئی حقیقت اور اصلیت نہیں تھی اور جہالت کی وجہ سے آئین جو کچھ اہمیت پیدا ہوگئی تھی اوسکا محو و متاصل کردینا منظور تھا۔ اس بنا پر فرمان ربانی ان الفاظ قرآنی میں نازل ہوا۔

وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰہُ مُبْدِیْہِ وَتَخْشَی النَّاسَ وَاللّٰہُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰہُ

اور تم اپنے دل میں وہ بات چھپاتے ہو جو خدا ظاہر کردینے والا ہے۔ اور تم لوگوں سے ڈرتے ہو حالانکہ ڈرنا خدا سے چاہیئے۔

افسوس ہے شبلی صاحب کی اختصار پسندی اقتباسات قرآنی میں بھی ابہام پیدا کرتی ہے۔ کوتہ رقمی کے قدیم اصول مطابق اسکی نقل و استنباط میں بھی صرف مبتدا سے تعلق رکھا گیا ہے اور خبر سے واسطہ نہیں جو اصلی مدعائے بحث تھا یعنی مسئلہ تبنیت کی عدم اصلیت جو اسی آیہ کے آخری فقرات میں میری دانست میں آپ کے موجودہ مختصرات سے نہ معتقدین امت کا اطمینان ہو سکتا ہے نہ معترضین عیسائیت کی تشفی۔ اس لئے ہم اس پوری آیۂ الٰہیہ کو ذیل میں نقل کئے دیتے ہیں جسکے مطالب و مقاصد سے حقیقت حال کا پورا انکشاف ہو جاتا ہے۔

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ فَلَمَّا قَضٰى زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَیْ لَا یَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝ مَا كَانَ عَلَى النَّبِیِّ مِنْ حَرَجٍ فِیْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ سُنَّةَ اللّٰهِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا ۝ الَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَیَخْشَوْنَهٗ وَلَا یَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِیْبًا ۝ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا

اور اے پیغمبر اوس بات کو یاد کرو) جب تم اوس شخص کو سمجھاتے تھے (یعنی زید بن حارثہ کو) جسپر اللہ نے (اپنا) احسان کیا (کہ اوسکو اسلام کی توفیق دی) اور تم بھی اوس پر احسان کرتے رہے کہ اپنی بی بی (زینب کو اپنی زوجیت میں رہنے دے اور اللہ سے ڈرے (اور اوسکو چھوڑ نہیں) اور تم اوس (بات) کو اپنے دل میں چھپاتے تھے (جسکو آخرکار) اللہ ظاہر کرنیوالا تھا۔ اور تم اس (معاملہ میں) لوگوں سے ڈرتے تھے۔ اور خدا اس سے زیادہ حقدار ہے کہ تم اوس سے ڈرو اور پھر جب زید اوس عورت سے بے تعلق کر چکا (یعنی طلاق دی اور مدت عدت تمام ہو چکی) تو ہم نے تمہارے ساتھ اوس (عورت) کا نکاح کر دیا تاکہ (عام) مسلمانوں کے لیے پالک جب اپنی بی بیوں سے بے تعلق ہو جائیں تو مسلمانوں کے لیے ان عورتوں سے نکاح کر لینے) میں (کسی طرح کی) تنگی نہ رہے اور خدا کا حکم تو ہو ہی کر رہتا ہے اللہ نے پیغمبر کے لیے جو بات ٹھیرا دی ہو اوس (کے کرنے) میں پیغمبر کے لیے کچھ مضائقہ کی بات نہیں جو پیغمبر پہلے ہو چکے ہیں۔ اون میں (بھی) عادت الٰہی جاری ہوتی رہی ہے (کہ اون پر خدا نے نکاح کے بارے میں تنگی نہیں کی) اور (خدا کے جتنے کام ہیں (ہر ایک امر) تقدیری (میں جو روز) ازل سے ٹھیرے ہوئے ہیں وہ اگلے پیغمبر (اس صفت کے تھے کہ) خدا کے پیغام (لوگوں کو) پہونچاتے تھے۔ اور خوف خدا کرتے تھے۔ اور خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے (تو اے پیغمبر تم کیوں ڈرو) اور حساب (اعمال) کے لیے اللہ ہی بس ہے وہ سب سے سمجھ لیگا۔ لوگو!) محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں (تو زید کے کیوں ہوں؟) وہ تو اللہ کے رسول ہیں (اور خطوں کی مہر کی طرح سب) پیغمبروں کے آخر میں اور اللہ تمام چیزوں کے (حال) سے واقف ہے۔ ترجمہ شمس العلما حافظ نذیر احمد ص ۶۷۶

اس آیۂ قرآنی میں اس واقعہ کی پوری تفصیل موجود ہے تبنیت کی بے حقیقتی۔ زینب و زید کی سوء مزاجی زید کی شکایت پر برابر آپ کی طرف سے اونکی تشفی و دلجوئی۔ زید کے طلاق دینے اور زینب کے آزاد ہو جانے کے بعد خدا کے حکم سے اونکے ساتھ آپ کا نکاح کر لینا۔ متبنیٰ کا اسلام میں لاشے ہونا۔ اور متبنیٰ کی عورت کا آزاد ہو جانے کے بعد تمام عورتوں کی طرح ہر مسلمان کے ساتھ جائز النکاح ہونا۔ واضح طور پر بیان فرما دیا گیا ہے

معترضین اگر دیدۂ بینا رکھتے ہیں تو وہ اس آیت سے حقیقت حال پورے طور پر معلوم کر سکتے ہیں۔ لیکن تعصب اور نفسانیت کی گھٹا ٹوپ میں حقیقت کی روشنی کا معلوم ہونا معلوم۔ ہر مذہب اپنے اصول کا پابند ہے اور اسلام بھی یہ تمام دنیا کا کلیہ مسلمہ ہے۔ اور اسلام کا بھی۔ اس بنا پر جو واقعات اسلامی کلام الٰہی اور احادیث صحیحہ کے مطابق ہیں وہ اہل اسلام

کیلئے قابل تسلیم ہے اور لایق اعتبار اور جو نہین ہین وہ مسلمانون کے مقابلہ مین نہ قابل احتجاج ہین نہ لایق اعتبار۔ اس لئے وہ مرویات اسلامی جو معارض کلام الہی اور مخالف شان و بیان رسالت پناہی ہین وہ کسی طریق سے مسلمانون کے لئے حجت نہین ہو سکتے۔

یہی حالت طبری کی اوس روایت کی ہے جو عیسائی معترضین کی سرمایۂ ناز ہے۔ جسکی تنقید کے لئے شبلی صاحب کی یہ عبارت کافی ہے۔

"تاریخ طبری مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زید سے ملنے کے لئے اون کے گھر گئے۔ زید نہ تھے۔ زینب کپڑے پہن رہی تھین۔ اسی حالت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونکو دیکھ لیا اور یہ الفاظ کہتے ہوئے باہر نکل آئے۔

سبحان اللہ العظیم سبحان اللہ مصرف القلوب	پاک ہے خدائے برتر۔ پاک ہے وہ خدا جو دلون کو پھیر دیتا ہے۔

زید کو یہ حالات معلوم ہوئے تو انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین عرض کی کہ اگر زینب آپ کو پسند آگئی ہون تو مین ان کو طلاق دیدون۔

مین نے یہ بیہودہ روایت اپنے دل پر سخت جبر کرکے نقل کی ہے۔ نقل کفر کفر نباشد۔ یہی روایت ہے جو عیسائیون کی مایۂ استناد ہے لیکن ان غریبون کو یہ نہین معلوم ہوا کہ اصول فن کے لحاظ سے یہ روایت کس پایہ کی ہے مورخ طبری نے واقدی کے ذریعہ سے نقل کی ہے۔ جو مشہور کذاب اور دروغگو ہے اور جس کا مقصد اس قسم کی بیہودہ روایتون سے صرف یہ تھا کہ عباسیون کی عیش پرستی کے لئے سند ہاتھ آئے۔ طبری کے علاوہ اور لوگون نے بھی اس قسم کی بیہودہ روایتین نقل کی ہین لیکن محدثین نے انکو اس قابل بھی نہ سمجھا کہ ان سے تعرض کیا جائے۔ حافظ ابن حجر سخت روایت پرست ہین تاہم فتح الباری۔ سورۂ احزاب کی تفسیر جہان اس واقعہ سے بحث کی ہے لکھتے ہین

وردت آثار اخرجہا ابن ابی حاتم و طبری ونقلہا کثیر من المفسرین لا ینبغی لتشاغل منہا	اور بہت سی روایتین آئی ہین جنکو ابو حاتم اور طبری نے لکھا ہے اور اکثر مفسرین نے نقل کیا ہے ان روایتون مین مشغول نہ ہونا چاہیے۔

حافظ ابن کثیر جو مشہور محدثین مین ہین۔ اپنی تفسیر مین لکھتے ہین۔

ذکر ابن حاتم وابن جریر ههنا آثارا عن بعض السلف رضی اللہ عنہم احببنا ان نضرب عنہا صفحا لعدم صحتہا فلا نوردها وقد روی الامام احمد ههنا ایضا من روایت حماد بن زید عن ثابت عن انس رضی اللہ تعالی عنہ فیہ غرابۃ ترکنا سیاقہ ایضا	ابی حاتم اور ابن جریر نے بعض اسلاف سے روایتین نقل کی ہین جن کو ہم نظرانداز کر دینا چاہتے ہین کہ وہ غلط ہین اور امام احمد نے جو روایت باسناد حماد بن زید ثابت کی زبانی انس سے منقول ہے۔ ایک روایت نقل کی ہے جو غریب ہے ہم نے اوسکا بھی ذکر چھوڑ دیا ہے کیونکہ وہ بھی غریب ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسوقت تک منافقون کا بڑا زور تھا۔حضرت عائشہ کی تہمت مین خود چند مسلمان بھی آلودہ ہو گئے تھے جنکو شریعت کے مطابق سزائے قذف دی گئی۔یہی وہ روائتین ہین جو کچھ کچھ غیر محتاط کتابون مین باقی رہ گئین۔لیکن وہ محدثین جنکا معیار تحقیق بلند ہے اور عدالت روایت کے حاکمان مجاز ہین۔مثلاً امام بخاری اور امام مسلم وغیرہ۔اِن کے ہان ان روایتون کا ذکر تک نہین آتا۔سیرۃ النبی جلد اول صفحہ ۳۲۷ ؎۱

اسلام کے ساتھ عیسائیون کی عیب جوئی اور غلط گوئی کوئی نئی بات نہین ہے۔مبلغین شریعت ہمیشہ ہدف ملامت بنتے چلے آئے ہین۔مخالفین اپنی فطرتی کج فہمی سے اون کے محاسن کو بھی بدنما صورتون مین دکھلاتے آئے ہین۔جناب زینب کا واقعہ بھی اسی کی مثال ہے۔اس واقعہ مین منشاے قدرت۔مدعاے رسالت اور مقتضائے عدالت تو وہی تھا۔جو بالتفصیل اوپر بیان ہو چکا ہے۔معترضین کو اسکے اصلی مدعا سے تو کوئی غرض ہی نہین ہے۔اور نہ اسکے محاسن سے کوئی واسطہ۔ہان۔جاہل مشرکین اور مفسد منافقین کے ہمزبان بنکر۔اس پر وہی اعتراض کرتے ہین جو مشرکین مکہ اور منافقین مدینہ ان سے ہزار برس پہلے کرتے آئے ہین۔انکی ان تعریضات مین سوائے نفسانیت کے [illegible] ہے اور نہ حقیقت جیساکہ تفصیل سے اوپر لکھدیا گیا ہے۔

واقعات متفرقہ (۱) عورتون کو پردے مین رکھنے کا اسی سال حکم ہوا۔

(۲) عورتون کو نقاب پوش ہو کر باہر نکلنے کی اجازت ملی۔

(۳) جہالت کی رسم تبنیت کی کامل تنسیخ فرمائی گئی۔

(۴) متبنیٰ لڑکے کی منکوحہ سے۔اوسکے آزاد ہو جانے اور مدت عدت پوری ہو جانیکے بعد۔نکاح کرنے کی اجازت عام دیگئی۔

؎۱ اسمین کوئی کلام نہین کہ طبری کی یہ روایت سراپا غلط ہے اور صریح معارض کلام احدیت اور مخالف شان رسالت۔اور اس مین بھی کوئی شک نہین کہ متقدمین ومتاخرین عیسائی متعصبین کے تمام اعتراضات کا مرکز بھی یہی ہے۔لیکن شبلی صاحب نے اپنی تنقید کی مذکورہ بالا عبارت مین اپنی قدیم عادت کے مطابق طبری ہی کو ہدف اعتراض اور سبب فساد بتلایا ہے۔حالانکہ آپ ہی کی آیندہ الفاظ وعبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ اس غلط نگاری کی ابتدا بھی محدثین ومفسرین ہی سے قائم ہوئی ہے اور تفسیر ابن ابی حاتم رازی سے لیکر امام احمد بن حنبل کے مسند تک کے ایسے معتبر ومستند ماخذ ان موضوعات و مکذوبات سے بھرے پڑے ہین۔تب آپ کا یہ لکھنا کہ یہی روائتین جو کچھ کچھ غیر محتاط کتابون مین باقی رہ گئی ہین۔" کیسے قابل تسلیم ہو سکتا ہے جب مسند امام احمد بن حنبل تک مین یہ مرویات موجود ہین تو آپ کے نزدیک مسند امام احمد بن حنبل بھی غیر محتاط کتابون مین داخل ہو گئی۔تو صحیح بخاری کی صحت کب قابل اعتبار رہ سکتی ہے جب اونکے شیخ الشیوخ امام احمد بن حنبل صاحب خود غیر محتاط ثابت ہوتے ہین۔اس بنا پر ان سے ستخرجات جو بخاری ومسلم۔حاکمان مجاز نے اپنی کتابون مین داخل کئے ہین۔کب قابل احتجاج واعتبار ہو سکتے ہین۔

بہرحال نہ ہم کو امام احمد بن حنبل کی تائید منظور ہے اور نہ بخاری ومسلم آپ کے حاکمان مجاز کی تنقید وتردید۔ہم کو تو صرف اس جانبدارانہ طرز بیان کی شان حقیقت کا انکشاف کر کے یہ دکھلا دینا مقصود تھا کہ یہ غلط روایت اکیلے طبری ہی نے نہین لکھی ہے۔بلکہ قریب قریب تمام محدثین ومفسرین کی تالیفات مین منقول ہے۔اس لئے تنہا طبری کو اسکی نقل واستنباط کے لئے ملزم ٹہرانا مولفانہ دیانت اور محققانہ عدالت سے بعید ہے۔

المولف الاحقر

سید اولاد حیدر عفی عنہ

(۵) پرائی عورت پر غلط تہمت لگانے کے لئے حدِّ قذف کا حکم ہوا۔

(۶) زن وشو کے درمیان لعان کے طریقہ مفارقت کا بھی اسی سال حکم دیا گیا۔ لعان قسم حلفی کو کہتے ہیں۔ جانبین کے بیان پر جب شاہد صادق موجود نہ ہوں تو جانبین اپنے اپنے دعوے کی صداقت کی نسبت قسم شرعی کھائیں اور اس کے بعد دونوں میں تفرقہ کر دیا جائے۔

(۷) دستور جہالت کے مطابق عرب میں ظہار بھی ایک قسم کی طلاق تھی۔ اسلام کی شان انصاف اور مقدار عدالت نے جانبین کی اس اتفاقی شکر رنجی اور نزاع لفظی کو طلاق شرعی کی اہمیت نہیں دی۔ اور صرف کفارہ (حقیقتاً غیظ وغضب کا بدل) کی ادا کاری کی حد تک رکھا۔ اس کفارہ کے نزول حکم کا بھی یہی سال محقق ہوتا ہے۔

غرضکہ یہ تمام تر سال حقوق نسواں میں مساوات وسہولیات کے قائم ہونے کا مبارک عنوان ثابت ہوتا ہے۔ بُرا ہو اُن بدبین نگاہوں کا جو ان واقعات کو دیکھکر بھی اسلام کو صنف نسواں کی نسبت شدت وجبر کا ملزم ٹھہراتے ہیں ؎

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد　　عیب نماید ہنر دیگراں

(۸) اسی سال پانی نہ ملنے کی حالتوں میں تیمم کا بھی حکم نازل ہوا۔

(۹) نمازِ خوف کا بھی اسی سال حکم ہوا۔

تمّت بالخیر

تمّ المجلد الثانی من السیرۃ المصطفویۃ الموسوم

بالاسوۃ الرّسول صلوات وسلام علیہ

والہ من رب القلوب والعقول

کوانٹھ ضلع آرہ　　　　المولف الاحقر

شریف عمارت　　　　سید اولاد حیدر عفی عنہ

۹ شعبان رسشنبہ ۱۳۴۴ھ